رجسٹرڈ ایل نمبر
۵۳۱۲

ٹیلیفون ۳۵۴۵۵
رہائش ۶۴۸۹۸

زندگی آمیز اور زندگی آموز ادب کا نمایندہ

نقوش

شمارہ - ۱۰۹
اپریل، مئی ۱۹۶۸ء

بیسویں سالگرہ

خطوط نمبر

مدیر:-

محمد طفیل

ادارہ فروغ اردو، لاہور

قیمت موجودہ شمارہ ۲۰ روپے

طلوع

محمد طفیل نے محمد نقوش سے کہا ——

ارے میاں! تو کیا کر رہا ہے؟ کیوں اپنا وقت ضائع کر رہا ہے؟ کیوں اپنا اور اپنے بچوں کا دشمن بنا ہوا ہے؟

جب تو نے خطوط کی دو جلدیں پہلے چھاپی تھیں تو کونسے قوم نے سُرخاب کے پَر لگا دیئے تھے، جو تو اب پھر اکٹھی تین جلدیں پیش کر رہا ہے۔ یہ دس گیارہ برس جو تو نے خطوط اکٹھے کرنے پر صرف کیے ہیں۔ اس کی بجائے اگر تو "امپورٹ ایکسپورٹ" کا ہی کام کر لیتا تو زیادہ فائدے میں رہتا اور کچھ نہیں کر سکتا تھا تو قوم کا لیڈر ہی بن جاتا۔

قوم کے لفظ سے یاد آیا۔ یوں دِکھے ہے جیسے یہ قوم بظاہر زندہ ہو، بہ باطن مُردہ، یہ زندہ باد کے نعرے لگا سکتی ہے، مگر زندہ باد کا ماحول پیدا نہیں کر سکتی۔ یہ ہر ایک کی کارگزاری پر یہ فرمانے کی عادی ہے۔ "کچھ نہیں!"

متاعِ ہُنر کی قیمت کیا پڑی؟ دو کوڑی بھی نہیں۔ خون کے چراغ جلا کے بھی دیکھ لیے، اندھیرا جوں کا توں، یوں معلوم ہوتا ہے جیسے دنوں کا اندھیرا بصارت کو بھی نگل گیا ہو۔

ایسے عالم میں کوئی کیا کرے؟

ایک تو یہ ہو سکتا ہے کہ آدمی افیون کی گولی کھا کر بیٹھ رہے۔ دوسرے یہ ہو سکتا ہے کہ کچھ خدمت کے شوق میں اپنی جان اور مال کی بازی لگا دے۔

محمد نقوش سے محمد طفیل نے کہا:۔

راہیں دونوں کٹھن ہیں۔ ایک باضمیر کے لیے، دوسری بے ضمیر کے لیے!

محمد طفیل

اِس شمارے میں

۱۹۵۶ء میں جمال میاں فرنگی محلی سے، ایوانِ صدر میں ملاقات ہوئی تھی تعارف قدرت اللہ شہاب نے کرایا، معلوم ہوا کہ ان کے پاس بڑے نادر قسم کے خطوط ہیں۔ شہاب صاحب نے میری سفارش کی۔ انہوں نے حامی بھر لی۔
میں خط و کتابت کرتا رہا، کبھی جواب ملا، کبھی نہ ملا۔ جمال میاں ڈھاکہ میں تھے۔ میں لاہور۔ دونوں کا فاصلہ ہو یا نہ ہو ویسے فاصلہ بہت ہے۔

۱۹۶۵ء میں پاکستان کونسل نے جب اُدبا اور مدیرانِ رسائل کے ساتھ مجھے بھی مشرقی پاکستان کی سیر کی دعوت دی تو میں نے یہ بھی سوچا۔ جمال میاں سے خطوط لیتا آؤں گا۔

پاکستان کونسل نے ہمارا پروگرام کچھ اس طرح کا بنایا ہوا تھا کہ اس میں ایک منٹ خالی نظر نہ آیا۔ پھر بھی میں نے جمال میاں تک پہنچنے کی بہت سعی کی۔ ملاقات نہ ہونا تھی نہ ہوئی۔ اصل میں مجھے بے ایمانی والے کام۔ اس بھی نہیں آتے۔ چونکہ پروگرام میں جمال میاں سے ملنا شامل نہ تھا۔ اس لئے ملاقات کیسے ہوتی!

پھر میں دوبارہ ۱۹۶۵ء میں ڈھاکہ اس غرض سے گیا کہ اب کے خطوط لے کے ٹلوں گا۔ چلنے سے پہلے اطمینان کر لیا تھا کہ آیا جمال میاں ڈھاکہ ہی میں ہیں۔ جب جواب اثبات میں ملا، تو پہنچا۔ ونسک دی۔ معلوم ہوا۔ وہ تو پیرس چلے گئے۔ میرا جو حال ہوا وہ پوچھئے نہیں۔ پھر تیسری مرتبہ دسمبر ۱۹۶۶ء میں ڈھاکہ گیا۔ جمال میاں سے ملاقات ہو گئی۔ اللہ کا ہزار ہزار شکر ادا کیا۔

انہوں نے مجھے خطوط دکھائے۔ آنکھیں کھل گئیں۔ بڑا نادر ذخیرہ تھا۔ معاً اُداسی ہو گیا۔ اگر انہوں نے یہ خطوط نہ دیئے تو کیا ہوگا۔ جب میں دل کی بات زبان پر لایا تو انہوں نے فرمایا "میں یہ خطوط لاہور بھجوا دوں گا۔ ابھی صرف دیکھ لیں۔"

لاہور بھجوا دوں گا والی بات تو ۱۹۵۶ء سے چل رہی تھی۔ کچھ جمال میاں کی مصروفیت حائل رہی، کچھ ایسے نوادرات کا الگ کرنا مسئلہ رہا ہوگا۔ جمال میاں کے جواب پر میں پھر ۱۹۵۶ء میں پہنچ گیا۔
اب کہوں کیا؟ کچھ سوجھ نہیں رہا تھا۔ پریشانی اور تذبذب کا جو لمحہ مجھ پر وہ گزرا، شاید ہی کبھی گزرا ہو۔ بالآخر جست کر کے کہا "جناب! اب کے خطوط لے کے ٹلوں گا۔"

"ہاں ہاں! آپ سے وعدہ کر چکا ہوں۔ جو پورا ہو گا۔"

"میں ان خطوط کے لئے گیارہ سال سے پریشان ہوں۔ مزید حوصلہ نہیں رہا۔ پھر زندگی کا اعتبار ہی کیا۔ اب کے خالی ہاتھ نہ جاؤں گا۔" یہ کہہ کر میں نے خطوط اکٹھے کرنا شروع کر دیئے۔ وہ لمحات ہم دونوں پہ کتنے کٹھن تھے، کون جانے!

وہ ابھی خطوط دینا نہیں چاہتے تھے۔ میں خطوط چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔

بالآخر جمال میاں اپنے وعدے اور اپنی شرافت کے ہاتھوں مجبور ہو گئے اور انہوں نے مجھے یہ خطوط دے دیئے۔ وہ خطوط کو، اپنے سے جدا کرتے بھی کیسے؟ انہوں نے ان خطوط کی بڑی حفاظت کی تھی۔ انگریز تحریک خلافت سے پریشان تھا۔ مرکز مولانا عبدالباری فرنگی محلی تھے۔ ہر آن گرفتاری اور تلاشی کی فکر رہتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اس قیمتی ریکارڈ کو کبھی قبرستان میں دفن کر کے بچایا کبھی ادھر ادھر پہنچا کر!

بہرحال اب وہ قیمتی سرمایہ آپ کی نذر ہے (جمال میاں کی مہربانی سے نذر ہے) ابتدا میں مولانا غلام رسول مہر کا ایک تعارفی نوٹ ہے۔ جی تو یہ چاہتا تھا کہ ایک ایک خط پر حواشی ہوتے۔ مولانا غلام رسول مہر نے وعدہ بھی فرمایا تھا۔ مگر وہ اپنی مصروفیات میں آنا کچھ نہ کر سکے۔ کہیں کہیں جمال میاں کے نوٹ ہیں۔ نہ فرصت مولانا مہر کو ملی اور نہ جمال میاں کو، یہ دونوں حضرات ہی ایسے تھے جو ان خطوط پر کچھ لکھ سکتے تھے۔ اس کمی کے باوجود میں خوش ہوں کہ خطوط تو محفوظ ہو گئے۔ جو مسلمانانِ ہند کی سیاسی جدوجہد کے آئینہ دار ہیں۔ تحریکِ خلافت پر اس سے اہم دستاویزیں نہ ملیں گی۔

مولانا عبدالباری فرنگی محلی کا کیا مرتبہ تھا۔ کیا شان تھی کہ موتی لال نہرو، مہاتما گاندھی، ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہرؔ، مولانا ظفر علی خاں، مولانا حسرت موہانی سبھی ان کے سامنے ہاتھ باندھے نظر آتے ہیں۔

یہ تو ہوئی اس جلد کے پہلے حصے کی بات!

اب اس جلد کے دوسرے حصے کے بارے میں کچھ سن لیجئے۔ اس حصے کی ابتدا میں جو خطوط درج ہیں۔ وہ نواب بہادر یار جنگ کے ہیں۔ نواب صاحب کی قدر و منزلت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ قائداعظم کو بھی ان کی ضرورت تھی اور یہ شرف صرف نواب صاحب کو حاصل تھا کہ وہ قائداعظم کے بعد بھی تقریر کر سکتے تھے۔

یہ خطوط مسلم لیگ کی ریاستی تنظیموں کے بارے میں ہیں ہیں قیمتی معلومات سے آراستہ، جس کے صدر نواب صاحب تھے اور جنرل سیکرٹری محمود الحسن صدیقی!

نواب صاحب کے کچھ خطوط پہلی جلد میں بھی موجود ہیں۔ صفحہ ۳۷۹ پر، وہ خطوط قائد ملت نے بلادِ اسلامیہ کے سفر کے دوران لکھے تھے۔

اس حصے میں بعض خطوط کشمیر سے متعلق بھی ہیں۔ جن میں چودھری غلام عباس، میر واعظ، شیخ خورشید اور قریشی محمد یوسف کے خطوط اہمیت رکھتے ہیں۔ تفصیلی نوٹ ان سارے خطوط پر محمود الحسن صدیقی کی صاحبزادی، اختر جمال نے لکھ دیا ہے۔ اس لئے میرا کچھ کہنا بلاوجہ ہو گا۔

اس کے بعد بڑے بڑے ادیبوں اور دانشوروں کے خطوط ہیں۔ جن میں مولوی عبدالحق، حسرت موہانی، حامد حسن قادری، شوق قدوائی، مولانا عبدالمجید سالک، عزیز لکھنوی، جلیل مانک پوری ——— یہ فہرست بھی بڑی لمبی ہے اور ان خطوط میں مندرج، سینکڑوں ہی ادبی، سیاسی اور شخصی مسئلے، ان کا بیان کہاں تک ہو۔

(محمد نقوش)

خطوط

بنام مولانا عبدالباری فرنگی محلی

قومی و ملّی جد و جہد کی داستان

نفسے ز حال خویش بہ سیما نوشتہ ایم

پیشِ نظر اشاعت میں پرانے خطوط کا ایک ایسا ذخیرہ شائع کیا جا رہا ہے جنہیں اسلامیانِ پاک و ہند ہی نہیں بلکہ اسلامیانِ عالم کی قومی تاریخ کے اُس دور سے تعلق ہے جسے حقیقتہً نہایت تاریک دور سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس میں امیدوں کی آخری کرنیں رفتہ رفتہ ماند پڑ رہی تھیں یعنی سنہ ۱۹۱۱ء سے سنہ ۱۹۲۲ء تک کا دور۔ اس وقت تک قریباً ہر اسلامی ملک کی آزادی کلاً یا جزواً مجروح و مدفون ہو چکی تھی اور سلطنتِ عثمانیہ ترکیہ کی فضا خطرات کے تیرہ و تار بادلوں سے سیاہ پوش ہو رہی تھی۔ پہلے اٹلی نے طرابلس الغرب (جسے آج کل لیبیا کہتے ہیں) پر حملہ کیا، وہاں چند ترک سالاروں نے مقامی عربوں کو مزاحمت کے لیے منظم کر دیا تو چھوٹی چھوٹی بلقانی ریاستیں یعنی بلغاریہ، رومانیہ، سرویا (جسے آج کل یوگوسلافیا کہتے ہیں) مانٹی نیگرو (جو اب یوگوسلافیا میں ضم ہو چکی ہے) اور یونان نے براہِ راست سلطنتِ عثمانیہ پر ہلہ بول دیا۔ یہ یورشیں فرنگستانی سامراجیوں کے توڑ جوڑ کا نتیجہ تھیں۔ پھر پہلی عالمی جنگ چھڑ گئی۔ اتحادیوں (برطانیہ، فرانس اور زاروں کے روس) نے ایک طرف عربوں کو آزادی کا فریب دے کر ترکوں کو سخت نقصان پہنچایا پھر عربوں سے نہایت افسوس ناک بدعہدی کر کے بیشتر علاقے یا تو براہِ راست سنبھال لیے یا ان پر بلاواسطہ مقتدرانہ اثر قائم کر لیا۔ اس دور کی بعض خونچکاں تصویریں کلامِ اقبال کے پردۂ سیمیں پر بھی دیکھی جا سکتی ہیں مثلاً :

سازِ عشرت کی صدا مغرب کے ایوانوں میں سن　　　اور ایراں میں ذرا ماتم کی تیاری بھی دیکھ
چاک کر دی ترکِ ناداں نے خلافت کی قبا　　　سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ
مکر کے پھندے میں شہبازِ مراکو آگیا　　　امتِ عیسیٰ کا آئینِ جہاں داری بھی دیکھ

تاہم یہی دور ہے جو اقبالؒ کے نزدیک طلوعِ صبحِ امید کا پیغام تھا اور انہوں نے اس دور کے اوائل ہی میں، جب ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا، واضح الفاظ میں پیش گوئی کر دی تھی :

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش　　　اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
آ ملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک　　　بزمِ گل کی ہم نفس بادِ صبا ہو جائے گی
دیکھ لو گے سطوتِ رفتارِ دریا کا مآل　　　موجِ مضطر ہی اسے زنجیرِ پا ہو جائے گی

پھر طرابلس کے ریگ زار میں تیرہ سال کی ایک عرب مجاہدہ فاطمہ بنت عبداللہ غازیانِ ملتِ بیضا کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہو گئی تو

اقبالؒ نے نئے دورِ عروج کا پیغام یوں سناتے ہوئے فرمایا:

تازہ انجم کا فضائے آسماں میں ہے ظہور
دیدۂ انسان سے نامحرم ہے جن کی موجِ نور

جو ابھی ابھرے ہیں ظلمت خانۂ ایام سے
جن کی ضو ناآشنا ہے قیدِ صبح و شام سے

جن کی تابانی میں اندازِ کہن بھی، نو بھی ہے
اور تیرے کوکبِ تقدیر کا پرتو بھی ہے

چند ہی سال میں یہ پیش گوئیاں مجسمِ عملی شکل اختیار کر کے دنیا کے سامنے جلوہ افروز ہو گئیں۔ اقبالؒ نے شمع اور شاعر کے آخری بند کی پیش گوئیاں یاد دلاتے ہوئے "خضرِ راہ" میں فرمایا:

تُو نے دیکھا سطوتِ رفتارِ دریا کا عروج
موجِ مضطر کس طرح بنتی ہے اب زنجیر دیکھ

عام حریت کا جو دیکھا تھا خواب اسلام نے
اے مسلماں! آج تو اس خواب کی تعبیر دیکھ

کھول کر آنکھیں مرے آئینۂ گفتار میں
آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ

معلوم ہے کہ پہلی عالمی جنگ کے بعد فرنگستانی سامراجیوں کی ظاہری انتہائی عروج پر پہنچ چکی تھی اور اس دریا کی سطوتِ رفتار آسمان بوس ہو رہی تھی لیکن دیکھیے، کس طرح یکایک اسلامی ملکوں اور آبادیوں نے بیداری کا ایک حیرت انگیز مظاہرہ کیا۔ افغانستان ایک ہی جست میں آزادیٔ کامل کی منزل پر پہنچ گیا۔ ایران میں رضا شاہ پہلوی مرحوم کے زیرِ قیادت نئی قومی زندگی کی بنیادیں استوار ہو گئیں۔ مصر میں آزادی کی تحریک ایسا رنگ اختیار کر گئی کہ برطانیہ کے حصارِ اقتدار کی بنیادیں لرز اٹھیں۔ خود ہمارے ہاں خلافت اور جمعیتہ العلماء کی تحریکیں منظم ہوئیں اور آزادی کا سمندر اس انداز میں متلاطم ہوا جس کی کوئی مثال برطانوی سامراج کی تاریخ میں موجود نہ تھی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ فرنگستانیوں نے ترکوں کو ایک مستقل قوت ہی نہیں مستقل قوم کی حیثیت میں صفحۂ ہستی سے محو کر دینے کے جتنے منصوبے تیار کئے تھے، انھیں غازی مصطفیٰ کمال اور ان کے جانباز رفیقوں کی تلواروں نے سقاریہ کے میدانِ جنگ میں ہمیشہ کے لئے تہس نہس کر کے رکھ دیا۔

تاہم کامرانی کی منزلِ مقصود پر پہنچنے میں ابھی ایک مرحلہ باقی تھا اور اقبال نے اس کی پیشگوئی بھی "خضرِ راہ" میں کر دی تھی:

آزمودہ فتنہ ہے اک اور بھی گردوں کے پاس
سامنے تقدیر کے رسوائیِ تدبیر دیکھ

یہ "آزمودہ فتنہ" کیا تھا؟ دوسری عالمی جنگ، جس کے لئے قدرت نے ہٹلر کو آلۂ کار بنایا اور دانشمندانِ فرنگ نے اسے روکنے کی جتنی بھی تدبیریں اختیار کیں، وہ سب بُری طرح ناکام ہو کر تقدیر کے سیل میں خس و خاشاک کی طرح بہ گئیں۔ اس "آزمودہ فتنے" نے فرنگستانی استعمار کی صفیں اُلٹ کر رکھ دیں۔ سامراجی زنجیروں کے حلقے ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے۔ اب اس کی تلخ یادوں کے سوا باقی کیا رہ گیا ہے؟

جن خطوط کے ذکر میں یہ سطریں سپردِ قلم ہوئی ہیں ان کا تعلق اسی تاریک زمانے سے ہے، جب مسلمانوں کی قومی ہستی خوفناک خطرات میں محصور تھی اور مختلف دردمند مسلمان ایک دوسرے سے الگ بیٹھے ہوئے اپنے اپنے تصورات اور فکر و نظر کے مطابق سفینۂ ملت کو طوفانوں سے بچانے کے لئے مضطرانہ ہاتھ پاؤں مار رہے تھے اور انھیں قطعاً معلوم نہ تھا کہ جو کچھ وہ کر رہے

ہیں نتیجہ خیز بھی ہو گیا یا نہیں اور کبھی بروئے کار بھی آ سکے گا یا چھپا ہی رہے گا۔ خطوط کا مرکز و مرجع مولانا عبدالباری مرحوم فرنگی محلی کی ذاتِ گرامی تھی جو دیرینہ خاندانی عظمت و تقدس کے وارث ہونے کے علاوہ خود بھی علم و فضل، زہد و تقویٰ اور دردِ ملت و حمیتِ اسلامیت کے اعتبار سے بہت ممتاز و نمایاں شخصیت کے حامل تھے۔ آپ ہی کے پاس مختلف دردمند اصحاب کے اضطراب و گرمجوشی کے نادر علمی مظاہرے محفوظ رہ گئے جو ہماری ملی سرگزشت کا ایک نہایت قیمتی مرقع ہیں۔

برادرِ عزیز محمد طفیل صاحب نے محترم جمال میاں صاحب سے یہ ذخیرہ حاصل کیا تو میں بھی اس کے مطالعے سے مشرف ہوا ——— رائے یہ تھی کہ ان مکاتیب پر مفصل حواشی لکھنے چاہئیں اور جن مطالب پر یہ مشتمل ہیں ان کی توضیح کا کوئی پہلو نظر انداز نہ ہونا چاہیئے نیز کاتبوں کے تعارف کا انتظام بھی ضروری ہے میں پیشتر ایسے کاموں میں الجھ چکا تھا کہ بقدرِ ضرورت فرصت میسر نہ آسکی لہٰذا مناسب یہی سمجھا گیا کہ خطوط شائع کر دیے جائیں تاکہ یہ محفوظ ہو جائیں اور مقدم ترین کام ان کی حفاظت کے سوا کوئی نہ تھا۔ تشریحات و تصریحات بعد میں بھی مرتب کی جا سکتی تھیں۔ اغلب ہے ایسے اور ذخیرے بھی مل جائیں اس طرح ہماری قومی و ملی سرگزشت کے لیے تاریخ کا حقیقی، مستند اور قابلِ قدر سرمایہ فراہم ہو جائے گا۔

اس مختصر سی تحریر کا مدعا صرف یہ ہے کہ خطوط کا پس منظر سرسری طور پر سامنے آ جائے۔ اصل خطوط طویل بحث و نظر کے محتاج ہیں۔ خطوط نگاروں میں سے کئی اصحاب ایسے ہیں جن کے نام بھی شاید موجودہ نسل کے لیے اجنبی ہوں لیکن ان سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اللہ کے فضل سے کسی نہایت تاریک اور یاس انگیز دور میں بھی ہماری ملت مخلص دردمندوں کے وجود سے کاملاً محروم نہیں رہی۔ ہزاروں دردمند اصحاب گزرے ہیں جنھوں نے شدید ظلمتوں میں بھی وہ چراغ روشن رکھنے کے لیے زیادہ سے زیادہ قربانیوں میں دریغ نہ کیا جو آج ہمارے نزدیک خورشیدِ جہاں تاب کی حیثیت اختیار کر چکا ہے

ان ہستیوں کا ہر اضطراب، ہر قربانی اور ہر دردمندی انتہائی خلوص اور حسنِ نیت پر مبنی تھی وہ اپنی نہیں صرف قوم کی ناموری اور ملت کی برتری کے خواہاں تھے، احسان شناس اخلاف کی طرح ہمیں کسی بھی مخلص خدمت گزار کو بھولنا نہ چاہیئے۔ حسیاتِ ملی کے ایسے ہی مجموعے صحیح، مستند اور دلولہ افروز قومی سرگزشت کا سرمایہ ہیں۔ قومیں مادی یادگاروں کی بنا پر زندہ نہیں رہتیں۔ اصل شے یہ ہے کہ افرادِ ملت کے دل میں دردِ ملی کی ایک لازوال تڑپ پیدا کر دی جائے۔ اصل مقاصد کی بے پناہ حرارت سے ایک ایک فرد کی رگوں میں دوڑنے والے خون کے ایک ایک قطرے کو بجلیوں کی جولاں گاہ بنا دیا جائے۔

شرمم باد کہ مشہورِ جہانیم بہ عشق

نہ زدیم آتش و برقے بہ دیارے نہ زدیم

غلام رسول مہر

مولانا عبدالباری فرنگی محلی

بنام پنڈت موتی لال نہرو

پنڈت صاحب کرمفرمائے مخلصان دام عنایتکم۔ بعد ماوجب مدعا نگار ہوں کہ میں نے مختلف لوگوں کی زبانی سنا ہے کہ جناب نے میری تقریر متعلق قاتل ویلوبی ڈپٹی کمشنر کھیری سن کر ارشاد فرمایا کہ اگر یہی خیالات اس فقیر کے ہیں تو پھر ہم لوگوں کو ساتھ دینا ناممکن ہے اور اس تقریر سے جناب نے خوب اثر لیا ہے۔ پہلے تو میں اس کو افواہ سمجھتا رہا اور اس پر لاپروائی کی تھی مگر جب متعدد ذرائع سے یہ خبر مجھے پہونچی اگرچہ سب کا منبع ایک ہی جگہ ہے تو اس کے متعلق گزارش کرنا ضروری ہوا۔ مجھے اپنی تقریر پر جس کو زود نویس نے اسی وقت حرف بحرف لکھا ہے کئی بار نظر کرنے کا اتفاق ہوا کوئی امر مجھے ناگواری جناب کا باعث نہ سمجھ میں آیا۔ میں متعجب ہوں اور ضرورت ہے کہ مجھے وجہ ناگواری سے مطلع فرمایا جائے تاکہ آیندہ اس سے تحرز رکھوں اور اگر یہ افواہ اس قدر مستم بالشان نہیں ہے تو اس سے مطلع کردیا جاؤں تاکہ مجھے اطمینان ہوجائے۔

میں سیاسی آدمی نہیں ہوں مذہبی ہوں اور میرا مذہب بھی آسمانی ہے جس میں کسی قسم کا رد و بدل نہیں کرسکتا ہوں ڈپلومیسی مجھے نہیں آتی ہے نہ میرے یہاں بلاخوف و اکراہ تقیہ روا ہے کہ بات کچھ ہو اور کہہ کچھ جاؤں اس واسطے میری ذمے داری سخت ہے جناب میری معذوریوں کا ضرور خیال کریں گے میری تربیت اور تقیہ مرتبہ کا بھی اندازہ آپ فرما کے مجھے بہت سی سہولتیں عطا کریں گے جن کے حاصل کرنے میں میں حق بجانب ہوں۔

ہندو مسلم اتحاد کی تحریک میں میں نے جس وقت قدم رکھا ہے وہ بہت دشوار وقت تھا اور سبقت کے بعد میں اعتراف کرتا ہوں کہ اوس کی تقویت میں مجھ سے زائد لوگ مفید و قابل موجود ہوں گے۔ اس لیے مجھے ذرہ بھر بھی اس میں پس و پیش نہ ہوگا کہ میں آپ پر اعتماد کرکے تمام مشاغل ملیہ سے کنارہ کش ہوجاؤں۔ آپ کا ساتھ رہنا اور ان مساعی میں آپ کا وجود میری شرکت سے دیانتہً میں کہتا ہوں بہت زائد ضروری ہے اس واسطے میں آپ کو کبیدہ کرنا نہیں چاہتا۔

میرا یقین ہے کہ مسلمانوں کا فائدہ اب ہندوستان کی آزادی میں ہے اور آزادی اس وقت آپ کے اور گاندھی صاحب اور مالوی جی اور حکیم اجمل خاں صاحب اور شوکت علی و محمد علی صاحبان کی ذات پر منحصر ہے مجھے کام سے کام ہے اپنے دخل در معقولات سے غرض نہیں ہے۔ میں نے تقاریر کرنا مشیر حسین صاحب کے مشورے کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا مگر مسئلہ کا بیان کرنا میرے اوپر از روئے شرع اسلام ضروری ہے اور میرا مسلک ہے لاطاعة للمخلوق فی معصیت الخالق

اور انما الطاعۃ فی المعروف۔ میں ان وجوہ سے مشیر حسین صاحب کی تعمیلِ ارشاد سے خدا اور رسولؐ کے حکم و ارشاد کو مقدم سمجھتا ہوں۔ اور اس پر میں نے عمل کیا ہے۔ جناب کو مجھ سے زائد صحبت نہیں ہے سنی سنائی باتوں سے تعارف ہوا ہے اس لیے میرے اصلی خیالات کا اندازہ نہیں کر سکتے ہیں میں کسی امر کو پوشیدہ نہیں رکھ سکتا چاہے وہ کسی کو گوارا ہو یا ناگوار جو کہوں گا وہ دل سے ہوگا زبانی نہ ہوگا۔ میں نے ہندو مسلم اتحاد کی موافقت بہت سوچ سمجھ کر کی ہے۔ بہت دنوں تک مخالف تھا جب تک مخالف تھا، اوس کو بھی میں نے پوشیدہ نہیں رکھا جب موافق ہوا تو اوس کو بھی چھپا نہیں سکتا ہوں میرا مذہبی حکم اس وقت یہ ہے کہ آپ لوگوں کے ساتھ انصاف و احسان سے پیش آؤں اور جو وعدہ کروں اوس کو ایفا کروں۔ اسی وجہ سے ایک مدت تک ترکِ موالات کے مخالف رہ کر موافقت کی اور تشدد کے طریقہ کو ترک کر دیا۔ گاندھی صاحب سے وعدہ کر چکا ہوں اوس کو پورا کروں گا۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتا ہوں کہ جس قوم سے ترکِ موالات کا حکم ہے اوس سے از روئے شریعت اسلام طریقہ تشدد تا آنکہ قتل و غارت جائز نہ ہو۔ ترکِ موالات تمام قوم سے انگریزوں کی آپ کا حکم ہے خصوصاً حکومت کے ارکان سے تو جو لوگ قتل کو جائز رکھتے ہیں اون کو کیوں نہ یہی حق حاصل ہو جو ترکِ موالات کرنے والوں کو ہے۔ اگرچہ ڈائر اور اوڈوائر اور لائڈ جارج وغیرہ مخصوص شخص ہیں۔ نصیرا پنے افعال کا آپ ذمے دار ہے ہمارے معاہدے کے خلاف اس نے کیا ہم نے اس کی کوئی ہمدردی نہیں کی۔ مرکزی خلافت کمیٹی کے اصول کے خلاف کیا اوس نے اپنی برأت اوس کے فعل سے کی، قانون کے خلاف اس نے کیا سزا پائی۔ پھانسی اس کو ہو گئی۔ شرع اسلام کی اجازت کے اندر اوس نے یہ فعل کیا اس واسطے اگر نیت اوس کی بخیر ہے تو وہ شہید ہوگا اوس کو اجر شہدا ملے گا مسلمانوں پر اوس کی نماز فرض ہے اون پر سے اوس کی نماز ساقط نہ ہوگی۔ اگر نماز نہ پڑھیں گے تو گنہگار ہوں گے۔ میں شریعت کے حکم کو بدل نہیں سکتا ہوں۔ قرآن شریف میں ہے۔ لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین و لم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم و تقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین انما ینھاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین و اخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم و من یتولھم فاولٰئک ھم الظالمون۔ اس آیۂ کریمہ سے آپ لوگوں کے ساتھ برّ و احسان و انصاف کا حکم ہے اور انگریزوں کے ساتھ ترکِ موالات کا حکم ہے اس واسطے کہ آپ لوگوں نے ہماری مدد کی اور انھوں نے ہمارے بھائیوں کو اون کے دیار و اموال سے خارج کیا اور ہمارے مقدس مقامات کی بے حرمتی کی۔ اور ایماندار کے بارے میں ہے ھم ید علی من سواھم۔ وہ ایک ہی قوت ہیں تمام غیر مسلموں کے مقابل۔ تو جو ترکوں کے ساتھ کیا گیا ہے اس سے ہندی مسلمان متأثر ہیں اور جو ہندیوں سے کیا جائے گا اوس سے تمام دنیا کے مسلمان متأثر ہوں گے کیونکہ ارشاد ہوتا ہے و یسعی بذمتھم ادناھم۔ ہمارے حلیف روئے زمین کے مسلمانوں کے حلیف ہو جائیں گے اور جو دشمنوں کے تابع مسلمان ہیں وہ غیر ہو جائیں گے اور جو مسلمانوں کے معاہد غیر مسلم ہیں وہ اپنے ہو جائیں گے۔ ہم اپنے معاہدوں کے دشمن کے دشمن اگرچہ وہ مسلم کیوں نہ ہوں اور دوستوں کے دوست اگرچہ وہ غیر مسلم کیوں نہ ہوں۔ حدیث میں معاہد کے لیے فرمایا ہے

دمائهم كدما ئنا و اموالهم كاموالنا۔ ان کی جان ہماری جان کی ایسی ہے اور اون کے اموال ہمارے اموال
کے ایسے ہیں بلکہ بعض وجوہ سے ارشاد ہوا ہے کہ اون کی آبرو ہماری آبرو کی ایسی محترم ہے ۔آپ نے غالباً غور نہ کیا
ہوگا کہ نصیر نے باوجود ارادہ قتل کے بھی موقع کے ہندو کو قتل نہیں کیا بلکہ پاسبان اور مالی کو چھوڑ کر گواہ موقع کا بنا دیا —
ایک پیشی کے دن اوس نے اپنی لوہے کی ہتکڑیوں سے ایک انگریز پر حملہ کیا مگر جب ہندو درمیان میں آگیا تو اوس نے
حملہ روک لیا یہ قابلِ غور امور ہیں ۔مسلمانوں کو چاہے کوئی الزام دیا جائے مگر وہ ابھی تک اپنے دین کی پابندی میں ما فوق
العادۃ ایثار کر گزرتے ہیں ۔ بہرحال ہم کو گاندھی صاحب کے ساتھ عہد موافقت کیے کئی ماہ ہوئے جب تک اون سے
بے وفائی نہ ہوگی ہم اوس عہد پر قائم اور اوس کے خلاف ظاہر و باطن میں کرنے کے لیے تیار نہ ہوں گے اگر اون کی تعمیلِ مشورت
نہ کر سکے تو اون سے پہلے اطلاع دیں گے اوس کے بعد اون کی مخالفت کریں گے ۔ہم نے منافع اسلام پر منافع ملکی اہلِ ہند
مسلمانوں کے قربان سمجھ رکھے ہیں، ورہم کو کسی امر میں بھی ہندوؤں سے دریغ نہیں جب تک کہ مداخلت ہمارے مذہب
میں نہ ہو ۔ہندو تو ہندو ہیں گاندھی صاحب کے معاہدے کے باعث ہندوستان کے یہود و نصاریٰ کے ہم یکساں ہی خواہ و
خیر اندیش ہیں۔ بلکہ وہ لوگ جن سے آپ ترک موالات کرتے ہیں اون کی بھی خواہی ہم کو کرنا نہیں چاہیے اور ان کے ساتھ
بھی تشدد کا برتاؤ ہم نہ کریں گے نہ کسی کو مشورہ دیں گے بلکہ اگر کسی نے ارادہ کیا اور ہم کو خبر ہوئی تو اوس کو روکیں گے مگر جو
مسلمان مذہبی جوش میں آکے کچھ کر گزرا اوس کو ہم خدا کا گنہگار نہ سمجھیں گے نہ وہ واقع میں ہے اس واسطے کہ محارب چاہے
مسلم ہو یا غیر مسلم اوس کو قتل کرنا گناہ نہیں ہے اور معاہد چاہے غیر مسلم ہو اوس کا قتل کرنا گناہ ہے ۔ مگر ہر صورت
میں مقتول مسلم کی نماز جنازہ فرض ہے ۔یہ مطلب ہماری تقریر کا تھا ۔ اگر اس میں کوئی خیال ہو تو طے ہر
کر دیا جائے ہم اوس کو رد کر سکتے ہیں اور جو امور تھے وہ ضمنی تھے اوس کا تعلق ہماری خانگی زندگی سے تھا اور ہمارے اکابر
کے افعال اون غیر مسلموں کے متعلق تھے جو غیر معاہد تھے اون کا کنارہ کشی کرنا صرف غیر مسلموں سے نہ تھا بلکہ جو اون سے
موالات کرتے تھے اگرچہ وہ مسلم تھے اون سے بھی تھا ۔ فرنگی محل میں کوئی انگریزی خوان یا بوٹ پہن کر میرے دادا کے سامنے آنے
نہیں پاتا تھا ۔وہ کبھی ریل پر سوار نہیں ہوئے انھوں نے برف نہیں پی ۔وہ شکر چینی تک استعمال نہیں کرتے تھے وہ انگریزی ساخت
کے کپڑے نہیں پہنتے تھے ۔وہ سرسید سے ملاقات تک حرام خیال کرتے تھے اون سے ملاقات کی خواہش کی تھی انھوں نے
ویسا ہی جواب دیا جیسا کہ انگریز کی ملاقات کی ——— خواہش پر ۔میرا روئے سخن اون لوگوں سے تھا کہ ایسے لوگوں کے خطاب
پانے سے اپنے خطاب حاصل کرنے پر استدلال کرتے ہیں ۔اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ ہم لوگ متشدد ہیں ہم نے تو سرسیّد کے مدرسہ
کو چندہ دیا اور یونیورسٹی کی تائید کی ۔انگریزوں سے بھی ایک زمانے تک ملاقات کرتے رہے ہمارا اون کا مقابلہ نہیں امید
ہے کہ باوجود کثرتِ اشتغال میرا یہ خط پورا بغور ملاحظہ فرمایے گا ۔ یہ بھی واضح رہے کہ میں نے جس شرط پر حرمت گائے کا حکم
دیا ہے وہ بالکل شریعت اسلام کے موافق ہے اوس میں تغافلی نہیں ہے ۔میرے نزدیک کوئی قربانی جس میں گوشت کی منفعت
سوائے خدا کی ذات سے کسی اور غرض سے ہو وہ قربانی حرام ہے تو جو لوگ حکام کے خوش کرنے کے لیے یا ہندوؤں کو ناراض
کرنے کی غرض سے قربانی کرتے ہیں وہ حرام ہے ۔ غالباً جناب کو اچھی طرح علم ہے اور مجھے بھی یہاں کے تجربے اور مختلف
اخبار سے اور لندن کے خطوط سے معلوم ہوا ہے کہ اعلیٰ جماعت چاہتی ہے کہ کسی طرح ہندو مسلم اتحاد درہم برہم ہو جائے اور

دوست نما دشمن بھی ریشہ دوانی کرتے ہیں۔ جناب و نیز تمام بہی خواہان ملک کو لازم ہے کہ اس ریشہ دوانی کے انسداد میں کوشاں رہیں اور تقویت اتحاد کی کرتے رہیں نہ کہ تھوڑے تھوڑے امور میں کشیدگی کی نوبت آئے یہ نہایت ضعف کا باعث ہوگا اور تمام کارروائیوں کی ناکامی کا سبب ہوگا مجھے امید ہے کہ جناب خود اس میں مجھ سے زائد احساس رکھتے ہیں اور دراندازی کا سدباب کرتے ہیں۔ زیادہ بجز شوقِ ملاقات کیا عرض کیا جائے۔ فقط

فقیر قیام الدین محمد عبدالباری

بمقام رفاہ عام۔ ۳ صفر ۳۹

مکرمی پنڈت صاحب۔ بعد ما وجب عرض ہے کہ میری تقریر رفاہ عام کی نقل مرسل ہے۔ ملاحظہ فرمایئے میں نے اپنے احباب کے مشورے سے تقریر کرنا چھوڑ دی ہے۔ دل میں غبار بھرے ہیں۔ تقریر میں غصہ آجاتا ہے۔ گاندھی صاحب نے ایک مذہبی حکم میں حوالہ دیا ہے جس سے مجھ پر بیان حکم لازم ہوگیا ہے۔ میں خدا کا گنہ گار رہوں گا اگر ساکت رہوں گا۔ (آواز سے کھڑے ہو کر تقریر فرمائی) میں خدا کا حکم عزت سے ظاہر کروں گا کھڑا ہوں گا اگر تقریر کرتا تو کھڑا ہوتا جس مسلم نے کسی کافر دشمن دین کو مارا اور وہ اوس پر مارا گیا تو شہید ہوگا۔ اوس پر نماز پڑھنا تمہارا فرض ہے۔ اگر ایک انگریز نے یہاں جان دی تو لاکھوں مسلمانوں کو البانیہ وغیرہ میں شہید کیا گیا ہے۔ آرمینیا کے قتل کا بدلہ سلطان سے لیا جاتا ہے اگر اس شخص نے مذہب کے خیال سے قتل کیا ہے تو وہ شہید ہوگا جنت اوس کے لیے منتظر ہے اور حوریں پیالے لیے کھڑی ہیں۔ اگر میں یہ نہ سمجھتا کہ میرے دین کی مدد گاندھی کر رہے ہیں تو میں اون کے ساتھ کیوں ہوتا میں بھی وہی کرتا جو اوس نے کیا ہے مگر فائدہ اس میں نہیں ہے گو حکم شرعی ہے قانون کے خلاف ہے ہمارے اصول اور مرکزی خلافت کی کمیٹی کے احکام کے خلاف ہے۔ ان اہلِ کتاب سے جو دشمنی کر رہے ہیں گاندھی بہتر ہیں۔ اونھوں نے مجھ کو گاندھی کی گود میں ڈال دیا ہے۔ میں نے علما کو خطوط لکھے اون کو حالات سے اطلاع دی اون سے خواہش کی کہ خدا کا حکم بتایئے لیکن اونھوں نے کچھ پروا نہ کی فتوے واپس کر دیے۔ گاندھی صاحب خود مستعد ہوئے اب ان کی موافقت کا الزام مجھے دیا جاتا ہے۔ میں نے اس حسرت سے کہ علما نے میرا ساتھ نہیں دیا لکھا تھا۔ عمرے کہ بآیات و احادیث گزشت :: رفتی و نثار بت پرستی کردی۔ اس پر مجھے کافر کہا گیا۔ میں کہتا ہوں۔ خلق میگوید کہ خسرو بت پرستی میکند :: آرے آرے میکنم با خلق عالم کار نیست۔ یہ بت پرستی اوس بے ایمانی سے اچھی ہے جو مسلمان بن کر کی جائے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جن کی شفاعت کی امید پر تم لوگ ہو اون کے خلیفہ اور جانشین کے مقابل گائے کی قربانی پیش کی جاتی ہے کیا وہ گائے سے بھی حقیر ہوگئے۔ یہ قربانی جس میں خوشنودی دشمنان خلافت کی ہے خدا کی قسم تم پر حرام ہے جب تک خلیفہ کو آزاد نہ کرا لو۔ مجھ سے بڑھ کر یہ فتویٰ دینے والے عالم نہیں ہیں۔ عالم وہ ہے جو خدا کے حکم کے موافق اپنا علم ظاہر کرے ابھی چھوکرے ہیں کیا جانیں کہ علم کسے کہتے ہیں گو عمر میں بڑے

ہیں۔ میں صدہا پشت سے عالم ہوں، ... ہے پیشۂ آبا سپہ گری؛ کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہیں مجھے ۔ مجھ سے
بڑھ کر یہ فتویٰ نہیں دے سکتے ۔ اگر ہم خطاب کے واسطے کفار کی موالات کریں تو ہم منافقوں کے حکم میں ہیں اور کافر
ہیں ۔ یاایّھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا الیہود والنصاریٰ اولیاء بعضہم اولیاء بعض ومن
یتولھم منکم فانہ منہم ان اللہ لایھدی القوم الظالمین ۔ جو لوگ موالات کرتے ہیں وہ یہود
ونصاریٰ کے حکم میں ہیں اور وہ ظالم ہیں اپنے حرکات سے باز نہ آئیں گے ۔ بشر المنافقین بان لھم
عذاباً الیما الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ
جمیعاً لایتخذ ... الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذلک فلیس
من اللہ فی شئ الا ان تتقوا منہم تقاۃ ۔ کہتے ہیں ہمارے بزرگوں کو، دادا کو شمس العلما کا خطاب تھا مگر
یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ خطاب کا چاہنا دوسری چیز ہے اور ملنا دوسری چیز ہے وہ خطاب کے لیے حاکموں کے پاس نہیں گئے
میرے دادا کو بھی شمس العلما کا خطاب دیا گیا تھا مگر انھوں نے کسی حاکم کے آستانے پر قدم نہیں رکھا ۔ جس تاریخ سے
خطاب ملا بالکل گوشہ نشینی اختیار کر لی ۔ ایک انگریز نے ان سے مکان پر ملنے کی خواہش کی اونھوں نے فرمایا کہ میں نے
غدر سے کسی کافر حربی کا منہ نہیں دیکھا ہے ۔ میں معذور ہوں اس پر بھی یہ تبر میرے پاس رہتا ہے اگر وہ میرے سامنے
آیا تو اس تبر سے دو ٹکڑے کر دوں گا ۔ میں کافر حربی کا منہ نہیں دیکھنا چاہتا ۔ میں ترکِ موالات میں گاندھی صاحب کا
ساتھ ہمیشہ دوں گا کیونکہ ان کے ساتھ میں اسلام کا فائدہ ہے ۔ میں نرم ہو جاتا ہوں اسلام کے فائدے کی غرض سے
اور سخت ہو جاتا ہوں اسلام کے فائدے کے خیال سے ۔ ہندوستان کی آزادی حاصل کرنا اب فرض مذہبی ہو گیا
ہے ۔ ہماری قوم کا ہر فرد قصوروار ہے ۔ اگر وہ جنگ میں ہوتا اوس کے ہاتھ میں بندوق ہوتی اور بشیر (نصیر)
اوس کے مقابل میں آتا تو اوس کو اس خیال سے چھوڑ نہ دیتا کہ یہ مسلمان تکیم پور کا رہنے والا ہے ۔ یہ مسئلہ شرعی ہے لیکن
ہم نے اس بات کو اس لیے چھوڑ دیا ہے کہ غیر مفید ہے ۔ گاندھی صاحب نے ترکِ موالات کو بتایا جس میں فائدہ
اسلام کا ہے اور فرض جہاد بھی ادا ہوتا ہے اس واسطے کہ جہاد کہتے ہیں ۔ "بذل الجہود مباشرۃ او معاونۃ بالمال
او بالرائے او بتکثیر السواد وغیر ذلک" کوشش کرنا مقابلہ میں اعداء کے چاہے لڑکے ہو چاہے رائے سے ہو
یا کسی طور سے ہو سب جہاد ہے ۔ ہم کہتے ہیں توپ و تفنگ سے مقابلہ نہ کریں ۔ کیونکہ ہمارے امکان میں نہیں ہے ۔
اس واسطے فرض بھی نہیں ہے ۔ لیکن بعد ارتکاب امکان کا سوال پیدا نہیں ہوتا ہے اگر وہ قاتل ہمارے سامنے پیشتر ارادہ
ظاہر کرتا تو اوس کو روکتے کیونکہ ہم بہتر کام کرتے ہیں ۔ یعنی دشمن کو کمزور کرنا جو جہاد کا اصل مقصد ہے ۔ دیکھو تم کو مرنا
ہے خدا کے یہاں جانا ہے زبردستی کی بات نہ کرو وہی کہو جو صحیح ہو تم کو نیت کا حال کسی کے کیا معلوم ۔ نیت پر حکم
ہے ہم کو قدرت نہیں اس وجہ سے ہم یہ حرکت نہیں کرتے قتل و خون اسلام میں برا سمجھا گیا ہے ۔ حضرت داؤد علیہ
السلام نے جالوت کو خدا کے حکم کے موافق قتل کر ڈالا ۔ مگر ارشاد ہوا تم نے ہماری بنائی ہوئی بنیاد ڈھادی

ہے اب تم سے تعمیر ہمارے عبادت گاہ بیت المقدس کی نہیں ہو سکتی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے تمنا کی کہ اون کی اولاد میں کسی کے ہاتھ سے بیت المقدس کی تعمیر پوری ہو۔ یہ تمنا پوری ہوئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کو پورا کیا۔ جب بدون قتل کام نکلتا ہے تو میں اوسی رائے کو اختیار کرتا ہوں۔ گاندھی صاحب دشمن کے دشمن دوست ہیں۔ اون کے کہنے کے موافق ترکِ موالات کرتا ہوں۔ قرآن میں کہا ہے موالات کافر مسلمان کا فرض نہیں ہے۔

بنام مسٹر گاندھی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

زندہ باش گاندھی زندہ باش۔ بعد ما وجب التماس ہے کہ آپ کی تحریر بنام وائسرائے بالقابہ کے متعلق پہلے ایک معزز احباب کی مجلس میں کچھ سنا تھا۔ پھر انگریزی سے ترجمہ کرایا۔ مطلب کچھ سمجھ میں آیا تھا۔ جمہور میں اس کو مفصل پڑھا۔ اس تحریر کے تمام مطالب سے مجھے کچھ سروکار نہیں۔ مگر اخیر حصے نے مجھے بے چین کر دیا۔ علیل ہوں لکھنے پڑھنے کے قابل نہیں لیکن مجبوراً نہ بے لوث اور خالص اظہار شکریہ کی ضرورت سے یہ تحریر شایع کرتا ہوں۔ دہلی کی مجلس شوریٰ میں سرکاری اور غیر سرکاری مسلم اراکین مجلس قانون سازی کے موجود تھے اور دیگر اہلِ اسلام بھی مدعو کیے گئے تھے۔ ایسے ہی ہمارے صوبے کی مجلس شوریٰ میں بھی متقدر مسلمان بلائے گئے تھے اور بعض کبار علما بھی تھے۔ فرنگی محل سے عمین محترمین مولانا عبدالمجید و مولانا عبدالحمید صاحب مدظلہما اور مجتہدین شہر میں سے مولانا ناصر حسین صاحب خصوصیت سے ذکر کرنے کے قابل ہیں۔ ایسے ہی مہتمم دارالعلوم دیوبند مولانا حافظ احمد صاحب اور ناظم ندوۃ العلما مولانا عبدالحی صاحب بھی سنا گیا موجود تھے دیگر حضرات کا کیا ذکر ہے۔ فتح و نصرت کی دعائیں مانگی گئیں۔ آمینیں کہی گئیں عہدِ وفاداری کی تجدید ہوئی۔ ہر قسم کی اعانت کی تائید ہوئی۔ مگر جذباتِ اسلامیہ کی ترجمانی کسی نے نہ کی۔ یہ آپ کے حصے میں خدا نے دیا تھا۔ صرف میں ہی نہیں بلکہ مجھے یقین ہے کہ ہر سچا مسلمان آپ کا متشکر ہے آپ نے ہمارے واقعی جذبات کو بامحل وائسرائے کشور ہند بالقابہ تک پہنچا دیا۔ جزاکم اللہ و ہداکم اللہ۔ میں بحیثیت مسلم ہونے کے صداقت اور دیانت سے کہتا ہوں کہ میرا مقصد رضائے الٰہی اور میرا دستور العمل شریعت اسلامیہ ہے۔ میں ہرگز فتنہ و فساد و بغاوت و خودسری کو اچھا نہیں سمجھتا۔ گورنمنٹ کی وفاداری کو بارہا ظاہر کر چکا ہوں اور پوری ہمدردی اس جنگ جہاں سوز میں اس کے ساتھ ہے۔ رعایا ہونے کی حیثیت سے تمام وسائل ممکنہ کو تائیدِ سلطنت میں حق بجانب سمجھتا ہوں۔ میں نے ہمیشہ عاقلانہ بہی خواہی کی اور اس امر کی پروا نہیں کہ میرا مفید مشورہ ناگوارِ خاطر ہے۔ مجھے فخر ہے کہ جو امور میں نے ملاحظہ حکومت میں گزارے تھے اور جن نتائج کا اندیشہ دکھایا تھا خواہ بعجلت خواہ بدیر ظہور میں آ گئے۔ میں یہی دانشمندی سمجھتا ہوں کہ میری مخلصانہ رائے پر عمل کیا جائے ——— میں مسلمانوں کی دلجوئی کو اور اُن کے مذہبی جذبات کا احترام کرنے کو حکومت کی تقویت کا باعث سمجھتا ہوں۔ میں مسلمان ہوں اور آخر وقت تک مسلمان رہوں گا مجھ کو بحیثیت مسلم پورا حق ہے کہ منافی اغراض اسلامیہ پر آزادی سے انکار ظاہر کروں اور حکومت کو مزاحمتِ دینیہ سے مامون اور محفوظ رکھوں۔ ایک جماعت بدون حصولِ حکومت خود اختیاری کسی قسم کی اعانت حکومت موجودہ کو

دینا نہیں چاہتی اور اپنی اس رائے کو حکومت موجودہ کی تقویت کا باعث سمجھتی ہے۔ اس کو اختیار ہے کہ وہ اپنی اس شرط اعانت کو ظاہر کرے اور برابر اس کے ظاہر کرنے میں دریغ نہیں کرتی۔ حکومت ان کی دلجوئی کرتی ہے ایسے ہی مجھے بھی حق ہے کہ میں اس امر کو جو میرے نزدیک تقویت سلطنت کا باعث ہے اور شرط اعانت مسلم ہو سکتا ہے بلا خوف و خطر ظاہر کر دوں۔ مجھے کامل یقین ہے کہ حکومت میرے لیے بھی وہی طریقہ اختیار کرے گی جو جماعت سابقہ کے لیے اس نے اختیار کیا۔ میں صاف کہہ سکتا ہوں کہ مسلمانوں کو اسی وقت اعانت حکومت کرنا روا ہے جب حکومت جذبات اسلامیہ کا لحاظ رکھے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ دوران ملاقات میں میں نے آپ سے عرض کیا تھا اور پھر اس کا اعادہ کرتا ہوں کہ میرے نزدیک از روئے شرع اسلام کسی فرد بشر کا قتل روا نہیں ہے سوائے اعلائے کلمۃ اللہ اور حفاظت عزتِ اسلام کے۔ میں سیاست حرب طلبیہ کے بالکل خلاف ہوں خواہ ملک سے ملانے کی غرض سے یا تہذیب و آزادی یورپ کے برقرار رکھنے کی خاطر ہو۔ مسلم مرتکب ہو یا غیر مسلم۔ قتال و جدال ظلم صریح ہے اور اعانت کرنے والا معین ظالم۔ مگر حکومت برطانیہ کے لیے نہ صرف ہندوستان کے مسلمانوں نے بلکہ دیگر ممالک کے اہلِ اسلام نے بھی جان و مال سے دریغ نہیں کیا حتیٰ کہ احکام شرعیہ اسلامیہ کا لحاظ بھی اُٹھا دیا باوجودیکہ خلافتِ اسلامیہ سے لڑائی ہوئی۔ مقاماتِ مقدسہ حیطۂ جنگ میں آ گئے۔ سنتا ہوں کہ میئر آف مکہ ایک عیسائی کیا گیا (خدا ایسا نہ کرے) صرف پنجاب سے ایک لاکھ چوبیس ہزار حسب تعداد انبیائے کرام مسلمانوں نے جنگی خدمات انجام دیے۔ اب بھی اگر ان کی قدر نہ کی گئی اور ان کے جذبات اسلامیہ کا لحاظ نہ کیا گیا تو سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ خسر الدنیا والآخرہ کے مصداق ہوئے۔ یہ خیال رکھنا چاہیے کہ مسلمانوں کی اعانت خصوصاً مسلم کے مقابلہ میں مقاتلہ کر کے جبر و اکراہ کی بنا پر نہیں ہو سکتا کیونکہ ہمارے نزدیک اکراہ میں بھی قتلِ مسلم روا نہیں یہ جو کچھ کیا گیا بطیبِ خاطر اور خوشنودی حکومت برطانیہ کے خیال سے کیا گیا ورنہ شرعی اجازت ان امور کی مسلمانوں کو حاصل نہیں اور یقین کامل ہے کہ خدا کے یہاں اس پر حساب ہوگا۔ میں اپنے مسلمان بھائیوں کے اس ایثار پر جو انھوں نے سلطنت برطانیہ کے مقابل کیا ہے نہایت دردمندانہ طریقہ سے دعائے مغفرت اور دعائے نجات کرتا ہوں۔ خدا قبول کرنے والا ہے۔ آخر میں میں التماس کرتا ہوں کہ حکومت خود اختیاری کے بارے میں جو میری رائے قائم ہے کہ جس کو میں نے آپ سے زبانی بھی عرض کیا ہے آپ کے اس خط سے اس کی تقویت اور تائید ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مسلمان جب تک قوی نہ ہو جائیں اور ان کی آواز کی شنوائی ناچار نہ ہو کتنے ہی رکن سلطنت بنائے جائیں۔ مساوی ہوں یا کثیر بے سود و بے فائدہ ہے اس وقت کتنے مسلمان تھے جو شریکِ مشورت تھے لیکن اپنے ضعفِ طبعی سے مجبور ہو کر سچی ترجمانی مسلمانوں کی نہ کر سکے اگر مسلمانوں کو قوت نہ حاصل ہو تو حکومت خود اختیاری اس وقت غنیمت ہے جب مسلم اور غیر مسلم کی تفریق بالکل نکل جائے اور مخلصانہ اتحاد قائم ہو جائے۔ ہمارے مقاصد کی حفاظت دوسرا انکی بھائی کرنے کو تیار ہو گا جیسا کہ آپ نے کیا۔ آپ اس مسئلے میں مسلم نمایندے سے بہتر ثابت ہوئے۔ آپ کی بلند حوصلگی شکریہ کی خوگر نہیں مگر اپنا فرض مذہبی اور اخلاقی سمجھتے ہیں کہ آپ کا شکریہ ادا کریں۔ امید ہے کہ ہمارا دلی شکریہ آپ قبول فرمائیں گے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

بنام مولانا عبدالباری فرنگی محلی

خط مولانا محمد علی جوہر

دہلی ۲۱ دسمبر ۱۹۱۴ء

جناب والا۔ والا نامہ صادر ہوا تھا مگر میں ایسے مکروہات میں پھنسا رہا کہ فوراً جواب نہ دے سکا۔ جو مسودہ جناب نے بھائی صاحب کو بھیجا تھا وہ میں نے بھی دیکھا۔ حالات و واقعات اس عرصے میں اس قدر تیزی کے ساتھ بدل رہے ہیں کہ جیسا جناب کا خیال ہے بہت جلد کارروائی کرنے کی ضرورت ہے۔ دو واقعات حال ہی میں ایسے پیش آئے ہیں جو غالباً اس وقت تک پیش نہیں آئے تھے جب جناب نے مسودہ تیار کیا ہوگا۔ صوبجات متحدہ کے مشہور ڈپٹی کلکٹر خان بہادر قاضی عزیز الدین نے کچھ عرصہ ہوا ایک پمفلٹ شایع کیا ہے جس کا نام انھوں نے "ترکوں کی حماقت" رکھا ہے اس پمفلٹ میں تحریک کی گئی ہے کہ مسلمانان ہند متفقہ طور پر گورنمنٹ سے درخواست کریں کہ وہ خادم حرمین شریفین ہو جائے اور ارض پاک پر اپنی سلطنت قائم کرلے۔ اس کے متعلق میں نے حضور وائسرائے کو بذریعہ پرائیویٹ سکرٹری ایک تحریر بھیجی ہے جس کا نہایت خشک جواب دیا گیا ہے اور میری تحریر ہوم ڈیپارٹمنٹ میں بھیجدی گئی ہے۔ اب تک وہاں سے کوئی جواب نہیں آیا اس لیے میں نے ہوم ڈپارٹمنٹ کو بھی خط لکھا ہے اب تک اس معاملہ پر جتنی خط و کتابت ہوئی ہے اوس کی نقل ہمرشتہ عریضہ ہذا ارسالِ خدمت ہے۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کل بذریعہ اخبارات اطلاع ملی ہے کہ مصر آخر کار برطانیہ کی زیر حمایت لے لیا گیا اور عثمانی سیادت ختم ہوگئی ان واقعات کے بعد صورتِ حال اور بھی نازک ہوگئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اب معاملات کے تمام پہلوؤں پر لحاظ کرکے ایک تفصیلی مسودہ مرتب کرنے کی ضرورت ہے جس میں اپنے محسوسات اور جذبات کا صاف صاف اظہار کیا جائے اور حفظِ ماتقدم کے خیال سے نہ صرف موجودہ حالات کے متعلق بلکہ ان نتائج کے متعلق بھی جو ان حالات سے پیدا ہوسکتے ہیں پوری صاف گوئی سے کام لیا جائے۔ یوں تو سیاسی معاملات کے متعلق بہتیرے لیڈر ہر قوم میں ہوا ہی کرتے ہیں لیکن ہماری زندگی کا سب سے اہم سوال مذہبی ہے اور اس میں ہماری کوئی تحریک اوس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک مقدس گروہ علما میں سے کوئی ہمارا سردار نہو جناب کو مشورہ دینا ہی سوءِ ادب ہے لیکن اب وقت آگیا ہے کہ پوری طرح یہ محسوس کرا دیا جائے کہ جہاں مذہب کا تعلق ہے وہاں ہم پر کسی دوسری طاقت کا اثر نہیں ہوسکتا۔ اپنی تحریر میں اس امر کو صاف الفاظ میں کہہ دینے کی ضرورت ہے کہ ہمیں اگر خدانخواستہ قسطنطنیہ بھی ترکوں کے ہاتھ سے نکل جائے تو بتقاضائے اخوت اسلام اوس کا رنج ہوگا لیکن وہ تکلیف اوسی قسم کی تکلیف ہوگی جیسی کہ ایک بھائی کو دوسرے بھائی کی مصیبت دیکھ کر

ہوتی ہے لیکن جیسا کہ عرصہ سے کہا جا رہا ہے اگر ترکوں کی سلطنت کو نیست و نابود کرکے عرب میں ایک چھوٹی سی سلطنت زیر سیادت برطانیہ قائم کر دی گئی یا ارض پاک کو نئے سلطان مصر کی مملکت میں شامل کر دیا گیا تو اوس وقت مسلمانوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اب ارض پاک بھی ہاتھوں سے گئی۔ ایک چھوٹی سی سلطنت جو چاروں طرف غیر اقوام کے حلقۂ اثر میں محصور ہو حفاظت کعبہ کا کیا حق ادا کر سکتی ہے۔ یہ حقیقت اس عربی خلافت کی ہے جس کی تحریک سالہا سال سے جاری ہے۔ بلجیم کا حشر صاف بتا رہا ہے کہ ایک چھوٹی سی سلطنت خواہ کتنی ہی آزاد سلطنت کیوں نہ ہو اوس کی آزادی برائے نام آزادی ہوتی ہے۔ مصر کی گزشتہ تاریخ سے بھی صاف نظر آتا ہے کہ باوجودیکہ نام کے لیے آج بھی مصر عثمانی سیادت میں تھا لیکن جو حالت تھی وہ ہر شخص جانتا ہے۔ لارڈ کرزن نے اپنے ایک مشہور لکچر میں جو انھوں نے سرحدوں کے مختلف اقسام پر آکسفورڈ میں دیا تھا کہا تھا۔ "تدبر سیاسی کی اختراع کردہ سرحدوں کی اشکال و مصنوعات کا یکساں رجحان اس طرف ہے کہ کمزور شکلیں زیادہ شدید شکلوں میں بدلتی رہیں۔ حلقہائے اغراض حلقہائے اثر کی شکل میں مبدل ہونے کی جانب اور عارضی اجارے دوامی اجاروں کی شکل میں مبدل ہونے کی جانب مائل رہتے ہیں۔ حلقہائے اثر حمایت کی شکل اختیار کرنے کی طرف اور حمایت الحاق کامل کا پیش خیمہ ہونے کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اگر آج خدانخواستہ مصر کی عثمانی سیادت توڑنے کے بعد عربوں کی خلافت قائم کرا لی گئی تو کیا نتیجہ ہوگا۔ یہ مان بھی لیا جائے کہ ارض پاک کے حدود قائم کرکے اوس کو آزاد کہا جائے گا۔ لیکن کیا کوئی شخص بھی یقین کر سکتا ہے کہ اس صورت میں مسلمان اوس حکم ربانی کی "انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ھذا" تعمیل اسی طرح کر رہے ہوں گے جس طرح کہ رسول مقبول پر وحی نازل ہونے کے وقت سے وہ آج تک کر رہے ہیں۔

ایک اہم مسئلہ حاجیوں اور زائرین کے متعلق ہے۔ ۴ر نومبر کو اخبارات میں حرمین شریفین کی حفاظت کے متعلق سرکاری اعلان شایع ہوا تھا اوس کی ایک نقل خدمت میں بھیجتا ہوں۔ اب غور سے دیکھا تو اس اعلان کے الفاظ اس قدر مبہم معلوم ہوئے ہیں جن سے تشفی ہونا کیا معنی ایک قسم کا اندیشہ ہوتا ہے یعنی "یہ مقامات مقدسہ برطانیہ کو بری و بحری فوجوں کے عملوں اور کارروائیوں سے مامون و مصئون رہیں گے تاوقتیکہ ان مقامات و مزارات کے ہندوستانی زائرین سے تعرض نہ کیا جائے۔ اس سال جو حاجی یا زائرین گئے تھے اون کی واپسی کا انتظام تو ہو گیا ہے لیکن اگر فرض کر لیا جائے کہ یہ جنگ چھ (۶) سال تک جاری رہے گی تو کیا دوران جنگ میں ترک ہندوستانی زائرین کو بربنائے مصلحت جنگی عرب میں آنے سے نہ روکیں گے جنگ نے اگر طوالت پکڑی تو اون کو یقیناً ایسا کرنا پڑے گا۔ کیونکہ زائرین کے پردہ میں دوست و دشمن کی کیا تمیز ہو سکتی ہے اور جیسا کہ ہر سلطنت جنگ کی حالت میں کرتی ہے اون کو اس امر کی سخت احتیاط کرنا ہوگی کہ ہندوستان سے جاسوس نہ آنے پائیں جب زائرین سے مجبوری تعرض کیا جائے گا تو کیا اعلان مندرجہ بالا کے بموجب برطانوی افواج زائرین کے لیے راستہ صاف کریں گی۔ ہندوستان میں اس وقت باہر سے آنے والے کی کس قدر جانچ کی جاتی ہے اور درحقیقت یہ تو جنگ کی بڑی صورتوں میں سے ہے غرض کہ یہ ایک ایسی گتھی ہے جس کو فوراً سلجھانے کی ضرورت ہے ورنہ خدا جانے آیندہ

ارضِ پاک کے متعلق کیا صورت پیش آئے۔ ان تمام مشکلات پر اس وقت ہمیں کافی غور کر لینا چاہیے اور طے کر لینا چاہیے کہ آیندہ کیا ہو۔ اوّل تو ہندوستان کے مسلمان خود ہی دورانِ جنگ میں حج و زیارت کی غرض سے نہ جائیں گے اور نہ اون پر جانا فرض ہے۔ حال ہی میں اکثر اشخاص خود مصر میں آنے سے روکے گئے۔ مثلاً محمد علی پاشا عمر طوسون وغیرہ مصر میں داخل ہوتے ہی روک دیے گئے۔ خود خدیو نے ایک جرمن اخبار میں شایع کرایا ہے کہ وہ مصر آنے سے روکے گئے۔ ایسی حالت میں ہندوستانی زائرین کے دوران جنگ میں جانے پر کیوں اصرار کیا جائے۔ قاضی عزیزالدین کے پمفلٹ نے ہوا کا رخ بتا دیا ہے اور اس وقت ہم لوگوں کا خاموش رہنا خودکشی سے کم نہیں۔ اب جو مسودہ جناب تیار فرمائیں اوس میں ان تمام امور کا جو میں نے عرض کیے ہیں خاص خیال رکھا جائے۔ اس سال راولپنڈی کے اجلاس کانفرنس میں جناب کی شرکت بہت ضروری ہے کیونکہ وہاں بہت سے اصحاب سے تبادلہ خیالات کا موقع ملے گا اور اس نازک زمانے میں بہتر ہو کہ جناب ۲۴ تاریخ تک راولپنڈی ضرور بالضرور تشریف لائیں۔

آپ کا عزیز نیازمند محمد علی

(۲)

چھندواڑا۔ ۳۰ رمئی سنہ ۱۹۱۶ء

حضورِ اقدس۔ السلام علیکم۔ عرصہ سے حضور کی خدمت میں کوئی عریضہ نہ لکھ سکا کچھ تو علالت کچھ کاہلی اس کا باعث ہوئی۔ شکر کا عجب حال ہے۔ یعنی حکیم اجمل خاں صاحب کی دوا ترک کر کے یہاں کے سول سرجن صاحب کا علاج شروع کر دیا تھا اوس سے اس قدر فائدہ ہوا کہ شکر ساڑھے پانچ سے ڈھائی فیصدی تین یا چار ہی روز میں رہ گئی مگر دوا نہ رہی۔ دہلی سے تار دے کر منگائی۔ اس عرصہ میں پھر شکر ۶ فی صدی ہو گئی۔ اب دوا آ گئی ہے۔ سول سرجن صاحب ہی کا علاج ہے۔ پیشاب کی مقدار کم ہو گئی ہے جو مرض کی کمی کی نشانی ہے۔ آیندہ جمعہ کو قارورہ بھیجوں گا تا کہ شکر کی مقدار معلوم ہو جائے۔ یہاں امسال گرمی سخت پڑی جس سے مرض بڑھ گیا اور دو بار حرارت بھی ہو گئی۔ اس خوف سے کہ مبادا انتقال قیام اس کور دہ سے بھی بدتر جگہ کو نہ کر دیا جائے (جیسا کہ اب تک تجربہ ہوا ہے) میں نے یہیں گرمیاں گزارنا مناسب سمجھا۔ ع

از دوزخیاں پرس کہ اعراف بہشت است

کیا عجب ہے کہ اسی صبر کے باعث میری دوزخ میں سے چند انگارے کم کر دیے جائیں۔ گو ادس پاک پروردگار سے جو گناہوں کا بخشنے والا ہے۔ امید ہے کہ بطفیل رسولِ اکرمؐ دوزخ کی آنچ کو ہم پر حرام فرما دے گا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جو افواہیں حضورِ اقدس کے متعلق دشمنوں نے اُڑائی تھیں۔ ان کا نتیجہ سوائے ان کے خجلان کے کچھ نہ نکلا۔

یہ وہ ہوائی غبارے ہیں جو ہوا کا رخ اور اس کی تیزی رفتار جانچنے کے لیے کبھی کبھی چھوڑ دیے جاتے ہیں۔ اُن کا جواب وہی استقامت ہے جو ہر مسلمان کا شیوہ ہونا چاہیے۔ کاش ہم بھی حضور کی سی استقامت حاصل کر سکیں۔ ہمارے نبی صلعم اور اور اُن کے اصحاب پاک اور اہل بیت نے ہمارے لیے اپنے نقشِ قدم چھوڑے تھے مگر امتدادِ زمانہ کے باعث اور زیادہ تر اپنی کم ہمتی سے ہم نے وہ نقوش اپنے دلوں سے محو کر دیے تھے گو سبیل اللہ سے وہ نقوش ہرگز نہیں محو ہو سکتے تھے۔ زندہ مثالیں درکار ......

(۳)

چھندواڑا۔ ۱۳ر اکتوبر ۱۹۱۷ء

حضور والا السلام علیکم۔ مفصل عریضہ بعد میں لکھوں گا اس وقت شوکت صاحب ہی کی تحریر کے ساتھ یہ مختصر ملفوف کیے دیتا ہوں۔ اچھا ہُوا کہ میرا ۸ر جولائی کا عریضہ اس قدر دیر بعد ہی سہی مگر مل تو گیا۔ اگر نامناسب نہو تو اوس کی نقل رکھ کر اصل کو رجسٹر بکڈ بیمہ کرا کے میرے نام ارسال فرما دیجیے۔ میری طبیعت آجکل اچھی نہیں ہے۔ شکر کا زور ہے۔ دوا کچھ عرصہ سے بند تھی یہاں کے ڈاکٹر کے نسخہ کی دوا یہاں کہیں نہیں ملتی۔ دہلی سے انصاری صاحب نے نسخہ لکھا۔ پہلی بار دوا صرف تین دن کی ارسال کی جس سے تجربہ بھی نہو سکتا تھا۔ بارِ دگر بہت سی دوا ارسال کی مگر راستہ میں شیشیاں چُور چُور ہو گئیں۔ مگر حضور اطمینان فرمائیں۔ ڈاکٹر عبدالرحمن پہلے آنے والے تھے اس عرصہ میں اُن کی زوجہ محترمہ کا یکایک انتقال ہو گیا اور وہ نہ آسکے مگر اب آ رہے ہیں۔ اون کو دوا کے لیے لکھ دیا گیا ہے کہ ایک ماہ کی ہمراہ لے آئیں اور خود یہاں کچھ دن رہ کر وہ تجربہ کر سکیں گے۔ کسی دوا سے ایک سال سے زیادہ عرصہ تک نفع نہیں ہوا۔ حضور دعا فرمائیں کہ اس موذی مرض سے نجات ملے۔ گو یہ جانتا ہوں کہ ؎

قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

(الدنیا سجن للمومن وجنت للکافر) الدنیا سجن المومن وجنت الکافر تو خود رسول اکرم روحی فداہ کا ارشاد ہے۔ پھر قیدِ حیات اور بندِ غم سب سے ایک ہی دفعہ نجات ہو سکتی ہے۔ مولوی سلامت اللہ صاحب کی خدمت میں آداب۔ تبدیلی ہیئت پر مبارک باد۔ یا مکن با پیل باناں دوستی الخ۔ ہاتھی بہت آہستہ خراموں میں ہے مگر جس کو اوس نے دبا لیا وہ بوجھ میں ضرور مرا۔

دعا کا طالب محمد علی

(۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا

روزانہ ہمدرد — نمبر ٹیلیفون ۵۵۵۶

کوچہ چیلاں دہلی — ۲۵ رمئی ۱۹۲۵ء

مخدوم روا! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ ایک مدت سے عریضہ لکھنے کا آرزومند تھا مگر اس غلامی کا بھلا ہو جس میں دو دو اخباروں نے مجھے مبتلا کر دیا کہ آج تک یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا اور آج بھی کام ضروری باقی ہے مگر اس خیال سے کہ اس طرح تو شاید کبھی بھی فرصت نہ ملے اور کاموں کو چھوڑ کر یہ عریضہ لکھ رہا ہوں۔ پریس کے کمپوزیٹر جن کی تنخواہیں اور "زیادہ وقت" کی اجرت نے دوالہ نکال دیا ہے گھنٹہ بھر بعد سر پر سوار ہوں گے کہ "مضمون" لاؤ اور یہاں صرف ابھی ورق سادہ ہی ہے۔ آج ہمدرد کے لیے بھی اپنے قلم ہی سے ایک مضمون لکھنا ہے تاکہ لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کر دوں۔ گزشتہ (ڈھائی ماہ) میں ساڑھے چھ ہزار باہر سے لا کر جھونک چکا ہوں اور اس مہینہ میں تنخواہیں تک نہیں دے سکا۔ لوگوں کی طبیعتیں چکانا تو درکنار، اب تک لوگوں سے ہمدرد کے لیے کچھ بھی نہیں سکتا تھا اس لیے کہ خود میرے مضامین اس میں مہینوں بعد بھی نظر نہ آتے تھے گو بہت سے مضامین میرے ایما سے لکھے جاتے تھے۔ جن خیالات کا اظہار ہمدرد میں ہوتا تھا وہ اکثر تو میرے خیالات کے خلاف نہ ہوتے تھے۔ لیکن وہ خود میرے خیالات نہ ہوتے تھے۔ اگر کہیں کامریڈ کے مضامین سے کامریڈ والوں سے کہا کہ ان خیالات کو اردو میں ادا کر دو تو پایا تو مجھے خود ان کے لکھے ہوئے مضمون کو اس طرح دیکھنا پڑتا تھا کہ گھنٹوں درست کرنے میں لگ جاتے تھے اور پھر بھی تسلی نہ ہوتی تھی اور بار بار خیال آتا تھا کہ اس سے کم وقت میں تو میں نے خود پورا مضمون لکھ ڈالا ہوتا۔ یا سارا مضمون مہمل ہو جاتا تھا۔ جیسا کہ کئی بار ہوا اور قہر درویش بر جان درویش کہہ کر خاموش ہونا پڑا۔ دو مہینہ تک اشتہار دیا تب جا کر ایک صاحب ایسے ملے ہیں جو اچھی اردو میں میرا مفہوم غالباً ادا کر سکیں۔ انگریزی وہ بھی کافی نہیں جانتے اس لیے کہیں کہیں کامریڈ کی عبارت کو نہیں سمجھتے اور مجھے ان کی عبارت کو دیکھنے کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ لیکن امید ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد اس کی ضرورت باقی نہ رہے جس سے بہتر تو یہ ہوتا کہ کوئی انگریزی کا لکھنے والا مل جاتا تو آدھا وقت میرا بچ جاتا اور میں خود اردو میں ہفتہ میں ایک دو مضامین ہمدرد کے لیے لکھ دیا کرتا مگر افسوس کہ مسلمان باوجود ایک جہان سے اعلانِ جنگ کرنے کے نہ صرف عربی میں کافی قابلیت نہیں رکھتے جس کا جاننا مذہب کے خیال سے مقدم تھا بلکہ وہ انگریزی بھی جس کا پڑھنا انھوں نے مقدم سمجھا نہیں جانتے۔ جو جانتے ہیں وہ سرکاری نوکریوں میں گرفتار ہیں یا دو چار بیرسٹری اور وکالت کی نذر ہو گئے ہیں۔ شعیب صاحب کے انکار کا شبہ پہلے سے ہوتا تو پہلے عملہ مہیا کر لیتا تب کہیں کامریڈ کے دوبارہ اجرا کا خیال کرتا اور اگر مہیا نہ ہو سکتا تو جاری کرنے کی جرات ہی نہ کرتا۔ جہاں جہاں اخبار کے اجرا کے بعد کوشش کی گئی یہی جواب ملا کہ مجبور ہیں۔ وکالت

رہے ہیں۔ جو ملتے ہیں وہ اس قدر نالائق ہوتے ہیں کہ ہندوؤں کے مقابلہ کے خیال سے بھی شرم آتی ہے۔ خود اُردو کی یہ کیفیت ہے کہ حشرات الارض کی طرح متعدد رسالے نکلتے ہیں اور جلد پیوند خاک ہو جاتے ہیں۔ ایک رسالہ بھی کامیابی کے ساتھ مسلمانوں سے نہ چل سکا۔ اگر اتنے رسالے نکالنے والے متحد ہو کر دو تین رسالے نکالتے تو اچھے خاصے ہوتے لیکن ہر ایک (کو) "عمارتے نو ساخت" کی فکر ہے۔ اتحاد عمل اور اشتراک مفقود ہے۔ روزانہ اخبارات کی بھی یہی حالت ہے۔ "معاصرانہ چشمک" اس درجہ تک پہنچ گئی ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا انجام ہوگا۔ خیر یہ تو ایک طولانی داستان غم ہے اور اس ارادہ کے ساتھ یہ عریضہ لکھنا شروع کیا تھا کہ اپنا دکھڑا نہ رؤں گا۔ مگر ہمدرد کے ہمدرد اتنے کم ہیں کہ اگر آپ کے سامنے بھی نہ رؤں تو پھر تسکین کیونکر ہو۔ یہ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ در اصل تسکین حاصل کرنے کے لیے بھی نہیں ہے بلکہ عریضہ نہ لکھنے کی معذرت میں (ہے)۔ ایک پرچہ کامریڈ کا چھپ چکتا ہے تو دوسرے کا کام شروع ہو جاتا ہے اور اس کا وہی اندازہ کر سکتا ہے جس نے یہاں ہفتہ بھر رہ کر میرا کام دیکھا ہے۔ اگر کوئی اور کام کرنا پڑتا ہے تو اتنی ہی دیر اخبار کی اشاعت میں لگ جاتی ہے۔ خواہ کام خانگی ضرورت کے باعث ہو یا کسی قومی ضرورت کے باعث۔ پورے ہفتہ کی غلامی ایک کامریڈ ہی کرا لیتا ہے۔ پھر ہمدرد کے لیے وقت کہاں سے نکالوں۔ چونکہ اس کے لیے برا بھلا دوسرے بھی لکھ سکتے ہیں اس لیے اسے ان پر چھوڑ دیتا ہوں اور خود کامریڈ کے لیے جس کے لیے ایک لکھنے والا بھی نہیں ملا وقف ہو جاتا ہوں۔ حساب کتاب دفتر کا انتظام ان سب کا خدا حافظ ہے۔ مگر مالی مشکلات مجبور کر دیتی ہیں کہ ادھر بھی متوجہ ہوں۔ اب تک یہی ہوا ہے کہ جس کسی نے میرے اہل وعیال کے لیے کچھ دیا وہ سب ہی ان اخباروں میں لگا دیا۔ لیکن یہ کب تک ہو سکتا ہے۔ اب کہیں سے کچھ آنے کی بھی سال بھر تک امید نہیں۔ یہ طریقہ یوں بھی نبھ نہیں سکتا تھا۔ یہ کام تو اسی طرح چل سکتا ہے کہ ہمدرد کے خریدار پیدا ہوں۔ عام مذاق کے مطابق گالی گلوچ قوم کے لیے مضر ہے۔ اس لیے وہ راستہ حصولِ زر کا میرے لیے بند ہے۔ مگر میرا خیال ہے کہ میرے خیالات باوجودیکہ آج قوم میں سخت انتشار پیدا ہو گیا ہے اور پیدا کرا دیا گیا ہے آج بھی لوگوں کو ہمدرد کی خریداری پر آمادہ کر سکتے ہیں۔ لیکن اب تک اس کا کچھ انتظام نہ ہو سکا۔ فاروق صاحب گورکھپوری ایک ہزار روپیہ لے کر چل دیے۔ اخبار کو بھی نقصان پہنچایا (کیونکہ وہ میرے خیالات کی ترجمانی کر سکتے تھے) اور ایک دیوالیہ کا اور بھی دوالہ نکال دیا۔ اب امید ہے کہ اس کا انتظام ہو جائے گا اور اسی لیے پبلک سے اپیل کرنے کی ہمت کروں گا۔ دیکھیے کیا جواب ملتا ہے۔ اگر تین چار ہزار خریدار نہ ملے تو یا تو کامریڈ کو بند کر دوں اور صرف ہمدرد کو عام قومی اصلاح کے خیال سے نکالوں یا ہمدرد کو بند کر دوں اور کامریڈ کو خواص کی اصلاح کی نیت سے نکالتا رہوں۔ یا پھر دونوں کو بند کر دوں اور کسی مسجد میں بیٹھ کر خود اپنی اصلاح کروں اور جو کچھ اسلام کو سمجھا ہوں اسے اوروں کو سمجھانے کی کوشش کروں۔ اتنی لمبی (لبنی) چوڑی تمہید کے بعد عرض کرنا چاہتا ہوں کہ قتلِ مرتد کے مسئلہ کے متعلق ائمۂ اربعہ اور فقہائے متقدمین کی مفصل رائے درکار تھی تاکہ معلوم ہو سکے کہ ان بزرگوں نے کس طرح استدلال کیا ہے۔ کامریڈ میں میں نے قرآن کریم اور احادیث سے پوری تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے۔ ہمدرد کا مضمون میرا لکھا ہوا نہ تھا۔ گو بہت سی آیات اور چند احادیث کا میں نے حوالہ دے کر لکھنے کے لیے کہہ دیا تھا۔ مولوی محمد علی صاحب لاہوری کے ایک پمفلٹ سے جو اس وقت تک میری نظر سے نہیں گزرا تھا عارف صاحب

نے چند چیزیں ہے کر دو بڑھا دیں اور چونکہ وہ انھیں غلط سمجھے اور ہدایہ و عنایہ کی عبارتوں کا ترجمہ بھی غلط ہُوا تھا اس لیے ہمدرد والے مقدمے میں نامناسب رہ گئیں۔ کامریڈ کے مضامین البتہ میرے ہیں۔ اس سلسلے میں صرف ایک مضمون کی کمی ہے یعنی یہ کہ فقہا نے رائے کس طرح قائم کی اور اگر غلط قائم کی تو سہو کس طرح واقع ہُوا۔ خدا شاہد ہے کہ میں ان بزرگوں کی قوتِ ایمان علم و محنتِ شاقہ کا خیال کرتا ہوں تو سہو کو ان کی طرف منسوب کرنے سے لرزتا ہوں چہ جائیکہ زمیندار کی ذاتیات کے مطابق خود کو امام اعظم یا امام شافعی رح سمجھوں۔ مگر جس مذہب میں صاحبین کو امام اعظم رح سے نہ صرف اختلاف کرنے کی اجازت ہے بلکہ جس میں صاحبین کے متفقہ فتویٰ کو امام اعظم رح کے فتویٰ پر ترجیح دی جاتی ہے جس میں امام اعظم سے امام مالک رح کے اختلاف کو روا رکھا گیا اور امام مالک رح سے امام شافعی رح کے اختلاف کو اور امام شافعی رح سے حنبلیوں کے اختلاف کو وہ کیونکر کہہ سکتا ہے کہ کسی اور کا اختلاف خواہ ان بزرگوں ہی سے کیونکر (کیوں نہ) ہو ناجائز ہے یا ناروا ہے یا کم از کم سوءِ ادب ہی ہے۔ بہر حال میں (رنے) خداوند کریم کی بارگاہ (میں) سر نیاز جھکا کر قرآن کریم کو پڑھا ہے اور اس کے کلام کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے رسول کی احادیث کو اس مضمون پر ڈھونڈ کر نکالا ہے اور ان میں اور اور قرآن کریم میں تطبیق کرنے کی کوشش کی ہے اور جس طرح خدا کے وجود رسول کی رسالت اور اسلام کے سچے ہونے پر ایمان لایا ہوں بالکل اسی طرح قتل مرتد کے خلاف اور قتل مفسد اور قتل محارب کے موافق رائے قائم کی ہے۔ یا تو یہ لکھ دیا جائے کہ اس طرح رائے قائم کرنا جائز نہیں۔ خلافِ اسلام خلاف حکم قرآن و حدیث ہے یا پھر اس طرح رائے قائم کرنے کی اجازت ہونی چاہیے اور اگر وہ رائے کسی مسئلہ میں غلط ہو تو اس کی اصلاح بلا سب و شتم بلا "تفریح"، اور "الحاد" کا الزام لگائے ہوئے استدلال سے کی جائے جس کے لیے بحمد اللہ کہ راستہ کھلا ہُوا ہے اور ہمیشہ کھلا رہے گا۔ لا اکراہ فی الدین پر میرا ایمان ہے۔ عمل پر سزا کا میں قائل ہوں لیکن عقائد پر سزا صرف آخرت میں ہوگی اور وہ ضرور ہوگی یہ میرا عقیدہ ہے۔ حقوق العباد کے خلاف جو کارروائی ہوگی اس کی سزا دینے یا معاف کرنے کا حق بندوں کو ہے آخرت میں خداوند کریم بھی اس کی سزا دے گا کیونکہ حقوق العباد کی نگہداشت بھی خدا کا حکم ہے اور اس کی خلاف ورزی بھی خدا کی طرف سے سزا کی مستوجب ہے۔ مگر عقاید میں گمراہی جو ان اعمال میں ظاہر نہ ہو جو حقوق العباد کے خلاف ہیں صرف خدا کی سزا دہی کے لیے مخصوص ہے۔ میرا ارادہ یہاں اس بحث کے چھیڑنے کا بھی نہ تھا۔ صرف فقہائے متقدمین کی اصل رائیں تفصیل کے ساتھ اور ان کا سلیس ترجمہ اردو عبارت میں درکار ہے۔ افسوس ہے کہ مولانا کفایت اللہ صاحب کے مضمون نے اتنے عرصے تک انتظار دکھا کر پھر بھی تشنہ کام ہی چھوڑ دیا۔ مولوی عبدالرؤف صاحب داناپوری نے بھی اب تک باوجود تقاضے کے فقہا کی رائیں ارسال نہ فرمائیں۔ مولوی سلامت اللہ صاحب نے یا تو اس قدر شور اشوری سے مضمون لکھنے کیلئے غیر ضروری اجازت حاصل کرنا چاہی یا جب میں نے اس کا انتظار کرنا شروع کیا تو بے رخی کا ثبوت دیا اور ایک عرصہ کے بعد اجازت سے بھی زیادہ غیر ضروری سوالات کا سلسلہ جاری کر دیا جس کے جواب لکھنے کی اگر مجھے فرصت ہوتی تو اپنے کو خوش نصیب سمجھتا۔ اس سلسلہ کا آخری مضمون فقہا کی مفصل رایوں اور ان کے سلیس ترجمہ کے ملنے پر موقوف ہے۔ ممکن ہے کہ فقہا نے

بھی میری طرح بلکہ مجھ سے کہیں زیادہ تمام احادیث کو پیشِ نظر رکھ استدلال فرمایا ہو اور بد صرف " من بدل دینہ فاقتلوہ " پر انحصار نہ کیا ہو اور بالخصوص حضرت عائشہ کی حدیثوں پر توجہ کی ہو جن میں خارج عن الاسلام ہونے کے ساتھ محارب باللہ و بالرسول کا جرم بھی صاف شامل ہے۔ اگر ایسا کیا گیا ہے اور ان کے استدلال نے مجھے قائل کر دیا تو ضرور بالضرور توبہ اور رجوع کروں گا۔ لیکن کسی کو زبردستی مسلم بنانا یا قتلِ مرتد کی دھمکی دے کر کسی کو منافقت میں رکھنا میرے نزدیک اسلام سے اتنا دور ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیونکر جزوِ اسلام ہو سکتا ہے۔ بہر حال میں اس مسئلہ میں فقہا کی مفصل رایوں کا منتظر ہوں اور امیدوار ہوں کہ حضور میری مدد فرمائیں گے۔

ایک اور امر ہے جس کے متعلق حضور کی امداد کی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ قاسم حسن کے ساتھ ان کے والد نے جو سلوک اب تک کیا ہے اس کے وہ ہرگز مستحق نہ تھے۔ امیر احمد مرحوم کے ساتھ بیجا محبت اور قاسم کے ساتھ جو مرحوم سے کسی طرح برا شخص نہیں ہے بلکہ اگر امیر احمد کی وفات کے بعد اس قسم کا مقابلہ کرنا جائز ہو تو میں کہہ سکتا ہوں کہ ان سے کہیں بہتر ہے بیجا سختی ان کو روا نہ تھی۔ سب سے زیادہ یہ ہے کہ قاسم کی اہلیہ کے ساتھ نہایت نامنصفانہ برتاؤ اب تک چلا جاتا ہے۔ قاسم کی صحت ایسی نہیں کہ ان کی اہلیہ یا لڑکی کو اطمینان ہو سکے۔ دینِ مہر کی ادائیگی کے لیے کچھ نہیں۔ لڑکی کے لیے کچھ نہیں اور ایک کم عمر لڑکے سے قاسم حسن کی اطاعت شعاری کے باعث نکاح ہو جانے سے وہ عجیب حالت میں ہے۔ ہاں اس شادی کے سخت خلاف تھیں اور ہیں لیکن میں نے بہت سمجھایا ہے کہ اب تو جو ہونا تھا ہو چکا۔ اب لڑکی کا گھر بنانے کی کوشش کرنا چاہیے۔ قاسم بھی کوشاں ہیں مگر جو طرزِ عمل ان کے والدِ ماجد نے اختیار کیا ہے اس سے خطرہ ہے کہ میکہ اور سسرال میں لڑائی جاری رہے اور لڑکے اور لڑکی میں بھی ہمیشہ کے لیے رنجش پڑ جائے۔ ہم لوگوں کی کوشش کیا بار آور ہو سکتی ہے جب کہ ان کے والد ماجد اس طرح کارروائی کریں۔ اپنی جائداد میں سے تو قاسم کو کچھ بھی دیا۔ جو جائداد والدہ کی قاسم کے حصہ میں سے آئی تھی اس میں سے بھی آج تک کچھ نہ دیا اور اب کوشش یہ تھی کہ لڑکی کے نام ہبہ کر دی جائے اور ممکن ہے کہ بعد کو لڑکی پر زور ڈال کر وہ بھی ابنِ احمد مرحوم کے لڑکے کے نام ہبہ کرا دی جاتی۔ بہر حال قاسم کی بیوی کے لیے اس میں سے بھی کچھ نہ رہتا۔ سب احباب کی صلاح و مشورے کے بعد وقف علی الاولاد کی صورت اختیار کی گئی جس میں متولیہ اوّل زوجہ قاسم حسن رکھی گئیں اور اگر وہ چاہیں خواہ اپنی زندگی ہی میں لڑکی کو متولیہ بنا دیں اور خود تا حینِ حیات ایک حصہ آمدنی کا اپنے مصارف کے لیے لیتی رہیں۔ لڑکی متولیہ ثانیہ ہے۔ اس کو اختیار ہے کہ اپنے بعد اپنے شوہر کو یا اولاد کو یا اور کسی عزیز کو متولی بنا دے۔ شوہر اور زوجہ میں محبت کا دروازہ عمداً کھلا رکھا گیا ہے گو ابتداً قاسم کی اہلیہ سبط احمد اور ابن احمد مرحوم کی اور اولاد کو تولیت سے بالکل خارج رکھنا چاہتی ہیں۔ اب اس پر بھی ان کے والد ماجد ناراض ہیں اور نہ حساب مہر کے لیے راضی ہیں نہ تقسیم ہی کے لیے نہ اس مصیبت میں کہ قاسم اور لڑکی دونوں سخت بیمار ہیں اور یہاں پڑے ہوئے ہیں ان کو ان کی والدہ کے ترکہ میں کچھ روپیہ ہی بھیجتے ہیں۔ بلکہ وہاں سے کوئی شخص لڑکی کو پوچھنے تک کو نہیں آیا ہے۔ بظاہر قاسم کی والدہ کا ترکہ زیادہ محبوب ہے بہ نسبت قاسم کی لڑکی کے قاسم حسن

روپیہ کی طرف سے سخت پریشان ہے۔ میری جو حالت ہے وہ معلوم ہے مگر مجھ سے نہ دیکھا گیا اور ایک جگہ سے کچھ عرصہ ہوا کچھ ملا تھا تو ایک حقیر رقم میں نے بھی زبردستی کرکے دے دی تھی۔ اب سوائے نالش کے چارہ نہیں۔ میں نے اب تک روک رکھا ہے۔ خان بہادر فصیح الدین صاحب کو دو تین بار لکھا کہ وہ بیچ میں پڑ کر صفائی کرا دیں اور تقسیم جائداد کرا دیں اور پچھلے روپیہ میں سے کچھ دلوا دیں مگر اب تک کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ یہ سراسر زیادتی ہے۔ میں نے قاسم سے زیادہ اپنے چھوٹے بھائی سے محبت کرنے والا اور والد کی اطاعت کے لیے کوشاں کسی کو نہیں پایا مگر بیوی کا بھی حق ہے۔ اس غریب کو کس پر چھوڑا جائے قاسم بے عیب نہیں۔ ان کی اہلیہ گو وہ مظلوم ضرور ہیں اور بہت دکھ سہہ چکی ہیں صلح کی طرف بہت زیادہ مائل نہیں ہیں۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود بھی وہ اس بدسلوکی اور ناانصافی کے ہرگز مستحق نہیں۔ یہ سراسر ناانصافی ہے کہ قاسم حسن کو والدہ کے ترکہ سے بھی صرف اس وجہ سے محروم رکھا جائے کہ وہ اپنی بیوی اور بیٹیا کا بھی خیال رکھتے ہیں اور اس ترکہ کو بھی ابن احمد مرحوم کی اولاد کو دے ڈالنے کے لیے تیار نہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ حضور اس معاملہ میں کیا رائے رکھتے ہیں لیکن اگر حضور کو بھی میری طرح اس کا یقین ہو کہ قاسم حسن کی والدہ کا ترکہ ابن احمد کی اولاد کو نہیں ملنا چاہیے بلکہ خود ان کی زوجہ اور اولاد کا حق ہے تو حضور ان کے والد، ماجد اور بھاوج وغیرہم کو اس پر راضی کرنے کی کوشش کریں گے کہ گزشتہ سالوں کے منافع میں سے جس قدر ہو سکے انھیں دلوایا جائے اور تقسیم جائداد ہو کر اندراج ہو جائے اور منقولہ کو قبضہ دلوا دیا جائے۔ اب اس طولانی عریضہ کو ختم کرتا ہوں۔ الحمد للہ کہ قطب میاں صاحب حج بیت اللہ کو جا رہے ہیں۔ خدا اس جھگڑے کو مٹائے اور ارض پاک حجاز کی حکومت اور خلافت کا فیصلہ شریعت حقہ کے مطابق جلد سے جلد ہو۔ حضور کی علالت کا سن کر تار لکھا۔ پھر پھاڑ ڈالا کہ عریضہ لکھنا چاہیے۔ مسودہ اب تک موجود ہے۔ مگر اس کی نوبت نہ آئی۔ پھر سنا کہ طبیعت ابھی صاف نہیں ہے۔ تو مجبور ہو کر تار دیا۔ خدا حضور کے سایہ کو ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ خربوزہ تو آ گئے اور کھا لیے گئے مگر روحانی چیزوں میں سے "روح حسن" باقی ہے اب تک نہیں آ رہی ہے اور اگر یہاں (مل جائے تو میں اس کا) منتظر ہوں۔ جمال میاں اور محمد میاں اور چھوٹے صاحبزادے کو پیار۔ سب کو سلام شوق بالخصوص مولانا سلامت اللہ، قطب میاں اور الطاف اور احسان بھائی کو۔

عقیدت کیش آپ کا پیارا مرید

محمد علی

خط حکیم اجمل خاں

شریف منزل دہلی

۹ر جنوری ۱۱ء

مکرمی جناب مولینا صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

یاد آوری کا شکریہ، مسٹر قدوائی کا خط دیکھا۔ اب تو وہ واپس آ رہے ہیں انشاء اللہ واپسی پر ان سے جملہ مسائل میں تفصیلی گفتگو ہوگی، اس وقت تبادلہ خیالات ہو گا۔

والسلام اجمل

(۲)

سولن۔ شملہ

، اگست ۱۱ء

مکرمی جناب مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا تار دہلی ہوتا ہوا آج اتوار کو مجھے یہاں ملا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں حسب المطلب نہ آسکا اس واسطے کہ جس روز وہاں کے واسطے حاضری تھی اسی روز مجھے تار ملا۔

میں گزشتہ ماہ سے یہاں ہوں اور اغلب ہے کہ شروع اکتوبر تک رہوں، امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

والسلام اجمل

(۳)

دہلی ۶؍ جون ۱۲ء

مہربان بندہ جناب مولوی محمد عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام۔ عنایت نامہ مطبوعہ وصول ہوا۔ اگر ممکن ہو تو وہ باتیں جو ممبران کی بے اعتنائی اور خود رائی سے بے ضابطہ اور آئندہ ترقی میں سدِّ راہ ہو رہی ہیں۔ مجھے بھی لکھ دیجئے تاکہ اس کے لحاظ سے میں کوئی رائے قائم کر سکوں، بالفعل میں ذاتی رائے دینے سے معذور ہوں۔

اجمل

(۴)

شہر دہلی

۳۰؍ اکتوبر ۱۵ء

مکرم و مخدوم بندہ جناب مولانا محمد عبدالباری صاحب دام عنایاتکم

وعلیکم السلام عنایت نامہ وصول ہوا۔ میں رام پور کبھی کبھی جایا کرتا ہوں جبکہ نواب صاحب بہادر رامپور طلب فرماتے ہیں۔ اس معاملہ میں جب تک زبانی گفتگو نہ ہو میرے خیال میں کوئی بہتر نتیجہ پیدا ہونا دشوار ہے البتہ زبانی گفتگو ہونے سے کامیابی کی امید ہو سکتی ہے۔

میں غالباً رام پور جاؤں گا اور انشاء اللہ نواب صاحب سے تذکرہ کروں گا بشرطیکہ مجھے یاد بھی رہا۔

امید ہے کہ آپ خیر و عافیت سے ہوں گے۔

اجمل حاذق الملک

(۵)

شہر دہلی ۱۰ جولائی [illegible]ء

مخدوم و مکرم جناب مولانا عبدالباری صاحب دام عنایتکم

وعلیکم السلام! عنایت نامہ وصول ہوا، حقیقت یہ ہے کہ میں اچھا سمجھتا ہوں اور پسند کرتا ہوں کہ چند آدمیوں کی رائے سے علاج یا کوئی بھی دوسرا کام ہو لیکن مجھے افسوس اس بات کا تھا کہ اسے ایسے آدمیوں کو دکھایا گیا جو ان الفاظ کو نہیں سمجھ سکتے جو تحریر کیے تھے اور ایک غلط خیال قائم کر کے اس کو لکھنؤ اور دوسرے مقامات میں بُرے طریقہ سے شہرت دینے لگے باقی آپ کو میں بزرگ اور محترم سمجھتا ہوں آپ نے محبت کے ساتھ اس غلط فہمی کو رفع کرنے کی کوشش کی ہے اس لیے مجھے اب کوئی شکایت نہیں ہے۔

امید کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

اجمل حاذق الملک

(۶)

شہر دہلی - ۱۰ جنوری [illegible]ء

مکرم بندہ جناب مولوی عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، دو نسخے لکھے جاتے ہیں پہلا صبح کو اور دوسرا شام کو نوش فرمالیا کیجیے اور گرم تیز اشیا سے پرہیز کیجیے، ہفتہ عشرہ بعد حالات سے مطلع فرمائیے۔

میں یہاں کے لوگوں سے اس کے متعلق تذکرہ کروں گا افسوس ہے کہ مجھے کثرتِ مشاغل کی وجہ سے اتنا وقت نہیں ملتا کہ خود کوئی کام کر سکوں اگر کام کرنے والے چند صاحب آمادہ ہو جائیں تو یہ کام چل سکے گا۔ میرے پاس اس قدر کام ہے کہ کسی طرح سوائے اس کے کہ لوگوں کو مشورہ دوں کچھ نہیں کر سکتا۔

اجمل حاذق الملک

(۷)

شہر دہلی

۴ مارچ [illegible]ء

مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام! مرسلہ عنایت نامہ اور تار پہنچا غذا میں دوپہر کو ایک بجے کھچڑی مونگ ہونی چاہیے اور اسی طرح شب کو ۹ بجے بھی، اگر شب کو کھچڑی آپ نہ کھا سکیں تو چاول سادہ کھا سکتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ کھچڑی بھی اس وقت کھائی جائے حالات سے مہربانی فرما کر برابر مطلع کرتے۔ ۔۔۔

اجمل حاذق الملک

(۸)

شہر دہلی

۵ مارچ ۱۹۱۸ء

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام ۔ مرسلہ عنایت نامہ وصول ہوا۔ کل جواب دیا گیا ہے ۔ امید ہے کہ پہنچا ہوگا ۔ میں ایک روز کے لیے باہر چلا گیا تھا اس لیے جواب میں تاخیر ہوئی ۔ غذا دونوں وقت چاہیے جیسا کہ کل کے خط میں لکھا گیا ہے ۔ مہربانی فرما کر حالات سے برابر اطلاع دیتے رہیے ۔

اجمل حاذق الملک

(۹)

شہر دہلی ۹ مارچ

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام ۔ مرسلہ عنایت نامہ وصول ہوا حالات معلوم ہوئے ۔ مولوی سید علی صاحب کو نسخے دے دیے گئے ہیں امید ہے کہ وصول ہوئے ہوں گے ۔ تین چار روز تبرید کا نسخہ استعمال فرما کر اس کے بعد وہ نسخے شروع کیجیے اور مہربانی فرما کر اپنے حالات سے مطلع فرماتے رہیے ۔

اجمل حاذق الملک

تبرید کا نسخہ احتیاطاً پھر تحریر ہے ۔

خمیرہ گاؤزبان بورق نقرہ پیچیدہ ہمراہ شربت عناب در عرق مرکب مصفی بر آوردہ شربت بنفشہ

۱ تولہ ۔۔۔ ۲ تولہ

حل کردہ تخم ریحان پاشیدہ بخورند ۔

۵ ماشہ

(۱۰)

۱۲ مارچ ۱۹۱۸ء

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام ۔ مرسلہ عنایت نامہ وصول ہوا ، غذا میں چار روز تک بھی معمولی کھچڑی چاول وغیرہ ہونی چاہیے اور بتدریج تبدیل ہونی چاہیے ۔

کل خط بھیجا گیا ہے امید ہے کہ وصول ہوا ہوگا مسہل کے بعد کے حالات سے اطلاع دیتے رہیے ۔

اجمل حاذق الملک

(۱۱)

یکم اپریل ۱۹۱۰ء

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام — مرسلہ عنایت نامہ وصول ہوا۔ میں خوشی سے رانی صاحبہ جہانگیر آباد کے لیے نسخے تجویز کروں گا اور کسی طبیب کو بھی لکھنؤ بھیج سکوں گا۔

میں آج کل رام پور ہوں یہاں سے واپسی پر دہلی پہنچ کر انتظام کروں گا۔ آپ کا نسخہ بھی دہلی جا کر ارسالِ خدمت کیا جائے گا۔

اجمل حاذق الملک

(۱۲)

۱۱ اپریل ۱۹۱۰ء رام پور

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام! دہلی پہنچ کر دونوں عنایت نامے موصول ہوئے شربت عناب کی ترکیب لکھی جاتی ہے باقی میں آپ سے مل لیا تھا تمام باتیں زبانی کہہ دی تھیں شربت شروع کرنے کے بعد سے جو حالت رہی براہ مہربانی مطلع فرمائیے

اجمل حاذق الملک

(۱۳)

شہر دہلی

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام .. مرسلہ عنایت نامہ وصول ہوا۔ درد کے لیے میں نے مولوی سید علی کو نسخہ لکھوا دیا تھا امید کہ پہنچا ہوگا باقی دوا میں بدستور جاری رکھیے انشاء اللہ تعالیٰ اس سے فائدہ ہوگا آخر میں کوئی ایسی معجون تجویز کروں گا جو مقوی اعضائے رئیسہ ہو اور ان شکایات کے لیے بھی مفید ہو۔

اجمل حاذق الملک

(۱۴)

شہر دہلی ۲ جون ۱۹۱۰ء

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام ـ مرسلہ عنایت نامہ وصول ہوا گولیاں بھیجی جاتی ہیں ایک گولی اوّل کھا کر اوپر سے ۸ تولہ عرق ما راجبن ۲ تولہ شربت عناب ملا کر نوش فرما لیا کیجیے اور دال مونگ و دراز گیاں سے پرہیز کیجیے۔ حالات سے براہ مہربانی مطلع فرماتے رہیے۔

اجمل حاذق الملک

(۱۵)

محترمی و مکرمی جناب مولانا صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ مزاج شریف۔ شیخ محمد عمر صاحب انصاری آپ کی خدمت میں تشریف لاتے ہیں۔ میں ان کو عرصہ سے جانتا ہوں نہایت شریف آدمی ہیں۔ اب یہ کہ معظمہ جانا چاہتے ہیں۔ اگر بجٹ بدایاںسی کا ممکن ہو تو ان کے لیے کوشش فرما دیجئے۔ اگر ایسی کوئی صورت سردست سامنے نہ ہو تو کوشش فرما کر دیگر ذرائع سے ان کی امداد کرا دیجئے تاکہ یہ مکہ معظمہ تک پہونچ جائیں۔ جو کچھ عنایت آپ صاحب موصوف کے حال پر فرمائیں گے میں اس کا نہایت شکر گزار ہوں گا۔ امید ہے کہ جناب مع متعلقین بخیریت ہوں گے۔ چونکہ پرسوں آنکھ کا اپریشن ہوگا اور میں چند روز تک معذور رہوں گا اس لیے آپ کو تکلیف دی گئی۔ والسلام

اجمل

(۱۶)

ریاست رام پور

۱۵ جون ۱۹۱۸ء

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولوی عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام مرسلہ عنایت نامہ صادر ہوا۔ عرق ماءالجبن بھجوا دیا گیا امید ہے کہ پہنچا ہوگا آپ بسکٹ مکھن بدستور کھاتے رہیے اور حسب معمول عرق ماءالجبن سے افطار کیجئے اگر اس سے تکلیف ہو تو اس کو بوقت خواب نوش فرما لیا کیجئے۔ حالات سے براہ مہربانی مطلع فرماتے رہیے۔

اجمل حاذق الملک

(۱۷)

بمبئی تاج محل

۲۱ جون ۱۹۱۸ء

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ میں عرصہ سے سفر میں ہوں افسوس ہے کہ آپ دہلی تشریف لائے اور ملاقات نہ ہو سکی۔ جسم پر خارش کی جگہ روغن کدو بکری کے دودھ میں ملا کر روزانہ دو تین مرتبہ ملوایا کیجئے اور حالات سے مطلع فرماتے رہیے۔

اجمل حاذق الملک

(۱۸)

رامپور اسٹیٹ یوپی — یکم فروری ۱۹۱۹ء

مخدوم و محترم جناب مولٰنا عبدالباری صاحب مدظلکم۔ السلام علیکم

آج یکم فروری کی "ہمدم" کی اشاعت میں مولوی برکت اللہ صاحب کے نام سے جو کھلی چٹھی مولوی اشرف علی صاحب

کے نام چھپی ہے اس کے متعلق مجھے اس بات کے معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ فتویٰ کن لوگوں نے مرتب کیا ہے؟ کیا علمائے دیوبند کی طرف اسے منسوب کر سکتے ہیں اور نیز یہ دریافت کرنا ہے کہ اس خبر کی پورے طور پر تصدیق ہوگئی ہے یا نہیں۔ براہِ نوازش دہلی کے پتہ پر جواب مرحمت فرمائیے امید ہے کہ مزاجِ عالی قرینِ اعتدال ہوگا۔

اجمل

(جواب خط یکم فروری ۱۹۱۸ء)

معظمی و مکرمی دام مجدہم تسلیم۔ مجھ کو معتبر ذرائع سے صرف اس قدر معلوم ہوا ہے کہ ایک فتویٰ لکھوایا گیا ہے اور اس پر ان لوگوں کے دستخط لیے گئے ہیں۔ مثلاً ہمارے عین محترمین جناب مولانا عبدالمجید صاحب و جناب مولینا عبدالمجید صاحب شمس العلماء اس دستخط کے صلہ میں ہوئے ہیں اور مولانا اشرف علی صاحب کو کچھ مراعات اراضی وغیرہ ایسی ہی خدمات کے صلہ میں (ملی) ہے۔ خاص دیوبند کے متعلق اس امر میں کوئی شبہ مسموع نہیں ہوا ہے۔ سنا ہے کہ سندھ کے لوگ کوئی فتویٰ دستخط کراتے ہیں۔ میں نے ان فتاویٰ کی نقول حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ خدا کامیاب کرے۔ اس واسطے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہم لوگوں نے جو استفتا لکھوایا ہے۔ اس کے معنی کچھ کے کچھ لگائے گئے ہیں اور بریلی و بدایوں سے حکام کی رپورٹ آئی ہے کہ یہ شر انگیز فتویٰ اعلان جہاد کا ہے۔ حکام بھی سخت غیظ و غضب میں ہیں اس واسطے ضرورت ہے کہ ہم بتائیں ہم نے اپنے دوستوں کی حفاظت خود اختیاری کے قاعدہ میں ذمہ داری کو کم کرنے کی غرض سے یہ فتویٰ دستخط کرایا ہے۔ امید ہے کہ جناب کو اگر کوئی مزید حال معلوم ہو اس سے مطلع فرمائیں گے۔

(۱۹)

شہر دہلی

۱۰ فروری ۱۹۱۸ء

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام:۔ مرسلہ عنایت نامہ وصول ہوا اس کے متعلق میں نے اور کوئی بات نہیں سنی صرف یہی سنا ہے کہ ایک فتویٰ خفیہ طور پر لکھا گیا ہے اس عرصہ میں مجھے اگر کوئی نئی اطلاع ملے گی تو آپ کو اطلاع دوں گا اگر آپ کو کوئی جدید بات معلوم ہو تو براہِ مہربانی آپ مجھے مطلع فرمائیں۔

اجمل حاذق الملک

(۲۰)

شہر دہلی

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام ۔ مرسلہ عنایت نامہ وصول ہوا، کھانے کے لیے اور جملہ پرہیز کی بابت میں نے مولوی سید علی صاحب سے کہہ دیا تھا امید ہے کہ ان کا خط آپ کی خدمت میں پہنچ گیا ہوگا جو پرہیز لکھا ہے اس کے موافق عمل میں لائیے، جملہ سابقہ شکایات کی نسبت مہربانی فرما کر مفصل حالات تحریر فرمائیے ۔

اجمل حاذق الملک

(۲۱)

دہلی ۵ مارچ

شیخنا المحترم زید مجدکم ۔ تسلیم عرض ہے!

حسب الحکم جناب حکیم صاحب قبلہ جناب کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا جاتا ہے، جمعہ تک مسہل تمام ہونا چاہیے ہفتہ سے جناب یہ نسخہ دو تین یوم تک نوش فرمائیں اس کے بعد اور نسخہ حضور کے واسطے ارسال کیا جائے گا۔

غذا میں دونوں وقت کھچڑی مونگ کی نوش فرمائیے ۔

خمیرہ گاؤزبان ورق نقرہ پیچیدہ ہمراہ شیرہ عناب در عرق شاہترہ برآوردہ شربت بنفشہ داخل کردہ

۱ تولہ ۱ عدد ۵ دانہ ۱۲ تولہ ۲ تولہ

تخم ریحان پاشیدہ بخورند ۔

۸ ۵

قبلہ و کعبہ ۔ مجکو سخت افسوس ہوا کہ میں عرصہ تک لکھنؤ میں رہا ابھی پانچ چھ یوم ہوئے دہلی آیا ہوں لیکن مجکو یہ خبر نہ ہوئی کہ حضور مسہل لینے والے ہیں ورنہ کچھ روز اور ٹھہر جاتا۔ قطب میاں صاحب سے ملاقات بھی برابر ہوتی رہی لیکن انھوں نے بھی کوئی ذکر آپ کے متعلق نہیں کیا۔ خداوند عالم جناب کو جلد سے جلد صحیح و تندرست کر دے ۔ فقط

آپ کا خادم سید علی آشفتہ

امید ہے کہ خیریت مزاج سے برابر مطلع فرماتے رہیں گے۔

(۲۲)

۳؍ مارچ دہلی

مخدومی زاد مجدکم ۔ تسلیم عرض ہے۔ نوازش نامہ ابھی مجکو ملا۔ مارالجبن کے ضائع ہو جانے کا افسوس ہوا، حکیم صاحب شب کو دہلی سے ایک مریض کو دیکھنے گوالیار تشریف لے گئے ہیں، آج کل تک واپس ہوں گے تشریف

لانے کے بعد جناب کا خط حکیم صاحب کو دکھا کر جو کچھ تجویز فرمائیں گے بذریعہ عریضہ جناب کو مطلع کروں گا۔ عرق ماء الجبن کی بوتل ارسال خدمت کر دی ہے۔ اب نبیذ کا نسخہ موقوف کر کے ان عرقیات کو جناب استعمال فرمائیں۔ زیادہ حد ادب۔

عریضہ ادب خادم سید علی آشفتہ

(۲۳)

۲۲ مارچ دہلی گلی قاسم جان

مخدومی زید مجدکم — تسلیم نیاز مندانہ قبول ہو!

نوازش نامہ موصول ہوا، جناب حکیم صاحب قبلہ سے حضور کی حالت عرض کی حکیم صاحب نے آپ کے درد کے واسطے یہ نسخہ تجویز کیا ہے اس کا استعمال فرمائیے۔

اشق باریک سائیدہ بروغن لسان ابنجہ بر پارچہ سرشتہ بر موضع وجع بمالند غذا کے متعلق جن جن چیزوں کے بارے میں حضور نے فرمایا تھا سب نوش فرما سکتے ہیں لیکن جب تک کمر میں درد ہے اس وقت تک پرہیز کیجیے۔

دانے جو جسم پر پڑتے ہیں وہ رفتہ رفتہ انہی دواؤں کے استعمال سے جو حضور نوش فرما رہے ہیں سب جاتے رہیں گے جناب کچھ زائد تردد نہ فرمائیں۔ فقط۔

زیادہ حد ادب

آشفتہ

(۲۴)

شریف منزل دہلی

۱۴ مئی ۱۹ء

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولینا عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام۔ مرسلہ عنایت نامہ وصول ہوا۔ حالات معلوم ہوئے۔ اس کو روزانہ صبح کے وقت پندرہ بیس روز تک استعمال کیجیے براہ مہربانی حالات سے مطلع فرمائیے۔ اجمل حاذق الملک۔

(۲۵)

شریف منزل دہلی

مکرم بندہ جناب مولینا صاحب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ عنایت نامہ پہنچا یادآوری کا شکریہ۔ مریض کے لیے نسخہ لکھتا ہوں پندرہ بیس روز تک استعمال کرا کر پھر حالات سے مطلع فرمائیے۔ امید کہ آپ مع متعلقین بخیریت ہوں گے۔

والسلام اجمل

(۲۶)

شریف منزل دہلی
۶ ستمبر ۲۲ء

مخدوم مکرم بندہ — السلام علیکم

آپ کا عنایت نامہ پہنچا اور عبداللہ خاں صاحب کا خط بھی پہنچ گیا تھا۔ مجھے آپ سے اس امر میں اتفاق ہے چونکہ میں ۲۹ ستمبر کی میٹنگ میں شامل نہیں ہو سکتا تھا اس لیے عبداللہ خاں صاحب کو بجائے ۲۹ ستمبر کے ۴ اکتوبر کو جلسہ کرنے کا تار دیا تھا چنانچہ انھوں نے تاریخ کی تبدیلی کو منظور کرایا ہے امید ہے کہ اس جلسہ میں ضرور تشریف لائیں گے۔

اجمل

(۲۷)

دہلی ۱۴ دسمبر ۲۲ء

مکرمی جناب مولینا عبدالباری صاحب

وعلیکم السلام۔ آپ کا والا نامہ جس کے ساتھ ایک اور تحریر ملفوف تھی ملا۔ مجھے افسوس ہے کہ کس طرح سے بدگمانیاں پھیلائی جاتی ہیں۔ میں آپ کے خط کا کوئی مفصل جواب نہیں لکھ رہا ہوں۔ بھائی معظم علی عنقریب گیا کانگریس سے پیشتر آپ سے ملنے کے لیے لکھنؤ آنے والے ہیں وہ آپ سے اس تحریر کی نسبت صحیح حالات بیان کر دیں گے۔ فقط

خاکسار اجمل

(۲۸)

حضرت مولانا مخدوم و محترم بندہ ادام اللہ ظلکم

وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ، گرامی نامہ رقم زدہ ۲۹ شوال مجھے ملا۔

جہاں تک حجاز کے متعلق واقعات ہندوستان کے مسلمانوں کے سامنے ہیں ان پر نظر کرتے ہوئے ڈیپوٹیشن کی کامیابی مجھے موہوم نظر آتی ہے تاہم اس تار کے مضمون سے سنٹرل خلافت کمیٹی کو مطلع فرمائیں تو نامناسب نہ ہوگا۔

والسلام اجمل

خطوط مولانا ابوالکلام آزاد

۲۳ - رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

صدیقی المحترم - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - تاخیر کے لیے خواستگار معافی ہوں۔ وفد حجاز کا مسئلہ نہایت اہم ہے اور نہایت ضروری - قطع نظر تبلیغ و تفہیم شریف کے ویسے بھی اس کی ضرورت مسلّم ہے - مجھے بھی گزشتہ روز خیال ہوا تھا۔ شوکت علی صاحب بھی متفق تھے لیکن پھر دوسرے مہمات پیش آ گئے اور بات نسیاً منسیاً ہو گئی۔ اگر آپ حضرات کی رائے ہوئی کہ مجھے جانا چاہیے تو ضرور اس کی تعمیل کروں گا۔ البتہ تمام ضروریات اور حالات پر نظر ڈال لینی چاہیے - ہندوستان کے اندرونی حالات اس وقت نہایت پیچیدہ ہو رہے ہیں - سفر کی اصلی نازک منزل اب پیش آئی ہے - ہر طرف مہلکات و آفات کا ہجوم ہے - بعض تازہ حالات جو پیش آئے ہیں میرے خیال میں خوش آیند نہیں اور مشورہ و فکر کی سخت ضرورت درپیش ہے۔ بہر حال عید کے بعد کسی مقام پر یکجا ہو کر مسئلہ وفد حجاز پر مزید غور کر لیا جائے - اگر یہی رائے قرار پائے کہ مجھے چلا جانا چاہیئے اور یہاں موجودگی ضروری نہیں تو میرے لیے حضور یوم اور ادائے حج سے بڑھ کر اور کونسی بات موجب ابتہاج و مسرت ہو سکتی ہے - عید کے بعد بمبئی کا قصد ہے - اس بارہ میں اگر اور کچھ مراتب طے ہوں تو مطلع فرمائیے - جناب کی جو تحریر ہمدم میں شایع ہوئی تھی میں اب تک اس سے بے خبر تھا - لیکن آج بعض احباب کے خطوط بریلی اور بجنور سے آئے تو اس کی جستجو ہوئی اور مولوی عبدالرزاق صاحب نے وہ پرچہ دکھلایا - افسوس کہ زمانہ اپنے حق پرستانہ سلوک کا مستحق نہیں - جناب نے تو کمال درجہ حق پرستی و شرف نفس و طریق ایمان و اخلاص سے کام لیا لیکن مخالفین ان پر فساد طبع کی وجہ سے اس کو دوسری جانب لے گئے اور طرح طرح کی نئی بنیادیں اٹھا دی ہیں - بہتر یہ ہے کہ بحکم و اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما ان لوگوں کی جانب توجہ ہی نہ کی جائے اور بالکل خاموشی اختیار کر لی جائے -

مخلصکم - ابوالکلام کان اللہ لہٗ

(۲)

صدیقی الجلیل الاجل - سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - مسٹر قدوری کے خط کی نسبت عرض حال میں بہت تاخیر ہوئی - خواستگار معافی ہوں - سفر ناگپور کے بعد سے گزشتہ جمعہ تک مستقل بیمار رہا۔ تمام اشغال متروک و مہجور رہے - مسٹر قدوری کا ایک خط اس سے پہلے لالہ لاجپت رائے صاحب کے ذریعہ مل چکا ہے - میں نے اوسی وقت اس معاملہ پر غور کیا تھا لیکن اونکی تجویز بعد از وقت نظر آئی - وہ اب مسٹر محمد علی کی شکایت کرتے ہیں - یہ بھی بے محل اور بے نتیجہ ہے - اب نہ تو کوئی وفد بھیجا جا سکتا ہے اور نہ کوئی قدم پیچھے ہٹایا جا سکتا ہے - معاہدۂ ترکی کا نفاذ ناممکن تھا اور اب فیصلہ کن وقت قریب آگیا ہے اب جو کچھ ہوگا واقعات کے اٹل فیصلہ سے ہوگا اور ہم کو صرف انتظار ہی کرنا چاہیئے -

لکھنو خلافت کانفرنس کا انعقاد بہت ضروری تھا اور الحمد للہ کہ اس کا سر و سامان ہوا - مسٹر محمد علی کہتے ہیں کہ مقررہ تاریخوں میں انھیں فرصت نہ ہو گی - اگر ممکن ہو تو وقت بدل دیا جائے اور وہ اطراف کے دیہاتوں کا مسئلہ نہایت اہم ہو گیا

ہے اگر بروقت اس کی اصلاح نہ ہوئی تو پوری تحریک اس سے مضرت اٹھائے گی۔ بالفعل اس کا صرف یہی ایک علاج ہے کہ ایسی جماعتوں کو نہایت سختی کے ساتھ امتناع و سکوت پر مجبور کیا جائے۔ بغیر کسی طرح کی پولٹیکل دعوت ان کے سامنے نہ پیش کی جائے اور ان کو سمجھایا جائے کہ ان کا اپنی حالت پر سردست قانع رہنا ہی سب سے بڑی ملکی خدمت ہے۔ اگر ان جماعتوں میں سردست کام شروع کیا گیا تو اس کے مشکلات ہماری تمام قوتوں کو الجھا لیں گے۔

امید ہے کہ جناب مع الخیر ہوں گے۔ مخلصکم الوالے فقیر ابوالکلام کان اللہ لہٗ

(۳)

۲۹ شوال ۱۳۳۰ھ

جناب الجلیل الاعز۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ ان شاء اللہ طبع مبارک قرین صحت و اعتدال ہو۔

(۱) کل ایک نہایت معتبر ذریعہ سے ایک عجیب خبر سننے میں آئی یعنی بعض حضرات متبدع نے باشارہ حکام جناب والا سے خواہش کی کہ ایک تحریر الہلال اور فقیر کے خلاف ارقام فرما دیں چنانچہ جناب نے لکھ دی۔ اس کا مضمون یہ ہے کہ الہلال کی ضمانت کے واقعہ سے ہم کو نہایت مسرت ہوئی وہ اس سے زیادہ کا مستحق تھا وہ کوئی مذہبی و دینی رسالہ نہیں بلکہ اس کی تحریرات و آرا مذہب کے لیے نہایت مضر اور قوم کے لیے گمراہ کنندہ ہیں۔ اڈیٹر الہلال محض ایک جاہل شخص ہے۔ علوم دینیہ سے ناآشنا ہے محض وغیرہ وغیرہ۔ اختلاف رائے دوسری شے ہے اور الہلال کے متعلق اگر کسی شخص کی یہ رائیں ہوں تو کوئی حرج کی بات نہیں۔ لیکن میں جناب والا سے اس امر کو نہایت بعید بلکہ ابعد سمجھتا ہوں کہ کوئی اس قسم کی تحریر باشارہ حکام لکھیں۔ تاہم چونکہ وسیلہ علم معتبر ہے اس لیے نہایت ممنون ہوں گا اگر اصلیت سے مطلع فرمائیں۔ بشرطیکہ کچھ ہو۔

(۲) مسئلہ کانپور کے معاملات میں جو نئے تغیرات ہوئے ہیں مجھ سے بھی بغرض مشورہ بیان کیے گئے۔ جناب کی رائے مبارک بھی معلوم ہوئی کہ ان حالات میں سرِ صلح ختم کر دینا چاہیے تاہم یہ معاملہ نہایت پیچیدہ ہے اور ذمہ داری عند اللہ و عند الناس شدید اس لیے امید ہے کہ جناب اپنی آخری رائے کے اظہار میں کمال حزم و احتیاط سے کام لیں گے۔

فقیر ابوالکلام کان اللہ لہٗ

(۴)

۵ اکتوبر

جناب الجلیل الاعز۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ والا نامہ گرامی پہونچا۔ جناب یقین فرمائیں کہ خود مجھ کو بھی اس روایت پر ایک لمحہ کے لیے یقین نہ ہوا۔ تاہم ضروری تھا کہ خود جناب کو بھی اطلاع دوں اور یہ بھی خیال ہوا تھا کہ ممکن ہے اس کی بنیاد کوئی دوسرا واقعہ ہو۔ اور اس کو بہ تغیر و تحریف بیان کیا گیا۔ راوی کی نسبت کیا عرض کروں لکھنؤ کے ایک معزز شخص ہیں اور شاید یہی بہتر ہے کہ ان کو ان کے خیال پر چھوڑ دیا جائے۔ معاملہ کانپور کی نسبت جناب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے یہ مجھ کو مسٹر مظہر الحق کی زبانی معلوم ہو گیا تھا اور وہ مجھ سے اس بارہ میں مشورہ لینے کلکتہ تشریف لائے تھے۔ البتہ علاوہ واپسی زمین منصوبہ

کے اور جو شرائط مصالحت جناب نے تحریر فرمائے ہیں انھوں نے نہیں بتلائے صرف مسئلہ مسجد کی نسبت تذکرہ کیا تھا مجھ کو اس کی نسبت جو کچھ عرض کرنا ہے وہ کسی قدر تفصیل طلب ہے۔ آج نہایت مشغول ہوں۔ اس عریضہ کو صرف تعلیقہ مبارک کی رسید تصور فرمائیے انشاء اللہ آج رات کو بالکل کسی وقت فرصت نکال کر مفصل عریضہ لکھوں گا۔

فقیر ابوالکلام کان اللہ لہٗ

(۵)

جناب اعزّ۔ السلام علیکم۔ بعض ضرورتوں کی وجہ سے آج ٹھہر گیا اور اس وقت حاضر ہوا کہ ایک امر اہم کے متعلق کچھ عرض کروں۔ لیکن جناب تشریف نہیں رکھتے۔ اب میں تو کل جاتا ہوں۔ لیکن نواب علی حسن خان غالباً کل آپ سے ملیں گے۔ ندوہ کے متعلق آخری کوشش، اصلاح ہم سب کا نصب العین ہونا چاہیے، اور میں چاہتا ہوں کہ ایک مرتبہ تھوڑی سی زحمت گوارا فرما کر جناب اس بارہ میں سعی فرمائیں بصورت ناامیدی دیگر وسائل اختیار کیے جائیں گے۔ لیکن مصالحت کی سعی کو تا انتہا ضرور پہونچانا چاہیے۔ بہت ممکن ہے کہ اس کے متعلق کچھ امور ایسے ہوں جن کی بنا پر آپ اس میں دخل دینا پسند نہ فرمائیں۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ جو حالت ہو رہی ہے وہ اب حدِ سکوت سے بالکل گزر چکی ہے اور ایک اہم کام کو اپنی آنکھوں کے سامنے تلف ہوتے دیکھنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا اور سعی اصلاح کے لیے کامیابی کا اذعان ضروری نہیں ہے۔ کاش آپ سے ملاقات ہوتی تو بہت سی ضروری تفصیلات تھیں۔ لیکن بہرحال مجھے امید ہے کہ جناب کو سعی و کوشش سے انکار نہ ہوگا۔ اس کے طرق و تدابیر کے متعلق نواب علی حسن مل کر بعض امور پیش کریں گے۔

فقیر ابوالکلام

تار از رانچی

عید کی دلی مبارک باد اور استقلال کی کامیابی کے لیے دعا۔ ابوالکلام از رانچی

خط، محمد علی مینجر البلاغ پریس

۲۰ راپریل ۱۹۲۰ء

مکرمی۔ السلام علیکم۔ گرامی نامہ پہونچا۔ یہاں بڑی دقت یہ ہے کوئی لیتھو پریس نہیں نہ کاپی نویس اور یہ تمام چیزیں پتھر ہی کی چھپائی میں بہتر ہیں۔ مجبور ہو کر خلافت کمیٹی اپنے روزانہ اخبار اور پریس کا انتظام کر رہی ہے۔ پس اگر جناب لکھنو میں بالفعل اس فتوے کی چھپائی کا خلافت کمیٹی بنگال کی جانب سے انتظام فرمادیں تو بہت بہتر ہو۔ تمام مصارف یہاں سے دیئے جائیں گے۔ چونکہ فتویٰ استفتا کے پیرایہ میں ہے اس لیے عوام کے لیے صاف صاف مطالب و احکام (درج کئے جاویں) مولانا ابوالکلام نے فتویٰ کے آخر میں اس کا (کچھ اہم حصہ) لکھ کر شامل کر دیا ہے۔ بذریعہ تار مطلع فرمائیے۔ مسودہ کا خلاصہ بھیج دیا جائے۔ دس ہزار چھپے گا۔

خاکسار محمد علی مینجر البلاغ پریس

خطوط، مولانا ظفر علی خاں

بسم اللہ تعالےٰ

کرم آباد۔ یکم نومبر ۱۹۱۶ء

مولانا المفضال۔ سلام اللہ علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

عزیز از جان اختر علی خاں سے یہ معلوم کر کے تشویش ہوئی کہ نصیب اعدا جناب کی طبیعت ناساز ہے۔ اللہ تعالیٰ جناب کو اس قوم کے سر پہ سلامت رکھے جس کی نسبت میرا عقیدہ یہ ہے کہ

بے سری رہ گئی ہے قوم ہماری ساری
رہ گئے ہیں فقط ایک مولوی عبدالباری

اس دور افتادہ کے لیے آپ نے جو ہمدردی ظاہر فرمائی ہے یہ اخلاصمند دل اس کی سپاس گزاری میں سر وقت لبریز رہتا ہے۔ جناب راجہ صاحب محمود آباد نے احیائے طب کا جو سلسلہ جاری فرمایا ہے دائرۂ معارف شرفیہ اس کی تکمیل کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دینے پر آمادہ ہے۔ جناب ممدوح نے ۲ نومبر کو اس کے لیے ایک رقم عنایت فرمانے کا وعدہ کیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ جناب کے ہوتے ہوئے مجھے یہاں سے کسی کو بھیجنے کی ضرورت نہیں کہ خود آپ کی معارف نوازی جناب سید سجاد حیدر صاحب بی اے سکرٹری جناب راجہ صاحب سے یہ رقم خود ابدولت میں بھجوا دے گی۔ فقط۔

بندۂ محبت ظفر علی خاں

(۲)

کرم آباد۔ ۱۴ رمضان المبارک

مولانا۔ السلام علیکم

راجہ سر علی محمد خان بہادر کے نام میں نے ایک خط لکھا ہے جس کی نقل آپ کے ملاحظہ کی غرض سے پیش کی جاتی ہے۔ اس نیاز نامہ سے جس کا حقیقی رُوئے سخن آپ کی طرف ہے۔ کل کوائف معلوم ہوں گے۔ ناموسِ شریعت کی حفاظت کے لیے جو جو کوششیں آپ فرما رہے ہیں وہ آپ ہی کا حصہ ہیں۔ مسلمانانِ ہند کی گردنیں ہمیشہ اس بوجھ کے تلے دبی رہیں گی۔

خدائے بزرگ و برتر آپ کو اجر موفور عطا فرمائے۔

ارادت کیش ظفر علی خاں

(۳)

کرم آباد۔ ۱۶؍ جولائی ۱۹۱۶ء

سالارِ قوم۔ السلام علیکم۔ جس غائبانہ ہمدردی کا اظہار میرے زمانۂ نظربندی میں جناب نے میرے ساتھ فرمایا ہے اور جو کوششیں میری تکالیف کو کم کرنے کے خیال سے جناب نے در پردہ فرمائی ہیں ان کا علم وقتاً فوقتاً مجھے ہوتا رہا ہے۔ اور اگر اس سے قبل میرے منت پذیر دل کے جذبات امتنان و تشکر کو براہِ راست آستانۂ عالی پر رسائی نہیں ہوئی تو اس کی وجہ کوتاہی عزم نہ تھی بلکہ وہ مجبوریاں تھیں جنھوں نے میری زبان پر مہرِ سکوت لگا رکھی تھی اور میرے قلم کو توڑ رکھا تھا۔ میری آزادی کو سلب ہوئے کامل ایک سال نو مہینہ ہوتے ہیں اس عرصہ میں جن مشکلات کا مقابلہ مجھے کرنا پڑا۔ ان کی تفصیل سے میں جناب کی ان پریشانیوں میں اضافہ نہیں کرنا چاہتا جو سردارِ قوم ہونے کے لحاظ سے اس زمانہ پر آشوب میں جناب کا حصہ ہیں۔ اب بعض واقعات سے کشاد کار کی کچھ صورت نظر آتی ہے اور اسی لیے یہ عریضہ خدمت والا میں بھیج رہا ہوں۔ اس نیاز نامہ میں صرف اس قدر عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ جب مداخل کا ہر طرح سے سدِباب ہو گیا اور مخارج کا سلسلہ باوجود بہت کچھ قطع و برید کے پھر بھی اس حد تک قائم رہا کہ سفید پوشی نبھی چلی جائے تو بدرجہ مجبوری میں نے سرکار کے دروازہ پر دستک دی اور ایک طویل الذیل عرضداشت میں اپنی گزشتہ اخبار نویسانہ زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے اول تو ان غلط فہمیوں کے ازالہ کی کوشش کی جو بعض بزرگواروں کی لگاتار سرگرمی نے میری طرف سے سرکار کے دل میں بٹھا رکھی ہیں اور اس کے بعد یہ گزارش کی کہ جب اخبار نویسی سے میرا تعلق ملک کے حق میں اس درجہ مضر سمجھا گیا ہے تو میں اس شغل سے دست بردار ہوتا ہوں اور دورانِ جنگ میں یا اس کے بعد اس مدت کے لیے جسے سر مائیکل اوڈوائر کی گورنمنٹ تجویز کرے عہد کرتا ہوں کہ نہ اخبارات سے کوئی تعلق رکھوں گا نہ کوئی جلسہ کروں گا نہ کوئی تقریر کروں گا۔ لیکن چونکہ دنیا چھوڑی نہیں جاتی اور اہل و عیال ساتھ لگے ہوئے ہیں اس لیے یا تو مجھے آزاد کیا جائے تاکہ "روٹی بھی کما کھائے کسی طور مچھندر" ورنہ مجھے بتایا جائے کہ کسبِ معاش کی میرے لیے کیا شکل ہو سکتی ہے۔ اسی سلسلہ میں میں نے مجملاً یہ بھی لکھا تھا کہ اگر میں آزاد کر دیا جاؤں تو میرا ارادہ ہے کہ شکر سازی کا ایک کارخانہ وسیع پیمانہ پر پنجاب میں قائم کروں جس کی کامیابی کے لیے اس جنگ نے دروازہ کھول رکھا ہے۔

میری اس عرضداشت کے جواب میں مسٹر ٹامکنس ڈپٹی انسپکٹر جنرل محکمہ تفتیش جرائم نے (کہ گورنمنٹ کے ساتھ میری خط و کتابت انھیں کی وساطت سے ہوا کرتی ہے) لکھا کہ گورنمنٹ آپ کو کرم آباد میں ضرورت سے زیادہ ایک منٹ کے لیے بھی مقید رکھنا نہیں چاہتی اور جب آپ اخبار نویسی سے قطع تعلق کرنے اور جلسوں کے انعقاد اور ان میں تقریریں کرنے سے محترز رہنے پر آمادہ ہیں تو سر مائیکل کی گورنمنٹ کو ان قیود کو کلاً یا جزواً اٹھا دینے میں توقف نہ ہوگا جو آپ پر فی الحال عاید ہیں۔ لیکن یہ ہمیں بصراحت معلوم ہونا چاہیے کہ بعد حصولِ آزادی آپ اپنی زندگی کس طرح گزاریں گے اور ملک کی حیاتِ عامہ کے ساتھ اس کا بلحاظ اس کی سرگرمیوں کے کیا تعلق ہوگا۔ پس آپ پوری تفصیل کے ساتھ اپنی اس تجویز کو قلمبند کرکے جلد بھیج دیجیے جس کا قیام کارخانہ

شکر سازی کے متعلق آپ نے اپنی چٹھی میں اجمالی ذکر کیا ہے۔ موسم برسات شروع ہو گیا ہے۔ دورہ پر جانے والا ہوں اور امید ہے میں آپ سے کرم آباد میں مل کر زبانی گفتگو کر سکوں گا۔ اس چٹھی کے جواب میں میں نے کارخانہ شکر سازی کی تجویز بالتفصیل قلمبند کر کے بھیجدی۔ جس کا لب لباب یہ تھا کہ پانچ لاکھ روپیہ کے سرمایہ سے یہ کارخانہ شروع کیا جائے گا اور سرمایہ کی فراہمی کے لیے ایک کمپنی قایم کی جائے گی اور اس خیال سے کہ غریب سے غریب زمیندار بھی اس کا حصہ دار ہو سکے۔ ایک حصہ کی مالیت دس روپیہ رکھی جائے گی لیکن مجھے چونکہ کام چلتا کرنے کے لیے ابتدا میں روپیہ کی ضرورت ہوگی اس لیے گورنمنٹ اگر مجھے بیس ہزار روپیہ مرحمت فرمائے تو اس کی عین نوازش ہوگی اور ایسی حالت میں جب کہ زمیندار اور اس کے پریس کے بند ہو جانے سے ایک قیمتی کارخانہ بیٹھ گیا ہے اور اس کے علاوہ ضبطی ضمانت و پریس کی شکل میں وقتاً فوقتاً میری جیب سے تیس ہزار روپیہ کی رقم خزانہ سرکاری میں داخل ہو چکی ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ گورنمنٹ جو جلال میں آ کر ایک لغزش قلم کی اتنی بڑی سزا دے سکتی ہے وہ اپنی شانِ جمالی دکھانے میں بھی فیاضی و کرم گستری کا حق ادا کرے گی خصوصاً جبکہ میں ایک ایسے کوچہ میں قدم رکھنے لگا ہوں جو بالکل نیا ہے اور جس کی رہ پیری زاد و راحلہ کی خصوصیت سے متقاضی ہے۔ اس تجویز کو بشرح و بسط بر رقم کرتے ہوئے تمہید میں میں نے شومیٔ قسمت سے کہیں حسب ذیل فقرہ لکھ دیا۔

اس بات کی ضمانت کہ جو وعدے میں نے اخبار نویسی سے دستکش ہونے اور مجالسِ عامہ میں تقریروں سے محترز رہنے کے بارہ میں کیے ہیں ان پر میں قایم رہوں گا اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس ملک میں گورنمنٹ کی رستے کی مزاحمت یا مخالفت کرنا ناممکن ہے جہاں قدم قدم پر شبہات سنگِ راہ ہوں وہاں اس سے زیادہ اطمینان کوئی اور کیا دلا سکتا ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ ایسی ضمانت اور ایسا اطمینان برطانوی شہنشاہیت کے اس تصور کی توہین ہے کہ استعماری سیاسیات میں انگلستان کی کامیابی کا کفیل زورِ شمشیر نہیں بلکہ تالیفِ قلب ہے۔ کاش سر مائیکل اوڈوائر اس بات کو باور فرمائیں کہ برطانوی شہریت کے گرانمایہ حقوق سے جو تمام دوسرے ابنائے وطن کا حصہ دورانِ جنگ میں یا اس مزید مدت کے لیے جسے سر مائیکل تجویز فرمائیں برضا و رغبت خود دستکش ہونے میں مجھ پر کسی خوف نے اثر نہیں ڈالا بلکہ یہ عقیدہ میرے اس فیصلہ کا محرک ہوا ہے کہ میرا ایثار گورنمنٹ کے کام آئے گا کہ اس ملک کے لیے کس نصب العین کا قایم کرنا صرف اسی کے دستِ اقتدار میں ہے۔ اس چٹھی کے جواب میں مسٹر ٹامکنس تحریر فرماتے ہیں۔ آپ کی چٹھی کا پہلا حصہ سیاسی مباحث سے بھرا ہوا ہے جن کے ایک حصہ سے مجھے مذاق فاسد کی بو آتی ہے اور یہ تحریر ایسی نہیں ہے کہ آپ کی مشکل کشائی میں ممد و معاون ہو سکے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ برطانوی شہریت کے گرانمایہ حقوق سے دست کش ہونے کا مفہوم آپ کے ذہن میں کیا ہے۔ شاید آپ ابھی تک اس نقصان کا اندازہ نہیں کر سکے جو آپ کی بعض تحریرات اور تقریروں سے ملک کو پہنچا ہے اور جو متعدد اور بے سود تنبیہات کے بعد مفادِ عامہ کے لیے کرم آباد میں آپ کی نظر بندی پر منتہی ہوئیں۔ اگر ہز آنر لفٹنٹ گورنر آپ کی اس چٹھی کو دیکھ پائیں تو آپ کے ان خیالات کو دیکھ کر آپ کے مفید مطلب فیصلہ کرنے پر کبھی آمادہ نہ ہوں۔ لیکن اس مراسلت میں جو آپ کے ساتھ ہو رہی ہے جس کا کارخانہ شکر سازی کے قیام کے متعلق آپ کی تجویز سے بحث ہے مسٹر ٹاؤن شنڈ ڈائرکٹر محکمہ زراعت کی عنایت آمیز و ساطت سے میں نے آپ کے لیے . . . مسٹر بارنس کی رائے حاصل کی ہے جو ماہر فن شکر سازی ہیں

کس حد تک حاصل ہوتا ہے۔ نیازمند ظفر علی خاں۔

اس تمام تفصیل سے جناب کی سمع خراشی دو امور کو مدِ نظر رکھ کر کی گئی ہے۔ اوّلاً حکومت کے ساتھ میرے موجودہ تعلقات کی نوعیت آپ کو معلوم ہو جائے اور اگر ممکن اور مناسب ہو تو آپ کا ناخنِ تدبیر اس عقدہ کی آخری گرہ کو کھول سکیں۔ ثانیاً حکومت سے بروقت کسی امداد کے ملنے کی صورت نظر نہیں آتی اور چونکہ میری پابندیوں کا سلسلہ بدستور قائم ہے اور میں کہیں جا نہیں سکتا اس لیے بجز اس کے کہ میرا دست استمداد انہیں سے اون کی طرف بڑھے جو حقیقی معنوں میں ہماری قومی کشتی کے ناخدا ہیں اور کوئی چارہ نہیں۔ یہ ایک علمی کام ہے جس کا تفصیلی پروگرام آپ کی خدمت میں متعاقب پہونچے گا اور اگر یہ آپ کی توجہات سے چل نکلا تو اس سے ہماری قوم کو یقیناً بڑے بڑے فائدے حاصل ہوں گے۔ فی الحال اس کام کو شروع کرنے کے لیے مجھے پانچ ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔ یہ حقیر رقم جو آپ کی اور آپ کے خاص خاص ہم مشرب احباب کی ایک ادنیٰ توجہ سے فراہم ہو سکتی ہے میں بطور قرض حسنہ چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ میں بہت جلد اس رقم کو لوٹا سکوں گا۔ اگرچہ بارِ احسان سے گردن ہلکی نہ ہو سکے گی۔ دائرہ تراجم مشرقیہ کے علاوہ کسی دوسری سود مند تجویز کی ذیل میں ایک ہفتہ وار علمی رسالہ بھی آجاتا ہے جس میں سیاسیات کو چھوڑ کر باقی ہر موضوع پر سبق آموز اور بیش افروز مضامین لکھے جا سکتے ہیں۔ عمدہ کتابوں پر ریویو کیا جا سکتا ہے۔ جو کتابیں قابلِ ترجمہ ہوں اون کے متعلق مترجمین کے معلومات میں اضافہ کی غرض سے ضروری مواد درج کیا جا سکتا ہے گویا یہ رسالہ اس دائرۃ المعارف کا نقیب ہوگا۔

زمیندار کے بیس ہزار ناظرین میں سے اگر چار ہزار بھی اس رسالہ کے خریدار ہو گئے جس کی ایسی حالت میں کہ گورنمنٹ کی طرف سے مجھے اس کی اجازت گویا مل ہی چکی ہے پوری توقع ہے تو یہ بجائے خود آمدنی کا ایک ذریعہ ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ دایرۃ المعارف کی کتابیں ہوں گی۔ موزوں کتابیں منتخب کر کے مترجمین کو مقابلہ کے اصول پر دعوت دی جائے گی اور بہترین تراجم کی اشاعت کا انتظام کیا جائے گا۔ "اسکاٹ کی ہسٹری آف دی مورش امپائر ان یورپ" کا ترجمہ میں اپنے قید کے زمانہ میں کر تا رہا ہوں۔ بہت بڑی ضخیم کتاب ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسے دو دو سو صفحات کے حصوں میں شایع کیا جائے۔ پہلا حصہ تیار بھی رکھا ہے انتخاب کتب میں خاص لحاظ اس بات کا کیا جائے گا کہ ہر مذاق کے ناظرین کی ضروریات بہم پہونچائی جائیں اور کوشش کی جائے گی کہ با مذاق ناظرین کی ایک ایسی معقول تعداد مہیا ہو جائے جو ہمیں اجازت دے دے کہ سال میں ایک خاص رقم مثلاً چوبیس روپیہ یا اس سے نصف کی مالیت کی کتابیں جو دائرۃ المعارف کی معرفت تیار ہوں ان کے نام بھیجدی جایا کریں۔ چونکہ عہدِ جدید کی دماغی جد و جہد نے اس قسم کا ایک بڑا گروہ پیدا کر دیا ہے اس لیے مجھے امید ہے کہ کئی ہزار اشخاص ایسے پیدا ہو جائیں گے جو دائرۃ المعارف مجوزہ کی رکنیت ان شرائط پر قبول کریں گے اور اس طور پر مالی اعتبار سے یہ تجویز جلد کامیاب ہو گی۔ مجھے امید ہے کہ آپ کا ذوقِ سلیم ان چند اشاروں سے اس کام کی اہمیت کا پورا اندازہ خود کرے گا۔ اس کا جواب مجھے جلد ہی مرحمت ہو کیونکہ اچھے کام میں دیر نہیں ہونی چاہیے اور میں اس کام کو جلد شروع کرنا چاہتا ہوں۔[1]

کرم آباد ۱۶ر فروری ۱۹۱۶ء نیازکیش ظفر علی خاں

---

[1] مولانا کا یہ خط اور اس کی جملہ تفصیلات، جذباتی اور وقتی لمحوں کی روداد ہیں۔ الحمدللہ کہ مولانا کا بعد کا کردار، اس خط کی نفی کرتا ہے۔ (ادارہ)

خطوط، پنڈت موتی لال نہرو

۳ر اپریل ۱۹ـــــء

جناب مولانا صاحب تسلیم و نیاز

بندہ آج بغرضِ شرکت میٹنگ کونسل الہ آباد سے آیا ہے اور جناب راجہ صاحب محمود آباد کی کوٹھی پر مقیم ہے۔ کل صبح الہ آباد واپس جانے کا ارادہ ہے، باعثِ تکلیف دہی یہ امر ہے کہ زیارتِ جناب کا خواستگار ہے جو وقت بعد ۵ بجے شام کے آج عنایت ہو اس وقت حاضر ہوں گا۔ فقط۔

موتی لال نہرو

(۲)

آنند بھون الہ آباد

۲۸- اپریل ۱۹ـــــء

مخدوم جناب مولانا صاحب تسلیم و نیاز

والانامہ مورخہ ۱۷ر رجب ۱۳۳۸ھ میری عدم موجودگی میں صادر ہوا تھا۔ میں کل سفر بمبئی و احمد آباد و دہلی سے واپس آیا ہوں، جناب کے مضامین مطبوعہ اخوت شایانِ حب الوطنی پہنچے ہیں فوراً سید حسین صاحب اڈیٹر انڈیپنڈنٹ کے حوالے کر دیئے گئے اور وہ اُن کا ترجمہ خود کر رہے ہیں یقین کہ دو ایک روز میں شایع ہو جاوے گا بشرطیکہ انڈیپنڈنٹ بھی اس عرصہ میں قصائے ناگہانی ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کا شکار نہ ہو جائے آج کل ہر دم غنیمت ہے، بعد بمبئی کرانیکل کے غالباً انڈیپنڈنٹ ہی کی باری ہے، یہاں تو آپ کی رہنمائی میں یہ مقولہ ہے، ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم۔ زیادہ نیاز

کمترین موتی لال نہرو

(۳)

الہ آباد

۱۱ر نومبر ۱۹۲۰ء

جناب مولانا صاحب مکرم بندہ زاد الطافہٗ

تسلیم۔ والانامہ بمقام بمبئی ایسے موقع پر ملا جب دو دو تین تین جلسے روزانہ ہو رہے تھے اور صبح سے آدھی رات تک فرصت دشوار تھی، اس درمیان میں گاندھی صاحب تشریف لے آئے اور ان کی ہمراہی میں ناسک اور پونا جانے کا اتفاق ہُوا، ان مقامات پر اور بھی زیادہ عدیم الفرصتی رہی ان وجوہات سے والانامہ کے جواب میں تاخیر ہوئی، خواستگارِ معافی

ہوں۔ جناب کی تحریر کئی مرتبہ نہایت توجہ کے ساتھ پڑھی اور سفر نامہ لک میں بموجودگی معظم علی[1] صاحب جو ساتھ تھے، گاندھی جی کو بھی سنائی اور اس کی نسبت کچھ عرصہ تک گفتگو رہی، غالباً گاندھی صاحب اس کے متعلق براہِ راست تحریر کریں گے۔ میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو کوئی موقع جلد حاصل کرکے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور زبانی عرض کروں، مگر اس قدر کہنا فی الفور ضروری ہے کہ جو افواہ جناب تک پہنچی ہے اس میں شاعری کی حد سے زیادہ مبالغہ کیا گیا ہے۔ میں ایسا ضعیف الاعتقاد نہیں ہوں کہ ایک قصد مصمم کو مہینوں کے غور اور فکر کے بعد مستحکم طور پر قائم کرکے ایک آن واحد میں ترک یا تبدیل کردوں۔ آپ اطمینان فرماویں کہ مجھ کو کسی ایسے امر میں جس پر مجھے رائے زنی کا منصب ہے آپ سے اختلاف نہیں ہے جو باعث کبیدگی ہو اور اگر بالفرض ہوتا بھی تاہم ہندو مسلمان کے بیش بہا اتحاد کو اس اختلاف پر نثار نہیں کرسکتا۔

احکام شرع شریف کو متعین کرنا آپ کا حصہ ہے کہ جو معاہدہ ہمارے اور آپ کے درمیان ہے اس پر بیشک ہر فریق کو بحث کرنے کا منصب ہے۔ جو کچھ عرض کرنا ہے وہ اس معاہدہ کے متعلق ہوگا اور امید قوی ہے کہ بعد گفتگو محض لفظی فرق رہ جاوے گا کہ جس کا اثر معاہدہ اور تعلقات باہمی پر کچھ اثر نہ ہوگا۔ گاندھی صاحب کا قصد ہے خواہ ۸ نومبر کو یہاں تشریف لانے کا ہے۔

زیادہ نیاز

نیازمند موتی لال نہرو

(جواب از مولانا) کرم فرمائے مخلصان دامت معالیہ بعد آداب التماس ہے کہ نامہ مکرمت مورخہ ۱۱ نومبر موصول ہوا۔ مجھے خود اطمینان تھا کہ جواب میری تحریر کا بوجہ سفر و خدمات قومی کے نہیں بھیجا جاسکا ہے اس وجہ سے خود کوئی خیال نہ تھا مگر مخلصین اور برادر مسموع ہوتی رہتی تھیں جن کے باعث دل چاہتا تھا کہ جواب آجاوے تو یکسوئی ہو جاوے۔ مجھے جیسی توقع تھی ویسا ہی جواب ملا۔ میں خود چاہتا ہوں کہ جلد تر گاندھی صاحب سے ملوں ——— مگر ان دنوں تک قاصر ہوں۔ جیسے ہی موقع ہوا ملوں گا۔ گاندھی صاحب کی تحریر نہایت معقولیت سے شائع ہوئی ہے مگر ابھی براہ راست مجھے کوئی تحریر ان کی موصول نہیں ہوئی ہے۔ امید ہے کہ مخلصانہ مشورے سے بعد کوئی امر غیر اطمینانی باقی نہ رہے گا۔

(۴)

آنند بھون الٰہ آباد
۱۹ دسمبر [illegible]

جناب مولانا صاحب مکرم، تسلیم

قافلہ مرسلہ بخیریت تمام پہنچا، رامچندر کو بالفعل یہاں رکھنے کا ارادہ ہے، آئندہ حسب ضرورت ان سے کام لیا جائیگا۔ باقی حالات بدستور ہیں، کلکتہ کے طلبہ کی ہمت و جوشِ قومی کا حال آپ نے سنا ہی ہوگا، گاندھی جی ۱۲ نومبر کو بمبئی سے کلکتہ روانہ ہونے والے ہیں شاید میں بھی جاؤں کیونکہ داس نے بلایا ہے بنارس میں یونیورسٹی قائم ہو چکی ہے تدبیر معقول ہو رہی ہے امید کہ جنوری کے آخر تک کالج کھل جاوے۔

زیادہ نیاز

کمترین موتی لال نہرو

---

[1] برادر بیگم محمد علی مرحوم) معظم علی صاحب بیرسٹر ایٹ لاء بن مظفر علی خاں بن اصغر علی خاں بن علی بخش خاں

(۵)

رام گڈھ ضلع نینی تال
۱۵ ر جون ۱۹۲۱ء

جناب مولانا صاحب مخدوم

تسلیم والا نامہ بدریافت حال صحت نیاز مند موصول ہو کر باعث مشکوری و ہمدردی جناب والا ہوا، میری طبیعت عرصہ سے ٹھیک نہیں تھی مگر بوجہ مصروفیات اس کی طرف توجہ کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یکایک دمہ کا سخت دورہ ہوا جو قریب دو ہفتہ کے جاری رہا اور اب تک اس کا خمیازہ باقی ہے، میں الموڑہ سے کل یہاں پہنچا عنقریب دو ہفتہ یہاں کی آب و ہوا کا امتحان کرنے کا ارادہ ہے۔ امید ہوتی ہے کہ اس عرصہ میں ضعف بھی رفع ہو جائے گا اور دمہ کا بھی اندفاع ہو جائے گا۔ زیادہ نیاز

نیاز مند موتی لال نہرو

(۶)

۴۔ اگست

مکرمی مولانا عبدالباری صاحب

تسلیم۔ ایک امر اخلاقی کے متعلق آپ سے مشورہ چاہتا ہوں، آج کل یہ رواج ہو گیا ہے کہ ہر مسلمان جو مہم ترک موالات میں کچھ حصہ لے اور بالخصوص جس پر کوئی مقدمہ قائم ہو اس کو خطاب مولانا کا دے دیا جاوے، میرے نزدیک یہ طریقہ صحیح نہیں ہے اور ہر شخص اس تعظیم کا مستحق نہیں ہے کہ وہ مولانا کہا جائے، سوراج کی کوشش میں معمولی آداب و القاب کو میری رائے میں ترک کرنا مناسب نہیں ہے اور لفظ مولانا ہرگز بمنزلہ لفظ مسٹر نہیں ہے، اس کے ساتھ ہی کسی نہ کسی تعظیمی یا اخلاقی لفظ سے ہر شخص خواہ ہندو ہو یا مسلمان یاد کیا جانا چاہیے، ہندی میں لفظ شری یوت یا شرمان ایسے جامع ہیں کہ جو ہر شخص کی نسبت استعمال کیے جا سکتے ہیں، کسی خاص قابلیت کی ضرورت نہیں رکھتے، اس کے علاوہ لالہ، بابو، پنڈت اور بہت سے الفاظ ہیں جو خاص خاص ہندوؤں کی جماعت کی نسبت بلا لحاظ قابلیت یا درجہ استعمال ہو سکتے ہیں، ایسا ہی کوئی عام لفظ مسلمان صاحبان کے لیے بھی ہونا چاہیے، مولوی یا منشی بھی ہر شخص کو نہیں کہا جا سکتا۔ میرے خیال میں لفظ صاحب نام کے اخیر میں قریب قریب لفظ مسٹر کے معلوم ہوتا ہے، لیکن آپ کی رائے صائب کی ضرورت ہے۔

فقط موتی لال نہرو

(۷)

آنند بھون الہ آباد
۲۳ ر ستمبر

مکرمی و محترمی جناب مولانا صاحب زاد لطفکم! آداب عرض ہے۔

متفقہ فتویٰ علمائے ہند جس پر جناب کے بھی دستخط ہیں اس کے جواب ملے (صفحہ ۴) کی نقل جو متعلق کونسل ہے

ہمرشتہ ارسالِ خدمت ہے، جہاں تک میں اس جواب کو سمجھا ہوں اس کا تعلق ایسی کونسلوں سے ہے کہ جن میں جا کر معاونت حکومت کی جائے، دورانِ تحقیقات کمیٹی سول نافرمانی بعض صاحبان نے اس غرض سے کونسلوں میں جانے پر زور دیا ہے کہ وہاں ہر امر کی جو گورنمنٹ کی طرف سے پیش ہو مخالفت کی جاوے۔ بشرطیکہ کثرت ایسے ممبروں کی ہے کہ تارکین موالات ہیں، اس کا اثر لازمی یہ ہوگا کہ گورنمنٹ کی طرف سے جو قانون یا تجویز پیش ہوگی اس کو کونسل کثرت رائے سے خارج کرے گی، گو یہ صحیح ہے کہ گورنر یا گورنر جنرل کو اختیار ہے کہ کثرت رائے ممبران کے خلاف کسی قانون یا تجویز کو اپنے حکم سے بعض صورتوں میں نافذ کر دے یا نافذ ہونے سے روک دے، مگر اس میں ممبران کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ ایسی حالت میں یہ بحث پیدا ہوتی ہے کہ فتویٰ علمائے کرام کونسل میں اس غرض سے بھی جانے کا مانع ہے کہ ——— وہاں جا کر ہر امر میں خواہ اچھا ہو یا بُرا گورنمنٹ کی مخالفت کی جائے (اور اسی طرح سے) گورنمنٹ کی کل کارروائی جو بذریعہ کونسلوں کے ہوتی ہے مسدود کر دی جائے جن صاحبوں نے اس غرض سے کونسلوں میں جانے کی رائے دی ہے ان کا قول یہ ہے کہ یہ عمل عین ترکِ موالات ہے جو فریق ثانی کے گھر میں گھس کر کیا جائے گا اور کسی طرح داخل معاونت حکومت نہیں ہے۔ اس کی نسبت جناب کی کیا رائے ہے؟ زیادہ تر مجھے جناب کی رائے کی اپنے اطمینان کے لیے ضرورت ہے، لیکن اگر اجازت ہوگی تو اس کا حوالہ رپورٹ کمیٹی سول نافرمانی میں جو میں تجویز کر رہا ہوں دیا جائے گا۔ اس قدر اور عرض کر دینا مناسب ہے کہ بعض اہلِ اسلام صاحبان نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اگر فتویٰ علما سدِّ راہ نہ ہو تو ان کو کونسل میں جا کر گورنمنٹ کی مخالفت کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ دوسرا امر غور طلب فقرہ حرف (د) جواب مذکور کا ہے اس کا اس قدر مضمون کہ حکومت کی وفاداری اور طاعت شعاری و بہی خواہی کی قسم کھانا بھی ضروری ہے صحیح نہیں ہے، قسم وفاداری بادشاہ نہ کہ حکومت کی کھانا لازمی ہے یہ قسم اس حالت موجودہ میں کہ جب تجویز آزادیٔ کامل ——— پیش کردہ مولانا حسرت موہانی تینوں جماعتوں سے (یعنی کانگرس، مسلم لیگ و خلافت) نامنظور ہو چکی ہے ظاہرہ ممنوع نہیں ہے جب آزادیٔ کامل پر استدلال کرنے کا وقت آئے گا غالباً نہ کونسلوں میں جانے کی ضرورت رہے گی اور نہ قسم کھانے کی اس کے متعلق براہِ کرم جواب سے جلد سرفراز فرمائیے۔ رائے عالی سے مطلع فرمائیے۔ زیادہ شوق

خاکسار موتی لال نہرو

(اقتباس از متعلقہ فتویٰ)

ترکِ کونسل کے وجوہ حسبِ ذیل ہیں:۔

(الف) کونسل قانونی ہو یا انتظامی۔ اس کا مقصد نفاذِ حکومت کا استحکام و انصرام ہے جو کھلم کھلا حکومت کی معاونت ہے۔

(ب) کونسل میں اکثر غیر شرعی قانون وضع کیے جاتے ہیں جس کی تحریک یا تائید یا اس پر سکوت باوجود قدرت مخالفت کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (من)

رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ۔ اگر مسلم ممبران کونسل یہ سب کچھ کرتے ہیں۔ جس کے شواہد واقعات ماضیہ اور خود موجودہ قوانین کا نفاذ ہے۔

(ج) کونسل میں قوم انگریزی بھی ہوتی ہے جو ظالم و دشمن دین ہے اور ایسی قوم کے ساتھ اعزازی نشست شرعاً حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین (سورۂ انعام)
(ترجمہ) پس یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ مل کر نہ بیٹھو۔

(د) کونسل میں ممبران کے لیے حکومت کی وفاداری وطاعت شعاری و بہی خواہی کی قسم کھانا بھی ضروری ہے اور حالت موجودہ میں اپنی خوشی اور اختیار سے حکومت کی وفاداری اور طاعت و بہی خواہی مسلمانوں پر حرام ہے اس لیے وفاداری کی قسم شرعاً حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

(جواب از حضرت مولانا عبدالباری)

کرم فرمائے فقیر زیدت معالیہ۔ بعد ما وجب عرض ہے کہ کرم نامہ موصول ہوا۔ فقیر فتویٰ پر دستخط نہیں کرتا ہے۔ ایک خط تحریص میں فتویٰ پر عمل کرنے کی غرض سے لکھا تھا جس کو حضرات علماء نے فتویٰ کے ساتھ ثبت فرما دیا ہے۔ مناسب ہوتا کہ مفتیوں سے مفاہمت کر لی جاوے۔ ان کے ارشادات کی تعمیل ہوگی۔ رہا تحریک نان کوآپریشن میں تعین امور جس طرح کی گئی ہے اوسی طرح اخراج بھی ممکن ہے۔ امید ہے کہ جناب بخیریت ہوں گے۔

(۸)

آنند بھون الٰہ آباد
۷ جولائی ۲۲ء

جناب مولانا صاحب! تسلیم

نوازش نامہ مورخہ ۲۹ جون بعد واپسی لاہور ملا۔

میں نہایت خوشی کے ساتھ صدارت کانفرنس بارہ بنکی قبول کرتا مگر چونکہ مجھ کو آل انڈیا سیول نافرمانی تحقیقاتی کمیٹی کے ساتھ برابر دورہ کرنا ہے اس وجہ سے موجودگی میری اس صوبہ میں ممکن نہیں ہے اور شرکت سے مجبوری ہے۔ امید ہے کہ آپ صاحبان کی سعی وکوشش سے کانفرنس مذکور کو پوری کامیابی ہوگی۔

فقط

موتی لال نہرو

خطوط، مہاراجہ کشن پرشاد صاحب حیدر آباد دکن

مولانا۔ آداب و نیاز

اب کی مرتبہ فیضِ دیدار سے بہت کم سعادت حاصل ہوئی۔ خیال تھا کہ قبل از مراجعت حاضر ہو کر سعادت حاصل کروں لیکن تپ موسمی نے اپنے دل کا بخار نکالا۔ دو روز سے گویا مہمان ہے یقین ہے کہ بزرگوں کی دعا اس کے دفعیہ کے لیے اکسیر کا حکم رکھے گی۔ دوسرے یہ کہ خواجہ پرشاد کی چھوٹی ہمشیرہ جس کی عمر دو سال کی ہے کھانسی سے علیل ہے۔ کمزوری ڈراتی ہے مگر فضلِ الٰہی ڈھارس دیتا ہے اور زبانِ حال سے کہتا ہے کہ فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین اس کے لیے حضرت کی خاص توجہ ہو۔ اب اس وقت خادم کو بجائے ایک سرود ہے اعضا شکنی بڑے لطف کی ہے۔ ہر وقت میاں کا نام زبان سے نکلتا ہے اور دل ادھر ہی رجوع ہے۔ بندہ زادے فقیر کی جانب سے خدا حافظ کہنے حاضر ہوتے ہیں۔ نیاز مند بصدق دل یہ عرض کرتا ہے بہ سلامت روی و باز آئی۔ افسوس ہے کہ اس صحبت میں فقیر حاضر نہ تھا جو حضرت نے شاد نواز سلطان الہند روحی فداہ کے متعلق بقا باللہ فنا فی اللہ ہونے کے تحت فرما کر معترضین کو لا جواب فرمایا مگر خدا ان دلوں سے سمجھے جو کچھ بھی حس نہیں رکھتے اور موحدی کا دم مارتے ہیں۔ جل شانہٗ و عم نوالہٗ بہر حال اگرچہ بظاہر دور ہوں مگر حضرت کے اخلاق و عنایت نے نیاز مند کو حسنا ، م بنالیا ہے ہو المقصود۔

فقیر نیاز مند کشن پرشاد

لالہ لاجپت رائے

لاہور۔ ۲۳۔ اپریل ۱۹۲۲ء

کرمفرمائے بندہ

گرامی نامہ شرفِ صدور لایا۔ جہاں یاد آوری کا مشکور ہوں وہاں آپ کا جواب سخت مایوس کن ہے۔ جناب جیسے بزرگوں کے درشنوں سے پبلک کا محروم رہنا سوائے بدقسمتی کے اور کیا کہا جائے۔ میں کچھ زیادہ لکھنے سے خائف ہوں کیونکہ جناب نے مذہبی پابندی لگا دی ہے۔ اس لیے میں سوائے اس کے کہ سادہ ران طور پر ایک دفعہ پھر التجا کروں کہ اپنے فیصلہ پر نظرثانی فرمادیں اور کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ میں ہوں آپ کا نیاز مند لاجپت رائے

چھبیلے لال گوسوامی

برندا مہاجانہ ۲۰۔ اگست ۱۹۲۰ء

جناب والا جناب حضرت مولانا صاحب دام عنایتکم۔ بعد آداب و تسلیمات کے عرض ہے۔ جناب کا والا نامہ

مورخہ ۸ر ذی الحجہ صادر ہوکر باعث مشکوری ہوا۔ جناب کے مبارک خیالات کا بہت بہت دھنیاواد ہے۔ جناب مولانا صبغت اللہ صاحب شہید و جناب مولانا حسرت موہانی صاحب کو ضرور شرکت جلسہ ہندو سبھا کے لیے بھیجنے کی عنایت کریں۔ ہمارا دلی منشاء ہے کہ جہاں تک ہندو و مسلمانوں کی اپنی کوششوں کا تعلق ہے وہاں تک محض باہمی خلوص و محبت و پابندیٔ مذہب کے ساتھ کل کام ہو اور جہاں تک گورہ فوج و بیرونی مسائل کا تعلق ہے وہاں تک متحدہ کوشش سے کام ہو۔ امید ہے خدا تعالیٰ ہماری کوششوں میں برکت دے گا۔

نیازمند چھبیلے لال گوسوامی
سکرٹری استقبالیہ کمیٹی ہندو کانفرنس

مکرر عرض ہے کہ ہر دو صاحبان کا زادِ راہ استقبالیہ کمیٹی کے ذمہ ہوگا۔

سوامی شردھانند سنیاسی

از دہلی ۶ر جون ۲۰ء

جناب مکرم بندہ مولانا عبدالباری صاحب۔ نمستے

آپ اس وقت قومی کام میں سرگرمی سے مصروف ہیں اور اس وقت کی بڑی تحریک کا بہت کچھ انحصار آپ پر ہے اس لیے آپ کو تکلیف دینا ٹھیک نہیں لیکن حامل خط ہذا مسٹر داس راؤ شری نیت راؤ وکیل علاقہ حیدرآباد میرے پرانے دوست مسٹر کیشو راؤ وکیل حیدرآباد دکن کے رشتہ دار ہیں اور اون کی سفارش لائے ہیں۔ یہ عہدہ منصف کے خواستگار ہیں اور ان کا تقرر کلیتاً جناب مرزا یسع اللہ بیگ صاحب[1] کے نام لکھ دیں کہ اگر سائل کی لیاقت میں شک نہ ہو تو وہ ان پر مہربانی کریں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کو اس طرح کا خط لکھنے کا کوئی استحقاق نہیں لیکن مسٹر داس راؤ کی ضد پر میں نے یہ خط لکھ دیا ہے۔

آپ کا نیازمند فقیر شردھانند سنیاسی

مولانا المحترم ادام اللہ حیوکم۔ السلام علیکم۔ میں نے بھی جداگانہ انھیں ایک خط مرزا صاحب کے نام کا لکھ کر دیا ہے اگر آپ بھی براہِ مہربانی انھیں ایک خط لکھ دیں گے تو ان کا مقصد امید ہے کہ پورا ہو جائے گا۔

اجمل ۲۰ر رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

خط، مہاشہ کرشن

از دفتر پرکاش لاہور
۱۸۔ ستمبر ۱۹۱۹ء

مولانا۔ آپ کے زہد و تقویٰ اور علمیت کی شہرت تو میرے کانوں میں مدت سے پہنچ چکی تھی۔ اور میرے دل میں آپ کے لیے عزت تھی لیکن جب سے آپ کا تار بنام مہاتما گاندھی اور مہاتما جی کی چھٹی اخبارات میں شائع

---

[1] چیف جسٹس حیدرآباد۔

ہوئے ہیں جب سے وہ عزت اور گرمی ہو گئی ہے۔ میں نے تو آپ کا تار اور مہاتما جی کی چٹھی پرکاش کے اس پرچہ میں شایع کر دی ہے۔ آپ کے ان خیالات کو جان کر مجھے یہ جرأت ہوئی کہ آپ سے پرکاش کے رشی نمبر کے لیے ایک مضمون کی درخواست کروں۔ رشی نمبر کیا ہے وہ آپ کو ساتھ کی مطبوعہ چٹھی سے معلوم ہو جائے گا۔ سوامی دیانند بھی گئو رکھشا کے زبردست حامی تھے اور آپ بھی ہیں اس لیے کیا ہی اچھا ہو اگر آپ اس مضمون پر ایک تحریر بھیجنے کی مہربانی کریں۔ ہندو مسلمانوں کے اندر اس وقت جو اتفاق کی لہر چل رہی ہے اس کو آپ کے اس مضمون سے بھاری امداد ملے گی۔

نیاز مند

کرشن اڈیٹر پرکاش لاہور

کاشی پرشاد مصر

از بارہ بنکی

جناب مولانا صاحب مدظلہ اللہ تعالیٰ۔ بعد از بندے ماترم ملتمس مدعا یہ ہے کہ یہ خبر فرحت اثر بارہ بنکی میں ہے کہ شریمان مہاتما گاندھی جی لکھنؤ میں قدم رنجہ فرما کر رونق افروز ہونے کو ہیں۔ اہل بارہ بنکی کی استدعا جناب سے ہے کہ براہِ کرم جس وقت آپ سندھ میں شریمان جی سے ملاقی ہوں ہم لوگوں کی استدعا ان کی خدمت میں پیش کر دیں کہ جب لکھنؤ تشریف لاویں اوس وقت ایک روز کے لیے بارہ بنکی کو بھی اپنے درشنوں سے فیضیاب کریں۔ ہم لوگ آپ کی اس مہربانی کے از حد مشکور ہوں گے۔

خادمِ قوم

کاشی پرشاد مصر از بارہ بنکی

خط، بشمبر دیال ترپاٹھی، گنیش پرشاد، حفیظ الدین

۲۔ اگست ۱۹۲۱ء از قصبہ بانگرمئو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بعالیخدمت فیضدرجت محترم و محتشم جناب مولانا صاحب قبلہ مدفیضہ

ہم لوگوں کی استدعا کے لحاظ سے امید قوی ہے کہ جناب صدر صاحب خلافت کمیٹی اناؤ نے باقاعدہ حضور والا سے تشریف آوری کی استدعا کر دی ہو گی لیکن ہم ناچیز خدام بھی اپنا فرض جانتے ہیں کہ حضور والا سے مکرر التجا کریں کہ حضور والا ۶۔ اگست یوم شنبہ کو اس چھوٹے قصبہ میں قدم رنجہ فرماویں تاکہ حضور بہ آرام ۷۔ اگست یوم یکشنبہ کے جلسہ خلافت میں دس بجے دن کو شرکت فرما سکیں۔ حضور والا ہم لوگوں نے یہ انتظام کر لیا ہے کہ ۶۔ اگست کو ۵ بجے شام کو ہم ناچیز خدام جناب کے استقبال کے لیے قصبہ سے باہر موجود رہیں اس کا کل انتظام ہم نے مکمل کر لیا ہے اور اعلان بھی کر دیا ہے۔ ہم لوگوں کی شرم آپ کے دستِ مبارک میں ہے جس کی ہم کو قطعی امید ہے کہ جناب خیال فرما دیں گے۔

خادمان بشمبر دیال ترپاٹھی، گنیش پرشاد، حفیظ الدین انچارج تنک شفاخانہ

(۲)

۴ اگست از بانگرمئو

بہ اعلیٰحضرت سرکار شریعت مدار۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

۱۳ - اگست کو حضور کی خدمت میں نیاز نامہ ارسال کر دینے کے بعد جناب صدر صاحب خلافت کمیٹی ضلع اناؤ کا خط ملا جس میں اونھوں نے تحریر فرمایا تھا کہ حضور کا آنا دشوار ہے اس لیے تم لوگوں کو خود خدمت اقدس میں جاکر درخواست کرنا چاہیے حضور والا یہاں کی حالت اور مسلمانوں کی شرم انگیز بے حسی کی کیفیت کو آپ غالباً سن چکے ہیں اور ہمارے کرم دوست عبدالرؤف خانصاحب نے بھی جو ۳ ذی الحجہ کو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے مفصل بیان کیا ہوگا۔ یہ تمام امور ایسے تھے کہ جنھوں نے باوجود کسی جمعیت نہ ہونے کے ہم لوگوں کو مجبور کیا کہ عام جلسہ کر کے مسلمانوں کو اون کے فرائض بتلا دیئے جائیں۔ سوا برس کا عرصہ ہوا کہ یہ ناچیز برابر کوشاں ہے لیکن بدقسمتی نے اس وقت تک مایوس و مجبور رکھا ہے۔ پہلے تو ہمارے عنایت فرما مولانا نفیس اللہ نے یہ وعظ شروع کیا کہ مسئلہ خلافت کوئی دینی مسئلہ نہیں ہے اور جمعیت علماء اس کے خلاف ہے پھر جب میں نے فتاوے منگو لیے تو ارشاد ہوا کہ یہ غلط اور مصنوعی ہیں اس لیے مسلمان اس امر پہ آمادہ کیے گئے کہ اگر تم سچے ہو تو مولانا عبدالباری صاحب قبلہ کی زبان سے سند لاؤ اس کا وعدہ بھی اس ناچیز نے کیا تب مسلمانوں سے یہ ارشاد ہوا کہ اوس شخص کے امکان میں نہیں ہے کہ ایسا جلسہ کر سکے اور اوس میں حضور تشریف لاویں اس کے بعد جب صفی پور میں حضور نے تشریف آوری کا وعدہ فرما لیا اور اوس کا اعلان کر دیا گیا تو مسلمانوں سے کہا گیا کہ خبردار جلسہ میں نہ جانا کیونکہ مسلح گارد آوے گا اور جلسہ پہ گولیاں چلائے گا۔ گن مشینیں لگائی جاویں گی۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے حکم دے دیا ہے کہ جتنے لوگ بھی جلسہ میں شریک ہوں سب کا چالان کیا جاوے اس پہ بھی اطمینان نہ ہوا تو ڈپٹی کمشنر صاحب کو پرائیویٹ طور پر اطلاع دی کہ جلسہ میں سخت بدامنی اور فساد کا اندیشہ ہے جلسہ روک دیا جاوے جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ صفی پور میں یکے روک دیئے گئے۔ جب یہ بھی ترکیب چلتی نظر نہ آئی تب نہایت شد و مد سے یہ کوشش شروع کی کہ کوئی شخص چندہ نہ دے لیڈران اور علماء کو کوئی اپنے مکان پر ٹھہرنے نہ دے کہیں قرب و جوار سے بھی فرش و شامیانہ وغیرہ نہ ملے لیکن خدا نے اس میں بھی اپنے خادموں کو کامیاب فرمایا۔

اب آجکل یہ ہو رہا ہے کہ گھر گھر دورہ ہو رہا ہے لوگ سمجھائے اور دھمکائے جا رہے ہیں اور یہ بھی فرمائے جاتے ہیں کہ مولانا عبدالباری صاحب نے آنے سے انکار کر دیا ہے کیونکہ میں نے اون کو منع کر دیا ہے اون کے نزدیک ان لڑکوں کی کوئی وقعت نہیں یہ محض تم کو دھوکا دیتے ہیں تم گرفتار ہوگے یہ تماشا دیکھیں گے تم چندہ دوگے اور یہ فضول اڑا دیں گے دیکھ لینا ہرگز مولانا نہ آئیں گے۔ یہ واقعات سن لینے کے بعد اب خود ہی حضور فیصلہ فرما دیں کہ اگر حضور نہ آئیں تو پبلک پر کیا اثر ہوگا اور جلسہ کا کیا نتیجہ ہوگا آیا ہم خدام آیندہ کسی کام کے رہیں گے آیا پھر پبلک پر ہمارا کوئی اعتبار رہوگا، آیا ہمارے امکان میں ہوگا کہ کبھی ہم یہاں خلافت کمیٹی کے لیے کوئی خدمت کر سکیں۔ آیا جناب اس کو پسند فرما دیں گے کہ آپ کے خدام تمام پرگنہ میں ذلیل و خوار ہو جاویں کیا یہ سُن کر بھی حضور یہاں کے بدقسمت مسلمانوں کی خراب حالت پر متوجہ نہ

ہوں گے ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جناب کے متعلقہ کام بہت اہم ہیں لیکن پھر بھی اس کی کیا ضرورت نہیں ہے کہ ایک جگہ مسلمانوں کو ذلت کے قعر میں ڈھکیلا جا رہا ہے اور صرف آپ کی دستگیری سے یہ امید ہے کہ وہ بچ جائیں۔ اور آپ تکلیفِ سفر کو گوارا فرما کر اون کی دستگیری کریں۔ حضور ہمارے پیشوا ہمارے سردار اور ہمارے ہادی ہیں۔ ہم کو حق ہے کہ خادمانہ اصرار آپ سے کریں اور آپ کو تشریف آوری پر مجبور کریں۔ حسب تحریر جناب صدر صاحب ضلع ہم حاضر ہوتے لیکن کام کرنے والے صرف دو چار ہی ہیں اس لیے خوف ہے کہ اگر ہم میں سے کوئی بھی ہٹ جاوے گا تو جملہ انتظامات ابتر ہو جاویں گے۔ علاوہ بریں اس کو بھی ضروری جانتے ہیں کہ چونکہ نقد قلیل ہے اس لیے جتنا سفر میں خرچ کیا جائے وہ جلسے کی مقامی کامیابی پر لگایا جاوے اس لیے ہم مکرر التجا کرتے ہیں کہ حضور خدا کے لیے وقارِ اسلام کے لیے عزت لی کے لیے تشریف آوری کا قطعی ارادہ کر کے ہم ناچیزوں کو مطلع فرما دیں تاکہ ہمارے قلوب خوشی سے لبریز ہو کر قوی ہو جاویں ۔ ہم نے محض خدا پر بھروسہ کر کے اس کا اعلان کر دیا ہے کہ حضور والا مع مولانا سلامت اللہ صاحب۔ علامہ ہندی صاحب۔ مولانا آزاد سبحانی صاحب و مولانا حسرت صاحب و پنڈت ہرکرن ناتھ صاحب مصرا و ڈاکٹر مراری لال صاحب ۱۹۔ اگست یوم جمعہ ۵ بجے شام کو بانگرمئو پہونچ جاویں گے۔ جس قدر ممکن ہو سکا ہے ۱۹ کو استقبال کا بھی انتظام ہے ۔ اگر سرکار عالی تبار ہماری عاجزانہ التجا پر توجہ نہ فرماویں گے تو ہماری نہایت ہی ذلت کا باعث ہوگا اور وہ وقت ہمارے لیے نہایت شرمندگی اور ناکامی کا ہوگا جبکہ ہم بیرون قصبہ حاضر ہوں گے اور بلا حضور کو لیے واپس ہوں گے ۔

آپ کے ناچیز خدام

بشمبر دیال ترپاٹھی۔ گنیش پرشاد۔ حفیظ الدین احمد انچارج تلک شفاخانہ

بانگرمئو

خط، رامچندر شرما کسان سیوک

از الٰہ آباد مورخہ ۹ر جنوری بدھ

حضرت پیرانِ پیر والا شان مولانا عبدالباری صاحب

از (ا۔ل۔م) سلام علیک ۔ غریب کو جو آپ نے تکلیف کر کے یہاں تک پہونچایا اوس کا شکر خدا کے یہاں ہزار زبان سے بھی بیان نہیں کر سکتا ۔ میرے ساتھی بھائی صاحب نے میرے ساتھ بڑی نیکی کی کہ جس کا بدلہ تاعمر نہیں دے سکتا ہوں ۔ خیر اپنی دعا دیتے رہیے گا۔ مولوی سلامت اللہ صاحب وغیرہ بھائیان کو سلام علیکم اور کسان سبھا خوب دل سے کرتے رہنا۔ جن کے آپ نے نام لکھے ہیں اون کا بندوبست کسانوں کو کہہ سن کر کرا دیا کرنا تاکہ اپنے کام میں آویں ۔ خط بھیجتے رہیے گا ۔ واجب تھا سو عرض کیا ۔ زیادہ حد ادب ۔

آپ کا کتا نیاز مند رامچندر شرما کسان سیوک

بھائی صاحب جواہر لال جی سے ملا ہوں حقیقت سب گوش گذار کر چکا ہوں ۔

خط، سیکرٹری آریہ سماج، لکھنؤ

از سیول لائنس لکھنؤ
۱۹ر فروری ۱۹۲۲ء

مہربان بندہ و نماشندہ ہند و دین محمدیؐ جناب مولوی عبدالباری صاحب دام عنایتہٗ۔ نمستے
خدمت آں جناب میں دو قطعہ نوٹس متعلق جلسہ آریہ سماج بھیجے جاتے ہیں اور شرکت جلسہ کے لیے بصد عجز و انکسار دعوت دی جاتی ہے۔ جناب کی تشریف آوری باعثِ عزت ہوگی اور جلسہ کی رونق کو مزید کرے گی۔ نیز برادرانہ تعلقات جو جناب کی ذاتِ بابرکات سے پیدا ہوئے ہیں اون کو مستحکم بنا دے گی۔ امید کہ جناب ضرور شرکت فرماویں گے۔

آپ کا خیر طلب
دستخط انگریزی سکرٹری آریہ سماج سیول لائنس لکھنؤ

(مولانا کا جواب)

جناب من بعد سلام سنت اسلام التماس ہے کہ دعوتی خط موصول ہوا۔ یاد آوری کا مشکور ہوں۔ تاریخ متعینہ پر دہلی میں ایک اہم مشورہ کا جلسہ ہے اگر موقع ہوا تو وہاں جانا ضروری ہے ورنہ وہاں بھی شریک ہونے کی بعض امور لاحقہ کے باعث امید نہیں ہے اس واسطے جناب کے جلسہ کی شرکت سے بھی معذور ہوں امید ہے کہ معاف فرمائیں گے۔ میری دلی آرزو ہے کہ ملک میں چین و آرام سے تمام اقوام بسر کریں۔ خموشی حرفی اتحاد و یگانگت کے ساتھ ہموطن رہیں۔ مجھے اپنے خدا سے امید ہے کہ یہ آرزو میری پوری ہوگی۔ میں جلسہ میں شرکت کروں یا نہ کروں۔ آپ حضرات کا خیر اندیش ہوں۔ زیادہ چہ فقط

خط، لکشمی دت سیکرٹری ڈسٹرکٹ کانگرس کمیٹی آگرہ

آگرہ۔ ۲۷ر جون ۱۹۲۰ء

کرمفرمائے بندہ مولوی صاحب تسلیم۔ آپ کو شاید بذریعہ اخبار معلوم ہو گیا ہوگا کہ اہالیانِ آگرہ ۳۱ر جولائی و یکم اگست کو آگرہ کمشنری کی کانفرنس منعقد کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہم لوگ یہ بھی محسوس کر رہے ہیں کہ جب تک آپ جیسے ملک و قوم کے مقتدر لیڈر و رہنما ہماری رہنمائی کا بار اپنے سر پر نہ لیں گے تب تک ہمارا کانفرنس کرنا نہ کرنا برابر ہے۔ آگرہ میں کوئی پبلک زندگی نہیں ہے اور جناب کو یہ معلوم کر کے افسوس ہوگا کہ شاہانِ مغلیہ کی یہ یادگار بہ اعتبار پبلک زندگی قریب قریب مردہ حالت میں ہے۔ ایسی صورت میں اس کی مردہ ہڈیوں میں جان ڈالنا صرف آپ ہی جیسے پیشوایان ملک کی طاقت میں ہے اس لیے ڈسٹرکٹ کانگرس کمیٹی آگرہ کی یہ زبردست خواہش ہے کہ

اس موقع پر جناب شریک کانفرنس ہو کر آگرہ میں بھی اتنی جان ڈال جائیں تاکہ آنے والی جد وجہد میں یہ بھی باقی ملک کے ساتھ چل سکے۔ چونکہ ہم لوگوں کا یہ مصمم ارادہ ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہوگا ہم آپ کو اس مرتبہ آگرہ لائے بغیر ہرگز نہ چھوڑیں گے اس لیے مجھے یقین کامل ہے کہ جناب ہم لوگوں کو مزید پریشانی و فضول اخراجات سے بچانے کے لیے ہماری دعوت کو اسی عریضہ پر قبول فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں گے جیسی کہ ہم آپ کی حب الوطنی و بزرگانہ شفقت سے امید رکھتے ہیں۔

جواب کا منتظر

نیازمند لکشمی دت سکرٹری ڈسٹرکٹ کانگرس کمیٹی آگرہ

خط، رام چندر لال مختار

از بلیا۔ ۲۹ ستمبر ۱۹۲۱ء

جناب من۔ تسلیم۔ جناب مہاتما گاندھی صاحب نیز جناب مولوی شوکت علی صاحب کا دورہ صوبجات متحدہ میں عنقریب ہونے والا ہے۔ ہم لوگوں کو معلوم ہوا کہ جناب کے متعلق دورہ کا پروگرام تیار کرنا سپرد ہوا ہے یہاں کی پبلک جناب مہاتما جی و نیز دیگر اصحاب کی زیارت سے مستفید ہونے کے لیے بیحد خواہشمند ہے۔ کیا ہم لوگ جناب سے یہ امید کریں کہ از راہِ کرم پروگرام میں بلیا بھی درج فرما دیں گے۔

آپ صاحبان کو معلوم ہے کہ بلیا سب سے پچھڑا ہوا ہے کیا آپ صاحبان اس کو اٹھانے کی کوشش نہ کریں گے۔ بلیا کے پیچھے رہنے کی خاص وجہ یہ ہے کہ پولیٹیکل اصحاب اس ضلع پر بہت کم توجہ فرماتے ہیں۔ یہاں کی پبلک ترک موالات کی اسکیم عموماً پسند کرتی ہے۔ کوئی لیڈر کے نہ ہونے سے یہاں کے لوگوں کے احساس کا اظہار نہیں ہوتا ہے۔ آپ و نیز مہاتما گاندھی جی کی تشریف آوری سے یہاں لیڈر بھی پیدا ہوں گے اور پبلک عملی طور پر اور اضلاع سے پیچھے نہ رہے گی۔ جواب بواپسی ڈاک تحریر فرمائیے کہ کس تاریخ کو جناب مہاتما جی بلیا کو سرفراز فرماویں گے۔ آپ کے آنے پر ہم لوگ استقبال کریں گے۔ جواب خلاف آنے پر ہم لوگوں کو بہت مایوسی ہوگی۔ استقبال و نیز دیگر امورات کی نسبت ضروری ہدایات بھی تحریر فرما دیں گے تو ہم لوگ جناب کے ممنون ہوں گے۔

آپ کا خادم رام چندر لال مختار بلیا

خط، سوامی ستیہ دیو

موہنی بھون۔ دیرہ دون ۷۔ اپریل ۱۹۲۲ء

میرے معزز مولانا عبدالباری جی۔ بندے ماترم

آج میں آپ کا تھوڑا قیمتی وقت لیتا ہوں۔ میری اردو اتنی اچھی نہیں امید ہے آپ غلطیاں معاف کریں گے۔

اخبار تیج دہلی میں چھپا ہے کہ مذہب اسلام کے رُو سے اگر کوئی مسلمان اپنا مذہب اسلام چھوڑ کر دوسرے مذہب میں چلا جائے تو وہ واجب القتل ہے کیا یہ سچ ہے۔ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ آپ نے ایسا فتویٰ دیا ہے کیا ایسا ممکن ہو سکتا ہے۔ مہربانی کر کے اس کا جواب مجھے ضرور دیں کیونکہ اگر یہ سچ ہے کہ اسلام مذہبی آزادی نہیں دیتا۔ اگر یہ سچ ہے کہ اسلام خیالات کی آزادی کے برخلاف ہے تو یہ تو بڑی ہی خوفناک بات ہوگی۔ اور ایسا مذہب کسی بھی ملک اور سوسائٹی کے لیے نہایت خطرناک ہے۔ آپ عالم ہیں آپ سے مجھے پوری روشنی اس معاملہ میں ملے گی۔ آپ مجھے ضرور سچ بات بتا دیں گے اور اپنی طاقت بھر میری تسلی کر دیں گے۔

آپ کا پرانا بھگت سوامی ستیہ دیو

مہربانی کر کے بہت صاف اُردو لکھیں گے تاکہ میں پڑھ سکوں۔

خط، موہن لال نہرو

از پراونشل کانگریس کمیٹی۔ الٰہ آباد

۲۸ جنوری ۱۹۲۱ء

مکرم بندہ تسلیم۔ پنڈت موتی لال صاحب نہرو کے پاس موپلا ملک سے تار آیا ہے کہ کانگریس کمیٹی نے ستم زدہ بندوں کو امداد کرنا شروع کر دی ہے مگر روپیہ کی تنگی سے وہ پریشان ہے اور روپیہ مانگا ہے۔ پنڈت صاحب موصوف کی رائے ہے کہ چند معزز اشخاص کے نام سے ایک اپیل اپنے صوبہ میں جاری کیا جاوے جس میں جناب بھی ایک ہوں۔ اپیل وہ لکھ رہے ہیں اور آج تیار کر دیں گے۔ پروف آپ کی خدمت میں بھیجا جاوے گا۔ مہربانی فرما کر اپنے نام نامی کو شائع کرنے کی اجازت دیں۔ جواب بذریعہ تار عنایت ہو۔

بندہ موہن لال نہرو سکرٹری

خط، کرشنا کانت مالویہ

از الٰہ آباد۔ ۵ رجون ۱۹۲۰ء

مخدوم و مکرم جناب مولانا صاحب۔ تسلیم

عید کے ایک یوم قبل پاس ہی کے ایک موضع میں ہندو اور مسلمانوں میں جھگڑا ہو گیا ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ مسلمان ایک سانڈ ذبح کرنا چاہتے تھے قصہ کوتاہ وہ مسلمانوں کے گھر جل گئے۔ شکر اتنا ہے کہ کسی کو کسی طرح کی چوٹ نہیں لگی۔ بات تو یہ ہے کہ جھگڑا ہوا ہی نہیں۔ مسلمان بھائی یہ کہتے ہیں کہ ہم چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ کچھ ہندو مسلمان لیڈران اس موضع میں گئے تھے اور خواہش یہ تھی کہ جھگڑا آپس میں طے کیا جاوے لیکن ہمارے کچھ بزرگ مسلمان لیڈروں کی کچھ خواہش دوسری ہے

ہم لوگوں نے مکان بنائے جانے کے لیے سیوا سمتی سے پانچ صد روپیہ دیئے اور ارادہ تھا کہ آس پاس کے ہندو باشندوں سے روپیہ لے کر سب مکان اچھی طرح سے درست کر دیئے جاویں۔ لیکن ہمارے مسلمان لیڈران کی مرضی دوسری ہے۔ وہ اس بات کے کوشاں ہیں کہ ہندوؤں کا پیسہ نہ لیا جاوے پرائیویٹ میٹنگوں اور مسجدوں میں یہ کہا جا رہا ہے کہ ہم جانتے تھے کہ ہندوؤں سے میل نہیں ہو سکتا۔ یہ ہمیشہ دغا کریں گے۔ مطلب یہ ہے کہ مذہبی جوش پیدا کیا جائے اور قومی نفرت نتیجہ کیا ہوگا آپ سمجھ سکتے ہیں۔ آپ سے استدعا کی جاتی ہے کہ مہربانی کر کے تکلیف اٹھا کے آپ یہاں الٰہ آباد ضرور تشریف لائیے ورنہ قصہ طویل ہو جاوے گا۔ جواب سے بذریعہ تار مطلع کیجیے گا۔

کرشنا کانت مالویہ

خط، مولانا شوکت علی

اللہ اکبر

پھنڈواڑہ

۲۶ جنوری ۱۹۱۹ء

حضور والا۔ السلام علیکم۔ حضور سے رخصت ہو کر ہم لوگ مع الخیر جمعہ کے دن شب کو یہاں پہونچے راستہ کی تھکن اور اوس سے زیادہ رامپور کے قیام کی مہمان نوازیوں کا اثر اب کہیں جا کر دور ہوا ہے۔ اخبارات اوس ہفتہ کے بالکل نہیں پڑھے تھے۔ یہاں تک کہ اطمینان کے ساتھ لیگ اور کانگریس کے رزولیوشن بھی نہیں دیکھے تھے۔ اس ہفتہ میں خوب سوئے اور تمام گذشتہ اخبارات کو بھی پڑھا۔ اب جا کر طبیعت اور زندگی معمول پر آئی ہے۔ بڑا مکان ہے اوس کی تنہائی ویسے ممکن تھا وحشت پیدا کرتی مگر اب کی مرتبہ اوس کی خموشی سے دل خوش ہوا۔ اب خط و کتابت کا سلسلہ شروع کر دیا ہے اور اس لیے حضور سے معافی کا خواستگار ہوں کہ اب تک خیریت مزاج نہیں دریافت کر سکا تھا۔ رامپور اور لکھنؤ کی ملاقاتیں کچھ ایسی عالم خواب اور گھبراہٹ میں ہوئیں کہ اون سے نہ تو قلب کو اطمینان ہوا اور نہ دل کو سیری، یہ بالکل میلے ٹھیلے کی ملاقاتیں نہیں۔ خدا کرے کہ جلد خدمت عالی میں قدمبوسی کا موقع ملے اور اطمینان سے عرض معروض کر سکوں ———

بالتوڑ دوں نے بھی یہاں تنگ کیا۔ اب ایک پاؤں ہی رہ گیا مگر وہ بھی تکلیف دہ نہیں رہا ہے۔ کارخانہ کے متعلق ابھی رامپور سے مفصل اطلاع نہیں ملی ہے کہ لکھنؤ سے کیا جواب گیا۔ انکار کی تو گنجائش نہ تھی۔ مگر ان حضرت سے کوئی فعل بھی بعید نہ تھا۔ بمبئی کے خطوط سے طلبی کا تقاضا تھا۔ میں نے مفصل حالات رامپور لکھ دیئے ہیں۔ جہاں سے ضرور ہمدردی اور امداد کی امید ہے۔ اور واقعہ بھی یہ ہے کہ ضمانت کارخانہ کی خود نہایت معتبر ہے۔ سوائے فائدے کے نقصان کا اندیشہ نہ تھا۔ گورنمنٹ ہند کا آخری جواب آ گیا کہ وہ ہمارے کارخانوں کا سود کا نقصان نہیں دے سکتی۔ ۶۰ ہزار کا مطالبہ تھا جو ہماری جیبوں سے گیا تھا۔ ہماری درخواست معقول تھی اور ممبران کمیٹی نے بھی اوس کو اپنی رپورٹ کے ساتھ بھیجا تھا۔

سوائے صبر و شکر کے کیا چارہ ہے۔ خدا ہمیں نعم البدل دے گا۔ ایسی رقم حقیر سے ہمارا فائدہ کیا تھا اور جنگ

کے اخراجات میں معلوم بھی نہیں ہوتی۔ کمیٹی کی رپورٹ کا نتیجہ مانگا ہے دیکھئے کب اطلاع ملتی ہے۔ میں نے ٹل خط لکھ کر بمبئی جانے کی اجازت طلب کی ہے تاکہ حسب منشا روپیہ کا انتظام ہو کر ادائگی کر دی جائے۔

حضور اب تحریر فرما کر مشیر حسین صاحب کو بلوائیں۔ تاکہ کام میں آسانی ہو۔ اونھوں نے بھی اس ہم سال میں خوب آرام اور فاقہ کشی کر لی ہوگی، اب تھوڑا کام بھی کریں۔ اس ہم ہفتہ کی رخصت سے کافی تجربہ ہوگیا کہ انشا اللہ ہم لوگ پوری محنت اور جفاکشی سے کام کر سکیں گے۔ یہ زمانہ ہمارا بے کار ضائع نہیں ہوا۔ خدائے برتر کے تمام کاموں میں حکمت ہوتی ہے۔ ہم کو خوشی ہوئی کہ ہماری معمولی خدمت کو اس درجہ بڑھا چڑھا کر مسلمان دیکھتے ہیں۔ اس نرخ سے ہمارا بوپار بُرا نہ تھا۔ لکھنؤ میں حضور دفتر کے لیے مکانات وغیرہ کی تلاش فرما لیں۔ زمین عمدہ مل جائے تو کیا کہنا۔ وسط شہر میں ہو۔ ور مسلمان آبادی کے قریب۔ مگر فی الحال تو کرایہ کا مکان وغیرہ لینا پڑے گا۔ علاوہ دفتر کے ۱۵ یا ۲۰ آدمیوں کے رہنے کے لیے کافی ہو۔ جب سے ہم یہاں آئے ہیں کم و بیش روزمرّہ بارش ہو رہی ہے۔ مگر بیچ میں دھوپ بھی نکل آتی ہے۔ آج صبح سے پھر ابر موجود ہے۔ ہمدم اور اخبارات سے یہ معلوم کر کے اطمینان ہوا کہ اوس طرف بھی معقول بارش ہوئی ہے۔ جس کی سخت ضرورت تھی۔ فرنگی محل کا میرے جسم کے برابر والا ناشتہ کا بکس آج کہیں جا کر خالی ہُوا ہے۔ ہم لوگ کھاتے کھاتے اور کھلاتے کھلاتے تھک گئے مگر وہ ناشتہ ختم ہی نہیں ہوتا تھا۔ میرے کمرے میں رکھا ہُوا ہے اوس کو دیکھ کر اور لکھنؤ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اگرچہ میرا ارادہ ہے کہ وہاں کے قیام میں ابتداءً جسمانی ورزشوں کا زیادہ زور رہے گا۔ تاکہ جسم کم ہو جائے اور اوس کے لیے شیرمال اور بالائی اور ربڑیاں آویں گی۔ ہم لوگ ہر حال میں خوش ہیں۔ بچے وغیرہ ابھی تک یاد نہیں آتے ہیں۔ غالباً ہفتہ عشرہ میں مکان اون کے بغیر سُونا معلوم ہوگا۔ مگر اس عرصہ میں کوئی نہ کوئی بات صاف ہو جائے گی۔ مولوی عنایت اللہ صاحب، مولوی صبغۃ اللہ صاحب، قطب میاں صاحب، مولوی محمد یونس صاحب غرضیکہ سب کو سلام مسنون۔

خدا سے دعا ہے کہ حضور کی طبیعت اب بفضلہٖ تعالیٰ اچھی ہوگی۔ علاج ایک مرتبہ جم کر ہو جائے تاکہ تمام جسم صاف ہو جائے۔ محمد علی تندرست ہیں اور حضور کو دست بستہ سلام عرض کرتے ہیں۔

حضور کا خادم شوکت علی

(۲)

رامپور
۱۷ فروری ۱۹۱۹ء

حضور والا۔ السلام علیکم۔ عزیزی محمد نظام الدین صاحب تشریف لائے تھے۔ اور اون کا تار بھی حضور کو مل گیا ہوگا۔ وہ آج ہی واپس جاتے ہیں۔ میں حضور کا ہم خیال ہوں۔ ضرور ایسے نیک کام کے لیے جن سے مقاماتِ مقدسہ کی حرمت برقرار رہے اور اسلامی نقطۂ خیال کو ذمہ دار وزراء کے سامنے پیش کیا جا سکے امداد دینا چاہیے۔

اس رقم سے زیادہ بھی ضرورت ہو تو دیا جائے۔ فضول بنک میں پڑا رہنا بیکار تھا۔ اتنی رقم رہنی چاہیے جس سے ایلچی کا کام بھی اچھا ہو سکے۔ چند علماء سے ملا ہوں اور کل پوری کوشش کروں گا۔ اور ہر ایک سے ملوں گا۔ حضور کو ایک خط میاں خواجہ احمد صاحب کو بھی لکھ دینا چاہیے۔ اگرچہ میں عرض کر دوں گا کہ میں حضور کا پیامبر تھا۔ خدا کامیابی عطا کرے۔ مفصل خط کل کو لکھوں گا۔ اتوار کے دن شعیب صاحب۔ خلیق۔ عبدالرحمٰن صاحب اور چند اور احباب مراد آباد سے آگئے۔ معظم علی صاحب ایک نقل فتویٰ مراد آباد کے لیے طلب کرتے ہیں۔ غالباً حضور کو لکھا ہوگا۔ قطب میاں صاحب۔ مولانا سلامت اللہ صاحب اور بھائی الطاف کو سلام۔ خدا حضور کو زندہ اور سلامت رکھے۔

حضور کا خادم شوکت علی

(۳)

اللہ اکبر

چھندواڑہ

۲۸ مارچ ۱۹۱۹ء

حضور والا۔ السلام علیکم۔ خدا حضور کا مرتبہ اور بلند فرمائے۔ اس وقت حضور وہ کام کر رہے ہیں جو حضور کے شایانِ شان تھا۔ اخبارات میں حالات پڑھ کر قلب کو جو مسرت اور ایمان میں جو تقویت ہوئی وہ خدا ہی جانتا ہے۔ لاکھوں مسلمانوں کے ایمانوں کو تازہ فرما دیا۔ "اللّٰھم زد فزد" میں معافی کا خواستگار ہوں کہ حضور سے لکھنؤ ملنے کے بعد اب تک خط نہ لکھ سکا۔ الہ آباد میں گاندھی صاحب سے پھر ملاقات ہوئی تھی اور مجھ کو بڑی خوشی ہوئی تھی کہ وہ دوسرے دن حضور سے ملنے لکھنؤ جا رہے تھے اور حضور کے ہی مہمان ہوئے تھے۔ اخبارات میں تمام حال پڑھا تھا امید ہے کہ وہ حضور سے مل کر مطمئن اور خوش ہوئے ہوں گے۔ مجھے اپنے بارے میں تو زیادہ لکھنے کی ضرورت نہ تھی حضور سے تو عرض کر چکا تھا اب ملاقات اور قدمبوسی کا اشتیاق ہے۔ خدا کے حکم کی پابندی ان معاملات میں اب تک کی ہے اور اب بھی بفضلہ تعالیٰ کسی قسم کا اضطراب ہم دونوں کو نہیں ہے۔ اطمینان سے یہاں زندگی بسر کرتے ہیں۔ چند دن ہوئے کہ چیف کمشنر اس صوبہ کے یہاں آئے تھے۔ پہاڑ پچمڑھی کو جاتے تھے۔ یہی راستہ ہے۔ اون سے ملاقات ہوئی نہایت درجہ اخلاق سے پیش آئے اور بہت ہمدردی کی۔ ہم نے دریافت کیا کہ ہم کو معلوم ہونا چاہیے کہ کمیشن نے ہماری نسبت کیا رپورٹ کی اور گورنمنٹ نے اوس پر کیا فیصلہ کیا۔ طرح طرح کی خبریں آتی ہیں۔ مگر ہم کو آج ۴ ماہ ہوئے کوئی باضابطہ اطلاع نہیں ملی۔ اون کو بھی بتایا کہ ایسا کیوں ہوا۔ ادھر یا اودھر جواب ضرور صاف صاف ملنا چاہیے تھا۔ پھر ہم نے کہا کہ یہ نظربندیاں بنظرِ تحفظ تھیں نہ کہ سزاً پھر کیوں ہم لوگوں پر ۱۵ ہزار روپیہ سالانہ جرمانہ ہوتا ہے۔ یہ وہ رقم ہے جو ہم کو اپنی جیبوں سے سود میں ادا کرنی ہوتی ہے۔ گورنمنٹ ہم کو ۹۰ ہزار واپس دے۔ جو ہم نے سود کا ادا کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہمارا الاؤنس کم از کم ۵۰۰ روپیہ ماہوار فی آدمی دسمبر ۱۹۱۷ء سے کیا جائے۔ اس الاؤنس میں سے کس طرح میں تین لڑکوں کو علی گڑھ پڑھا سکتا ہوں۔ کم از کم ۱۵۰ روپیہ ماہوار کا صرف ہوگا۔ بڑا لڑکا زاہد وہاں تقریباً ۶۰ روپیہ ماہوار صرف کرتا ہے۔

لڑکیاں جو ان ہو رہی ہیں اون کے مصارف اور تعلیم کا انتظام ہونا چاہیے۔ اون پر اثر ہوا اور انھوں نے تمام باتوں کے نوٹ لے لیے اور کہا میں اتوار کو (یعنی پرسوں ۳۰ مارچ کو) وائسرائے سے ملوں گا اور اون سے مفصل گفتگو کروں گا۔ اونھوں نے صاف صاف کہا کہ اس چار سال میں مجھ کو آپ حضرات سے کسی قسم کی شکایت نہ تھی میں نے اپنے تمام ماتحت افسروں کو حکم دے دیا تھا کہ وہ آپ سے اخلاق سے پیش آئیں۔ اور آپ کی ہر طرح کی مدد کریں۔ ہمارا کام فقط اس قدر تھا کہ ہم آپ کو چھندواڑہ میں رکھیں۔ دیکھیے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ مالی نقصان دینا کسی طرح جائز نہ تھا۔ امید ہے کہ کچھ نتیجہ نکلے گا۔ حضور کو مطلع کروں گا۔ خدا کرے ہم سب یکجا ہوں اور اطمینان سے اعلیٰ پیمانہ پر اپنے مذہبی فرائض کو ادا کریں۔

لکھنؤ کے قیام کے خیال سے دل کو فرحت ہوتی ہے۔ ایک تو حضور کا قرب۔ دوسرے تمام فرنگی محل کی پر جوش کام کرنے والی جمعیت۔ انشاء اللہ بہترین کام کرنے والے پیدا ہوں گے۔ حضور دعا فرمائیں۔ موسم یہاں پُرلطف ہے اور ٹھنڈا۔ عزیزی زاہد کا امتحان ختم ہوگیا۔ باوجود بیمار رہنے کے اوس نے پرچے اچھے کیے ہیں اور کامیابی کی امید ہے۔ حضور دعا فرمائیں۔ محمد علی کے گھر کے لوگ اور بچے اور غالباً والدہ صاحبہ بھی شروع اپریل میں یہاں آجائیں گے۔ میرا سلام مولانا سلامت اللہ صاحب اور بھائی الطاف الرحمٰن صاحب۔ قطب میاں صاحب و مولوی عنایت اللہ صاحب اور عزیزی صبغۃ اللہ صاحب تک پہونچوا دیجیے گا۔

حضور کا خادم شوکت علی

(۴)

اللہ اکبر

چھندواڑہ

۱۲ فروری ۱۹۱۹ء

حضور والا۔ السلام علیکم۔ اس سے قبل حضور کو مفصل خط لکھ چکا ہوں جو غالباً ملا ہوگا۔ جواب سے محروم رہا۔ خدا کرے طبیعت اس عرصہ میں درست رہی ہو۔ مجھ کو تو رامپور جانے کی اجازت آگئی مگر اب تک محمد علی کی نسبت دوبارہ یاددہانی کا جواب نہیں آیا ہے۔ اون کی اہلیہ بھی اس عرصہ میں بخار اور زکام میں سخت مبتلا رہی ہیں۔ اور ہم کو اون کی طرف سے تشویش رہتی تھی۔ اب کسی قدر افاقہ ہے۔ اگر کل صبح تک بھی جواب نہیں آیا تو معلوم ہو جائے گا کہ گویا اجازت دینا منظور نہ تھا۔ میں کل کی گاڑی سے چل کر یعنی جمعرات کو چل کر ہفتہ کے دن میل سے لکھنؤ سے گذروں گا۔ اگر حضور کو تکلیف نہ ہو تو مجھ سے اسٹیشن پر مل لیں۔ مع مولانا سلامت اللہ اور بھائی الطاف کے۔ میں تار بھی دوں گا۔ یعنی ۱۲ کو چل کر ۱۵ کی میل سے لکھنؤ سے گذروں گا۔ خلیق صاحب کو بھی ضرور۔ خدا کرے محمد علی کی اجازت بھی آجائے۔ ۷ کو میں نے تار دیے تھے اور خود ڈپٹی کمشنر نے بھی اب تک جواب نہیں دیا۔ تنہا جانا مجھ کو ناگوار ہوگا۔ مگر ع

"زیں ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر"

انشاء اللہ رخصت کے ختم ہونے کے قبل ہی کام ختم کرکے واپس آجاؤں گا۔ حضور سے دعا اور مشورہ کا طالب ہوں۔

حضور کا خادم شوکت علی

(۵)

اللہ اکبر

چھندواڑہ
۱ مئی ۱۹۱۹ء

حضور والا۔ السلام علیکم۔ حضور کا حکم نامہ ملا تھا جس سے قلب کو تسکین اور اطمینان ہوا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ مسلمان دین کے کاموں سے اب غافل نہیں ہیں اور ہر طبقہ کچھ نہ کچھ کر رہا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ یہ کافی نہ تھا۔ ہم کو دین مقدس کے لیے ہر وقت جان سپر رہنا چاہیے۔ انشاء اللہ وہ دن بھی جلد آئے گا۔ دنیا میں کوئی کام ایک وقت میں ہی مکمل نہیں ہوتا ہے۔ سامان خدا رفتہ رفتہ پیدا کر دیتا ہے۔ ہم لوگ دیکھتے ہیں کہ ان مصائب اور آزمائشوں کے ذریعہ سے خدا ہمارے ایمانوں کو نکھار رہا ہے۔ اور ہماری غفلت کو دور کرتا ہے۔ بعض نادانوں کی حرکات پر ہنسی آتی ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ چابک ہی ایک علاج ہے۔ جس کے ذریعہ سے نسل والے اور غیر نسل والے سب یکساں ہانکے جا سکتے ہیں۔ ان تمام واقعات سے جو پیش آتے ہیں۔ دل کو سرور ہوتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم لوگ بھی صرف تماشائی نہیں ہیں۔ بلکہ خدائے برتر نے ہم کو بھی ایک ذلیل اور چھوٹا سا پارٹ دے دیا ہے۔ خدا صراط مستقیم پر قائم رکھے۔ حالی مرحوم خوب فرماتے ہیں:

تعزیر جرم عشق ہے بے صرفہ محتسب
بڑھتا ہے اور ذوق گناہ یاں سزا کے بعد

والدہ صاحبہ غالباً کل یا پرسوں یہاں سے مع میرے بچوں کے روانہ ہوں گی۔ حضور سے انشاء اللہ ضرور ملیں گی۔ رامپور چند ضروری خانگی امور کا تصفیہ کرنا تھا۔ عظیم الدین خانصاحب عرف بن خانصاحب پر کل یہاں قانون تحفظ ہند کی رُو سے حکم ملا کہ وہ ۲۴ گھنٹے کے اندر چھندواڑہ چھوڑ دیں۔ امن عامہ اور وزارت ہند کے لیے مخدوش تھے۔ کل والدہ صاحبہ کے ہمراہ وہ بھی جا رہے تھے۔ ان کی بڑی عزت افزائی ہوئی۔ ہم اپنی آخری منزل پر خدا کرے جلد پہنچیں۔ اور پھر ایک جمعیت کے ساتھ ملک و ملت و مذہب کی خدمات سرانجام دیں۔ حضور کے ارشاد کے مطابق ... بھیجا گیا تھا۔ اب غالباً شملہ پہونچ گیا ہوگا۔ جواب تو معلوم ہے مگر مسلمان عمر بھر اس وقت تک خاموش نہ ہوں گے جب تک کہ ان کے مذہبی احکام کی پوری عزت نہ کی جائے گی۔ یہ معمولی بات نہ تھی۔ خدا حضور کو زندہ اور سلامت رکھے اور صبر، ہمت و استقلال عطا فرمائے۔ علماء کی بیداری اور بے چینی لازمی تھی۔ جب ہم گنہگاروں اور جاہلوں کا یہ عالم ہے تو وہ لوگ تو وارث نبی صلعم تھے:-

فریاد و فغاں بلبلِ ناشاد کیے جا مہمان قفس خاطرِ صیاد کیے جا
فریاد ہو یا تم ہو یا ہو آہِ جگر سوز جو ہو سکے تجھ سے دلِ ناشاد کیے جا

انشاء اللہ حضور سے جلد ملاقات ہوگی۔ ورنہ حضور کو تو تو ہے ہی۔ دل آجکل خوش ہے۔ قلب میں حضور کی

دعا سے کافی طاقت ہے۔ کفار کے سامنے مرعوب ہونا ناممکن ہے۔ حضور دعا میں یاد فرمائیں۔ انشاء اللہ قریب تر حضور کو مزید حالات سے مطلع کروں گا۔ ہم لوگ خدا کی ذات پر بھروسہ کرتے ہیں اور اسی کی امداد کے طالب ہیں۔ شکر ہے کہ آنکھوں کا پردہ اُٹھ گیا اور اب کفر اور اسلام کا فرق نظر آتا ہے۔ برادرم مولانا سلامت اللہ صاحب، بھائی الطاف الرحمٰن، قطب میاں صاحب، مولوی عنایت اللہ صاحب سب کو سلام مسنون۔

حضور کا خادم شوکت علی

(۶)

اللہ اکبر

چھندواڑہ
۱۸ مئی ۱۹۱۹ء

اہلِ ایماں رکھتے ہیں کامل بفتوائے جنوں
شانِ "لاخوفٌ علیہم" شیوۂ "لایحزنون"

حضور والا۔ السلام علیکم۔ حضور کا خط بلکہ دونوں خط اور تار ملے تھے۔ میں عرصہ سے لکھنے کا ارادہ کرتا تھا۔ مگر معمولی خط لکھنا بیکار تھا اور اس بات کا مجھ کو یقین تھا کہ حضور اب ہمارا منشا سمجھ گئے ہوں گے اور غلط فہمی کا اندیشہ نہ ہوگا۔ مگر یہ خیال غلط تھا۔ اس لیے میں چند ضروری گذارشیں کروں گا جن سے یقینِ کامل ہے کہ معاملات صاف ہو جائیں گے اور غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔ حضور کو خط لکھتے ہوئے میں ہمیشہ ڈرتا ہوں۔ اس لحاظ سے کہ ممکن ہے کوئی لفظ ایسا نکل جائے جس سے خلافِ دلی محبت اور جذبات گستاخانہ معنی لیے جاسکیں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ حضور جب غیروں کا بُرا کہنا سُن کر بُرا نہیں مانتے تو میری نسبت تو گنجائش ہی نہ تھی۔ اس زمانہ سے جبکہ میں قدمبوسی میں حاضر ہوا اب تک حضور کے اور ہمارے درمیان وہ تعلقات پیدا ہو گئے ہیں۔ جو انشاء اللہ آخر وقت موت تک قائم رہیں گے۔ پیری مریدی اور خدامِ کعبہ کے علاوہ حضور کو ہم اسلام کا سچا خادم اور جاں نثار جانتے ہیں اور ہم کو یقینِ کامل ہے کہ باوجود اور لاکھوں کمزوریوں کے حضور کو بھی اس بات کا یقین ہے کہ ہم اسلام کی توہین ایک منٹ کے لیے گوارہ نہ کریں گے اور اس کے لیے جان و مال فدا کرنے کو تیار ہیں۔ یہ رشتہ خود اس قدر وسیع ہے کہ اس میں ہر سچے مسلمان کی کھپت ہو سکتی ہے۔ چاہے وہ سُنی ہو یا شیعہ۔ حنفی ہو یا غیر مقلد اس قدر تمہید کے بعد میں چند باتوں کا حضور کو یقین دلاتا ہوں تاکہ معاملات صاف ہو جائیں اور ہمیشہ کے لیے :-

۱۔ ہم ایک منٹ کے لیے بھی یہ خیال نہیں کرتے کہ حضور عیش پرست یا آرام طلب ہیں۔ اور اس لیے اسلام کی راہ میں تکلیف اُٹھانا گوارا نہیں کرتے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ حضور اسلام کے ایسے ہی سچے شیدا ہیں جیسا کوئی مسلمان ہو سکتا ہے۔ جان و مال قربان کرنے کا شوق ہے مگر اس کو ضائع کرنا نہیں چاہتے۔ عمدہ غذا، عمدہ مکان، عمدہ لباس اور آرام کی زندگی سے دل میں نفرت ہے۔ اور اگر خدا یہ نعمتیں حضور سے چھین بھی لے تو حضور کو بجائے رنج اور افسوس کے خوشی ہوگی کہ اب تو اکابرِ رہنمائے اسلام کی طرح خدا نے آپ کو بھی منتخب کر لیا۔

۲۔ حضور کی نیت ہمیشہ بخیر ہوتی ہے اور بہادری سے اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کافی تھا کہ حضور کو معلوم ہو جائے تاکہ غلط فہمی کی گنجائش باقی نہ رہے اور آپس میں فضول معاملات پر بحث نہ کی جائے۔ جس بات میں ہم کو شکایت ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ حضور پر الزام بہی کم ہے ۔

(۱) مسلمانوں کی کم ہمتی اور بے حسی سے جلد مایوس ہو جانا اور اس خیال سے کہ کام کا ارادہ کرکے ناکام رہنے سے کفار کی نگاہ میں ہم اور حقیر ثابت ہوں گے اور وہ ہم پر اور مظالم اور زیادتیاں کریں گے۔ اس سے بہتر سمجھا کہ صرف ایسا کام کیا جائے جو کامیاب ہو سکے۔ یہ ایک حد تک صحیح تھا مگر جب معلوم ہو گیا کہ مریض مہلک بیماری میں مبتلا تھا تو پھر چشم پوشی کرنا بیکار تھا۔ پھر تو جان توڑ کر دیوانہ وار کوشش کرنا تھی کہ علاج معالجہ وقت پر ہو جائے اور صحیح طریقہ سے۔ اوس وقت دشواریوں اور ناکامیوں کا کیا ڈر؟ سو مرتبہ ناکام رہیں گے اور ذلیل ہوں گے اور پھر کوشش کریں گے۔ آخر میں "ہمت مرداں مدد خدا" صحیح ثابت ہوگا۔ اوس میں حضور مجھ کو معاف فرمائیں گے۔ کچھ قصور حضور کا تھا کہ زیادہ تر ہم ساتھ والوں کا جو بے ہمت تھے اور بجائے دل بڑھانے کے اعتراضات کی بوچھاڑ اور بحث مباحثہ سے پژمردہ کر دیتے تھے۔

(۲) روزمرہ کے معمولی سیاسی معاملات میں لوگوں کی رائے سے جلد تر متاثر ہو کر رائے کو پلٹ دینا جس سے کام کرنیوالوں کو یقین نہ تھا کہ کسی خاص مسئلہ میں حضور کیا کریں گے۔ اس میں کچھ قصور حضور کی ذہانت اور طباعی کا اور کچھ حضور کی مروت اور اسلامی شیوہ کا تھا کہ ان معاملات میں اپنی رائے کو جمہور اور احباب کی رائے پر بھروسہ کر کے بعض اوقات متضاد رایوں کا اظہار ہو جاتا تھا۔ اس بارے میں بھی حضور پر الزام زیادہ نہیں لگایا جا سکتا، کیونکہ حضور کو خود اعتراف ہے کہ حضور کو سیاسی معاملات سے واقفیت نہ تھی اور نہ کچھ بہت لگاؤ۔ مگر آج کل سیاسی معاملات اور مذہبی معاملات ایسے خلط ملط ہو گئے ہیں کہ اون کا علیحدہ کرنا دشوار ہے۔ اگرچہ مذہب اسلام میں سیاست اور مذہب کبھی جدا تھے ہی نہیں۔ مگر اب کفار کی حکومت میں مجبوراً ایسا امتیاز قائم کیا گیا۔

(۳) یہ میرے نزدیک سب سے بڑا الزام ہے کہ مذہبی احکامات کو بجائے صاف اور غیر مبہم الفاظ میں ظاہر کرنے کے مبہم الفاظ کے دریا میں ملا دینا تھا جس سے کافی ہدایت نہیں ملتی تھی اور یہ کہ موٹے موٹے اصول لے کر اون کو بار بار نہ کہنا اور اون پر توجہ دلا کر مسلمانوں کو بیدار نہ کرنا۔ حضور نے بہت سے خطوط لکھے اور خطبہ پڑھے اور سب میں اسلامی جوش اور سچائی بھری تھی مگر وہ اس قدر پھیلی ہوئی تھی اور اس کے گرد اس قدر توہمات جمع ہو گئے تھے کہ لوگ اور سے ہدایت نہیں پا سکتے تھے۔ مثلاً حضور کو صاف کہنا تھا اور بار بار کہنا تھا اور ہر جلسہ اور ہر موقع پر کہنا تھا کہ خلیفۃ الرسول کے خلاف لڑنا جبکہ وہ جہاد مقاماتِ مقدس کی حفاظت کے لیے کرنا تھا حرام تھا۔ بار بار اس پر زور دینا تھا تاکہ مسلمان سپاہی اور رسول والے عذاب دوزخ سے بچے رہتے۔ میرا ذاتی ایمان یہ ہے کہ دینی معاملات میں مصلحت وقت اور گلو خلاصی کا خیال دین کی کمزوری کا باعث ہوا ہے۔ صاف سوال کا صاف جواب

دیا جائے اور اس پر جما رہنا چاہیے اور اگر ضرورت ہو تو اوس کی خاطر تمام تکالیف برداشت کرنا چاہیے۔

حضور نے سب کچھ کہا مگر بہت سی باتوں پر کہا۔

مگر اصل بات اون میں غائب ہو گئی۔ یا کم از کم اوس پر کافی توجہ نہیں کی گئی۔ حضور والا میری عبارت بھونڈی ہے اور اکثر جگہ بے ربط مگر مجھ کو امید ہے کہ حضور میرا مطلب سمجھ جائیں گے اور جہاں گستاخی ہوگی اوس کو معاف فرمائیں گے۔ ہم کو حضور سے اس قدر توقعات ہیں اور اس قدر امیدیں ہیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ اسلامی دنیا کو معلوم ہو جائے کہ حضور کے جسم میں کیسا سچا اور طاقتور قلب اور دماغ تھا جو اسلامی بیداری اور برتری کے لیے ہر وقت کوشاں تھا حضور کا فتویٰ نہایت عمدہ کام تھا مگر ۲ برس دیر میں شایع ہُوا اور اوس میں بھی یہ غلطی کی گئی کہ فقط والسرائے کو بھیجا گیا اور مسلمانوں کو عام طور پر مختلف زبانوں کے ترجمہ کے ساتھ ملا تاکہ اون میں بیداری اور قوت پیدا ہوتی اور وہ اس سے فائدہ اوٹھاتے۔ والسرائے کو سب حال معلوم ہے۔ اونھوں نے تو آنکھوں کو دیدہ دانستہ اپنے حصولِ اغراض کے لیے یعنی خوابیدہ کیا ہے۔

اب ہمیں تھوڑا بہت عرض کرنا ہے۔ حضور ہم کو خوب جانتے ہیں کہ ہم لوگ عیش و آرام کے عادی، فاسق و فاجر تھے اور ہیں۔ ہم کو ان باتوں پر فخر نہیں ہے مگر واقعات کو چھپانا بھی نہ چاہیے۔ ہم شرمندہ ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم کو قلب مومن عطا کرکے اور ہماری گندگیوں کو دور کرے تاکہ ہم سچے بندے ہو سکیں۔ ہم دنیا دار ہیں اور اوس کو کمانا خوب جانتے ہیں۔ بے ایمان نہیں ہیں۔ کیونکہ بے ایمان واقعی دنیا میں پورا کامیاب نہیں ہوتا ہے۔ ملک کے سیاسی معاملات سے واقف ہیں اور اپنے مخالفین کے داؤں پیچ کو خوب پہچانتے ہیں۔ مگر خدا واقف ہے کہ ان تمام ذاتی خواہشوں اور نفسانی خواہشات کے علاوہ اوس پاک پروردگار نے دل میں ایک چبھن بھی پیدا کر دی ہے اور وہ یہ ہے کہ اوس کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں جو خدا اور رسولِ اکرم صلعم کا دشمن تھا اور جس سے دین مقدس کو خطرہ تھا۔ جس کسی کو بعد کافی تجربوں کے اسلام کا دشمن ثابت پایا تو اوس کی بیخکنی اور دین کی مضبوطی کی فکر سے کسی وقت بے فکر نہیں رہے۔ ہم ضرور چاہتے ہیں کہ نیکنام ہوں۔ فقط شہرت نہیں چاہتے بلکہ نیک نامی کے خواہاں ہیں مگر اوس کے ساتھ یہ بھی چاہتے ہیں کہ خدا ہم کو توفیق دے اور سامان دے تاکہ ہم واقعی کچھ کام بھی کر سکیں جس سے نیکنامی کے مستحق ہوں۔ غیر حقیقی شہرت نہیں چاہتے۔ ہم کو شوق ہے کہ خدا ہم سے کوئی خدمت لے مگر حضور جس صبر اور استقلال کے ساتھ اور جس قدر غور و فکر کے بعد ہم کام کرتے ہیں وہ یا تو ہمارا خدا جانتا ہے یا ہمارا دل۔ ہم کو فخر ہے کہ ہم نظر بند کیے گئے اور آزاد صرف اس وجہ سے نہیں کیے گئے کہ ہمارے خیالات میں کچھ فرق نہ تھا۔ ہم آج بھی ویسی مستعدی کے ساتھ دین کی فکر میں ہیں جیسے کہ قبل نظر بندی کے تھے۔ احباب سے رنج ہے کہ اونھوں نے ہمارے اوس ۴ برس کے امتحان کے بعد یہ قدر کی کہ وہ ہمارے مشوروں پر اب یہ کہہ کر بدگمانی کریں کہ اب ہم نظر بندی کی مسلسل قیود (کی بندش) سے اوکتا گئے ہیں اور پریشان خاطر ہیں۔ ہم کو اس قدردانی سے ضرور سخت صدمہ ہے۔ اور اس لیے صاف صاف عرض کریں گے کہ چونکہ ہمارے احباب میں سے کثیر التعداد خود

کم ہمت تھے اس لیے وہ ہم پر اولٹا الزام لگاتے ہیں۔ حسرت نے صحیح کہا ہے اور تجربہ کے بعد :۔

اپنا سا شوق اون میں لائیں کہاں سے ہم
گھبرا گئے ہیں بے دلی ہمرہاں سے ہم

ہمارا قدم آج بھی آگے کو بڑھتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کیونکہ ہم اوس عقل سلیم کو استعمال کرنے کے بعد ہر فعل کرتے ہیں جو خدا کی طرف سے ہم کو عطا ہوئی ہے۔ ہم آج بھی اپنی قوم کو تمام اور مسلمانوں سے بہتر جانتے ہیں۔ کیونکہ ہم ہر طبقہ میں پہلے ملتے رہتے ہیں اور اب بھی برابر ملتے رہتے ہیں۔ ہم کو صرف ایک دھن ہے اور وہ اپنی رہائی کی نہیں (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) بلکہ اعلائے کلمۂ حق، اوس کے لیے ہم بے چین رہتے ہیں۔ اگر عمدہ خبریں ملتی ہیں تو ہم خوش ہوتے ہیں اور مردنی اور بے ہمتی کی اطلاع پاتے ہیں تو ہم کو صدمہ ہوتا ہے۔ مگر خدا نے ایسا قلب دیا ہے کہ تھوڑی ہی دیر بعد وہ پھر مایوسی کو لات مار کر نکال دیتا ہے۔ اور خدا پر بھروسہ کر کے از سر نو عمارت بناتا ہے۔ حضور والا ہم برس گذشتہ کا تجربہ ہمارے احباب کے لیے کافی ہونا چاہیے تھا۔ اگر دسمبر ۱۹۱۴ء میں وہ خطبہ پڑھا گیا ہوتا جو ۱۹۱۸ء میں تو آج اسلام کی فتح یقینی ہوتی اور مقاماتِ مقدس کفار کے ہاتھ میں نہ ہوتے۔ یہ تجربہ کافی تھا ہماری رہنمائی کے لیے۔ خدائی نعمتوں کو ہم نے ٹھکرا دیا تھا۔ بغداد شریف، کربلائے معلّٰی، نجف اشرف اور بیت المقدس کو ذلیل اور ناپاک کرنے والے ہم اور آپ ہیں۔ اور ہماری ذلیل اور بزدلی سکھانے والی مصلحتیں جو آخر میں ثابت ہوگئیں کہ ناکارہ تھیں۔ ہم نے ہزاروں مسلمان سپاہیوں کو جہنم کا راستہ دکھایا۔ ہم نے "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" کی بجا آوری سے پہلوتہی کر کے اپنے آپ کو دین و دنیا میں خراب و برباد کیا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ وہی سلسلہ پھر جاری ہے اگر کچھ کمی ہے تو خود حکام کی حماقت اور دیوانگی کی وجہ سے وہ پھر وہی جبر و ظلم کا نسخہ استعمال کر رہے ہیں جو کامیاب ہوا تھا۔ اور ہم پھر ادنیٰ تدبیر اور مصلحت بینی کے پیرو ہیں جس نے دنیائے اسلام کو تباہ و برباد کیا تھا۔ حضور اب یکسوئی سے کام کرنے کا وقت تھا۔ ہم کو صاف کہہ دینا چاہیے کہ یا تو فوراً ہمارے تمام مطالبات پورے کر دو ورنہ ہم پر مذہبی احکامات کی رُو سے تمہاری امداد حرام تھی۔ بلکہ جہاد فرض تھا۔ حضور ہجرت کے خیال کو تو اب چھوڑ دیں۔ اب تو جہاد کے نافذ کرنے کا وقت معلوم ہوتا ہے۔ بحث و مباحثہ کا وقت نہ تھا۔ ہم نے احکام نظر بندی صرف اس وجہ سے توڑے ہیں کہ کچھ تو کیا جائے جس سے احباب میں گرمی آئے۔ وہ خود افسردہ تھے اور دوسروں کو بھی نامرد کرتے (بنتے) تھے۔ ہم کو مشورہ کی اب ضرورت نہ تھی۔ ہم کو اس امر کی اطلاع کی ضرورت تھی کہ ہر دوست یہ کہے کہ میں نے اسلام کے لیے یہ کیا۔ عمل چاہیے نہ کہ باتیں۔ میں حضور سے دریافت کرتا ہوں کہ ڈاکٹر انصاری کے خط کی کیا ضرورت تھی جو دہلی میں پڑھا گیا کہ تمام مظاہرے بند کر دو اور گورنمنٹ کی امداد مجاہدین کے خلاف کرو۔ امیر ہندوستان کو فتح کرنے کو نہیں آیا ہے۔ بلکہ وہ تو دشمنانِ اسلام کی سرکوبی کو آیا ہے تاکہ وہ قوم جس نے دیدہ دانستہ باوجود صریح وعدوں کے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، بیت المقدس، اور قصبات عالیات کو کفر کی ظلمت سے گندہ کیا ہے اوس کو

اور برباد کرے۔ اور ہم کو ہمارے احباب مشورہ دیتے ہیں کہ تمام مسلمان دشمنانِ اسلام کی حمایت کریں اور مجاہدین کی خونریزی پر کیا مصلحت ہے۔ اس سے تو کفار کی ہمت بڑھتی ہے اور مسلمانوں کو ضرر ہوتا ہے۔ یکسوئی کے ساتھ صاف کہنا چاہئے اور عمل بھی کرنا چاہئے۔ گاندھی نے حال ہی میں بمبئی میں مسئلہ خلافت پر ایک لاجواب لکھ دیا۔ "ینگ انڈیا" اخبار منگا کر ملاحظہ فرمائیں اوس میں شایع ہوا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان اپنے مطالبات فوراً فوراً صاف طور سے پیش کریں اور اپنی مجبوریوں کا بھی صاف اظہار کر دیں۔ سنسر کو ہم خط وغیرہ نہیں بھیجتے ہیں۔ قیام یہاں پر ہے اور رہے گا۔ جب تک یہ ہم کو زیادہ تنگ نہ کریں۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ ہم پر بھروسہ رکھیں۔ ایک طرف تو ہم سے کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں ہم منتخب لیڈر ہیں۔ دوسری طرف ہمارے مشوروں کو لغو اور بیکار بتایا جاتا ہے۔ یہ وقت شکوہ و شکایات کا نہیں ہے۔ ہم کو اپنے مطالبات صاف صاف بیان کرنے چاہئیں۔ ہم اس جنگ میں کوئی مدد نہیں دے سکتے الّا یہ کہ ہمارے مطالبات فوراً قبول کیے جائیں۔ تب انشاء اللہ صلح کرا دیں گے۔ خط کے جواب کی ضرورت نہ تھی۔ حضور آئندہ لکھیں تو لفافہ پر وزیرن بی بی آپا کو منشی محلّہ چھند دارہ تحریر فرمائیں۔ بھائی الطاف۔ مولانا سلامت اللہ اور تمام احباب کو خط دکھا دیجئے گا۔

حضور کا خادم شوکت علی

(۷)

جیل بیتول (صوبہ متوسط)
۲ دسمبر ۱۹۱۹ء

حضور والا۔ السلام علیکم۔ حضور کو مفصل خط لکھنے کو ہمیشہ دل چاہتا ہے۔ مگر میں صبر سے کام لیتا ہوں۔ اور صرف مجبوری کے وقت لکھتا ہوں۔ جب فضول بدگمانیاں یہاں پیدا ہوں تو خواہ مخواہ اون میں کیوں اضافہ کیا جاوے۔ جو تعلقات روحانی حضور سے ہیں وہ ہم جیسے گنہگاروں کے لیے کافی ہیں۔ بعد نماز تہجد حضور کی خدمت میں حاضر ہو جاتا ہوں۔ اور بعد دعا کے سلام علیک پہونچا دیتا ہوں۔ یہ دل کے تسکین کے لیے کافی ہے۔ جب خدا کا حکم ہوگا تو اس کے بدلے حاضرِ خدمت ہو کر قدمبوسی کروں گا اور لکھنؤ میں اس قدر رہوں گا کہ کوئی شکایت کی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔ بلکہ برادرم مولانا الطاف الرحمٰن کو بھی رقابت پیدا ہو جائے گی۔ دل کی تمنا ہے کہ جلد حضور کے ہمراہ حجازِ مقدس کا سفر کروں اور یمن۔ نجد اور عراق میں بھی پھروں اور زیارت مقدسہ سے فراغت حاصل کرکے کچھ ثواب دارین حاصل کروں۔ جو لطف حجازِ مقدس میں اب آئے گا۔ پہلے نہ آتا کیونکہ بڑی خدمت درپیش ہے:-

لائے اوس بُت کو التجا کر کے
کفر توڑا خدا خدا کر کے

برادرم مولانا سلامت اللہ صاحب کو ۱۵ نومبر کو ایک خط لکھا تھا اور عزیزی خلیق الزماں صاحب کے پتہ سے

بھیجا تھا۔ خیال تھا کہ ضرور مل گیا ہو گا مگر اب تک جواب نہ آنے سے اندیشہ ہوتا ہے کہ ڈاک خانہ کی غلطی یا کسی اور وجہ سے وہ نہ ملا ہو۔ اخبارات سے جناب مولانا عبدالعزیز صاحب فرنگی محلی مرحوم کے انتقال کی اطلاع ملی۔ دلی رنج ہوا۔ مرحوم سچے مسلمان تھے اور ہمارے خدام کعبہ سے دلی محبت رکھتے تھے۔ خدا مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور تمام اہلِ خاندان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

کس طرح بیکار تصور کیے جا سکتے ہیں۔ اوس کی رحمت سے مایوسی کی کوئی وجہ ہی نہیں ہے۔ قلبی طاقت ہے اور اس ۵ برس کے تجربہ کے بعد بجائے پستی کے اور نئی قوت پیدا ہو گئی ہے خاص کر یہاں کے دلچسپ قیام سے۔ ہم لوگوں کی زندگی بہت پُرلطف ہے۔ جب قدمبوسی حاصل کروں گا تو مفصل حالات بیان کروں گا۔ اخبارات ۷ یا ۱۸ آتے ہیں۔ اور خوب وقت ملتا ہے کہ اون کو پڑھیں۔ تمام معاملات اس سے ملتے ہیں۔ عزیزی خلیق الزمان سے بہت کچھ توقعات تھیں مگر افسوس کہ اون کا لکھنؤ کا قیام مفید نہیں ثابت ہو رہا ہے۔ کل ہمدم پڑھ کر سید نذیر حسین پر افسوس آیا۔ کاش یہ سچ ہوتا کہ حضور میں ذاتی ترقی اور آگے بڑھنے کا نیا شوق پیدا ہو گیا ہے۔ ہم کو تو سب سے بڑی یہی شکایت تھی کہ حضور تصنع سے اس قدر بھاگتے ہیں اور اس قدر شرمیلے ہیں کہ بعض اوقات کام کو نقصان پہونچ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ دنیا اس قدر تصنع کی عادی ہو گئی ہے کہ اوس کے بغیر کام چلنا دشوار ہے۔ ہم لوگ حضور کے لیے دعا کرتے ہیں اور اب بہت خوش ہیں۔ حضور کی خدمات کا صلہ تو وہ قادرِ مطلق اور بادشاہ دو جہاں ہی دے گا۔ ہم کو یکسو ہو کر اوس کی خدمت کرنا چاہیے۔ والدہ صاحبہ کی دوبارہ علالت کی خبر ملی۔ ہم لوگ صرف دعا ہی کر سکتے ہیں۔ پہلے کی نقاہت موجود تھی۔ اب پھر بخار اور پیچش کی شکایت ہے۔ وہی پرانی آنتوں کی خرابی ہے جن سے خطرہ ہے۔ خدا مالک ہے۔ آج بارہویں ربیع الاول ہے۔ افسوس محفلِ میلاد شریف میں شرکت امسال نصیب نہیں ہوئی۔ مگر میں سیرۃ نبوی پڑھ رہا ہوں۔ جس کی ایک جلد مولانا سید سلیمان صاحب نے بھیجی تھی۔ آج انشاء اللہ ختم ہو جائے گی۔ مولانا ابوالکلام صاحب کا تذکرہ حضور نے پڑھا۔ ضرور کلکتہ سے الہلال پریس سے منگوا لیجے۔ مؤلف کے دیباچہ کے علاوہ خود تذکرہ نہایت درجہ دلچسپ اور قابلِ قدر ہے۔ محمد علی اچھے ہیں۔ سلام عرض کرتے ہیں۔ ہمارا سلام مسنون مولوی سلامت اللہ صاحب، مولوی عنایت اللہ صاحب، برادرم الطاف الرحمٰن صاحب تک پہنچا دیجیے۔

شوکت علی

(۸)

اللہ اکبر

۱۷ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء

قبلہ و کعبہ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

ابھی حضور والا کو دہلی کی تشریف آوری کے متعلق تار دیا ہے۔ میں پرسوں یہاں آیا ہوں۔ کلکتہ سے میں حضور سے رخصت ہو کر ڈھاکہ۔ کریم گنج۔ چٹاگانگ۔ چاندپور میں قیام کیا اور وہاں کی حالت دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ نواب صاحب ڈھاکہ نہایت ہی سچے مسلمان نوجوان ہیں اور اس مذہبی کام میں کوشاں ہیں۔ اور آسام وغیرہ کے دورہ کا وعدہ بھی کیا ہے

دُعا کریں اہلِ ہنود نے خاص طور پر دعوت دی اور چاہ وغیرہ کے بعد خلافت اور جزیرۃ العرب کے متعلق سوالات کیے۔ میرے جواب سے وہ متحیّر ہوئے اور بولے کہ اس کا تو ہم کو علم ہی نہ تھا۔ اور اب ہم ہر طرح آپ کے ساتھ ہیں اور واقعی دنیا کے مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے۔ چٹاگانگ جس کا پرانا نام اسلام آباد تھا۔ وہاں کے اہلِ ہنود بھی ہمارے اس مقدس کام میں کوشاں ہیں اور ہمارے ساتھ ہیں۔ . . . میں جو ضلع کانفرنس ہو رہی ہے۔ اس کے صدر رپنچند رپال تھے۔ انھوں نے خلافت میٹنگ میں شرکت کی اور بنگلہ زبان میں وہ تقریر کی جو کوئی مسلمان نہ کرتا۔ ان سے بہت امید ہے۔ ابھی حضور کا خط ختم نہ ہُوا تھا کہ محمد علی کا تار جو رامپور گیا تھا ابھی ملا جس کی نقل ملاحظہ کے لیے تحریر ہے۔

میں نے ابھی راجہ صاحب کو تار دیا ہے اور درخواست کی ہے ان کی امداد کی ضرورت ہے اور وہ اپنی رائے سے مطلع کریں کہ انگلستان معہ رضا علی کے جائیں گے یا نہیں۔ مہاتما گاندھی جانے کے لیے آمادہ ہیں اور یہ بڑی قوت ہے اس تار کے مضمون سے معلوم ہوگا کہ وہاں ان لوگوں کی ضرورت ہے۔

آسام کے سفر کے بعد کلکتہ آیا اور ایک دن قیام کر کے بمبئی کے لیے روانہ ہُوا اور راستہ میں ناگپور اور برہان پور قیام کیا۔ مسلمانوں کی حالت ہر جگہ یکساں ہے اور اوس کے ساتھ ہی ناگپور کے ہنود نے بھی میری تقریر سُن کر وہی وعدہ کیا جو دوسری جگہ کے ہندوؤں نے کیا تھا۔

بمبئی آخر ماہ تک قیام کرنے کا ارادہ تھا تاکہ صدر دفتر میں کام کا پورا انتظام کر جاؤں۔ امید ہے کہ جب تک مقیم ہوں یہاں کی حالت درست اور کام باضابطہ ہو جائے گا۔ ۲۲ کو دہلی پہنچنا ہے جیسا کہ ابھی حضور کو تار سے مطلع کیا ہے اور اس محمد علی کے تار کے بعد مشورہ کی اور بھی ضرورت ہے۔ مشیر صاحب کل تشریف لائے اور وہ اس وقت یہاں موجود ہیں فرماتے ہیں کہ حضور ۲۲ کو ضرور دہلی آئیں۔ مہاتما گاندھی بھی آئیں گے

حضور کا خادم شوکت علی

(۹)

۱۸ مئی ۱۹۲۱ء

اللہ اکبر

قبلہ و کعبہ۔ السلام علیکم۔ حضور کا گرامی نامہ جو چوک کے ڈاک خانہ کے سپرد کیا گیا یہاں ۸ مئی کو پہنچا۔ لفافہ کی حالت سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کھول لیا گیا اور مجھے فکر ہے کہ آپ کے اور ہمارے خطوط برابر کھولے جاتے ہیں۔ ہمیں اوس کو کوئی پرواہ نہ کرنی چاہیے۔

شرائط صلح کے اعلان کے بعد جو کچھ بھی ہیجان و سوزشِ روح ہم لوگوں میں نہ ہو کم ہے۔ پھر اپنے مقاصد کو کامیاب بنانے کی غرض سے ضرور عزم و تحمل سے کام لینا پڑے گا۔ اس موقع پر خدا مولانا ناظر صاحب کا بھلا کرے کہ ہم لوگوں میں ایک تازہ روح پھونک دی۔ انھوں نے سنتِ نبوی کی زندہ نظیر پیش کر دی۔ جس سے ہماری قوتِ ایمانی میں اور اضافہ ہُوا۔ اس قسم کی نظیر پیش کرنے کے واسطے ہر مسلمان کو تیار رہنا چاہیے۔ یہ جگہ دور و دراز ہونے کے باعث اکثر لوگوں کو یہاں

آسانے میں دقتیں ہوتی ہیں۔ اور اب اسی سسلہ میں معلوم کتنی جلد جلد جلسوں کا انعقاد ہو۔ اس وجہ سے یہاں سے صدر دفتر لے جانے کا خیال ہے۔ اوس کے واسطے تین مقام زیر تجویز ہیں۔ دہلی، لکھنؤ اور الہ آباد، میری ذاتی رائے یہ ہے کہ صدر دفتر لکھنؤ ہونا چاہیے۔ ۲۷ مئی کو ایک میٹنگ ہونے والی ہے اور مقام انھیں تینوں مندرجہ بالا مقامات میں سے تجویز کیا جائے گا
۱۲ مئی والی میٹنگ میں انقطاع تعلق کا مسئلہ بالکل طے ہو گیا اوس کے چار مدارج رکھے گئے ہیں جن کا آپ کو بھی علم ہے اس مسئلہ کے متعلق جو اعلان لکھا گیا تھا وہ گاندھی مہاراج نے بغرض ترمیم رکھ لیا ہے۔ کیونکہ وہ اعلان قبل از اشاعت شرائط صلح تھا اور اب جبکہ ہماری قسمتوں کا فیصلہ ہو چکا اوس میں تغیر و تبدل کے بعد اوسے بہت جلد شایع کیا جائے گا۔
اب مرکزی کمیٹی کا کام نہایت شد و مد سے شروع کیا جا رہا ہے۔ ہر پراونشیل کمیٹی سے ایک ایک نمایندہ آئے گا جو مرکزی کمیٹی میں رہ کر مستقل طور سے کام کرے گا۔ مولانا آزاد بھی وہیں رہیں گے۔ مہاتما گاندھی نے بھی طے کر لیا ہے کہ جس جگہ خواہ الہ آباد دہلی۔ لکھنؤ میں دفتر ہو وہ مقیم رہیں گے۔ "انقطاع تعلق" کے متعلق جیسے عہد نامجات ہیں انھیں چھپنے کے واسطے بھیجا جا رہا ہے۔ اس وقت ہم لوگوں کی حالت نہایت نازک ہے اور ضرورت ہے کہ اس وقت غور و تحمل سے کام لیں۔ ہیجانِ قلبی ان تمام مصائب کا ایک جزوی نتیجہ ہے لیکن ہمیں اوسے دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس وقت اس کا صحیح طریقہ سے اندازہ کرنا ہے کہ کون کون ایثار کر سکتا ہے اور کتنا کر سکتا ہے تاکہ اس موقع پر کوئی بھی ایک قدم پیچھے نہ ہٹنے پائے۔

۲۷ مئی کو جس جگہ میٹنگ ہو گی وہاں صرف رہائش کا انتظام کرنا ہے۔ باقی کھانے پینے کے واسطے ہر شخص فرداً فرداً انتظام کرے گا اور غیر ضروری بار کسی پر ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی مکان لکھنؤ میں صدر دفتر کے واسطے مل جائے تو آپ اوس کی کوشش کیجئے۔ ہمارا دفتر اوس میں رہے گا اور دفتر کے تقریباً ۲۰ یا ۲۵ اشخاص ہوں گے اور علاوہ ازیں اتنی گنجائش ہو کہ اوس میں مہمان وغیرہ بھی آ کر تھوڑی بہت تعداد میں ٹھہر سکیں۔ ایک مکان تو اس قدر وسیع ملنا دشوار ہے اس لیے متفرق مکانات قریب قریب ہوں تو بھی غنیمت ہے۔ چھجن صاحب بہادر کا ایک مکان وکٹوریہ گنج میں تھا۔ سنا ہے کہ بڑا تھا مگر خلافت کے لیے تو اوس کا ملنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ ان رامپور کے واقعات کے بعد خود چھٹانی میاں صاحب کا منشا بھی ایسا ہی ہے کہ صدر دفتر ہندوستان چلا جائے۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں وہ صدر بھی نہ رہ سکیں گے۔ اس وقت اون کی مشکلات کا خیال بھی لازمی تھا۔ بدقسمتی ضرور ہو گی کہ ایسے وقت میں مقام تبدیل کیا جائے۔ مگر مجبوراً کرنا پڑے گا۔ خانگی طور سے خاص خاص احباب سے حضور مشورہ فرمائیں۔ میرے خیال میں لکھنؤ کا صدر مقام ہونا مناسب ہو گا اور دہلی سے بہتر۔ ۲۷ مئی کو یہ اہم معاملہ اور معاملات کے ساتھ ساتھ پیش ہو گا۔ اس زمانہ میں ہر مسلمان کو لازم تھا کہ وہ وقتاً فوقتاً اپنے قلب اور ضمیر کا محاسبہ کرے اور دیکھے کہ جو مشورہ وہ دے رہا تھا نفسانیت اور ذاتی آرام کے لحاظ سے تھا یا محض مقاصد کی بہتری کے لیے۔ میرے خیال میں ہر کام یکسوئی سے درست ہوتا ہے۔ اگر آشتی سے کام لینا ہے تو آشتی ہو۔ اور اگر جنگ ہے تو پھر جنگ ہی ہو۔ دو طرفہ کاروائی

ہیں نقصان کا احتمال ہوتا ہے۔ اس لیے میں نہایت ادب سے مشورہ دوں گا کہ ہم کو ۴ یا ۵ ماہ تک مسٹر گاندھی کے نسخہ کو سچائی کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے۔ پورے پرہیز کے ساتھ۔ اوس کی ناکامیابی پر ہم وہ کریں گے جو خدا کا حکم ہو گا صبر و استقلال اور ہمت سے کام کرنا ہے۔ اور خدا کے فضل سے امید ہے کہ وہ ہماری کوششوں کو بار یاب کرے گا۔

ابھی حضور اور مولانا ابوالکلام صاحب کا تار ملا۔ ۱۱۔ اصحاب کو اب بلانا اور پھر دوسری میٹنگ جلد کرنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ ضروری امور کا فیصلہ خلافت کمیٹی ہی کرے گی۔ میں نے ابھی حضور کو حسب ذیل تار دیا ہے۔

وقت کم ہے۔ ۲۷ کو میٹنگ طلب کرنا ہے۔ ممبروں کا دو بار آنا دشوار ہے۔ لکھنؤ میں اگر صرف رہنے کا انتظام ہو جائے تو کھانے کے مصارف ہم سب ادا کریں گے۔ جواب تار سے بھیجئے۔ الہ آباد سے میٹنگ کرنے کے متعلق کوئی جواب نہیں آیا ہے۔"

حضور کے خط کا منتظر رہوں گا اور تار کا بھی۔ رات یہاں غریب مسلمانوں نے محلہ مدنپورہ میں بڑا جلسہ کیا۔ تقریباً ۲۰ ہزار آدمی تھے۔ انقطاع تعلق کی تحریک کو سب نے قبول کیا۔ چندہ غریبوں نے دیا اور آیندہ ل میں کام کرنے والوں نے وعدہ کیا کہ باقاعدہ دیں گے۔ چھٹانی میاں صاحب نے ابھی ٹیلیفون پر بلا کر کہا کہ میں آپ کو تار دوں کہ اگر لکھنؤ میں جلسہ کا انتظام مشکل ہو تو بہتر ہے بمبئی میں میٹنگ بلائی جائے۔ الہ آباد میں بھی دشواری ہو گی۔ میں نے مناسب خیال کیا کہ حضور اور مولانا آزاد فوراً تشریف لے آئیں۔ تاکہ زبانی گفتگو ہونے کے بعد تمام امور کا تصفیہ ہو جائے۔ مہاتما گاندھی یہاں کل صبح آئیں گے۔ میں اون کو روک لوں گا۔ زیادہ کیا لکھوں۔ بہتر ہے کہ مشیر بھی ہمراہ آئیں۔ اون کا انگلستان جانا اب تو بیکار معلوم ہوتا ہے۔

حضور کا خادم شوکت علی

(۱۰)

۲۲ مئی ۱۹۲۰ء

اللہ اکبر

حضور قبلہ و کعبہ جناب مولانا صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

امید کہ حضور بخیریت ہیں۔ عرض یہ ہے کہ پہلی دوسری جون کو الہ آباد میں جلسہ کرنے کا ارادہ ہے وہاں سے دعوت بھی آگئی ہے۔ مہاتما گاندھی صاحب کو تار دیا ہے امید ہے کہ وہ رضامندی دے دیں گے تو اس حالت میں کوئی شبہ ہی نہیں رہے گا۔ یہ تاریخیں اس وجہ سے تجویز کی گئیں کہ ۳۰ و ۳۱ مئی کو بنارس میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا جلسہ ہے۔ خلافت کمیٹی کی طرف سے ہندوستان کے ہر خیال کے ہندو صاحبان کو بلایا ہے تاکہ وہ اپنا مشورہ دیں۔ اس صورت میں جو اصحاب آنا چاہیں گے اون کو آسانی ہو گی۔ خلیق اور شوکت علی کو حضور مطلع فرما دیں اور حضور کی شرکت اس موقعہ پر بیحد ضروری ہے۔ حالانکہ گرمی کی تکلیف بہت سخت ہو گی۔ بفضلہ تعالیٰ چھوٹانی سیٹھ صاحب اب کام کے لیے تیار ہیں۔ نہایت درجہ خوشی ہوئی۔ مفصل حالات زبانی بروقت ملاقات عرض کر دوں گا۔ اوس کا .....

استعفا بھی تیار ہے۔ دو چار دن میں یہاں بڑی میٹنگ ہوگی شرائط صلح سے اظہار نارضامندی کے لیے مولانا فاخر صاحب کی بیگم صاحبہ کو کل ۵۰۰ روپیہ خلافت کمیٹی کی طرف سے روانہ کر دیئے گئے اور آئندہ بھی ہر امداد کے لیے تیار رہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ الہ آباد نے اور ہمارے صوبہ نے اپنی زندہ دلی اور بیداری کا ثبوت دیا۔ ایک ہزار روپے روانہ کروں گا اور روپیہ بھی بعد کو۔

ہم لوگ اپنے نئے دفتر میں آ گئے ہیں۔ یہ بھی عارضی کیونکہ اصلی مکان دو ماہ میں تیار ہوگا۔ یہاں کا کرایہ اور مصارف بہت زیادہ ہیں۔ کل سے وصولی چندہ بھی شروع ہو گئی ہے۔ یہ ٹھگ پہاڑ سے کیوں اوتر کر آ رہے ہیں۔ ایک تو مسلمانوں کو تنگ کریں اور پھر امید رکھیں کہ ان کو دھمکائیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ ہم صابر و شاکر ہیں اور آخر تک صبر سے کام لیں گے۔

حضور کا خادم شوکت علی

(۱۱)

۷ جولائی ۱۹۲۰ء

جناب قبلہ مولانا صاحب مدظلہٗ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

سنٹرل خلافت کمیٹی کو چند ایسے علماء کی ضرورت ہے جو مسئلہ خلافت کی اشاعت و تبلیغ اور عملی کارروائی کے لیے ہندوستان کے مختلف صوبجات میں دورہ کریں۔ دورہ کرنے والے اصحاب ایماندار نیک اور خوش اخلاق ہونے چاہئیں جو لوگوں پر اپنا اخلاقی اثر ڈال سکیں۔ براہِ کرم ایسے علماء کے نام ارسال فرمائیں جو اس کام کے لیے تیار ہوں اور مفید ثابت ہو سکیں۔ جس قدر معاوضہ وہ لینے کو تیار ہوں اس سے بھی مطلع فرمائیں۔ ممنون ہوں گا۔ فقط والسلام۔

نیازمند شوکت علی

(۱۲)

اللہ اکبر

ناگپور

۵ جنوری ۱۹۲۱ء

قبلہ و کعبہ جناب مولانا صاحب دام مجدکم۔ السلام علیکم و رحمۃ و برکاتہٗ۔ مزاج مقدس۔ سید اکرام علی صاحب کا خط ارسال کرتا ہوں جس سے ایک نوجوان کا مشرف بہ اسلام ہونے کا پورا واقعہ اور اوس کی خواہش کا اظہار ہو جائے گا۔ مستدعی ہوں کہ حضور والا مسمی غلام احمد کے لیے اگر مدرسہ فرنگی محل میں تعلیم اور وظیفہ کا انتظام کر دیں تو اس کی تعلیم اور تربیت ایک صالح نوجوان کی سی ہو جائے گی۔ مجھے اس کا پورا علم نہیں ہے کہ وہاں مدد وظائف سے کیا انتظام ہے اس لیے خط کے ذریعہ سے معلوم کرنا مناسب سمجھا۔ اس کا جواب سید اکرام علی صاحب کو حضور دے دیں

محمد علی کے گھر میں بفضلِ خدا صحت ہے۔ اور کل صبح ہم چھند واڑہ جا رہے ہیں۔ وہاں سے ہم بمبئی اور محمد علی علیگڑھ چلے جائیں گے۔

حضور والا کا خادم
شوکت علی

(۱۳)

بمبئی ۱۵ جنوری ۱۹۲۱ء

حضور والا۔ السلام علیکم۔ عزیزی سعید الرحمٰن نے حضور کے خطوط دکھائے۔ اون سے مجھ کو ذکر ہوئی مگر میرا خیال ہے کہ مولانا سلامت اللہ صاحب سے گفتگو اور مفصل حالات سننے کے بعد صحیح حالات معلوم ہوئے ہوں گے۔ حضرت بھائی تو فضول گھبراہٹ پیدا کرتے ہیں۔ احکامِ الٰہی کے مقابلہ میں ہم کو کانگریس یا مسلم لیگ یا کسی ملکی انجمن کے احکام عزیز نہیں اور نہ اون کی پابندی ہم پر فرض ہے اور نہ ہم نے کی ہے اور نہ آئندہ کریں گے۔ ترکِ موالات کی خلافت کمیٹی نے تمام مراحل ہمارے لیے طے کر دئے ہیں اور ہم اون پر کاربند ہیں۔ کانگریس قبول کرے یا نہ کرے ہم تو احکام اسلام کے پابند ہیں۔ صاف صاف ہمارا یہ مطالبہ تمام دیگر اقوام نے قبول کر لیا ہے۔ کانگریس خدا کا شکر ہے روز بروز ہمارے قریب آتی جاتی ہے مگر ہمارے لیے تو اون کے کوئی احکام مذہب کے احکام کے مقابلہ میں نہیں ہیں۔ مسٹر مہاتما گاندھی صاحب نے صاف صاف اپنی تقریر اور تحریر دونوں سے بارہا صاف کر دیا ہے۔ پھر ہمارے بھائیوں کو بیجا بدگمانی کا موقع کہاں۔ تمام اہل الرائے نے اون الفاظ کو مسلمانوں سے غیر متعلق کہا کیونکہ مسلمان کے لیے تو تمام احکام ۱۳ سو برس سے قبل آ گئے ہیں۔ ایک دوسرے حضرت جو راوی دروغ بھی ہیں ایک فرضی من گھڑتی قیاس پر کہ سنا ہے کہ محمد علی صاحب نے راجہ (صاحب کے وقتی اشارات کا خود کو پابند بنا رکھا ہے یہ لوگ اس قسم کی من گھڑت کہانیاں)

اور خواہ مخواہ غلط فہمیاں پیدا کر کے تماشہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ وقت کام کرنے کا ہے فضول وقت ان جھگڑوں میں ہم ضایع نہیں کر سکتے۔ ہم کو ۸ ماہ کے اندر تمام اپنے مطالبات حاصل کرنے ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ تمام ملک نے ہمارے اسلامی اصولوں کو پسند کر کے اون کی پابندی کی۔ تمام ملک ایک ہو گیا۔ اس پر خدائے بزرگ کا شکر کرنا ہے۔

(۲) مولانا عبدالقدیر صاحب کا خیال نہایت اچھا ہے۔ ۲ ہزار اوس کے لیے اور ایک ہزار مصارف کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔ زبانی گفتگو میں تمام معاملات اور کام کا طریقہ طے ہو جائے گا۔

(۳) کل میں اور چھوٹانی میاں تار کی خبر مشیر حسین صاحب کو جہاز پر بھیجیں گے۔ اون کو یہ خیال ہرگز نہ کرنا چاہیے تھا کہ ہم لوگ اون سے بدسلوکی کریں گے وہ بھی اس طرح کہ کسی قسم کا اُن کے لئے انتظام نہ کریں گے۔ محمد علی سے جو واقعات پیش آئے تھے اور جن کی نسبت خود وہ گفتگو ہو جانے کی [illegible] نیز آغا خاں کا مشیر پر بہت اثر ہے اور خود اون کی رائے کو بھی تلوّن ہے اس لیے اون سے گفتگو کرنا ہو گی مگر اوس کے یہ معنی ہرگز نہ تھے کہ ہم اون کو اپنے سے علیحدہ کر دیں گے۔ ہم تو اون کو ساتھ کرنے کی از حد

کوشش کریں گے، اور خدا سے امید ہے کہ کامیاب بھی ہوں گے۔ حضور اطمینان رکھیں اور اون کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچنے پائے گی۔

(۴) خدا کا شکر ہے کہ رائے بریلی کے عام کسانوں نے بھی ترکِ موالات با امن کی فتح کا ثبوت دے دیا۔ یہ واقعہ تمام ہندوستان کے کاشتکاروں کو جگا دے گا۔ تعلقداروں کے ہم راستے کہنک تعلقداروں کو ہمارے راستہ میں حائل کریں گے۔ ہمارے کسان بھائیوں کا صبر و تحمل قابلِ ستائش ہے۔

عزیزی سید منظور علی کو بلا کر حضور گفتگو فرمائیں۔ کام کا آدمی ہے اور قابلِ اعتبار۔
شوکت

(۱۴)

۲۹ جنوری ۱۹۲۱ء بمبئی

حضور والا۔ السلام علیکم۔ حضور کا خط مجھ کو کل بمبئی واپسی پر ملا۔ دو دن کے لیے احمد نگر اور مالیگاؤں و ناسک دورہ پر گیا تھا۔ معظم نے بھی اپنے خطوط دکھائے۔ سیٹھ چھوٹانی صاحب کو حضور کا تار اور خط دونوں دے دیئے تھے۔ آج غالباً سیٹھ صاحب بھی حضور کو علیحدہ خط لکھیں گے۔ مجھ سے یہی کہا کہ جب میں واقعات بیان کروں گا تو حضور کو اطمینان ہو جائے گا۔ جو امور کہ حضور نے اپنے خطوط میں لکھے ہیں اون کی نسبت کچھ مجھ کو کہنا تھا تاکہ حضور کو تمام حالات سے واقفیت ہو جائے۔ برادر عزیز الطاف الرحمٰن کو بھی خط دکھا دیں۔

(۱) عزیزی سعید الرحمٰن کی نسبت حضور کو علم ہے کہ میری ذاتی رائے بہت اچھی ہے۔ وہ نہایت درجہ متدین اور قابل آدمی ہیں اور کام کے۔ اگر وہ دفتر میں ہی ہوتے تو آج اون کی بڑی قدر و منزلت ہوتی اور ہمارا بہت سا کام ہوتا۔ مگر وہ سیٹھ صاحب کی خانگی ملازمت میں چلے گئے۔ ظہور احمد صاحب بیرسٹر کا کچھ قصور نہیں ہے۔ وہ غریب فضول زد میں آگئے اصل بات یہ ہے کہ کسی شریف تعلیم یافتہ شخص کے لیے بمبئی میں بحیثیت ملازمت گذر دشوار تھا۔ یہاں کے لوگ ہی ان معاملات کو خوب نبھاتے ہیں۔ سعید نے بڑی غلطی یہ کی کہ جاتے کے ساتھ ہی اس محنت اور تندہی سے کام کیا کہ دفتر کی گذشتہ خرابیوں کا پردہ فاش ہوگیا۔ یہاں کے لوگ اون کے دشمن ہو گئے اور طرح طرح سے اون کے خلاف کارروائی کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چھوٹانی صاحب اون کی نسبت از حد خراب خیال رکھتے ہیں۔ اور میری کوشش کہ اون کو اور موقع دیا جائے بے سود ثابت ہوگی۔ وہ اور رمضان اور ضرورت سے زیادہ چالاک۔ میں نے بیکار سمجھا کہ زیادہ اور کہوں۔ سعید سے بھی کہا کہ تمہاری گذر یہاں ناممکن ہے۔ میں دفتر میں خوشی سے اون کو رکھنے کو تیار تھا مگر سیٹھ صاحب اور کھتری صاحب دونوں اس کے خلاف تھے اور میں نے مجبوراً یہ مشورہ دیا کہ تم بہتر ہے محمد علی کے پاس علیگڈھ چلے جاؤ۔ قومی مسلم یونیورسٹی کے لیے ایک محاسب کی سخت ضرورت تھی۔ محمد علی سے بھی کہہ دیا تھا۔

سعید وہاں خوش رہیں گے اور کام کر سکیں گے۔

(۲) مجھ کو افسوس ہے کہ حضور کو مفسد لوگ خواہ مخواہ دوسروں کے خلاف لکھ کر پریشان کرتے ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ ہم میں سے کوئی بددیانت نہیں ہے اور نہ خائن۔ ہمارا ضمیر اس سے پاک ہے۔ اور خدا ہم کو اوس دن کے لیے نہ رکھے کہ ہم اوس وجہ سے اپنا گھر بھریں۔ حضور کے خط سے ہم کو رنج ہوا کیونکہ شبہ پڑتا ہے کہ حضور کو بھی گمان ہے کہ ہم ایسا کر سکتے ہیں۔ اور آج تک میں نے پورا حساب کر دیا ہے جو موجود ہے کہ میری ذات پر تمام سال بھر کے دورہ میں کل روپیہ (۲۱۰۰) .Rs 2100 صرف ہوا۔ اس سے دوگنا تو میں اپنا صرف کر چکا ہوں۔

(۳) دفتر کا حساب آخر دسمبر تک مکمل ہو گیا۔ یعقوب حسن صاحب نے اوس کو جانچا اور اب (وہ حساب) آڈیٹر کے پاس جانچ کے لیے جائے گا۔ دفتر میں بھی کوئی بے ایمان نہیں ہے اور جو الزام لگائیں اون میں اتنی جرأت ہونا چاہیے کہ وہ آکر چور کو پکڑ دیں۔ ہم سب ممنون ہوں گے۔

(۴) میں انشاء اللہ دہلی ۱۲ کو روانہ ہونگا اور وہاں سے لکھنؤ حاضر ہوں گا۔ ہمارے صوبہ میں کام کم ہوتا ہے اور دشمنوں کے اعتراضات زیادہ ہوتے ہیں۔ مجبوراً مجھ کو محمد حسین صاحب سے صاف صاف گفتگو کرنا پڑی تھی۔ حضور ان تمام حضرات سے کہیں کہ ایک مرتبہ پورے طور پر حساب کو آکر جانچ لیں اور پھر جو مشورہ ہو وہ دیں۔ میں ہرگز مشورہ اور اعتراض سے نہیں گھبراتا مگر صرف سُنی سُنائی باتوں پر سخت بیجا اخلاقی الزامات لگا دینا گناہ ہوگا۔ کل منشی حسین صاحب آئے تھے۔ اون کا تار ہمارے تار کے جواب میں آگیا۔

حضور کا خادم

شوکت علی

(۱۵)

کراچی جیل ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۱ء

حضور والا۔ السلام علیکم۔ مجھ کو کچھ علم نہیں کہ میرے دو خط قطب میاں صاحب کو ملے یا نہیں اور دو خطوط کا حال معلوم نہیں ہوتا۔ بہت دنوں سے خط نہیں آئے ہیں۔ کلکٹر کی معرفت آتے ہیں اور خدا معلوم اون کا وہاں کیا حشر ہوتا ہے۔ اب خطوں کے ذریعہ سے ہم آوارگان اسلام کو کوئی اور کیا آوارہ کرے گا۔ مگر شاید یہ بھی ایک سزا کا مزید طریقہ ہوگا۔ مقدمہ اب ۲۴ اکتوبر کو ہوگا۔ خدا کا شکر ہے کہ زیادہ انتظار کرنا نہیں پڑے گا۔ نتیجہ تو معلوم ہے مگر ہم چاہتے ہیں کہ ایک مرتبہ صاف فیصلہ ہو جائے تاکہ تمام دنیائے اسلام متنبہ ہو جائے۔ سنا ہے کہ فیصلے کے لئے الہ آباد کا لونا بیرسٹر آئے گا۔ میں اون سے واقف ہوں۔ اوس کے ہمراہ کوئی حضرت عالم بھی آئیں گے۔

حضرت ناصح جو آئیں دیدہ و دل فرشِ راہ
پر کوئی ہم کو یہ سمجھاؤ کہ سمجھائیں گے کیا

معظم صاحب نے غالباً حضور اور مولانا ابوالکلام آزاد صاحب کو اطلاع دی ہے اور درخواست

کی ہے کہ حضور تشریف لائیں۔ زیارت کا اشتیاق ہے وہ نصیب ہو جائے گی رہا کام تو یعقوب حسن صاحب بہت قابل اور کام کے آدمی ہیں۔ وہ اور مولانا ابوالکلام آزاد اور معظم صاحب سب سنبھال لیں گے۔ معظم صاحب کو تمام حالات سے اطلاع ہے۔ اختر علی یہاں آئے تھے کل واپس گئے۔ اون کو میں نے شہر بمبئی کے مضافات کا کام علاوہ دفتر کے خطوط کے جو میری طرف سے سارے ہندوستان کے کام کرنے والوں کو لکھیں گے سپرد کیا ہے۔ اشفاق کچھ دنوں تو والدہ صاحبہ کے پاس رہ کر سکرٹری کی حیثیت سے کام کریں گے۔ تمام ملک میں ہمارے احباب سے درخواست کریں گے کہ روپیہ بھیجیں اور والدہ صاحبہ کے ہمراہ دورہ پر جائیں گے۔ جب عثمان رامپور سے آجائیں گے تو وہ والدہ صاحبہ کے پاس رہ کر یہ کام انجام دیں گے اور اشفاق مدراس یا کسی دوسرے صوبہ میں کام کریں گے۔ عابد صاحب کو حضور یہ خط دکھا دیجئے گا اور کہیئے گا کہ اس کا جواب اور شکریہ خود ہی لکھ کر بمبئی کے پتہ سے بھیجدیں۔ ہم خوشی سے امداد قبول کریں گے جس وقت ضرورت ہو گی۔ انشاء اللہ عزیزی عابد محنت سے پڑھ کر کامیاب ہوں گے۔ عزیزی سعید الرحمٰن کے کام سے تمام لوگ یہاں خوش ہیں۔ نہایت محنتی اور فرائض کو پہچان کر کام کرتے ہیں۔ کام لینے والا چاہیے۔ میں تو ایسے آدمی کو ہمیشہ اپنے پاس رکھوں جس کو خود کام کے تکملہ کی فکر ہو۔ گھبراہٹ بھی مفید ہے کیونکہ اس سے محنت اور فکر کا پتہ چلتا ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ کام رُکنے والا نہیں ہے۔ اقبالؔ نے کیا خوب کہا ہے:۔

نہیں بے وجہ وحشت میں اُڑاتا خاک رنداں کا
کہ میں اس خاک سے پیدا بیاباں کر کے چھوڑوں گا

تسبیح ملی اوس کو آنکھوں سے لگایا۔ صبح کو پڑھتا ہوں۔ خوب اطمینان ہے اور بہت آرام۔ اس قدر آرام ناممکن تھا۔ مولوی نثار احمد صاحب سے عربی بول چال اور صرف پڑھتا ہوں۔ خوب آدمی ہیں اور بہت سچے مسلمان اور نیک۔ قطب میاں مولانا سلامت اللہ صاحب۔ بھائی شوکت علی۔ مولوی عنایت اللہ صاحب۔ حکیم عبدالقوی صاحب۔ صبغۃ اللہ صاحب سب کو سلام مسنون عابد صاحب کو پیار۔

حضور کا خادم
شوکت علی

(۱۶)

کراچی جیل
۲۶۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء

گر کیا ناصح نے ہم کو قید اچھا یوں سہی
یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا

حضور والا۔ السلام علیکم۔ مولوی عنایت اللہ صاحب سے حضور کو مفصل حالات معلوم ہو جائیں گے وہ تو کل اس قدر خفا تھے کہ بمشکل تمام حکم دے کر اون کو روکا کہ ہم کو صبر سے کام لینا ہے۔ ع درِ دنغ گورا بدر خانہ باید رسانید

ہم لوگ فقیر خاک نشین ہم کو کرسیوں کی کیا ضرورت تھی۔ مگر سخن فہمی عالم بالا معلوم شد:۔

ہم کو اون سے وفا کی تھی امید
جو نہیں جانتا وفا کیا ہے

حضور کے نہ ملنے کا افسوس ہے اور اوس سے زیادہ حضور کی علالت سے سخت فکر ہے۔ حضور پورے طور سے علاج فرما کر تندرست ہو جائیں۔ کیونکہ ابھی اسلام اور دین مقدس کو حضور کی بہت ضرورت ہے۔ عزیزہ حضرتی سلمہ کی علالت سے بھی تشویش ہے۔ خدا اپنا رحم کرے۔ بھائی الطاف کے خطوط پڑھ لیے تھے۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ حضور زیادہ فکر نہ فرمائیں میں نے چھوٹانی میاں کو صاف صاف خط لکھ دیا جس پر وہ ضرور توجہ کریں گے۔ یہ وقت جمع کرنے کا ہے نہ کہ بہترین کام کرنے والوں کو علیحدہ کرنے کا۔ کمیٹی کے واسطے بھی میں نے اپنی تجویزیں پیش کر دی ہیں جو دہلی میں حکیم صاحب اور ڈاکٹر انصاری پیش کر دیں گے۔ مجھ کو امید ہے کہ تمام امور کا مناسب تصفیہ ہو جائے گا۔ میں نے صبر سے کام لیا اور کبھی تنگ نہیں کیا ان باتوں سے ہمارا کچھ نقصان نہیں ہے بلکہ خود اون حضرات کا۔ مگر اس کام کے آخر تک صبر و سکون سے کام کرنا ہے۔ انشاءاللہ "نصر من اللہ و فتح قریب" پریشانی نظر نہیں آتی ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ ہم سب متفقہ طور سے کام کریں گے اتحاد اس وقت لازمی ہے حضور کی کوششیں انشاءاللہ بار آور ہوں گی۔ عزیزی عابد سے ملاقات ہوئی۔ وہ حضور کے سپرد ہیں اور قطب میاں صاحب سے اچھا اون کو نگران کون ملے گا۔ شاید کو بھی حضور ہی کے پاس بھیجے دیتا ہوں۔ اوس کی صحت کی طرف سے پریشانی ہے۔ تھوڑی تھوڑی اردو فارسی نکل جائے گی اور انگریزی و حساب بھی۔ سعید الرحمٰن کو میں سب سمجھا دوں گا۔ عزیزی سعید اس قدر توجہ اور محبت سے کام کرتے ہیں کہ ہر شخص اون کا مداح ہے۔ خدا اون کی کوششوں کو بار آور کرے۔ لکھنؤ کی چادر خوب پی اور ٹکڑے تو نہایت ہی لطیف تھے۔ مولوی نثار احمد صاحب جو میرے قریب رہتے ہیں اون سے بہت محظوظ ہوئے۔ میرے حصے میں بھی شریک تھے۔ کیونکہ مجھ کو علم ہو گیا ہے کہ اون کو میری طرح میٹھا کا بہت شوق ہے۔ حضور اس قدر سامان کھانے کا ہے کہ مکان حلوائی کی دوکان ہو گیا ہے۔ خدا بڑا اغریب پرور ہے۔ آج تک تو اوس کے نام سے سب کچھ ملا ہے۔ کل اگر تھوڑی تکلیف ملے تو شکایت کیسی۔ پیشگی مزدوری مل گئی تھی۔ میں بعد نماز صبح حضور کی تسبیح پر پڑھتا ہوں۔ اور اوس کو چوم لیتا ہوں حضور دعا میں ضرور یاد فرمائیں۔ قطب میاں صاحب اور سب چھوٹے صاحبزادوں کو پیار و دعا۔ خدا اون کو عمر اور ایمان اور صحت عطا فرمائے۔ مولوی سلامت اللہ صاحب۔ مفتی صاحب عزیزی صبغۃ اللہ۔ الطاف بھائی اور سب کو سلام مسنون۔

حضور کا خادم شوکت علی

(۱۷)

ملٹن ہاوس ۷۸۶

مورخہ ۲۳ مئی سنہ ۱۹۲ء

برادرم زاد عنایتہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ شرائط صلح کا اعلان ہو چکا ہے۔ چونکہ شرائط

ہمارے شرعی احکامات اور انصاف و آزادی کے اصولوں کے سراسر خلاف ہیں۔ اس لیے اب وقت آگیا ہے کہ ہم بلا توقف انقطاعِ تعلقات کی تحریک کو عملی صورت میں لانے کی جد و جہد شروع کر دیں اور اس مقصد کے لیے مرکزی خلافت کمیٹی کا ایک اجلاس منعقد کریں جس میں انقطاعِ تعلقات کے متعلق عملی پروگرام مرتب کر لیا جائے۔ علاوہ ازیں مسٹر بدرالدین عبداللہ قور نے ایک طویل طویل خط بھیجا ہے اور اخبارات میں بھی شایع کرایا ہے کہ ہمیں گورنمنٹ سے قطع تعلق کرنے کی تجویز منظور نہیں ہے اور چونکہ کمیٹی نے اب سخت طرزِ عمل اختیار کیا ہے جس پر وہ کاربند نہیں ہو سکتے اس لیے وہ اپنے عہدہ آنریری سکرٹری سے مستعفی ہوتے ہیں۔ چونکہ مسٹر بدرالدین عبداللہ قور کمیٹی کے لیے کبھی مفید ثابت نہیں ہوئے اور اب عین وقت پر جبکہ عملی کام کی ضرورت ہے وہ کمیٹی کے اغراض و مقاصد سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان کی جگہ کوئی دوسرا آنریری سکرٹری مقرر کیا جائے نیز اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ دہلی میں جو جلسہ ہندوستان کے ہندو اور مسلمان لیڈروں کا گذشتہ ماہ مارچ میں منعقد ہوا تھا اور اس جلسہ کے اراکین کی رائے کے مطابق جو اعلان مہاتما گاندھی جی اور دوسرے سربرآوردہ اصحاب نے مرتب کیا تھا اس پر غور و خوض کیا جائے تاکہ بعد منظوری تمام ہندوستان کے لوگوں میں اس کی اشاعت کر دی جائے۔

بلحاظ موسم بمبئی اس وقت مرکزی خلافت کمیٹی کے اجلاس کے انعقاد کے لیے بہترین مقام تھا۔ مگر چونکہ اکثر حضرات دُور دراز جگہوں سے بمبئی میں بار بار تشریف نہیں لا سکتے۔ اس لیے اجلاس کی اہمیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تجویز کی گئی ہے کہ آیندہ اجلاس الہ آباد میں بتاریخ یکم جون ۱۹۲۰ء منعقد کیا جائے۔ الہ آباد میں ہندوستان کے ہر حصہ سے اراکین کے تشریف لانے میں سہولت بھی ہوگی۔ اور مسٹر تمیز احمد و مولانا فاخر صاحب کے معاملات کی وجہ سے بھی یہ اجلاس الہ آباد اس وقت زیادہ موزوں و مناسب ہوگا۔

اس اجلاس میں تمام ہندوستان کے سربرآوردہ ہندو اور مسلمان لیڈروں کو بھی شامل ہونے کی دعوت دی گئی ہے اور امید واثق ہے کہ سب صاحبان اجلاس کی اہمیت کا خیال رکھتے ہوئے ضرور شرکت فرمائیں گے۔ صدر دفتر کے لیے ایک کشادہ مکان کا بندوبست کر لیا ہے مکان ابھی زیرِ تعمیر ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ایک یا دو ماہ تک تیار ہو جائے گا۔ فی الحال مسٹر آزاد بیرسٹر نے اپنا مکان دفتر کے لیے دے دیا ہے۔ امید ہے اب دفتر کا کام انشاء اللہ تعالیٰ باقاعدہ ہوتا رہے گا۔

میاں محمد حاجی جان محمد چھوٹانی
صدر

مرزا علی محمد خاں
مولانا شوکت علی
احمد حاجی صدیق کھتری
} آنریری سکرٹریاں

ایجنڈا

۱۔ شرائطِ صلح پر غور کرنا

۲۔ مسٹر بدرالدین عبداللہ قور کا استعفا پیش کیا جائے گا۔

۳۔ سر فاضل بھائی کریم بھائی کا بوجہ انگلستان جانے کے استعفا پیش کیا جائے گا۔

۴ مسٹر اعظم غلام حسین چیپر دی کا بوجہ علالت استعفا پیش کیا جائے گا۔
۵۔ ہندوستان کے ہندؤں اور مسلمانوں کے مشترکہ جلسہ منعقدہ دہلی کے اعلان پر غور و خوض کرنا۔
۶ انقطاع تعلقات کی تحریک کو شروع کرنے کے لیے عملی پروگرام مرتب کرنا۔
۷۔ دوسری تجاویز جو جناب صدر صاحب پیش کرنا چاہیں۔

(۱۸)

۲۴ مئی ۱۹۲۰ء

حضور والا۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

جناب والا کا ابھی ایک تار بنام مولانا شوکت علی صاحب اس مضمون کا ملا۔ جناب کو مولانا موصوف نے آپ کے روپیہ کے تار کا حسب ذیل جواب دیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ گذارش ہے کہ جناب والا کی خدمت میں اس خط کے ہمراہ ایک انگریزی کا خط بھی ارسال کیا جاتا ہے۔ الہ آباد کی میٹنگ کا ایجنڈا جناب والا کے نام روانہ کیا جاتا ہے تاکہ وہ اس الہ آباد کی میٹنگ میں شریک ہوں۔ الہ آباد کی میٹنگ کی ۱ ر ۲ ر جون مقرر ہو چکی ہے۔ اور سب ممبران کو ایجنڈا روانہ کیے جا چکے ہیں۔ یقین ہے کہ حضور والا اور مشیر حسین صاحب قدوائی الہ آباد ضرور تشریف لائیں گے۔ از طرف مولانا شوکت صاحب حضور والا کی خدمت میں اور دیگر برادران کو سلام مسنون۔ از طرف خاکسار بھائی الطاف الرحمٰن۔ سعید الرحمٰن۔ صبغۃ اللہ وغیرہ السلام علیکم۔

والسلام علیکم
خادم محمد اختر علی

(۱۹)

لٹن ہاؤس
۲۶ مئی ۱۹۲۰ء

قبلۂ کونین و کعبۂ دارین حضرت مولانا صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

مزاج مقدس ؟ حسب ارشاد جناب مولانا شوکت علی صاحب آپ کو یہ عریضہ ارسال کرتا ہوں۔ حضور والا کا کل شام کو ایک تار آیا تھا۔ جس میں جناب والا نے فرمایا تھا کہ تمام علماء کو بھی دعوتی خطوط روانہ کر دیئے جائیں تاکہ وہ الہ آباد کے جلسہ میں شریک ہوں۔ جناب کے تار کا جواب دیا گیا۔ اور بذریعہ خط کے بھی عرض کرتا ہوں کہ حضور والا تمام علماء کو اطلاعی خطوط روانہ کر دیں۔ ۲۵ مئی کو حضور والا کا تار اس مضمون کا وصول ہوا :۔

حضور والا کو شوکت علی صاحب نے اُس کا یہ جواب دیا ہے :

سب کی خدمت میں سلام مسنون۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ خادم
محمد اختر علی

خط، سید اکرام علی

ناگپور ۵ جنوری ۱۹۲۱ء

مخدومی و مکرمی ملجائے و استادی جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد افضالکم

پس از جبیں سائی و ناصیہ فرسائی مکشوف ضمیر مہر تنویر ہو کہ ایک عالی خاندان مدراسی برہمن کا لڑکا عمر ۱۸ اٹھارہ سال انگریزی تعلیم یافتہ امسال مشرف بہ اسلام ہوا ہے۔ اس کا سابق نام گوپالا ولد کوناکون اور اسلامی نام غلام احمد ہے۔ چونکہ یہ مدراس کا باشندہ ہے اس لیے اس کی مادری زبان تامل یا تیلیگو ہے۔ اور یہ اُردو برابر بول نہیں سکتا اور نہ سمجھ سکتا ہے۔ نومسلم مذکور سے دریافت کیا گیا کہ اگر ملازمت کی خواہش ہے تو بیس پچیس روپے ماہوار کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ کہتا ہے کہ اس کے ہمراہ بیس عالی خاندان برہمن زادے بھی مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں اور اون کے مابین یہ طے ہو چکا ہے کہ ہر ایک نومسلم عربی مدرسہ میں فوراً داخل ہو کر خصوصاً قرآنی تعلیم اور عموماً مذہبی تعلیم اسلامی اصولوں پر حاصل کریں۔ اور دس سال کے بعد سب مدراس میں جمع ہوں اور دیکھیں کہ کن کن نے اپنے مقصد میں پوری کامیابی حاصل کی ہے۔ بعد ازاں پھر یہ اپنی قوم کے افراد کو جہاں تک ان سے ممکن ہو دائرہ اسلامی حلقہ میں لانے کی پوری پوری کوشش کریں، اور ہر ایک اپنی زندگی اس کام میں وقف کر دے۔ ان نومسلموں جن میں سے کسی نے میٹریکولیشن اور کسی نے ایف۔ اے وغیرہ تک مدراس کے کالجوں میں انگریزی تعلیم حاصل کی ہے۔ اور سوائے اس ایک نومسلم مذکور الصدر کے کل دیگر طلبا ملک کے متفرق مقامات کے عربی مدرسوں میں داخل ہو چکے ہیں۔ ان کے مقصدِ عالی کو مدِنظر رکھ کر یقین ہوتا ہے کہ ان سے اسلام کو کسی حد تک ضرور فائدہ پہنچے گا۔ نومسلم مذکور الصدر بھی بمبئی سے کلکتہ کے مدرسہ عالیہ میں داخل ہونے کو جا رہا تھا۔ لیکن اس کے پاس زادِ راہ نہ ہونے سے اسے مجبوراً یہاں اوترنا پڑا۔ سرِ دست یہ دو ماہ سے یہاں میرے پاس ہے اور یہاں کے اسلامیہ مدرسہ میں اُردو کی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ اب وہ کسی قدر اُردو سمجھنے اور بولنے لگا ہے۔ اس کے متعلق یہاں مولوی محمود علی خاں صاحب و دیگر اصحاب سے مشورہ کیا گیا تو عموماً سب کی یہ رائے پائی کہ نومسلم مذکور کو صاحب ممدوح کے زیرِ عاطفت رکھنا مناسب ہوگا۔ لہٰذا التماس ہے کہ صاحب ممدوح اون کے مقصدِ عالی کو ملحوظِ خاطر رکھ کر نومسلم مسمی غلام احمد مذکور کو اپنے مدرسہ میں جگہ دیں گے۔ زیادہ والسلام۔

احقر العباد سید اکرام علی دفتر ڈائرکٹر انسٹرکشن ممالک متوسط۔ ناگپور

خط، سید فیض علی

یکم جنوری ۱۹۲۱ء

مخدومی و مکرمی جناب مولانا صاحب دام فیوضکم

بعد از سلام سنت اسلام آنکہ یہاں ہر چند عرصہ سے سیوا سمتی قائم ہے جس میں زیادہ تر اہلِ ہنود شامل ہیں۔ ہم مسلمان

بھی قدرے شامل ہیں۔ چونکہ بہ تقاضائے وقت سیوا سمتی میں شامل ہو کر خدمتِ اسلام نہیں دے سکتے۔ حسبِ خواہش بھی نہیں، ویسے تو کہنا ہی کیا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ براہِ کرم اپنی سرپرستی میں ہمیں انجمن خدامِ کعبہ افتتاح کرنے کی اجازت دلا دیں اور مناسب ہدایات عمل و احکام سے آگاہی فرمائیں۔ اور جو قواعد و ضوابط ہوں۔ مطلع فرما کر عند اللہ مشکور فرمائیں۔ والسلام نیاز۔
راقم نیاز مند سید فیض علی محلہ راجپوتاں قصبہ رادور ضلع کرنال تحصیل تھانیسر

خط، مشتاق صاحب

از گدیہ۔ ۲ر فروری ۱۹۱۴ء

حضرت مخدومی و محترمی مدظلہ العالی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

مشیر ماموں کا ایک خط ابھی مجھے ملا۔ ہے موصوف نے مجھے تحریر فرمایا ہے کہ میں آپ سے عرض کروں کہ خدام کعبہ کا نام عربی ترکیب سے خدام الکعبہ کر دیا جائے۔ فارسی ترکیب سے عربی ترکیب افضل ہے اور انجمن کو حجاز میں بھی تو بالخصوص پھیلانا ہے۔ قسطنطنیہ میں بھی۔ یورپ پر خدام الکعبہ کا زیادہ اثر پڑے گا۔ میں اس زمانہ میں بانسہ گیا تھا کہ وہاں سعید میاں نے انجمن خدامِ کعبہ کو خوب پھیلا رکھا ہوگا مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہوا۔ وہاں لوگ بالکل بے خبر ہیں۔ آپ سعید میاں کو تحریر فرمائیں کہ حضرت آپ کی شرکت سے صرف یہ غرض نہیں ہے کہ آپ سال میں ایک روپیہ دے کر سبکدوش ہو جایا کریں۔ آپ کو اپنے قرب و جوار میں اوس کی پورے طور سے اشاعت کرنا چاہیے: وہاں متعدد گھر جولاہوں کے ہیں اون کو اگر سمجھالیں تو ایک خاص تعداد ہو جائے۔ مسولی میں بھی اسی مومن قوم کی بڑی آبادی ہے۔ مشیر ماموں کے خط سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آثار بہت خراب ہیں۔ دشمنوں کا رخ حرم محترم کی طرف ہے۔ سُنا ہے ایک نقشہ کعبہ کا تیار کیا گیا ہے اوس پر گولہ باری کر کے اندازہ کیا جاتا ہے کہ سمندر سے کیسے وہاں تک گولے اُتر سکتے ہیں اور کیا صورت کامیابی کی ہو سکتی ہے۔ ترک بحری حالت کی درستگی میں جان و دل سے مصروف ہیں۔ اگر اون کو روپیہ مل جاتا تو وہ بہت کچھ سامان کر لیتے۔ تمسکات کے بکوانے کی کوشش بہت ضروری ہے۔ اب تو روپیہ کی واپسی کا بھی اطمینان کلی ہے۔ خدا ہر آفت سے محفوظ رکھے وقت بُرا ہے دعا فرمائیے اور کوشش کرتے رہیئے وہ ہمارے ساتھ رہے اور ہم اوسی کے ہو کے رہیں۔
عرض گذار مشتاق

خط، مشیر قدوائی

از گدیہ۔ بارہ بنکی۔ اودھ
۷ر اپریل ۱۹۱۴ء

جناب معظم و مفخم۔ تسلیم۔ آج احسان میاں کے کارڈ سے معلوم ہوا کہ آپ کلکتہ تشریف

بے گئے۔ رشید میاں اور وحید میاں بھی ساتھ ہیں۔ مجھے یہ نہیں معلوم کہ آپ تمسکاتِ عثمانی کے وفد کے طور پر تشریف لے گئے ہیں یا اسی طرح کی ضرورت سے۔ اگر وفد کا کام ہو تو میں حاضر ہو جاؤں۔ مجھے تار دلوا دیجئے۔ کب تک آپ کا قیام وہاں رہے گا۔ میں کب تک آؤں اگر آؤں۔ موقع سو د اسلام کا ہم نے جانے دیا تو اس کا الزام سب سے زیادہ ہمارے اور آپ ایسے لوگوں پر ہوگا جو طریقہ مدد کو جانتے ہیں اور کوشش نہیں کرتے۔ بیچارے غریب جاہل مسلمان اپنے پاس اسلام پر وارفتہ دل رکھتے ہیں۔ ہم کو صرف اون کو بتانا ہے کہ کس طرح آجکل ——— اس زمانہ فساد اور دغا میں اسلام کی حفاظت ہو سکتی ہے۔ وہ فوراً اوس پر عمل کریں گے۔ اگر ہم نے نہ بتایا تو ملزم ہم ہیں وہ نہیں۔ میرا دل جانتا ہے جب میں آئندہ کے مشکلات پر غور کرتا ہوں۔ آنے والے حادثات کو کوئی چیز روک نہیں سکتی سوائے اسلامیت کے۔ جس قدر ان دو برسوں میں آلام مسلمانوں پر پڑے ہیں وہ حد سے زیادہ سنگین اور دلشکن ہیں لیکن ابھی جو سال دو سال کے اندر پڑنے والے ہیں وہ اون سے بھی زیادہ جانفرسا ہوں گے۔

میں دیوانوں کی طرح سو جگہ سے پکار رہا ہوں کہ پین اسلامزم کو کام میں لانا چاہئے اور ایک ایسی مستقل انجمن قائم کر دینی چاہئے جو دنیا بھر کے مسلمانوں کو رشتۂ اتحاد و اخوت میں منسلک کر دے جو اون حملوں کی روک تھام کے افکار برابر عمل میں لاتی رہے جو عیسائیت کی مشنریوں اور دوستوں میں رہ کر اندر روزانہ تجویز ہوتی رہتی ہیں۔ مصیبت کے پڑ جانے پر حملہ کے شروع ہو جانے پر اضطرار سے کام لینے کی مجھے نہ پہلے امید تھی اور نہ فائدہ معتد بہ نظر پڑا۔ یہاں سے ہلالِ احمر میں بھی روپیہ گیا۔ وفد تمسکات بھی خرید ہوئے اور انشاء اللہ ہونگے مگر جو ہونا تھا ہو رہا ہے۔ یورپ سے اسلام نکل ہی کر رہا۔ عیسائیت نے اپنا بدلہ لے کر ہی چھوڑا۔ فرڈنینڈ کی شکستہ مسجد ایڈریانوپل کو اپنے قدموں سے ناپاک کر ہی دیا۔

مولانا۔ دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کیجئے۔ یا تو یہاں ہی رہ کر خدام کعبہ یا اسی طرح کے کسی اور مستقل پین اسلامک کام کو اٹھائیے اور یا پھر چلیے قسطنطنیہ میں وہاں تبلیغ جہاد کیجئے۔ میرے دل میں ترکوں کی بہت عزت ہے میں کہتا ہوں کہ اونھوں نے اس طرف جس قدر جانیں فدا کی ہیں اوس کا سوواں کیا ہزارواں حصہ بھی اور کسی قوم میں مسلمانوں کی عزت دنیاوی کے لیے نہیں ضائع کیا۔ ترکوں نے اپنی امکانی کوشش بقائے عزت کے لیے کی۔ اون کی عورتیں اون کے بچے اون کے بڈھے ماں باپ قربان ہوئے۔ اونھوں نے مال و متاع بھی قربان کر ڈالا مگر میں اون میں کچھ افسوسناک حالات پاتا ہوں اون میں انتقام کا جوش کم پاتا ہوں اون میں اسلامی ولولہ کم پاتا ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ بلقان کے قضیہ ملک کو اوسی طرح بھول جاویں گے جس طرح المانیہ کی غداری کو بھول گئے۔ اگر یہاں نہ کچھ پین اسلامک کام کیجئے تو چلیے پھر چل کر اپنا وہ فرض ادا کیجئے جو علماء کے ذمہ ہے۔ ہم سب پر ایک حادثۂ عظیم آپڑا ہے لیکن اسلامی شان اس کی مقتضی ہے کہ ہم اس شکست کو فتح سے مبدل کرنے کی کوشش کا خیال ترک نہ کریں۔ میں چار مہینہ پیشتر اپنے عزیز و اقارب کو لکھ چکا ہوں کہ اسلام یورپ سے نکل گیا میں آخر وقت تک بھی یہ نہ مانوں گا کہ اسلام دنیا سے فنا ہو گیا۔ اسلام میں بالیدگی کی روح ہے اور اوس کا خمیر ہی ایسا ہے کہ اوس کا اصلی پیرو حاکمِ اعلیٰ بنے بغیر رہ نہیں سکتا۔ اسلام یورپ سے مٹ گیا لیکن عیسائیت دنیا سے اوسے مٹانے میں

نہ کامیاب ہوئی نہ ہوگی۔ اگر ہم لوگ جو امت محمدیہ میں ہیں اوس کے امین نہ رہیں گے تو اور قومیں ہوں گی۔ بس اب اگر ہم کو فکر کرنا ہے تو یہی کہ ہم امین رہیں اور اس کی کوشش منفرداً نہیں ہو سکتی بلکہ کل مسلمانوں کو یکدل ہو کر کرنا ہے۔ پھر بسم اللہ کیجئے عملاً۔ پیر صاحب کی خدمت میں تسلیم۔ رشید بھائی وحید بھائی کو بھی۔

مشیر قدوائی

(۲)

اوک لاج۔ نینی تال
۱۱۔ اگست ۱۹۱۴ء

برادر مکرم مولانا صاحب۔ تسلیم۔ مشیر سلمہٗ کی زبانی پیغام ملا تھا اور میں نے جواب بھی دے دیا۔ آپ جانتے ہیں کہ بھائی شوکت علی اور محمد علی سے مجھے ایک قلبی تعلق ہے۔ اون کے نظربند ہونے پر میں نے چھوڑانے کی ولایت میں کوشش کی اور آپ کو کامیابی کی اطلاع بھی دے دی کہ فلاں وقت چھوڑ دیئے جاویں گے۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا تھا۔ پھر جب حال کی قید میں مجھے معلوم ہُوا کہ اون پر سختی ہوتی ہے تو اوس کے رفع کرنے کی کوشش کی۔ اون کے پبلک کاموں پر بھی میں نے نکتہ چینی کرنے سے احتراز کیا اور خلافت کمیٹی کے بھی اوس کام اور اوس حالت پر اعتراض کیا جو اون کے قید کی حالت میں ہو گئے تھے۔ بھائی محمد علی کے سفر یورپ کے متعلق ایک لفظ بھی نکتہ چینی کا پبلک میں نہیں نکالا۔ حالانکہ اون کے دونوں بھائیوں کا برتاؤ مجھ سے نہایت رکیک رہا۔ حتیٰ کہ جب میں (کسی مجبوری اور کسی ذاتی نقصان کے) چھوٹانی صاحب کے ساتھ وفد میں جانے لگا تو رخصتی سلام کا جواب دینا کیسا مجھ سے قصداً منہ پھیر لیا گیا۔ بعد کو بھی برابر ذاتی حملے مجھ پر ہوتے رہے۔ تحریراً و تقریراً دونوں طرح اور میں خاموش رہا۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ اس دنیا میں تو آج تک کوئی شخص ایسا نہیں جو اپنا رعب مجھ پر ڈال سکے۔ اب میں بھی تیار ہو گیا ہوں کہ جواب باصواب ضرور دوں گا اگر جواب ترکی بہ ترکی نہ بھی دینا پسند کر سکا۔ مشکل یہ ہے کہ میرا دل اون سے لڑائی کو قبول ہی نہیں کرتا ہے۔ آپ ملاحظہ فرمایئے کہ خیال آیا کہ الطاف کے خط کا جواب میں لکھوں کہ ہمدرد وغیرہ کا پہلے — (میرا بھی ہزار پانچسو روپیہ لگا تھا) کا کچھ تصفیہ کر دیں تب محمد علی صاحب اخباروں کے لیے روپیہ کی اپیل کریں۔ مگر پھر رہنے دیا دل نے نہ قبول کیا۔ یہ معاملہ تو تھا ہی اب سید جالب صاحب نے ایک اور معاملہ اٹھا دیا۔ میرا خیال کہ میں اون (کی تاریخ کے خط سے) اون کی غلطی بلکہ ایک فریب میں آجانے کی اطلاع دوں گا مگر آپ کے تعلقات کے باعث آپ ہی کے ذریعہ سے اطلاع دینا مناسب تر سمجھتا ہوں۔ ذاتی طور پر میں سمجھتا ہوں کہ سید جالب کی حرکت بدنیتی سے نہیں اور نہ وہ واقعی ارشاد سلمہ کا حق تلف کرنا چاہتے ہیں۔ مگر وہ شدید مغالطہ میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اور یہ سمجھ میں آنا مشکل ہے کہ وہ کیسے ہمدم کی ہوا خواہی اس میں سمجھتے ہیں کہ وہ دو ملازمین حکومت کی ملکیت میں آجاوے۔ مجھے ان پر اس بات کا بھی تعجب ہے کہ یہ تار بھیج کر اور بلکہ کر کے ہمدم بند ہوا جاتا ہے مجھ سے بارہ سو روپیہ وصول کیے۔ اور اب جبکہ ہمدم کے چار پانچ مہینہ جاری رہنے کا انتظام

ہوگیا تو دوسرے مالکان اور ایک نیا بورڈ (جس میں شاہد احمد مرحوم کا کوئی عزیز نہیں حالانکہ افتخار ماموں لکھنؤ میں نہیں ہیں اور بالکل بیکار) پیدا کیا اور ایک افتتاحیہ مقالہ دھر گھسیٹا حالانکہ مجید کو لکھا تھا کہ نہ مبشر سلمہ کا مضمون ملکیت کے متعلق شایع کیا گیا نہ خلیق صاحب کا مضمون شایع ہوگا۔ اپنے بیان میں بھی جو معروضہ بورڈ کے سامنے پیش کیا راجہ صاحب کی خوشامد کی حد انتہا نہیں رکھی اور مالک غالب بلکہ مالک کل بنا دیا۔ میں نے مشیر الدین صاحب منیجر کو تو باضابطہ اطلاع دے دی ہے کہ چونکہ ارشاد سلمہ نابالغ ہے اور اسی کی طرف سے منیجر کا قبضہ ہمدم اور اوس کے مطبع پر ہے اس لیے اگر بلا عدالت کے مجبور کیے ہوئے انھوں نے بورڈ وغیرہ کسی کو قبضہ دے دیا تو ہر نقصان کے ذمہ دار ہوں گے جس کو قبضہ کرنا یا استقرار حق کرانا ہو وہ عدالت جاوے۔ مشیر الدین صاحب شاہد حسین مرحوم کے ملازم اور منیجر ہمدم تھے وہ دوسروں کو کیا جانیں۔ راجہ صاحب کو بھی میں نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ اونکی ہوم ممبری کے رعب میں آنے والا مجید سا درویش منش آزاد شخص نہیں۔ میں نے جو مشیر الدین صاحب کو لکھا اس کی اطلاع بھی راجہ صاحب کو دی ہے کہ اگر اون کو قبضہ کرنا ہے تو عدالت مجازسے چارہ جوئی کریں۔ یہ جبرہ دستی چلنے کی نہیں۔ چونکہ ارشاد سلمہ نابالغ ہے اس لیے وہ خود اگر چاہے تو بھی اپنی حقوق تلفی نہیں کر سکتا۔

نہ جانے قانونی حضرات نے بیچارے سید کو کیا دھوکا دیا۔ جالب صاحب کی یہ بھی غلطی کہ وہ نہیں سمجھتے کہ اون کی قدر و قیمت کون زیادہ کر سکتا ہے۔ اون کی اپنی قابلیت اور تجربہ کاری کی وجہ سے نہیں تو آپ کے تعلقات کے باعث بھی ہیں ہمیشہ جالب صاحب کا خیال رکھتا تھا۔ اب بھی اونھوں نے اوس رویہ سے جو اختیار کیا سوائے اس کے اور دوسری صورت کوئی نہ تھی کہ اون کو برطرفی کی اطلاع دے دی جاوے۔ کہ ہمدم یا ارشاد سلمہ اون کے بیان اور افتتاحیہ مقالہ کے بعد اون کی تنخواہ کا ذمہ دار نہ ہوگا۔ وہ اسسٹنٹ اڈیٹر صاحب کو چارج دے دیں مگر میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ ایک موقع سید صاحب کو آپ کے ذریعہ سے دوں کہ انھوں نے ارشاد سلمہ کے حقوق کو جو زخم پہونچایا ہے اوس کے اندمال کی جو صورت مناسب سمجھیں نکالیں۔ ہمدم کے معاملات کو میں ڈسٹرکٹ جج کے پاس جانے سے فی الحال بچانا چاہتا ہوں۔ مگر اگر اس طرح خلاف قانون اور زبردستی نابالغ کے حقوق پر حملہ ہوتا رہا تو ڈسٹرکٹ جج کو رجوع ہی کرنا پڑے گا اور اندیشہ ہے کہ وہ اس وجہ سے کہ ہمدم نقصان سے چلتا ہے فی الحال اوسے بند ہی کرا دے گا۔ ممکن ہے نسیم صاحب خود قبضہ اور استقرار حق کے لیے دعویٰ کریں تب بھی ہمدم کے لیے اچھا نہ ہوگا۔ کسی صاحب کو شرکت ملکیت کا دعویٰ ثابت کرنا آسان نہیں لیکن جھگڑے میں ہمدم کا تو خون ہو جاوے مگر اس حالت کی تمام تر ذمہ داری جالب صاحب پر آوے گی اگر وہ خبر صحیح نکلی جو میں نے سنی تھی کہ وہ خود ہی دوسرے مالکان کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ ظفر عمر صاحب کو بھی اونھوں نے صرف یک طرفہ حالات لکھے۔ ہمدم کے مقالہ افتتاحیہ اور اون کے بیان سے جو جالب صاحب نے معروضہ بورڈ کے سامنے دیا اوس نے اس خبر کی تصدیق کر دی کہ وہ خود ہمدم کو راجہ صاحب اور وزیر حسن صاحب کا اخبار رکھنا پسند کرتے ہیں۔ اون کو نہیں معلوم کہ مجھ سے اور راجہ صاحب سے میرے فرستادہ مبشر سلمہ سے

جو گفتگو ہوئی تھی اوس میں انتظام یا نگرانی ہمدم و مطبع ہمدم کا ذکر نہ تھا بلکہ ملکیت زیر بحث آئی تھی اوسی سے راجہ صاحب نے انکار کیا تھا کہ کوئی حق اون کا باقی نہیں۔ پھر بھی اپنے بیان میں جالب صاحب نسیم صاحب کی زبان بن گئے ہیں۔ اگر وہ اپنی روش نہ بدلیں گے تو مجبوراً حقوق ارشاد مسلمہ کے تحفظ کے لیے کارروائی کرنا ہوگی اور جالب صاحب کے لیے نوٹس دے دیا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب کو قبضہ دلانے کی بہ اعانت پولیس کے بھی درخواست دے دی جاوے گی (اسی بات کے پیش نظر میں نے راجہ صاحب کو لکھ دیا ہے کہ اگر آپ ملازمت چھوڑنے کا زمانہ قریب ہونے کے خیال سے پھر آپ کو اخبارات کا شوق ہے اور ہمدم کی ملکیت کی خواہش تو اوس کے پورا کرنے کا دوسرا طریقہ تھا یعنی محبت اور شفقت سے آپ مانگتے شاہد مرحوم دو ہزار روپیہ ادا کر دیتے تو ہم لوگ کوئی اون کی درخواست کو شاید رد نہ کرتے۔ مگر اس جرات کا (حیرت انگیز انکشاف) کرنا مشکل ہے کہ زبردستی بورڈ بنا کر قبضہ میں کر لینے کا انتظام کر دیا گیا۔ بطور خود شریک ملکیت بن گئے۔ نسیم صاحب کو بھی میں نے خطوط بھیجے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اون کو اپنی قانونی قابلیت کو تازہ کرنا ہوگا۔ اگر مناسب سمجھئے آپ براہِ محبت جالب صاحب کو سمجھا دیں کہ جب تک کوئی بذریعہ عدالت شاہد مرحوم کے ساتھ ملکیت ہمدم یا مطبع ہمدم میں شریک ہونا ثابت نہ کر دے وہ شاہد ہی مرحوم کو مالک واحد سمجھیں اور اب ان کے لڑکے کو اوسی طرح۔ اون کو شاہد مرحوم نے رکھا۔ تمام تر قبضہ اور اختیار وہ شاہد مرحوم ہی کا جانتے رہے کوئی قانونی کاغذ یا تحریر شرکتِ ملکیت تک کسی دوسرے نے پیش نہ کی۔ پھر ان کو تسلیم کر لینے کی کیا وجہ۔ دو پیسہ اخبار کی مد میں دینا مالک نہیں بنا دیتا۔ بیچارہ محمد علی آج تیس ہزار روپیہ کی اپیل کر رہا ہے شرکت ملکیت کے لیے نہیں۔

مشیر حسین قدوائی

(۳)

از لندن

۲ ستمبر ۱۹۱۴ء

مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محل لکھنؤ

تسلیم۔ آپ کا والا نامہ پا کر مجھے بہت خوشی ہوئی اور اپنے سے شرمندگی کے ساتھ اس کا فخر تھا کہ آپ نے میرے خط کو اوس نظر سے دیکھا جس سے وہ لکھا گیا تھا ہر طرح سے آپ کی بلندی روشن ہوئی۔ اس سے زیادہ مردانگی ہو نہیں سکتی ہے کہ جمعیت کے خیال سے آپ نے اپنی ذاتی مرضی کے خلاف عمل کیا اور ذاتی بدنامی کی پرواہ نہ کی۔ خدام الکعبہ کو آپ پر صد ہزار فخر ہونا چاہیے۔ جس طرح مجھے ہے۔ لیکن میں جمعیت کی اوس کارروائی کو مستحسن سمجھنے سے مجبور ہوں۔ مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی کہ آپ خدام الکعبہ کی خدمت کو موجودہ ہر حالتوں میں قائم رکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔ مجھے اس کی بار بار خبر دی گئی نہ جانے کیسے یہ خبر مشتہر ہوئی کہ آپ ترکوں کے موافق نہیں۔ بُرے ہیں یا بھلے اس وقت ترک ہی مسلمانوں کی دنیاوی عزت کے کفیل ہیں۔ مجھ سے زیادہ شاید کوئی نوجوان ترکوں سے بیزار نہ ہو۔ مگر میں اون کو بھی اس وقت بہت ہی غنیمت سمجھتا ہوں۔

بیشک ترکوں کی اصلاح کی فکر سے غافل نہ رہنا چاہیئے اور ان کے دل پر نقش کر دینا چاہیئے کہ ہم ان کے ہوا خواہ محض مذہب کی وجہ سے ہیں لیکن جہاں غیروں کا ذرہ بھی معاملہ آوے بس اوس وقت ہم کو اون کو نہیں واقعی اپنا آقا سمجھنا چاہیئے اور سلطان المعظم کو خلیفۃ الرسول۔

مجھے نہیں معلوم کہ میرا کون سا مضمون حمایت اسلام میں چھپا۔ میں نے اب تک اوس اخبار کو دیکھا بھی نہیں۔ نہ اوسے کوئی مضمون بھیجا۔

میرا دل کڑھتا تھا کہ کوئی نیا ورق زمانہ الٹنے والا ہے۔ میں نے اعلان میں اس طرف اشارہ بھی کیا تھا اور پنج کے خطوں میں بار بار مولانا ابوالکلام کو لکھا تھا۔ اب دیکھئے یہ ہنگامہ کیا رنگ اختیار کرتا ہے۔ اس مہابھارت کا ایک پہلو شدید طور سے مسلمانوں کے لیے منحوس ہوگا۔ خدا اوس سے بچاوے دعا فرمائیں۔ میرا ارادہ خدام الکعبہ کے کام کے لیے بلاد عثمانی اور مصر کے دورہ کا تھا۔ حج کا بھی امسال پورا ارادہ ہوگیا تھا مگر یہ لڑائی شروع ہوگئی اور وہ سب ارادے رہ گئے۔ خدام الکعبہ سے (مجھے معلوم ہوا) ترکوں کو بدظنی ہے اور مصر کی حالت ایسی ہے کہ وہاں اس کا وجود اس وقت بجائے مفید ہونے کے مضر بھی ہو سکتا ہے۔ میں نے تحریک کرکے روک دی۔ مجھ سے یہاں خدیو معظم کے بھائی سے ملاقات ہوئی اور دیر تک۔ میں نے خدام الکعبہ کا بھی ذکر چھیڑا۔ اون کے جوابات سے مجھے اوس خیال کی تصدیق ہوئی جو قسطنطینہ کی تحریر سے پیدا ہوا تھا کہ مصر میں اس تحریک کو ابھی نہ کرنا چاہیے۔ شوکت علی بھائی اور آپ گراں بہا کام کر رہے ہیں خدا مدد کرتا رہے۔ بس میری گزارش تو یہی رہے گی کہ صفائی دلسوزی اور ہمت سے کام رہے۔

(ان حالات میں) اس وقت اگر (کوئی حادثہ معرض وجود میں آئے) تو اوس کا نقصان دائمی ہوگا۔ مجھے تو یہ ڈر معلوم ہوتا ہے کہ کہیں فوری ہی آزمائش کا وقت نہ آجاوے اگر ترکوں نے واقعی مصر کا مسئلہ چھیڑ دیا اور انگریزوں سے جنگ ہوگئی تو حجاز کا مسئلہ اوس وقت درپیش ہو جاوے گا اس لیے کہ وہ سب سے زیادہ انگریزی زد پر ہے۔ ہندوستان سے فوج وہاں آسانی سے بھیجی جا سکتی ہے۔ ترکوں کے پاس جہاز نہیں کہ روکیں۔ مسلمانوں کو اس وقت اس بات کو نظر انداز نہ کرنا چاہیے کہ حجاز ہر حالت میں ترکوں ہی کے پاس رہنا ہے۔ انگریزی گورنمنٹ کو دھوکا نہ دینا چاہیے۔ (اس لئے) آپ لوگوں کو اس کی خاص فکر رکھنا ہوگی کہ لوگ دھوکا نہ دیں۔ (موجودہ حالات کے پیش نظر انگریزوں کی) اگر ترکوں سے لڑائی ہو بھی تو مصر۔ ایشیائے کوچک یا خود قسطنطنیہ میں ہو۔ حجاز کی سرزمین پر نہیں ورنہ ہم حمایت دین پر مجبور ہوں گے۔ ہمارا مذہبی خیال ملک کے خیال پر غالب ہے۔ اگر خدانخواستہ وہ وقت آوے تو شوکت علی بھائی وغیرہ سے صلاح کرکے فوراً ہی کوئی تجویز کر لیجئے گا اور مجھے مطلع فرمائیے گا کہ میں بھی اوس کی پابندی کروں اور اپنے حلف کا فرض ضرور ادا کروں۔ میں سمجھتا ہوں ترک انگریزوں سے نہ لڑیں گے مصلحت بھی نہیں ہے۔ یونان کافی ہے۔

مشیر حسین قدوائی

(۴)

از انگلینڈ

۴۔ جون ۱۹۱۹ء

مکرم و محترم مولوی عبدالباری صاحب تسلیم۔ اللہ آپ کو بہت بہت اجر دے۔ آپ کے اس وقت اسلامی خدمات کا اندازہ کوئی میرے دل سے پوچھے۔ میں یہاں دیکھ رہا ہوں کہ کس طرح ظالموں نے اب ذرہ اوس پھندے کو کھینچنے میں ہاتھوں کو سست کیا ہے، جو وہ ہمارے گلوں میں ڈال کر پوری شیطانی قوت سے کھینچ رہے تھے۔ سب ذی قادر حقیقی کے اختیار میں ہے۔ آپ نے اسلام کی آبرو اور عزت رکھ لی۔ اللہ ہم ایسے عاجز بندوں کو خدمتِ اسلام کی توفیق اور یارا دے۔ مفصل حال یہ ہے کہ آغا خان نے ایک دن ہم لوگوں کو بلا بھیجا آفتاب احمد خاں بھی تھے آفتاب احمد خاں اور یوسف علی کو لے کر مانٹیگو پیرس گئے تھے اور آغا خان مع دونوں مسلمان و مہاراجہ بیکانیر اور لارڈ سنہا اور مسٹر مانٹیگو صاحب کے چاروں وغیرہ ممبران کانفرنس کے سامنے پیش ہوئے تھے۔

آغا خان نے کہا کہ اونھوں نے ذکر کر کے ایک معاشرتی جلسہ میں لائیڈ جارج سے ملاقات کی اور اون سے مسلمانوں کے انتشار کا ذکر کیا۔ اونھوں نے پوچھا کیا چاہتے ہو آغا خان نے کہا کہ اون کا ایک وفد قبول کیا جاوے۔ امیر علی صاحب عتیق صاحب۔ اصفہانی صاحب۔ یوسف علی صاحب میرا اور خواجہ صاحب کا نام لیا۔ لائیڈ جارج نے کہا اچھا میں اطلاع دوں گا۔ مانٹیگو صاحب کے ذریعہ سے اطلاع دی گئی کہ آپ اور ایک مسلمان کو اجازت ملی ہے۔ آغا خاں نے کہا کہ ہماری اس طرح کیا حیثیت ہوگی۔ ہمارا منتخب شدہ وفد قبول ہونا چاہیے اس پر مانٹیگو صاحب نے جواب دیا کہ انتخاب تو کسی کا نہیں ہوا نہ میرا نہ سنہا کا ہم لوگ سب نامزد کیے گئے ہیں خیر۔ رات بھر چھ شخصوں نے مشورہ کیا۔ قرار یہ پایا کہ سب الگ الگ عرض کریں چاہے تقریر یا تحریر پڑھ کر۔ جس بات پر زور دیا جانا تجویز ہوا یہ تھی کہ تھریس (Threce) کل ایشیائے کوچک اور دارالسلطنت قسطنطنیہ پر کامل ترکی حکومت کے برقرار رکھنے کا لائیڈ جارج نے خود اپنے ۵۔ جنوری ۱۹۱۸ء کی تقریر میں وعدہ کیا تھا کہ اس میں کوئی فرق سرِ مو نہ کیا جاوے۔ باقی مقامات پر بھی سیادتِ عثمانی برقرار رکھی جاوے۔ یہی ہوا۔ آفتاب احمد خان نے بھی آغا خان کے بیان کی تصدیق کی۔ معلوم ہوا کہ لارڈ سنہا نے بھی زور سے کہا تھا لیکن سب سے زیادہ زور سے اور دھمکیوں کے ساتھ مسٹر مانٹیگو کی تقریر تھی۔ آغا خان صاحب نے کہا کہ اس وقت تو ہماری تقریروں کا اثر گہرا معلوم ہوتا تھا۔ مگر ان لوگوں کا کچھ ٹھیک نہیں ایک کان سے سنتے ہیں دوسرے سے اُڑا دیتے ہیں۔

سلطنتیں مولی کی جڑ کی طرح تقسیم کر رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ لائیڈ جارج نے مانٹیگو صاحب سے بعد کو کہا کہ جہاں تک اون کا تعلق ہے وہ تو بدل گئے ہیں۔ یوسف علی صاحب نے مجھ سے کہا رخصتی مصافحہ کے وقت لائیڈ جارج نے خود اون سے کہا کہ اس سے بہتر طریقہ سے کوئی اور اپنا معاملہ نہیں پیش کر سکتا تھا۔

یہ ہم لوگوں نے دیکھا کہ اوس ملاقات کے بعد سے اخباروں میں یہ خبر شایع ہونے لگی کہ دولت عثمانی کا فیصلہ ملتوی ہو گیا اور بہتوں نے یہ بھی لکھا کہ سلطان قسطنطنیہ سے نہ نکالے جاویں گے۔ آغا خاں نے کہا کہ جو کوشش ہو سکے

برابر جاری رکھنی چاہیے جس قدر زور سے ہو سکے ڈھول بجاتے رہیئے۔

ایک اور میموریل امیر علی صاحب سے لکھنے کو کہا گیا اور یہ بھی کہ دنیاوی حیثیت اور عزت پر زور دیں۔ اس لیے کہ فرانس میں یہ تجویزیں کہ نام کو خلافت سلطان کے پاس رہے تو کیا حرج سلطنت نکل جاوے (فرانس میں ہمارے خلاف بہت سے رسالے نکلتے ہیں ایک میں یہ بھی لکھا ہے کہ خلافت کے لئے بادشاہت مطلق ضروری نہیں) امیر علی صاحب نے زبردست میموریل لکھا ہے مگر ان کو ایک یہ ضد بھی ہے کہ وہ آخر میں محض مذہبی سیادت پر توڑتے کہ وہ نہ توڑا جاوے کوئی دنیاوی طاقت مذہبی اور روحانی تعلقات کو بھی توڑ سکتی ہے میں اوس کو نکلوا دوں گا۔ سوال اس وقت اسلام کی دنیاوی عزت کا ہے۔ مذہب اسلام کو کون تباہ کر سکتا ہے اوس کا حافظ خود خدا ہے۔ ہاں اسلام کی دنیاوی عزت مسلمانوں کے ہاتھ میں ودیعت ہے اوس کے لئے اس وقت ہم ہاتھ پیر مار رہے ہیں۔ خیر۔ اس درمیان میں مسٹر تھوڈر مارین کا ایک مضمون ٹائمز میں نکلا گو وہ عرب کے موافق ترکی کے خلاف رنگ رکھتا تھا گو اوھنوں نے تجویز وہی پیش کی (محدود حالت میں) جو میں نے اپنی کتاب میں پیش کی۔ یعنی ایک متحدہ سلطنت اسلامی۔ میں نے فوراً اون سے خط و کتابت کی اوھنوں نے اپنے گھر بلایا بہت دیر تک گفتگو رہی میں نے اون کو سمجھایا کہ ہم لوگ اس وقت دولت عثمانی کے بقا پر زور دیتے ہیں۔ وہ اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ صرف وہی اس وقت اسلام کی عزت رکھنے کی طاقت رکھتی ہے۔ میں نے اون کو دو روز بعد لندن کلب میں بلوایا کہ پکتھال صاحب (ایک انگریز مسلمان جو شام وغیرہ میں بہت گھومے ہیں عربی جانتے ہیں آج کل ہمارے پیش امام جمعہ میں وہی ہوتے ہیں۔ ترکوں سے خاص محبت رکھتے ہیں) سے ملا دوں گا اور اصفہانی صاحب سے بھی یہاں اس زمانہ میں ایک بہت بڑا جلسہ ہندو مسلمانوں کا ہو چکا تھا جس میں سب سے اوّل تجویز دولتِ اسلامی کی بابت رکھی گئی تھی تلک نے پیش کی۔ تلک کی تقریر کچھ نہ رہی۔ مگر میری تائید کی تقریر بہت زور دار تھی۔ گو اوس کا ایک ایسا ٹکڑا بعد کو ٹائمز مردود نے لکھ دیا جس سے معلوم ہوا کہ اثر دار حلقوں میں بہت ہی برانگیختگی ہوئی (آغا خاں نے کہا) دوسرا جلسہ خاص مسلمانوں کا کیا گیا۔ القصہ یہاں بھی ہل چل مچی رہی اور انشاء اللہ مچائے رکھیں گے۔ میں نے تو پھر اخبار کا ارادہ کیا تھا یوسف علی صاحب سے نگرانی میں لینے کی درخواست کی تھی آغا خاں نے مالی مدد دینے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ چند شرائط کے ساتھ مگر ابھی روک دیا ہے اس لیے کہ مارین صاحب وغیرہ کی صلاح ہوئی کہ ایک انجمن قائم ہو حفاظت اسلام کے نام سے اوس کا الگ دفتر ہو اور ہم سب وہاں کام کرتے رہیں۔ اخبارات کو مارین صاحب راضی کریں کہ وہ ہمارے مضمون چھاپیں (ان مردود اخباروں نے ایکا کر لیا ہے۔ ہم مسلمانوں کے مضمون چھاپتے ہی نہیں) چنانچہ آغا خان نے دو سو پونڈ دیئے تھے اس لئے اخبار کی تجویز روک دی گئی ہے۔ گو میں اب بھی ضرورت اور بہت ضرورت سمجھتا ہوں مگر مشکل روپیہ کی ہے معلوم ہوا کہ کم سے کم پچیس پاونڈ مہینہ ہو تو نکل سکتا ہے پھر اس قدر روپیہ کہاں سے آئے۔ آغا خان بھی تھوڑا سا روپیہ مہینہ کے لئے دینے والے تھے۔

پرسوں ترسوں ملا داؤد نے رنگون سے خواجہ صاحب کے نام مشن کے لئے تین سو پاؤنڈ بھیج دیئے اور شناسات

سو پاؤنڈ اور بھیجنے والے ہیں۔ میں نے کل اون کو ہفتہ وار اخبار کے لئے اپنے نام سے ایک ہزار پاؤنڈ کے لئے تار دیا ہے۔ اس وقت جانکنی کا وقت ہے۔ یہاں مشن کے کام سے میں بوجوہ عرصہ سے بیزار ہو رہا ہوں بلکہ ایک عام رسالہ لکھنے کا ارادہ تھا مگر یہ مصیبت اسلام پر آپڑی ہے۔ اس وقت میرے دماغ میں اور کوئی فکر نہیں آسکتی۔ ایک مفصل خط مولوی صدرالدین وغیرہ کو لکھ دیا ہے کہ وہ لوگ سب مل کر نقائص رفع کریں۔

بہرحال یہاں مشن پہ کوئی کثیر رقم فی الحال صرف کرنا کوئیں میں روپیہ ڈالنا ہے۔ آپ بھی براہ کرم اس خط کے پہونچتے ہی ملا داؤد صاحب کو رنگون تار دیں اور خط بھی لکھیں کہ جو مدد دے سکیں اخبار ہفتہ وار کے لئے دیں۔ ضرورت تو فوراً ہے یہاں جو کچھ ہوتا ہے عوام پر اثر ڈالنے سے اس کا ذریعہ بہترین اخبارات ہیں۔ بدبخت اخبارات یہاں ہمارے معاملہ میں اندھیر کر رہے ہیں کہ ہمارے خلاف دھڑا دھڑ مضمون چھاپتے رہتے ہیں اور موافق رد کر دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہاں تک ہمارے وزرا نہ شعور کر سکے تھے کہ دولت اسلامی کی تباہی کا مسلمانوں پر کچھ اثر ہی نہیں۔ پچھلے ہفتہ ڈیلی ٹیلیگراف کے ٹکڑے روانہ کر چکا ہوں۔

پرسوں آپ کا تار مل گیا۔ معلوم نہیں وہاں آفتاب احمد خان صاحب اور یوسف علی صاحب کا پیرس جانا کس طرح شایع کیا گیا۔ بیشک ضروری تھا کہ امیر علی صاحب کو شامل کیا جاتا اون کا رعب بھی اور ہوتا اثر بھی اور ہوتا اس ڈر سے تو ان لوگوں نے ان کو نہ چیتی کیا بلکہ آفتاب احمد خاں صاحب کو جنھوں نے اوس زمانہ میں جب ہم نے وفد تجویز کیا تھا تو خود شریک ہونے سے اس عذر سے انکار کر دیا تھا کہ اگر حکومت ان کی شرکت کو روکے گی نہیں تب بھی ناگوار تو ضرور ہوگا۔ القصہ وہ کچھ نہیں اونھوں نے خود کہا کہ اس بحث پر غور ہی نہیں کیا تھا یوسف علی صاحب بہتر ہیں۔ بلکہ اوس وقت تو اس قدر زور میں تھے کہ ہمارے دوسرے میموریل پر دستخط نہیں کئے کہ امیر علی صاحب نے مذہبی روحانی تعلق پر زور برقرار رکھنے کی درخواست سے معاملہ کمزور کر دیا تھا۔ (مجھے خود وہ ناپسند تھا مگر میں کیا کروں میموریل رہ جاتا اور کمزور ہو جاتا) یوسف علی صاحب نے تو میری کتاب کے بعض مضمون کو کمزور سمجھا تھا مگر صاف یہ ہے کہ پورا بھروسہ ان پر بہت آسان نہیں ان کے تعلقات ماسبق کے باعث نہیں پہلے تو ہر معاملہ میں وہ ازحد خوشامد کرتے رہے ہیں اور حکومت کے لئے ہر طرح حاضر۔ بہرحال اس وقت وہ اچھی کوشش کر رہے ہیں۔ میں نے آپ کا تار امیر علی صاحب کو اوسی دن بھیجا جواب پہونچا۔ آج خط آیا کہ تار کا شکریہ مگر جواب سے معذور ہوں۔

(واقعی انھوں نے سچ لکھا ہے خود ان کا معاملہ تھا وہ کیا لکھتے کہ اون کا بھی شریک کیا جانا ضروری ہے۔ میں نے ایک خط پہلے ہفتہ پایونیر کو بھیج دیا ہے کہ آغا خان وغیرہ خوب کوشش کر رہے ہیں۔ آج یہاں پھر ایک اخبار کو آپ کی تار کی نقل کے ساتھ بھیجتا ہوں کہ مسٹر مانٹیگو وغیرہ سرگرم ہیں۔ یہ امر واقعہ ہے یہاں کوشش ہو رہی ہے مگر سب سے زیادہ کوشش آپ لوگوں کی ہے جو کچھ ہوا یا ہوگا صرف آپ سب کی کوشش اور واقعی کوشش دل و جان و مال سے ہوگا۔

نکلتے رہے جن پر مسلمانوں کا سوا لاکھ سے زیادہ روپیہ پھونکا جا چکا ہے اور پھونکا جا رہا ہے۔ میں تو خود پہلے محمد علی کے ذاتی حملوں کا ذکر کرتا ہوں۔ میں نے سُنا کہ چوپانی میں اونھوں نے مجھ پر حملے کئے۔ اسحاق سلمہ نے ذکر کیا کہ وکیل نے حیرت ظاہر کی کہ آغا خان پر نہیں مگر قدوائی صاحب پر تعجب ہے۔ میں نے فوراً محمد علی اور وکیل دونوں کو لکھا کہ کیا حملہ تھا، ضرور وہ کسی غلط فہمی پر مبنی ہوگا۔ مگر کسی صاحب نے جواب نہ دیا۔ آخر کا حملہ شریف حسین کے متعلق تھا کہ میں نے اپنی فطرتی انگریز پرستی سے کام لیا۔ حالانکہ اب بھی بھائی محمد علی کے خلاف علومت ہیں اس قدر نامۂ اعمال سیاہ نہیں جس قدر میرا ہے۔ تین دفتر میرے خلاف موجود ہیں (مگر افسوس ہے کہ اُنکی پالیسی اکابر حال ہے لیکن پبلک کا گو حافظہ نہیں ہوتا مگر جہاں تک نامۂ اعمال کا تعلق ہے ابھی بھائی محمد علی اور شوکت علی کو بھی گذشتہ اعمال کے سیاہ دفتر کے دفتر صاف کرنا باقی ہیں۔ اور الحمد للہ کہ یہاں باوجود ایک چوتھائی صدی کے پبلک کے سامنے ہونے کے دھبہ پر بھی کوئی ایمانداری سے انگشت نہیں رکھ سکتا خواہ اسلامی معاملہ میں ہو یا ملکی میرا یہی شعر ہے

بلبل سکھائے گی اوسے عاشقی کے طور۔
یوم الست سے ہے یہ دل مبتلا ئے گل

ظاہر ہے کہ جو شخص کل خلافت کی سی تنظیم کا مقابلہ کر سکتا ہے جس نے گاندھی جی کے سے بُت کے آگے بھی سر نہ جھکایا نہ سید احمد خان یا اون کی ذریات ہی کے آگے سر تسلیم خم کیا۔ نواب محسن الملک سے اکثر معرکہ رہا (خصوصاً ندوۃ العلما کے متعلق) وہ محمد علی وغیرہ سے جن کا اثر روز بروز زائل ہو رہا ہے کیا دبے گا۔

خط، مولانا ابو المحاسن محمد سجادؔ

۱۲ ربیع الاوّل — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامی سنّت قامع بدعت جناب مولانا و بالفضل اولینا قیام الدین محمد عبد الباری صاحب دامت برکاتہم

بعد سلام و نیاز آنکہ زندہ رہ کر جناب کی خیر و عافیت کا داعی ہوں آج عرصہ کے بعد بذریعہ عریضہ حاضر خدمت ہوتا ہوں۔ مولانا تردد و افکار اور پھر مقامی کاموں سے فرصت نہیں ملتی اس لئے خط و کتابت کا بہت کم موقع ملتا ہے معافی کا خواستگار ہوں۔

مجلس موید الاسلام کی طرف سے ایک خط آیا ہے جس کا جواب روانہ کر رہا ہوں جناب بھی ملاحظہ فرمائیں گے اور جناب سے گزارش ہے کہ چند تجاویز جو میں نے پیش کی ہیں ان کو ضرور بالضرور اجلاس مسلم لیگ سے منظور کرائیے اگر جناب کوشش

---

۵ صوبہ بہار کے مشہور عالم اور سیاسی قائد۔

فرمائیں گے تو انشاء اللہ ضرور کامیابی ہوگی۔ اگر مسلم لیگ علماء کے مطالبات کو اپنے مطالبات میں ضم کر لے تو مطالبہ قوی ہو جائے گا۔ علمائے ہند اور علمائے دیوبند کے مطالبات پر کوئی توجہ نہیں کی گئی۔ اس پر مسلم لیگ اور علماء کو صدائے احتجاج بہت جلد بلند کرنا چاہیئے۔

اصلاحات کی پہلی قسط ملنے والی ہے تو شرعی حیثیت سے علما کے مطالبات کیوں نہ پورے کئے جائیں۔ اس وقت کی خاموشی تو لمبا عرصہ دراز کے لئے مایوس کن ہے۔ دو تین روز سے مجھے خیال تھا کہ جناب انجمن علمائے بنگال کی سہمارت۔ پہلے تشریف لے گئے ہوں گے مگر آزاد سبحانی کے خط سے معلوم ہوا کہ شاید جناب نے قبول نہیں فرمایا اور وہاں تشریف نہیں لے گئے۔

اگر موقع ہو تو ان تجاویز کو ضرور بالضرور مسلم لیگ میں پیش فرمانے کی کوشش فرمایئے۔ اور یہ تجویزیں میں نے انجمن علمائے بنگال کے سکرٹری کے پاس بھیج دی ہیں صرف عنوان بدلا ہوا ہے۔ ان کو لکھ دیا ہے کہ بذریعہ تار مسلم لیگ یا سکرٹری مسلم لیگ کے پاس بعد منظوری اطلاع دیجئے۔

کفش بردار علمائے کرام
ابوالمحاسن محمد سجاد از گیا مدرسہ انوار العلوم

(۲)

۲۰ ربیع الاول ۳۷ھ

مخدومی جناب مولانا سلامت اللہ صاحب نائب منصرم اول مجلس موید الاسلام لکھنؤ زاد لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمد للہ زندہ رہ کر خواہان عافیت مزاج گرامی ہوں، اعزاز نامہ ۱۲۰۴ مورخہ ۳۰ صفر ۱۳۳۷ھ شرف صدور بخشا۔ یاد آوری کا شکریہ قبول فرمایئے۔ جناب نے جس امر کی طرف توجہ دلائی ہے یعنی شرکت مسلم لیگ نہایت ضروری مسئلہ ہے۔ مگر اس کے ساتھ حالت موجودہ میں اہم ہی مسئلہ ہے۔ میں خود نہ صرف انھیں وجوہ سے اس کی ضرورت کو محسوس کر رہا ہوں جس کو جناب نے لکھا ہے بلکہ ہمارے خیال میں علمائے کرام جب تک سیاست کی باگ اپنے ہاتھ میں نہ لیں گے اور بلند نشینوں کے ہمنشیں ہو کر اپنی مذہبی آواز کو ان کی آوازوں سے نہ ٹکرائیں گے۔ علما کا مذہبی اقتدار قائم ہونا سخت مشکل ہے اور نیز ان کے مطالب عالیہ کا حصول ایک خواب پریشان سے زاید نہیں ایسا کرنے سے نہ صرف مذہب اسلام کی حفاظت ہی ہوگی بلکہ علما کا اقتدار مقتدر ہوگا۔ جزئی مقاصد مثل ترویج علوم عربیہ کے لئے بہترین وسائل واسباب پیدا ہوں گے الغرض میں آپ حضرات کی رائے سے بالکل متفق ہوں۔ مسلم لیگ کی شرکت بحیثیت کارکن جماعت علمائے کرام کے لئے نہایت ضروری ہے اور اس سے بہت سے خوش آیند توقعات ہیں۔ لیکن علما کے لئے جو موانع اشتراک ہیں وہ بھی کچھ کم اہم نہیں۔ ان موانع کو آپ دو حصوں میں تقسیم فرمائیں۔ ۱۔ مادی ۲۔ غیر مادی۔ مانع مادی سے میری مراد فقدان تمول ہے۔ علما کا اشتراک محض اسمی اور رسمی نہ ہونا چاہیئے بلکہ عملی۔ پس آپ غور فرمائیں کہ پراونشل مسلم لیگ اور آل انڈیا مسلم لیگ کے غیر معمولی اجلاس اور نیز سالانہ اجلاس جو ہندوستان کے مختلف شہروں میں ہوا کرتا ہے ان سب میں شرکت کے لئے کم از کم محض سفر خرچ کے لئے

ڈیڑھ دوسو روپیہ ہونا چاہیئے اور پھر اس کے علاوہ صوبہ وار انجمنہائے علماء کے اخراجات اس کے علاوہ ہیں تو اب خیال فرمایئے کہ ہندوستان میں کتنے علما ہیں کہ اپنے ذاتی خرچ سے سبکدوش ہوکر ڈھائی تین سو روپیہ ان کے پاس فاضل جمع ہو سکتا ہے کہ اس کو ان نئے ابواب مصارف میں صرف کریں۔ غالباً جناب کو معلوم ہوگا کہ علمائے کرام کی عملی جماعت تقریباً کل اس نعمت سے محروم ہے۔ پھر میں کیونکر امید کروں کہ علما شریک مسلم لیگ ہوں گے مگر ہماری یا آپ کی کوشش سے دس بیس شریک بھی ہوئے اور باقی اس مادی مجبوریوں سے مسلم لیگ کے اجلاسوں میں شریک نہ ہوئے تو علما کی بدنامی کا ایک نیا باب مفتوح ہوگا اور پھر اُن کے مفاسد کچھ کم نہ ہوں گے۔ بغیر شرکت تحریری رایوں کی کوئی وقعت نہ ہوگی اور پھر اجلاس کے اندر آ راء فاسدہ کی اصلاح کیونکر ہوگی۔ لہٰذا علماؑ کو شرکت مسلم لیگ کی دعوت دینے سے پہلے اس مسئلہ پر کافی غور کرکے مانع کے رفع کرنے کی فکر کی جاسے اور مانع غیر مادی سے مراد انگریزی زبان سے علما کی ناواقفیت اور مسلم لیگ کی جملہ کارروائی کا انگریزی میں ہونا ہے۔ یہ امر بھی علمائے اشتراک مسلم لیگ میں آہنی دیوار ہے یہ اتنا قوی نہیں ہے مگر دقت طلب ضرور ہے کیونکہ علما جب تک انگریزی میں کافی مہارت نہ رکھتے ہوں اور مسلم لیگ کی تمام کارروائی اور تقریریں انگریزی میں ہوں تو بہت ممکن ہے کہ علماء کو دھوکا دیا جائے اور پھر حکومت و عوام الناس میں علما کی شرکت بیان کرکے ناجائز فائدہ اُٹھایا جائے مگر میں نے جو یہ عرض کیا کہ مانع ثانی اول کے برابر نہیں ہے وہ اس لیئے کہ اولاً بفضلہٖ تعالیٰ علمائے کرام کے بعض افراد انگریزی داں ہوئے ہیں (جیسے آپ) اور ثانیاً یہ کہ جب ہماری کافی جماعت شریک ہو جائے گی تو بہت ممکن ہے کہ ہم لوگ زور ڈال کر اس کی تمام کارروائیوں کو اُردو میں جاری کرا دیں لیکن پھر بھی علمائے کرام کو انگریزی سے استغنا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ آخر گورنمنٹ سے جو مراسلت ہوں گے وہ انگریزی ہی میں ہوں گی اور اس کی اصل سے واقف ہونا بہت ضروری ہے۔ خیر بایں ہمہ یہ مشکل بہ سہولت حل ہوسکتی ہے۔ لیکن پہلا مانع بہت قوی ہے اور حالت موجودہ میں اس وقت تک اس کا کوئی حل ہمارے پیش نظر نہیں ہے۔ اگر آپ حضرات نے اس مسئلہ پر کافی طور پر غور کیا ہے تو یقیناً اس کے ان مبادی پر بھی پہنچے ہوں گے اور بجز اس کے حل کی کیا صورت نکالی ہے مجھے مطلع فرمایئے تاکہ اطمینان کلی ہو۔ خیر یہ بحث تو اصل مسئلہ اشتراک مسلم لیگ کے متعلق ہی رہی ہماری بابت جناب کا اعتماد اور حسن ظن کہ جس کی بنا پر ناچیز کا نام جناب نے پیش کیا ہے تو یہ قابل قدر ہے۔ مگر اس کو کیا کیجیئے کہ جہاں خود دونوں موانع موجود ہیں انگریزی ایک حرف نہیں جانتا اور چند مصالح دین کے باعث ملازمت سے سبکدوشی حاصل کر لی ہے۔ اگر ملازمت اختیار کر لوں جو اس وقت تک ۱۵۰ روپیہ یا ہوا۔ کی مل رہی ہے مگر نفس و ایمان قبول نہیں کرتا تو مانع مادی میرے حق میں مانع نہ ہوتا لیکن اس کو کیا کیجیئے کہ حالت موجودہ امر مرغوب و مطلوب کی مساعدت نہیں کرتی اور ہمارے صوبہ میں جتنے علماؑ اس مقصد کے لئے مفید ہیں۔ جہاں تک مجھے علم ہے سب ہی کے حق میں یہ مانعؑ سد راہ ہے۔ ہاں یہ مشکل اس طور پر حل ہو سکتی ہے کہ صوبہ وار انجمنہائے علما کے خزانہ میں کافی روپیہ جمع ہو جائے اور ارکان انجمن میں سے منجانب انجمن چند اشخاص شرکت مسلم لیگ کے لئے جمع کئے جائیں اور انجمن ان کے سفر خرچ کے لئے متکفل ہو جائے تو بہت آسانی سے یہ مانع رفع ہو سکتا ہے مگر انجمن علما کو اس حد تک بھی پہنچنے کے لئے ابھی مدت چاہئے بالخصوص ہمارے صوبہ

کی انجمن کہ ابھی بالکل نوخیز ہے اور اس کے پاس اپنے ضروری اخراجات کے لئے بھی سرمایہ نہیں۔ مہربانی فرماکر جناب ہماری تحریر سے مایوس نہ ہوں بلکہ حقیقت حال کا انکشاف ہے اور بعد التماس عرض ہے کہ جواب باصواب سے مطلع کیا جائے میں منتظر رہوں گا۔ باقی رہا تیسرا امر کہ علمائے بہار کی فہرست تو وہ انشاءاللہ کسی دوسری فرصت میں روانہ کردوں گا۔ اب آخر میں ایک ہماری غرض اور نہایت ضروری گزارش جناب سے ہے کہ جناب سعی بلیغ فرمائیں کہ یہ چند تجاویز مفصلہ ذیل آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں پاس کرائیں۔ ممبران مسلم لیگ کو آمادہ کرکے یا ممبران لیگ کو راضی کرکے اپنا نمایندہ بھیج کر علما کی طرف سے پیش کرلیجے اور ممبران لیگ سے تائید کراکے منظوری حاصل کیجئے۔ ابھی وقت ہے اس وقت کو غنیمت سمجھئے۔

تجاویز

۱۔ آل انڈیا مسلم لیگ تمام اسلامی احکام اور اعمال کے انصرام کے لئے تقرر شیخ الاسلام فی الہند کو نہایت ضروری خیال کرتی ہے اور اس امر پر یقین کامل رکھتی ہے کہ بغیر مشیخت اسلامیہ حقوق اور مذہبی احکام کی حفاظت غیر ممکن ہے۔

۲۔ آل انڈیا مسلم لیگ گورنمنٹ سے پر زور لفظوں میں درخواست کرتی ہے کہ مسلمانوں کی بے مثل وفاداری اطاعت پر کامل اعتماد رکھتے ہوئے مسلمانان ہند کے مذہبی احکام کی حفاظت کے لئے با اختیار مشیخت اسلامیہ فی الہند عطا فرمائے۔

۳۔ آل انڈیا مسلم لیگ دلی رنج و افسوس کا اظہار کرتی ہے کہ آئینی اصلاحات ہند میں علمائے ہند و علمائے دیوبند کے معروضات پر کوئی توجہ نہ کی گئی جس سے تمام علمائے ہند و عام مسلمانوں کے دلوں کو ایک سخت ٹھیس لگی ہے وائسرائے بہادر سے دوبارہ اس اسکیم پر غور کرنے کی درخواست کرتی ہے۔

۴۔ صلح کانفرنس میں مسلمانان ہند کی نمایندگی کے لئے شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی و مسٹر محمد علی کو منظور کرے ورنہ مسلمانان ہند مطمئن نہ ہوں گے۔

خادم الاسلام ابوالمحاسن محمد سجاد غفرلہٗ
مدرس اول مدرسہ انوارالعلوم و ناظم علمائے بہار

(۳)

۵ا جمادی الاولیٰ

مخدومنا و معظمنا ادام اللہ ظلکم علیٰ رؤسنا

بعد ہدیہ سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ آنکہ گرامی نامہ صادر ہوا احوال سے واقفیت ہوئی، تجویز اجتماع علمائے ہند نہایت اہم اور ضروری تجویز ہے۔ لاریب ایسا ہی ہونا چاہیے اور اظہار صداقت میں کسی تردد کو سامنے نہ آنے دینا چاہیے اس تجویز سے غالباً کسی سمجھدار شخص کو اختلاف نہ ہوگا۔ عرصہ ہوا کہ ایک بار اسی کے متعلق جناب سے بذریعہ عریضہ میں نے عرض بھی کیا تھا مگر اب تو اس وقت سے بڑھ کے حالت نازک ہوگئی ہے۔ اب تو کسی قسم کی تعویق و تاخیر کی گنجائش نہیں ہے غرض میں نہایت صدق دل سے خوشی کے ساتھ لبیک کہتا ہوں اور اجازت دیتا ہوں کہ ناچیز کا نام داعی کی فہرست میں

درج فرمالیں لیکن مقام جلسہ بلحاظ وسط لکھنؤ زیادہ مناسب ہے تاکہ علمائے بنگالہ کو بھی شرکت میں سہولت ہو اور اگر وائسرائے بہادر کا قیام جلسہ تک دہلی میں ہو تو وفد کے فوری پیش ہونے کے لحاظ سے (انکو بھی شرکت کی دعوت دیجا سکے بندہ شاید حاضری سے قاصر ہے)

یہ اس لئے کہ ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ مارچ کو ہمارے مدرسہ کا سالانہ جلسہ ہے اور اس لئے ۴ مارچ سے ۲۶ مارچ تک میرے لئے نقل و حرکت نہایت مشکل ہے، جلسہ کا اعلان ہو چکا ہے ورنہ ان کی تاریخیں بدل دی جاتیں۔ مگر اب ممکن نہیں ہے اس لئے جناب والا تعین تاریخ میں اس کا لحاظ ضرور فرمالیں اور سب سے زیادہ غور کرنے کی یہ بات ہے کہ کیا محض دعوتی خطوط بھیج دینے سے بغیر کسی مزید تحریک کے ہر مقام کے علماء آ جائیں گے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ سارے قرب و جوار یا دور دراز کے وہ علماء جن کو ان معاملات نے اس درجہ بے چین کر دیا ہے کہ ان کے انفصال کے لیے نہایت سخت پریشان ہیں۔ دیگر حضرات شاید ہی تشریف لا سکیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہر ایک مقام میں ایک زبردست تحریک کسی اصول سے کی جائے کہ علمائے کرام ضرور تشریف لائیں۔ کم از کم ہر ایک شہر میں ایک محرک پیدا کیا جائے۔ میری غرض یہ ہے کہ ہر صوبہ کے علماء اس میں شریک ہوں اگر کل نہیں تو زیادہ تر حضرات ضرور شرکت فرمائیں۔ علمائے بہار کی فہرست انشاء اللہ تعالیٰ روانہ کر دوں گا۔

والسلام مع الاکرام

عریضہ انکسار۔ ابوالمحاسن محمد سجاد عفا عنہ

(۴)

۲۰ شعبان ۳۷ھ

جناب مولانا صاحب مدظلہ العالی

بعد ہدیہ سلام مسنون آنکہ ایک عریضہ روانہ کر چکا ہوں جواب کا انتظار ہے میں اپنے کام کے لئے کوشش کر رہا ہوں اگر سامان ہو گیا فوراً شروع کر دوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ کل مجھ کو معلوم ہوا کہ حج کمیٹی صوبہ بہار کی طرف سے دو نمایندے مکہ معظمہ بھیجے جا رہے ہیں جو اس صوبہ کی طرف سے درخواست کریں گے شریف صاحب سے کہ ہم لوگ آپ کو خلیفۃ المسلمین تسلیم کرتے ہیں۔ آپ خلیفۃ المسلمین کا لقب اختیار کر کے اعلان کر دیں۔ میں تفتیش کر رہا ہوں کہ وہ دو صاحب کون ہیں اور اس کی کیا نوعیت ہے۔ یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ یہ کارروائی حکومت کی ہے۔ کیونکہ عام مسلمانوں کو تو کیا خبر ہوگی۔ خواص کو تو بہت کم علم ہے قصد ہے کہ بعد تحقیق اس کو خود اخباروں میں شائع کروں۔ اور ایک تار شریف صاحب کے نام انجمن علمائے بہار کی جانب سے دے دوں اور جناب بھی ایک تار ان کو دے دیں تاکہ وہ دھوکہ میں نہ آویں۔

مسٹر شوکت علی و محمد علی صاحبان کے بابت کیا ہوا حکومت کا کیا سلوک ہے سخت تشویش ہے۔ اگر مقاومت مجہول کا قصد فرما لیا گیا ہے تو پھر اس کا جلد اعلان ہونا چاہیے۔ زیادہ کیا عرض کروں

عریضہ انکسار

ابوالمحاسن از گیا

(۵)

۴ ذی قعدہ ۳۷ھ

مکرمی جناب مولانا سلامت اللہ صاحب زاد فضلکم

بعد سلام علیک و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ آنکہ گزشتہ ہفتہ میں ایک عریضہ روانہ کر چکا ہوں۔ شاید وہ جناب کو نہیں ملا اسی سبب سے جناب نے دریافت آمد کے لئے تار دیا جس کا جواب فوراً دے دیا گیا۔ خیر بہرکیف بذریعہ عریضہ ہذا یہ عرض کرتا ہوں کہ میں اہلِ علم سے ملنے کے لئے تیار ہوں۔ درس و تدریس کا میں نے نظم کر دیا ہے مگر پہلے آپ سے ملنے کی ضرورت ہے اس لئے اپنی مختتم رائے سے مطلع فرمائیے اور بہت جلد کیونکہ صوبہ بہار میں چند جگہ مدرسہ کے لئے مجھے جانا ہے اور اور اس کے لئے اشد ضرورت ہے۔ باقی سب احوال بدستور ہیں۔

عریضہ انکسار

ابوالمحاسن محمد سجاد مدرسہ انوار العلوم گیا

(۶)

۲۱ ذی الحجہ ۳۸ھ

مسلم کانفرنس کے اشتہار پہنچے کوشش کر رہا ہوں کہ لوگ بکثرت شریک ہوں، پھلواری شریف میں جلسہ ہو گیا اور وزیر اعظم کی خدمت میں تار بھی روانہ کیا گیا اور آج ۷ ستمبر کو دربھنگہ میں بھی جلسہ ہو گیا ہو گا، کانفرنس کی شرکت کے لئے مظفر پور دربھنگہ اور پھلواری کے لوگوں کو آمادہ کیا گیا ہے۔ مظفر پور سے مولوی خدا بخش، دربھنگہ سے غالباً مولوی عبدالمجید، پھلواری سے مولانا سلیمان ضرور شرکت کریں گے۔ گیا میں بھی کچھ لوگ آمادہ ہیں اور آمادہ کر رہا ہوں امید ہے کہ یہاں سے بھی لوگ لکھنؤ پہنچیں گے۔

میری طبیعت کچھ بدمزہ ہے حرارت رہتی ہے۔ اگر طبیعت سنبھلی رہی تو ضرور حاضری کی کوشش کروں گا۔ میں نے کافی طور پر جلسہ کو شہرت دی ہے اور جہاں تک ہو سکتا ہے جلسہ کو کامیاب بنانے میں بے انتہا کوشش کی ہے خدا جلسہ کو کامیاب بنائے۔

ابوالمحاسن محمد سجاد از گیا

(۷)

۱۵ شوال ۱۳۳۸ھ

مخدومی و معظمی جناب مولانا صاحب قبلہ مدظلہ العالی

بعد سلام مسنون آنکہ اسپیشل کانگریس جو مسئلہ خلافت کے متعلق اپنے رویہ کا فیصلہ کرے گی، اس میں کثرت سے مسلمانوں کو شریک ہو کر اپنی عمومی قوت و کثرت تعداد سے اس کو اپنے موافق بنایا جائے۔ علما کی بھی ایک معتد بہ تعداد

شریک ہو۔ کیا اچھا ہوتا کہ کانگریس میں ممبر ہو کر جائیں۔ مسلم لیگ کے ممبران بھی شریک ہوں، مسٹر ظہور احمد صاحب سکرٹری مسلم لیگ سے فرمایئے کہ وہ سکرٹری کانگریس کو لکھیں کہ وہ علما کو خصوصیت سے دعوت دیں اور آپ خود بھی شرکت کی دعوت دیجئے۔

اگر اس وقت عجلت کی گئی تو شاید نتیجہ بہتر ہوگا۔ اب عمل کا وقت آیا ہے جو حالت ہو رہی ہے آپ کو معلوم ہے۔ نہایت افسوس ہے کہ واقعہ پنجاب کے متعلق ہماری مسلم لیگ کوئی خاص کام نہیں کر رہی ہے۔ بظاہر وہ خاص ہندو کا مسئلہ ہوگیا ہے۔ ہماری رائے ہے کہ کانگریس کے بعد جمعیۃ علمائے ہند کا جلسہ کر دیا جائے اور اس کو غیر معمولی اجلاس قرار دیا جائے۔

وفد خلافت کی واپسی کے متعلق رائے ہو رہی ہے اب اکثر لوگ کہتے ہیں کہ کب واپس آنا بہتر ہے۔ جو کچھ کام ہوگا ہندوستان ہی میں ہوگا۔ محمد علی صاحب یہاں بہتر طریقہ سے کام کر سکیں گے اور جس قدر روپیہ وہاں صرف کیا جاتا ہے یہاں صرف کیا جائے۔ اب وہاں رہنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ لبرل پارٹی یا مزدوروں کی جماعت کی ایک دو تجویز موافق پاس کر دینے سے کیا ہوتا ہے۔ جب تک عمل نہ کیا جائے۔ بے غیرت قومیں اظہار نفرت سے مرعوب نہیں ہوتیں اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ مہربانی فرما کر جلد مطلع فرمایئے۔ قرضہ جنگ پھر شروع ہونے والا ہے بھرتی ہو رہی ہے۔ علما کا فتویٰ حرمت اس کے متعلق کیوں نہ شائع کیا جاوے۔ کس مصلحت سے یہ سکوت کس حد تک جائز ہو سکتا ہے۔ فقط والسلام

ابوالمحاسن محمد سجاد از گیا

(۸)

۱۰ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدومی و معظمی جناب مولانا صاحب مدظلہ العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک نہایت ہی ضروری امر قابل غور و مشورہ ہے کہ اگر عموماً عملاً یہ امر طے پا گیا ہے کہ دفعہ ۱۰۷ کے نوٹس کے بموجب ضمانت کا انکار کر کے جیل و قید کو اختیار کیا جائے اور اصولاً ایک حد تک یہ درست بھی ہے لیکن جن مواقع پر یہ اندیشہ ہو کہ اگر جیل کو اختیار کیا جائے تو پھر اب کوئی شخص موجود نہیں ہے جو اس مقام پر کام کو باقی رکھے۔ اس لیے ایسی جگہ میں اصول بالکل نہ ہوتا ہے اور ضمانت دے کر کام کرنے کا موقع رہتا ہے کہ خود نہ کرے دوسروں سے کام لے تو ایسی جگہ میں کیا کیا جائے اختیار قید فقدان مقصود ہے اور خالی ضمانت میں اصول کی خلاف ورزی اور پھر قوم کی بدمزگی۔ یہ ضرورت خود ہمارے یہاں پیش آگئی وہ یہ کہ یہاں صرف پانچ شخص کام کرنے والے ہیں۔ دو مسلم اور تین ہندو ان پانچوں کے متعلق گورنمنٹ بہار نے حکم دے دیا ہے، مقامی طور پر کچھ اندیشہ ہے۔ اغلب قرینہ ہے کہ امروز فردا میں نوٹس تعمیل ہو جائے۔ اس لئے ہم لوگ تو ہر طرح تیار ہیں مگر بعض لوگوں کی رائے ہے کہ ضمانت دے کر جو آزادی رہتی ہے اس سے کام لیا جائے اس لئے آپ سے مشورہ کی ضرورت ہے۔ بہت جلد بواپسی ڈاک رائے مبارک سے مطلع فرمایئے۔

ناچیز ابوالمحاسن محمد سجاد از گیا مدرسہ انوار العلوم

(۹)

۱۰ شعبان ۳۹ھ

مولانا المحترم زاد مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اس سال نہایت تنگ وقت میں علمائے دربھنگہ نے جمعیت علمائے بہار کو دعوت دی اور مشورہ چند اراکین قبول کرلی گئی۔ یکم مئی سے سوم مئی تک جلسہ ہوگا آپ کی شرکت کی نہایت ضرورت ہے صوبہ کے لئے امیر محکمہ شرعیہ کا انتخاب و دعوت ہنود کے ساتھ ساتھ لحوق بالمشرکین سے احتراز، مشرکین کے ناجائز دباؤ (جو اس صوبہ میں بکثرت ہو رہا ہے) کے اندفاع کی تدابیر یہ سب ایسے اہم امور ہیں جن میں بہت غور و فکر کی ضرورت ہے اور آپ کے مشورہ کی اشد احتیاج ہے اس لئے گزارش یہ ہے کہ ضرور تشریف لائیے اور تشریف آوری کی خبر بذریعہ تار دربھنگہ محلہ قلعہ گھاٹ مدرسہ حمیدیہ میں دیجئے۔ میں آج یہاں سے وہاں ہی جا رہا ہوں۔ والسلام

احقر العباد ابوالمحاسن محمد سجاد کان اللہ لہٗ

ناظم جمعیۃ علمائے صوبہ بہار از گیا

(۱۰)

از دفتر جمعیۃ علمائے صوبہ بہار

پٹنہ

جناب مولانا و مقتدانا فخر العلما صاحب السلام علیکم

آں جناب کے نام ایک جوابی تار دعوت کا روانہ کیا گیا مگر افسوس کہ آنجناب نے اظہار افسوس کرتے ہوئے انکار کر دیا تار کے بعد ایک دعوتی خط بھی روانہ کیا گیا مگر ہنوز اس کے جواب سے بھی ہم لوگ محروم رکھے گئے اس لئے یہ دوبارہ خط لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی دعوتی خط اور رسالہ جو روانہ خدمت کیا گیا ہے، اس سے یہ بات آپ پر منکشف ہوئی ہوگی کہ صوبہ بہار کا ایک امیر شریعت منتخب کیا جانے والا ہے جس کے لئے ایک عظیم الشان جلسہ بتاریخ ۱۸ و ۱۹ شوال مطابق ۲۵ و ۲۶ جون منعقد کیا جانے والا ہے اس جلسہ میں صوبہ بہار و اڑیسہ کے قریب پانچسو علما و مشائخ مدعو کئے گئے ہیں۔ نیز صوبجات کے مشہور آفاق رہبران دین حقیقی بھی مدعو کئے گئے ہیں۔ امیر شریعت کا انتخاب کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے، جو بہ آسانی طے ہو جائے اس جلسہ میں آپ جیسے شخصیت کے لوگ اسی لئے مدعو کئے گئے ہیں تاکہ آپ لوگوں کے اثر سے کام لے کر اس مسئلہ کو سہولت کے ساتھ انجام تک پہنچا دیا جائے اس لئے آپ کا جلسہ مذکورہ میں شریک ہونا لابدی و ناگزیر ہے نیز صوبۂ بہار و اڑیسہ کی پبلک آپ کی زیارت کی تہ دل سے متمنی ہے۔ اس مسئلہ کے طے پا جانے کے بعد ایک امیر الہند کا انتخاب عمل میں آئے گا ان باتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے آپ سے قوی امید ہے کہ آپ ضرور اس جلسہ میں شرکت فرما کر اس راہ میں جتنے پہاڑ ات و خلیجیں حائل ہیں دور فرمائیں گے اور اپنی تشریف آوری کی خبر کم از کم دو یا ایک روز پہلے مطلع فرمائیں گے تاکہ استقبال کا سامان اسٹیشن پر موجود

رہے۔ یہاں تجویز اس کی ہے کہ آپ ہی کو اس جلسہ کا صدر منتخب کیا جائے مولانا ابوالکلام صاحب اگرچہ تشریف لا رہے ہیں مگر انھوں نے صدارت سے انکار کیا ہے۔

راقم ابوالمحاسن محمد سجاد ناظم جمعیۃ علمائے صوبہ بہار و اڑیسہ

(۱۱)

مولانا کرم زاد الطافکم

بعد ہدیہ سلام مسنون آنکہ دونوں گرامی نامہ جناب کے و نیز حضرت مولانا عبدالباری صاحب کے موصول ہوئے احوال سے واقفیت ہوئی خیر جو کچھ آپ نے ارقام فرمایا ہے میں اس سے متفق ہوں اس کے سوا اور چارہ ہی کیا ہے۔ اجلاس کیمپ میں آپ حضرات کی شرکت نہایت مبارک ہے اور جو کچھ بھی اس عجلت میں ہوگیا بسا غنیمت ہے۔

ابوالمحاسن محمد سجاد

(۱۲)

مولانا و بالفضل اولانا دامت برکاتہم

بعد سلام مسنون آنکہ عرصہ سے خیریت و حالات نہیں معلوم ہوئی۔ تعلق ہے، مولوی برکت اللہ صاحب کے نظر بندی کے امور سہم سکے۔ ذریعہ معلوم ہو نہ بے حد قلق ہوا اللہ پاک ان کو نجات بخشے اور صبر و استقلال میں ایک عرصہ سے قنوت نازلہ کی اشاعت و عمل کے لئے غور کر رہا ہوں اور اب از حد اشتیاق ہے کہ ۹ دسمبر کو عمل کیا جائے۔ یہ مسئلہ تقریباً مجمع علیہ ہے کچھ جزئیات میں اختلاف ہے مگر نماز صبح میں تو ہمارے فقہائے حنفیہ رحمہم اللہ کے بھی اکابر متفق ہیں۔ لہٰذا صرف نماز صبح میں اس کے پڑھنے کا اعلان کیا جائے اور زور دیا جائے فوائد روحانی کے علاوہ دیگر نتائج بھی مرتب ہوں گے۔ اور خدا سے امید ہے کہ وہ یقیناً ہماری مدد کرے گا۔ اس لئے میری ناقص رائے ہے کہ جلد از جلد بذریعہ اخبار و بذریعہ اعلان خاص فتویٰ لکھا کر یا مضمون خاص کی صورت میں شائع کیا جائے۔ دعا کے الفاظ بھی لکھ دیئے جائیں، میں اس طرح تجویز کرتا ہوں

اللّٰھم انج مولانا محمود الحسن و ابا الکلام اللّٰھم انج محمد علی و شوکت علی اللّٰھم انج مولانا برکت اللہ و ما سواھم من المسلمین المحبوسین اللّٰھم اعل الاسلام و المسلمین اللّٰھم احفظ الارض المقدسۃ و جزیرۃ العرب من الکافرین اللّٰھم و اشدد وطاتک علیھم اللّٰھم فرق جمعھم و شتت شملھم و خرّب دیارھم فانک علیٰ کل شیء قدیر و ارحم علینا یا ارحم الراحمین۔

نیازمند

ایم۔ ایس گیا

(۱۳)

۱۳ رجب سنہ ۴۸ھ

مخدوم و مکرم جناب مولٰنا قیام الدین محمد عبدالباری صاحب مدظلہم العالی

بعد سلام مسنون آنکہ زندہ رہ کر جناب کی عافیت کا داعی ہوں جس خبر کا لوگوں کو انتظار تھا وہ بھی ہوگیا۔ گاندھی گرفتار ہوگئے ان کا مقدمہ کھل گیا۔ غالباً سزا بھی ہوگی اب کیا کرنا چاہئے کیا خود ہمیں ہنود سے مشاورت کرنی چاہئے کہ وہ لوگ اب کیا روش اختیار کریں گے۔

اب صرف آپ ہی رہ گئے ہیں خدائے پاک ہر طرح محفوظ رکھے۔ کوئی نظام عمل بنائیے اور بعد مشورہ اس کا اعلان فرمائیے اب ہندو مسلم رہنمائی آپ ہی کے ذمہ ہے (یہاں پر) تمام لوگ سخت بے چین ہیں۔

ابوالمحاسن محمد سجاد

(۱۴)

۱۲ ربیع الاوّل سنہ ۱۴ھ

پھلواری شریف دفتر امارت شرعیہ

مخدومی و مکرمی جناب مولانا و بالفضل اولانا دام مجدکم

بعد سلام مسنون آنکہ گرامی نامہ موصول ہوا بیشک میری رائے تو ہے اور کوشش بھی کروں گا اگر جناب اس امر میں توجہ فرمائیں تو غالباً بقیہ ارکان بھی رضامند ہو جائیں۔ میں نے مولوی صاحب کو لکھ دیا کہ حضور سے اس مسئلہ کے متعلق دریافت فرمائیں۔ فقط والسلام

ابوالمحاسن محمد سجاد

(۱۵)

۱۴ ذی قعدہ سنہ ۱۴ھ دوشنبہ

مکرمنا محترمنا زاد لطفکم و مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عرصہ سے جناب والا کی خیریت اور دیگر حالات نہیں معلوم ہوئے میں بھی اس طرف ضروری امور پیش آجانے کے باعث مکان چلا گیا تھا۔ کاموں سے جو فرصت ہوئی تو طبیعت ناساز ہوگئی۔ بدیں وجہ یہاں آنے میں تاخیر ہوگئی انہی وجوہات کے باعث میں لکھنؤ بھی نہ جا سکا غالباً مولٰنا نورالحسن صاحب سے آپ کو معلوم ہوا ہوگا۔ اس وقت ایک ضروری امر کی طرف توجہ دلانی مقصود ہے وہ یہ کہ کانگریس کی طرف سے جو تحقیقاتی کمیٹی قانون شکنی کے لئے مقرر کی گئی ہے اور تحقیقات کے لئے جو سوالات قوم اور ملک کے سامنے پیش کئے گئے ہیں اس میں دو تین اہم اور نہایت ضروری امور فروگذاشت ہوگئی ہیں یا تو قصداً ان لوگوں نے اس سے اعراض کیا یا سہواً غلطی سے یہ سوالات چھوٹ گئے۔ وہو ہذا۔ (خدا بہتر جانتا ہے)

۱۔ اگر آپ کا صوبہ قانون شکنی کے لئے تیار نہیں ہے تو اس کے اسباب و وجوہ کیا ہیں اور کیا کیا موانع ہیں اور ان کے رفع کرنے کی کیا کیا تدبیریں ہیں اور کن تدبیروں سے قوم کو قانون شکنی کے لئے آمادہ کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ کیا آپ کے صوبہ میں قانون شکنی کے لئے آج تک کوئی تدبیر کی گئی یا نہیں ؟

۳۔ آپ کا صوبہ کتنے دنوں میں قانون شکنی کے لئے آمادہ کیا جا سکتا ہے ؟

یہ تین ضروری امور اور اہم سوالات متروک ہو گئے ہیں۔ آپ ان کو اپنی طرف سے حکیم اجمل خاں صاحب زاد مجدہٗ کے پاس جہاں کہیں وہ ہوں ضرور لکھ کر روانہ فرمائیں اور ایکسپریس ٹیلیگرام بھی اپنی طرف سے دے دیجئے تاکہ قوم اور ملک اس سے متنبہ ہو جائے اور پھر یہ سوالات تحقیقاتی کمیشن کے سوالات کے ساتھ منضم ہو جائیں اور جناب ڈاکٹر انصاری صاحب کو اس کی جانب توجہ دلائیں۔ باقی ہر صورت خیریت ہے۔ اپنی خیر و عافیت و دیگر کوائف سے مطلع فرمائیے۔ والسلام

احقر العباد محمد سجاد ناظم جمعیۃ علمائے صوبہ بہار

خط، مفتی کفایت اللہ

المدرسۃ العالیہ الامینیہ الاسلامیہ الواقعہ بدہلی

مورخہ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۴۰ھ

جناب مخدوم محترم دام فیضہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مولانا محمد عبد الحلیم صاحب صدیقی کی زبانی معلوم ہوا کہ جناب والا کو کسی نے یہ خبر پہنچائی ہے کہ خاکسار اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کانگریس کے اجلاس میں باوجود اس کے کہ وہ منہیات شرعیہ سے مملو تھا شریک ہوئے اور اخبار خلافت میں بھی اس اجلاس کے شرکا میں مولانا حبیب الرحمان صاحب کا نام لکھ دیا ہے۔ میں جناب کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ مجھ کو اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کو کانگریس پنڈال جانے ہی کا اتفاق نہ ہوا۔ نہ اجلاس کانگریس میں نہ اجلاس خلافت میں۔ ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ کانگریس پنڈال کی وضع قطع کیا تھی۔ میں صرف خلافت کی سبجکٹ کمیٹی کے دو جلسوں میں شریک ہوا لیکن سبجکٹ کمیٹی کے جلسے کانگریس پنڈال میں نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ خلافت آباد کے ایک کمرہ میں ہوئے تھے جہاں میرے خیال میں کوئی منکر نہیں ہوتا تھا۔ امید ہے کہ جناب خیال مداہنت کو دل سے دور فرما دیں۔ فقط

خاکسار محمد کفایت اللہ غفرلہٗ دہلی مدرسہ امینیہ

(جواب) آپ کا عنایت نامہ آیا خوشی ہوئی کہ آپ حضرات نے خلاف شرع امور میں شرکت نہیں کی۔ جن لوگوں نے اپنا دیکھا بیان کیا ہے اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ شیطان اکثر ایک آدمیوں کی صورت میں ظاہر ہو کر اوروں کو بدنام کرتا ہے۔

(نوٹ) مفتی کفایت اللہ مرحوم اپنے دور کے سرآمد علماء میں سے ہیں۔ بڑے متبحر مفتی اور نہایت دانشمند بزرگ تھے۔ مکتوب الیہ رح سے خصوصی روابط رہتے تھے۔ مدت العمر جمعیت علماء کے صدر رہے۔ مولانا کے انتخاب صدارت میں مکتوب الیہ رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا دخل تھا۔

خطوط، ڈاکٹر مختار احمد صاحب انصاری

(۱)

از دہلی ۱۹ر جنوری ۱۹۱۶ء

مولائی و مقدسی۔ السلام علیک و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ والا نامہ مع تحریر جناب مبارک علی صاحب حاجی حرمین موصول ہوا۔ فی الحال ڈاکٹر صاحب بسلسلہ ملاقات جناب صاحبزادہ حمید اللہ خاں صاحب بھوپال تشریف لے گئے ہیں اور نہیں معلوم کہ کب واپس ہوں۔ نیز اگر بھوپال سے اُن کا موقع ہُوا تو جاورہ بھی جانا ضروری ہے۔ والا نامہ محفوظ رکھا گیا ہے انشاء اللہ بعد واپسی جو کچھ جواب ڈاکٹر صاحب فرمائیں گے پیشِ خدمت کروں گا۔ امید کہ مزاج اقدس بہر طور بخیر و عافیت سے ہوگا۔

خادم کم، محمد غالب منیجر ڈاکٹر انصاری

(۲)

۲۸ر جنوری ۱۹۱۹ء

مکرم بندہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حال میں وہ خیالات جناب نے ضرور پڑھے ہوں گے جو انگلستان میں استنبول کے متعلق ظاہر کئے جا رہے ہیں اور جن کے خلاف سید امیر علی صاحب و دیگر مسلمانانِ انگلستان نے صدائے احتجاج بلند کی ہے۔ ایسی حالت میں ہمارا اسلامی فرض ہے کہ ہم کو اپنے مذہب، قوم اور حیاتِ ملّی کو برقرار رکھنے کے لئے اُن اہم مسائل خلافت، اماکن مقدسہ اور بلادِ اسلامیہ کے متعلق جو اس سال کے سالانہ اجلاس مسلم لیگ میں پیش ہو چکے ہیں تمام جمہور اسلام کی طرف سے ہر شہر اور ہر قصبہ میں متعدد اور متواتر جلسہ کرنا لازمی ہیں اور اُن کے متعلق ریزولیشن پاس کر کے بذریعہ بحری تار وزیر ہند اور وزیر انگلستان کو لندن اور صدر صلح کانفرنس کو پیرس روانہ کرنے چاہئیں۔ اگر ایسے اہم وقت میں آپ خاموش رہیں گے تو مسلمانوں کو ایسا سخت صدمہ پہونچے گا کہ جس کی تلافی ناممکن ہے اور ہمیشہ کے لئے دستِ حسرت ملنا پڑیں گے۔ یہ جلسے جلد سے جلد کرنے چاہئیں ورنہ صلح کانفرنس ختم ہو جانے کے بعد کوئی کارروائی کرنا محض بے سود ثابت ہوگی۔ جلسے ختم ہونے کے بعد اُن کی کارروائی فوراً مفصلہ ذیل اخبارات کو روانہ فرمایئے:

۱۔ ٹریبون، لاہور۔ ۲۔ انڈیپنڈنٹ الہ آباد۔ ۳۔ مسلم ہیرلڈ الہ آباد۔ ۴۔ سرچ لائٹ بانکی پور۔ ۵۔ امرت بازار پتر کا کلکتہ۔ ۶۔ مسلمان کلکتہ۔ ۷۔ نیو انڈیا مدراس۔ ۸۔ بمبئی کرانیکل بمبئی۔ ۹۔ ہمدم لکھنؤ۔ مہربانی فرما کر جلسوں کی کارروائی سے مجھ کو بھی مطلع فرمایئے۔

خاکسار

مختار احمد انصاری

(۳)

۱۲ر فروری ۱۹۱۷ء

مخدومی و مکرمی جناب مولانا صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ نوازش نامہ فیض شمامہ مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۱۷ء

ہمارا درجہ معزز فرمایا۔ ڈاکٹر انصاری صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے مبارک علی صاحب کا خط خوب پڑھا جو آپ نے تحریر فرمایا ہے بہت صحیح ہے۔ میری بھی یہی رائے ہے جو تین شرائط آپ نے ارقام فرمائی ہیں بالکل بجا اور درست ہیں۔ ہم لوگ انھیں تین شرائط کے حدود دائرہ میں رہ کر کس قسم کی امداد کر سکتے ہیں۔ میں بہت بہت معافی کا خواستگار ہوں کہ جواب میں اتنی دیر ہوئی میں رامپور، بھوپال، جاورہ میں زیادہ رہا اور آپ کا نوازش نامہ دہلی سے بھیجے جانے کے بعد بھوپال میں ملا۔ خدا کے فضل و کرم سے امید ہے کہ مزاج بخیریت ہوگا۔

خادم

عبدالعلی خان از طرف مختار احمد انصاری ممبر جمعیۃ خدام کعبہ

ڈاکٹر صاحب دو روز قیام کے بعد غازی پور وغیرہ تشریف لے گئے ہیں۔

(۴)

۲۱ فروری ۱۹۱۹ء

مکرمی جناب مولوی صاحب

السلام علیکم۔ میں نے پہلے عریضہ میں عرض کیا تھا کہ مولانا عبدالباری صاحب کی جو تقریر مسلم لیگ میں پڑھی گئی تھی اسکی کچھ کاپیاں روانہ فرما دیجیے مگر ابھی تک وہ موصول نہیں ہوئیں۔ مہربانی فرما کر ۵ - ۶ کاپیاں مع پانچ فتووں کی کاپیوں کے جلد روانہ فرما دیجیے۔

جلسہ کے متعلق کیا ہو رہا ہے مطلع فرمایئے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ آپ کے صوبہ کی گورنمنٹ نے بھی ڈاکٹر صاحب کی تقریر ضبط کر لی۔ اس میں بجز آیات کلام مجید اور احادیث کے اور کیا تھا اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ مذہب میں براہِ راست مداخلت کرنے لگے۔ جمیع صاحبان کی خدمت میں سلام۔

خاکسار عبدالعلی خاں

(۵)

جناب والا۔ السلام علیکم۔ کئی دن سے عریضہ لکھنے کا قصد کر رہا تھا مگر آج کل یہاں کی مصروفیت ناقابل بیان ہے۔ قاضی عبدالغفار صاحب سے یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ جناب کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور جناب نے مسلم لیگ کے جلسوں میں شرکت کا وعدہ فرمایا ہے۔ میں نے یہاں کے علمائے کرام اور احباب سے مشورہ کرنے کے بعد بہت سے بزرگوں کی خدمت میں ایک مطبوعہ عریضہ بھیجا ہے جس کی چند نقول خدمت والا میں بھیجتا ہوں۔ میں خود حاضر ہونے کا ارادہ کر رہا تھا مگر قاضی عبدالغفار صاحب کی ملاقات کے بعد اب خود جناب کی تشریف آوری کا منتظر ہوں۔ حالات جو کچھ ہیں وہ جناب کے پیشِ نظر ہیں۔ صلح کی کانفرنس سے پہلے یہ ایک اچھا موقع مل گیا ہے کہ ہم مسلمانانِ ہند کے اس اجتماع میں اپنی موت اور زندگی کے سوال کو صاف صاف پیش کریں ورنہ اس وقت ہماری خاموشی ہمارے لئے سم قاتل ہوگی۔ مجھے تفصیل کے ساتھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ جناب حالات کو مجھ سے بہتر سمجھ رہے ہوں گے۔ ہم لوگ کوشش کر رہے ہیں کہ علمائے کرام سے عرض حال کریں اور

اس موقع پر ان سے رہبری کی درخواست کی جائے۔ میں خود دو تین دن میں دیوبند جا رہا ہوں اور ایک دو شخص کو پنجاب کی طرف بھیجنے والا ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس وقت تمام سیاسی مباحث سے قطع نظر ہمارے لئے پہلا کام یہی ہے کہ اُن مذہبی مباحث کو اٹھایا جائے جن کا تعلق براہ راست اسلام کی عزت و وقار سے ہے۔ جناب کس تاریخ کو دہلی تشریف لائیں گے اور لکھنؤ کے علمائے کرام میں سے کون کون بزرگ تشریف لانے والے ہیں۔ امید کہ جناب جلد سے جلد مطلع فرمائیں گے۔ مطبوعہ خطوط اس لئے ارسالِ خدمت ہیں کہ جناب ان کو حسب ضرورت تقسیم فرماویں۔ صحت مزاج سے یاد کیا جاوں۔

عقیدت کیش مختار احمد انصاری

(۶)

۴ اپریل ۱۹۱۹ء فتحپوری۔ دہلی

مکرمی جناب مولانا صاحب

السلام علیکم۔ آپ کا گرامی نامہ مع چند قطعات منسلکہ موصول ہوا۔ وہ مسلمانوں کے دستخط کرا کے واپس کر دیئے جائیں گے۔ زیادہ والسلام۔

خاکسار

عبدالعلی خاں پرائیویٹ سیکرٹری ڈاکٹر انصاری صاحب

(۷)

۱۲ نومبر ۱۹۲۰ء، دہلی

جناب والا! السلام علیکم قومی مسلم یونیورسٹی کے افتتاحی جلسہ میں جو ۲۹ اکتوبر کو علی گڑھ میں منعقد ہوا تھا آپ کا انتخاب بہ حیثیت فاؤنڈیشن ممبر کے ہوا ہے امید ہے کہ آپ اسے منظور فرمائیں گے۔ چونکہ یونیورسٹی کے متعلق چند نہایت ہی اہم امور مثل فراہمی چندہ، قوانین وضوابط، نصاب تعلیم اور انتخاب معلمان وغیرہ کا فیصلہ بہت جلد ہونا لازمی ہے اس لئے قرار پایا ہے کہ فاؤنڈیشن کمیٹی کا ایک جلسہ ۲۲ نومبر کو علی گڑھ میں منعقد کیا جائے۔ امید ہے کہ آپ اس جلسہ میں شرکت فرما کر اپنے مفید مشورہ سے مستفیض فرمائیں گے اور اپنے آنے کی تاریخ سے جلد از جلد مطلع فرمائیں گے تاکہ آپ کے آرام اور رہائش کا معقول انتظام کیا جائے۔

نیازمند مختار احمد انصاری آنریری سیکرٹری قومی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مکرر — قومی مسلم یونیورسٹی کے ابتدائی جلسہ میں جو ۲۹ اکتوبر کو علیگڈھ میں منعقد ہوا تھا۔ آپ کا انتخاب بہ حیثیت فاؤنڈیشن ممبر کے ہوا ہے امید ہے کہ آپ اسے منظور فرمائیں گے۔ (مکرر خط آگیا اس لئے نقل نہیں کی گئی پہلے اس خط کی نقل ہو چکی ہے)

انصاری

خطوط شعیب قریشی صاحب

(۱)

۸ رجمادی الاوّل ۱۳۳۶ھ از دہلی (۱۹ فروری ۱۹۱۸ء)

مکرم معظم بندہ جناب مولانا صاحب

السلام علیکم۔ آج صبح کو جناب کا تار ملا جس کا جواب بذریعہ تار کے دے چکا ہوں۔ میں جانتا تھا کہ جناب کو ضرور تشویش ہوگی اور خود خیال کر رہا تھا کہ ایک خط آپ کی خدمت میں بھیجوں کہ گاندھی صاحب کے پاس سے کوئی مفصل اطلاع نہیں آئی جس سے معلوم ہوتا کہ وہ کب تک آنے والے ہیں صرف ایک تار آیا تھا جس میں پندرہ کو پہونچنے کا خیال تھا اس لئے میں نے خط کے بھیجنے کو ملتوی کر دیا۔ کل گاندھی صاحب کا ایک خط آیا ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ احمد آباد میں کچھ کارخانہ داروں اور مزدوروں کے جھگڑے کے باعث ان کو مجبوراً وہاں ٹھہرنا پڑا ہے۔ اس معاملہ کو دس دن میں ختم کر کے وہ سیدھے یہاں پہونچنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ خط میں انہوں نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ اس انتظار کی معافی میں ان کی طرف سے آپ کی خدمت میں بھیج دوں۔ ان کی اطلاع آئندہ بھی آپ کو دوں گا۔ والسلام

نیازمند شعیب

(۲)

۱۵ جمادی الاوّل ۱۳۳۶ھ از دہلی (۲۶ فروری ۱۹۱۸ء)

مخدوم و مکرم بندہ۔ سلام مسنون۔ والا نامہ صادر ہو کر کاشف حالات ہوا۔ گاندھی صاحب کے پاس سے ابھی تک کوئی اطلاع نہیں آئی ہے لہٰذا میں نہیں عرض کر سکتا کہ وہ کب تک یہاں آئیں گے۔ ممکن ہے ان کے آنے میں اور تاخیر ہو۔ دریں صورت جو جناب مناسب خیال فرمائیں وہ کیجئے۔ کہل کا لینا بھی ضروری چیز ہے۔ عبدالقوی صاحب جو علامہ آسی مدراسی کے صاحبزادہ ہیں اکبری دروازہ کے قریب رہتے ہیں اور آج کل علی گڈھ کالج میں ایم اے میں تعلیم پا رہے ہیں اگر وہ خدام کعبہ کے کام کو لینے آمادہ ہوں تو ان کا تقرر بلا تامل کر دیجئے۔ میں ان سے واقف ہوں وہ بالکل قابل اطمینان شخص ہیں۔ والسلام۔

از طرف ڈاکٹر انصاری صاحب آداب عرض۔

نیازمند شعیب

(۳)

یکم جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ مکان ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری۔ بھوپال

مکرم و معظم بندہ۔ سلام مسنون۔ چونکہ میں دہلی سے بھوپال آ گیا تھا اس لئے والا نامہ دہلی ہوتا ہوا مجھے یہاں پرسوں ملا۔ گاندھی صاحب احمد آباد کے جھگڑے میں ایسے پھنس گئے ہیں کہ ان کے آنے میں توقف پر توقف ہو رہا ہے اسی لئے میں بھی کچھ دن کے لئے چونکہ یہاں ایک ضروری کام تھا بھوپال چلا آیا ہوں۔ کل ہی گاندھی صاحب کا ایک خط آیا ہے جس کی ایک نقل جناب کے ملاحظہ کی غرض سے بھیجتا ہوں۔ آئندہ جو سب ارکین کی رائے ہو۔ والسلام الطاف صاحب کی خدمت میں سلام۔

نیازمند شعیب

(۴)

۱۳ ستمبر ۱۹۲۴ء سلطان منش ڈونگری۔ بمبئی

حضرت قبلہ، السلام علیکم!

حضور والا کو بذریعہ اخبار علم ہو چکا ہوگا کہ مرکزی کمیٹی کا یہ اجلاس جو دہلی میں ہوگا خاص اہمیت رکھتا ہے جس کا ایجنڈا منسلک ہے۔ بہ لحاظ اہمیت اجلاس یہ طے پایا ہے کہ اُن محبان ملک و ملت کو بھی جو مرکزی کمیٹی کے ممبر نہیں ہیں اس اجلاس میں شرکت کی دعوت دی جائے تاکہ جو امور نہایت اہم اور مفید پیش ہوں اُن میں متفقہ طور پہ مفید مشورہ حاصل ہو سکے چنانچہ جناب صدر کی خاص طور پر استدعا ہے کہ حضور والا ضرور بالضرور ان اجلاسوں میں شرکت فرمائیں اور اپنے گرامی قدر مشورہ سے مستفید فرمائیں۔ دہلی پہونچنے کے وقت سے جناب ڈاکٹر صاحب کو مطلع فرمائیں۔

خاکسار شعیب قریشی آنریری سیکرٹری سنٹرل خلافت کمیٹی بمبئی

(۵)

ذیقعدہ

مخدومی و مکرمی۔ سلام مسنون۔ لکھنؤ سے آنے کے بعد سے جناب کی طبیعت کا حال معلوم نہیں ہوا نہایت تردد ہے امید کہ کیفیت مزاج سامی سے مطلع فرمائیے گا۔

گاندھی صاحب کا ایک خط آیا تھا جس کی نقل ارسال خدمت ہے۔ میں جواب لکھ چکا ہوں کہ ولیم ونسٹن کا جواب محض مہمل ہے وہ عمداً دھوکا دینے کی کوشش کر رہے ہیں اور اگر شوکت علی صاحب اور محمد علی صاحب پر الزام وہی ہے جو مرحوم ممبر نے بیان کیا ہے تو گورنمنٹ کو مقدمہ چلانے کا کوئی حق ہی نہیں ہے اس واسطے کہ وہ مسلمانوں کے مذہب کا جزو ہے۔ اور وہ اس کو جرم مانتے ہی نہیں۔ لیگ کی کونسل کا ریزولیشن تو آپ نے پڑھا ہی ہوگا۔

راجہ صاحب محمود آباد، وزیر حسن اور جناح صاحب تجاویز اصلاحات کو منظور کرنے پر تُلے ہوئے ہیں اور ہمارا فائدہ اسی میں ہے کہ اُن کو نامنظور کیا جائے۔ تمام معاملہ طے ہوگا مجلس صلح میں اگر اس وقت ہم نے علانیہ مخالفت نہیں کی تو اس وقت بڑی مصیبت ہوگی۔ علاوہ بریں جس صورت میں وہ تجاویز دینا چاہتے ہیں وہ ہرگز قابلِ قبول نہیں ہیں۔ جب تک مسلمانوں کو وہ اپنی خارجی پالیسی کے طے کرنے کا حق نہ دیں اس وقت تک ہم اس پر بحث کرنے ہی کو تیار نہیں ہیں۔

غرض وجوہات جو کچھ بھی ہوں ہم کو یہ تجاویز نامنظور کرنی چاہئیں۔ اس لئے بمبئی کی لیگ میں (اس امر کی اشد) ضرورت ہے اس لئے جو ممبر یہاں کے ہوں ان کو بمبئی بھجوائیے نہیں تو کچھ نئے ممبر بنوا کر بمبئی بھجوا دیجیے۔

عنایت اللہ کو سلام۔

نیازمند
شعیب

خط، سیٹھ عبداللہ ہارون کراچی

(۱)

۱۱ جنوری ۱۹۱۹ء

جناب قبلہ و کعبہ مولانا و مخدومنا دام ظلہ العالی

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مزاج اقدس جناب کے نوازشنامہ جات اور تار یہاں موصول ہوئے۔ افسوس ہے کہ میں عدم الفرصت ہونے کی وجہ سے جواب نہ دے سکا۔ امید ہے آپ معاف فرمائیں گے۔ ۲۵ ستمبر کو مجھے مسٹر محمد گری کا تار موصول ہوا تھا کہ ولایت میں اخبار نکالنے کے واسطے قدوائی کو روپیہ کی اشد ضرورت ہے میں نے ۳۰ ستمبر کو یعقوب حسن صاحب کو تار دے دیا تھا کہ وہ مسٹر قدوائی کو دے دیویں۔ امید ہے کہ انہوں نے میرے تار کے مطابق عملدرآمد کر دیا ہوگا اور جناب کا تار وصول ہونے کے بعد میں نے پھر سیٹھ یعقوب حسن کو لکھا ہے کہ فوراً کل رقم مسٹر قدوائی کو دے دی جائے اور ان کے نام میں نے ایک ہنڈی بھی لکھ کر بھیج دی ہے کہ وہ وصول کر لیں۔ آپ کو خبر مل چکی ہوگی کہ ۲۳ نومبر کو دہلی میں جلسہ ہونے والا ہے امید ہے میں بھی انشاء اللہ جلسہ میں حاضر ہونے کی کوشش کروں گا آپ بھی ضرور تشریف لائیں۔ اور سب خیریت ہے۔ یہاں کام سعی اور کوشش سے جاری ہے۔ کامیابی خدائے تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔ فقط والسلام

حاجی عبداللہ ہارون جناب کا خادم

(۲)

۱۹ : ۱ × ۱۲

جناب قبلہ و کعبہ حضرت مولانا صاحب مدظلہ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مزاج گرامی۔ آج مسٹر یعقوب حسن کا خط موصول ہوا کہ مسٹر قدوائی کے مشورہ سے ولایت میں اخبار جاری کر دیا گیا ہے میں نے انہیں لکھا تھا کہ پانچ سو پونڈ میں نے اس مقصد کے لئے روانہ کئے تھے کہ وہ مسٹر قدوائی کو دے دیئے جائیں امید ہے انہوں نے ضرور دے دیئے ہوں گے۔ میں نے آج پھر مسٹر یعقوب حسن کو لکھ دیا ہے کہ اگر کل رقم انھوں نے مسٹر قدوائی کو نہ دی ہو تو فی الحال کم از کم اسّی پونڈ جو انہوں نے اس کام کے متعلق خرچ کئے ہیں مسٹر قدوائی کو ضرور دے دیئے جائیں۔ چونکہ اب اخبار جاری ہو چکا ہے اس لئے مسٹر یعقوب حسن کو بھی روپیہ کی ضرورت ہوگی اس لئے اگر باقی رقم ان کے پاس رہے تو کوئی حرج نہیں۔ باقی خیریت ہے۔ انشاء اللہ العزیز دہلی کے جلسہ میں شرف نیازمندی حاصل ہوگا۔

فقط والسلام آپ کا خادم حاجی عبداللہ

مکرر آنکہ اخبار کے جاری کرنے میں سر آغا خان۔ امیر علی۔ مسٹر یعقوب حسن۔ مسٹر پکھتال بحیثیت سیکرٹری مسٹر اصفہانی وغیرہ شریک ہوئے ہیں اس لئے یہی مناسب تھا کہ جس قدر جلدی ہو سکے اس قسم کا اخبار جلد جاری کیا جائے۔ امید ہے کہ اس کا نتیجہ انشاء اللہ خاطر خواہ ہوگا۔

سید جالب صاحب نے جو تحریک خلافت کی تاریخ شائع کرنے کے متعلق پیش کی ہے اس کے متعلق جیسے آپ کی رائے ہو میں شامل ہوں۔ اس کی اشاعت پر آپ روپیہ خرچ فرما سکتے ہیں، اس کے متعلق جیسا آپ ارشاد فرمائیں وہی مناسب ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

(۳)

کراچی مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۱۹ء

بخدمت حضرت مولانا قبلہ دام ظلکم الشریف

بعد آداب گزارش ہے کہ کل ہی آپ کا نوازش نامہ پہونچا احوال معلوم ہوا۔ حضور کی توجہ سے ملک انگلستان میں جو جدوجہد براے افادہ اسلام ہو رہی ہے اس کے لیے ہم نیاز مند ممنون ہیں خداوند برتر اپنے فضل و کرم سے تخم ریزی کا ثمرہ عطا فرماے گا اور مسلمانوں کے حق میں نتیجہ مفید ہی نکلے گا۔ مایوسی کے لئے کوئی وجہ نہیں کیونکہ وہی کارساز حقیقی ہے ڈیپوٹیشن کے اخراجات کے لئے خادم اپنی ناچیز رقم ارسال کرنے کی فکر میں ہے۔ اللہ پاک چاہتا ہے تو عنقریب خدمت عالیہ میں پہونچ جائے گی۔ زمانہ پُرآشوب ہو رہا ہے اور اُسی کی ذات سے امید ہے کہ وہ مسلمانوں کی مشکلیں آسان فرما دے۔ فلک کج رفتار نے اپنی گردشیں مسلمانوں کے لئے وقف کر دی ہیں اب بیٹھے بٹھائے افغانوں کے سر میں چکر آ گیا اور ہمارے خیالات میں پریشانی کا اضافہ ہوا سنا جاتا ہے کہ اب وہ صلح کی سلسلہ جنبانی کر رہے ہیں خدا کرے جلد ایسا ہی ہو تاکہ اس فکر سے تو نجات ملے۔ فقط

خادم غلام حاجی عبداللہ ہارون

(۴)

۲۴ جولائی ۱۹۱۹ء کراچی

مخدومنا و مولانا حضرت قبلہ دام اللہ ظلکم

بعد سلام مسنون و آداب گزارش ہے کہ نوازش نامہ موصول ہوا۔ ہماری ناچیز خدمات حضور پسندیدگی کی نظر سے ملاحظہ فرماتے ہیں، اس سے خوشی ہوئی۔ یہ جناب ہی کی توجہ کا نتیجہ ہے حضرت باری سبحانہ تعالیٰ سے بھی دعا ہے کہ استقامت و توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے فرائض بوجوہ احسن انجام دیتے رہیں یہاں کے حالات سورش خلاف خلافت حضرت سلطان المعظم سے جناب قدوائی صاحب کو آگاہ کر دیا ہے۔ رسالے اخبارات وغیرہ اُن کی خدمت میں ارسال کئے گئے ہیں۔ حقیقت غالباً یہ ہے کہ رسالہ تحقیق خلافت کا انگریزی ترجمہ کرانے سے دشمنان اسلام کی غرض یہ ہے کہ باشندگان انگلستان کو غلط فہمی میں مبتلا کیا جاوے اور سلطنت ترکی کے حصے بخرے کرنے میں انھیں تقویت ہو۔ ہماری بدنصیبی ہے کہ یہ دشمنان دین ہمارے ہی ناعاقبت اندیش ملحد و زرپرست بھائی ہیں۔ ان مفسدوں کے ریشہ دوانیوں کے اثرات مٹانے میں ہم بھی ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ آپ کی دعا سے انھیں کامل شکست ہو گی۔

ایک پرچہ انگریزی اخبار سندھ مسلم و رسالہ اردو خلافت کی حمایت میں مجدا ارسال خدمت ہیں اور رسالے و مضامین

تیار ہو رہے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً خدمت میں بھیجتا رہوں گا۔ مولوی محکم الدین صاحب جو رسالہ تیار کر رہے ہیں وہ اردو زبان میں ہو تو کوئی ہرج نہیں۔ جناب قدوائی صاحب سے خاکسار نے التجا کی ہے کہ موجودہ اخبار ملا ہوا انگلستان میں شائع ہو جاوے۔ میرے رفقا نے چار سو پونڈ کی رقم اس غرض کے لئے منظور کی ہے۔

عرض ہے کہ آنجناب کے پاس جو روپیہ موجود ہو وہ وہاں کے متفرق اخراجات کے لئے رکھیں۔

دو سو پونڈ کا عطیہ سر آغا خان کا بھی ہے چھ سو پونڈ سے اجرائے کام ہو سکتا ہے آگے چل کر ہمیں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی۔ وفد کے متعلق جلسہ کی واقعی ضرورت ہے۔ ہم یہاں بھی جلسہ منعقد کرنے کے مسئلہ پر غور کر رہے ہیں۔ اس قسم کے جلسے ہر بڑے شہر میں برپا ہونے چاہئیں۔ انگریزی رسالے ولایت میں چھپے ہوئے بھیج گئے ہیں مضامین و تقریریں اعلیٰ پایہ کی ہیں دل چاہتا ہے کہ انھیں یہاں دوبارہ چھپایا جاوے اور ترجمہ بھی۔ حالات اور دعا و توجہ سے یاد فرماتے رہیں۔ امید ہے کہ آپ خوش و خرم ہوں گے۔ والسلام

خاکسار حاجی عبداللہ ہارون

۵

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

بخدمت حضرت مولانا قبلہ دام ظلکم الشریف

بعد سلام مسنون و آداب۔ خط مورخہ ۱۰ شوال اور دوسرے خطوط موصول ہوئے۔ خدا وند برتر کا شکر ہے کہ بزرگان مقیم لندن و نومسلم حضرات بہتر طریقہ و اتفاق سے کام کر رہے ہیں۔ جناب مشیر حسین صاحب کا طفیل ہے اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے و توفیق عطا کرے۔ آپ کا وجود ہمارے لئے نعمت ہے۔ یعقوب حسن صاحب کے خطوط کی نقلیں چھوٹانی صاحب کی معرفت ملتی ہیں ان کا مضمون بھی قریب وہی ہے۔ گو کہ انگریزی اخبارات و بعض مدبرین اب تک اسلامی معاملات سے سرد مہری برتتے رہتے ہیں۔ ہماری جدوجہد بھی تھوڑی بہت موثر ہوتی رہتی ہے۔ خدا نے چاہا اگر وہاں یہی حالت رہی اور اس ملک کے مسلمانوں نے بھی اپنے فرائض ادا کئے تو نتیجہ حسب منشا نہیں تو عمدہ ضرور نکلے گا۔

اس عاجز نے پانچ سو پونڈ آنریبل یعقوب حسن کے نام بذریعہ تار پرسوں روانہ کئے ہیں اور آنمی ہی تم چھوٹانی صاحب نے بھیجی ہوگی انھیں مسٹر قدوائی صاحب کے تعلقات اور آپ کی تجویز دوبارہ اجرائے اخبار سے آگاہ کر دیا گیا ہے اور گزارش کی گئی ہے کہ قدوائی صاحب کے مشورہ و تعاون سے حصول مقاصد میں منہمک رہیں امید کہ فی الحال یہ رقم کافی ثابت ہوں گی ... کام توجہ و فراغت سے انجام دینے میں ... انشاء اللہ تعالیٰ مزید روپیہ کا انتظام کیا جائے ... مخالف کے ... جو کچھ کر رہے ہیں ... تمام اخبارات میں معقول جواب دیا جا رہا ہے ... عمل میں لائی جائیں جن سے ... ہندوستان کے خیالات و تقاضا سے برٹش مدبرین حکام ... و اخبارات کو مطلع کریں یہ نہایت ضروری و اہم کام ہے اگر اس میں کچھ بھی غفلت برتی گئی تو جماعت اسلامیہ ہندوستان کی ... ہونے سے بنا بنایا کام بگڑ جائے گا۔ اور ممکن ہے کہ اس طرف کے ملحدوں کی آواز وہاں پہونچ جائے اور اس

سے یہ معنی لئے جائیں کہ مسلمانان ہند کو خلافت، قیام ترکی سے کوئی ہمدردی نہیں۔ بنا بریں علیہ اس ناچیز کی گزارش ہے کہ حضرت انجمن ہائے مختلفہ اور صوبجات ہند کے ہر شہر کے بزرگوں سے فوری خط و کتابت فرما دیں تاکہ وہ مجلس منعقد کرکے لندن کے اسلامی جلسہ میں پاس کئے ہوئے تجاویز کے نمونہ پر زولیشن پاس کرکے وزیر ہند، وزیر خارجہ، وزیر اعظم، وائسرائے ہند اور بزرگان مقیم لندن کو روانہ کریں جب تک اس طرف توجہ نہ کی جائے گی جو فوراً ہونی چاہئے کام ادھورا رہ جائے گا اور پھر کف افسوس ملنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔ میری رائے میں یہی نازک تر اور کام کا وقت ہے۔

ملک سندھ میں اس بارہ میں ہم بندوبست کریں گے آپ بے فکر رہیں۔ سنا ہے کہ ڈاکٹر انصاری و مسٹر شعیب صاحبان ولایت جا رہے ہیں اگر یہ سچ ہے تو وہاں کے کام میں بہت کچھ اضافہ ہوگا ہمارا رسالہ بھی تیار ہوگیا ہے عنقریب چھپائی و ترجمہ انگریزی کا کام شروع ہوگا۔

حاجی عبداللہ ہارون

(۶)

۲ ستمبر ۱۹۱۹ء کراچی

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

بخدمت حضرت مولانا قبلہ دام الطافکم

بعد سلام و آداب۔ حضرت کی طرف سے دو تین خطوط وصول ہوئے ہیں۔ الحمد للہ علمائے سندھ کا رسالہ در جواب تحقیق خلافت مصنفہ مولوی فیض الکریم سندھ تیار ہوگیا ہے جو اب و اطراف میں دستخطوں کے لئے کوشش ہو رہی ہے۔ اسی اثنا میں چھپائی و ترجمہ کا کام بھی شروع کر دیا گیا ہے۔ تھوڑے دن ہوئے کہ سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ لکھنؤ کی تار موصول ہوئی تھی کہ ایک آل انڈیا اسلامی کانفرنس در بارہ ترکی لکھنؤ میں تاریخ ۲۱ ماہ حال منعقد قرار پائی ہے اور یہ کہ میں اپنی اجازت کانفرنس بلانے والے حضرات کے زمرہ میں شمولیت کی . . . . بذریعہ تار روانہ کروں اس کی تعمیل کر دی گئی۔ اب یہ ضرورت ہے کہ خاکسار کو باقاعدہ کانفرنس و تاریخ انعقاد کی اطلاع ملے تاکہ میں روانگی کا انتظام کروں۔

خاکسار کا ارادہ ہے کہ یہاں کے چند حضرات کو بھی شریک ہونے کے لئے آمادہ کروں اور اپنے ساتھ لیتا آؤں اور سب خیریت ہے۔ ترکی و خلافت و مقامات مقدسہ کے متعلق تشویشناک خبریں آ رہی ہیں خداوند برتر حافظ و ناصر ہے اور وہی اپنے دین متین و خستہ حال مسلمانوں کے حالِ زار پر رحم فرمائے۔ البتہ ہمیں اپنے فرائض کی بجا آوری میں کوتاہی نہیں کرنا چاہئے فقط۔

والسلام۔ خادم حاجی عبداللہ ہارون

(۷)

۹ جنوری ۱۹۲۰ء کراچی

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

بحضرت مولانا صاحب قبلہ دام ظلکم

بعد آداب و تسلیمات واضح رائے عالی ہو کہ نوازش نامہ موصول ہوا۔ مجھے نہایت افسوس ہے کہ امرتسر کانفرنس کانگریس و لیگ میں شریک نہ ہو سکا۔ ان دنوں بیماری انفلوئنزا کے باعث سخت پریشانی تھی الحمد للہ کہ اب یہ مرض دفع ہو رہا ہے۔ خادم کے گھر میں بفضلہ تعالیٰ خیریت ہے۔ پیر صاحب جھنڈا والے حضرت کے کاغذات واپس کرنے کے متعلق درخواست کی گئی ہے۔ مجھے نہایت خوشی ہوئی کہ امرتسر کے سب اجلاس بخیر و خوبی انجام پذیر ہوئے۔

یہاں الحمد للہ پانچ ماہ حال کو خلافت کانفرنس و علماء کے سندھ کے اجلاس بمقام حیدرآباد سندھ میں منعقد ہوئے اور نہایت کامیابی سے کارروائی ہوئی۔ روئیداد بذریعہ ڈاکخانہ ارسال خدمت ہے امید کہ پورا ترجمہ ملاحظہ فرماویں گے تعجب ہے کہ پیروان اسلام باوجود عزتوں کے سنبھل رہے ہیں اور اللہ نے چاہا تو دنیا پر ثابت کر دیں گے کہ اب زمانہ جہالت و غفلت ختم ہو چکا ہے۔ اور مسلمان ایک زندہ قوم کی حیثیت میں رہنا چاہتے ہیں۔ تازہ تار وں سے پتہ چلتا ہے کہ مدبران دول اتحادیہ کے دماغ سے رعونت نہیں گئی ہے۔ انھیں جلد اپنے کئے پر شرمسار ہونا پڑے گا یہ اسلام کو چیلنج ہے۔ خدا محافظ اسلام کے فضل میں امید ہے کہ ہم کامیاب ہوں گے۔ سندھ کے نئے گورنر صاحب بھی حضرت علی برادران کی رہائی سے ہمارے حوصلہ بڑھے ہوئے ہیں۔ آنجناب کے خط سے پہلے خاکسار نے سیٹھ یعقوب حسن صاحب سے گزارش کی ہے کہ وہ مع اصفہانی صاحب کراچی کو منتقل کریں اور اسی مضمون کی ایک تار بھی ارسال کی گئی ہے۔ امید کہ کانفرنس بمبئی میں ملاقات ہوگی۔ خداوند برتر سے دعا ہے کہ اس سخت آزمائش اور ابتلا میں ہمیں ثابت قدم رکھے اور صحیح طریقہ پر کام کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔ دعا سے یاد فرماتے رہیئے۔ والسلام

حاجی عبداللہ ہارون

(۸)

۸ فروری ۱۹۲۲ء کراچی

جناب مکرم۔ السلام علیکم۔ آپ کا رجسٹرڈ خط ملا۔ آپ کے حکم کی تعمیل کی جائے گی فاقہ کشی کی خبر اخباروں میں شائع ہوئی ہے وہ غلط ہے۔ ان کو کھانا اچھا نہیں ملتا اور اس وجہ سے کم مقدار میں کھاتے ہیں۔ کل سے جیل میں سب قیدیوں نے اسٹرائیک کی ہے سنا ہے مولانا شوکت علی صاحب اور ان کے ساتھیوں سے برا برتاؤ ہوتا ہوا دیکھ کر کی ہے۔ اللہ اکبر نعروں کی آواز دور سے سننے میں آتی ہے۔ امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔

مولانا صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہیئے فقط۔ نیاز مند حاجی عبداللہ ہارون

(۹)

۹ فروری ۱۹۲۲ء کراچی

معظم و محترم جناب مولانا صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ گرامی نامہ آج ملا۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ آج مقامی اخبار بذریعہ ڈاکخانہ بھیجتا ہوں تازہ حالات اس سے

معلوم ہو سکیں گے۔

آپ کا پیغام کوشش کریں گے کہ مولانا کو پہونچ جائے اور یہاں ہر طرح خیریت ہے امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے ایک خاص مشورہ طلب امر یہ ہے کہ میری رائے ہے کہ انگورہ فنڈ کی جمع شدہ رقم ایک مختصر وفد کے ذریعہ وہاں پہونچائی جائے تاکہ مطمئن طور پر اور محفوظ ہاتھوں سے وہاں پہونچ جائے۔

آج میں اس بارہ میں مرکزی خلافت کمیٹی سے بھی رجوع کرونگا۔ میں جس کام کی تحریک کر رہا ہوں آپ بھی اپنے مشورہ سے بواپسی ڈاک مطلع فرما کر ممنون کریں فقط والسلام۔

حاجی عبداللہ ہارون

(۱۰)

۲۰ فروری ۱۹۲۲ء کراچی

جناب مولانا صاحب قبلہ

السلام علیکم۔ آپ کا خط ملا جس خط کی طرف آپ اس رقعہ میں اشارہ کرتے ہیں وہ ابھی تک مجھے نہیں ملا ہے جب مل جائے گا تو انشاء اللہ آپ کی فرمائش کے مطابق عمل کروں گا۔ آپ کی ملاقات کا بہت اشتیاق ہے اور اگر خدا نے چاہا تو انشاء اللہ جون میں خلافت اور کانگریس کمیٹیوں کی میٹنگوں کے موقع پر لکھنؤ میں آکر خدمت میں حاضر ہوں گا۔ فقط والسلام

آپ کا نیازکیش حاجی عبداللہ ہارون

(۱۱)

۵ اگست ۱۹۲۲ء کراچی

حضرت مولانا محترم۔ السلام علیکم۔ امید کہ آپ بخیریت سے ہوں گے۔ جناب کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ ایک عرصہ سے مرکزی خلافت کمیٹی کی طرف سے انگورہ کی طرف رقوم بھیجنے کا سلسلہ بند کر دیا گیا ہے۔ میں نے اس بات کو محسوس کر کے سیٹھ حاجی احمد صدیق کھتری صاحب کو اس بات کے دریافت کرنے کے لئے کہ کس قدر روپیہ انگورہ فنڈ میں جمع ہو چکا ہے تار دیا تھا جس کے جواب میں انہوں نے لکھا کہ سترہ لاکھ اور چالیس ہزار جمع ہے۔ ورکنگ کمیٹی نے ایک عرصہ ہوا دس لاکھ کی یکمشت قسط روانہ کرنے کے لئے کہا ہے لیکن افسوس ہے کہ اب تک وہ نہیں بھیجی گئی میں نے اس کے متعلق سیٹھ چھوٹانی صاحب کو تار دیا تھا تو وہ کوئی معقول اور صاف جواب نہیں دیتے لکھا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ ظہور احمد صاحب وغیرہ کیا کارروائیاں کر رہے ہیں اور روپیہ کے بھیجے جانے میں وقت ہے وغیرہ وغیرہ امید ہے کہ آپ نے بھی اس بات کو محسوس کیا ہوگا۔ میں تو افسوس کے ساتھ اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ روپیہ سیٹھ صاحب کے خانگی کاروبار میں صرف ہو گیا ہے اور اس وجہ سے یہ لیت ولعل ہو رہا ہے اور اگر ان روپیوں کے جانے میں یہی تساہل رہا تو اس کا نتیجہ تحریک کے لئے نہایت مہلک ہے اور ہماری تمام کوششوں پر پانی پھر جائے گا۔ مجھے اس کے متعلق اس قدر انتظار اور بےچینی ہے کہ نیند نہیں آتی۔ اب ۲ ستمبر ۱۹۲۲ء کو وہاں ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ہے میں بھی ضرور اس میں شریک ہونے کے لئے

بمبئی جاؤں گا اور آپ سے بھی اگر ممکن ہو سکے تو ضرور اس موقع پر تشریف لائیں تاکہ اس کے متعلق کچھ طے کیا جائے اور اس سے قبل بواپسی ڈاک اپنے مشورہ سے بھی مطلع فرماویں۔ میں آپ کے جواب کا منتظر رہوں گا۔ خط بالکل خانگی ہے اور مجھے بھی خانگی طور پر جواب عنایت فرماویں۔ فقط والسلام۔

آپ کا مخلص عبداللہ ہارون

(۱۱)

۱۱ ستمبر ۱۹۲۲ء کراچی

حضرت محترم مولانا صاحب قبلہ

السلام علیکم۔ گرامی نامہ نے سرفراز فرمایا۔ کرم فرمائی کا شکریہ مجھے تو جواب کے نہ آنے سے بہت تردد تھا لیکن آنجناب کے والا نامہ سے تاخیر کی وجہ معلوم ہوئی۔

مجھے نہایت مسرت ہوئی کہ آپ نے میرے خط کو ملاحظہ فرمانے سے پہلے ہی بمبئی میں اس کے متعلق کوشش فرمائی ہے لیکن میں نے جو اس کے متعلق بمبئی خط و کتابت کی ہے اُس سے اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ اس تاخیر کے متعلق اندیشہ کرنے کی بہت بڑی گنجائش ہے اور مجھے بہت ہی تشویش معلوم ہو رہا ہے اس لئے میری دوبارہ گزارش ہے اس معاملہ کو اس طرح غیر اہم نہ تصور فرمایا جائے بلکہ اس کیلئے نہایت سختی سے سعی کرنے کی ضرورت ہے۔ مجھے اس کے نتائج سے نہایت پریشانی ہے اور میں اس بات سے ڈر رہا ہوں کہ ایسی وقتیں کہیں ہماری برسوں کی محنتوں کو ضائع نہ کر دیں۔ آپ مجھے کرم فرما کر بواپسی ڈاک مشورہ دیں کہ کیا کرنا چاہیئے۔ میری تو یہ رائے ہے کہ اس بات کو باقاعدہ کمیٹی میں پیش کیا جائے۔ اُمید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ فقط والسلام

نیازمند حاجی عبداللہ ہارون

(۱۲)

۲۴ اکتوبر ۱۹۲۲ء

حضرت مولانا محترم!

السلام علیکم۔ میں بفضلہ تعالےٰ خیریت سے ہوں۔ امید ہے کہ آں محترم بھی خیریت سے ہوں گے۔ دہلی میں آنجناب کی عدم تشریف آوری کا افسوس رہا۔ امید ہے کہ آپ نے تمام باتیں سن لی ہوں گی۔ اس عریضہ کے ہمراہ جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی کے نام خط بھیج رہا ہوں وہ اُن کو دے دیں اور آپ بھی اپنے اثر سے کام لے کر سعی فرماویں کہ ان نازک گھڑیوں میں اتفاق قائم رہے اور آپ بھی ازراہ کرم اُن کو کہیں کہ صبر اور برداشت سے کام لیں اور ان کاموں کو یک جہتی کے ساتھ انجام تک پہونچانے کی کوشش کریں۔ فقط والسلام

آپ کا مخلص حاجی عبداللہ ہارون

(۱۳)

معظم و محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آنجناب کی خدمت میں اطلاع پہونچ چکی ہوگی کہ ۷-۸ جولائی ۱۹۲۲ء

سکھر میں سندھ پراونشل کانفرنس کا سالانہ اجلاس قرار پایا ہے موجودہ تحریک کے متعلق سندھ کی افسوسناک خاموشی اور پژمردگی کو دیکھتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ اس اجلاس کو پوری طرح کامیاب بنایا جائے۔ اجلاس کی کامیابی آنحضور کی تشریف آوری پر موقوف ہے اس لئے سندھ کی ضرورت کی طرف حضور والا کی توجہ مبذول کراتے ہوئے ملتجی ہوں کہ آپ ضرور اپنے قدوم سے ہمیں افتخار بخشیں مہربانی فرما کر بواپسی ڈاک اجازت دیں کہ حضور کی شرکت کے متعلق اعلان کیا جاوے فقط والسلام۔

خادم حاجی عبداللہ ہارون صدر مجلس خلافت صوبہ سندھ

خط، مولانا محمود الحسن صاحب دیوبند

(۱)

مدرسہ اسلامیہ دیوبند ۲۱ شعبان ۱۳۳۳ھ

مخدوم و معظم محترم و مکرم عم فیضہم!

بعد سلام مسنون گزارش خدمت بابرکت ہے کہ افتخار نامہ سرمایہ عزت ہوا۔ انجمن خدام کعبہ کے انعقاد اور اس کے مقاصد کا اجمالی علم رکھتا ہوں اور اُس کی نیک کوششوں کا معتقد ہوں جزاکم اللہ خیرا۔

بندہ کو یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ جناب نے اُس کے اغراض سے مطلع فرمانے کی غرض سے تکلیف بھی فرمائی تھی مگر اپنی غیر حاضری کی وجہ سے تفصیلی علم حاصل کرنے سے معذور رہا۔ بنابریں ضرورت ہے کہ بندہ جناب سے نیاز حاصل کر کے اول تفصیلی کوائف معلوم کرے اس کے بعد کوئی رائے عرض کرے۔ مجھے امید ہے کہ ابھی جناب میری نسبت کوئی فیصلہ نہ فرما دیں گے۔ اس کے علاوہ یہاں کے مدرسہ وغیرہ کے تعلقات اور ان کے سوائے اور بھی بعض امور پیش نظر ہیں جو عجب نہیں کہ خیال شرکت کے مزاحم ہوں۔ بہرحال اول ملاقات ضروری ہے۔ بندہ خود حاضر ہونے یا جناب کو تکلیف سفر دینے میں جلدی کرتا مگر معذوری یہ ہے کہ چند سفر ضروری درپیش ہیں اُن سے فارغ ہونے کے بعد اس کے متعلق عرض کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ والسلام

بندہ محمود دیوبند دوشنبہ

خط، مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دیوبند

(۱)

دیوبند ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً و مسلماً (بنام مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلی)

بخدمت خان والاشان علامہ احمد رضا خان بریلوی بالقابہ

آپ کے اور ہمارے اختلافات عرصہ سے چلے آتے ہیں گو اہل فہم و انصاف کے نزدیک اُن کے فیصلہ میں کوئی اشکال باقی نہیں رہا۔ مگر تجربہ سے معلوم ہو گیا کہ اُن کا فیصلہ جلدی ہوتا نظر نہیں آتا۔ لیکن اب مسلمانوں پر ایسا وقت آیا ہے کہ غیر مذہب والے بھی اُن سے ہمدردی کرنا انسانی فرض خیال کرتے ہیں اور مخالف بھی ان کی حالت پر رحم کر رہے ہیں۔ کیا اس وقت یہ ممکن نہیں کہ آپ تھوڑے دنوں کے واسطے باہمی منازعات پر قلم فرسائی کی جگہ پوری ہمت ترک مجروحین اور یتامیٰ و بیوگان و مساکین جنگ بلقان کی

طرف مصروف فرمائیں۔ کیا دنیا کو ہم یہ بات دکھلا سکتے ہیں کہ باوجود اختلاف کے دینی ضرورت میں متحد بھی ہو سکتے ہیں اگر ایسا ہے تو آئیے مل کر کام کریں اس خط کا جواب بذریعہ رجسٹری پانچ روز کے اندر دیجیے۔ فقط

۲۰ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ یوم جمعہ بندہ احقر مرتضیٰ حسن عفی عنہ از مدرسہ اسلامیہ دیوبند

خط مولوی انور شاہ صاحب، مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی و مولوی عزیز احمد صاحب و مولوی محمد طیب صاحب

(۱)

از دیوبند دارالعلوم دیوبند ۲۰ جمادی الاول ۱۳۴۰ھ

مخدوم بندہ۔ بعد سلام مسنون آنکہ۔ ملک میں جو عام قانون شکنی اور سول نامتابعت کا دور شروع ہونے والا ہے اُس کے عواقب و نتائج پر نظر غائر ڈالنے سے ہماری سمجھ میں اب تک یہ نہیں آیا کہ جو لوگ تحت الاستطاعت تشدد سے بھی اس قدر شدت کے ساتھ منع کرتے ہیں اُنھوں نے عام طور پر قانون شکنی اور سول نامتابعت کی اجازت کس طرح دی ہے۔ اگر سول نامتابعت کا کوئی ماخذ شریعت میں موجود ہے تو تشدد کا اُس سے زیادہ ہے اور اگر تشدد میں کچھ شرعی مضار ہیں تو ہم نے جہاں تک غور کیا قانون شکنی میں بھی اُس سے کم مضار نہیں ہیں۔

براہ کرم و نوازش جلد مطلع فرمایئے کہ شرعی نقطہ نظر سے دونوں میں کیا فرق سمجھا گیا ہے۔ اور وہ کون سے دلائل شرعیہ ہیں جو ایک کو جائز اور ایک کو ناجائز ٹھہراتے ہیں۔ اس کا جواب شافی بہت جلد مرحمت ہو۔ اگر ہمارا اطمینان نہ کیا گیا تو ہم اپنے خیال کی تبلیغ میں معذور ہوں گے۔

ہم نے مختلف سربرآوردہ حضرات کو بھی خط لکھے ہیں اُمید ہے کہ جلد جواب دیا جاوے گا۔

محمد انور عفا اللہ عنہ۔ عزیز احمد عفی عنہ۔ محمد مرتضیٰ عفی عنہ۔ شبیر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ۔ محمد طیب عفا اللہ عنہ

خط، مولوی عبید اللہ صاحب سندھی

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

امابعد از عبید اللہ عفا عنہ بگرامی خدمت مخدومی مولانا عبد الباری مدظلہ

بعد از سلام مسنون آنکہ۔ آپ کی جماعت نے تمام مسلمانوں کی طرف سے فرض ادا کیا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ امید ہے کہ آپ ——— اپنی دعوت صالح میں ہمیں بھی شریک رکھیں گے۔ انی احبکم فی اللہ۔ والسلام

دارالعلوم دیوبند

۲۰ صفر، ۲۹ جنوری

خط، مولانا حسین احمد صاحب دیوبند (۱)

سیّدی و مولائی لازالت بحار فیضکم زاخرۃ آمین !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ مزاج مبارک ؟ اس وقت مسامع عالیہ تک مضمون ذیل کو پہونچانا اور استفسار رائے عالی کرنا ضروری سمجھ کر نہایت جلد جواب کا منتظر ہوں ۔ اپنے خاص احباب کے تقاضا پر ایام تعطیل میں دیو بند پہونچا اُن کی رائے ہے کہ مجھ کو یہاں مرکز پر قیام کرنا ضروری ہے اور تحریکات حاضرہ میں مشغول رہنا تقریراً و تحریراً اہم اور واجب ہے (جس پر عمل درآمد حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا تھا) اس وقت تعلقات تدریس وغیرہ بالائے طاق رکھ کر اس طرف پوری طاقت صرف کرنا چاہیے کیونکہ اہل ہند کا جوش تذکیر کا ہر وقت میں محتاج ہے ۔ ادھر گورنمنٹ اس کے زائل کرنے کی طرح طرح کی کوشش کر رہی ہے ۔

ہمارے مجمع میں ذی اثر فارغ اشخاص کم ہیں ۔ اصحاب اغراض ومقاصد اہل خوف وطمع کی چاروں طرف کثرت ہے ۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد سے مجمع میں تفرق کا اثر پیدا ہونا شروع ہے ۔ الحاصل ان امور کے بہت سے امور ہیں جن کی بنا پر بہت زیادہ زور ڈالا جا رہا ہے ۔ جناب کو معلوم ہے کہ میری عمر کا بیشتر حصہ درس و تدریس ہی میں گذرا ہے اس لئے طبعی مناسبت اسی سے ہے تقریر و تحریر کی کبھی مشق نہیں کی ۔

مجھ کو خدمت تدریس کے لئے علاوہ کلکتہ کے ۔ دربھنگہ ۔ ندوہ ۔ مرادآباد ۔ امروہا ۔ مدرسہ دیو بند سے بار ہا تقاضے آچکے ہیں اور معقول تنخواہیں ہر جگہ دینے والے اشخاص موجود ہیں ۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ خدمت تدریس کرتے ہوئے تحریکات حاضرہ میں دلچسپی لینا ممکن نہیں کیونکہ دونوں بصورت تناقضین ظاہر ہو رہی ہیں اور تحریکات کی اہمیت بھی اظہر من الشمس ہے ۔ ادھر اسی تبلیغ کے لئے متفرق مقامات سے تقاضے آتے رہتے ہیں اب بھی دس بارہ جگہ کے خطوط اور مطالبات عید کے بعد کے لئے آئے ہوئے ہیں ۔ یہ بھی ظاہر میں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس جوش میں کسی قسم کا ضعف پڑنا نہایت اندیشناک ہے ادھر یہاں کی جماعت بھی پھیلنے کی احتیاج ضرور رکھتی ہے ۔ الف ۔ اس لئے اب آپ کی رائے عالی کیا ہے مجھ کو تعلقات تدریس وغیرہ چھوڑ کر یہاں پڑے رہنا اور مرکز اقامت اسی جگہ کو بناتے ہوئے تقریری اور تحریری خدمات کو انجام دینا اور سفر کرنا لازم ہے یا ان سے قطع نظر کر کے کسی مدرسہ میں تعلقات تدریس کو انجام دینا چاہیئے جس میں نہ گورنمنٹ کو کوئی بدظنی اور پرخاش ہے اور نہ تکالیف اسفار وغیرہ کا سامنا ہے نہ جیل خانہ اور پھانسی کا خوف ۔

سہوارہ اور سہارنپور اور بنگالہ کی تقریروں اور بعض تحریروں کی بنا پر پبلک کو کچھ حسن ظن زیادہ ہو گیا ہے ۔ ب ۔ یہاں اگر رہنا ہو تو اپنا اور اپنی جماعت کا مرکز مشخص اور مستقل ہونا چاہیے یا مدرسہ میں مندرج ج ۔ اہل مدرسہ دیو بند بھی چاہتے ہیں کہ بصیغہ تبلیغ و اشاعت تحریکات حاضرہ میرا تعلق مدرسہ سے ہو اور وہ حق خدمت ادا کریں اس میں جناب کی ذاتی کیا رائے ہے ابھی تک کلکتہ سے میں نے اپنا تعلق باقی رکھ رکھا ہے اس لئے جواب کا جلد منتظر ہوں تاکہ اُن کو جواب دینے میں اور

ملنے پر انشاء اللہ بہتر مواقع سے گفتگو میں موقع ہاتھ سے نہ جاوے۔ مولوی عزیز گل سلام مسنون فرماتے ہیں۔ والسلام۔

نیاز مند حسین احمد عفی عنہ ۱۲ر رمضان المبارک

آپ نے ابوبکر عماد کے بارہ میں کیا عمل فرمایا؟

(۲)

۲۶ شوال از دیوبند

مولانا المحترم دام اللہ مجدکم

بعد از سلام مسنون الاسلام واضح رائے عالی ہو۔ والا نامہ مراد آباد میں باعث سرفرازی ہوا۔ حادثہ یہ پیش آیا کہ بروز دو شنبہ ۲۴ شوال کو جبکہ سنبھل کی روانگی کا قصد تھا اور سواری وغیرہ کا پورا انتظام ہو چکا تھا۔ مولانا دامت برکاتہم کے نام پر بدیں مضمون تار وصول ہوا۔ "آپ کی اہلیہ سنگین حالت میں ہیں۔ فوراً چلے آیئے" اس وجہ سے سنبھل کا قصد ترک کیا گیا اور ۷ بجے شام کی گاڑی میں دیوبند روانہ ہو کر ۱۰ بجے صبح کو مکان پر پہنچے۔ محترمہ مدظلہا اللہ تعالیٰ کی حالت نہایت ناگفتہ بہ پائی گئی۔ غذا تقریباً دو ہفتہ سے بالکل بند ہے۔ معدہ کچھ قبول نہیں کرتا، اگر بہ جبر کوئی غذا دی جاتی ہے تو تے ہو جاتی ہے دست جاری ہیں اعضائے رئیسہ خصوصاً دماغ سخت متاثر ہیں۔ ضعف و نقاہت اپنی حد کو پہنچ چکے ہیں۔ اکثر غفلت رہتی ہے غرض کہ حالت نہایت نازک ہے۔ ایسی صورت میں آپ خود ہی اندازہ فرما سکتے ہیں کہ سفر سندھ کس طرح ممکن ہے۔ آج ایک تار عبدالجبار صاحب کا حیدرآباد سندھ سے آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ مقام جلسہ حیدرآباد سندھ کو منتقل ہو گیا اب وہاں ہی تشریف لائیں اس کے جواب میں عرض کر دیا گیا (ذریعہ تار) میرے گھر میں نہایت سخت علیل ہو گئی ہیں میں شرکت سے معذور ہوں۔

مولانا فرماتے ہیں کہ آنجناب شریک ہوں اور اہل جلسہ و اراکین پر میری معذوری ظاہر فرما دیں۔ ہر چند کہ مولانا کو ضعف و کثرت اسفار و عدم استراحت مانع تھا مگر ان سب کو پس پشت ڈال دینے کا ارادہ کر لیا گیا تھا البتہ یہ ایک ایسا عذر درپیش آ گیا ہے جس سے قطع نظر ممکن نہیں۔

درباره واعظین یہ عرض ہے کہ فی الحال مولوی رشید بھاگلپوری جو کہ مدرسہ گجرات میں بمشاہرہ ۵۲ روپیہ ماہوار مدرس دینیات ہیں اور تقریر و لکچر کی ان کو مشق بھی ہے مسئلہ خلافت سے ان کو دلچسپی بھی ہے اس وقت بوجہ تعطیل وطن کو جاتے ہوئے یہاں مقیم ہیں وہ اس خدمت دینی و قومی کو قبول کرنے کو تیار ہیں۔ اگر ان کی خدمت اراکین کمیٹی کو منظور و پسند ہوگی تو حسب احوال ان کی تنخواہ مقرر کر دی جاوے گی۔ وہ ہر طرح اور ہر خدمت کے لئے تیار ہیں۔

دوسرے اشخاص کے لئے بھی فکر کی جائے گی اور پھر اطلاع دی جاوے گی۔ حضرت مولانا سلام مسنون فرماتے ہیں۔ مولوی عزیز گل اور دیگر رفقاء بھی سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔ مولانا سلامت اللہ صاحب و دیگر اکابر سے سلام عرض کر دیں۔ فقط والسلام۔

دعاگو حسین احمد غفرلہ

از دیوبند ضلع سہارنپور بروز چہارشنبہ ۲۶ر شوال

(۳)

سیدی ومولائی لازالت رحابکم ملاذ اهل الفضل والتقی۔ بعد اهداء السلام والتحیة اللائقة بالمقام فالمعروض علی سمو جنابکم انه فی ایام غیبوبتی من دیوبند واقامتی بکلکتہ وردت کتابة من عند عبدالجبار الخیری واخیه عبدالستار وهما فی الحقیقة من اهل الهند القاطنین بدهلی صرفا نبذة من عمرهما بمصر ثم بکلیة بیروت الامریکیة ثم انشأ کلیة اسلامیة حتی انتفع بهما الامة العربیة انتفاعاً کثیراً ثم لما توقع صنبور الحرب خلفا کلیتهما وسافرا الی استنبول واستخدمتهما الحکومة الترکیة فی بعض الکلیات التی انشأتها لسائر الفنون الشرقیة والغربیة وکذلک الالسنة وکان عبدالجبار موصی الیه مدیر الجریدة الاخوة التی کانت خادمة لحریة الهند والمسلمین۔

ولما تزال تهدم الاسلام حتی وقع ما وقع باستنبول فی نقلا الی برلین۔ وقد کان ورد منهما مکتوب فاردت لما اطلعت علیه ان اقدمه الی سیادتکم بوصیتهما بایصال المضمون الیکم ولکونه نافعاً هذا وسلموا الی کثیراً علی حضرة مولانا سلامت اللہ صاحب واخرین من الاحباب والسادات دمتم اقدم

الداعی حسین احمد غفرله من آستانہ شیخ الهند قدس اللہ سرہ العزیز

وکنت ارسلت قبل ذلک مکتوباً الی جنابکم وانا انتظر الجواب۔ دیوبند ضلع سہارنپور ۱۲ / ذی الحج۔

(۴)

از دیوبند ۱۳۳۹ھ

مخدومنا المحترم زید مجدکم۔ بعد از ہدائے سلام مسنون عرض آنکہ عرصہ دراز سے جناب کے والا نامہ کا انتظار ہے مگر کوئی مشرف نامہ باعث سرفرازی نہ ہوا انشاء اللہ العزیز مانع امر خیر ہوگا۔

قبل ازیں میں نے شیخ ابوبکر جابر ملی امام جامع مسجد کلکتہ کی نسبت اُن کے خط کے ساتھ کچھ عرض کیا تھا جس کا مذاکرہ میں کراچی میں بھول گیا تھا۔ ان کا خط آیا جس سے معلوم ہوا کہ والا جاہ نے اب تک کوئی جواب ارسال نہ فرمایا۔ لہذا عرض یہ ہے کہ ان کی عرضی کی طرف اگر توجہ کرنا ممکن ہو تو فبہا ورنہ جس قدر امکان میں ہو اور اگر یہ خارج از امکان ہے تو ان کو مایوس کر دینا انسب ہے کہ الیاس احدی الراحتین۔ عالی جناب نے جو مقدار مولوی عزیز گل صاحب کو عطا فرمائی تھی میرٹھ میں رہ کر تا اختتام شوال صرف ہیں بحساب سو روپیہ ماہوار آیا کی۔ ابتدائے ذیقعدہ میں مدرسے بوجہ تقاضائے شدید اُن کے والد ماجد کے اور بوجہ بعض ضروریات اپنے وطن کو گئے ہیں۔ مولوی محمد میاں صاحب کے متعلقین کے پاس بھی کوئی نہ تھا۔ اخراجات کے لئے نہ جا سکی علاوہ ازیں مولوی حمداللہ صاحب کو بھی اُن کے مصارف کے لئے حصہ نہیں دیا جا سکا۔ ہاں یہ بھی معلوم ہوا (چونکہ میں یہاں نہیں تھا اس لئے اس کا کوئی اندازہ اور علم نہ تھا) کہ اس میں سے مبلغ عـــہ ماہوار حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی اس صاحبزادی کو دیئے جاتے تھے جو مولانا کے مکان میں قیام پذیر ہے اور مہمانوں وغیرہ کی خبر گیری کرتی رہتی ہے —— مولوی عزیز گل صاحب سے میں اور مولوی حمداللہ صاحب سے میں اپنے مصارف چلاتے تھے جس میں مولوی حمداللہ صاحب کو زیادہ

دقتیں پیش آتی تھیں کہ ان کے عیال بہت زیادہ ہیں بیوی اور تین چار بچے۔ الغرض اس وقت یہ سب بوجہ مصارف و کثرت گرانی تنگی میں ہیں اگر اس مقدار کا جاری رہنا اور ممکن ہے تو براہ نوازش بذریعہ منی آرڈر روانہ فرما دیں اس میں سے مولوی عزیز گل صاحب کا حصہ بطور امانت محفوظ رہے گا اور باقی اپنے مصارف پر پہونچا دیا جائے گا۔ مجھ کو بھی اس زمانہ سے دور سے پر وقت گذارنا پڑا اور آئندہ بھی ایسے ہی اسفار درپیش ہیں ابھی تک اہل مدرسہ اصرار ملازمت کر رہے ہیں مگر میں نے کسی طرح نہ ان کو امید امداد دی نہ نا امید کیا ہے۔ مر محمد علی صاحب نے اپنے ارادہ اور خیالات کی نسبت اب تک کوئی اطلاع نہ دی۔ معلوم جناب عالی نے ان حضرات سے کیا گفتگو کی اور کیا جواب ملا۔ جو ایڈریس مولانا سلامت اللہ صاحب کی طرف سے دربارہ انگورہ بصورت ارسال مسائل وغیرہ پیش کیا گیا ہے میں جہاں تک غور کرتا ہوں کوئی مفید صورت نہیں ہے مگر حضرت غالب ہے جس کی نسبت اگر کسی وقت حاضری کی نوبت آئی عرض کروں گا۔ اس وقت دہلی میں جمعیتہ العلماء صوبہ دہلی کا جلسہ اور اراکین صوبہ کمیٹی کا جلسہ درپیش ہے کیا آنجناب کو بھی شرکت فرما دیں گے۔ خدمات لائقہ سے فراموش نہ فرمائیں۔

حسین احمد غفرلہٗ از آستانہ حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ العزیز

جس قدر جلد ممکن ہو جواب سے معزز فرمائیں۔

(۵)

(بنام مولوی سلامت اللہ صاحب)

سیدنا المحترم زید لطفکم - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مزاج مبارک۔ احقر بوجوہ ملاقات وغیرہ ان دنوں مختلف مقامات کرد و نواح سہارنپور میں پھرتا رہا۔ اور ضروری تبلیغ بھی پوری طرح سے تبلیغ و توضیح میں آئی۔ یہی وجہ ہے کہ رسالہ عریضہ میں تاخیر کی ہوئی۔ ابھی تک میں دیوبند پہونچ نہیں سکا آج مولوی عزیز گل صاحب دیوبند سے یہاں تشریف لائے تھے۔ معلوم مولانا محمد شفیع صاحب کلکتہ تشریف لے گئے یا نہیں اور اگر گئے تو کب گئے امید وار ہوں کہ اطلاع بخشیں۔ غالباً آپ بھی مولانا دام مجدہم کے ہمراہ کراچی تشریف لے جائیں گے مولانا دام مجدہم کی خدمت میں سلام مسنون عرض کر دیں۔ مسئلہ رضا ضروریات میں سے ہے مامرہ المولے فہو الا ولے متفق علیہ اور مقدم ہے۔ معلوم کس راستہ سے گذر ہوگا اور کب۔ میں اس وقت سفر میں ہوں یہاں چند جلسے ہو چکے ہیں آج شب کو کانفرنس اور خلافت کا مشترکہ جلسہ ہے اس میں تقریر کے لئے شب کو رڑکی جانا ہے اور کل جمعہ کو وہاں تقریر کرنے کے بعد پھر دیوبند پہونچوں گا۔ اتفاق سے میرا پاکٹ بک جس میں اپنے دوستوں کے خاص احوال ہیں دیوبند میں رہ گیا ہے۔ میں اس مدت میں سہارنپور۔ گنگوہ۔ انبیٹھ۔ رامپور۔ نانوتہ وغیرہ کے متعدد جلسوں میں حسب طاقت قومی خدمات انجام دیتا رہا اللہ تعالیٰ دستگیری فرماتے۔ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ والا نامہ پہونچ گیا انشاء اللہ العزیز جلد عریضہ مفصل عرض کروں گا۔ آنجناب میرے سلام اور آداب کو مولانا سے عرض کر دیں چونکہ توجہ کرنے کے لئے مولانا کو عریضہ دکھانا ضروری ہوگا اس لئے یاد دہانی کر دیجیے والسلام۔

الراقم خادم حسین احمد غفرلہٗ از سہارنپور

خط، مولوی محمد احمد صاحب

(۱)

از دفتر دارالعلوم دیوبند ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

مخدوم و مکرم جناب مولانا عبدالباری صاحب ام مجدہم ۔ بعد سلام مسنون عرض آنکہ جناب کو یاد ہوگا کہ آپ نے کچھ تھوڑا عرصہ گذرا اس بارہ میں تحریک کی تھی کہ اہل بریلی اور دیوبند میں جو اختلاف باہمی چلے آتے ہیں وہ کم ہو کر کوئی صورت اتفاق کی پیدا ہو جائے جس کے جواب میں عرض کیا گیا تھا کہ ہم لوگوں کو کوئی عذر نہیں ہے آپ وہاں تحریک کیجیے اگر وہ منظور کریں تو ہم لوگ بھی حاضر ہیں۔ مگر معلوم نہیں کہ کیا وجہ پیش آئی کہ آپ نے بھی پھر سکوت کیا ۔ وہ زمانہ تو گذر گیا لیکن اب جو کچھ حالت مسلمانوں کی ہے اس کا اقتضاء یہ ضرور ہے کہ اگر ہمیشہ کے لئے نہیں تو تھوڑے ہی عرصہ کے لئے اپنی توجہ کو اختلافات سے ہٹا کر مسلمانوں کی عام بہبودی اور ہمدردی کی طرف مصروف کیا جائے اسی بناء پر مولوی مرتضیٰ حسن صاحب نے ایک خط بریلی بھیجا تھا جس کی نقل بجنسہ ذیل میں درج کی جاتی ہے مگر افسوس ہے کہ خان صاحب نے رجسٹری کو وصول کرنے سے انکار کر دیا تاہم اس مضمون کو ایک کارڈ پر لکھ کر مکرر ان کی خدمت میں بھیجا گیا شاید دیکھ لیں اگرچہ ان کے انداز سے توقع نہیں ہے کہ ادھر متوجہ ہوں گے مگر تاہم چونکہ جناب بھی ایک وقت اس کے محرک ہو چکے ہیں مناسب معلوم ہوا کہ اس کی نقل آپ کی خدمت میں بھی بھیج کر درخواست کی جائے کہ اگر ممکن ہو تو اس کوشش میں دریغ نہ فرمائیں کیا عجب ہے کہ اتفاق کی بدولت اگرچہ وہ عارضی ہو مسلمانوں کو کچھ زیادہ نفع پہونچ جائے ۔ آپ نے جس سرگرمی سے انجمن ہلال احمر قائم کر کے معتدبہ مقدار چندہ کی جمع کی ہے اُس سے بہت مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے ۔ جواب عریضہ کا انتظار ہے فقط والسلام

محمد احمد مہتمم مدرسہ اسلامیہ دیوبند

(۲)

دارالعلوم دیوبند ۔ یکم محرم الحرام ۱۳۳۷ھ ، ۸ اکتوبر ۱۹۱۸ء

بگرامی خدمت فیض والمجد والکرم مولانا مولوی عبدالباری صاحب زادت معالیہم

بعد سلام سنت الاسلام عرض ہے ۔ جناب سے رخصت ہو کر مرادآباد پہونچا مجھے راستہ میں بخار لرزہ درد دنداں اور خونی بواسیر کی تکلیف زیادہ ہو گئی ۔ مرادآباد ایک روز اسی تکلیف کی وجہ سے قیام رہا مسوڑوں میں شگاف دلوایا ۔ یکم اکتوبر کو وقت عشاء دیوبند پہونچا۔ یہاں نماز استسقاء کی تجویز تھی تین روز تک نماز ہوئی ۔ نقل خط و مضمون حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ پہنچے ہیں جناب کے اُن الطاف کا جو زمانہ قیام لکھنؤ میں مجھ پر مبذول ہوئے بہت ہی شکر گذار ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ جناب کے مدارج میں ترقی ہو اور قومی رابطہ جو درمیان میں ہے نہایت استحکام کے ساتھ ترقی پذیر رہے میری دلی تمنا ہے کہ آپ دیوبند تشریف لائیں ۔ ایک مرتبہ جب آپ تشریف لائے تھے تو میں موجود نہ تھا امید کہ میری استدعا منظور فرما کر جلد عزم فرمائیں گے فقط والسلام ۔

احقر محمد احمد مدرسہ دیوبند

(۳)

از دارالعلوم دیوبند مورخہ ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

بگرامی خدمت فیض درجت مخدوم و مکرم جناب مولانا عبدالباری صاحب دام مجدہم

سلام مسنون کے بعد عرض ہے کہ گرامی نامہ سرمایۂ عزت ہوا۔ مولوی شبیر احمد صاحب کو دکھلایا گیا مولوی صاحب موصوف شرکت وفد کے لئے آمادہ ہیں لیکن قبل اس کے کہ مولوی صاحب شرکت کا عزم صمیم کریں چند امور دریافت طلب اور قابل عرض ہیں۔
۱۔ اس وقت اس تحریک کا کیا سبب پیش آیا۔ اور اس کا محرک کون ہوا اور مرکزی خلافت کمیٹی بھی اس تجویز سے متفق ہے۔
۲۔ شریف صاحب سے اس کا استصواب کر لیا گیا یا کیا جائے گا۔ آیا ان سے اجازت لینے کی ضرورت سمجھی جائے گی۔ ۳۔ اس وفد کے ارکان تجویز ہوئے ہیں ان کے اسماء سے مطلع فرمایا جائے۔ ۴۔ دیوبند کی جماعت سے علاوہ مولوی شبیر احمد صاحب کے کم از کم ایک صاحب اور ہوں جن کا انتخاب یہاں سے کیا جائے۔ مجھے امید ہے کہ امور متذکرہ بالا کا جواب جلد عطا فرمایا جائے۔ میری رائے بالکل صحیح اور مناسب بلکہ ضروری ہے کہ وفد کا جانا قرار پایا جائے تو اس کا انصرام قبل از حج ہونا چاہئے تاکہ ارکان وفد حج میں شریک ہو سکیں اور غالباً گفتگو کے لئے بھی موسم حج مناسب ہوگا۔ فقط والسلام۔ احقر محمد احمد مہتمم دارالعلوم دیوبند

(۴)

از دیوبند

بگرامی خدمت کرم و محترم زاد لطفہ مکارمکم۔ بعد سلام مسنون عرض ہے۔ والا نامہ بدست مولوی غلام محمد صاحب سرمایۂ عزت ہوا۔ جناب کو شاید معلوم ہوا ہو کہ میں بعد رمضان المبارک درد گردہ میں مبتلا ہو گیا تھا ضعف ابھی تک باقی ہے۔ اس اثنا میں کلکتہ کی ضرورت پیش آ گئی تاہم میں شرکت کی کوشش کروں گا تجویز سے مجھے بدل اتفاق ہے۔ اگر حاضری سے معذور رہا تو اپنی رائے سے اطلاع دوں گا۔ فقط والسلام۔ احقر محمد احمد مدرسہ دیوبند

خط، مولوی مختار احمد صاحب میرٹھی (۱)

پٹنہ۔ یوم الفطر ۱۳۴۰ھ دوشنبہ

مولانا المحترم۔ السلام علیکم۔ میں دورہ پر تھا اب پٹنہ آ کر صحیفہ گرامی مورخہ ۲۹ رجب ۱۳۴۰ھ کے ذریعہ سے شرف سعادت حاصل کیا۔ ساتھ ہی میرٹھ سے وارنٹ زیر دفعہ ۱۰۸ ضابطہ فوجداری موصول ہوا مگر مجھ کو گرفتار نہیں کیا گیا بلکہ کلکٹر پٹنہ نے بلا کر کہہ دیا کہ ۱۲ جون ۱۹۲۲ء کو میرٹھ کلکٹر کی کچہری میں حاضر ہو جاؤ اور دو آدمیوں کے دستخط بطور ضمانت کے دے دو یہی ہدایت وارنٹ پر لکھی تھی چنانچہ کل عازم روانگی میرٹھ ہے۔ دوشنبہ ۱۲ جون کو وہاں حاضری ہو گی من بعد جو مشیت ربانی ابوبکر سلمہ بھی یہاں آیا مولیٰ تعالیٰ اسے ہدایت دے آمین۔ حضرت مولانا سلامت اللہ صاحب مدظلہم العالی کی خدمت بابرکت میں سلام نیاز۔

اگر ممکن ہو تو وہ میاں نذیر احمد خجندی سلمہ اللہ تک یہ خبر پہونچا دیں۔ والسلام۔

مختار احمد

خطوط، ڈاکٹر سید محمود صاحب

(۱)

از بمبئی، ۲۲ مارچ ۱۹۲۲ء

مخدومی و محترمی

آداب بجا لاتا ہوں۔ نامہ فیض شمامہ نے عزورود بخشا۔ آپ کی یاد آوری کا تہ دل سے شکریہ۔ بہار سے متواتر خبریں جو آ رہی ہیں اُن سے اس خبر کی پوری پوری تصدیق ہوتی ہے۔ مگر ایک خبر یہ آئی ہے کہ وہاں کچھ آپس میں اختلاف ہے واللہ اعلم۔ آپ ۲۶ مارچ کے جلسہ میں ضرور بالضرور تشریف لائیے گا۔ بھائی الطاف الرحمٰن صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔ قطب میاں صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔

خاکسار سید محمود

(۲)

از مدراس، ۱۱ مئی ۱۹۲۳ء

مخدومی۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

حضور کا نوازش نامہ مجھے مالابار میں ملا۔ وہاں کے حالات میں نے دیکھے اور بہت سے بیانات لئے۔ غریب موپلاؤں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ حجاز وفد کے متعلق اگر دیگر حضرات نہیں جاتے تو آپ مولوی عبدالماجد اور مولوی خورشید حسین کافی ہیں۔ الحمد للہ کہ سابق سلطان مایوس ہو کر مکہ سے روانہ ہو گئے۔ براہ مہربانی ۲۵ مئی کے جلسہ میں بمبئی ضرور تشریف لائیے۔ اگر آپ نہ آئیں گے تو مجھے از حد مایوسی ہو گی۔ وفد حجاز کے متعلق بھی وہیں قطعی فیصلہ ہو جائے گا۔ سب بزرگوں کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

آپ کا خادم

سید محمود

ترجمہ خط، عبدالرحمٰن صدیقی صاحب

(بنام شیخ احسان الرحمٰن صاحب)

(۱)

۶ نومبر ۱۹۱۲ء از دہلی آل انڈیا میڈیکل مشن برائے ترکی

جناب من۔ آپ کے خط کا شکریہ۔ اب عملاً یہ امر غیر ممکن ہے کہ کوئی شخص وفد میں شامل کیا جائے اب پاسپورٹ

راستہ اور دروی کی زحمت ہوگی۔ مگر ہر شخص نزکی جا سکتا ہے کوئی شخص مزاحم نہیں ہو سکتا جو شخص جانا چاہے وہ بہ حیثیت رعایا حکومت برطانیہ پاسپورٹ حاصل کر سکتا ہے کیونکہ اگر کسی خطرہ میں وہ پڑے گا تو اس کی سلطنت اس کی امداد کرے گی۔

میں خیال کرتا ہوں کہ یہ ہر رعایائے برطانیہ کا حق ہے کہ وہ پاسپورٹ کی خواہش کرے مہربانی کر کے کسی قانونی شخص سے مشورہ کیجیے وہ آپ کو اس کے متعلق اچھی طرح سے مشورہ دے سکے گا درحقیقت ہر شخص رعایائے برطانیہ میں سے جنگ آزما فریقین کی طرف سے لڑ سکتا ہے مگر اپنے خطرہ کا خود ذمہ دار ہوگا۔ میں یہاں سے نویں تاریخ روانہ ہوگا اور بمبئی سے پندرھویں تاریخ۔

خاکسار

عبدالرحمٰن صدیقی

خط، ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو

(۱)

امرتسر ۱۱ مئی ۱۹۲۰ء

مکرمی بندہ السلام علیکم

تنظیم قرآنی میں سے پروگرام کا ایک جدید مسودہ ارسال خدمت ہے از راہ نوازش اپنی تفصیلی رائے سے مجھے مطلع کیجیے۔ اگر آپ اس پروگرام کو بحالات موجودہ قوم کے لیے مفید خیال کریں تو اپنے حلقہ اثر میں اس کی نشر و اشاعت کیجیے اور جرائد میں بھی تبصرہ کیجیے کہ ضرورت اسی امر کی داعی ہے۔

خاکسار و نیاز کیش سیف الدین کچلو

خط، مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ قادیان

(۱)

۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ

مکرمی و معظمی مولوی صاحب۔ بعد ما ہو مسنون

مجھے جناب کا خط مورخہ سات رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ کو ملا مگر میں نے مناسب سمجھا کہ اپنے خیالات کو اس موقع پر جمع ہونے والے احباب کو بصورت تحریر آگاہ کر دوں یہ تحریر میں مکرمی جناب مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب مینجر دینیات کالج قادیان و مکرمی سید ولی اللہ زین العابدین سابق نائب مدیر سلطانیہ کالج

دمشق اور چودھری ظفراللہ خاں صاحب بی اے بیرسٹرایٹ لا کے توسط سے ارسال کرتا ہوں ۔ امید ہے کہ جناب ان اصحاب کو موقع دیں گے کہ ان میں سے کوئی میرے خیالات سے بھی حاضرین جلسہ کو آگاہ کرئے ۔

خاکسار سید محمود احمد

خطا، مولوی عبدالقادر صاحب قصوری

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا زاد فیوضکم ۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

یاد آوری کا شکریہ قبول فرمایئے بعض ہندوستانی مہاجر جو حال میں افغانستان سے واپس ہوئے ان کا بیان ہے کہ اب کوئی مہاجر افغانستان میں نہیں رہا ۔ اقبال صاحب مع اور ہندوستانیوں کے ترکستان کی طرف چلے گئے ہیں اس خبر پر بظاہر شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی والعلم عند اللہ ۔

جناب کو گیا ضرور تشریف لے جانا چاہیئے ۔ خلافت کمیٹی کے معاملات اب آپ کی بہت توجہ کے محتاج ہیں ۔ اور مجھے امید ہے کہ جناب کی مزید کوشش سے اصلاح ہوجاوے علاوہ ازیں جمعیتہ علمائے کے سامنے اہم مسائل آنے والے ہیں جن میں آپ جیسے اکابر حضرات کی شمولیت بہت ضروری اور مفید ہے ۔ میں بھی انشاءاللہ گیا پہونچنے کا ارادہ رکھتا ہوں ۔ والسلام مع الاکرام ۔

۱۰ دسمبر ۱۹۲۲ء　　　　راقم عبدالقادر قصوری

خط، محمد عالم صاحب قائمقام پرنسپل جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

(۱)

مکرم بندہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جامعہ ملیہ اسلامیہ کی طرف سے لائبریری کی کتابوں کے لئے ایک اپیل شائع کر رہا ہوں تاکہ جو لوگ چاہیں وہ اپنے کتب خانہ اور کتابیں اس لائبریری کو عطا فرمائیں دستخط کنندگان حضرات میں جناب کا اسم گرامی بھی شامل کیا گیا ہے ۔ امید ہے کہ جناب کو اس میں کچھ عذر نہ ہوگا ۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہو تو براہ نوازش مطلع فرمائیے ۔

خاکسار

محمد عالم

قائم مقام پرنسپل

خطوط بیگم حسرت موہانی

(۱)

۱۴؍اپریل ۱۹۱۶ء

بخدمت شریف جناب حضرت صاحب قبلہ

تسلیم نیازمندانہ قبول فرمایئے میں نہایت رنج کے ساتھ یہ عرض کرتی ہوں کہ کل دوپہر کو یکایک پولیس نے حسرت کو گرفتار کر کے جیل میں بھیج دیا بعد کو مکان و دوکان کی تلاشی ہوئی۔ لیکن اللہ کے فضل سے کچھ تھا ہی نہیں، کیا نکلتا۔ پھر بھی وہ بہت سے ردی خطوط، مکان سے، دوکان سے اسی قسم کے تجارتی کاغذات کچھ معمولی تصویریں محمد علی کی، آزاد کی، انور پاشا کی، میرے پاس تصویریں بہت تھیں ایسی وہ بھی بہتر، کوئی خصوصیت نہ تھی، خیر۔

اب یہ نہیں معلوم کہ گرفتاری کس وجہ سے ہوئی۔ آیا نظر بند ہیں، یا کوئی خدانخواستہ مقدمہ ہوگا یا کیا، کچھ نہیں معلوم۔ طبیعت حد درجہ پریشان، خدا کے سوا کوئی مددگار نہیں۔ دوکان کی (جو) مالی حالت ہے وہ ظاہر ہے۔

افواہیں طرح طرح کی سننے میں آتی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ لکھنؤ کے جلسے میں ڈاکٹر ضیاء الدین کی شرارت ہے انہوں نے گرفتار کرا دیا۔ کوئی کچھ کوئی کچھ۔ بہرحال دیکھیے خدا کیا دکھاتا ہے۔

چوں کہ حضرت کی دعا سے ہم لوگوں کا بیڑا پار ہے کیوں کہ حضرت کے سوا ایسی مصیبت کے وقت خدا سے اور کون دعا ہمارے لیے کر سکتا ہے۔

میرے پہلے عریضے کا حضرت نے جواب نہیں تحریر فرمایا امید ہے کہ اگر آپ کو کوئی واقعات نئے معلوم ہوں تو اس عاجز کو مطلع کیجیے گا۔

میں روز حسرت سے جیل میں ملنے جاتی ہوں۔ کچھ دیر تک مختلف بات چیت کر کے واپس آتی ہوں۔

دعا کیجیے کہ حسرت بخیر و عافیت رہا ہو جائیں۔ اگر تحفظ ہند کی وجہ سے نظر بند کیے گئے ہیں تو اور لوگوں کی طرح سے ان سے بھی وہی سلوک کرنا چاہیے تھا۔ مگر خدا معلوم اس کی کیا مصلحت ہے۔

بہت طبیعت متوحش ہے۔ فرمایئے میں کیا کروں حسرت کو پاس سے بھی اب کوئی سروکار نہیں ہے نہ ہیں باہر آتے جاتے ہیں۔ میں دوکان کی مالی حالت درست کرنے کے لئے لیکن گورنمنٹ کو معلوم نہیں کیا شبہ پیدا ہوا، کیا بات ہوئی، میں امید کرتی ہوں کہ حضرت بہت جلد عنایت نامے سے سرفراز فرمائیں گے۔ فقط

والدہ نعیمہ

(مولینا عبدالباری صاحبؒ کا جواب جو ذیل میں درج ہے)

مولوی فضل الحسن کا واقعہ مسموع ہوا تھا۔ تمہارے خط سے اُس کی تصدیق ہوئی واللہ معکم اینما کنتم قسل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولانا و علی اللہ فلیتوکل المومنون،

تمہارے پہلے خط کے جواب میں اِس وجہ سے تاخیر ہوئی کہ خیال تھا مولوی فضل الحسن خود خیریت زبانی کہہ دیں گے۔ خدا کے فضل سے سب خیریت ہے اور موسم کی حالت بھی بدستور ہے۔ اطراف سے اخبار امراض (کی خبروں) کے آئے۔ مگر لکھنؤ میں سب خیریت ہے۔ خدا امن و امان میں رکھے دُعا کرتا ہوں۔

(۲)

۱۹ اپریل ۱۶ء ازعلی گڑھ ۶۸۹

حضرت صاحب قبلہ

تسلیم فدویانہ قبول فرمائیے۔ سخت افسوس ہے! کہ آج میں حسب معمول صبح کو حسرت سے ملنے جیل گئی وہاں معلوم ہوا کہ وہ سات بجے صبح کو کہیں باہر خفیہ طور پر بھیج دیئے گئے ابھی نہیں بتایا جائے گا۔ کل بتایا جائے گا۔

دیکھیے خدا پر بھروسہ ہے معلوم نہیں کیا مقدر میں ہے اور اِس سے زیادہ کیا عرض کروں، دعا فرمائیے، خیریت سے ہوں۔ شاید نظر بند کر دیئے گئے۔ دیکھیے بے قصور غریب کو سزا ملی ہے۔ افسوس!

میری پریشانی کی جو کیفیت ہے خدا خوب جانتا ہے۔ فقط

خاکسار فدویہ والدہ نعیمہ

(جواب مولینا عبدالباری صاحبؒ جو حاشیہ پر درج ہے)

تمہاری پریشانی سے میں از حد متفکر ہوں۔ ابھی تک یہ نہ معلوم ہوا کہ بے چارے فضل الحسن نے کیا کیا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کی مدد شامل ہے بحالت اضطرار میں ——— خدا کا بندہ خدا کو نہ بھولے۔ ہر حالت سے مطلع کرتی رہو۔ طبیعت (فکرمند) رہتی ہے۔

(۳)

۲۲ اپریل ۶۸۹

حضرت صاحب قبلہ دام اقبالہٗ

تسلیم فدویانہ کے بعد عرض یہ ہے کہ ۱۶ روز تک وہ جیل میں رکھے گئے ۱۵ کو حسب معمول صبح کو میں ملنے گئی معلوم ہوا کہ وہ کہیں موٹر میں بٹھا کے لے گئے۔ ——— بہت پوچھا سپرنٹنڈنٹ سے پوچھا کسی نے نہ بتایا کہاں گئے۔ دو روز کے بعد کلکٹر سے دریافت کیا معلوم ہوا کہ وہ للت پور بھیج دیئے گئے۔ اب وہیں رکھے جائیں گے۔ میں نے خط وغیرہ کے لئے پوچھا کہا "ہم اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ والدہ نعیمہ

(۴)

۲۳، اپریل

۸۶ء

جناب حضرت صاحب قبلہ

تسلیم فدویانہ قبول فرمایئے۔ کل جناب کی خدمت میں عریضہ ارسال کرنے کے بعد شام کو حضرت کا گرامی نامہ وصول ہوا۔ مجھے خود بھی آپ کے انتظار کا خیال تھا مگر مجھے دیر اسی لئے ہوئی کہ کوئی نئی بات معلوم ہو تو عرض کروں۔ مبین الحسن آویں تب کچھ معلوم ہو۔ میرے عریضے کا جواب امید ہے جلد عنایت فرمایئے گا۔ حسرت کو کیا کرنا چاہیے۔ للت پور میں بے جرم، بے خطا رہنا چاہیے یا خدانخواستہ جیل میں زندگی گزارنا چاہیے۔ بہرحال پریشانی ہے اور میں ہوں، خدا پر بھروسہ ہے اور کچھ بھی نہیں۔ دعا فرمایئے حسرت کو اس بلائے بے درماں سے نجات ملے۔ خیریت سے گھر آئیں۔

فرمایئے میں اب کیا کروں سخت پریشان ہوں۔ باقی خیریت ہے۔ نعیمہ کو بخار ہے۔ میں بھی عرصے سے بیمار ہوں خدا حسرت کی مجبوریوں کو دور فرمائے۔ آمین۔

(۵)

۲۵، اپریل ۱۶ء

۸۶ء

از علی گڑھ

حضرت صاحب قبلہ

تسلیم فدویانہ قبول کیجئے۔ مبین الحسن حسرت کے پاس سے شب کو آئے۔ حسرت کے حالات (سے آگاہی ہوئی۔ کل سے سلسلہ وار سورۂ انفال کی آیتوں پر عمل ہے۔)

(ان آیتوں کا ورد اس لئے جاری ہے کیونکہ کل شب میں جب) قرآن شریف کھولا تو میری نظر سے وہی سورتیں گزریں۔

والدہ نعیمہ

(۶)

۲۷ اپریل، از علی گڑھ

۸۶ء

بہ عالی خدمت جناب حضرت صاحب قبلہ مدظلہ العالی

تسلیم فدویانہ قبول فرمایئے۔ کل بھی جناب کا ایک گرامی نامہ ہمت افزا ملا۔ دل کو بہت تسکین ہوئی۔ اور آج بھی جناب کا ایک گرامی نامہ ورود فرما ہو کر باعث تسلی ہوا۔ میں نے کل حسب ارشاد حسرت کو خط کلکٹر کے ذریعے (کیوں کہ میرے کئی خطوں کا جواب نہیں آیا) روانہ کیا ہے اور تاکید لکھی ہے کہ شرط جو بات ہے اس کو اختیار کرو۔ دیکھیے ان کے اس بڑھے ہوئے جوش کا نتیجہ کیا نکلتا ہے، خدا رحم کرنے والا اور مدد کرنے والا ہے۔ آج حسرت کا بھی خط آیا لکھا ہے کہ (حکم آیا کہ ان کو قید سے آزاد کر دو) چنانچہ میں شہر میں ہوں اور درخواست دی ہے کہ مزید غور کرنے کے لئے اگر گورنمنٹ مجھ کو (مزید) مہلت دے تو اس کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ مجھ کو دو لکھنؤ یا الہ آباد دو ایک روز کے لئے بھیج دے۔ میں وہاں اپنے دوستوں اور قانونی مشیروں کی رائے حاصل کر سکوں اگر یہ درخواست منظور ہو گئی تو شاید کوئی صورت فیصلے کی نکل آئے۔ اگر منظور نہ ہوگی تو یقیناً پھر مقدمہ حکم عدولی چلایا

جائے گا۔ جب تک میں یہاں کے مجسٹریٹ کی رعایت سے آزاد رہوں گا۔ اگر موافق جواب نہ آئے گا تو انکار تو کر ہی چکا ہوں (حسرت سے مل کر) میاں الحسن واپس آئے۔ حال معلوم ہوا۔ اور ایک خط میرے نام لکھا تھا۔ اس میں (قرآن مجید) کی سورتیں میں وہ نہیں آیا۔

کل محمد علی صاحب کا بھی (ایک طویل) خط آیا۔ اور لوگوں کی بھی یہی رائے ہے۔

حسرت خدا کرے راضی ہو جائیں ورنہ مصیبت تو بٹی ہے۔

نعیمہ کو بخار ہے۔ میں بھی بیمار ہوں۔ اور کیا عرض کروں۔

فقط خاکسار والدہ نعیمہ

(۷)

۲۷ اپریل کے کارڈ کا خلاصہ

بغیر اظہار جرم و موقع تردید کسی کو سزا دینا صریحاً ظلم ہے۔ اس لئے ایسے حکم کا بغیر چوں و چرا منظور کر لینا بجائے خود ایک گناہ ہے جس کے ارتکاب کی مذہب اجازت نہیں دیتا کیوں کر اس سے ظلم کو قوت پہونچتی ہے۔ میں نے اسی بنا پر اس حکم کے ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ اب گورنمنٹ کیا کرے گی اس کا حال کل پرسوں تک معلوم ہو جائے گا۔

بہر حال میں نے پہلے ہی آپ سے عرض کیا تھا کہ حسرت اپنے دھن کے پکے اور استقلال کے مضبوط ہیں۔ اللہ اپنا فضل کرے اسی پر بھروسہ ہے۔ خدا حسرت کی ہمت اور حوصلے کو بلند کرے۔ اور جلد کامیاب کرے آمین۔ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ اگر خدا نہ کرے قید ہوئے۔ تو مجھے بھی صبر کرنا چاہیے اور خدا سے دعا کرنا چاہیئے کہ مجھے اتنی قوت، اپنی قدرت کاملہ سے عطا کرے کہ کسی صورت سے میں بھی ظالموں سے، حسرت کے ساتھ بے جا ظلم کرنے کا انتقام لے سکوں۔ چاہے مجھے بھی قید یا پھانسی کیوں نہ ہو جائے۔ خدا سے دعا کروں گی کہ ان کافروں کو تباہ، برباد، فنا کرے۔
اور انشاء اللہ میری دعا ضرور قبول ہو گی۔ آپ بھی دعا فرمائیے کہ حسرت کو خدا ثابت قدم رکھے اور محفوظ رکھے۔ باقی خیریت۔

(۸)

۲۹ اپریل ۱۹۱۶ء ۶۸۹

بہ خدمت شریف جناب حضرت صاحب قبلہ

تسلیم فدویانہ قبول فرمائیے۔ آج آپ کا گرامی نامہ ملا۔ کل حسرت کے دو خط اور آئے۔ ایک لفافہ ہے جس کا ذکر میں نے لکھا تھا۔ لکھا ہے کہ مولوی عبد الباری صاحب قبلہ کو میرا خط بھیج دو اور سلام لکھو۔ لہذا اس کی نقل ضروری مرسل ہے (۲۶ اپریل کا لکھا ہوا) "تم نے لکھا کہ نظر بندی کو قبول کر لینا چاہیے۔ بہ ظاہر یہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن میں نے قرآن مجید سے ہدایت طلب کی تو اتفاق سے سورۂ انفال کی تلاوت کا سب سے پہلے اتفاق ہوا۔ اس سورۃ کے پڑھنے کے بعد میرا دل

مضبوط ہو گیا اور میں نے عہد کر لیا کہ ظلم کے سامنے عاجزی سے کبھی سر نہ جھکاؤں گا۔ کیونکہ ایسا کرنا گویا ظلم کی تائید کرنا ہے اور یہ بجائے خود ایک گناہ ہے۔ آخر میں چند آیتیں اسی سورہ کی نقل کرتا ہوں تم ان کو قرآن میں دیکھنا اور ان کا ترجمہ خود دیکھنا۔ اس کے بعد انشاء اللہ تعالے تمہارے دل سے بھی وسوسہ جاتا رہے گا۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ انشاء اللہ آخر میں ہم کو کامیابی نصیب ہو گی۔

نقل آیات قرآنی از سورۂ انفال، پارہ نہم

۱۔ کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فریقاً من المومنین لکارھون

۲۔ وما النصر الا من عند اللہ ان اللہ عزیز حکیم

۳۔ یا ایھا الذین امنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفاً فلا تولوھم الادبار

۴۔ واعلموا انما اموالکم واولادکم فتنۃ وان اللہ عندہٗ اجر عظیم

۵۔ واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین

۶۔ واذ یریکموھم اذ التقیتم فی اعینکم قلیلاً ویقللکم فی اعینھم لیقضی اللہ امراً کان مفعولاً والی اللہ ترجع الامور

۷۔ ولا یحسبن الذین کفروا سبقوا انھم لا یعجزون واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم

۸۔ وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الا علی قوم بینکم وبینھم میثاق

۹۔ والذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین اووا ونصروا اولئک ھم المومنون حقاً

نہایت اہم اور میرے حسب حال ہیں۔

اب اپنے معاملے کی نسبت معلوم کرو کہ میں ہرگز ہرگز گورنمنٹ کے حکم کو تسلیم نہ کروں گا مقدمہ ہونے دو۔ انشاء اللہ تعالے میں خوب خوب جواب دوں گا۔ اس کے بعد اگر قید ہی ہونا ہے تو کچھ مضایقہ نہیں۔ افوض امری الی اللہ، واللہ علی کل شیئ قدیر۔ میں نے چونکہ حکم سے انکار علی گڑھ ہی میں کر دیا تھا اس لئے مقدمہ غالباً وہیں ہو گا۔ دو چار روز میں اس کے متعلق جواب آ جائے گا اس وقت حال معلوم ہو گا۔ میں نے ایک غزل راہ میں لکھی تھی۔ اس کی نقل تم کو بھیجتا ہوں:

سر یہ حاضر ہے جو ارشاد ہو مر جانے کو　　　　کون ٹالے گا بھلا آپ کے فرمانے کو

دانشِ بجنت ہے بے دانشیٔ شوق کا نام　　　　لوگ دیوانہ نہ سمجھیں تیرے دیوانے کو

بھول جاؤں میں انھیں ہو نہیں سکتا ناصح　　　　آگ لگ جائیو ظالم تیرے سمجھانے کو

دیکھ لیں شمع کو تاثیرِ وفا کے منکر　　　　جل بجھی خود بھی جلایا تھا جو پروانے کو

ہو کے سیراب کرم دل سے دعا دوں ساقی　　　　ایک بار اور بھی بھر دے مرے پیمانے کو

فرقتِ یار میں گھنگھور اٹھی ہے جو گھٹا　　　　اشکِ خوں آنکھ بھی آمادہ ہے برسانے کو

روح کہتی ہے مری جاں ہے وہ نورِ جلال — کردیا جنتِ مستور مرے کاشانے کو
برزن کا قول مجھے یاد ہے اب تک حسرت — زندگی کہتے ہیں دنیا سے گزر جانے کو

(۹)

۴ مئی ۱۹۱۶ء از علی گڑھ ۶۸۶

بہ عالی خدمت جناب حضرت صاحب قبلہ مدظلہ العالی

تسلیم فدویانہ قبول کیجئے۔ ۲۹ اپریل کو میں نے ایک عریضہ آپ کے خدمت میں روانہ کیا تھا۔ مگر اب تک اس کے جواب سے محروم ہوں۔ خیال ہوتا ہے کہ شاید نہیں پہونچا۔ انتظار ہے۔

حسرت کے پاس سے پرسوں خط آیا تھا۔ سلام کے بعد آپ کو (ابوالکلام کو) لکھا ہے کہ آپ صاحبوں کے خطوط پہونچے لیکن افسوس ہے کہ یہ مشورہ آپ دونوں صاحبوں کا غلط ہے۔ کیونکہ قرآن صاف کہتا ہے (آل عمران پارہ ۴)
فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ۔

(تازہ غزل حسرت موہانی نوشتہ ۲ اپریل ۱۹۱۶ء مقام للت پور)

ڈرے کیا قہرِ دشمن سے بھلا دل — قوی ہے وعدۂ حق سے مرا دل
سہارا کیا نہیں کافی تمہارا — نہ ڈھونڈھے اب کسی کا آسرا دل
لگادو آگ عذرِ مصلحت کو — کہ ہے بیزار اس شے سے مرا دل
لڑا کر آنکھ اس جانِ جہاں سے — نہ ہوگا اب کسی سے آشنا دل
مٹے افکارِ گوناگوں کے جھگڑے — ترے غم کو نہ دے کیوں کر دعا دل
ترے دردِ محبت کی بدولت — ہوا ہے منزلِ صدق و صفا دل
بڑی درگاہ کا سائل ہوں حسرت — بڑی امید ہے میری، بڑا دل

ولہ

قوی دل، شادماں دل، باصفا دل — ترے عاشق نے بھی پایا ہے کیا دل!
جفا کاری ہے تسلیم ستم بھی — نہ ہوگا تابعِ جور و جفا دل
غلط ہے قولِ عقلِ مصلحت کوش — نہ اس جانب کرے گا اعتنا دل
نہ مانوں گا نصیحت میں کسی کی — کہ ناصح سب سے بہتر ہے مرا دل
توانائے صداقت ہے تو حسرت — نہ ہوگا پیروِ باطل ترا دل

ولہ دیگر

.. ..

.. ..

.. ..

یہ غزل حسرت نے آپ کی خدمت میں ارسال کرنے کو لکھا ہے۔

حسرت ابھی اسی حالت سے ہیں۔ گورنمنٹ کے دیئے ہوئے مکان میں رہنے سے انکار کر دیا ہے۔ دن کو کسی اور مکان میں اور شب کو مسجد میں سوتے ہیں۔ دیکھیئے کیا حکم آتا ہے؟

اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کے ساتھ کبھی برائی نہ کرے گا۔ اس کا وعدہ سچا ہے وہ ہم مسلمانوں کے ساتھ ضرور بھلائی کرے گا اور مدد کرے گا۔ خدا ہم مسلمانوں کو احکام الٰہی بجا لانے کی نیک توفیق عطا فرمائے۔

اور مفصل حالات بعد کو عرض کروں گی۔ آپ کے پاس سے جواب نہیں آیا۔ اس لئے اندیشہ ہے کہ شاید آپ کو میرا خط نہیں پہونچا۔ انتظار ہے۔ دعا فرمائے خدا حسرت کی تکلیف رفع فرمائے آمین۔ فقط

خاکسار والدہ نعیمہ

جواب حضرت مولٰنا عبد الباری صاحبؒ

تمہارے خط کا جواب فوراً دیتا ہوں۔ معلوم نہیں کس خط کا جواب نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ فضل الحسن کو صراط مستقیم پر مستقل رکھے۔ اس سے بڑھ کے ہماری کوئی اور تمنا اپنے بھائی کے لئے نہیں ہو سکتی ہے۔ میں نے خود ارادہ کر لیا ہے کہ جیسا مشہور ہے سفر اجمیر شریف میں میری بھی نظر بندی ہو گی میں احرام باندھوں گا اور مکہ مکرمہ کا ارادہ کروں گا۔ گھر سے ہجرت کی نیت ہو گی۔ اور خدا کے دشمنوں سے عداوت کا استحکام ہو جاوے گا۔ باوجود اس کے مولوی فضل الحسن میرے مشورہ کو پھر کہہ دیجئے کہ خدا کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کریں ہم کو "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" کو ملحوظ رکھنا چاہیئے اور حضور کا ایسر الامور کو اختیار کرنا متواتر ہے۔ اعلاء کلمۃ اللہ مدنظر ہو تو ہر کام آسان ہے اور اہانت مسلم اگر یقینی ہو تو ہرگز عجلت نہ کرنا چاہیے۔ ہمارا مشورہ بالکل صحیح ہے اور مولوی فضل الحسن نے "فما وھنوا" کے اوپر غور نہیں کیا۔ "وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر" بہ معیت امام عادل کے اور وہ جمعیت اہلِ اسلام کے لئے تقویت کا باعث ہے۔ جس پر بھروسہ کیا جانا ضروری ہے اور بدقسمتی سے ابھی ہم دونوں سے محروم ہیں۔ تجاوز حدود اللہ میں غیرت نہیں ہے تاہم خدا سے اپنے اور ان کے اور آپ کے لئے دعا استقامت کی کرتا ہوں۔

(۱۰)

۳ رجب یکشنبہ | ۵۰۶ | ۵ مئی ۱۹ء

بہ عالی خدمت جناب حضرت صاحب قبلہ مدظلہ العالی

تسلیم فدویانہ قبول کیجئے۔ افسوس آج آپ کا نوازش نامہ میرے لئے مزید رنج کا باعث ہوا۔ خداوند تعالیٰ آپ بزرگوں

پر اور ہم غریبوں پر اپنی رحمت کی نظر رکھے اور مدد کیجئے۔ اب اسی کا سہارا اور اسی پر بھروسہ ہے۔ آپ سے کچھ عرض معروض کر کے طبیعت ہلکی ہو جاتی ہے۔ سو افسوس! آج کی وحشت اثر خبر سے رہی سہی امید وہ بھی جاتی رہی۔ خدا آپ سب کو اپنے امن و اماں میں رکھے اور بامراد کرے۔ حسرت کا کل خط آیا لکھا تھا کہ آپ کو بھی خط لکھ رہا ہوں کہ ایک حکم اور آیا نظر بندی کے متعلق کہ ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا جائے گا۔ مگر اسی حکم کے دیکھنے سے معلوم ہؤا کہ اس قسم کے وظائف سرکاری مدِ خیرات سے دیئے جاتے ہیں۔ محمد علی صاحب و شوکت علی صاحب کو جو وظیفہ ملتا ہے وہ بھی اسی مد سے ملتا ہے انہوں نے اسے منظور کر لیا۔ کیونکہ وہ منظور کر سکتے تھے مگر میں نہیں کر سکتا تھا کیوں کہ سادات کے لئے مدِ خیرات یا مدِ زکوٰۃ سے قبول کرنا حرام ہے۔ چناں چہ میں نے اسی حکم پہ یہی لکھ کر واپس کر دیا کہ قواعدِ مذہب کی رو سے میں کسی قسم کا وظیفہ نہیں لے سکتا۔

آج بھی خط آیا۔ لکھا ہے کہ میں نے اپنے خرچ سے ایک تار بھی دیا اور دو درخواستیں بھیجیں کسی کا اب تک جواب نہیں آیا آج یعنی ۵ مئی کو میں نے مجسٹریٹ للت پور کو لکھا ہے کہ (کل شام تک یعنے ۶ مئی تک مجھے جواب تار کے ذریعہ منگوا دیجیے۔ ورنہ میں شام تک للت پور سے چلا جاؤں گا) چنانچہ حدود کے باہر وہ شاید مجسٹریٹ کے حکم سے گرفتار کر لئے جائیں اور غالباً مقدمہ چلایا جائے یا دیکھئے کیا ہو۔ وہاں خدانخواستہ ہیضہ ہے اس لئے اور بھی طبیعت پریشان ہے خدا اپنی حفاظت میں رکھے۔

آپ کا قصد کب تک اجمیر شریف کی روانگی کا ہے۔ میں نے ۲۹ اپریل کو ایک طویل خط یعنی حسرت کے خطوط کی مفصل نقل اور آیتوں کی نقل۔ اور دیگر حالات اس کا جواب مجھے نہیں ملا۔ خیر خدا مالک ہے میں آج پھر حسرت کو خط لکھ رہی ہوں معلوم نہیں ان کو ملتا بھی ہے یا نہیں۔ اور معلوم نہیں انہوں نے اور کیا کارروائی کی ہو۔ خدا حافظ ہے مددگار ہے اور کیا کہوں۔ یہاں خیریت ہے اور بالکل سناٹا ہے۔ کچھ حال نہیں معلوم ہوتا سخت طبیعت پریشان رہتی ہے۔ وہاں کے اطراف کا حال معلوم ہوتا۔ اُمید ہے کہ مزید حالات سے بھی اطلاع دیجئے گا۔ خدا سے امید ہے کہ اپنے فضل و کرم سے ہمیں ہر بلا اور ہر مصیبت سے امان میں رکھے گا۔ وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین۔

محمد علی صاحب و شوکت صاحب کا بھی خط آیا وہ بھی غریب کیا کر سکتے ہیں۔ ابوالکلام کا بھی آیا ہے۔ دعا کیجیے خدا اپنے مسلمان بندوں کو نیک ہدایت دے۔ اور ہمت اور استقلال عطا فرمائے۔ فقط

خاکسار والدہ نعیمہ

(۱۱)

۴۸۲

۳۰ مئی سنہ از علی گڈھ، دفتر اردوئے معلی

بہ عالی خدمت حضرت صاحب قبلہ مدظلہ العالی! تسلیم فدویانہ قبول کیجیے اخبارات سے خصوصاً ۸ شعبان کے "ہمدم" سے آپ کو حسرت کے واقعات رہائی سے اطلاع ہو گئی ہوگی۔ جیل سے رہائی پہ نظر بندی کا حکم تو نہیں دیا گیا لیکن چونکہ کچھ شرطیں ابھی اور باقی تھیں اس لئے ان کے فیصلے تک حسرت علی گڈھ نہ آئیں گے ضلع میرٹھ ہی میں رہیں گے۔ مگر اپنی خوشی سے۔ الحمد للہ کہ

اب تک تو حسرت کی مرضی کے مطابق کارروائی ہوئی یعنی ۲۱ کو جو تار حسرت کی طرف سے گورنمنٹ کو دیا گیا تھا کہ اگر نظر بندی کا نوٹس حسرت کو دیا گیا تو پھر اس سے انکار کریں گے اس لئے بہتر ہے کہ نہ دیا جائے وغیرہ وغیرہ چنانچہ گورنمنٹ نے حسرت کو جواب دیا کہ "نوٹس نظر بندی منسوخ کر دیا گیا" اور دوسرا مرحلہ علی گڑھ آنے کا باقی ہے۔ دیکھئے میموریل وغیرہ بھیجنے کا انتظام ہوتا ہے اب جو مرضی خدا کی ہو۔ اگر علی گڑھ نہ بھیجا تو وہی پہلی کی سی صورت پھر قائم یعنے مقدمہ ہوگا اور اس کا نتیجہ پھر کیا ہو خدا کو معلوم۔ مجھے میموریل وغیرہ کا انتظام تا۔ وغیرہ بھجانا اور پھر شبرات کے سبب جلد مکان واپس ہونا تھا اس لئے صرف حسرت کے پاس کھکور جو میرٹھ سے ۱۸ میل دور ہے صرف ۲۲ مئی کو دن بھر اور رات بھر رہ کر ۲۳ کی صبح کو واپس ہو گئی۔ حسرت کمزور بے حد ہو گئے ہیں اب ان کا وزن ۱۱۲ پونڈ رہ گیا ہو۔ شروع میں ۱۵۵ پونڈ تھا۔ اللہ تعالے رحم فرمائے۔ دعا فرمائیے کہ جلد خیریت کے ساتھ علی گڑھ لائے۔ امید ہے حضرت کا مزاج عالی بخیر ہوگا۔ باقی خیریت ہے۔

خاکسار فدویہ والدۂ نعیمہ

(۱۱)

۷۸۶

۵ جون ۱۹۱۶ء از علی گڑھ

حضرت صاحب قبلہ دام اقبالہٗ

تسلیم فدویانہ کے بعد عرض یہ ہے کہ کل ایک کارڈ روانہ خدمت کر چکی ہوں۔ ملاحظے سے گذرا ہوگا۔ خواجہ مجید صاحب نے ایک مدت سے یہ امید رکھ کر کل میرے دریافت کرنے پر صاف جواب دے دیا کہ "مناسب یہی ہے کہ آپ مجھ سے کوئی خدمت نہ لیں"۔ نیز آپ کے سوا مجھے اس وقت یہاں تو کوئی نظر نہیں آتا جو اس ایک معمولی سے کام کو بھی کر دے گا۔ آپ میرے خصوص حسرت کے حال پر مہربانی فرما کر جناب شیخ شاہد حسین صاحب بیرسٹر کو میری اور حسرت کی جانب سے یہ درخواست کیجئے کہ آپ از راہ کرم تکلیف فرما کر جس قدر جلد ہو سکے حسرت کی طرف سے ایک میموریل انگریزی میں تیار کر کے جس کا مسودہ مختصر میں نے دوسرے صفحے پہ لکھ دیا ہے لفٹنٹ گورنر کو روانہ فرما دیجئے (اس کے متعلق جو صرف ہے وہ میں دینے کے لئے حاضر ہوں) اور میرا میموریل بھی انگریزی میں ترجمہ کر کے لفٹنٹ گورنر کے پاس اور اگر مناسب ہو تو ایک کاپی وائسرائے کے پاس بھی بھیج دیں۔ اس میں اور دو ایک باتوں کا اضافہ کر دیجئے گا۔

(۱۲)

۲۳ فروری ۱۹۱۷ء از علی گڑھ دفتر اردوئے معلّٰی

مخدومی مولٰنا حضرت صاحب قبلہ مدظلہ العالی

تسلیم بعد تعظیم عرض یہ ہے کہ عرصہ ہوا میں نے جناب قطب میاں صاحب کے نام عریضہ بدیں وجہ دریافت خیریت مزاج عالی ارسال کیا تھا۔ انتظار رہا۔ مگر جواب سے ہنوز محروم رہی۔ امید ہے بفضلہ تعالیٰ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ اور امید ہے کہ اب

اس عریضے کی رسید اور صحتِ مزاج سے مطلع کی جاؤں گی۔

تازہ واقعہ یہ ہے کہ حسرت کا جیل میرٹھ سے آج حسبِ ذیل (خط) آیا:

"کہ آج ۱۱ بجے دن کے قریب سپرنٹنڈنٹ پولیس میرٹھ ایک اور انگریز کے ساتھ آئے اور کہا کہ گورنمنٹ تم کو رہا کرنا چاہتی ہے مگر اس شرط پر کہ مقام کھٹور ضلع میرٹھ کے کسی بنگلے میں جو لب سڑک ہے، نظربندی کے جملہ قیود کے ساتھ رہنا منظور کرو۔ اُن قیود کی ایک نقل بھی مجھ کو دی۔ گاڑی بھی ہمراہ لائے تھے کہ اگر میں چاہوں تو اُسی پر کھٹور چلا جاؤں۔ مگر میں نے اس کو منظور نہ کیا۔ اور انگریزی میں ایک تحریر لکھ کر واپس کر دی جس کی نقل بغرضِ اطلاع روانہ کرتا ہوں۔

میری یہ تحریر غالباً گورنمنٹ کے پاس روانہ کی جائے گی۔ دیکھیے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ بظاہر کچھ امید نہیں معلوم ہوتی بلکہ اندیشہ ہے کہ کہیں دوبارہ عدولِ حکمی کا مقدمہ نہ قایم کیا جائے۔ خیر جو کچھ ہو۔ میں نے تو اب اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا ہے۔ تم بھی صبر کرو (اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ)

مولوی عبدالباری صاحب قبلہ کو خط لکھنا تو میرا سلام اور سب حال لکھ دینا اور لکھ دینا کہ میں نے اس موقع پر جو طرزِ عمل اختیار کیا ہے اُس میں میری خود رائی یا ضد کو ذرا بھی دخل نہیں ہے۔ بلکہ بقولِ حافظؒ ؎

بارہا گفتہ ام و بارِ دگر می گویم ۔۔۔ کہ منِ دل شدہ ایں رہ نہ زخود می پویم

انگریزی تحریرِ حسرت کی نقل یہ ہے جو ۲۰ کو لکھی تھی:

میں اب بھی اپنے ۱۹۱۶ء کے اعلان پر ثابت قدم ہوں۔ اور میرا ضمیر اب بھی مجھے قانونِ تحفظ ہند کے کسی حکم کی پابندی کی اجازت نہیں دیتا۔ درآں حالیکہ وہ مجھے کسی نامعلوم اور نامحدود جرم کے لئے سزا دینے کا جویاں ہے جس کی بابت مجھے یقین ہے کہ میں نے نہیں کیا۔ اور یہ کہ وہ مجھ کو حفاظت اور بریت کی کوشش کا بھی موقع نہیں دیتا۔ بہرحال میں یہ کہنا پسند کروں گا کہ اگر میری رہائی بغیر کسی شرط کے ہو گی تو میں جو کچھ گورنمنٹ مجھ سے کرانا چاہے یا محض افسروں کے وہمی شکوک کو رفع کرنے کے لیے نہ کرانا چاہے میں کہنے کے لیے بخوشی تیار ہوں۔

سید فضل الحسن حسرت

۲۰ فروری ۱۹۱۷ء ڈسٹرکٹ جیل میرٹھ

دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ آج ایڈیٹر "ہندوستانی" کا کل کا خط آیا جس میں اُنہوں نے لکھا ہے کہ مرزا سمیع اللہ بیگ صاحب نے مسٹن سے مل کر خاص طور پر حسرت کی رہائی کا ذکر کیا۔ جس پر مسٹن نے وعدہ کیا کہ اب بقیہ قید مولانا کی مسترد کر دی جائے گی اور علی گڈھ میں رہنے کی اجازت دی جائے گی اگرچہ نگرانی رہے گی۔ اور مکان بھی علی گڈھ میں رہنے کے لیے تجویز ہو رہا ہے۔

وغیرہ وغیرہ - مگر واقعات موجودہ تو اس کے خلاف ثابت ہو رہے ہیں -

---

دعا فرمائیے کہ حسرت کو علی گڈھ میں رہنے کی اجازت مل جائے - میرٹھ آتے وقت آپ سے حسن اتفاق سے حسرت سے ملاقات وغیرہ کا بھی (حال) حسرت کے خط سے معلوم ہو کر اطمینانِ قلب حاصل ہوا تھا - اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے - نعیمہ بادب تسلیم گذار ہے -

جناب قطب میاں صاحب کی خدمت میں تسلیم - منتظرِ خیریتِ مزاج ——

خاکسار فدویہ والدۂ نعیمہ

(۱۳)

۰۸۶

۲۱ جون ۱۹۱۹ء از علی گڈھ دفتر اردوئے معلیٰ

حضرت صاحب قبلہ تسلیم فدویانہ قبول کیجیے - آج حسرت کا جھانسی سے خط آیا غزلیات اور منجملہ اور باتوں کے آپ کے متعلق بھی یہ عرض ہے کہ "مولوی عبدالباری صاحب کو جس روز یہ خط پہونچے اسی دن خط لکھنا اور مندرجہ ذیل مخمس اور غزل لکھ بھیجنا کہ اس بار میں عرس میں حاضری سے معذور رہوں اس لیے یہ غزل بطور نذر حاضر کرتا ہوں میری جانب سے درگاہ شریف میں بعد فاتحہ یہ غزل پیش کر دی جائے -

(تخمیس حسرت موہانی بر غزل حضرت امیر خسرو علیہ الرحمہ)   از جھانسی جیل

اے وجہِ سرورِ بادہ نوشاں   وے باعثِ نازِ دلق پوشاں
اے موجبِ حیرتِ خموشاں   اے میرِ ہمہ شکر فروشاں
توبہ شکنِ صلاح کوشاں

کہیئے جسے لطفِ اتفاقی   اس سے بھی نہ ہم ہوئے ملاقی
بدلی نہ وہ حالتِ فراقی   عشاق ز دستِ چون تو ساقی
خوں نابہ بہ جائے بادہ نوشاں

کرتا ہے کوئی تری شکایت   کوئی ترے لطف کی روایت
یعنے یہ شکایت و حکایت   از توسخنِ بہ ہر ولایت
خسروؔ بہ ولایتِ خموشاں

غزل حسرت موہانی جیل جھانسی

۱- تا قیامت رہے قائم مرے سرکار کا باغ   وہ جسے کہتے ہیں سب حضرتِ انوار کا باغ

۲۔ خاص آرام گہِ حضرتِ وہّابِ شہید — شاہِ رزّاق کا، والیٔ شہر ابرار کا باغ

۳۔ در و دیوار سے یاں جلوۂ حق ہے پیدا — ہے بجا خلق میں مشہور یہ انوار کا باغ

۴۔ مے عرفاں کی گلی رہتی ہے ہر وقت سبیل — جائے رحمت ہے یہ منزل قدح خوار کا باغ

۵۔ ثمرِ دیں ہیں یہاں یا شجرِ طیّبِ عشق — باغ بھی کون ہے یہ نور کے اشجار کا باغ

۶۔ اہلِ دل کہتے ہیں سرگروہِ عشاق جسے[1] — عاشقو ہے یہ اسی قافلہ سالار کا باغ

ہدیہ حسنِ عقیدت ہیں یہ گل ہائے خلوص

نذرِ رزاق ہے حسرت ترے اشجار کا باغ

میں نے کل ایک عریضہ ارسال خدمت کیا ہے۔ عرض کیا ہے کہ اپیل حسرت نے خود ہی بذریعہ سپرنٹنڈنٹ جیل دائر کردی پہلی جولائی کو پیشی مقرر ہے۔ خاموش نہیں رہا جاتا چوں کہ فطرت انسانی انقلاب پسند واقع ہوئی ہے اس لئے کوشش کچھ نہ کچھ ہوتی ہی رہے گی۔ باقی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ تو ہئی ہے۔ جو اس کی مرضی ہوگی وہ ہو کے رہے گا۔

آپ نے حسرت کی اس سے قبل کی غزل اور مخمّس "انتظامیہ" کو بھیج دی ہوگی؟

باقی خیریت زیادہ ادب، فدویہ نعیمہ بادب تسلیم گزار ہے۔ فقط

خاکسار والدہ نعیمہ

تخمیس حسرت موہانی بر غزل حافظ

وہ رنگیں گلِ گلشنِ رہ نمائی — وہ سرمایۂ نازشِ مقتدائی

وہ زیبندۂ مسندِ مصطفائی — سلامے چو بوئے خوشِ آشنائی

بداں مردمِ دیدۂ روشنائی

بہ درگاہِ آں دل بہ دلِ ربایاں — جز یں ہیچ ناید زما بے نوایاں

دعائے چو حسنِ تمنائے مایاں — درودے چو نورِ دل پارسایاں

بداں شمع خلوت گہ پارسائی

خبردار اے مے کشِ ناشکیبا — نہ کرنا کہیں ترک مے کا ارادا

بر آنے کو ہے تیرے دل کی تمنا — ز کوئے مغاں رو مگرداں کہ آں جا

فروشند مفتاحِ مشکل کشائی

رہا کیوں نہ فرمانِ حق کا میں تابع — ہوئی خدمتِ غیر میں عمر ضائع

---

[1] یعنی پیشوائے عشاق، بقول قادرِ عل الاطلاق حضرت مولانا شاہ عبدالرزاق فرنگی محل قدس سرہٗ

معتبر ہے وہ سمجھے ہیں سب جس کو نافع — مرا گر تو بگذاری اے نفسِ طامع
بہ بادشاہی کنم در گدائی

رہِ حق میں پہونچے نہ تجھ کو اذیت — نہ ہو اس سے ہرگز تری پست ہمت
رہے یاد حافظ کی ہر دم نصیحت — کہی حسرت از جور گردوں شکایت
چہ دانی تو اے بندہ کارِ خدائی

وقفِ حق ہے یہیں مرید مراد — مقصدِ عاشقانِ پاک نژاد
دلِ پس ماندگاں نہ ہو ناشاد — چل رہی ہے ہنوز باد مراد
نہ تھا حسن کا تغافلِ ناز — نہ ملی میرے صبرِ عشق کی داد
ان کی بھی میرے حالِ دل پہ نظر — اور میں اُن کے حال پر تھا شاد
بڑھ گیا راہِ عاشقی میں جنوں — رہ گئے صاحبانِ پست و کشاد
کچھ نہیں ہے تری رضا کے سوا — خواہشِ عاشقِ خجستہ نہاد
اصل اصلاح ہے وہی حسرت
جس کو سمجھے ہیں اہلِ جور فساد

(۱۴)

۲۴ جون ۱۹۱۶ء از علی گڑھ — دفتر اُردوئے معلّٰی

حضرت صاحب قبلہ تسلیم فدویانہ قبول فرمائیے۔ آج آپ کا عنایت نامہ ملا باعثِ تسلی ہوا۔ اب آپ شاہ حسین صاحب کا یا اور کسی بیرسٹر کا خیال نہ فرمائیے جانے دیجئے۔ سب لوگ بے وجہ حد درجہ خائف ہیں اور یہی ہمارے ہلاکت کے نشاں ہیں۔ خدا رحم فرمائے۔ ۱۲ مئی کو حسرت کا خط جیل سے آیا تھا۔ من جملہ اور بہت سی غزلوں کے ایک غزل حضرت مولانا مرشدنا عبدالرزاق صاحب فرنگی محلی قدس سرہ العزیز کی شان میں لکھ کر درگاہ شریف کے نذر کرنے کو آپ کی خدمت میں بھیجنے کو لکھا تھا۔ چنانچہ میں نے آپ کی خدمت میں روانہ کر دی اور ایک مخمس حسرت بر غزل حضرت امیر خسرو بھی نقل ہے۔ کل وہ عریضہ آپ کو مل گیا ہوگا۔ امید ہے رسید سے مطلع کیجیے گا۔ آج حسرت کا اور خط جیل سے آیا لکھا ہے کہ میں نے اس کی بھی درخواست دی تھی کہ عدالت میں، میں خود پیروی کر سکوں تاکہ میرے وکیل کو مجھ سے مدد پہونچے وغیرہ۔ یہ درخواست منظور ہو گئی۔ اب اگر ظہور احمد صاحب بیرسٹر الٰہ آباد چلے جائیں گے تو اچھا ہے۔ زادِ راہ بھیج دیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے وعدہ کیا تھا پیشی میں جانے کا۔ ورنہ وہ خود پیروی مقدمہ کریں گے۔ ممکن ہے کوئی وکیل جھانسی کا بھی ہو جائے۔

میں نے ایک تار ابوالکلام کو دیا تھا انھوں نے کلکتہ سے کسی بیرسٹر کو سو روپے فیس وغیرہ کے دے کر جھانسی بھیج دیا ہے

خط لکھا ہے۔ اگر پہلی جولائی تک وہ بیرسٹر وہاں مقیم رہ کر پیروی مقدمہ کریں تو اچھا ہے (روپیہ) میں نے (محض) احتیاطاً رودلی شریف سے سید افضال حسین صاحب کو جھانسی حسرت کے پاس بھیج دیا تھا ۱۵ جون کو تاکہ ۲۲ جون تک وہاں اپیل دائر کرنے کا کوئی انتظام کریں۔ چناں چہ ان سے غالباً حسرت کو کچھ مدد ملے گی۔ باقی اللہ مددگار ہے۔ تخمیس اور غزل حسب ارشاد دوبارہ ارسال خدمت ہے۔ ایڈیٹر صاحب "انتظامیہ" کو بھجوا دیجیے گا۔ اور کیا عرض کروں۔ فقط

خاکسار فدویہ اہلیہ حسرت موہانی

وہ نرگسیں گل گلشن رہ نمائی

وقف حق ہے یہیں مرید مراد الخ

(۱۵)

۶۸۹

۲۷ جون ۱۹۱۶ء از علی گڑھ دفتر اردوئے معلی

حضرت صاحب قبلہ! تسلیم فدویانہ قبول کیجیے

آپ کے دو عنایت نامے مجھے ملے۔ کیفیت معلوم ہوئی۔ چونکہ آپ نے حسرت کو شاہد حسین صاحب کے پیروی کے لئے تحریر فرمایا ہے۔ اس لئے اسی امید پر آپ کو بار بار تکلیف دینے کی ضرورت پیش آئی۔ اور حسرت نے کچھ زائد لکھا بھی نہیں تھا البتہ میری ذاتی کوشش تھی کہ اگر وہ جا کے اپیل دائر کر دیتے تو بہتر تھا۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ تو مبنیٔ ہے۔ ان کے دوستوں کو حسرت سے شکایت ناحق ہے وہ غریب تو اب جیل میں ہیں۔ کسی سے کچھ کہتے سنتے نہیں جس کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا اس کا مددگار اللہ تعالیٰ تو ہوتا ہی ہے۔ چنانچہ میں نے کوئی کوشش کی یا نہ کی خدا کے فضل و کرم سے حسرت کی اپیل بغیر کسی وکیل، بیرسٹر کے منظور ہو گئی اور پیشی پہلی جولائی کو مقرر ہے اگر کوئی پیشی کے دن گیا تو گیا ورنہ جہاں اب تک خود ہی سب کچھ کیا کرایا ہے یہ بھی مرحلہ طے کر لیں گے خواہ نتیجہ کچھ ہی ہو۔ آپ نے غالباً غزلیں "انتظامیہ" کو بھیج دی ہوں گی۔ "انتظامیہ" کل میرے نام آیا۔ میں نے کل ہی حسرت کو بھیج دیا ہے۔ میری جانب سے ان کو شکریہ!

اور کیا عرض کروں، باقی ادب! نعیمہ تسلیم گزار ہے فقط۔

خادمہ والدہ نعیمہ

(۱۶)

۶۸۶

۱۹۱۶ء از علی گڑھ دفتر اردوئے معلی

بہ عالی خدمت جناب حضرت صاحب قبلہ مدظلہ العالی۔ تسلیم فدویانہ قبول کیجیے۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ ایک زمانے سے کچھ تو اپنی علالت کے سبب اور کچھ عدیم الفرصتی کے باعث نوبت تحریر نہ آئی اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے جناب کا مزاج بخیر ہوگا۔

کل حسرت کا جیل سے خط آیا۔ آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے۔ وہ اپنے حال میں خوش ہیں۔ دعا فرمائیے کہ با عافیت رہیں، جہاں کہیں رہیں۔

غزل مندرجہ بالا آپ شہید صاحب کو اکتوبر نمبر "انتظامیہ" کے لئے مرحمت فرمائیے اور میں نے ۲۷ ستمبر کو ایک غزل "عرش پہ ہے مزاج" ان کو روانہ کی ہے۔ آپ شہید صاحب سے فرما دیجیے۔ اور کیا عرض کروں۔ حسرت کے حالات بدستور ہیں۔

امید ہے جناب خیریت مزاج سے مجھ خاکسار کو مطلع فرمائیں گے۔ فقط

خاکسار اہلیہ حسرت موہانی

فدویہ نعیمہ با دب تسلیم گزار ہے۔

غزل تازہ حسرت موہانی برائے انتظامیہ اکتوبر نمبر ۱۹۱۶ء:

دستگیری کا طلب گار ہوں شیئاً للہ　　میرِ بغداد میں ناچار ہوں شیئاً للہ

حالِ دل شرم سے اب تک نہ کہا تھا لیکن　　آج میں درپئے اظہار ہوں شیئاً للہ

کرمِ خاص کے لائق تو نہیں ہیں پھر بھی　　آپ کا غاشیہ بردار ہوں شیئاً للہ

آپ ہی سنیے کہ اب اور کہوں میں کس سے　　بستۂ دامنِ سرکار ہوں شیئاً للہ

مجھ سے اب دین کی پستی نہیں دیکھی جاتی　　غلبۂ کفر سے بیزار ہوں شیئاً للہ

پائے رفتن ہے نہ ہے ہند میں جائے رفتن　　سخت مشکل میں گرفتار ہوں شیئاً للہ

جلوۂ پاک نظر آئے تو بر آئے مراد　　تشنۂ شربتِ دیدار ہوں شیئاً للہ

کیا کروں میری دعا بھی تو نہیں ہے مقبول　　میں کہ اک فردِ گنہگار ہوں شیئاً للہ

غوثِ اعظم سے جو مانگو گے ملے گا حسرت
بس کہو حاضرِ دربار ہوں شیئاً للہ

(۱۷)

۲۹ نومبر ۱۹۱۶ء از علی گڈھ　　　　۷۸۶

بہ عالی خدمت حضرت صاحب قبلہ مدظلہ العالے

تسلیم فدویانہ کے بعد عرض یہ ہے کہ کئی روز سے ارادہ کر رہی ہوں کہ عریضہ لکھوں مگر علالت طبع اور (پریشانیاں) مانع رہیں۔ مختصراً عرض ہے کہ میں پھر دوبارہ ۷ نومبر کو آگرہ گئی اور میرٹھ ریل (وہاں سے) روانہ کرایا اور ۷ محرم کو دفعتاً جیل الٰہ آباد میں جیلر نے حسرت کے ساتھ خلاف قاعدہ سختیاں کیں۔ یعنے ان کا سامان ضروری لوٹا، جوتا، وغیرہ وغیرہ زبردستی لے گیا۔ قواعد جیل بھی حسرت نے دیکھا ہے جس کی رو سے جھانسی جیل میں اور اب تک الٰہ آباد میں جن چیزوں کے رکھنے کے مجاز تھے مگر جیلر نے صاف کہہ دیا کہ میں سختی کرنے پر مجبور ہوں کیوں کہ شاید خفیہ پولیس رپورٹ کر دے کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے مسلمان

قیدی کے ساتھ کوئی رعایت کی تو میری نوکری جاتی رہے گی۔ حالاں کہ اس نے کوئی رعایت بجز سختی کے نہ کی تھی۔ کھانا بھی وہی (جوار، باجرہ مٹی ملی ہوئی ترکاری) جو درد گردہ کی وجہ سے حسرت کے لئے سخت مضر ہے چناں چہ حسرت نے بھی عہد کر لیا کہ ۱ محرم سے جھگڑا شروع ہوا ہے اگر جیلر یزیدی پر آمادہ ہے تو میں بھی بحمد اللہ پیروی حسینؑ کے لئے اچھی طرح تیار ہوں نتیجہ خواہ کچھ ہو۔ اور روزہ رکھنا شروع کیا۔ برائے نام روزہ صحیح ہونے کے خیال سے پانی پیتے رہے۔ پانچ روز تک، ۱۱ محرم تک مطلق کچھ نہ کھایا۔ یہ واقعات مجھے ایک الہ آبادی صاحب سے معلوم ہوئے تھے۔

(میں نے جملہ حالات) بھی لکھوا کے بھجوا دیئے۔ جس کا جواب ابھی یہاں کو مل گیا کہ انگریزی میں میموریل دے دیا گیا۔ الہ آباد پہونچ کر جیل کے واقعات پر (سے پردہ اٹھے گا)

(۱۸)

۴۸۶

۱۸ مئی ۱۷ء ۲۶ رجب ۱۳۳۵ھ از علی گڑھ دفتر اردوئے معلیٰ

مخدومی و مطاعی مولانا حضرت صاحب قبلہ دام اقبالہٗ۔ تسلیم فدویانہ قبول کیجیے۔ عرصہ ہوا میں نے عریضہ ارسال خدمت کیا تھا جس کا دو ہفتے تک انتظار رہا۔ لیکن اب اکرام الحسن کے خط سے معلوم ہوا آپ اجمیر شریف تشریف لے گئے تھے۔ امید ہے مزاج بخیر ہوگا۔

حسرت بدستور جیل فیض آباد میں ہیں۔ مگر صحت کی خرابی کا سلسلہ نہیں دور ہوتا۔ دعا فرمائیے کہ وہ جہاں کہیں رہیں بہ عافیت رہیں۔ دشمنوں کے شر سے محفوظ رہیں۔ میں نے دہلی سے حکیم اجمل صاحب سے دوائی بھی بھجوائی جس کا استعمال کرتے ہیں مگر پیٹ کی خرابی کی تمام شکایتیں نہیں دور ہوتیں حالانکہ روزے بھی برابر اب تک رکھے جاتے ہیں میں نے کئی بار لکھا بھی کہ اب اس عہد کو ترک کر دو۔ گرمیاں ہیں، طبیعت اچھی نہیں۔ جواب یہ لکھا کہ تم کسی کو میرے روزے کا حال وغیرہ نہ لکھا کرو اور جس کو لکھا ہے ان کو بھی لکھ دو کہ کسی اور سے تذکرہ نہ کریں۔ تسخیر بغداد کا ماتم نہایت جگر سوز ہے۔ دیکھیے کب اس انقلاب کا دور ختم کرے (خدا) ہمارے مایوس دلوں کو شادمانی سے پر کرتا ہے۔

آج جناب مولانا سلامت اللہ صاحب کا مرسلہ عنایت نامہ ملا جس میں جناب الطاف الرحمان صاحب کی غزلیات حسرت کی غزل پر کہی ہوئی تھیں، خوب ہیں، قصیدہ بھی بہت خوب ہے۔ زخمی صاحب کی بھی غزل تھی۔ میں نے آج ہی حسب ارشاد سلامت اللہ صاحب حسرت کو جیل بھیج دیا۔ آپ مولانا سلامت اللہ صاحب سے فرما دیجئے گا۔

النظامیہ کا انتظار ہے۔ کیا اب تک شائع نہیں ہوا ہے۔ معلوم نہیں بغداد والی غزل بھی شائع ہو سکی یا نہیں اور اس سے پہلے جو نظم میں نے حسرت کی ارسال خدمت کی تھی وہ بھی درج ہوئی یا نہیں۔ میں نے جوابی خط اسی لئے لکھا تھا تاکہ اگر النظامیہ میں شائع نہ ہو سکے تو کسی اور پرچے کو بھیج دوں مگر اس کے جواب سے ہنوز محروم ہوں۔ محمد علی صاحب چنڈ داڑہ کی غزل پہلے (روانہ کر چکی ہوں)

کو یہ گذارش ہے کہ حسرت کی صحت کے لئے دعا فرمائیے۔ فقط منتظر خیریت خاکسار والدہ نعیمہ۔

(۱۹)

۴۲۶

۱۲ جون سنہ ۱۶ء از علی گڈھ، دفتر تذکرۃ الشعرا

حضرت صاحب قبلہ تسلیم فدویانہ قبول فرمائیے۔ آپ کا اس وقت تک باوجود سخت انتظار کوئی عنایت نامہ نہیں آیا۔ سخت انتشار ہے۔ ۵ جون کو رجسٹری شدہ ممبوریل بھیجا تھا معلوم نہیں کیا ہوا۔ آپ نے یقینی ہے روانہ فرمادیا ہوگا لیکن کوئی جواب نہیں مرحمت فرمایا دوسرا خط بھی ۹ جون کو لکھا ہے اس کا بھی جواب نہ وصول ہوا۔ میں امید کرتی ہوں کہ جلد جواب سے تفصیلی عنایت نامہ روانہ فرمایئے گا۔ آج الہ آباد سے ڈاکٹر تیج بہادر سپرو نے نقل کو مع اپنے بتائے ہوئے وجوہات اپیل مجھے واپس کر دیئے کہ آپ جلد کسی عزیز کو بھیج کر اپیل دائر کرا دیجئے۔ اب میں سخت پریشان ہوں کہ کیا کروں۔ الہ آباد میں ظہور احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لا نے روح الحسن بھائی سے پختہ وعدہ کیا تھا کہ پیروی کروں گا۔ ان کو بھی میں نے روزانہ خطوط لکھے کوئی جواب نہیں آیا۔ مجبوراً آج ناصر الحسن اپنے چھوٹے بھائی کو جو دوکان میں رہتے ہیں الہ آباد ظہور احمد کے پاس مع نقل وغیرہ بھیجا ہے۔ اگر وہ چلے گئے تو اچھا ہے ورنہ آپ ہی کا صرف آخری ایک سہارا باقی رہ جائے گا۔ لہٰذا آپ اس حالت میں میری مجبوریوں پر رحم فرما کر شاہد حسین صاحب یا کسی اور کے ذریعے اپیل جھانسی میں دائر کرا دیجئے۔ میں نے ناصر کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر الہ آباد سے ظہور احمد نہ جائیں تو آپ کے پاس مع کاغذات چلے جائیں آپ ناصر الحسن سے سب کاغذات لے کر بیرسٹر صاحب کو دے دیجئے اور جھانسی جلد بھجوا دیجئے گا۔ ناصر کو کچھ روپے اخراجات بیرسٹر کے زاد راہ وغیرہ کے لئے دیئے ہیں جو ضرورت ہو آپ ان سے لے لیجئے گا۔ جواب سے جلد سرفراز فرمائیے اور شاہد حسین صاحب کو اپیل کے لئے آمادہ رکھیئے۔ خدا بھلا کرے گا ان کا جو اس وقت ہمارا ساتھ دیں۔ دیوانِ حافظ بھی ناصر کو آپ کے دیکھنے کو دے رہا ہے آپ اس کو دیکھ کر واپس فرما دیجئے گا۔ فقط

(۲۰)

۴۸۶

۱۵ جون سنہ ۱۶ء یوم شنبہ از علی گڈھ

حضرت صاحب قبلہ تسلیم فدویانہ قبول کیجئے۔ میرے دو عریضے خدمت گرامی میں پہونچے ہوں گے۔ مگر افسوس ہے کہ کسی کا جواب نہیں مرحمت ہوا۔ معلوم نہیں کہ بیرسٹر صاحب نینی تال سے تشریف لائے یا نہیں۔ آج صبح کو ناصر الحسن الہ آباد سے واپس آئے۔ ظہور احمد بیرسٹر نے نقل تحریر مع وجوہات اپیل حسرت کے پاس ڈسٹرکٹ جیل جھانسی بھیج دی ہے کہ وہ وہاں اپیل دائر کرا دیں۔ اب حسرت غریب وہاں کیا کر سکتے ہیں ڈاکٹر اور بیرسٹروں کی رائے ہے کہ اپیل میں فیصلہ کلکٹر جھانسی کا منسوخ ہوگا اور پھر سے تحقیقات ہوگی آزادی ہوگی۔ غنیمت تھا۔ مگر افسوس ہے کہ کوئی وکیل، بیرسٹر جھانسی تک جانے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ کیسی مجبوری اور افسوس کا مقام ہے۔

بہ واپسی ڈاک مطلع کیجئے کہ شاہد حسین صاحب آئے یا نہیں۔ کب تک تشریف لائیں گے اور جھانسی جائیں گے یا نہیں۔ آپ کو خود ہی خیال ہوگا۔ میرے لکھنے کی ضرورت نہ تھی مگر طبیعت تنہائی کی وجہ سے پریشان ہے اور مدت اپیل کم رہ گئی ہے اس لئے

اور بھی انتشار ہے۔ دیکھئے حسرت اب کیا کرتے ہیں وہاں ڈاکٹر (؟) صاحب نے بھی جواب دے دیا کہ مجبور ہوں حالانکہ انہوں نے پہلے وعدہ کیا تھا۔ خیر۔ خواجہ مجید صاحب کا کوئی ہرج نہ تھا اگر اپیل دائر کر دینے کے لیے جھانسی جاتے۔ خیر کوئی ہماری مصیبت میں نہ شریک ہو (شاید) اللہ کی مرضی کچھ ایسی ہی ہے (مجبوراً) دو سال قید برداشت کریں گے کیا کیا جائے۔ ایک آپ کا اب سہارا باقی ہے دیکھئے کیا آپ کے پاس سے جواب آتا ہے۔ خدا کرے شاہد حسین آ گئے ہوں اور جھانسی ڈسٹرکٹ جیل بذریعہ کلکٹر یا جج جھانسی حسرت کے پاس چلے جائیں۔ فقط

(۲۱)

۴ر جون ۱۶ء از علی گڑھ

حضرت صاحب قبلہ تسلیم مزاج اقدس

کل جیل سے حسرت کا خط آیا۔

(۲۲)

از کانپور ۳۰ر شوال ۱۳۴۱ھ

بعالی خدمت جناب حضرت صاحب قبلہ مدظلہ العالی۔ تسلیم بعد تعظیم کے عرض یہ ہے کہ عرصہ ہوا خیریت معلوم ہوئی تھی اوس وقت خاص طور پر آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا تھا اور حسب ذیل غزل ارسال کرنے کی درخواست غالباً آپ عرس بانسہ شریف تشریف لے گئے ہوں گے۔

آپ ہمدم کو بشرطیکہ صحت کے ساتھ چھپے مرحمت فرما سکتے ہیں۔ خارجاً معلوم ہوا کہ غالباً مولانا کا اب حیدر آباد سندھ جیل میں تبادلہ کر دیا گیا۔ میں نے سپرنٹنڈنٹ بروداجیل سے دریافت کیا ہے۔ مگر جواب ندارد۔ خیر خدا مالک ہے۔ دعا فرمائیے بخیریت ہوں نجمہ سلمہا تسلیم گذار ہے۔

عبدالولی رضوان الحسن سلمہ بفضلہ بخیریت ہے۔ سرکاری مراسلہ جو حال میں شائع ہوا ہے وہ بالکل غلط ہے۔

اہلیہ حسرت موہانی

(۲۳)

۲۰ر جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ بنگلہ سیٹھ چھوٹانی پونا

بجناب عالی۔ تسلیم مزاج اقدس۔ گرامی نامہ ۱۳ر جمادی الثانی کا صادر ہوا خیریت مزاج و حالات معلوم کر کے اطمینان ہوا۔ مولانا کی تاکید ہے کہ جب تک میں نہ کہوں نہ جانا۔ دوسرا یہاں میں نے سیف الرسول (وارڈر) کی اپیل ہائی کورٹ میں وکیل بیرسٹروں کی رائے سے ۲۲ر دسمبر کو بمبئی ہائی کورٹ میں دائر کر دی ہے۔ ممکن ہے اوس پر دفعہ ۱۶۱ رشوت والی اڑا دی جائے تو مولانا کو بھی اس سے فائدہ ہوگا۔ رشوت کا قصہ بالکل لغو جھوٹ سراسر خلاف قاعدہ و قانون چلایا گیا ہے۔ ابھی تاریخ پیشی نہیں معلوم ہوئی غالباً ۶ر فروری کو ہوگی۔ اگر فیصلہ ٹھیک ہوا تو مجسٹریٹ کی صریح بے ایمانی کا راز کھل جائے گا۔ خیر۔ علاج برابر کر رہی ہوں میرے

مرض کے لئے بجائے کانپور کے پونہ کی پہاڑی آب و ہوا ڈاکٹروں کی رائے سے مفید ہے۔ دوسرے یہ بنگلہ بھی شہر سے دور اچھی جگہ واقع ہے۔ یہاں کے بہ نسبت صبح کے وقت طبیعت کسی قدر صاف رہتی ہے باقی جو خدا کی مرضی۔ اس میں کسی کا کیا دخل۔ علامانے سلام عرض کیا ہے اور جناب قطب میاں خاں کو خاص طور پر سلام لکھنے کی مجھے تاکید ہے۔ آپ یاد ان سے فرما دیجیے۔ اور اس مرتبہ بھی چند تازہ غزلیات بغرض ملاحظہ ارسال کرنے کی ہدایت کی ہے چنانچہ بعد ملاحظہ ملا ملا الناظر کے لئے ظفر الملک صاحب کے پاس نقل بھجوا دیجیے گا۔ اور صحیح چھپنے کی تاکید۔ اب تک مولانا کے ساتھ سپرنٹنڈنٹ جیل و جیلر کا برتاؤ نہایت سخت ہے بلکہ روزانہ کوئی نہ کوئی شرارت کرتا رہتا ہے۔ حال میں مزید بغوریت یہ کی ہے کہ برتن۔ آئینہ، سرمہ، قرآن شریف رکھنے کا تختہ تک کہ پانی کا گھڑا تک اٹھوا لیا ہے۔ پانی کی بھی قلت ہے۔ روٹی ایک صبح کو گیہوں کی ملتی ہے وہ بھی بند۔ جوار باجرہ مٹی ملی ہوئی ترکاری خراب ملتی ہے۔ سب سزائیں اس لئے روزانہ دی جاتی ہیں کہ کام کیوں نہیں کرتے مگر مولانا بھی اپنی دھن کے پکے ہیں ان کو کسی بات سے خوف نہیں برابر سے مقابلہ کرتے ہیں مگر مجھے کسی قدر تردد پیدا ہو گیا ہے جب سے مجھے معتبر ذرائع سے یہ معلوم ہوا کہ ایک سال سے زائد قید تنہائی اس پر مزید سختیاں اور لکھنا تو درکنار ہے پڑھنے کے لئے ایک کتاب بھی معمولی ان کو سنسر شدہ بھی جو گورنر کے دفتر سے واپس آئی ہیں سپرنٹنڈنٹ نہیں دیتا ان کے دماغ پر خراب اثر خدانخواستہ پڑنے لگا ہے۔ دعا فرمائیے کہ دماغی حالت صحیح رہے اور صحیح سلامت اللہ تعالیٰ ان کو ظالموں کے ظلم سے رہا کر دے۔

نعیمہ۔ رضوان الحسن سلمہ، عبدالسمیع بفضلہ بخیریت ہیں اور آداب گذار ہیں۔ امید ہے خیریت مزاج سے جلد اطلاع دیجیے گا۔ فقط۔

اہلیہ حسرت موہانی

(۲۴)

۲۹ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ از پونا

جناب حضرت صاحب قبلہ مدظلہ العالی تسلیم۔ مزاج شریف۔ ایک عریضہ ۲۳ کو روانہ کر چکی ہوں جس میں چار غزلیں تازہ ملفوف تھیں اور الناظر کے دینے کے لئے میں نے تحریر کیا تھا امید ہے کہ آپ کو عریضہ ملا ہو گا اور آپ نے ملاحظہ فرما کر الناظر کو تحریر شدہ روانہ کر دی ہوں گی۔ آج ایک فارسی غزل مع سلام کے اور بھیجنے کی ہدایت ہے ملاحظہ کے لئے اور جلد سے جلد صحیح نقل کرا کے سید سلیمان صاحب ندوی معارف اعظم گڈھ کو ضرور مہربانی کر کے بھجوا دیجیے۔ امید ہے مزاج بخیر ہو گا۔ میرا حال بدستور ہے۔

خلافت کی جنرل میٹنگ ۵ فروری کو ہو گی۔ مولانا نے تار حکیم صاحب عنایت حسین صاحب اصغر صاحب کو شروع جنوری میں روانہ کئے تھے کہ کسی طرح اسٹور ٹوٹنے نہ پائے ان نے بھی تاکیدی خطوط لکھے تھے نتیجہ خدا معلوم۔

اہلیہ حسرت موہانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پنہاں شدنش دو گونہ شد خوب　　اے روئے تو بے نقاب محجوب

پشت سچ شود گرم شمار ند — زمرۂ بندگان معیوب
ناگام زین صراطِ مستقیم — دور از رہِ ضالین و مغضوب
با بجیرانِ ہوشیار یم — ہمجلس سالکانِ مجذوب
منت کشِ دیگراں مخواہش — آں را کہ تبو شدہ است منسوب
بوسیدہ کفِ گوگشتہ لرزاں — از می بہ ہوائے شوقِ مکتوب
حسرت بہ غزل چو شمس تبریز
باشد سخنِ تو نغز و مرغوب

(۲۵)

۵ شوال ۱۳۴۲ھ از کانپور

جناب عالی تسلیم مؤدبانہ کے بعد ضروری عرض یہ ہے کہ مولانا کا جیل سے خط آیا ہے اونہوں نے سلام کے بعد آپ سے درخواست کی ہے کہ آپ جلد از جلد توجہ فرما کر حسب ذیل پتہ پر ایک نسخہ کتاب مناقب رزاقیہ اور اس کے ہمراہ وہ عربی رسالہ ضرور بھیج دیجیے جس میں حالات وصال مرشدی حضرت شاہ عبدالوہاب قدس اللہ سرہ العزیز درج ہیں۔ ضرورتاً و انتظار سخت ہے چونکہ مولانا کو اب جیل میں کتابیں اور رسالہ دیکھنے کی اجازت مل گئی ہے اس لئے اب اونہوں نے تالیف و تصنیف کا سلسلہ شروع کر دیا ہے چنانچہ کتابوں کی اسی وجہ سے اور سخت ضرورت ہے۔ میں ۲۲ اپریل کو یہاں آگئی۔

خاکسار اہلیہ حسرت موہانی

(۲۶)

۱۵ اگست ۱۸ء چہارشنبہ

بعالی خدمت جناب حضرت صاحب قبلہ مدظلہ العالی تسلیم فدویانہ قبول فرمائیے۔ آج حسرت کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ کی زیارت سے وہ مسرت اندوز ہوئے کمال اطمینان ہوا مگر حسرت نے اپنی کچھ کیفیت نہ لکھی۔ ان کی صحت کا کیا حال ہے امید ہے کہ آپ ضرور مجھے مطلع فرمائیں گے یعنی ان کی حالت خدانخواستہ کچھ خطرناک تشویشناک تو نہیں ہے کس قدر کمزور کیا بہت دُبلے ہو گئے ہیں دعا فرمائیے کہ دشمن پائمال اور کامیابی حق و صداقت جلد اپنی مراد کو پہنچے۔ آج حسرت کا ایک مختصر عریضہ بھی ملفوف ہے اس میں اونہوں نے کچھ کتابیں طلب کی ہیں بحر ذخار اور دلائل الخیرات امید ہے کہ آپ جیل بھجوا دیں گے اور جناب قطب میاں صاحب کو بھی حسرت نے سلام لکھا ہے اور یہ کہ ایک جلد دیوان مغربی ایک جلد عراقی اور ایک ڈیز لالٹین ساخت امریکہ کسی شخص کے ہاتھ مجھ کو جیل میں دستی بھجوا دیجیے۔ جیل کے پھاٹک پر تینوں چیزیں جمع کر دی جائیں گی تو بذریعہ جیلر صاحب مجھ کو مل جائیں گی قیمت جو ہو اس سے اطلاع دیجیے گا۔ میں بذریعہ منی آرڈر حاضر خدمت کروں گی۔

بیگم حسرت موہانی

لہ
(۲۷)

شنبہ از پونا

بعالی خدمت جناب حضرت صاحب قبلہ تسلیم مزاج اقدس۔ میرا عریضہ ۲ فروری کا آپ کو ملا ہوگا اس میں بھی مولانا کے حسب ہدایت غزلیات اور سلام مع قطب میاں صاحب کے سلام کے۔

آپ سے غزل ملاحظہ فرما کر انا ظر کو بھجوا دی ہوگی اور اس سے قبل بھی عریضہ ملا ہوگا اس کی غزلیں بھی ملاحظہ فرما کر ہمدم کو بھجوا دی ہوں گی۔ آج بھی مع آپ کو سلام اور قطب میاں کے سلام کے بعد کلام تازہ ارسال ہے جس کو آپ مناسب خیال فرما کر ہمدم وغیرہ کو اشاعت کے لئے بعد ملاحظہ نقل دے دیجیے۔ امید کہ مزاج آپ کا بخیر ہوگا۔ فقط۔

خاکسار بیگم حسرت موہانی

(۲۸)

سہ شنبہ پونا

بجناب عالی، مزاج اقدس۔ مولانا کا سلام قبول فرمائیے۔ اور مرسلہ غزل ملاحظہ کے لئے بھیجی ہے مولانا کے حالات آپ کو اخبارات سے معلوم ہوتے رہتے ہوں گے بعض کا اپیل ہائیکورٹ میں دائر ہوگیا۔ ابھی تاریخ پیشی نہیں معلوم ہوئی۔ میری طبیعت اچھی ہے مگر مجبوراً انہیں معاملات کی وجہ سے یہاں کا قیام ضروری ہے۔ اسٹور کانپور کی حالت تباہ ہے اور بھی ہر طرح کے نقصانات ہو رہے ہیں دعا فرمائیے اب جلد مولانا آزاد ہو جاویں۔ میں اپنی بیماری سے بہت عاجز آگئی ہوں معلوم نہیں خدا کو کیا منظور ہے۔ امید ہے حضور کا مزاج بخیر ہوگا۔ نعیمہ، رضوان، سمیع سب یہاں بفضلہ بخیریت ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں۔ فقط

خاکسار بیگم حسرت موہانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام اے شہ بشیر و نذیر	داعی و شاہد و سراج منیر
آرزو ہے کہ نام پاک حضورؐ	کاش ورد زباں ہو وقت اخیر
بطفیل صفیر ذرہ عشق	محو سارے ہوئے گناہ کبیر
تم نے کیونکر کیا دلوں کا شکار	ہے بظاہر کماں پاس نہ تیر
اب نہیں حسن کو لگاؤ سے لاگ	کر گئی کام شوق کی تاثیر
کوچۂ یار میں ہیں سب یکساں	بادشاہ و گدا امیر و فقیر
نالۂ دل میں تھا غضب کا اثر	ہل گئی جس سے عرش کی زنجیر

لہ خط نمبر ۲۷ اور ۲۸ اس سے پہلے درج ہونے چاہئیں تھے۔

دلِ عاشق ہے سوزِ جاں کا ہلاک   جانِ عاشق ہے دردِ دل کی اسیر
روٹھ کر اب وہ مر چکے حسرت
بن چکی تم سے وصل کی تدبیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر دم رضائے یار سے نزدیک ہم رہے   امیدوارِ وعدۂ تملیک ہم رہے
تحریکِ حریت کو جو پایا قرینِ حق   ہر عہد میں معاونِ تحریک ہم رہے
خلقِ خدا کو مان کے شرکت کا مستحق   در بابِ ملک لشکرِ تملیک ہم رہے
دشوار تھا بغیرِ یقیں روح کا سکون   اچھا ہوا کہ دشمنِ تشکیک ہم رہے
ہر حال ہر خیال میں ہر اعتبار سے
حسرت مطیعِ عشق رہے ٹھیک ہم رہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شوق کہاں آرزوئے شوق ہے   جس سے جہاں مستِ مئے ذوق ہے
درجہ ترے عشقِ فسوں کار کا   حسن کے رتبے سے بھی مافوق ہے
گردنِ حسرت میں ہے پئے امتیاز
خوب غلامی کا تیری طوق ہے

حسن کے ہم ہلاکِ دید بھی ہیں   یعنی شاہد بھی ہیں شہید بھی ہیں
خانہ زادِ جفائے مختصِ دوست   طالبِ شدتِ مزید بھی ہیں
باوجودِ علائقِ کثرت   عصرِ توحید کے وحید بھی ہیں
ہوش گم کردۂ سبیلِ رشاد   عقل کے پیر و رشید بھی ہیں
کامیابِ مرادِ تخمِ حسرت
شادیِ شوق کے مرید بھی ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ز ابرِ سفید آبِ رحمت چکد   ز سبزِ اہالی محبت چکد
سفید ابرِ پاکانِ دنیا بود   چو سبز آید از ذکرِ مولا بود

ہم کہیں تا کجا حدیثِ نیاز   جب سنے بھی کہیں وہ دلبرِ ناز

عشق طاقت گداز ہو کہ نہ ہو — حسن ہر حال میں ہے بندہ نواز
رہ گئے ذاتِ حق میں ہو کے فنا — اب نہ ہم ہیں نہ دل نہ سوز نہ ساز
دولتِ آرزو سے مالا مال — دلِ عاشق ہے اک دفینۂ راز
خون دل سے وضو کریں تو کہیں — بن پڑے جا کے عاشقوں کی نماز
ہند و ایران میں خاص مسکن عشق — ماورائے عراق و شام و حجاز
دیکھیے دل پہ کیا بنے حسرت — عشوہ گر حسن عشق ہے جانباز

تخمیس مطلع عراقی

نہ کسی سے دشمنی ہے نہ کسی سے آشنائی — دو جہاں سے منہ کو موڑا تیری یاد کیا لگائی
مجھے صوم سے ملا کچھ نہ نماز راس آئی — صنما رہِ قلندر سزوار بمن نمائی
کہ دراز دور بینم رہِ رسم پارسائی

دعا میں ذکر کیوں ہو مدعا کا — کہ یہ شیوہ نہیں اہلِ رضا کا
طلب میری بہت کچھ ہے مگر کیا — کرم تیرا ہے اک دریا عطا کا
کہاں تک ناز اٹھائے اقربائے حسن — ہوس تیرے مزاجِ خودستا کا
نہیں معلوم کیا اے شہرِ خوباں — تجھے کچھ حال اپنے مبتلا کا
بجائے اسمِ اعظم آپ کا نام — وظیفہ ہے میرا صبح و مسا کا
غضب کا سامنا ہے عاشقوں کو — دیارِ حق میں افواج بلا کا
نثار ان پر ہوئے اچھے رہے ہم — تقاضا تھا یہی خوئے وفا کا
گنہگار و چہ سود عفو الٰہی — بہت مشتاق ہے عرضِ خطا کا
تیری محفل میں اہلِ دل کو جلوہ — نظر آ جائے گا شانِ خدا کا
اٹھایا ہے مزہ دل نے بہت کچھ — محبت کے غمِ راحت فزا کا
جفا کو بھی وفا سمجھو کہ حسرت
تمہیں حق اون سے کیا چون و چرا کا

غزل حسرت

درس حق جاری ہے یاں بھی حسرتِ آزاد کا — قید خانہ مدرسہ گویا ہے فیض آباد کا

کامیابی پر غضب نازاں ہیں اربابِ ہوس   ہر طرف اک شور برپا ہے مبارک باد کا
یہ بھی کیا انصاف ہے سلے دشمنِ اہلِ وفا   ہم رہیں ناکام یوں ہی کام ہو حسّاد کا
ٹوٹ جائے کیوں نہ ہمت عاشقِ ناکام کی   جب نتیجہ کچھ نہ نکلے کوششِ برباد کا
مان لیں گے آپ کی خاطر سے یہ بھی ہم مگر   بھید کچھ کھلتا نہیں ہے آپکے ارشاد کا
جلوۂ امید گویا درمیانِ فکر و یاس   اک نمونہ ہے چراغِ رہگذارِ باد کا
لطف کی نوبت بھی آئے گی کبھی اے نازِ یار   ختم بھی ہوگا کبھی یہ سلسلہ بیداد کا
بس کہ ذکرِ عشق رہ جاتے ہیں ہم اکثر خموش   اب تلک اتنا اثر باقی ہے اُن کی یاد کا

شاہِ جیلاں سے یہ حسرت عرض ہے اسلام کی
یوں نہ ہونا چاہئے تھا فیصلہ بغداد کا

غزل جوہر

چند روزہ عیش ہے یہ جنتِ شداد کا   فیصلہ ہرگز نہ ہوگا اس طرح بغداد کا
شورِ ماتم کے لئے تیار رکھ گوشِ مراد   ہے شرارِ حسن یہ ہنگامہ مبارکباد کا
اس عمہ کا ہو حل شاید کہ اگلی سرگزشت   بھید کچھ کھلتا نہیں ہے آپکے ارشاد کا
پہلے بھی اکثر وہ نکلا مستحقِ شکرِ حق   جس کو ہم سمجھے تھے موقع شکوہ و فریاد کا
نورِ حق وہ شمعِ انور، جو بجھ سکتی نہیں   ہے خدا حافظ چراغِ رہگذارِ باد کا
عزمِ عاشق ہے خود اپنی کامیابی کی دلیل   نام بھی لینا نہ ہرگز کوششِ برباد کا
ہم تو سمجھے تھے کہ ہوں گے اور بھی ظلم و ستم   کچھ بھی باقی ہو جو ظالم حوصلہ بیداد کا
اس پہ کیا موقوف ہے کہ اور بھی ظلم و ستم   کچھ بھی باقی ہو جو ظالم حوصلہ بیداد کا
کر دیا قیدِ قفس نے ہم کو آزادِ چمن   پاس کافی ہو چکا اب خاطرِ صیاد کا
حلم کے آگے تیرے پہلے بھی اُٹھ سکتا تھا   بارِ احساں اور سر پہ ہو گیا جلاد کا
دعوتِ مژگاں کی بھی باقی نہ ہو جس میں سکت   ایسے دیوانہ کے گھر پھر کام کیا فصاد کا
آج تک ہے ایک کنعاں بیچ شہرت مصر کی   فیض سے حسرت کے ہوگا نام فیض آباد کا

ہوگئے جوہر یہ کیسے بندۂ دامِ فریب
شور سنتے تھے بہت ہم حسرتِ آزاد کا

(متعلق مولانا محمد علی)

(مخدومی مکرمی۔ السلام علیکم۔ یہ دو غزلیں ارسال کرتا ہوں۔ پہلی غزل حسرت کی ہے اور اسی کے جواب میں حضرت جوہر نے دوسری غزل لکھی تھی چونکہ میں آپ سے وعدہ کر آیا تھا کہ کبھی کبھی جوہر کا کلام آپ کو روانہ کر دیا کروں گا لہٰذا یہ دونوں غزلیں ارسال ہیں۔ آپ ملاحظہ فرمائیں مہربانی کر کے چودھری خلیق الزماں صاحب کو بھی دکھا دیجیے گا فقط آپ کا خادم عظیم الدین عرف میاں از چھندواڑہ ۲۵ اپریل ۱۹۱۷ء)

(۲۹)

۱۱ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ ٹریٹ روڈ، کانپور

بعالی خدمت حضرت مولانا مدظلہ العالی۔ تسلیم بصد تعظیم عرض خدمت عالی ہے کہ عرصہ دراز کے بعد آج خیریت اون کی معلوم کر کے اطمینان ہوا۔ تازہ غزل جناب کی خدمت میں بھیجنے کی تاکید اور خدمت میں سلام عرض کیا ہے اور عرض کیا ہے کہ ہمیں مطلوبہ کتب کی سخت ضرورت ہے کوشش فرما کے کانپور بھجوا دیجیے۔ میں جلد یہاں منگوا لوں گا۔ یحییٰ آئے تھے اونہوں نے دیوان برق جس کو جناب نے عنایت فرمایا تھا عاریۃً طلب کیا انشاء اللہ اس کی کافی احتیاط کروں گی اور آپ کو بعد فراغت واپس مل جائے گا۔ عشرت صاحب صرف دو دیوان مشتری اور حاتم ۱۰ روپیہ میں دینے اور اون کے پاس سے فہرست ضائع ہو گئی لہٰذا میں دوسری نقل فہرست کتب بھیجتی ہوں اور فوراً عشرت صاحب کو بلا کر دے دیجیے اور میری جانب سے فرما دیجیے کہ مولانا کے کتب کے تبادلہ میں جو میرے یہاں فروخت ہوئی ہیں جس کی فہرست بھی معروف ہے آپ ضرور بالضرور مطلوبہ کتب تلاش کر کے بھجوا دیجیے یا عاریۃً مل سکیں غرضیکہ جس طرح بھی ممکن ہو کوشش فرمائیے یا ظفر الملک صاحب کے یہاں ملیں یحییٰ کہتے تھے کہ شاید ان کے یہاں بھی ہیں۔

اور جناب سے عرض یہ ہے کہ نعیمہ سلمہا کے وضع حمل کے لئے تعویذ ضرور مرحمت فرما دیجیے اب وضع حمل کے دن شروع ہیں نواں مہینہ ہے اس لئے خواہ کمر میں باندھنے کے لئے یا جہاں آپ ہدایت فرمائیں تاکہ وضع حمل میں آسانی ہو اور بچہ کے گلو وغیرہ میں بھی ڈالنے کے لئے بھی تعویذ مرحمت فرمائیے اور دعا فرمائیے نعیمہ سلمہا مع بچہ کے بفضلہ تعالیٰ تندرست اور اچھی رہے امید ہے کہ مزاج اقدس بخیر ہوگا۔ اس مرتبہ کیا آپ خلافت کانفرنس اور علماء کانفرنس کسی میں تشریف نہ لے جا سکے۔ مکرر گزارش ہے کہ کتب کی فراہمی کا خیال ضرور رکھیے اور تعویذ بھی ارسال فرمائیے۔ سب کی خدمت میں تسلیم عرض ہے۔

خاکسار بیگم حسرت موہانی

غزل مولانا حسرت موہانی

میرا ایماں عجب کیا ہے جو ایمانِ تصوف ہے
تصوف جانِ مذہب عاشقی جانِ تصوف ہے

گناہ اپنا نہیں ثابت خطا کے پھر بھی ہیں قائل
ادب کا ہے یہی شیوہ یہی شانِ تصوف ہے

ادب اک دوسرا ہے نام ذکر عشق پرور کا
جو راہ عشق ہے جو زیرِ فرمانِ تصوف ہے

تعلق حسن "حق" میں بھی ہے العشق ہو اللہ کا[1]
یہی تو اصل دیں ہے وہ نہ پنہانِ تصوف ہے

---

[1] یعنی العشق ہو اللہ کی طرح العشق ہو الحق بھی رموزِ تصوف میں سے ہے۔ حسرت

گزر کر راہِ بیچا پیچ قدر و جبر سے حسرت
یقیں اپنا مقیم شہرِ عرفانِ تصوف ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست کتب مطلوبہ مولانا حسرت موہانی از جیل

۲۹ر جنوری ۱۹۲۳ء

۱۔ سیر المتاخرین۔ سخت ضرورت ہے اگر وہ کہیں سے عاریتاً بھی مل سکے تو ضرور بھیج دی جائے۔

۲۔ دیوان قبول مطبوعہ

۳۔ دیوان مسیحاؔ ″

۴۔ دیوان صغیر ″

۵۔ اول شاد پیرو میر (دیوان دوم کی ضرورت نہیں)

۶۔ اول جلال (دوم سوم کی ضرورت نہیں)

۷۔ منتہی مطبوعہ

۸۔ آغا محمد شرف مطبوعہ

۹۔ امانت مطبوعہ

۱۰۔ شرم مطبوعہ

۱۱۔ اسد شاگرد امیر مطبوعہ

۱۲۔ نظام رامپوری مطبوعہ

۱۳۔ مشتری اردو مطبوعہ

۱۴۔ خورشید مطبوعہ

۱۵۔ تاریخ اودھ مصنفہ نجم الغنی رامپوری یا کسی اور کی۔

دیوان برقؔ اور دیوان عالم مل گئے — بیگم حسرت موہانی

خط، مولینا حسرت موہانی

(۱)

۲۶ر جنوری ۱۹۱۳ء — از دفتر اردوئے معلےٰ علی گڑھ۔ بنام مولوی سلامت اللہ صاحب

مخدومی - السلام علیکم۔ آج انڈین ٹیلیگراف کے لوکل کالم میں انجم مؤید الاسلام کے جلسہ کی خبر پڑھ کر میرے دل پر ایک خاص اثر ہوا۔ اللہ تعالیٰ مولوی عبدالباری صاحب کو جزائے خیر عنایت فرمائے حقیقت یہ ہے کہ اونہوں نے اپنے کو لاخوف

علیہم ولا ہم یحزنون الذین آمنوا وکانوا یتقون کا پورا مصداق ثابت کیا ہے۔ لاریب انہوں نے وہی کیا ہے جو ایک اظہار امر حق میں بیباک عالم اور درویش کو کرنا چاہیے۔ جناب ممدوح کی خدمت میں میری جانب سے بعد آداب عاجزانہ مبارکباد عرض کر دیجیے۔

نیاز مند قدیم
فقیر حسرت موہانی

(۴)

بسم اللہ الرحمان الرحیم

از للت پور ۱۴ مئی ۱۹۴۲ء از فقیر حقیر حسرت موہانی

مخدومی و مطاعی۔ السلام علیکم۔ جناب کے روگرامی نامے کا جواب میں نے لکھ دیا تھا غالباً نظر مبارک سے گزرا ہوگا اور جناب نے اسے بعد ملاحظہ حسب گزارش خاکسار مولانا ابوالکلام کو بھیج دیا ہوگا۔

اس کے بعد مجھ کو معلوم ہوا کہ جناب اجمیر شریف بغرض شرکت عرس تشریف لے گئے ہوں گے اس لئے اور کوئی عریضہ حاضر نہیں کیا۔ چند روز کے لئے یہاں کے مجسٹریٹ نے پرائیویٹ طور سے مجھ کو اجازت دے دی تھی کہ بغیر حکم ملنے ہوئے تم للت پور میں رہ کر گورنمنٹ سے اپنے معاملے میں خط و کتابت کر لو چنانچہ میں نے کئی تحریریں اور تار بھیجے اور اب آخر میں کل یعنی ۱۳ مئی کو ایک طویل تار اس مضمون کا روانہ کیا ہے کہ میرا انکار ضد کی بنا پر نہیں ہے بلکہ اخلاقی اور مذہبی عذرات کے باعث ہے چنانچہ میں علی گڑھ میں نظر بندی منظور کر سکتا ہوں بشرطیکہ (۱) حکم نظر بندی میں کسی جرم کی تصریح یا اشارہ نہ ہوتا کہ اس کے قبول کرنے کے متعلق میرا اصولی اعتراض رفع ہو جائے (۲) مجھ کو کسب رزق حلال مثلاً بذریعہ اشاعت تذکرۃ الشعراء وغیرہ کی اجازت ہو تاکہ مجھ کو وظیفہ بمد خیرات لینے کی ضرورت نہ پڑے۔ (۳) سلب آزادی کا مجھ کو نقد معاوضہ اس قدر یکمشت یا ماہوار دیا جائے جو کاروباری نقصان کی تلافی کر سکے اس کا جواب میں نے کل یعنی ۱۵ مئی دوپہر سے قبل مانگا ہے کیونکہ اس وقت میرے خلاف مقدمہ عدول حکم کے آغاز کا مقرر ہے اگر جواب حسب دلخواہ ——— مقدمہ شروع ہوگا۔

میں نے چاہا تھا کہ اس مقدمے میں میری مدد کے لئے کوئی وکیل یا بیرسٹر معتبر موجود ہوتا تو اچھا ہوتا لیکن اس کا کچھ انتظام نہ ہو سکا میں نے کئی بیرسٹروں کو بذریعہ جوابی تار بلایا تھا مگر بعض نے رقم کثیر پیشگی طلب کی اور بعض نے عدم فرصت کا عذر کیا۔ مجبوراً میں خود پیروی کروں گا آپ دعا فرمائیں کہ سب امور حسب مراد طے ہوں۔

اگر مقدمہ شروع ہوا تو میں یہ اعتراض ابتدائی کروں گا۔ (۱) خلاف ورزی حکم چونکہ علی گڑھ میں کی گئی تھی اس لئے مقدمہ وہیں ہونا چاہیے۔ (۲) للت پور میں مجھ کو قانونی یا مالی مدد نہیں مل سکتی اس لئے مقدمہ یہاں نہ ہو۔ (۳) حکام للت پور صرف لفٹنٹ گورنر کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں انصاف نہیں کرتے جس کا وہ خود مجھ سے اقرار کر چکے ہیں اس لئے وہ سماعت مقدمہ کے نااہل ہیں اگر یہ عذر مسموع نہ ہوں گے تو میں التوائے مقدمہ کی درخواست کروں گا تاکہ ہائی کورٹ میں تحریک کروں۔ فقط

حسرت

(۳)

از ملت پور ۱۹۱۹ء ۱۶ مئی

مخدومی مطاعی۔ کل ۱۵ مئی کو میرا مقدمہ شروع ہوا مگر میں نے ابتدائی اعتراض کیے کہ مقدمہ یہاں نہیں ہو سکتا۔ علی گڑھ میں ہونا چاہیے، الحمدللہ کہ مجھ کو بظاہر کامیابی ہوئی۔ مجسٹریٹ کچھ نہ کر سکا مجبوراً دریافت حال کے لئے غالباً جھانسی اور کہیں اور مسل روانہ کی ہے۔ میں انشاء اللہ کامیاب ہوں گا۔ آپ دعا فرماتے رہیں۔ فقط

خاکسار سید فضل الحسن حسرت موہانی

(۴)

از دفتر اردوئے معلےٰ علی گڑھ ۱۹ دسمبر ۱۹۱۹ء

(بنام مولوی سلامت اللہ صاحب)

مخدومی۔ السلام علیکم۔ ایک خط حیات الحسن صاحب کے ذریعہ سے ملا جس میں آپ نے مجھ کو بغرض مشورہ بلایا ہے مگر حیات الحسن صاحب چونکہ موہان چلے گئے تھے اس لئے غالباً وہ خط آپ کا علی گڑھ سے موہان گیا اور پھر موہان سے کئی دن کے بعد اونہوں نے مجھ کو یہاں بھیجا چنانچہ وہ خط مجھ کو آج یہاں وصول ہوا۔ دو چار روز میں امرتسر جانا ہوگا غالباً آپ سب حضرات بھی وہاں جائیں گے اور وہیں ملاقات ہو جائے گی۔ اگر امرتسر جانے سے قبل ہی لکھنؤ آنے کی ضرورت ہے تو فوراً تحریر فرمائیے۔ سید فضل الرحمٰن صاحب اگر رہا ہو کر لکھنؤ میں ہوں تو اون کو بھی امرتسر بھجوائیے گا مجھ کو اون سے بہت ضروری کام ہے۔ یہ کارڈ آپ کو ۲۰ دسمبر کو مل جائے گا اوسی دن جواب لکھ دیجیے گا تو مجھ کو ۲۱ یا ۲۲ کو ضرور مل جائے گا۔ جوابی کارڈ میں پتہ جیسا لکھا ہے بدستور وہی رہنے دیجئے گا۔ فقیر حسرت موہانی

(۵)

۳۰ اکتوبر ۱۹۱۹ء از علی گڑھ (بنام مولوی سلامت اللہ صاحب)

مخدومی۔ السلام علیکم۔ کارڈ آپ کا ملا۔ کرتوں کے لئے ململ اور قمیضوں کے لائق مختلف قسم کے بہت سے کپڑے پائجاموں کے لئے چھالٹین جس کو یہاں سٹھا کہتے ہیں۔ اور زین ہر قسم کا موجود ہے اچکن کے لئے ــــــــــ سوتی اور اونی دونوں قسم کے کپڑے ہیں۔ تسلو کہ اور رضائی و دلائی کے لئے ہلکے کپڑوں میں سے اگر آپ کہیں تو تھوڑا تھوڑا ہر قسم کا کپڑا میں اپنے ہمراہ عرس شریف میں لیتا آؤں آسانی کے ساتھ لکھنؤ میں چل سکتے ہیں اس کے متعلق مفصل گفتگو انشاء اللہ بوقت ملاقات ہوگی۔ یوم دعا گذر گیا اور بظاہر حکومت پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوا بغیر کسی عملی کارروائی کے اثر ہو بھی نہیں سکتا۔ میں نے جو تجویز بائیکاٹ کی کی تھی اس پر عمل کرنے کے لئے ہندوستان میں جہاں جہاں خلافت کمیٹیاں قائم ہوگئی ہیں اون کے نمائندوں کو مقررہ تاریخ پر یکجا ہونا ضروری ہے۔ مولانا صاحب سے دریافت کر کے فوراً مجھ کو اطلاع دیجیے۔ اگر وہ رضامند ہوں تو فوراً تمام اخبارات میں اس مضمون کا اعلان کر دیجیے کہ آئندہ کوئی عملی کارروائی کرنے کے لئے خلافت کمیٹی کے نمائندوں کا ایک جلسہ مشورت لکھنؤ میں ۲۵ صفر کے بعد یعنی ۲۶ یا ۲۷ صفر کو فرنگی محل میں منعقد کیا جائے گا۔ خاص خاص لوگوں کو علیحدہ خطوط لکھ کر تار دے کر بھی بلوانا چاہیے۔ مدراس

بنگال بمبئی۔ ہر جگہ لوگ آمادہ کئے جاویں ہمارے علی گڈھ سے تو اس کے متعلق نہایت عمدہ ریزولیشن پاس کرا کے لوگوں کے پاس بھجا جا چکا ہے۔ اگر لکھنؤ میں انتظام ہوسکے تو اچھا ہے ورنہ مجبوراً علی گڈھ خلافت کمیٹی کو میں آمادہ کرسکتا ہوں۔ جواب دیجئے فقط۔

فقیر حسرت موہانی

(۶)

از دفتر سودیسی اسٹور علی گڈھ ۱۱ر مارچ ۱۹۲۰ء　　　(بنام مولوی سلامت اللہ صاحب)

مخدومی السلام علیکم۔ میرا ارادہ ہے کہ کل یہاں سے بغرض شرکت متعلق بہ تجویز ہائے جلسہ خلافت مورخہ ۱۹ر مارچ کو ۷ بجے دن کی گاڑی سے روانہ ہوکر ۳ بجے سہ پہر کو لکھنؤ پہنچوں گا۔ امین آباد میں حالب صاحب کے یہاں اسباب رکھ کر عصر کے وقت حاضر ہو جاؤں گا جناب مولانا عبدالباری صاحب قبلہ کی خدمت میں یہ اطلاع پہنچا دیجیے گا۔

اگر اوس وقت مشیر حسین صاحب قدوائی بھی موجود ہوں تو اور بھی اچھا ہو فقط۔ فقیر حسرت موہانی

واضح ہو کہ اوس دن رات کی گاڑی سے الہ آباد چلا جاؤں گا۔ فقط

(۷)

(بلا تاریخ بنام حضرت مولانا)

مخدومی سلامی۔ مکرمی مولوی ابوالاعلے صاحب مودودی حاضر خدمت ہوتے ہیں۔ آپ مولانا عبدالقدیر صاحب بدایونی کے بھی معتمد ہیں یا اپنا حال خود بیان کریں گے۔ میں نے یہ چند الفاظ بطور تعارف تحریر کر دیئے فقط　　خاکسار حسرت موہانی

میری رائے میں محمد علی شوکت علی صاحب کے متعلق وائسرائے کے پاس ایک ڈیپوٹیشن جانا چاہیے اور ڈیپوٹیشن روانہ کرنے کی تحریک اور تائید کے لئے جا بجا جلسے ہونا چاہئے اور جلسوں کی کارروائی بذریعہ تار اخباروں میں شائع ہونا چاہئے۔ اس طرح پہ ڈیپوٹیشن کے جانے تک عام طور پر اس کا ملک میں چرچا رہے گا اگر یہ تجویز اور لوگ بھی پسند کریں تو　(اس کے بعد کاغذ نہیں ہے دوسری طرف حسب ذیل عبارت تھی)

حامل رقعہ ہذا کل دن بھر بریلی میں رہے کیونکہ علی گڈھ کو کوئی گاڑی نہیں آتی تھی آج شب کو یہاں پہنچے مگر آپ کا کوئی خط نہیں آیا۔ ان کا ارادہ تھا کہ اسی وقت لکھنؤ واپس جائیں بعد میں صلاح یہ قرار پائی کہ مراد آباد و رامپور ہوتے ہوئے جاویں تو اچھا ہے۔ پس یہ غالباً بروز جمعہ لکھنؤ واپس پہنچیں گے۔ فقط

خطوط، حسن نظامی

(۱)

از درگاہ شریف دہلی ۴ ۲ر جولائی ۱۹۱۷ء

صورت الحق ولا ایمان۔ سلام علیکم۔ نامہ عالی کا شکریہ اس دور طاغوت وطغیان میں ہر صورت ساکت ہے۔ گو صدہا

قلوب سراپا ایمان ہیں پھر اگر ایک قلب مومن اپنی صدا کو فضائے عصیاں سے ٹکرانے پر جرأت کرتا ہو، اس کو صوت الایمان کیوں نہ کہا جائے۔

صوت الایمان، صوت القلب کے منافی نہیں کہ ظرف کے باہر وہی آتا ہے جو اندر ہوتا ہے۔

طالب دعا حسن نظامی

(۲)

درگاہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ واذا الصحف نشرت دہلی ۲۷ رجب سنہ ۴۷ھ ۲۹ اپریل سنہ ۱۹ء

حتو الایمان عدو الطغیان والعصیان مولانا محمد ظفر الدین عبد الباری مازال سیف لسانہ وقلمہ قاطعاً لاہل الظلم والشیطن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی حق گوئی حق جوئی اور حق پسندی نے تمام مسلمانوں کے لئے ایک مرکز بنانا شروع کر دیا ہے اگر اس مرکز کو مقام کا نام دے کر یاد کروں تو فرنگی محل زبان پہ آتا ہے جس کے ایک جزو کا ادا کرنا دل کو نہیں بھاتا لہٰذا کہتا ہوں کہ وہ "عبد الباری" کی ذات ہے۔

غضب دیکھئے اس دور اتحاد و یک جہتی میں ایک مسلمان نے ایسی کتاب لکھی ہے جس سے دل کے پاش پاش ہو جانے کا اندیشہ ہے، اس کتاب میں لکھا ہے کہ اہل سنت والجماعۃ کا کلمۂ توحید قبول نہیں ہوتا اور ان کے منہ پر مارا جاتا ہے اور سنیوں کے نامور پیشوا حضرت جعفر نہروالی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان میں تحریر کیا ہے کہ (معاذ اللہ) وہ خناس تھے گمراہ تھے مصاحب ابلیس تھے شیطان تھے وغیرہ، اس خطاپہ کہ ایک زمانہ میں انہوں نے بارہ سے شیعوں کو سُنی بنا لیا تھا جو اب تک سُنی ہیں ان بزرگ کا مزار احمد آباد گجرات میں ہے اور عام مخلوق کا مرجع ہے۔

اب استفتا یہ ہے کہ کتاب مذکور جس میں ہر قسم کی بے ہودگی ہے اس قابل ہے یا نہیں کہ سنی اس کے خلاف آواز بلند کریں اور اس مصنف کتاب کی نسبت کیا ارشاد محکمہ شریعت کا ہے۔

جواب بحوالہ نص قران و حدیث عنایت ہو کہ سب مسلمانوں کی نظریں آپ پر لگی ہوئی ہیں۔

محتاج دعا حسن نظامی

(۳)

از درگاہ شریف دہلی ۱۷ ستمبر سنہ ۱۹ء

مولینا السلام علیکم

دعوت نامہ پہنچا، اگرچہ موسمی ہواؤں کا شکار ہو رہا ہوں تاہم معاملہ کی اہمیت اس قابل ہے کہ حاضر خدمت ہوں۔

میں خود اور واحدی صاحب اڈیٹر نظام المشائخ و خطیب و مولینا عارف اڈیٹر انقلاب و کانگریس شریک ہونے کا قصد مصمم رکھتے ہیں۔ انشاء اللہ۔

حسن نظامی

(۴)

واذا الصحف نشرت

درگاہ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ — دہلی یکم اپریل سنہ ۲۰ء

مولینا عبد الباری صاحب صوت الایمان السلام علیکم ورحمۃ اللہ

۱۔ آپ اس کی ضرورت سمجھتے ہیں یا نہیں کہ ہندوستان میں ایک ایسا لیڈر ہونا چاہیے جو تمام لیڈروں اور تمام ہندوستانی اقوام کا متحدہ مرکز ہو اور اس کی رائے ہر جماعت میں قبول کی جائے۔

۲۔ اگر آپ اس کو ضروری سمجھتے ہیں تو بتایئے کس طریقہ اور کس طرز عمل سے ایسا لیڈر بنایا جا سکتا ہے، یہ کام پبلک کا ہے کہ وہ ایسا لیڈر بنائے یا خود لیڈر کا ہے کہ وہ ایسا لیڈر بنے۔

۳۔ ایسے لیڈر میں کیا اوصاف ہونا چاہئیں۔

۴۔ مصر میں ایک عیسائی زاغلول پاشا کو مسلمانوں نے بھی اپنا متحدہ لیڈر بنا لیا ہے اور وہاں مسلمان اور عیسائی لیڈر اور پبلک علماء و مشائخ زاغلول پاشا کی اطاعت کرتے ہیں، تو کیا ہندوستان میں غیر مسلم لیڈر کی مسلمان اطاعت کر سکیں گے یا مسلمان لیڈر کی غیر مسلم اقوام تابعداری کر سکیں گی۔

۵۔ مسلمان مسئلہ خلافت اور سیاسی معاملات کے لیے ایک متحدہ امام کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی تجویز کریں تو غیر مسلم ہندی اقوام اس میں شریک ہو سکیں گی یا نہیں۔

خواستگار جواب حسن نظامی

(۵)

دفتر اخبار روزنامہ "رعیت" دہلی

۲۸ مئی سنہ ۲۱ء — حضرت صوت الایمان السلام علیکم

مکتوب دعوت جلسہ الٰہ آباد کا شکریہ، اخبار کی ازحد مصروفیت کے سبب حاضر نہ ہو سکوں گا۔

حالات آئیں گے تو ان پر جو کچھ ممکن ہو گا لکھ کر فرض ادا کروں گا۔ — محتاج دعا حسن نظامی

(۶)

درگاہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہیؒ — دہلی ۱۳، رجب سنہ ۱۳۴۱ھ

صوت الایمان حضرت مولینا عبد الباری صاحب

السلام علیکم۔ کل آپ کے تشریف لے جانے کے بعد میں نے تمام واقعات دیوانی اجمیر شریف اور اقرارنامہ کے الفاظ وغیرہ پر غور کیا اور میرے دل نے یہ فیصلہ کیا۔

منصب دیوانی کی دو حالتیں ہیں ایک ارثی اور ایک انتخابی وراثت کے حصہ میں اہلیت ذاتی اہلیت ضروری نہیں ہے تو جبکہ سید آل رسول اہل ہی ہیں تو ہر لحاظ سے استحقاق فائق ہے اور کسی کو ان کے حق وراثت کے خلاف کچھ کہنے یا کرنے کا حق نہیں ہے۔

انتخابی صورت اجمیر شریف کی روایات قدیمہ کے خلاف ہے وہاں کبھی اقرارنامہ نہیں لکھوایا گیا اور نہ یہ انتخاب کرنے کا جلسہ ہوا۔ آپ کا بنفس نفیس دخل دینا بلحاظ بزرگی جائز ہے مگر کل کے کاغذ میں اور جن لوگوں کے نام تھے میرے خیال میں ان میں سے ایک کو بھی یہ حق نہیں کہ وہ اجمیر شریف کے مسند دیوانی میں دخل دے سکے۔

یہ خلافت کمیٹی یا انگورہ کی مجلس ملی نہیں ہے جہاں ممبران ہوتے ہیں یہ ایک روحانی اور شخصی عہدہ ہے جس کو خود مختار رکھتے اور سکتے آتے ہیں، لہذا میں ادب کے ساتھ آپ کی مجلس سے اختلاف کرتا ہوں اور سید آل رسول صاحب کو اس عہدہ کا اہل اور حقدار خیال کرکے عام تائید شائع کرنے کو بھیج رہا ہوں۔

عہدہ کا تصفیہ ہو جانے دیجیے پھر یہ میرا کام ہے کہ سید آل رسول آپ کی تمام ان تجاویز پر حرف بحرف عمل کریں گے جن کا ذکر کل زبانی آیا تھا۔

امیدوار جواب
حسن نظامی

(۷)

اللہ

درگاہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ — دہلی ۶ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ

بخدمت حضرت صوت الایمان مولینا عبدالباری صاحب

السلام علیکم — اخبار ٹائمز آف انڈیا بمبئی ہفتہ وار مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۹۲۳ء میں ایک انگریزی نامہ نگار نے، حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحؒ کے خلاف نہایت دل آزار مضمون شائع کرایا ہے جس میں لکھا ہے۔

"وہ ٹھگ اور ڈاکو تھے، ہندستان میں انہی سے ٹھگی کا نظام قائم ہوا، ٹھگ اور ڈاکو اب تک ان کو اپنا پیر خیال کرتے ہیں۔"

میں نے اس کے خلاف کارروائی شروع کی ہے اگر آپ بھی اخبارات کے نام ایک اطلاع اس کے خلاف شائع فرماویں تو اچھا اثر ہوگا اور بزرگوں کی ایک خدمت ہوگی۔

نیازمند
حسن نظامی

(۸)

درگاہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی — دہلی - ۲۳ فروری ۱۹۲۴ء

بخدمت صوت الایمان حضرت مولینا عبدالباری صاحب

السلام علیکم، میں بدقسمت رہا حضرت تشریف لائے، شرف لقا میسر نہ آیا، جموں گیا تھا، اپنا فرض عمدگی سے ادا کیا، مہاراج سے مل کر مسلمانان کشمیر کے تحفظ کا وہ کام ہوگیا جو اور ذرائع سے ناممکن تھا۔

خادم حسن نظامی

(۹)

درگاہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ — دہلی ۶ اپریل ۱۹۲۴ء

حضرت مولینا عبدالباری صاحب صوت الایمان

السلام علیکم، درویش یکم اپریل میں جو نوٹ بسلسلہ شذرات آپ کے خلاف شائع ہوا ہے اس سے مجھے کچھ تعلق نہیں نہ میرے

علم میں وہ لکھا گیا نہ اس وقت میں دہلی میں تھا۔ رسالہ کے اڈیٹر دوسرے صاحب ہیں، میں اس نوٹ کے بعد کرنا پسند کرتا ہوں۔ اطلاعاً عرض ہے۔

حسن نظامی

خطوط، سید جالب دہلوی

(۱)

دفتر روزنامہ "ہمدم" امین آباد لکھنؤ ۵ را گست ۱۹۱۹ء

مخدوم و مطاعنا

تسلیم نیاز۔ جواب نامہ گرامی جو مجھے دفتر جانے کے وقت ملا ہے۔ عرض پرداز ہوں کہ مجھے کل دو بجے دن کے بالکل بخار چڑھ آیا اس لئے شام کو باہر نہ جا سکا۔ خدا جانے جلسہ شوریٰ بغرض ترتیب تجاویز جلسہ منعقد ہوا یا نہیں۔ میں نے تاکید کی تھی اور مسٹر عبدالولی نے جلسہ ضرور منعقد کرنے کا وعدہ کر لیا تھا، تعجب ہے کہ انہوں نے آپ کو اطلاع نہیں دی اور اشتہارات بھی بہت تنگ وقت پر بھیجے جس قدر ممکن ہو جلسہ کو شاندار اور کامیاب بنانا ضروری ہے، میں آپ کی تجویز اسی وقت اور آپ کے آدمیوں کو مسٹر عبدالولی کے پاس بھیج رہا ہوں اگر وہ اس تحریک کو داخل ایجنڈا کر سکیں گے تو ضرور کوشش کریں گے خدا کرے آج بخار صاحب تشریف نہ لائیں تاکہ میں جلسہ میں شامل ہو سکوں۔ فقط زیادہ آداب نیاز۔

آنجناب کا خادم سید جالب

(۲)

از دفتر ہمدم، امین آباد ۱۵ را گست ۱۹ء

مخدومی و مطاعی

تسلیم نیاز۔ اس عریضہ کے ساتھ دو ہزار کاپیاں میموریل مسلمانان انگلستان و روئیداد جلسہ لکھنؤ کی ابلاغ خدمت کرتا ہوں مجھے خود ان کے چھپوانے میں عجلت کا خیال تھا لیکن افسوس ہے کہ اول سے آخر تک مشکلات کا سامنا ہوا، جس کاتب کو کام سپرد کیا گیا تھا وہ بیمار پڑ گیا اور دوسروں کی مدد سے اتوار کی صبح کو کاپی بعد تصحیح مکمل ہوئی اس کے بعد مطبع والوں نے جو جذبات قومی و دینی سے خالی ہیں دقتیں پیدا کیں، گلشن ابراہیم والوں نے تو صاف انکار کر دیا اور مطبع والوں نے کاپی لے کر دو روز بعد با ظہار مجبوری واپس بھیج دی ناچار مجھے اپنے ہی پریس میں انتظام کرنا پڑا حالانکہ یہاں اخبار بھی پورا نہیں چھپ سکتا اور اداور ٹائم ہوتا ہے، بہر حال کل شام کو پوری کاپیاں چھپ گئی ہیں اور میں اس وقت ان کو خدمت اقدس میں بھیج رہا ہوں۔ امید ہے کہ (میموریل) والا خط آپ نے چھپوا لیا ہوگا اور آج کچھ پیکٹ روانہ ہو جائیں گے۔

آج کے پرچہ میں وہ میموریل بھی چھپ رہا ہے جو سیٹھ یعقوب حسن صاحب نے مسلم لیگ کی طرف سے وزیر اعظم کی خدمت میں پیش کیا ہے اس میموریل کا مقصد بھی اہم ہے اور دلائل مختلف مگر پر زور ہیں۔ میں نے والی کو لکھا ہے کہ

(مسلم لیگ) کی طرف سے اسکو علیحدہ چھپوایا ہیں میری طبیعت دس روز کی کسلمندی کے بعد کل سے ذرا درست ہوئی ہے، انشا اللہ پرسوں نرسوں میں حاضر خدمت ہو سکوں گا۔ مسلم لیگ والوں کے پانچ سو کاپیاں لینے کے باعث میں نے میموریل کی چھپائی وغیرہ کا خرچ گھٹا دیا ہے، اور اب کوئی رقم آپ کے ذمہ واجب نہیں ہے بلکہ آپ کے عہ روپیہ چند آنہ میرے ذمہ نکلتے ہیں جو میں کسی وقت حاضر خدمت ہو کر پیش کر دوں گا۔

بخیال کفایت میموریل باریک لکھایا ہے مگر بہت اچھا چھپا ہے۔

سید جالب

(۳)

۹/ستمبر ۱۹۱۳ء

مخدومی و مطاعی

بعد آداب نیاز کے عرض پرداز ہوں کہ چھوٹانی صاحب کا نام آج شائع کر دیا جائے گا۔ میں اسی وقت والی صاحب کو بھی اطلاع دے رہا ہوں کہ جو نوٹس ابھی باہر روانہ نہیں ہوئے ہیں ان میں چھوٹانی صاحب کا نام بڑھا دیا جائے، جلسہ کی تبدیلی تاریخ کے متعلق ابھی مجھے کوئی اطلاع نہیں ملی اور میرا خیال ہے کہ تاریخ تبدیل نہ ہونا چاہیئے اگرچہ کئی قسم کی دقتیں ضرور ہیں کیونکہ ۲۲/کو نینی تال پر کونسل کا جلسہ اور ۲۳/کو علی گڈھ میں مسلم یونیورسٹی ایسوسی ایشن کا جلسہ ہے تاہم اپنی طرف سے پوری کوشش ہو جانی چاہیئے کہ جلسہ پورا کامیاب ہو۔ میں نے اس روز شب کو جو آپ سے عرض کیا تھا، اور معاملات کی حالت پر گہری نظر ڈال کر کہا تھا اور افسوس ہے کہ وہی صورت ظاہر ہو رہی ہے، مولوی ظہور احمد صاحب سے آج شام کو ملوں گا اور انھیں مزید کوشش پر مائل کروں گا، شیخ شاہد حسین صاحب باہر چلے گئے ہیں شاید بقر عید بعد واپس آئیں گے وہ یہاں بقر عید کی نماز نہیں پڑھنی چاہتے جس کا سبب حضور کو معلوم ہے، میں اپنی طرف سے کوئی عرض حال نہیں کر سکتا البتہ بالائی کوشش کرنے کو تیار ہوں اور تیار کروں گا اس میں حضور کی بھی کوشش فرمانے کی ضرورت ہے اور خواہ بدمزگی کا انسداد نہ ہو مگر ضروری قومی کام میں اس کا خیال نہ کیا جائے اور اس کو مدد دی جائے۔

حضور کا پرچہ وقت پر مل گیا ہے میں اس وقت دفتر جا رہا ہوں۔

خادم سید جالب دہلوی

(۴)

از سہارن پور محلہ خانہ باغ
وقت پونے گیارہ بجے شب درمیان شنبہ و یکشنبہ

۱۳/ستمبر ۱۹۱۳ء

مخدومی و مطاعی

تسلیم نیاز، میں حضور سے رخصت ہونے کے بعد کامل دو گھنٹے مکان میں کام کرتا رہا اور بہ مشکل کھانا کھانے کی فرصت نکال سکا حالانکہ اس قدر عجلت بیکار تھی کیونکہ جس گاڑی سے میں روانہ ہوا وہ ۱/۲ ۱ گھنٹے کی دیر سے آئی اور اس دیر کے باعث اس

کی مصلحت ایک حد تک زائل ہوگئی اگر وہ اپنے وقت پر ۱۱ بجے روانہ ہوتی تو آج ۱۲ بجے یہاں پہنچ جاتی مگر دیر چلنے کے باعث اس کو بڑے بڑے اسٹیشنوں پر سابق ٹرین کے ہٹنے کا انتظار کرنا پڑا اور پھر پلیٹ فارم پر آنے کا موقع ملا، سہارنپور میں بھی اسٹیشن سے آدھ میل اس طرف یہ ۴۰ منٹ کھڑی رہی اس طرح یہ پورے تین گھنٹہ کی دیر سے یہاں پہنچی۔

مجھے گو گاڑی میں ذرا بھی آرام نہیں ملا لیکن یہاں پہنچ کر دم لینے کا موقع نہیں تھا چنانچہ میں چار بجے تانگے کر روانہ ہوگیا اور ۹ بجے تک قریباً آٹھ دس معزز و بااثر اصحاب سے ملا سب کو میں نے ہمدرد پایا اور نصف سے زیادہ نے شرکت کانفرنس کا وعدہ فرمایا لیکن یہ معلوم کر کے سخت افسوس ہوا کہ یہاں کے اکابر علما کو دفتر کانفرنس نے آپ کی طرف سے کوئی بلاوا نہیں بھیجا میں نے والی کو بھی لکھ دیا ہے اور آپ سے بھی استدعا ہے کہ مندرجہ ذیل حضرات کو رسالے روانہ کر دیں اور دعوتی نوٹس بھجوا دیں۔

۱۔ مولانا خلیل احمد صاحب مدرس اعلیٰ مظاہر العلوم سہارن پور
۲۔ مولوی فضل الرحمن صاحب محلہ قاضیان سہارنپور
۳۔ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب محلہ قاضیان سہارن پور
۴۔ مولوی حبیب الدین تھیہ گنج سہارن پور
۵۔ راؤ بہادر عبدالرحمٰن خان صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ ضلع سہارن پور۔

میں اس وقت کی ڈاک سے روانہ ہو رہا ہوں اور انشاء اللہ کل بارہ بجے دوپہر کو لاہور پہنچ جاؤں گا، مجھ کو تار دفتر پیسہ اخبار کی معرفت دیا جا سکتا ہے جاتے آتے میں امرتسر بھی ٹھہروں گا۔ سب کی خدمت میں تسلیم نیاز اور مزید کوشش کی استدعا۔

خادم سید جالب

(۵)

شب ۲۷ ستمبر ۱۹ء

مخدومی مکرمی جناب مولانا صاحب

تسلیم نیاز۔ باعث تحریر یہ ہے کہ اس وقت مکان پر آنے کے بعد مبلغ ؎ روپیہ بابت چندہ فراہم کردہ مستورات برائے آنریبل سیٹھ یعقوب حسن صاحب بدست کرمی حکیم محمد اسماعیل صاحب ذبیح مجھے مل گئے ہیں میں اس کی رسید اخبار میں خاص طریقہ سے دے دوں گا اور یہ روپیہ سیٹھ صاحب موصوف کو جانے والی رقم میں شامل کر دوں گا۔ فقط

آپ کا خادم سید جالب

(۶)

از گلی ننھے خان پہلوان کوچہ چیلان نزد فیض بازار دہلی ۳ نومبر ۱۹ء

مخدومی مطاعی

تسلیم نیاز۔ للہ الحمد کہ میں یہاں بخیریت ہوں اور آنجناب کی صحت و عافیت کے لئے بارگاہ ایزدی میں دست بدعا

افسوس ہے کہ دہلی میں چھ ہفتے سے بخار کا سخت زور ہے گھر گھر اسپتال بنا ہوا ہے میرے گھر میں عشرت کو بفضلہ آرام ہو گیا ہے لیکن میرا چھوٹا بھانجا اور بھانجی اب تک مبتلائے بخار ہیں کوئی چھوٹا بڑا یہاں ایسا باقی نہیں رہا جس کو بخار کا حصہ کم و بیش نہ پہنچ گیا ہو لیکن خدا کا شکر ہے کہ جانوں کی خیریت ہے اب البتہ سردی کے بڑھنے سے نزلہ و نمونیہ کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے اللہ اپنے بندوں پر رحم کرے، میں والد ماجد کے فاتحہ سے جمعہ کی سہ پہر تک فارغ ہو گیا تھا اور شنبہ کو روانگی کا ارادہ رکھتا تھا جمعہ کی دوپہر کو عارف صاحب سے ملاقات ہوئی جنہوں نے حضور کی تجویز سے اطلاع دی پھر حضور کا گرامی نامہ بھی موصول ہوا میں نے فوراً کام شروع کر دیا ہے اور اس وقت تک جناب حاذق الملک ڈاکٹر انصاری نواب فیض احمد خان شمس العلماء صاحب خان صاحب مولوی عبداللہ خاں صاحب شیخ عزیز الدین مولوی اسمٰعیل بیرسٹر، حافظ احمد سعید چودھری عبدالرحیم و دیگر اصحاب کی خدمت میں حاضر ہو کر سب کو ہموار کر چکا ہوں۔ یہاں بھی بدقسمتی سے لکھنؤ کے مانند اختلافات ہیں اور بہت سے دل بگڑ گئے ہیں۔ ایک پارٹی والے دوسروں کے ساتھ مل کر کام نہیں کرنا چاہتے، مگر میں نے کانفرنس یا مجلس شوریٰ پر سب کو متفق کر لیا ہے اور آخر تو یہ ہے کہ اس کا اجلاس کرنے کے لئے بخوبی انتظام ہو سکتا ہے اس کا طریقہ یہ بتایا جاتا ہے کہ خلافت کمیٹی اپنا ایک نیابتی جلسہ منعقد کرے اور دہلی سے اس کو دعوت دی جائے استقبالی کمیٹی میں انشاء اللہ تمام طبقوں اور پارٹیوں کے لوگ کام کریں گے۔ لیکن آپ خلافت کمیٹی بمبئی سے تحریک فرمائیں کہ وہ اپنے یہاں ایک نیابتی اجلاس کسی مقام پر کرنے کی تجویز پاس کرے اس تجویز کے پہنچتے ہی ان کو دعوت دہلی سے بھیج دی جائے گی اور اجلاس کا خواہ وہ بڑی کانفرنس ہو یا چھوٹی مجلس شوریٰ انتظام خاطر خواہ کر دیا جائے گا یا جو دوسرا طریقہ حضور تجویز فرمائیں۔ میں میرٹھ مراد آباد بریلی میں اس کی تحریک کراؤں گا، لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ اگر آپ بڑی کانفرنس کرنی چاہیں تو اس کے انتظامات کے لئے سب لوگوں کو شریک کرنے کے لئے مجھے پہلے سے دہلی آنا پڑے گا۔

اس عریضہ کے پہنچنے پر مجھے دہلی میں بذریعہ تار اور میرٹھ میں بذریعہ خط فوری ہدایات مل سکتی ہیں اور اگر تاخیر سے جواب لکھا جائے تو دفتر نیر اعظم کی معرفت مراد آباد بھیجا جائے کیونکہ میں کل شام یا پرسوں صبح یہاں سے میرٹھ چلا جاؤں گا اور وہاں ایک روز ٹھہر کر مراد آباد میں ٹھہرتا ہوا جمعہ یا شنبہ تک لکھنؤ میں حاضر ہو جاؤں گا۔ بخدمت مولوی سلامت اللہ صاحب و مولوی الطاف الرحمٰن صاحب تسلیم نیاز دیگر پرسان احوال کو ما وجب۔

عریضہ نیاز

سید جالب

(۷)

۱۴ نومبر ۱۹۲۰ء

مخدومی و مطاعی

آداب نیاز۔ کل حضور کے جلسہ میں رونق افروز ہونے کی توقع تھی مگر افسوس کہ مایوسی ہوئی جلسہ میں جو کیفیت رہی وہ غالباً مولوی سلامت اللہ صاحب کی زبانی سامع اقدس تک پہنچی ہوگی۔ مجھے عارضی سیکرٹری شپ کا بار ڈال دیا گیا جس کو مجبوراً مجھے اٹھانا پڑا چنانچہ آج صبح سے اسی کام میں لگا ہوا ہوں، جناب حاذق الملک کو انتخاب ڈیلی گیٹ صاحبان کی اطلاع بذریعہ تار دے چکا ہوں اور فیض آباد

ردولی و بارہ بنکی کی خلافت کمیٹیوں کے عہدہ داروں کو ڈیلی گیٹ منتخب کرنے کے لئے تار بھیج چکا ہوں، مولوی نور الحسن صاحب کاکوری میں دستی خط بھجوا رہا ہوں اور فیض آباد بارہ بنکی، ردولی، سیتاپور، گونڈہ میں بعض اصحاب کو خط لکھ چکا ہوں پہلے بھی میں نے کئی خط روانہ انتخاب ڈیلی گیٹوں کی سفارش میں بھیجے ہیں اب ان کو باضابطہ لکھ رہا ہوں، دیگر مقامات اودھ میں کمیٹیاں قائم ہونے کا پتہ نہیں ملا لیکن مختلف اصحاب کو لکھنے کا ارادہ ہے، روپیہ میں نے ظفر الملک صاحب کے حوالہ کر دیا ہے کیونکہ میں مالی کام سے ڈرتا ہوں صرف عــــہ ان تاروں کیلئے لیے تھے جو اس وقت خرچ کئے ہیں۔

حضور سے یہ گزارش کرنے کی ضرورت ہے کہ جو روپے مجھے دیئے گئے تھے ان میں سے ما ۱۵ کا کاغذ خرید کر رکھ آیا ہوں اور ۵ روپیہ بجری تار و دیگر اخراجات وغیرہ میں اٹھے ہیں جس کا حساب میں نے لکھ رکھا ہے اس کے قبل کے روپیہ خرچ کا تصفیہ حساب دفتر مسلم لیگ سے حساب ملنے پر موقوف ہے ممکن ہے کہ اس میں عــــہ یا کچھ زیادہ روپے حضور کے میرے ذمہ نکلیں آج کے تاروں اور خطوں کا ذکر خرچ خلافت کمیٹی سے پایا ہے اپنے کانفرنس میں جانے کے لیئے میں دفتر ہمدم سے خرچ لینے کی کوشش کروں گا لیکن ممکن ہے کہ انگریز اصحاب جن کو انتظام میں دخل ہے اس پر کوئی پرخاش پیدا کریں اگر شیخ شاہد حسین صاحب سے باضابطہ تحریری منظوری مل سکے تو کافی ہے اور وہ ایسی منظوری فوراً دے دیں گے لیکن میں پانچ روز سے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی کوشش کر رہا ہوں اور کامیاب نہیں ہوتا اس روز مخدومی الطاف الرحمٰن صاحب نے ببئی والوں کی طرف سے کہا تھا کہ وہ ترتیب رپورٹ یا رسالہ کا خرچ دینے کو آمادہ ہیں اور حضور کو انہوں نے اختیار دیا ہے پس اب آنحضور ایک فیصلہ صادر فرمادیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے آیا میں لکھنؤ کانفرنس کی اردو رپورٹ کو انگریزی میں تیار کروں یا مجوزہ رسالہ لکھوں اس رپورٹ اور رسالہ کو کن حدود کے اندر رکھوں تاکہ ایک معینہ رقم سے زیادہ خرچ نہ ہو وہ معینہ رقم کہاں تک ہوگی نیز آئندہ دہلی کانفرنس کی تفصیلی رپورٹ مجھے مرتب کرنا پڑے گی یا کوئی اور اس کام کو سرانجام دے گا۔ میری استدعا ہے کہ ان امور پر حضور اپنے صحیح منشا سے آگاہ فرمائیں میں کل حصولِ نیاز کی کوشش کروں گا۔

آپ کا خادم

سید جالب

(۸)

دفتر ہمدم ۲۰، دسمبر ۱۹ ـــــہ

مخدومی و مطاعی

بعد ادائے آداب نیاز کے عرض پرداز ہوں کہ ان دنوں تقریباً دو ہفتے سے آنجناب کی خدمت میں حاضری کا موقع نہ تھا مجھے سخت شاق ہے، جناب نے بھی شاید شام کی ہوا خوری ترک کر دی ہے میرے لئے سخت سردی میں شام کو باہر نکلنا دشوار ہوتا ہے لیکن اس پر بھی میں نے اس روز ضیافت میں شرکت کا مصمم ارادہ کیا۔ بعد میں یاد آیا کہ میں اسی شام کو قاضی عبد الغفار و فاروقی صاحبان کو اپنے یہاں مدعو کر چکا ہوں اس لئے مجبور رہا۔ اسی مضمون کی معذرت دوسرے پرچہ پر مولوی الطاف الرحمٰن صاحب کو لکھی ہے جو آپ ان کے حوالہ کر دیں۔

بہت سے امور دریافت طلب ہیں وفد کی بابت کیا طے ہوا، آنجناب کب امرتسر تشریف لے جائیں گے آیا دہلی ہو کر

جائیں گے یا براہ راست میں ۲۴ کو جانے کا ارادہ کر رہا ہوں اگر آپ بھی اسی روز یا ۲۵ کو تشریف لے جائیں تو راستہ بھر قدم بوسی کا موقع ملے گا۔ خدا جانے ڈیلی گیٹوں کے لئے درجہ ریزرو کرنے کا کوئی انتظام ہوا یا نہیں آج شام کو پنڈت گوکرن ناتھ صاحب سے ملتا ہوا جاؤں گا سنا ہے کہ شیخ شاہد حسین صاحب بھی جائیں گے اور خلافت کانفرنس میں کچھ تقریر بھی کریں گے ہر دو خطوط بعد مطالعہ واپس بھیجتا ہوں ان کے متعلق کئی امور قابل غور و بحث ہیں میں انشاء اللہ کل دس بجے کے قریب حاضر خدمت ہونے کی کوشش کروں گا اور پھر اس طرف سے نخاس چلا جاؤں گا۔ ایک ضروری امر قابل گزارش یہ ہے کہ آج میں نے جمعیۃ علماء پر ایک لیڈر لکھا ہے جو پرسوں نکلے گا اس کو آنجناب ملاحظہ فرمائیں اور علماء کی خود نام نہاد "سیاسی رہنمائی" پر آمادہ ہونے کی بابت اظہار خیالات فرمائیں۔ اس وقت کئی اطراف میں غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں حضور کا مضمون ہمدم میں نکلنے سے معاملہ ایک حد تک صاف ہو جائے گا۔

فقط۔ خادم سید جالب

(۹)

۲۲ دسمبر ۱۹ء

مخدومی و مطاعی

تسلیم نیاز، کل میں قبل از دوپہر حاضر ہونے کا مصمم ارادہ رکھتا تھا لیکن پرسوں جوڈیشل سیکرٹری لوکل گورنمنٹ کا تار ملا کہ جیل کمیٹی کے روبرو تم کو شہادت دینی چاہئے، سوالات مرسلہ کا جواب فوراً ارسال کرنا چاہئے میں میعاد معینہ (۱۵ اکتوبر تک) گزر جانے اور جوابات بوجہ مصروفیت مسئلہ خلافت و یوم الدعا مرتب نہ کر سکنے کے باعث مایوس ہو گیا تھا اور کاغذات کو میں نے کہیں رکھ دیا تھا اب تار ملنے پر کل ان کو ڈھونڈنا پڑا اور اسی سلسلہ میں کاغذات کو میں نے چھانٹ لینا چاہا اس میں ۸ بجے صبح سے ایک بجے بعد از دوپہر تک کا وقت گزر گیا اور پھر بھائی فضل الرحمٰن صاحب تشریف لائے جن کو میں نے انہی سوالات کے جوابات کی تیاری میں مدد دینے کے لئے بلایا تھا، سہ پہر کو خلافت کمیٹی کے جلسہ میں حضور کی زیارت ہونے کی امید تھی مگر آپ کے ہاں سے لئے مولوی معتبر اللہ صاحب کے کوئی نہیں آیا، اب میں آج شام کو جس طرح بھی بن پڑے گا حاضر خدمت ہونے کی کوشش کروں گا آج سہ پہر کو میری حاضری سے قبل وہ مضمون جمعیۃ العلماء پر ہمدم میں نکل جائے گا اس کو حضور ملاحظہ فرمائیں اور اس کے متعلق ایک تحریر ضرور ہمدم کے لئے عطا فرمائیں تاکہ جو غلط فہمیاں ہمدم اور حضور کے تعلقات کے سلسلہ میں پیدا ہو گئی ہیں وہ رفع ہو جائیں میں نے ۲۴ کو روانگی امرتسر کا ارادہ کیا ہے ممتاز حسین واحسن بھی ساتھ چلنے کو آمادہ ہیں خدا کرے درجہ ریزرو ہو سکے ورنہ راستہ میں بہت تکلیف کا اندیشہ ہے، میں یہ عریضہ لکھ چکا تھا کہ حامل پرچہ ہذا مولوی امادۃ اللہ صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ حضور ملیح آباد تشریف لے گئے ہیں اور وہاں سے کل صبح واپس تشریف لائیں گے یہ بھی سنا کہ حضور کل ہی امرتسر روانہ ہو جائیں گے اس کی سخت ضرورت ہے کہ قبل از روانگی میں حاضر خدمت ہو سکوں پس کل صبح یہ عریضہ پڑھنے کے بعد جواب دفتر بھجوا دیں کہ میں کس وقت نیاز حاصل کر سکتا ہوں۔ آپ کا خادم سید جالب

(۱۰)

یکم اپریل ۱۹۲۰ء

مخدومی و مطاعی تسلیم نیاز۔ مجھے یہ دریافت کر کے گونہ تعجب ہوا کہ آپ کل دوپہر سے تشریف لائے ہوئے ہیں کاش کہ مجھے کل ہی خبر مل

جاتی تو میں شب کو حاضر ہوتا آج شب کو ایک صاحب باہر سے تشریف لانے والے ہیں اس لئے میں انشاء اللہ کل دس بجے تک حاضر خدمت ہونے کی کوشش کروں گا اور اگر آج آبار ہائی اسکول کا جلسہ تقسیم انعام نہ ہوتا تو میں مغرب سے قبل نیاز حاصل کر لیتا۔

مسٹر احسان (دہلی) اور مولانا ابوالکلام صاحب کا ایک ایک خط پڑھ کر واپس بھیج کر ایک مضمون احسان صاحب کا اور ایک خط سید سلیمان صاحب کا میں نے رکھ لیا ہے مضمون چھاپا جائے گا اور میرا خیال ہے کہ سید سلیمان صاحب کے خط کے بعض بعض حصے بھی بجنسہٖ مفید ہوں گے۔ ان کو بغور پڑھ کر ان حصوں کا اقتباس کر دوں گا۔ مولانا ابوالکلام صاحب نے جو فرمایا ہے میں خود نہیں ان سے اس کا درد آ رہا ہوں میرا خیال ہے کہ اب شور و غل تو بالکل ختم ہونا چاہیے اور ہمیں نہایت خاموشی کے ساتھ مضبوط کام کرنا چاہیے۔ آج ایک صاحب میرے پاس ان حقوں سے اس امر کی جستجو میں آئے تھے کہ مسلمانوں نے ترکی شرائط صلح کے طے ہو نے کے بعد کیا ارادہ کر رکھا ہے ظاہر کرنا اندازاً نہایت ناموافق اور ذلت انگیز ہوں گے۔ آپ کانپور کب تشریف لے جائیں گے میں بھی شاید انوار کے جلسہ میں شامل ہو سکوں گا اور دو شنبہ کو واپس آ کر اخبار نکال سکوں گا۔ انتظام درست ہو چکا ہے شاید اگلے ہفتہ میں بفضلہ تعالیٰ بجائے صفر کا پرچہ نکل سکے گا۔ فقط

آپ کا خادم

سید جالب دہلوی

(۱۱)

۱۴ جولائی سنہ۔

مخدومی و مکرمی۔ میرے پاس کوئی مضمون شبیر حسین صاحب کا ترجمہ کے لئے نہیں ہے بلکہ ان کا پیام، انسر کا جواب ہے جو میں کوئی لکھنے والا نہ ہونے کی وجہ سے بتدریج ترجمہ کر رہا ہوں اور جناب مولانا کی ہدایت کے موافق اس کی کاپی لکھوا رہا ہوں ترجمہ مکمل ہو کر چھپ جائے گا تو حاضر کیا جائے گا۔

حسن نظامی صاحب کا تار دیکھا مولانا کا جواب اس پر نہایت معقول اور مناسب ہے میں اس کو اخبار میں چھاپ دینا چاہتا ہوں اس لئے رکھ لیا ہے۔

مولوی عظمت اللہ صاحب کے نام کئی روز سے اخبار جارہا ہے اگر آپ نے قیمت اخبار لانے والے کو دے دی ہے۔ تو اس سے رسید طلب فرمایئے میں بھی کل دفتر میں دریافت کروں گا۔ جناب مولانا کب تک بمبئی کا قصد رکھتے ہیں میں اس ہفتہ میں پھر باہر جانے اور مسلسل دس بارہ یوم تک سفر میں رہنے کا ارادہ کر رہا ہوں خدا کرے کوئی امر مانع کار نہ ہو۔

آپ کا خادم سید جالب دہلوی

(۱۲)

مخدومی مکرمی

تسلیم نیاز میں گذشتہ یکشنبہ سے بخار میں مبتلا ہوں اور ہفتہ کے آخری ایام میں درد سر کی تکلیف بہت بڑھ گئی ہے منیجر بیچارے شیخ شاہد حسین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ بردوانی گئے ہوئے تھے کل صبح کو ملے تو انہوں نے میرے متعلق فیصلہ دریافت کیا

انہوں نے فرمایا کہ لاٹ صاحب کے حکم کا انتظار ہے اور سر راجہ صاحب اس کے متعلق ہی فیصلہ کریں گے۔ مجھے بھی وہی کرنا پڑے گا اس کے بعد انہوں نے میری بیماری کا تذکرہ کیا اور کہا کہ وہ بہ مشکل اب تک دفتر میں آ کر کام کر رہے ہیں لیکن نہیں معلوم کہ کب تک اس طرح کام کر سکیں اس لئے فیصلہ ہونے تک انہیں رخصت دے دی جائے اس پر شیخ شاہد حسین صاحب نے فرمایا کہ اخبار کا کام کون کرے گا۔ انہوں نے میرے تقرر میں انیس احمد صاحب کو عارضی طور پر انچارج کرنے کی تجویز ہونے کا حوالہ دیا جس پر پہلے تو وہ فرمانے لگے کہ ہمدم میں روپیہ کی کمی ہے اور مالی حالت کیسی ہے آخر میں بہ مشکل انہوں نے جواب دیا کہ انیس احمد صاحب سے گفتگو کی جائے اس کے بعد میں نے انیس صاحب کو بلایا تو معلوم ہوا کہ وہ باہر گئے ہوئے ہیں میں نے آج سے ڈاکٹر انصاری صاحب کی دوا پینی شروع کی ہے مگر گذشتہ دو ماہ کے اندر میری صحت و قوت کو جو نقصان پہنچا ہے اور دانتوں کی شکایت جس طرح گلے سے گزر کر سینہ کی طرف پہنچی معلوم ہوتی ہے اس کے لحاظ سے اندیشہ ہے کہ چند ہفتے باقاعدہ علاج کی ضرورت ہوگی۔ خدا کرے میری عدم حاضری میں اخبار کا کام قابل اطمینان طریقہ سے جاری رہے۔ مجھے یہ عریضہ آپ کی خدمت میں بھیجنے کی اس لئے ضرورت لاحق ہوئی کہ میں کئی روز سے بوجہ بیماری مولانا کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا ان سے میرا آداب عرض کر دیں اور مولوی ظفر الملک کے متعلق بلا کر کسی جلسہ کا انتظام فرمایا مجھے تو امید تھی کہ آج ہی جلسہ کیا جائے گا کیونکہ اتفاق سے آج اتوار کا دن تھا اور جلسہ کا بآسانی انتظام ہو سکتا تھا مگر حیرت ہے کہ اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کی گئی اور اب جس طرح ممکن ہو ایک جلسہ ضرور کر دینا چاہئے۔ جو خلافت کمیٹی کی طرف سے کیا جائے فقط

آپ کا خادم سید جالب دہلوی

(۱۴)

سہ شنبہ ۲۴ مئی ۱۹۲۱ء

مخدومی و مطاعی، تسلیم نیاز۔ کل مولوی سلامت اللہ صاحب نے میری معرفت ایک کار خیر میں حصہ لیا اور خدا کا شکر ہے کہ ان کی محنت رائیگاں نہ ہوئی یعنی خلافت فنڈ کو ایک رقم مل گئی میں جب وہاں سے واپس آیا تو مکان پر فرخ آباد سے آیا ہوا ایک بہت بڑا تربوز رکھا ہوا پایا جس کی ہیئت ہی سے میری رغبت کافور ہو گئی آپ چونکہ روزہ کھول کر خاص طور پر تربوز نوش فرماتے ہیں اس لئے میں اس کو خدمت عالی میں بھیجتا ہوں اگر یہ برف میں ٹھنڈا کیا جا سکے تو امید ہے کہ بہت اچھا ہو جائے گا کیونکہ فرخ آباد سے آنے کے باعث اس کے شیریں و سرخ نکلنے کی امید باندھی جا سکتی ہے — سخت افسوس ہے کہ دیگر مشکلات کے علاوہ ہمارے دفتر و پریس میں باہم جھگڑے جاری ہیں اور پریس والوں کے تمرد کی وجہ سے آج کا پرچہ چھپ نہیں سکا میں کل کا پرچہ ۶ صفحے پر نکالنے اور ضروری خبریں اس میں چھپنے کی کوشش کر رہا ہوں دیکھئے ان مصیبتوں سے کب نجات ملے۔ بخدمت مخدومی مولوی الطاف الرحمٰن صاحب تسلیم نیاز دیگر پرسان احوال کو آداب۔ جب مولوی عنایت اللہ صاحب کے متعلق کوئی تردد ہے۔ ممکن ہو تو کل صبح سعید صاحب سے آج کے واقعات کی اطلاع دلا دیں — زیادہ اشتیاق حصول زیارت

آپ کا خادم سید جالب

مکرر آنکہ یہ پرچہ میرا سید علی قادری صاحب لئے جا رہے ہیں جو ہمدم کے پرنٹر اور قیصریہ برقی پریس کے کیپر تھے اور

شاہجہاں پور کے انہی پیر صاحبؒ از اولاد حضرت غوث الاعظم سے بیعت ہیں۔

جالب

(۱۴)

۱۶ر دسمبر ۲۱ء

حضور والا، بعد ادائے تسلیم نیاز مندانہ کے عرض پرداز ہوں کہ میں یہ عریضہ سخت اضطراب و انتشار کی حالت میں خدمت اقدس میں ارسال کرنے کے لئے لکھ رہا ہوں مجھے اس عریضہ کے ذریعہ سے حضور کے قیمتی اوقات و بیش بہا اشتغال میں خلل انداز ہونے کی ضرورت بدیں وجہ محسوس ہوئی کہ اگرچہ میرے اکثر احباب میرے طول کلام کے گلہ مند ہیں اور بعض اوقات سلسلۂ گفتگو بہت دراز ہونے سے گھبرا اٹھتے ہیں لیکن جب میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں تو حضور کی روحانی قوتوں کا میرے قلب و دماغ پر کچھ ایسا اثر پڑتا ہے کہ میری قوت گویائی بڑی حد تک سلب ہو جاتی ہے، چنانچہ کل شام کو اور پھر شب کو اگرچہ اپنی شہادت کے متعلق (جس پر اپنے مجبور کئے جانے کی مجھے ان لوگوں کی زبانی اطلاع ملی تھی جو مقدمات کی کارروائی دیکھنے گئے تھے) میں بار عرض کیا مگر جو طاقتور جذبات میرے قلب و دماغ میں موجزن تھے میں ان کا اظہار نہ کر سکا۔ حضور کی خدمت سے واپس آنے کے بعد ٹھیک بارہ بجے رات کے مجھے سٹی مجسٹریٹ کی عدالت کا وہ سمن ملا جس کا تمام دن کھٹکا لگا ہوا تھا اور محض اسی اندیشہ سے میں نے خود ان مقدمات کی رپورٹ لینے کے لئے جانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا کہ مبادا عدالت میں میری موجودگی سے فائدہ اٹھایا جائے اور مجھے ادائے شہادت پر مجبور کیا جائے میرے لئے اس موقعہ پر اپنی موجودگی عدالت کو ملتوی کرنا بھی سخت شاق تھا کیونکہ گزشتہ یکشنبہ کو تانگہ بہت دیر میں دستیاب ہونے اور گرفتار شدگان سے ملاقات کا وقت گیارہ سے بارہ بجے تک مقرر کئے جانے کی اطلاع ملنے کے باعث میں مولانا سلامت اللہ اور شیخ شوکت علی صاحبؒ سے نہیں مل سکا تھا میں نے اپنے جذبۂ شوق کو دبایا اور خود مقدمہ میں نہ گیا مگر افسوس کہ طلبی کا پروانہ آدھی رات کو ایک بلائے مبرم کی طرح نازل ہو گیا میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ سمن کی تعمیل نہ کروں گا اور عدالت سے اگر وارنٹ جاری ہوگا تو کسی کو ضمانت نہ دینے دوں گا بلکہ وارنٹ لانے والوں کے ساتھ چلا جاؤں گا اور صبح کو عدالت میں پیش کئے جانے پر ان کے سوالات کا جواب دینے سے انکار کر دوں گا جس سے مجھے اپنے بھائیوں سے پہلے ہی بحیثیت ایک سزا یاب قیدی کے جیل میں داخل ہونے کا موقع مل جائے گا مگر حضور نے اس کی اجازت نہ دی اور ادائے شہادت کی ضرورت بتائی میری شہادت کی جو نوعیت تھی اس کا حضور کو علم ہوا ہوگا۔ میں نے اپنے مقدور بھر کسی بات میں راستی سے ذرہ برابر تجاوز نہیں کیا اور سوالات کے جواب دینے شروع کرنے سے قبل اپنا احتجاج بھی عدالت اور پولیس کو نوٹ کرا دیا اور یہ بھی لکھوا دیا کہ دفتر ہمدم کی تلاشی کا وارنٹ تیار تھا اور تلاشی میں چونکہ میری اور ارکان دفتر کی سخت تکلیف کے علاوہ بعض ایسے کاغذات نکل آنے کا اندیشہ تھا جن کی وجہ سے عمال حکومت کو میرے بہت سے بھائیوں کو تکلیف پہنچانے کا موقع مل جاتا اس لئے میں نے اس کو ترجیح دی کہ کاغذات مطلوبہ میں سے جو دستیاب ہو سکیں وہ حوالہ کر دوں اور اس طرح بڑی تکلیف اور مضرت کو ٹالوں میں نے یہ بھی جتا دیا کہ ہم اپنے وسائل اطلاع کو منکشف نہیں کر سکتے مگر جن تحریروں کے ساتھ تمول کے نام خود ان کی مرضی سے چھاپے گئے ہیں ان کی بابت مجھے زبانی یا قرار کرنے میں تامل نہیں ہو سکتا کہ اپنی یاد کے موافق وہ انہی اصحاب کے نام سے

مجھے لی تھی کاش کہ میرے بھائی اپنی ذمہ داری کے اظہار میں تامل نہ کرتے تو میری شہادت کی ضرورت ہی نہ پیش آتی اب اگرچہ میری شہادت سے صرف ہمدم کی مندرجہ اطلاعات کے باضابطہ ثابت کئے جانے کا فائدہ اٹھایا گیا ہے اور اسی کے ضمن میں میں نے بعض ایسی باتوں کا بھی انکشاف کر دیا ہے جو اُن اطلاعات کی صحت کے متعلق ایک حامی انصاف عدالت کے دل میں شبہ پیدا کرنے کی باعث ہو سکتی ہیں تاہم جب سے میں ڈسٹرکٹ جیل سے واپس آیا ہوں اپنے قلب پر ایک بڑا بوجھ محسوس کر رہا ہوں اور اس امر کا احساس میرے ضمیر کے لئے سخت ناگوار اور تعجب خیز ہے کہ مجھے اپنے بھائیوں کے خلاف ثبوت کی بہم رسانی میں کچھ نہ کچھ مدد دینے پر مجبور کیا گیا۔ چودھری خلیق الزماں صاحب نے جیل کو واپس جاتے ہوئے ایک فقرہ ایسا کہا جو میرے رویہ کی نسبت ناواقفوں کو غلط فہمی میں ڈالنے اور میرے برخلاف لوگوں کو بدگمانی پیدا کرنے کے لئے کافی ہے اور چونکہ ضمیر کی ایسی سخت خلش کو جیسی اس وقت میں محسوس کر رہا ہوں زیادہ عرصہ تک برداشت کرنا میری طاقت سے باہر ہے۔ اور یہ حالت جب تک قائم رہے گی اس وقت تک مجھے اندیشہ ہے کہ میں اپنے اخباری فرائض ہی مناسب طریقہ پر اداء نہ کر سکوں گا جن کی ادائگی کے قابل رہنے کے لئے میں نے ہر قسم کا ایثار کیا اور بہت سی ناگوار باتیں بھی سنی ہیں کیونکہ اپنی قوم کی اور دین کی جو کچھ خدمت ہمدم کے ذریعہ سے میں انجام دے سکتا ہوں اس کو میں ان صعوبات میں کسی دوسرے آرگن کی عدم موجودگی میں بہت غنیمت سمجھتا ہوں اور حضور کے ارشاد کے موافق اس کو جاری رکھنا چاہتا ہوں مگر تازہ واقعہ نے مجھے اس پر مائل کیا ہے کہ میں جلد سے جلد اپنی اس کارروائی کا مناسب کفارہ دوں اور موجودہ وقت میں یہی ہو سکتا ہے کہ جیل میں اپنے بھائیوں سے جا ملوں میں نے ڈسٹرکٹ جیل جانے سے قبل ڈپٹی کمشنر کے پاس جا کر اس کی کوشش کی تھی کہ میری شہادت نہ پیش کی جائے اس نے بڑی حد تک میری پریشانی کو دل نشین کیا اور اثبات جرم کی طرف سے کام کرنے والوں کی نامناسب روش کو مانا مگر آخر میں کہا کہ اس وقت کچھ نہیں ہو سکتا بہر حال اجنبی طریقہ ہائے حکومت کی ناگواری اور اپنے ملکی بھائیوں کی مجبوری جیسی اس واقعہ سے مجھے ذہن نشین ہوئی ہے اس کا اثر مہینوں بلکہ برسوں میرے قلب پر رہے گا اور میرا ضمیر مجھے ملامت کرے گا۔ بہر حال میں چونکہ مسئلہ خلافت کو حفاظت حرمین شریفین کے بڑے مسئلہ کی ایک شاخ سمجھتا ہوں اور اس معاملہ میں بحیثیت ایک خادم کعبہ کے صرف حضور کے احکام کی پابندی اپنے اوپر لازم سمجھتا ہوں اور حضور کے روبرو زبانی طور پر اپنے جذبات اور خیالات کا اظہار نہیں کر سکتا اس لئے بذریعہ اس عریضہ کے گذارش کرتا ہوں کہ اپنے ضمیر کی تسکین کے لئے جو کفارہ میں اپنے اوپر لازم سمجھتا ہوں اس کی حضور کب تک اجازت دے سکتے ہیں اور کون سی صورت اس کی تجویز فرماتے ہیں اب تک اخبار ہمدم کی حفاظت کا خیال میرے راستہ میں بہت مائل رہا ہے اور میں نے اگرچہ اخبار میں اپنے ضمیر کے خلاف کچھ لکھنے سے ہمیشہ احتراز کیا ہے لیکن اخبار کو قائم رکھنے کی ضرورت کا احساس وقتاً فوقتاً بعض ایسی باتوں کے لکھنے سے مجھے روکتا رہا ہے جن کو مجھے برملا لکھنا چاہیے تھا میرے مخدوم مولانا محمد علی صاحب نے میرے متعلق بالکل درست فرمایا تھا کہ میں بدنصیب خود تو خدمت و حفاظت کعبہ کے راستہ پر گامزن ہونے کا موقع نہ پا سکا جس کی بابت میں نے کارڈ معاہدہ پر بحیثیت خادم کعبہ دستخط کئے تھے لیکن کم از کم میں نے اپنے مرغ قبلہ کی حیثیت قائم رکھی اور لوگوں کو صحیح سمت کا نشان دیتا رہا لیکن اب صبر کا پیمانہ لبریز ہو چلا ہے اور ضمیر کی خلش سے چین پانا مشکل ہوتا جاتا ہے اس لئے میں حضور سے رہنمائی چاہتا ہوں۔ میرے خانگی حالات سے حضور بخوبی آگاہ ہیں اور میری ضعیفہ مرتعش والدہ۔ دائم المرض بیوی کمزور اور بلا مستقل ذریعہ معاش بچے اور ایک غریب بہن جو ننھے ننھے بچوں کی ماں ہے۔

ان سب کی کیفیت حضور پر ظاہر ہے اور ہمدم کی صورت معاملات حضور سے پوشیدہ نہیں مگر میں یہ سوچتا ہوں کہ میاں عشرت یا کوئی اور اعزہ میری قبر میں نہیں سوئیں گے اور شاید ہمدم کی اڈیٹری میرے گناہوں یا کم از کم قصوروں کا کفارہ نہ بن سکے گی اس لئے میں عرض پرداز ہوں کہ حضور اپنے قیمتی اوقات میں سے تھوڑا وقت نکال کر اس عریضہ کو ذرا غور و توجہ سے ملاحظہ فرمائیں اور تمام حالات کو ذہن نشین رکھ کر کوئی مناسب راستہ میرے لئے تجویز فرمائیں میں آخر میں یہ بھی جتا دینا چاہتا ہوں کہ خلافت کا کام بڑی حد تک رکا ہوا ہے اور اگر موجودہ حالت زیادہ عرصہ تک قائم رہے گی تو بالکل رک جائے گا۔ فقط

خاکسار سید جالب اڈیٹر ہمدم لکھنؤ

(۱۵)

مخدومی و مطاعی، تسلیم نیاز۔ میاں شاہد علی اس وقت آئے ہیں اور آپ کا خطبہ صدارت خود ڈھونڈھ کر نکالنا چاہتے ہیں مجھے سخت ندامت ہے کہ شاہد علی صاحب پیر، اتوار دو دن برابر آئے ہیں اور میں ان کو ناکام واپس کر دیتا ہوں حقیقت حال یہ ہے کہ اسباب جو اس مکان سے اٹھ کر یہاں آیا ہے اور تمام کاغذات سید علی صاحب نے بنڈلوں میں باندھ کر رکھ دیئے ہیں اور بیسیوں کی تعداد میں اندر ایک بہت بڑی میز پر پڑے ہوئے ہیں۔ اسی میز پر کتابیں بھی رکھی ہوئی ہیں اس وقت یہ کیفیت ہے کہ کوئی کاغذ تو درکنار کوئی کتاب بھی میں خود نہیں نکال سکتا! اس لئے میں نے بڑی بڑی ریک کھلی الماریاں بنوائی ہیں جن کے لئے لکڑی اور تختے خرید لئے گئے ہیں اور آج سے وہ بننے شروع ہوئے ہیں امید ہے کہ اس ہفتہ میں وہ ایک تیار ہو جائیں گے اور میں نے اپنی نشست کے لئے صحنچی میں ٹین دلا کر جو کمرہ تیار کیا ہے اس کے تیغوں میں بھی چار چار خانوں کی دو الماریاں بن جائیں گی اس وقت میں خود انشاءاللہ ساری کتابوں کو وہاں سے اٹھا کر ان الماریوں اور ریکوں میں رکھ دوں گا اور کاغذات کے بنڈل کھول کر ان کو ترتیب دے دوں گا میرے پاس کوئی کاغذ ضائع نہیں ہوتا مگر بے شمار کاغذات میں مل کر نکال وقت سے ملتا ہے جس طرح بھوس کی ٹوکری میں کوئی تنکا یا سوئی چھپ جائے شاہد علی بیچارے خود تلاش کرنے کو آمادہ ہیں اور اصرار کرتے ہیں مگر میں جانتا ہوں کہ یہ ۵ ۔ ۶ گھنٹے کی مسلسل محنت میں بھی بلا میری مدد کے نہیں نکال سکتے اس ہفتہ میں ریک بن جانے پر میں انشاءاللہ آئندہ اتوار کی چھٹی میں کتابوں کو لگا دوں گا اور کاغذات کو بھی مرتب کر دوں گا اس وقت آپ کا خطبہ اور مشائخ صوفیہ کے نام کا خط دونوں نکل آئیں گے۔

خدا کا شکر ہے کہ اب مجھے بخار نے چھوڑ دیا ہے اس وقت حمام جا رہا ہوں وہاں سے اگر جلد فرصت مل گئی تو قبل از دوپہر ورنہ شام کو حاضر خدمت ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

آپ کا خادم

سید جالب دہلوی

(۱۶)

مخدومی و مطاعی، تسلیم نیاز

میں نے میموریل کا مضمون مرتب کر لیا ہے مگر اس کو صاف کرنے کے لئے وقت نہیں ملا کیونکہ دن بھر لوگ آتے رہے بہر حال میں کل شام تک اس کو حاضر کر دینے کی کوشش کروں گا۔ رسالہ کا مضمون غالباً ۴۸ صفحے تک پہنچ جائے گا اور اس میں پانچوں میموریل یونیو

ئے مطالعہ کا تار اس پر لندن مسلم لیگ کا خط بنام وزیر اعظم، مسٹر میکڈونلڈ مارلین کے دونوں (بیان) ترکی کی بابت کی یادداشت اور اتحادیوں ئے جواب کا مسٹر لیباب ڈیوک کمتھال کی (کتاب) نیشن کا نوٹ دوبارہ مجوزہ تقسیم ترکی، اخبار ڈرٹ لک کا اس پر اعتراضی مضمون۔ عبداللہ یوسف علی کی چٹھی وغیرہ آجائیں گی۔ مضامین بارہ نمبروں میں نکلیں گے اور اگر حضور چاہیں تو بعد میں ان کو بصورت رسالہ علیحدہ چھاپا جاسکتا ہے مگر (اس) میں ان کو داخل کرنے کا موقع نہیں اگر گنجائش نکلی تو میں ۸ صفحوں کے اندر مشیر حسین صاحب کی تقریر بھی دوں گا، کوشش کر رہا ہوں کہ بقر عید کے قبل یہ چھپ جائیں مگر رسالہ کی صورت میں لاگت بہت بڑھ جائے گی۔ میرے پاس حضور کے عہ پچھلے حساب کی بابت باقی ہیں جو میں ۱۲ تاریخ کے بعد ادا کروں گا اس رسالہ کی ایک ہزار کاپیوں کی چھپائی۔ لکھائی، کاغذ کا تخمینہ ۵۰ سے بڑھ جائے گا آپ شام کو کچھ روپیہ بھجوا دیں کہ میں کاغذ خرید کر دے دوں۔

مسٹر گاندھی کو جواب لکھنے کے لئے (آپ کے) اظہار خیالات کی ضرورت ہے، سید ہارون جعفر کی تجویز مناسب ہے اس میں کسی ترمیم کی ضرورت نہیں۔

سید جالب

(۱۷)

مخدومی و مطاعی۔ تسلیم نیاز آپ نے تار میں جس بحری تار کا حوالہ دیا گیا ہے وہ بڑا طویل ہے۔ اور آج دس بجے تک موصول ہو رہا ہے افسوس کہ اس کا ترجمہ آج کے ہمدم میں نہیں نکل سکتا، انشاء اللہ کل شائع ہو جائے گا۔ مگر میں شام کو آپ کے ملاحظہ کے لئے وہ تار اور بمبئی کرانیکل کا پرچہ لیتا آؤں گا۔

جو مضمون آپ نے واپس طلب فرمائے ہیں ان کو میں نے باہم پیوند کر کے لکھوا رکھا ہے وہ ذرا طویل ہو گئے ہیں اس لیے گنجائش اور موقع کا منتظر ہوں۔ آج شام کو حاضر ہوں گا تو بعض واپس کرنے والے خطوط وغیرہ واپس لیتا آؤں گا۔

مسٹر شیخ مشیر حسین کا جواب پیام ویسرائے کا جو ترجمہ میں نے لکھنے کو دیا تھا اس کے متعلق حضور کا پیام کل شام کو پہنچنے کے بعد میں آج کاتب کو اطلاع دوں گا کہ وہ مزید مضمون نہ لکھے۔ جو کچھ اس نے لکھا ہوگا وہ اور مسودہ ظفر الملک صاحب کو دے دوں گا اور بقیہ ترجمہ بھی ان کے حوالہ کر دوں گا۔

آپ کا غالباً اب بمبئی کا قصد سندھ کانفرنس کی شرکت سے قبل نہ رہا ہوگا کیونکہ مسٹر گاندھی اور شوکت علی خود پنجاب چلے گئے ہیں اور وہاں سے سندھ جا رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ غالباً سندھ کانفرنس سے واپسی میں بمبئی کا قصد فرمائیں گے۔

سید جالب

(۱۸)

مخدومی و مکرمی

السلام علیکم میں اس عریضہ کے ساتھ نقل خط و کتابت جناب مولانا عبدالباری صاحب مدظلہ و شمس العلماء مولوی محمد احمد صاحب واپس کرتا ہوں میں نے اس کو بغور پڑھا لیکن اول تو اس کے لئے دو صفحے درکار ہیں جن کی گنجائش اخبار میں بدیر نکلے گی دوسرے

خط و کتابت کی اشاعت سے مسلم پبلک کو جب ہی پورا فائدہ پہنچ سکتا ہے کہ بعض پوائنٹ صاف کئے جائیں اور وہ فتویٰ کے اصل مضمون سے متعلق ہیں جس کی اشاعت خود مولانا پسند نہیں فرماتے اس خط و کتابت سے محض یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دیوبند والوں نے کوئی دوسرا فتویٰ مرتب نہیں کیا ہے لیکن وہ اس فتوے کے صاف مسائل پر بھی قطعی رائے دینے سے جھجکتے ہیں۔ اس کو میں ایک نوٹ میں ظاہر کر دوں گا۔ میں اس کو پرسوں صبح ہی واپس کر دیتا لیکن افسوس ہے کہ جیب میں رکھ کر بھول گیا تھا۔

آپ کا خادم

(بنام مولانا سلامت اللہ صاحب) سید جالب

خط، سید محمد مشیر الدین

(۱)

۶ر نومبر ۱۹ء

جناب محترم

آداب عرض۔ کل میر صاحب کا ایک تار میرے پاس آیا تھا جس کو میں نے آپ کی خدمت میں بھجوا دیا تھا امید کہ پہنچ گیا ہوگا۔ آج ابھی میر صاحب کی یہ تحریر مجکو ملی ہے جس کو حسب ہدایت تحریر ہذا کے ساتھ شامل کرتا ہوں رسید سے مطلع فرما کر شکر گزار فرمایئے گا۔

نیاز مند سید محمد مشیر الدین۔

(۲)

۷ر نومبر ۱۹ء

کرمی شفقی جناب مولوی سلامت اللہ صاحب ادمنا تیکم

اسلام علیکم۔ ابھی ڈاک سے مجکو سید جالب صاحب کا خط ملا ہے جس میں وہ تحریر آپ کو بھیج دینے کی ہدایت کرتے ہیں لہٰذا وہ خط میں آپ کی خدمت میں بجنسہٖ ارسال کرتا ہوں رسید سے مطلع فرما کر مشکور فرمایئے گا۔

جناب مولانا عبدالباری صاحب سے بعد آداب عرض کر دیجیے گا کہ آپ کا صحیفہ مع تحریر معلومہ پہنچ گیا اس کی واپسی کی کوئی ضرورت تو نہ تھی خیر۔ ہم لوگ دست بدعا ہیں کہ دہلی کانفرنس ہر طرح کامیاب ہو اور ہمارے جذبات و اثرات ہر طرح پر نمایاں ہو کر اپنا پورا اثر دکھلائیں اور ہمارے حسب خواہش معاملات کا تصفیہ ہو، میرے خیال میں لکھنؤ خلافت کمیٹی کا ایک جلسہ بہت جلد ۱۶ر نومبر ۱۹ء سے قبل ہونا چاہیے آج میں انشاء اللہ احسن الزمان صاحب سے ملنے کی بھی کوشش کروں گا۔

آپ نے اس دن شب کو اپنے حساب چندۂ اخبار کے متعلق مجھے استفسار کیا تھا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

تاریخ اجرائے اخبار	تاریخ وصولی چندہ مع تعداد رقم	تاریخ ختم چندہ
۱۰ جون ۱۹ء	۱۹ر اگست ۱۹ء۔ عہ/	۹ر نومبر ۱۹ء
	۲۷ اکتوبر ۱۹ء سے/	

نیاز مند

سید محمد مشیر الدین

خطوط، رحمت علی خاں

(۱)

مسلم ایسوسی ایشن امریکہ

۱۰ر دسمبر سنہ ۱۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ و نصلے علی رسولہ الکریم

کرمی اخی فی الدین مولانا عبدالباری صاحب مہتمم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کی سعی بلیغ و محبت علم بمعہ آپ کے دیگر علماء ہمعصر کے جیسے مولانا عبدالحئی صاحب و سید سلیمان صاحب کے اظہر من الشمس ہے اور حال میں آپ کے اس ارادہ سے آگاہی حاصل کر کے کہ آپ اپنے طلباء ندوۃ العلماء کو امریکہ میں اس لئے بھجوائیں گے کہ بعد سفر کے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائیں، نہایت ہی مسرت ہوئی اور درگاہ عزوجل سے آپ کی اس سعی کی کامیابی کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اور ساتھ ہی آپ کی خدمت عالی میں یہ التجا بھی ہے کہ بندہ، راقم الحروف کچھ عرصہ سے اس ملک میں اسلامی اشاعت اور خصوصاً تعلیمی معلومات میں جدوجہد کر رہا ہے اور جو کچھ تاریکی افق اسلامی پر اس وقت چھائی ہوئی ہے اور جس قدر یاس کا عالم مسلمانان عالم کو ڈرا رہا ہے اس کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اور ساتھ ہی اس پر بھروسہ کرتے ہوئے کہ ومن یقنط من رحمۃ اللہ الا الکافرون آپ کو اس پر مبارک باد دیتا ہوں کہ ندوۃ العلماء کی توجہ امریکہ میں اشاعت اسلام کی طرف مبذول ہوئی ہے جس کی مدت سے ضرورت تھی اور خصوصاً میں نے اکثر دفعہ اپنے سفر میں اس کو محسوس کیا اور یہاں پر مسلمانوں کو متحد رہنے کے لئے اور اعدائے اسلام کے مقابلہ میں سینہ سپر ہونے کے لئے مسلم ایسوسی ایشن کی بنیاد ڈالی تاکہ ہندوستان سے لائق طلباء کو صنعتی تعلیم کے لئے منگوایا جاوے جو کہ متدین و پابند صوم و صلوٰۃ ہوں اور خدمت اسلام کے لئے مستعد ہوں اور یہ بھی آپ کی خدمت اقدس میں التماس ہے کہ طلباء مذکورہ امریکہ میں آ کر یہاں تشریف لاویں تو انشاء اللہ بندہ بمعہ مسلمانان موجودہ کے حتی المقدور فائدۃ المسلمین کے لئے ان پر کوشش صرف کریں گے کیونکہ اس ملک کے احوال سے اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کا تجربہ جو کچھ ہم کو ہے وہ آپ کے لئے بھی مفید ہوگا۔ اور اس وقت جو کچھ سیاہ بادل اسلامی دنیا پر اُمنڈے چلے آتے ہیں۔ اس کا علاج اگرچہ خدائے عزوجل کے ہاتھ میں ہے لیکن بظاہر مسلمانوں کے اتحاد و ترقی تعلیم جدیدہ بمعہ علم دین کے نظر آتا ہے جس کی امید ہندوستان سے ہو سکتی ہے جہاں تیسرا حصہ دنیا کے مسلمان بود و باش رکھتے ہیں یہ صرف انھیں اصحاب سے توقع ہے جن کے قلوب اسلامی محبت سے پُر ہیں اور واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا کی مضبوط رسی کو پکڑے ہوئے ہیں اور آپ کے اجتہاد کی برکت سے امید کی جا سکتی ہے کہ آپ اس وقت بھی اجتہاد اسلامی کو کما حقہ سرانجام دے رہے ہوں گے اور ہماری اس جماعت قلیل کو بھی آپ کے ید بیضا کا سہارا ہے کیونکہ بغیر آپ کی اعانت کے اس وقت مسلمانوں کی ڈوبتی ہوئی بیڑی کو کوئی جگہ امداد کی سوائے علماء کے نظر نہیں آتی ہے اور ہم مسلمانان ہندوستان مقیم امریکہ آپ کی خدمت کے لئے تیار ہیں امید ہے کہ اس مجروح القلب کو جس پر مخالفین اسلام کی تقریری تحریری تبلیغی حملوں کے زخم موجود ہیں۔ آپ ضرور اپنے قلم مبارک سے نکسیر جراحت کے مرہم ارسال فرما کر اطمینان قلب بخشیں گے۔ تمام اراکین ندوہ طلباء ندوہ کی خدمت میں راقم الحروف و جملہ مسلمین امریکہ کا سلام اخوۃ اسلامی پہونچا دیں اور کہہ دیں کہ ہمارے دل آپ کی طرف

لگے ہوئے ہیں۔

احقر العباد واخیکم فی الدین رحمت علی خاں

(۲)

یکم اپریل ۱۹۲۰ء

بجناب مخدومی مکرمی مولانا عبدالباری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ جناب کا عنایت نامہ ۳۰ جنوری گذشتہ کا ملا اور حالات حوصلہ افزا خط سے دلِ بریاں کو مرہم کا نسخہ ملا۔ اور بمطابق آیہ کریم ولیطمئن القلوب الا من ذکر اللہ[1] کے آپ کا خط بھی طالبانِ حق کے لئے روحانی امراض کے علاج کے۔ حسب مسیحائی کا درجہ رکھتا ہے۔ الغرض آپ کا خط مرسلہ تمام مسلمانوں کو بذریعہ طبع پہونچا دیا گیا اور ہر جانب سے صدائے لبیک ہی سنائی دیتی معلوم ہوئی خصوصاً اس وقت جبکہ قسطنطنیہ زیر حراست غیر مسلمانان چلا گیا ہے اگرچہ بظاہر سلطان ترکی کو وہاں سے نکالا نہیں گیا ہے لیکن یہ معاملات حقیقت میں سے مخفی نہیں ہے۔ آپ کے خط لکھنے کے وقت سے اس وقت تک اسلامی دنیا کی افق پر تغیر شدید ہو چکا ہے اور مستقبل پر نگاہ دوربین کے ڈالنے سے وقوع پذیر ہونے والے حالات اور بھی نرالے ڈھب کے معلوم ہوتے ہیں۔ جو کچھ جناب اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہماری جدوجہد خلافت عثمانیہ کے برقرار رکھنے میں لگی ہوئی ہے۔ سو یہاں پر ہم بھی اس مسئلہ اہم کے لئے جس کی تہ میں اسلامی دنیا کی ہستی کا راز مضمر ہے، کوشاں ہیں اور جو کچھ ہم سے ہو سکتا تھا آپ کے خط سے پہلے ہی کر رہے تھے لیکن آپ کے خط سے تو دل مجروح کے زخموں کی تلافی حاصل ہوئی۔ یہاں کے اخباروں نے جو چند آرٹیکل ہماری کارروائی کے متعلق لکھے تھے وہ کاٹ کر ملاحظہ کے لئے ارسالِ خدمت ہیں لیکن ہم یہ خوب جانتے ہیں کہ ہمارے سینوں میں توحید کی امانت ہے جس کا نشانا بھی ایک کام ہے اور اس وقت ہم مسلمانوں کو اپنے آقائے نامدار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق پورے مسلمان ہو کر دکھانا چاہئے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا عضو ہے اور ایک عضو کے کاٹنے سے دوسرا عضو ضرور درد کرتا ہے اگر دوسرے عضو کو درد نہیں ہوتا ہے (یہاں کاغذ پھٹ گیا ہے) بہرحال عالم اسلامی کا ہونا چاہئے اور توحید کی تعلیم کے رازوں کو گہری نگاہ سے دیکھنا چاہئے میرے ان معنوں کا لکھنا آپ کے لئے لقمان کی نصیحت کے مثل بے کار ہے اس لئے میں اصل مقصدِ خط کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ امریکہ میں اگر اسلامی مشن کا مقیم ہونا نیویارک میں زیادہ مناسب ہے اور اخراجات رہائش و لوازمات زندگی فی کس ایک صد ڈالر ماہوار کا اندازہ ہونا چاہئے اس کے علاوہ ابتدا میں پانچ صد ڈالر ماہواری اخراجات کا تخمینہ لگانا چاہئے ڈالر لڑائی کے پہلے تین روپیہ کے برابر تھا اب سوا دو روپیہ یا اڑھائی یا اس کے قریب ہے۔ امریکہ میں اسلامی کمیشن کا قائم کرنا اسلام کی ایک بڑی زبردست خدمت ہے کیونکہ مسلمانوں کے برخلاف جو ہزارہا قسم کے مکاری کے جال بچھائے جاتے ہیں اس سے اصل غرض جو ہے وہ مسلمانوں کو خوب معلوم ہے اور خلافت کے برقرار رکھنے کے ضروری امور میں سے ہے یہ بھی ایک بڑا جزو ہے کہ امریکہ ایسے ملک کی پبلک کی ہمدردی۔ اسلام کے لئے حاصل کی جاوے جس کا طریقہ سوائے اسلامی مشن کے اور کوئی نہیں ہو سکتا ہے اور ساتھ ہی اس کے قوم کے وہ نوجوان جو اسلامی فرائض کو ادا کرنے کے لئے اپنی خدمت پیش کریں۔ امریکہ میں لا کر قوم کو قوی بنانے کے

۱؎ ہمیں قرآن مجید میں یہ آیت نہیں ملی (ادارہ)

سامان حاصل کرنے کے لئے یہاں پر تیار کئے جاویں کیونکہ اس ملک میں اس مطلب کے لئے وسیع میدان ہے اور قوت حاصل کرنا بھی اسلام کی حفاظت کے لئے بہت ضروری ہے۔ قوت کی تشریح کی ضرورت نہیں۔ (اس کے بعد کاغذ پھٹ گیا۔ پڑھا نہیں جاتا)

(۳)

۲۵ رجمادی الثانی ۳۹ھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلے علے رسولہ الکریم

جناب مولانا محمد عبدالباری صاحب حامیٔ سنت ماحیٔ بدعت سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ عرصہ دراز ہوا کہ ایک عریضہ جناب کی خدمت میں اشاعت اسلام کے متعلق ارسال کیا تھا لیکن جواب سے محرومی ہوئی۔ اس میں شک نہیں کہ جناب کو مصروفیت خدمت اسلامی کی وجہ سے اس صفو ارض کے مقابل کی طرف توجہ دینے کا موقع نہ ملا ہوگا۔ لیکن یہ بھی کسی دنیوی وجاہت وجاہ کے لئے نہیں ہے۔ جناب کی توجہ اس لئے اس طرف منعطف کرانے کی التجا کی جاتی ہے کہ اس زمین سفید کفرستان میں بھی پیغام توحید بہ بانگ دہل سنایا جائے اور سنت نبوی ادا کی جاوے کیونکہ یہاں پر عیسائی مشنریوں نے وارمینیوں نے اسلام کے برخلاف ایسی غلط فہمیاں پھیلائی ہوئی ہیں کہ جن کا دور کرنا مسلمانوں کا فرض مقدم ہے اور جس کی وجہ سے اسلامی دنیا کے سیاسی مقاصد کے حصول کی بھی ایک اہم منزل طے ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جن حکومتوں کی عنان مخالفین اسلام کے ہاتھوں میں ہے ان کے سیاسی کمروں نے سادہ لوح مسلمانوں کے لئے اس قدر جال پھیلا رکھے ہیں کہ جن کی گرفت سے مومن بالکل لاعلم ہوتا ہے اور اوس وقت آنکھیں کھلتی ہیں جبکہ اپنی ہستی عدو کے زیر پنجہ چلی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اس ملک کے بعض اخبار اسلام کے برخلاف ہمیشہ زہر اگلتے رہتے ہیں جن کی وجہ سے اسلامی دنیا کا مطلع اور بھی دھندلا کیا جاتا ہے چنانچہ سان فرانسسکو کے اخبار ایگزامیر نے جو تقریباً تمام دنیا کے ملکوں میں پڑھا جاتا ہے ایک دفعہ اپنے افتتاحی مضمون میں اس عنوان سے مضمون کی خیالی تصویر بنا کر کبوتر کان کے پاس دکھایا تھا اور طرح طرح کے خرافات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برخلاف لکھے ہوئے تھے۔

ابھی پھر گذشتہ ماہ میں اسی اخبار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے برخلاف لکھا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ اس لئے برقعہ اوڑھا کرتے تھے کہ آپ کا چہرہ (نعوذ باللہ) بہت ہی بدنما تھا اس کے علاوہ بہت سی غلط فہمیاں اسلام کے متعلق ہیں۔ ان مضامین کا جواب اس اخبار کو لکھا لیکن اوس نے درج کرنے سے صاف انکار کر دیا کہ ہماری پالیسی کے برخلاف ہے۔ اسی طرح سے یہ خاکسار بذریعہ تقاریر و تحریر حتی الامکان اشاعت اسلام کا کام کرتا رہتا ہے لیکن بغیر اپنا رسالہ جاری کئے اور بغیر ایک مسجد قائم کئے کہ جس میں اسلامی کتب انگریزی زبان کی رکھی جائیں اشاعت اسلام کے کام میں ترقی نہیں ہو سکتی ہے۔ یہاں پر معدودے چند ہندی مسلمان ہیں جو کہ با فراغت نہیں ہیں اور نہ ہی فراخ دست ہیں ان الدین عند اللہ الاسلام کو سینوں میں رکھتے ہوئے اور لولاک لما خلقت الجن والانس کا سبق پڑھتے ہوئے مسلمانوں اور خصوصاً علمائے کرام پر کیا فرض مقدم نہیں ہے کہ اشاعت اسلام میں دامے درمے قدمے سخنے مدد کریں۔ جبکہ اس فرض کو چھوڑنے کی وجہ سے اس وقت مسلمان عالم طرح طرح کے مصائب کا شکار ہو رہے ہیں کیونکہ یہ فرض اگر قرون اولےٰ کی طرح جاری رکھا جاتا تو دنیا میں اسلام کے فدائیوں کی کمی نہ ہوتی اور توحید کے بجائے تثلیث پرستی کا بول بالا نہ ہوتا۔

اگرچہ اسلام دنیا سے ہرگز نہیں مٹے گا لیکن کیا مسلمان دربار ایزدی و درگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں منہ دکھا سکیں گے جبکہ انہوں نے توحید کو مٹتے دیکھ کر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک کے برخلاف علانیہ توہین دیکھ کر اور اس کو رد نہ کیا اور جواب نہ دیا۔

لقمان کو وعظ کہا کیا ضرورت جناب کو بتانے کی کیا ضرورت جبکہ آپ خود محسوس فرما رہے ہیں۔ اور اپنی ہستی مبارک کو اسلامی خدمت کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں لیکن پھر بھی جناب کی توجہ کو اس طرف پھیرنے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ بھی جہاد ہے اور جہاد کے لئے سب سے پہلے مالی ضرورت پڑتی ہے اس لئے اگر جناب اشاعت اسلام امریکہ کے لئے کوئی رقم مقرر فرما دیں تو یہاں پر بھی ایک مسجد بنائی جاوے اور ایک اسلامی رسالہ نکالا جاوے شہر شکاگو میں ایک احمدی یعنی مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک مرید اشاعت اسلام کے لئے آیا ہوا ہے جس کو ہندوستان کا احمدی فرقہ مالی مدد دیتا ہے لیکن وہ تمام مطبوعہ کاغذات و کتب میں مرزا غلام احمد کی نبوت کا اشتہار دئے پھرتا ہے۔ اس لئے جناب سے درخواست ہے کہ خواہ کوئی سبیل نکالیں یہاں سفید کفرستان میں اس وقت اس اہم فرض اشاعت اسلام کی طرف ضرور توجہ فرمادیں یہ خاکسار اپنی فانی ہستی کو اسلامی خدمت کے لئے لگائے ہوئے ہے۔

فقط والسلام آپکا خادم احقر العباد رحمت علی خاں عفی عنہ بی۔ سی۔ ایس

خطوطِ زنداں[1]

۱۔ مولانا محمد سلامت اللہ

حضرت بھائی صاحب قبلہ

تسلیم۔ ابھی معلوم ہوا کہ گاندھی صاحب نے آپ کی اور اپنی طرف سے تار دیا ہے کہ ہڑتال منسوخ قانونی کو روک دیجئے اگر یہ امر صحیح ہے تو یہاں کے حضرات متردد ہیں کہ کیا وجوہ پیش آئے ہیں جس سے کہ ورکنگ کمیٹی کانگریس کی منظور شدہ بات کو ملتوی کیا جاتا ہے امید کہ مفصل حالات سے یہاں کے لوگ مستفید کئے جاویں پنڈت کشن اور نہرو صاحب سے بعد مشورہ تار دیا جاتا تو اچھا تھا اون کو یہاں کے لوگوں کے خیالات اس بارے میں معلوم ہیں۔

محمد سلامت اللہ ۳۱ر جنوری

از حضرت مولانا بنام جیلر صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً ومصلیاً ومسلماً

مکرمی جناب محمد ابراہیم خانصاحب جیلر زاد عنایتہ۔ السلام علیکم۔

مولانا عارف ہسوی صاحب اور خواجہ عبدالمجید صاحب وغیرہ آگرہ جیل سے آپ کے یہاں آئے ہیں۔ چار پلنگ اور ظروف بھیجتا ہوں براہِ عنایت مولانا موصوف کے پاس پہونچا دیجیے اور اون سے میری طرف سے فرمایئے کہ برتنوں کی فہرست لکھ کر بذریعہ حامل ارسال کریں تاکہ برتن بھی روانہ کردوں۔ آپ کی عنایت کا مشکور ہوں گا۔ یہ بھی دریافت فرما لیجیے گا کہ اور کس قدر پلنگوں کی ضرورت ہوگی۔

فقیر محمد عبدالباری عفا اللہ عنہ

---

[1] ایسے خطوط صفحہ نمبر ۵۷۱ تک درج ہیں۔

اشیائے مرسلہ کی فہرست حسب ذیل ہے رسید سے مطلع فرمائیے گا۔

پلنگ	پیچی مسی	لگن مسی	کفگیر مسی	چمچہ کلاں	چمچہ خورد	پیالہ تامچینی	پلیٹ تامچینی
۲ عدد	۲ عدد	۱ عدد	۱ عدد	۱ عدد	۴ عدد	۴ عدد	۴ عدد

اشیائے مندرجہ وصول ہو گئیں۔ (عارف ہسوی)

ب۔ حکیم آشفتہ صاحب

شیخی و آقائی دامت عنایتکم

تسلیم خادمانہ قبول ہو۔ حضور کی مرسلہ چیزیں پہنچیں اور اتفاق سے اس وقت کھانا بھی کھا رہا تھا۔ اس شفقت بزرگانہ و عزت افزائی کا خاص طور سے شکر گزار ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ قبلہ محترم اپنی دونوں کنیزوں کی دلجوئی اور شفقت کا خاص طور سے لحاظ فرماتے ہوں گے مجھے معلوم ہوا ہے کہ دونوں لڑکیاں مجھ کو بہت یاد کرتی ہیں میں حضور کی برکت دعا سے بہت زائد اطمینان قلب کے ساتھ جیل میں ہوں۔

آپ کا خادم آشفتہ

ج۔ مولوی اسمٰعیل غزنوی

جیل ڈسٹرکٹ غازی خاں

۱۰ رمضان المبارک

مکرم و معظم جناب حضرت مولانا محمد عبدالباری صاحب بالقابہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، ایک عرصہ ہوا ایک عریضہ جناب کو لکھا تھا کہ حکیم مولوی ابو یوسف اصفہانی صاحب کے ذمہ کافی عرصہ سے میرے روپیہ قابل ادا ہیں اور وہ ہمیشہ وعدوں سے ٹال دیتے ہیں آخری وعدہ کو بھی ایک سال گذر گیا اب میں ایک سال سے ڈیرہ غازی خان جیل میں ہوں میری صحت خراب ہے میں علاج بیرونی کرانا چاہتا ہوں (جس کی مجھ کو اجازت مل چکی ہے) ایسے وقت میں مجھ کو خرچ کی از حد ضرورت ہے وہ آپ کی بات مانتے ہیں آپ ان سے وصول کرلیں اور مجھ کو جس قدر جلد ممکن ہو روانہ کرا دیں میری حالت ایسی ہو رہی ہے کہ میری خواہش ہے کہ مجھ کو بذریعہ تار بھیج دیئے جائیں اگر جناب کو خیال ہو کہ وہ آپ کو ادا کردیں گے تو آپ مجھ کو اپنے پاس سے روانہ فرما دیں وہ رقم جو انہوں نے مجھ کو لکھ دیا تھا وہ لاہور میرے گھر میں موجود ہے میرا خیال ہے ما عہ کی رقم قرض حسنہ ہے میں یہ سمجھوں گا کہ یہ رقم آپ نے مجھ کو اپنی طرف سے مرحمت فرما دی کیونکہ میں بیمار ہوں اور اسیر ہوں والامر الیکم مجھ پر جیل میں ایک اور مقدمہ چلا کہ نو ماہ میری قید مزید بڑھا دی گئی اور رشیش ضبط کرلی اس لئے قید کل دو سال ہو گئی جس میں سے صرف ۱۳ ماہ گذر گئے۔ فقط

اسیر فرنگ اسمٰعیل غزنوی کان اللہ لہ معرفت سپرنٹنڈنٹ جیل ڈیرہ غازیخان ۴ اپریل ۱۹۲۲ء

د۔ پیر حسن شاہ

از جیل خانہ نواب شاہ ۲۲ محرم ۱۳۴۰ھ

بحضور مخدومی مولانا عبدالباری صاحب دام اقبالہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ اب کی دفعہ آپ کا سندھ میں آنا اس

دردناک موقع اور فتح کے بیش خیمہ واقعہ پر ہوا ہے جو تاریخ عالم کا ایک خونی باب کہلائے گا لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولٰنا میرے آقا یہ شک ہے کہ یہ امر مسلم ہے حق کی آزمائش کے لئے۔ مقصد ایمان نہیں تھا آزمائش کے لئے۔ آیہ کریمہ ولنبلونکم بشیء من الخوف اولئک علیہم صلوٰۃ من ربہم واولئک ھم المھتدون کا مصداق دنیا میں ہو رہا ہے مگر میرے آقا آپ جیسے جذبات رکھنے والے مسلمان کہاں تک صبر میں رہیں گے اگر ایسے واقعات پر پیمانۂ صبر نہ چھلک گیا تو میں جانتا ہوں کہ ہم ایسے کمزور مغلوب کہیں کے متی نصر اللہ اس سے آگے خدا نہ کرے جو آنے والی آندھی ہے آپ حضرات کو خطرہ میں نہ ڈالے پھر تو ملک کے لئے کچھ نہ رہا۔ میرے آقا میں چاہتا ہوں کہ شرف زیارت حاصل کروں اور تبادلۂ خیالات کر کے ایک صائب رائے کھینچوں ایسی لاچاری کی حالت ہے کہ خاکسار بھی ظلم کے پنجہ میں گرفتار ہے۔ میں یہ خط جیل سے لکھ رہا ہوں اس لئے آپ میرے حق میں دعا فرمائیں کہ حق پاک خاتمہ بخیر کرے اور اپنا شوق ذوق عطا کرے اور خاکسار کے لئے اپنے قلم سے چند ہدایات تحریر فرما کر بھیجیں تاکہ میرے لئے ایک سہارا ہو اور میں اسے حجت سمجھوں گا ۔

جواب از حضرت مولانا

مکرمی پیر تراب علی شاہ صاحب دام مجدہم

السلام علیکم ۔ کرامت صحیفہ صادر ہوا میں اس توقع میں تھا کہ پیر غلام مجدد صاحب کی گرفتاری کے بعد آپ کی ذات ان خدمات کی انجام دہی کے لئے موجود ہے جو پیر صاحب کی ذات سے وابستہ ہیں مگر خدا کو جو منظور تھا وہ ہوا اور جو منظور ہوگا وہ ہوگا۔ ہم لوگوں نے بعد کامل غور کے جو راہ اس وقت اختیار کی ہے جب تک اوس کی انتہا نہ ہو ہمارا قدم ڈگمگا نہیں سکتا ہے ہم سب آپ کے نقش قدم پر چلنے کے لئے تیار ہیں اور کوئی جدید راہ اس وقت پیش نظر نہیں ہے ——

۱۸۔ مولوی حامد علی

۱۶ ر جولائی ۱۹۲۲ء جیل خانہ رام پور یو۔ پی

حضرت مولانا صاحب قبلہ دام ظلکم

السلام علیکم ۔ آپ کو ایک خط اکثر سے بابت نکلنے وارنٹ لکھ چکا ہوں لاہوگا اوس کا بھی جواب جناب نے دیا ہے ایسا معلوم ہوا لیکن وہ خط مجھ کو نہ ملا خیر۔ ۲۱ ر جون شب کو ۹ بجے گرفتار ہو کر ڈاک گاڑی سے رام پور آیا وارنٹ زیر دفعہ ۱۲۴ الف تھا سپرنٹنڈنٹ بلاسپور نے مع چار سب انسپکٹر کے گرفتار کیا۔ ۲۴ ر جون کو پیشی ہوئی مدعی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ رام پور نے دعویٰ دائر کیا کہ ۲۱ ر اپریل کو ملزم نے ایک تقریر کی جس میں واقعہ توہین قرآن ہزاری باغ بیان کیا اور حالانکہ یہ واقعہ جھوٹا ہے کیونکہ گورنمنٹ بہار کے محکمہ تبلیغ و اشاعت نے اس کی تردید کر دی ہے اور تردید کے اعلان کی ایک کاپی اور ۱۵ مارچ کے اخبار امرت بازار پتر کا کو پیش کیا اس لئے ملزم نے گورنمنٹ کی طرف سے نفرت پھیلا کر جرم دفعہ ۱۲۴ الف کا کیا۔ یہ دعویٰ خلاصہ ہے اوس کے بعد مدعی و ہر سب انسپکٹر نے میری تقریر کے نوٹ پیش کئے اور گواہ دیا کہ ملزم نے ایسے تقریر کی ہے وسائے گواہ گنگرا گئے صاحب

مجسٹریٹ درجہ اوّل نے بھی نوٹ پیش کیا اور کہا کہ ملزم نے تقریر کی ہے میں موجود تھا میں نے نوٹ لیا ہے پھر دوسری پیشی یکم جولائی ۱۹۲۱ء کو مقرر ہوئی اس پیشی پر مصطفیٰ خان سٹی سپرنٹنڈنٹ نے نوٹ پیش کیے اور میری دو تقریریں اور ثبوت میں پیش ہوئیں جو کہ اکتوبر و نومبر ۱۹۲۱ء کی تھیں جو کہ اسی رام پور میں میں نے کی تھیں اوس کے بعد مجھ سے کہا گیا کہ تم کو کیا کہنا ہے میں نے کہا کہ ایک بیان تحریری دوں گا اس میں سب کچھ ہوگا۔ ۵ جولائی مقرر ہوئی اوس دن میرا بیان مرتب نہ ہوا اس وجہ سے کتب فقہ میرے پاس دیر میں پہنچیں اس لئے میں نے کہا کہ میرا بیان آج مرتب نہیں مجسٹریٹ (عبدالسبحان خاں) نے اوس دن چارج لگا دیا کہ ملزم نے ۱۲۴ الف کا جرم کیا اور دس تاریخ بیان کی مقرر ہوئی اوس روز بیان سے کر گیا اور چونکہ پہلے کہہ چکا تھا کہ پڑھ کر سناؤں گا مگر مجسٹریٹ نے بیان پڑھنے نہیں دیا اور کہا کہ داخل کر دو اس پر میں نے اون کو خوب دق کیا آخر میں جب اوس نے مجبور کو ہٹا دیا تب میں نے تحریری بیان اوس کو دے دیا۔ ۱۲ جولائی بحث کی مقرر ہوئی۔ کل وکیل سرکار غلام محی الدین خاں نے بہت سی باتیں میرے بیان کی غلط نکالیں اور جو خط ابوتراب شاہ وصی احمد صاحب کے ہاتھ کا بابتہ تصدیق توہین واقعہ قرآن مجید ہزاری باغ جیل اوس کو کہا کہ یہ ثبوت کے لئے کافی نہیں میں نے واقعہ کی صحت کے لئے اخبار خلافت واقعہ ۷ اپریل ۲۲ء شامل کیا تھا اور مولانا صاحب بہرامی کا خط خیر جب وہ سب کچھ کہہ چکا تب میں نے کہا کہ ایک بات مجھے بتلائی جائے کہ میرے بیان میں یہ آیت میں نے لکھی ہے اطیعوا اللہ الی آخرہ اور اس کا ترجمہ پیش کیا اور کہا کہ اس میں یہ مذکور ہے کہ مسلمان بادشاہ کی اطاعت کرو کافر کی نہ کرو اور برطانیہ کافر ہے لہذا اس آیت سے معلوم ہوا کہ اوس کی اطاعت بھی نہیں کرنا چاہیئے کیا یہ بھی اس جرم میں آتا ہے۔ مذہبی وعظ بھی کیا اس جرم میں داخل ہے اور اوس کو کیا دفعہ حاوی ہے یا کہ ملکہ کے اعلان کے موافق مذہبی آزادی ہے اس پر سرکاری وکیل بول اٹھا کہ مذہبی وعظ مذہبی تقریر بلکہ جو ابھی آپ نے ترجمہ کیا سب اس دفعہ میں شامل ہے اس کے بعد میں نے ایک تقریر دس منٹ تک کی جس میں سرکاری وکیل اور مجسٹریٹ وغیرہ کو صرف اسلامی ہدایت تھی اور پُر امن رہنے کی بحث تھی اب ۱۷ جولائی یوم دوشنبہ فیصلہ کی تاریخ مقرر ہے دیکھئے کیا ہوتا ہے۔

آں جناب اس خط کا جواب عنایت فرمائیں گے اور میرے لئے دعا کریں گے کہ رب تبارک و تعالیٰ مجھے ثابت قدمی عنایت فرمائے۔ جیل میں ہوں کھانا شہر سے آتا ہے روشنی وغیرہ کا سب انتظام ہے حکام جیل فی الحال اچھی طبیعت کے معلوم ہوتے ہیں سزا ہونے کے بعد اللہ علیم ہے بیکاری ہے اس لئے دو چیزوں کی خواہش ہے پورا فرمایئے تاکہ یہ بیکاری دفع ہو جائے اول سورۂ فاتحہ کے عمل سے ممتاز فرمائیے مع اجازت میرے لئے پرہیز کی معافی لکھ دیں گے دوسری قصیدہ بردہ شریف کے دو شعر کی اجازت چاہتا ہوں مرحمت ہوں۔

قطب میاں صاحب اور مولانا سلامت اللہ صاحب کو السلام علیکم۔ یا اکرم الخلق مالی من الوذ بہ الخ
ہو الحبیب الذی ترجیٰ شفاعتہ الخ

خادم

فقیر محمد حامد علی عفی عنہ (فاروقی)

خط، مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی

ھوالمقتدر

حضرت عظیم البرکت زید مجدہم و مدظلہم العالی

ہدیہ مسنون و تحیۃ غلامانہ۔ اپنے خیال کے مطابق ۲۴ کو لکھنؤ نہ پہنچ سکا تکان سفر نے کسلمند کر دیا ہے بارے شکر ہے کہ سفر بخیر گزرا۔ جناب جان محمد صاحب کے صحیح پتہ کی ضرورت ہے۔

یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ حضور والا دہلی تشریف فرما ہوں گے یا کیا۔ غالباً فقیر تو حاضری سے قاصر رہے۔

والادب

فقیر محمد عبدالقدیر قادری، مدرسہ قادریہ بدایوں

(۲)

آستانہ قادریہ، بدایوں

۷۸۶

حضور اقدس قبلہ و کعبہ

ہدیہ مسنونہ معروض۔ پرسوں حضرت قبلہ کا جو والا نامہ صادر ہوا بجنسہ نقل کر کے ارسال خدمت کرتا ہوں وھو ھذا۔

نور دیدہ عزیز بارک اللہ لکم۔ غالباً ہمارے خطوط ملتے رہتے ہوں گے میں باوجود کاہلی اس قدر مشغول ہوں کہ فرصت بہت کم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس سال حجاج کا اجتماع بہت غیر معمولی ہے تقریباً ستر ہزار صرف اہل جاوہ اس وقت تک آچکے ہیں ان کے بعد اہل شام و فلسطین کا نمبر ہے اب اہل ہند کی تعداد بھی معقول ہو چکی ہے، ایرانی بھی بکثرت ہیں اہل مصر جو اس وقت تک کم ہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ اس ۲۰ دن کے اندر سب سے بڑھ جائیں گے۔ اس لئے کہ مصری حکومت اور دولت ہاشمیہ میں صلح ہو چکی ہے۔ اور بے شمار جہاز مصر سے روانہ ہو چکے ہیں اس سال محمل شریف بھی بڑی دھوم دھام سے آرہا ہے ابھی سے انتظامات ہو رہے ہیں، علمائے مصر نے شریف حسین کی خلافت تسلیم کر لی ہے اگرچہ حکومت مصریہ خاموش ہے مگر مصری جماعتوں کے اکثر سپاسنامے بذریعۂ ڈاک موصول ہو رہے ہیں جس میں بیعت کی استدعا ہے غیر معمولی بات یہ ہے کہ اس سال ایرانی لوگ بکثرت آئے ہیں حکومت ہاشمیہ اور دولت ایران میں سفارت قائم ہو چکی ہے ایرانی سفیر جدہ میں موجود ہے سب سے بڑھ کر یہ کہ اناطولی ترک بکثرت موجود ہیں ہر چند کہ حکومت انگورہ نے پاسپورٹ نہیں دیئے مگر یہ مذہب کے دیوانے متفرق چکروں سے آخر کار حج تک آ پہنچے غرضیکہ ایک عجیب عالم ہے۔ نہ یہاں بیعت کا چرچا ہے نہ روپیہ کی لوٹ ہے ہر طرح امن ہے کاش زعمائے ہند بجائے ممانعت، حج کے لئے آتے تو بہت کچھ اتحاد و اصلاح ممکن تھی، تم نے عربی کا اشتہار شائع کر کے مجھے مصیبت میں ڈال دیا بھلا مجھ میں یہ قابلیت کہاں تھی کہ سیاست میں پڑوں اب اگرچہ مشاغل عبادات میں انہماک رہتا ہے تاہم تمہارے سبب ذکر و تذکرے سننے پڑتے ہیں دو چار دن میں ایک موتمر ہونے والی ہے اس کے نتیجہ سے مطلع کروں گا ہم نے کوشش کر کے مدینہ کا قافلہ مرتب کرا لیا تھا مگر بدقسمتی کہ ہم سے قبل چوبیس ہزار کا جو قافلہ رابغ سے روانہ ہوا تھا اسے بدوں نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہم تو کم از کم فی کس ایک گنی شریف سے لیں گے۔ نہ ہم تمہیں لوٹیں گے نہ ماریں گے

چنانچہ کل قافلہ خیریت سے مکہ پہنچ گیا۔ شریف حسین نے دس ہزار گنی پر مصالحت کر لی تھی لیکن بدوں نے قافلہ کی تعداد دیکھ کر فی کس ایک گنی لینے پہ اصرار کیا۔ اب حکومت کی طرف سے ایک وزیر بغرض مصالحت گئے ہیں دیکھئے کیا طے ہوتا ہے۔ حکومت یہ بھی انتظام کر رہی ہے کہ عام طور پر حجاج کو جہاز کے ذریعہ روانہ کرے۔ بہرحال ہم تو بعد حج فوراً بقصد مدینہ پاک عقبہ ہو کر معان سے ریل میں سوار ہو کر مدینہ پاک پہنچ جائیں گے اور کوشش کریں گے کہ محرم میں بدایوں پہنچ جائیں۔

۲۲ ذی قعدہ

فقیر محمد عبدالقدیر القادری

(۳)

۷۸۶ ھو المقتدر

حضور لامع النور حضرت عظیم البرکۃ مد ظلہم العالی

ہدیہ مسنون و تحیۃ غلامانہ، الحمد للہ علی کل حال۔ آج لاہور سے واپس آیا ہوں، عزیزی خواجہ نظام سلمہ نے والا نامہ دیا حالات معلوم ہوئے۔ احتیاط کیا جائے گا۔ الحمد للہ کہ قلب کی حالت بہتر ہے مایوس کن نہیں امید افزا جس کو حضور کی توجہ باطنی سے یقینی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ لاہور میں جان محمد سندھی ارباب وفد سے سخت مکدر تھے بالخصوص ابوالکلام صاحب کی سطحی بلاغت اور گہری خطابت سے بحد مایوس ہوئے۔ میں نے مطمئن کیا کچلو صاحب بھی تھے تفصیلی حالات زبانی عرض کئے جا سکتے ہیں، امر آخر یہ قرار پایا کہ ۲۰ صفر کو میں پھر لاہور جاؤں گا اور غالباً ۲۳ یا ۲۴ صفر تک تمام امور طے ہوں گے ممکن ہے پھر ۲۴ یا ۲۵ صفر کو لکھنؤ میں اور سندھی صاحب حاضر ہوں حالت امید افزا ہے۔ للہ الحمد، میرا قیام بدایوں ۱۵ صفر تک ہے اس کے بعد آگرہ جاؤں گا اور ایک وقت کے لئے بدایوں آ کر لاہور چلا جاؤں گا۔

والادب

فقیر محمد عبدالقدیر قادری

(۴)

۷۸۶

ھو المقتدر

حضرت عظیم البرکۃ زید مجدہم و ظلہم

ہدیہ مسنون و تحیۃ ادب، الحمد للہ علی کل حال، امید کہ مزاج سامی بخیر ہو گا۔ باعث تحریر عریضہ ایک خاص ضرورت ہے امید ہے کہ حضور والا رائے عالی سے مطلع فرمائیں گے۔ آج کل کی کشمکش سے طبیعت گھبرا گئی دل یکسوئی چاہتا ہے خیال ہے کہ ان تمام خیالات و حالات سے قطعاً کنارہ کر دیا جائے بلکہ اس وقت یہاں قیام بھی بھلا نہیں معلوم ہوتا نیز ایک عرصہ سے بحد اشتیاق تھا کہ کسی صورت دار الخیر سرکار بغداد میں حاضری دی جائے اس خیال کی یکسوئی سے فوراً اس قصد کو مصمم کر دیا۔ غالب خیال ہے کہ انشاء اللہ ۲۰ جمادی الاولیٰ کو بدایوں سے روانہ ہو جاؤں ابھی یہ طے نہیں کیا ہے کہ بمبئی جاؤں یا کراچی۔ بہرحال قصد ارادئی مصمم ہے بحولہ و قوتہ تعالیٰ

والسلام فقیر محمد عبدالقدیر قادری

مدرسہ بدایوں

(۵)

هو المقتدر

حضرت مولانا المکرم المفخم المعظم زید مجدہم مدظلہم العالی

ہدیہ مسنون و تحیۃ غلامانہ ۔ والا نامہ بجواب عریضۂ فقیر موصول ہوا اپنی تحریر جس کی پشت پر مولوی عبدالماجد صاحب کی تحریر ہے ارسال کی جاتی ہے وہ آج کل میرٹھ میں ہیں بدایوں پہنچے پر کہہ دیا جائے گا کہ اب تک جو اطلاع موصول ہوئی ہے غلط ہے تصدیق و تکذیب کا مسئلہ حضور کے ارشاد کے بعد (سامنے لایا جائے گا) تاہم سمجھا دیا جائے گا کہ مزید تصدیق مولانا محمد علی صاحب وغیرہ سے کر سکتے ہیں۔ والا نامہ کا آخری جملہ سمجھ میں نہیں آیا اس کے واسطے ضروری ہے مزید تفصیل کی خاطر حاضر ہو کر استفسار کیا جاتا۔ لیکن بوجوہ دس دن تک بدایوں سے باہر نہیں جا سکتا۔ آج کل تفکراتِ عمومی کے سوا تفکراتِ خاص کا بھی غلبہ ہے دعا کی ضرورت ہے۔

والادب فقیر محمد عبدالقدیر قادری

(۶)

هو المقتدر

حضرت عظیم البرکۃ مولانا المعظم مدظلہم العالی

ہدیہ مسنون و تحیۃ ادب، الحمد للہ علی کل حال۔ قبل ازیں عریضہ حاضر خدمت کیا جا چکا ہے تفکراتِ علالت سے حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے اللہ ہی فضل فرمائے آج یکم محرم الحرام ہو گئی اس وقت تک انتظار رہا مگر جواب نہ ملا ڈاکٹر صاحب کو بھی میں نے خط لکھا تھا اور حالت آب و ہوا دریافت کی تھی نیز یہ کہ اس موسم میں تبدیلیٔ آب و ہوا کے لئے کون مقام مناسب ہے اس کا جواب بھی نہ ملا۔ خیال ہے کہ کل سفر کروں لیکن بعض احباب مانع ہیں اگر جانا ہوا تو غالباً ماہ محرم ہی کہیں جانا ہو۔ والادب

فقیر محمد عبدالقدیر قادری

(۷)

هو المقتدر

حضرت عظیم البرکۃ مدظلہ العالی

سلام مسنون و تحیۃ ادب، الحمد للہ علی کل حال، اجمیر شریف کی واپسی پر قریب میں لکھنؤ کا قصد تھا، بوجوہ تاخیر ہوئی ان شاء اللہ اتوار کو بعد مغرب حاضر خدمت ہو سکوں گا۔ پرسوں مولوی ناظر صاحب کا مطبوعہ خط پہنچا ہے غالباً حضرت کی خدمت میں بھی آیا ہوگا۔ بعض حضرات اور بھی قدم بڑھا رہے ہیں جمعیۃ المشائخ یا نظام مشائخین اندیشہ ہے کہ جمعیۃ العلما کی طرح ہو کر نہ رہ جائے افسوس ہے کہ وقت کم ہے ورنہ الہ آباد میں ریبع شریف کے موقع پر ایک چھوٹا سا اجتماع ہی ہو جاتا۔ باقی حالات بدستور ہیں۔

والادب

محمد عبدالقدیر قادری

(۸)

هو المقتدر

حضرت عظیم البرکۃ مولٰنا المعظم المکرم زید مجدہم و ظلہم

ہدیہ مسنون و تحیۃ ادب، فقیر تادم تحریر بخیریت ہے خدام حضور بعافیت رہیں والا نامہ موصول ہوا فوراً قصد حاضری کیا جاتا بوجوہ معذوری رہی انشاء اللہ المستعان یہاں سے بعد نماز عید روانگی ہوگی اور اوائل شوال میں حاضر ہوسکوں گا۔ جناب مولوی محمود الحسن صاحب کے بابت اس قدر عرض ہے کہ فقیر انجمن علمائے ہند کا رکن نہیں نظر برایں مولوی صاحب موصوف کی صدارت کے بابت حق اعتراض بھی نہیں رکھتا۔

والادب فقیر محمد عبدالقدیر قادری از گلبرگہ

(۹)

هو المقتدر

حضور اقدس ظلہم العالی

ہدیہ مسنون و تحیۃ ادب، الحمد للہ علی کل حال۔ میں بیک ایک سخت علیل ہوگیا تھا اب اچھا ہوں حضرت کے تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں ہے دعا ہی کافی ہے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت کا سفر بمبئی کب ہوگا۔ مولٰنا مصباح الدین صاحب تشریف لاتے تھے پھپوند واپس گئے ان کے ایک بھائی کا انتقال ہوگیا ہے میں بغرض تعزیت اس کے وہاں جاؤں گا اگر حضرت کا قیام ۱۱ تاریخ تک ہو تو ۱۱ کو حاضر ہوکر کچھ عرض کروں۔

۹ تاریخ تک اس کا جواب مجھ کو بدایوں میں ملنا چاہیے خط کا وقت نہ ہو تو تار ملنا چاہئیے اگر اس سے قبل ہی قصد بمبئی ہو تو واپسی پر حاضری دوں گا۔

والادب

فقیر محمد عبدالقدیر قادری مدرسۂ قادریہ بدایوں

(۱۰)

هو المقتدر

حضرت عظیم البرکۃ مدظلہم العالی، ہدیہ مسنون و تحیۃ ادب

الحمد للہ علی کل حال۔ بوجہ کثرت مشاغل عرصہ سے تحریر عریضہ کی نوبت نہ آئی خارجاً مسموع ہو رہا ہے کہ حضرت نے سفر حج کا قصد بہرحال فرمادیا ہے میری یاد اگر غلطی نہیں کرتی تو شاید بیشتر تو سفر مشروط تھا کہ اگر دستخط صلح ہو جائیں جو بظاہر بعید ہیں شیخ المشائخ کے حالات سے یکسر بے خبری رہی نوری صاحب کی خدمت میں خط ارسال کیا ہوا جواب رہا۔ مولانا معین الدین ماہ مبارک کی گرمی کا علاج بالمثل کرنے کے لئے سندھ تشریف لے گئے۔ اوائل شوال میں ارباب حلقہ اجتماع کی تجویز اگر ملتوی ہوگئی ہو تو عرس بانسہ شریف بہت ہی مناسب ہے آئندہ جیسی رائے عالی ہو فقیر کا قصد حج ہی تھا مگر اب غالباً ملتوی کرنا ہو۔ باقی حالات بدستور ہیں۔

فقیر محمد عبدالقدیر القادری

(۱۱)

ھوالمقتدر

حضرت عظیم البرکۃ مدظلہم العالی، ہدیہ مسنون وتحیۃ نیاز

الحمدللہ علی کل حال۔ غیر متوقع طور پر حیدرآباد میں قیام زیادہ ہو گیا۔ یہ اتفاق بھی عجیب تھا کہ سکندرآباد سے جب میری گاڑی نماڈ کو روانہ ہوئی تو اس سے ایک منٹ پیشتر صدر اعظم بحوارہ کو روانہ ہو گئے تھے الخیر فیما وقع اب حضرت خاص طور پر ذوالقدر جنگ بہادر کو بچالیں ان کی ہمت قابلِ داد ہے اس علم کے بعد کہ فرمان اخراج مرتب ہو چکا ہے پھر بھی خادم الاسلام کے جلسہ میں تقریر صدارت فرمائی۔

بہر حال خاص حمایت کی ضرورت ہے وقت نہیں ہے ورنہ مفصل حالات زبانی عرض کرتا۔

والادب فقیر محمد عبدالقدیر قادری

(۱۲)

حضرت مولانا المعظم المفخم محب الفقرا مدظلہم العالی ہدیہ مسنون وتحیۃ نیاز

الحمدللہ علی کل حال، میں کچھ دنوں سے اخباری دنیا سے قصداً بے خبر ہوں بالخصوص ماہ مبارک میں خاص کر عشرہ آخر میں کہ حسبِ عادت اعتکاف میں ہوں۔ مولوی خواجہ نظام الدین صاحب نے جناب مولانا برکۃ اللہ صاحب کی نظر بندی کے اندوہناک خبر سنائی وھوالمیسر لکل عسیر آئندہ ان کے بابت کیا کارروائی ہوگی رائے عالی سے اگر مناسب ہو تو مطلع فرمایئے۔

والادب، فقیر محمد عبدالقدیر قادری مدرسہ قادریہ بدایوں

(۱۳)

ھوالمقتدر

حضرت عظیم البرکۃ مولینا المعظم مدظلہم العالی

ہدیہ مسنون وتحیۃ ادب۔ الحمدللہ علی کل حال۔ مولانا محمد سجاد صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ حضرت کو تحریک معلومہ پاس کردہ جمعیۃ علماء میں تدرسے غور ہے عرض یہ ہے کہ تحریکات مجوزہ کانفرنس کلکتہ کا مناسب الفاظ میں اختصار کر دیا گیا ہے۔ حضرت کی رائے سے مجھے اتفاق ہے کہ برادرانِ وطن سے گفت وشنید کر لی جائے لیکن اول علما کے اتفاق کا علم ہو جائے کام تو شروع کر دیا گیا ہے متوکلاً علی اللہ۔ مولوی سجاد صاحب کی رائے کے مطابق ۲ رمئی بمقام فیض آباد اس تبادلہ خیال کے لئے زبانی انسب ہے گو ابھی دیر ہے مگر کیا کیجیے اس سے پیشتر کوشش کی جائے گی کہ حضرت سے نیاز حاصل کرسکوں۔ والادب

فقیر محمد عبدالقدیر قادری، مدرسۂ قادریہ بدایونی

(۱۴)

ھوالمقتدر

حضرت عظیم البرکۃ مدظلہ العالی ہدیہ مسنون وتحیۃ ادب الحمدللہ علی کل حال

اس وقت تک صحیفہ گرامی کا انتظار رہا۔ چونکہ جمعیۃ العلما کی تاریخیں بدل گئی ہیں لہٰذا شاید مولوی صاحب تشریف نہ لا سکے

ہوں۔ فقیر نے عرض کیا تھا کہ یکم ربیع الاول سے ۱۰ تک سفر میں رہنے کے سبب حاضر نہ ہو سکوں گا خیال ہے کہ پرسوں حیدرآباد جانا ہو۔ مولوی ہاشم حسن صاحب کے والد صاحب سے ملاقات کی تھی انہوں نے اپنے خط کے مضمون کو دہرایا اور پھر کہا کہ جو حکم ہوگا اس کو بخوشی منظور کیا جائے گا۔ سردار علی خاں کے خطوط آئے ہیں وہ حضرت کی دعا کے محتاج ہیں۔ والسلام

فقیر محمد عبدالقدیر قادری، مدرسہ قادریہ بدایوں

۱۵

ھوالمقتدر

حضرت مولانا المعظم المکرم زید مجدہم، ہدیہ مسنون و تحیۂ نیاز

الحمدللہ علی کل حال۔ جناب سے رخصت ہو کر بخیر بدایوں پہنچا، انشاءاللہ پرسوں عزم ہے اس وقت باعث تحریر یہ امر ہے کہ جناب حافظ ظہور احمد صاحب۔ صدر اصلاح المخیال اس سے قبل مختاری کرتے تھے سلسلۂ ترک موالات اس کام کو ترک کر دیا ہے ممکن تھا کہ کسی دوسری طرف توجہ کرتے لیکن یہ واقعہ ہے کہ بدایوں اور ضلع بدایوں میں ان کے خدمات قومی کی بیحد ضرورت ہے برادر محترم ماجد میاں نے ایک خط نہایت زبردست بنام مولانا شوکت علی خاں صاحب لکھا ہے اور خواہش ظاہر کی ہے کہ ان کو سلسلۂ مبلغین میں شامل کر لیا جائے یہ واقعہ ہے کہ اس کام کو حافظ ظہور احمد صاحب نہایت خوبی سے انجام دے سکتے ہیں چونکہ جناب والا صدر اعظم مبلغین ہیں اس لئے جناب سے یہ درخواست ہے کہ ان کے بابت تحریک فرمائیں گے یہ امر بھی ضروری ہے کہ حلقہ تبلیغ بدایوں اور قرب جوار ہو تو زیادہ مناسب ہے گو ایسی صورت میں بھی مجالس کی شرکت اور مخصوص کار خلافت دیگر مقامات میں انجام دیتے رہیں گے مگر مرکز ملک ہند ہی رہے کہ یہاں اس دماغ کی زیادہ ضرورت ہے امید کہ اس طرف توجہ فرمائی جائے گی اور اودھ کانفرنس کے جلسہ تک اس مسئلہ کو مختتم فرما دیا جائے گا۔ والسلام

فقیر محمد عبدالقدیر قادری بدایوں

(۱۶)

ھوالمقتدر

حضرۃ عظیم البرکۃ مدظلہم الاقدس

ہدیہ مسنون و تحیۃ ادب الحمدللہ کہ فقیر تادم تحریر بخیر ہے انشاءاللہ المستعان پرسوں قصد روانگی ہے ایک صاحب کو شب ہی روانہ کر دیا گیا کہ پاسپورٹ وغیرہ کا انتظام کر لیں چند باتیں ضروری وقت حاضری عرض کرنا رہ گئیں۔

ڈاکٹر سیف الدین کچلو سے کچھ قرارداد بابت سکھ اشخاص ہوئی تھیں نیز دیگر وجوہ بھی ایسے تھے کہ وہ میرے اس سفر کی نوعیت سے واقف ہوتے ورنہ ممکن ہے کہ وہ اپنی رائے میرے متعلق بدلیں کیونکہ قرارداد انتہائی تھی امید کہ جب وہ اودھ کانفرنس میں حاضر ہوں تو خاص طور پر فقیر کا یکایک عزم سفر ہونا ان سے کہہ دیا جائے کسی قدر تفصیل کے ساتھ۔

فقیر محمد عبدالقدیر قادری

(۱۷)

(خط بنام مولانا سلامت اللہ صاحب)

ھو المقتدر

مولانا المکرم ذوالمجد والکرم ۔ ہدیہ مسنون وتحیۂ نیاز

الحمدللہ علیٰ کل حال، والا نامہ موصول ہوا جناب ایسے جلسے کی شرکت کا حکم دیتے ہیں جہاں کا بہت کچھ جانیگا اور کام بہت کم ہوگا ۔ نیز مجھے مولوی عبدالماجد کی زبانی جلسہ لکھنؤ کے دلخراش واقعات کے سلسلہ میں یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ انجمن موید الاسلام ختم کر دی گئی پھر نمائندگی کیا معنی، ہیں اسی وقت ایک معروضہ پیش گاہ حضرت مولانا میں حاضر کر رہا ہوں جناب والا ملاحظہ فرمائیں ۔ زیادہ نیاز

فقیر محمد عبدالقدیر قادری

خطوط خواجہ غلام نظام الدین بدایونی

(۱)

ھو المقتدر

۱۲ رمضان

جنابِ معظم ومحترم ذوالمجد والکرم

ہدیہ مسنون معروض، بفضلہ بدایوں میں سب خیریت ہے ۔ خیریت مزاج سامی معلوم ہونے کا بیحد اشتیاق ہے، بتاریخ ۱۴ یا ۱۵ ماہ حال کو ایک عریضہ بصورت لفافہ بتوسط مولوی برکت اللہ صاحب زید مجدہم ارسال خدمت عالی کیا گیا جواب کا انتظار تھا کہ کل اخبار ہمدم میں پریشانی کن خبر دیکھی بیحد افسوس ہوا صحیح حالت معلوم کرنے کی فوری پریشانی میں تار بھی روانہ کرنے کا قصد کیا مگر پھر مجبور رہا اب ہر ساعت نہایت بیچینی سے گذر رہی ہے اور صحیح واقعات کی اطلاع نہ ہونا اور بھی پریشان کن ہے امید و یقین کہ جلد جواب سے سرفراز فرمائیں گے ۔ حضرت قبلہ مولوی عبدالقدیر صاحب زید مجدہم بخیریت ہیں ۔

خواجہ غلام نظام الدین

(۲)

حضورِ اقدس، ہدیہ مسنون معروض

فرمانِ مبارک کے مطابق میں نے خود ہی احساس کیا کہ کہیں بدایوں کی سیاست نہ شروع ہو جائے مگر خموشی کے بعد بھی اخبارات اپنی کافی معلومات کا ثبوت دے رہے ہیں اور ایسے جزئیات لکھتے ہیں خیر تعجب ہوتا ہے اخبار الامان و زمیندار و خلافت خصوصی حصہ لے رہے ہیں میں بقسم عرض کرتا ہوں کہ مجھ پر کوئی اعتراض مجکو متاثر کرنے والا نہیں ۔ ہاں یہ بات ضرور میری گھبراہٹ کا پتہ دیتی ہے کہ میری بلائے کو حضرت قبلہ کا خیال بتایا جائے یا برادر معظم ومحترم شفیع میاں صاحب سے کہا جائے کہ وہ تو جو کچھ کر رہے ہیں حضرت مولانا عبدالباری صاحب کی تعمیلِ ارشاد ہے ۔ ان باتوں کا بیشک مجھ پر اثر ہوتا ہے جو ان کے مقاصد کی کامیابی ہے حالانکہ سچائی سے عرض کرتا ہوں کہ بعض اوقات حضور والا کے قطعی سکوت کو تعجب کی نظر سے دیکھتا ہوں ۔ میں کوئی صورت نہیں سمجھتا کہ حضور والا کی یا حضرت قبلہ کی ذات کو کس طرح اپنی تحریرات سے بے تعلق ثابت کروں اور ڈرنا بھی ہوں

کہ کہیں میری روش مجرم نہ تصور ہو میں نے ایک مضمون میں یہ لکھنا بھی چاہا کہ نہ مجھے مولانا عبدالقدیر صاحب کی تائید کی ضرورت ہے نہ حضور مولانا عبدالباری صاحب کے سکوت کی پروا۔ لیکن ان جملوں کی اشاعت کسی مصلحت پر بھی دل نے گوارہ نہ کی حضور والا کا ذکر تو حضور تک پہنچانے کے لئے مخصوص حضرات سے بھی کیا جاتا ہے لیکن حضرت قبلہ کے متعلق تو اخبارات میں مسلسل شائع ہو رہا ہے کہ حکومت کے اشارے سے خلافت ماننے کے لئے تشریف لے گئے ہیں چنانچہ مجھ سے بے تعلق بلکہ ایک حد تک معترض ہو کر اہل شہر اخبارات کے اس طرز عمل پر اپنا غم و ملال ظاہر کرنے والے ہیں جس میں ظاہر کریں گے کہ حضرت کے عزیز دن میں ضرور مسئلہ خلافت میں اختلاف ظاہر ہو چکا ہے لیکن حضرت نے کوئی رائے اب تک نہ ظاہر فرمائی پس کسی کی رائے کو حضرت کی طرف منسوب کرنا اور ان پر ذاتی اعتراض کرنا یا ان کے حج کو مقصد خلافت بنانا صحیح نہیں اور یہ کہ حضرت مولانا پر اکثر ہندستان کے ذمہ دار حضرات بھی کافی اعتماد رکھتے ہیں اور آپ کے جذبات دینی سے واقف ہیں۔ انشاء اللہ یہ تحریر مفید ہوگی جس کی ضرورت معلوم ہوتی ہے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کہاں تک ممکن ہے لیکن کاش علی برادران بھی یہ مختصر اعلان شائع فرما دیں کہ ہمیں حضرت مولانا پر اعتماد ہے اور ہم توثق رکھتے ہیں کہ ان کا مقصد حج صرف ادائے فرض ہے دوسرا نہیں۔ نہ وہ حکومت کے اشارے سے گئے نہ ہمارے خیال میں مولانا نے خلافت تسلیم کی ہے اخبارات کو ہر شخص کی بحث اسی حد تک محدود کر لینا چاہیے اور اختلاف بڑھانے کے بجائے اتفاق کی سعی کرنا چاہیے کاش حضور بھی اس کو مناسب تصور فرمائیں یہ ایک بڑی کامیاب صورت ہے اور تمام سیاستوں کا کافی جواب ہے غالباً علی برادران کو بھی ان جملوں سے کوئی اختلاف نہ ہوگا آئندہ جو رائے عالی ہو وہی بہتر ہے۔

طالب دعا

خواجہ غلام نظام الدین

خط، مولوی عبدالحامد بدایونی (۱)

بدایوں۔ مولوی محلہ۔ ۲۰ شعبان ۱۳۴۴ھ یوم شنبہ

مولانا المعظم جناب مولوی سلامت اللہ صاحب ظلہ۔ السلام علیکم

میں پرسوں چاٹگام سے واپس آیا۔ ہمدم کا ۲۰ تاریخ کا پرچہ دیکھا جس میں مجھ سے استفسار ہے کہ میں نے کس اطلاع پر اپنی رپورٹ میں جمعیۃ العلمائے لکھنؤ کا تذکرہ کیا۔

غالباً آپ کو یاد ہوگا کہ میں آپ کے پاس شب کے وقت بغرض ملاقات گیا تھا اور اس خاص مسئلہ کے متعلق دیر تک گفتگو رہی تھی۔ آخر میں جناب نے فرمایا تھا کہ ہماری یہاں تو جمعیۃ قائم ہی ہے کام ہو رہا ہے جس کو چاہو منتخب کر لو۔ اس صاف و صریح ارشادات کے بعد میں نے جرأت کی اور اس کے بعد ایک عریضہ بھی حاضر خدمت کر دیا تھا۔

حضرت مولانا عبدالباری صاحب کا اسم شریف صدارت میں لکھ دینا البتہ میری غلطی کچھ ہو سکتی ہے مگر میری غرض حضرت مولانا کی صدارت و سرپرستی تھی۔

میں حضرات اراکین ندوۃ العلمائیں سے بعض اشخاص سے اس مسئلہ کے متعلق مدت سے تحریک کر رہا ہوں اون کی رائے بھی آپ ہی کی طرف ہوتی ہے یعنی فرنگی محل سے۔

بہر حال میں اطلاع شائع کر چکا ہوں۔ ایک خط سید جالب صاحب کو کل لکھا ہے وہ غالباً آپ سے مل کر دکھائیں گے۔

والسلام، عبدالحامد القادری

مولانا المکرم تسلیم۔ یہ عریضہ ۲۹ اپریل کو بھیجا گیا اس خیال سے کہ آپ کو ضرور مل جائے بیرنگ بھیجا گیا مگر کل واپس آ گیا۔ اس کا مطالعہ سے گزر جانا ضروری ہے لہذا پھر حاضر خدمت ہے۔ والسلام عبدالماجد القادری

خط، مولانا ابوالوفا ثناء اللہ

(۱)

از دفتر اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۳ ذی قعدہ ۳۷ھ

مکرمی مولانا زاد مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کرمت نامہ پہنچا، حال معلوم ہوا، یہاں ڈپٹی کمشنر نے معززین رؤسا اور علماء کو ایک روز ایام مارشل لاء میں بلایا تھا، مسئلہ خلافت پر بحث ہوئی سب نے بالاتفاق کہا کہ ہم سلطان کو خلیفہ مانتے ہیں، اس لئے ہماری خواہش ہے کہ قسطنطنیہ وغیرہ ان کے ماتحت رہنا چاہیے یہ پیغام اور خواہش گورنمنٹ میں سے جا تی جائے، غالباً صاحب نے بھی حکومت کے اشارہ ہی سے جلسہ کیا تھا اس لئے اب اس کے بعد جلسہ کرنے پر لوگ متوجہ نہ ہوں گے ـــــ مگر میری رائے اس کے علاوہ ہے کہ ماشاء اللہ (معاملہ ہی) اب کیا رہا ہے جس پر رقیبوں کا ڈر کریں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ربنا اجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیراً

خادم ثناء اللہ

(مولانا ثناء اللہ امام اہل حدیث، تحریک حریت کے قائدین میں سے تھے۔
"ایام مارشل لاء" سے غالباً جلیان والہ باغ کی نائرنگ کے زمانے کی طرف اشارہ ہے)

(۲)

۲۹ صفر ۳۸ھ (بنام مولانا سلامت اللہ صاحب)

جناب مولوی صاحب سلامت، السلام علیکم۔ کارڈ آپ کا بابت نمائندگی پہنچا۔ میں بعارضہ نزلہ علیل ہوں، گلا پڑا ہوا ہے اگر قابل ہونے کے ہوا تو جاکر آپ کی نمائندگی کروں گا اور آپ سے انعام لوں گا۔ انشاء اللہ۔ امرتسری احباب مولانا اور پارٹی کی ملاقات کے شائق ہیں بجلسہ مسلم لیگ۔

والسلام ابوالوفا ثناء اللہ امرتسر۔

(۳)

۱۰ رمضان شریف ۳۹ھ

مولانا، السلام علیکم۔ والا نامہ پہنچا معلوم کرائیں کہ میری ذات خاص کے لئے ہے یا بغرض اشاعت۔
والسلام، خادم ابوالوفا ثناء اللہ

(۴)

امرتسر ۱۹ ر رمضان ۱۳۳۹ھ

مولانا المکرم زادکرمہ، السلام علیکم۔ عنایت نامہ پہنچا، امر معلوم کے متعلق دونوں بھائیوں نے مجھے یہی کہا تھا میں نے بھی اہل الرائے حضرات سے مشورہ کیا بہت سی مشکلات محسوس ہوئیں آخر قرار پایا کہ چونکہ دونوں فریقوں (حجازیوں اور نجدیوں) کو سمجھانا ہے اس لئے ہندستان کے سارے مسلمانوں کی طرف سے بانتخاب مرکزی خلافت کمیٹی وفد جائے جس کا اعلان باقاعدہ پہلے کیا جائے حج ذریعہ سے یہ کام بآسانی ہو سکتا ہے ایک ہی فریق کے افراد دونوں فریقوں کو نہیں سمجھا سکتے جو ضروری ہے اس لئے یہ عقدہ ایک دو اصحاب کی رائے سے حل ہونے کا نہیں۔

یہ بھی سوچا ہے کہ دونوں کے حق میں اس مصرعہ کا جواب کیا ہوگا ؎

بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند — خادم ابوالوفا ثناء اللہ امرتسر

نوٹ: حجاز پر سعودی حملہ کے بعد مولینا عبد الباری ؒ اور مولینا محمد علی میں اختلافات ہو گئے تھے۔ مولینا ثناء اللہ مرحوم کا خط اسی سلسلہ میں خلافت کمیٹی کے وفد کے بارے میں ہے۔

(۵)

مولانا السلام علیکم مزاج شریف۔ مضمون جس کا ٹکڑا ارسال ہے اہلحدیث کے علاوہ دوسرے ملکی اخباروں میں چھپوا گیا ہے۔ مولوی ابوالکلام، ڈاکٹر کچلو صاحبان کے مشورہ سے اس کا انگریزی ترجمہ گاندھی جی کو بھیجا گیا ہے آپ سے اس کے متعلق بہت کچھ امید ہے جو جو وسائل اس کی کامیابی کے آپ کو معلوم ہوں امید ہے خود بھی ان پہ عمل کریں گے میں نے جمعیۃ العلماء میں بطور تجویز کے بھیجا ہے آپ بطور تائید کے ایک خط بھیج دیں کہ اسے پاس کیا جائے۔ اور بھی جو مناسب خیال فرمائیں مطلع فرمائیں —

مولوی سلامت اللہ وغیرہ صاحبان کو سلام عرض۔ — ابوالوفا ثناء اللہ — یکم محرم ۱۳۴۰ھ

خط، مولوی اختر علیخاں

(۱)

لکھنو ۱۶ رمئی ۱۹۱۶ء

مکرم معظم جناب مولوی صاحب

السلام علیکم۔ آپ سے رخصت ہو کر میں سیدھا قیصر باغ پہنچا، راجہ صاحب سے ملاقات ہوئی میں نے اس سے قبل یعنی کل شام کو ہی مسٹر مظہر الحق صاحب کا خط راجہ صاحب کو دے دیا تھا، آج راجہ صاحب نے پوچھا کہ کس کس شخص نے چندہ دیا میں نے مسٹر اظہر حسین صاحب کا نام بتایا اس وقت اور کوئی بات نہیں ہوئی مجھے راجہ صاحب نے کہا ہے کہ آپ اپنا پتہ چھوڑ جایئے میں الیکشن کے بعد جس قدر جلد ہو سکے گا روپیہ فراہم کر کے بھیج دونگا۔

جناب کی خدمت میں نہایت مؤدبانہ التماس ہے کہ راجہ صاحب کو اس امر سے ہرگز غافل نہ ہونے دیجیے گا بلکہ الیکشن کے بعد خود ہی روپیہ بھجوانے کا انتظام فرمائیے گا۔ راجہ صاحب سے میں نے کوئی تفصیلی واقعہ بیان نہیں کیا۔ آپ خود ہی بیان کر دیجیے گا۔

آپ کا خادم

اختر علی خاں

نوٹ: اختر علی خاں مولانا ظفر علی خاں کے فرزند تھے۔ یہ خط غالباً مالی اعانت کے سلسلہ میں ہے۔ راجہ صاحب سے مراد راجہ صاحب محمود آباد مرحوم ہیں۔

(۲)

۱۰ مئی ۱۹۴۶ء کرم آباد

مکرم و معظم جناب مولوی صاحب قبلہ

السلام علیکم۔ اس سے قبل ہی لکھنؤ سے ایک عریضہ خدمت اقدس میں لکھ چکا ہوں جو امید ہے کہ ضرور آپ کو مل گیا ہوگا۔ میں کل ٹھیک ۲ بجے بخیریت کرم آباد پہنچ گیا۔ راجہ صاحب کی خدمت میں عرض کر دیجیے کہ وہ رقم جو انہوں نے بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا جس قدر جلد ممکن ہو بھیج دیں۔ روپیہ کی آج کل سخت ضرورت ہے جیسا کہ اس سے پیشتر عرض کر چکا ہوں۔ امید ہے کہ آج الیکشن ختم ہو گیا ہوگا اور راجہ صاحب اس سے فراغت پا چکے ہوں گے۔ اس خط کے پہنچتے ہی روپیہ بھجوانے کی کوشش کیجیے۔ اس کے علاوہ اپنے اثر کو کام میں لا کر کہیں اور جگہ سے بھی روپیہ کا بندوبست کرا دیجیے۔ باقی سب خیریت ہے۔ والد مکرم آپ کو بہت بہت سلام کہتے ہیں۔

آپ کا تابعدار اختر علی خاں

نوٹ: راجہ صاحب سے مراد مہاراجہ علی محمد خاں والیٔ محمود آباد ہیں۔

(۳)

۱۹ مئی کرم آباد

مکرم معظم جناب مولوی صاحب قبلہ و کعبہ

السلام علیکم۔ اس سے قبل دو عریضے خدمتِ اقدس میں بھیج چکا ہوں جو امید ہے کہ آپ کو مل گئے ہوں گے۔ آج راجہ صاحب کا وعدہ تھا کہ روپیہ بھیج دیا جائے گا لیکن اس وقت تک کہ شام کے ۷ بج چکے ہیں روپیہ موصول نہیں ہوا۔ ازراہِ نوازش خود تکلیف فرما کر راجہ صاحب کو یاد دہانی فرما دیجیے۔ میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں کہ حالت سخت تشویش ہے اگر آپ منگل تک قریباً ۲ ہزار روپیہ راجہ صاحب سے اور دیگر حضرات سے فراہم کروا کے بھیج دیں تو یہ ایک ایسا احسان ہوگا جس کو بندہ مدت العمر نہ بھولے گا۔ اس خط کو تار سمجھیے۔ باقی سب خیریت ہے۔ والد مکرم آپ کو بہت بہت سلام کہتے ہیں۔

میرا پتہ یہ ہے: اختر علی خاں کرم آباد وزیر آباد پنجاب

آپ کا تابعدار اختر علیخاں

خطوط اسماعیل غزنوی

(۱)

مکرم و معظم حضرت مولانا صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو ایک جلسہ اس سے پہلے ہم کر چکے ہیں جس میں اشتہار شائع نہ کر سکے کاپی لکھی ہوئی تھی مگر مطابع نے انکار کر دیا طبع سے اس اجلاس میں فیصلہ یہ ہوا کہ خلافت کمیٹی امرتسر واقعی منعقد ہونا چاہیے ۔ اب انشاء اللہ جمعہ کو جلسہ ہوگا اور اس میں ریزولیوشن پاس ہوں گے آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانان امرتسر کو مسلمان کر دے آمین ۔

عاجز اسماعیل غزنوی

(۲)

مکرم معظم جناب مولانا قیام الدین محمد عبدالباری صاحب بالقابہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ مجکو ایک تقریر کرنے کے جرم میں ایک سال قید سخت اور دو ڈھائی سو روپیہ جرمانہ یا تین ماہ مزید قید کی سزا کا حکم ہوا اور مجکو دریائے اٹک کے پار جس کو سکھوں کے عہد میں کالے پانی کے لئے استعمال کیا جاتا تھا وہاں کے جیل خانہ میں رکھا ہوا ہے پنجاب میں سے ۲۹ اور قیدی میرے جیسے یہاں ہیں ۔ میں جناب کو ایک ایسی تکلیف دینا چاہتا ہوں جس کا دینا شاید مناسب نہ ہوتا مگر بعض مجبوریوں نے مجبور کر دیا اس لئے کہنے پر مجبور ہوں ۔

یہاں حکومت کی طرف سے حکم ہے کہ مقررہ خوراک سے اوپر اگر خوراک یا دوسری غیر ممنوعہ اشیاء کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت ہو تو باہر سے منگوا سکتے ہیں ——— اور میرے ۱۷۵ (پونے دو سو روپیہ) سے زائد حکیم سید ابو یوسف اصفہانی کے ذمہ واجب الادا ہیں انہوں نے بطور قرض حسنہ مجھ سے لئے تھے اور وہ مجکو وعدے دیتے رہے مگر کوئی وعدہ ایفا نہ کیا طولانی حکایتیں سناتے رہے کہ حضرت مولانا کی معرفت مجکو مبلغات ملنے والے ہیں وہ اپنے ہاتھ سے ادا کر دیں گے ۔ اب میں مصیبت میں اور قید میں ہوں مجکو ضرورت ہے ، ایک خط ان کو لکھ چکا ہوں مگر انہوں نے جواب تک نہ دیا ، میری گرفتاری سے ایک ماہ پہلے لاہور میں مجھ سے ملے تھے ، ... وعدہ کیا تھا کہ بذریعہ تار تین روز میں روانہ کر دوں گا اب تک نہ کوئی جواب ملا نہ رقم مطلوبہ ۔ یہ جناب کا احسان ہوگا اگر جناب کی معرفت یہ رقم مل جائے اور یہاں میرے کام آ سکے مجکو ان کا پتہ بھی معلوم نہیں میرا منسلکہ عریضہ ان کے نام مع گرامی نامہ کے روانہ فرما دیں ممنون ہوں گا ۔

امید کہ جناب یہ تکلیف معاف فرمائیں گے ۔

نیاز مند طالب دعا

اسمٰعیل غزنوی ۔

نوٹ : مولانا اسمٰعیل غزنوی مشہور قومی کارکن تھے ۔ حکیم ابو یوسف اصفہانی مکتوب الیہ کے مرید اور معتقد اور خاص مزاج کے خلافتی کارکن تھے ۔

خطوط داؤد غزنوی

(۱)

مکرمی مولانا زاد عنایتہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ جناب نے جو تجویز داخلین خلافت کے متعلق بھیجی تھی مجھے اس سے اتفاق ہے، امید ہے کہ اس کی مکمل منظوری سے آخر ستمبر تک اطلاع دیں گے کہ یکم اکتوبر سے ان کو کام پر لگا دیا جائے۔ والسلام

محمد داؤد غزنوی ۲۳ ستمبر ۲۰ء

نوٹ: داؤد غزنوی مولانا اسمٰعیل غزنوی کے بھائی اور مشہور قومی کارکن تھے۔

(۲)

مکرمی جناب مولانا صاحب

السلام علیکم۔ جناب کو بذریعہ اخبارات معلوم ہوا ہوگا کہ آل انڈیا خلافت کمیٹی (کانفرنس) کا دوسرا سالانہ اجلاس امرتسر میں مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۹۱۹ء کو بوقت ۸ بجے شام کانگریس پنڈال میں ہونا قرار پایا ہے اس اجلاس میں خطبہ صدارت پڑھا جائے گا اور اہم تجاویز پر غور و فکر کے بعد انھیں پاس کیا جائے گا۔ سبجکٹ کمیٹی ۲۹ دسمبر ۱۹ء کو ۲ بجے مسلم لیگ کے خطبہ صدارت کے ختم ہونے کے بعد ہوگی۔

جناب سے امید ہے کہ اس خالص مذہبی مجلس میں شرکت فرما کر اپنے مفید مشوروں سے قوم کو اس مسئلہ میں راہ راست بتلائیں گے۔

محمد داؤد غزنوی سیکرٹری خلافت کمیٹی

(۳)

مکرمی حضرت مولانا عبدالباری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ گرامی نامہ جناب امرتسر سے ہوتا ہوا لاہور پہنچا، میرا گزارش ہے کہ جمعیۃ العلماء کے سالانہ اجلاس میں آپ کی شرکت نہایت ضروری سمجھی جاتی ہے، اہل پنجاب کی یہ بدقسمتی ہوگی اگر آپ یہاں اس عظیم الشان جلسہ میں شرکت نہ فرمائیں گے۔ اس ماہ میں جناب کی مصروفیتوں کی وجہ سے اگر شرکت متعذر رہتی تو الحمدللہ کہ یہ مانع بھی جاتا رہا کیونکہ مولانا آزاد صدر جلسہ ان تاریخوں میں اپنے فرائض صدارت کو ادا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ۲۴ اکتوبر کو محمد علی صاحب کا مقدمہ شروع ہونے والا ہے اور نہ معلوم کراچی میں مولانا آزاد کو کتنے دن ٹھہرنا پڑے اس لئے جلسہ کی تاریخیں بجائے ۲۸، ۲۹، ۳۰ اکتوبر کے ۱۸، ۱۹ اور ۲۰ کر دی گئی ہیں جو مولانا آزاد اور مولانا کفایت اللہ صاحب کے مشورہ سے بدلی گئی ہیں۔ اس لئے مجھے جناب سے قوی امید ہے کہ تاریخات مقررہ ۱۸، ۱۹، ۲۰ نومبر کو شرکت جلسہ کے لئے ضرور تشریف لائیں گے اور اپنے پاکیزہ خیالات سے اور نیک مشوروں سے ہم اہل پنجاب کو بالخصوص مستفید فرمائیں گے۔

آپ کا خادم

محمد داؤد غزنوی ناظم

۱۹ اکتوبر ۱۹۲۱ء

خطوط مولانا شبلی

(۱)

جناب مخدوم و مکرم مولانا عبدالباری صاحب دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا والا نامہ موسومہ مولوی حفیظ اللہ صاحب میرے پاس آیا، چونکہ ان سوالات سے اصل میں مجھ کو تعلق ہے اس لئے بحیثیت معتمد دارالعلوم جواب عرض ہے یہی جواب مولوی حفیظ اللہ صاحب کی طرف سے بھی سمجھا جائے اگر مزید اعتبار منظور ہو تو میرا خط ان کے پاس بھیج دیجیے گا۔ ہم لوگ سب کے سب درس نظامیہ ہی کے شکر گزار ہیں اور اس آستانہ کی جبہ سائی ہمارا اعلیٰ عزت ہے۔ اگر معمولی تغیر کر دیا جائے تو نظامیہ کا انتساب چھوٹ نہیں سکتا۔ حرم محترم کی موجودہ عمارت سرتاپا حجاج بن یوسف کی ہے۔ مسجد نبوی میں اب ایک ذرہ بھی عہد نبوت کا نہیں سب کچھ سلطان عبدالمجید کا بنوایا ہوا ہے تاہم وہی کعبہ ابراہیمی اور وہی مسجد نبوی ہے۔ اب جوابات بترتیب دفعات عرض ہیں۔

۱۔ درس مروجہ دارالعلوم کے علاوہ درس نظامی قدیم دارالعلوم میں جاری ہو سکتا ہے۔ اور طلباء دونوں میں سے جو چاہیں اختیار کر سکتے ہیں البتہ اس کے لئے زائد مدرسین کی ضرورت ہوگی جب تک یہ سامان نہ ہو عملی کارروائی کے لیے انتظار کرنا پڑے گا۔

۲۔ دارالعلوم ندوہ میں تحفظ عقائد اہلسنت و جماعت سب سے مقدم چیز ہے تمام مدرسین اسی طریقہ کے ہیں اور ہمیشہ یہ اصول ملحوظ رکھا گیا ہے۔

۳۔ عقائد میں پہلے اقتصاد امام غزالی تھے لیکن وہ بہت مشکل تھے اس لئے تمہید ابوشکور سلمی رکھی گئی جو مشہور مستند کتاب ہے اور اب امام رازی کی کتاب معالم اصول الدین کے داخل کرنے کا ارادہ ہے۔

۴۔ ہاں زائد نگرانی ہو سکتی ہے۔

۵۔ اگر موجودہ علمائے فرنگی محل ارکان انتظامیہ میں داخل ہونا منظور فرمادیں تو یہ دارالعلوم کا اور ہمارا فخر ہے اور ہم ہمیشہ سے اس کے آرزومند ہیں اور متعدد بار درخواست کر چکے ہیں۔ ہاں اس قدر ملحوظ رہے کہ تعداد کل ارکان کی ۲۵ ہے اس میں جو جگہ خالی ہوتی ہے اس کے لئے انتخاب ہوتا ہے۔ غالباً اس وقت دو ممبروں کی جگہ خالی ہے اور اس پر بہ غایت خوشی سے علمائے فرنگی محل کا انتخاب ہوگا۔ والسلام

شبلی ۱۵ جولائی ۱۹۰۸ء

(۲)

۶ جون ۱۹۱۲ء

کرمی تسلیم۔ خط مطبوعہ پہونچا۔ ندوہ سخت اصلاح طلب ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی مقدم کام نہیں لیکن کامیابی کی کوئی امید نہیں۔ یہ مانا کہ ایک باوقعت کمیٹی اصلاحی قائم ہو تمام انتظامی امور کی ایک باقاعدہ اسکیم بنا دے لیکن عمل کون کرے گا۔ موجودہ دستورالعمل میں یہ ایک دفعہ ہے کہ نائب ناظم یا ناظم ہر مہینہ کا بجٹ بنائے گا اور معتمد مال اس پر تصدیقی دستخط کریں گے پھر تمام ارکان کے پاس جاوے گا اور اس کے موافق کام ہوگا۔ کیا کبھی اس پر عمل ہوا اور کیا آپ یہ جرأت کریں گے کہ اب

بھی اس پر عمل نہ ہو۔ آپ علانیہ میدان میں آئیں اور جو عہدہ دار اپنا کام انجام نہ دے اس کو برطرف کرا دیں۔ آپ کے ذہن میں ابھی جلسۂ انتظامیہ کی بڑی وقعت ہے کیوں کہ آپ نے کوئی جلسہ اس کا دیکھا نہیں لیکن جب تجربہ ہوگا تو آپ کو جلسہ میں آتے ہوئے شرم آئے گی چنانچہ اس کا نتیجہ ہے کہ برسوں سے ایک بھی اجلاس نہیں ہوا اور مقرر کیا گیا تو نصاب جلسہ پورا نہیں ہوا۔ لوگ سمجھ گئے کہ بیکار جھک جھک سے کیا حاصل تعمیرات کی ایک کمیٹی تھی اس کا کوئی اجلاس نہیں۔ روپیہ برابر خرچ ہو رہا ہے یہاں تک کہ تقریباً بارہ ہزار روپیہ جو بورڈنگ کا تھا وہ مدرسہ کی موجودہ عمارت پر لگا دیا گیا ——— نہ کسی سے پوچھا گیا نہ کسی جلسہ میں پیش ہوا کیا ان کارروائیوں کو آپ رد کر سکتے۔ کام بہت ضروری ہے لیکن اس کے لئے بہت دلیری اور مردانہ زور آوری کی ضرورت ہے۔

شبلی ۶ جون ۱۹۱۲ء

(۳)

مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ والا نامہ پہونچا۔ آپ کی نیک نیتی کا میں معترف ہوں لیکن بعض باتیں تعجب انگیز ہیں مثلاً ایک خاندان فرنگی محل کے ۵ ممبر تھے اب آپ منتخب کرتے ہیں وہ پہلے سے ہیں۔ مولانا دنیا میں کہیں یہ قاعدہ نہیں کہ ایک گھر کے اس قدر ممبر ہوں۔ یہ تو ندوہ پر پہلے سے سخت اعتراض ہے کہ مثلاً ایک کاکوری کے ۲ ممبر ہیں۔

اس طریقہ سے ایک پارٹی جب چاہے اپنا زور قائم کرے اس کے علاوہ دوسرے حقدار محروم رہ جاتے ہیں۔ ہاں ایک امر یہ ہے اور آپ اس کو فوراً دفتر نظامت میں لکھ بھیجیں کہ انتخاب کا یہ طریقہ نہیں کہ ایک کی رائے سے دوسروں کو بالکل خبر نہ ہو۔ قاعدہ یہ ہے کہ ایک وقت معینہ تک تحریکیں آجاتی ہیں اس کے بعد ان رایوں اور ناموں کو مشتہر کیا جاتا ہے کہ ناواقف ارکان کو واقفیت ہو اور ان کو رائے دینے میں مدد ملے۔ مثلاً آپ نے جو نام بھیجے مجھ کو پہلے سے معلوم ہوتے تو میں ان میں سے خود کئی شخصوں کے حق میں رائے دیتا۔

شبلی ۱۴ ستمبر ۱۹۱۲ء

جواب حضرت مولانا

نامۂ ہدایت انتخاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور گذارش ہے کہ میری تجویز ارکین لائق تعجب نہیں اس واسطے کہ میں اپنے واقف کاروں کو پیش کر سکتا ہوں باقی جو انب کا خیال مجلس کو کرنا چاہیے انتخاب کا اس کو اختیار ہے ناواقفوں کے نام پیش کرنا بیکار کی ذمہ داری ہے۔ جناب کی تجویز کے ساتھ میں بھی متفق ہوں دفتر نظامت میں اس کی اطلاع کر دوں گا۔ زیادہ آداب

(۴)

مجمع الفضائل جناب مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی مد فیوضہم

امتحان دار العلوم ندوۃ العلماء کے پرچے غالباً جناب کی نظر سے گزر چکے ہوں گے۔ چونکہ حسب قاعدہ امتحان سالانہ کے نتیجہ کو اب شائع ہو جانا چاہیئے اس لئے گزارش ہے کہ تمام پرچے حامل رقعہ کو عنایت فرمائیے۔ والسلام

۱۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

شبلی نعمانی بقلم محمد علی دفتر ندوۃ العلماء

(۵)

مکرمی۔ سلام مسنون۔ آپ کی نیت بخیر تھی اور ہے لیکن تجربہ یہ ہے کہ اب جو جلسہ ہوتا ہے وہ پُرخطر دنگل ہوتا ہے۔ ابکے بھی وہی سامان نظر آتے ہیں۔ آپ نے اپنی یادداشت میں لکھا تھا کہ کسی کے عزل و نصب کی بغیر ارکان میں اصلاح اور قواعد کی پابندی کرائی جاوے۔ ارکان کی مدت دو سالہ ختم ہونے کو ابھی چھ مہینہ باقی ہیں لیکن مولوی عبدالحئی صاحب نے جو خطوط جاری کئے ہیں ان میں سب سے پہلی دفعہ تقرر عہدہ داران و انتخاب ارکان ہے۔ میں نے ان کو بار بار لکھا کہ اس قصہ کو اس وقت نہ چھیڑیئے لیکن اونہوں نے خیال نہیں کیا اتنے سہارے سے پرانے زخم پھر ہرے ہوگئے اور دبی ہوئی چنگاری پھر چمک اُٹھی۔ سنتا ہوں کہ ایک چھرا دس پہلی مباحثہ کا سامان ہو رہا ہے۔ دو ایک خط لکھنؤ سے اسی مضمون کے پہونچے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں اپنا ایک مدرسہ ہے ندوہ میں کسی قسم کی برہمی ہوئی تو طرح طرح کے خیالات آپ کی نسبت پیدا کرے گی۔ مولانا خدائے پاک کی قسم اگر ذرہ بھر اس بات کا یقین ہو کہ یہ لوگ مدرسہ کو چلائیں گے تو ندوہ کو چھوڑ کر الگ نہ ہو جانا گناہ عظیم سمجھتا ہوں غور فرمائیے کہ جب سے یہ مخالفین لوگوں نے شروع کر دی ہیں کیا حالت ہو رہی ہے۔ عمارت کھلی ہوئی پڑی ہے چھت تک نہیں بن سکتی۔ بہرحال آپ مولوی عبدالحئی صاحب کو لکھیے یا اون سے ملیئے اور کہیئے کہ عزل و نصب کا قصہ رہنے دیں اصلاحی باتیں پیش کریں صلح کیجیے بس لڑائی ہو چکی اور اگر آپ کو بھی خدانخواستہ تماشا دیکھنا منظور ہے تو بہتر ایک دفعہ اور دیکھ لیجیئے۔ اُمید ہے کہ آپ مجھ کو جواب سے مشرف کریں گے۔

۲۲ رمضان المبارک　　　　شبلی۔ بمبئی پالن جی ہوٹل

(۶)

جناب مولانا رکن دارالعلوم۔ مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی نہیں آئے اب کوئی اور پرنسپل تجویز کرنا ہے مولوی حفیظ اللہ صاحب اور مولوی شبیر علی صاحب میں سے آپ کس کو ترجیح دیتے ہیں۔ اول الذکر صاحب کی نسبت آپ کا کیا اعتقاد ہے کیا وہ پورے حنفی ہیں یا مائل بہ عدم تقلید۔ اپنی رائے سے کل تک مطلع فرمائیے۔　　　　شبلی اکتوبر ۱۹۱۱ء

(۷)

جناب مولانا عبدالباری صاحب دام لطفہم

سلام مسنون۔ کیا مدرسہ نظامیہ آپ نے بغرض وصول چندہ (از صب طلبہ) آپ نے بند کر دیا ہے۔ کیا دیوبند کی نسبت بھی یہ خبر ہے۔

شبلی ۱۰ نومبر ۱۹۱۲ء

(۸)

بخدمت جناب مولوی عبدالباری صاحب دام مجدہ میں نے سنا ہے کہ لوگ یہ مشہور کرتے ہیں کہ میں نے آپ سے مناظرہ کیا اور آپ کو بند کر دیا۔ میں اس قدر عرض کرتا ہوں کہ میری عادت نہ مناظرہ کی ہے نہ میں نے ہرگز یہ کہا۔ کسی شیطان نے یہ کہا ہوگا۔ میں آپ کے بالکل بری ہوں۔ افسوس کی بات ہے کہ لوگ اس قسم کی بیہودہ باتیں مشہور کرتے ہیں۔　　　　شبلی۔ ندوہ لکھنؤ ۱۲ محرم الحرام

نوٹ: مولانا شبلی کے ابتدائی تمام خطوط ندوۃ العلما کی اندرونی چپقلش کے بارے میں ہیں۔ آخری خط

غالباً سیرت النبی کے مباحث کے متعلق کسی مفروضہ مناظرے کے بارے میں ہے۔

خطوط، مولوی منیر الزمان اسلام آبادی

(۱)

انجمن علمائے بنگال   ۵ر اکتوبر ۱۹۱۸ء

جناب عالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حضور عالی انجمن علمائے بنگال کے اغراض و مقاصد سے من وجہ واقف ہوں گے اشاعت اسلام۔ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی پیدا کرنا۔ اسلام کی حقیقی و روحانی تعلیم افراد اسلام میں پھیلانا۔ قومی ہمدردی اور مذہبی پاسداری کا سبق سیکھانا یہ اہم ترین اغراض ہیں۔ ہمارا اعتماد کامل ہے کہ حضور عالی کو ضرور انجمن علمائے دلی ہمدردی ہوگی۔

گذشتہ سال جب انجمن کا اجلاس کلکتہ میں ہوا اوس وقت جناب نے اپنی شرکت کا خیال ظاہر فرمایا تھا۔ بنگال کے مسلمان شرف نیازت کے از حد مشتاق تھے مگر ہماری بدقسمتی سے بوجوہات وہ تمنا پوری نہ ہوئی۔

انجمن کا آئندہ سالانہ اجلاس بمقام چاٹگام (مشرقی بنگال) ہونا قرار پایا ہے غالباً ۲۶ ۔ ۲۷ر دسمبر ۱۹۱۸ء کو تاریخ مقرر ہوگی۔ بنگال کے علماء اور دیگر طبقہ عام و خاص مسلمانوں کی دلی آرزو ہے کہ حضور عالی آئندہ اجلاس کی کرسی صدارت کو زینت بخشیں۔ میں غیر ضابطہ طور پر اس بارہ میں جناب سامی سے استمزاج کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ مخدوما۔ صوبہ بنگال کی ایک خصوصیت کی طرف آپ کی خاص توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ اس صوبہ میں تقریباً تین کروڑ مسلمان بستے ہیں ان کی مالی حالت بھی ہندوستان بھر کے سارے صوبوں سے بہتر ہے۔ ایسا زرخیز صوبہ روئے زمین پر کم ہے۔ یہاں کے لوگ علماء کی بات کی طرف زیادہ تر اعتماد و اعتقاد رکھتے ہیں مگر افسوس ان میں اسلام کی حقیقی روح پھونکنے کے لئے افراد کا از حد قحط ہے۔ جناب کی طرف یہاں کے خاص و عام مسلمانوں کو جیسی حسن عقیدت ہے اگر حضور اقدس التجا کو قبول فرما کر ہمارے بنگال میں تشریف لاویں اور یہاں کے مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی حقیقی تعلیم کا عکس ڈالیں اس سے ایک متوقع نتیجہ خیر کی امید قوی ہو سکتی ہے اس لئے ہمیں امید واثق ہے کہ حضور انجمن علمائے بنگال کے اجلاس کی صدارت کا عہدہ قبول فرما کر تین کروڑ مسلمانان کے تشنہ قلوب سے اون کی تسکین کریں حضور کی مرضی سے واقف ہونے کے بعد ہم باضابطہ انتظامی کمیٹی کی طرف سے خط روانہ کرکے باقاعدہ جواب حاصل کریں گے چونکہ انجمن علماء کی صدارت کے لئے جس قابلیت کے عالم کی ضرورت ہے اون کی تعداد سارے ہندوستان میں دو چار سے زائد نہیں نظر آتی اور اون میں بھی بعض آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس میں مصروف رہیں گے۔ سوائے جناب عالی کے ہمارے سامنے کوئی دوسرا شخص نظر نہیں آتا زیادہ۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

خاکسار منیر الزمان اسلام آبادی جوائنٹ سیکرٹری انجمن علمائے کلکتہ

(۲)

مولانا المکرم زاد مجدہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بمبئی سے سیٹھ چھوٹانی صاحب کا استمزاجی خط موصول ہوا۔ مندرجہ ذیل پیش

کے متعلق انہوں نے میری رضا مندی کے مستفسر ہوئے ہیں آپ کو غالباً معلوم ہوگا کہ ہم اصولاً مزید عرض و معروض کے مخالف ہیں۔ مگر جو بات کثرت آرا سے جلسہ میں پاس ہوتی ہے اس پر رضا مند ہونا لازمی ہے۔

اب میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ جماعت علما کے قائمقام کی حیثیت سے ڈپوٹیشن میں جانا ضروری خیال کرتے ہیں یا نہیں اور شمولیت کے لئے مستعد ہوتے یا نہیں۔

میرے خیال میں علما کی طرف سے سیاسی خیال کے دو ایک عالم کی شرکت نہایت ضروری ہے قوم کے اکثر افراد کو سر آغا خان وغیرہ ایسے امرا پر اعتماد نہیں ہے علی الخصوص انہوں نے بمعیت سید امیر علی وزیر اعظم کی خدمت میں عرض داشت چند ماہ پیشتر بھیجی تھی۔ اس میں سلطنت عثمانیہ کی قطع و برید کو صرف تسلیم نہیں بلکہ طرز تحریر سے تائید کی ہے اس لئے آزاد خیال لوگوں میں سے دو تین شخص کا جانا ضروری ہے آپ اور جناب حسرت اگر شامل ہوتے ہیں تو میں بھی شرکت کے لئے تیار ہوں ورنہ آپ دونوں کی غیر شمولیت کی صورت میں میرا تنہا جانا بالکل فضول ہے بقیہ حضرات کو ہم بخوبی جانتے ہیں ان کی آرا کا استحکام و استقلال بارہا آزمایا جا چکا ہے امرتسر علما کانفرنس کی کامیابی کے لئے آنجناب کو سرگرمی سے کوشش کرنا چاہیے اخبارات میں علما کو مخاطب کرکے آپ کی طرف سے ایک اپیل ضرور شائع ہونا چاہیے۔ شرکت کے لئے اصرار فرمائیں خلافت کمیٹی کلکتہ کی طرف سے ہم یہاں پر اشاعت فتویٰ و اشتہارات پر غیر معمولی قوت صرف کر رہے ہیں۔ دہلی کا فتویٰ واضح طور پر شائع کیا گیا ہے۔

۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء　　　　بندہ محمد منیر الزماں اسلام آبادی

(۳)

۱۵ر دسمبر ۱۹۱۹ء از کلکتہ

جناب مولانا المکرم زاد مجدہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ موصول ہوا۔ سرفراز ہوا۔ حافظ احمد میاں کو مرسلہ قیمت مل گئی ہے۔ ایک کتاب دستیاب ہوئی ہے دوسری کی کوشش جاری ہے ایشیاٹک سوسائٹی کی لائبریری میں بہت سی نایاب کتابیں تصوف کی موجود ہیں بعض خریدنے کو مل سکتی ہیں۔ اصطلاحات صوفیہ پر خوشی حاصل ہوئی۔

جمعیت سیاسیہ علما میں شرکت کے لئے میں اور خاں صاحب تیار ہیں۔ انشاء اللہ ۲۵ دسمبر تک ہم امرتسر پہنچ جائیں گے۔ کانگریس۔ لیگ۔ جمعیۃ۔ تینوں کی شرکت منظور ہے آپ کی شرکت کی تاریخ معلوم ہو تو بہتر ہے۔ میں نے ہمدم میں جمعیۃ سیاسیہ علمائے ہند کے نصب العین اور قواعد اساسیہ پر ایک مضمون بھیجا ہے نہ معلوم وہ شائع ہوا ہے یا نہیں۔ ہمارے یہاں تھوڑے دن سے ہمدم باقاعدہ نہیں آتا اگر وہ مضمون شائع ہو گیا ہے تو آپ اس کے اصول اور نصب العین پر غور فرمالیں تاکہ اجلاس کے وقت زیادہ تضیع اوقات نہ ہو۔ سخت افسوس ہے کہ اب تک دہلی کے عارضی سکرٹری کی طرف سے یا امرتسر استقبالیہ کمیٹی کی طرف سے کوئی باقاعدہ دعوتی رقعہ شائع نہیں ہوا۔ آپ جلد تار دیں۔

بمبئی خلافت کمیٹی کو مرکز تسلیم کرنے میں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے البتہ اس قدر ضرور شرط ہے کہ مرکزی کمیٹی میں ہر صوبہ سے ممبر لئے جاویں کیونکہ امرا کے طبقہ پر عام قوم کو اعتماد نہیں ہے۔ وہ اپنے اختیار میں نہیں ہوتے غیر کے ہاتھ میں ان کا زمام اختیا

بتا ہے۔ کلکتہ کی خلافت کمیٹی کا کام عدم شرکت جشن صلح کے متعلق نہایت کامیاب ثابت ہوا۔ دس ہزار فقراء کے لئے عمدہ کھانا تیار کیا گیا تھا مگر کھانے والے نہ ملے اور کھانا برباد ہو گیا۔

محمد منیر الزمان اسلام آبادی

(۴)

۱۶ مئی ۱۹۲۲ء دفتر سودیشی خلافت اسٹور، کلکتہ

حضور والا۔ السلام علیکم۔ چند ماہ خلافت اسٹور کے حصے فروخت کرنے کی کوشش میں صوبہ متحدہ دہلی وغیرہ میں مصروف رہنے کے بعد کلکتہ واپس آنے پر انجمن علماء کے سالانہ اجلاس کے انتظام میں مصروف رہا بعد اجلاس کے چاٹگام و ڈھاکہ وغیرہ مقامات پر جمعیۃ علماء کی شاخ قائم کرنے و امیر شریعت کے مسئلہ کی تشریح میں کچھ وقت گذر گیا دو تین روز ہوئے کلکتہ پہونچا ہوں ان مصروفیتوں کی وجہ سے حضور عالی کو کوئی خط نہ لکھ سکا۔۔۔ اس مرتبہ انجمن کے اجلاس میں ایسا ایک ناگوار واقعہ پیش آیا جس سے انجمن کے سارے گذشتہ کارنامے خاک میں مل گئے۔

استقبالی کمیٹی کی طرف سے چند معزز و مشہور علماء ہند کو شرکت کی عملی دعوت دینے کے لئے مولوی مسعود احمد کانپور، دہلی — دیوبند بھیجے گئے تھے مولانا شبیر احمد دیوبندی حضرات نے آنے کا وعدہ کرکے عین وقت پر انکار کر دیا، قاصد بیچارہ مایوس ہو کر میرٹھ وغیرہ کا سفر کرتا ہوا اپنی بلائے سے بدایوں پہنچا۔ بدایوں میں مولوی عابد صاحب کے دام میں آ کر جناب فاخر الہ آبادی اور حامد میاں کو لئے ہوئے کلکتہ پہونچے۔ بیچ بیچ سے صدارت کے لئے مولانا محمد سجاد صاحب بہاری کو بہت مشکلوں سے راضی کر لیا تھا اور وہ وقت پر چاٹگام پہونچ گئے تھے ناگاہ کلکتہ سے تار ملا مولانا فاخر اور مولانا حامد شرکت کے لئے چاٹگام جا رہے ہیں میں نے خیال کیا کہ یہ صاحبان اپنے شوق سے ایک مذہبی اور قومی جلسہ کی شرکت کے لئے جا رہے ہوں گے۔ جب چاٹگام پہونچے تب معلوم ہوا فاخر اور حامد صاحب خاص طور پر ہمارے قاصد صاحب کی دعوت اور وعدہ صدارت پر تشریف لائے ہوئے ہیں اور فاخر صاحب خطبۂ صدارت سنانے کے لئے ہم میں سے ہر ایک کے پیچھے پڑ گئے۔ میں تو ان کے کمرہ سے بھاگ نکلا تھوڑی دیر کے بعد مولانا محمد شفیع صاحب بھی بھاگ کر جان بچا کر میرے کمرہ میں آ کر مجھے تجویزات کی تسوید وغیرہ میں مدد دینے لگے۔ چونکہ مولانا سجاد صاحب نہایت نیک اور حد سے زائد نیک آدمی ہیں اس لئے وہ با دل ناخواستہ کمرہ میں فاخر صاحب کا نسب نامہ بنام خطبہ صدارت سننے لگے۔ کچھ دیر بعد میں نے ان سے صاف الفاظ میں کہا مولانا سجاد صاحب انجمن کے صدر ہو کر آئے ہیں آپ اپنی تقریر بعد شام دوسرے اجلاس میں سنائیں۔ انہوں نے کہا نہیں میں پہلے اجلاس میں سنا کر چلا آؤں گا اور مولانا سجاد پھر میری جگہ پر صدارت کریں گے اس پر بڑی بحث رہی آخر مولانا سجاد کی کسر نفسی اور حد سے زیادہ کسر نفسی نے فاخر صاحب کو اپنے خیال میں غالب بنا دیا۔ سجاد صاحب نے کہا میں نے خطبہ صدارت کہاں لکھا مجھ کو وقت و موقع کہاں ملا فاخر صاحب نے خطبہ لکھا ہے ان کو ہی صدر ہونا چاہیے مجھے مطلقاً خواہش نہیں فاخر صاحب کو اور موقع ملا انہوں نے کہا کیوں اس بیچارے پر دباؤ ڈالتے ہو میرا تو خطبہ بنا بنایا موجود ہے میں اسے پڑھوں گا اور پھر چلا آؤں گا۔ خیر ان نا ہنجار مہمان اس اصول پر جلسہ میں انہوں نے آخر صدارت ہم لوگوں سے حاصل کر ہی لی۔ خطبہ انہوں نے جو کچھ بھی لکھا تھا۔ وہ خلافت کانفرنس کے لئے تھا۔ آخر اسی کو انجمن میں پڑھ دیا اور انجمن علماء سے ایسی تعلیق دینے یا

مناسبت ثابت کر دینے کی نہ کوشش کی نہ انھی کو یہ محسوس ہوا کہ یہ جلسہ انجمن علما کا ہے علم اور علما وغیرہ کے متعلق کسی امر کا ذکر کرتے مگر ایک لفظ بھی نہ کہا۔ اپنے کمالات کا ذکر خیر اور خاندانی نسب نامے اور کچھ مسائل خلافت پر اور شعر و غزلیات پر انہوں نے خطبہ کا خاتمہ کیا۔ آپ حضرات یہ خیال فرمائیں گے کہ ہم کو اتنی بھی قوت امتیاز نہیں ہے کہ انجمن علما کا صدر کس کو اور کیسے آدمی کو ہونا چاہیے۔ ہمارے سابق انتخابات مولانا سید سلیمان ندوی۔ مولانا آزاد سبحانی۔ مولانا حضرت عبدالباری۔ مولانا حسین احمد خود ہماری قوت امتیاز پر شہادت دیں گے۔ مگر مجبوری وجبر و اکراہ کی حالت میں کیا کیا جاتا۔ ایک مہمان بزور ایک عہدہ پر برقرار ہونا چاہے دوسرا مستحق اپنی کسر نفسی سے اس ناجائز فعل کی تائید کر رہا ہے ہم میزبان لوگ آخر کیا کرتے خیر یہ ایک جملہ معترضہ تھا اور صرف اس لئے عرض کر دیا چونکہ حضور والا کو انجمن سے از حد ہمدردی و دلچسپی ہے اس لئے ہماری ان حرکات سے ضرور حضور بھی کبیدہ خاطر ہوئے ہوں گے اور طبعاً ہونا چاہیے تھا۔ الحمد للہ مولانا محمد شفیع نے فرنگی محل کا نام رکھ لیا ہے باوجودیکہ ان کو بغیر کسی اطلاع کے فوری طور پر ہم لوگوں نے خلافت کانفرنس کا صدر منتخب کر دیا تھا اور جو صدر پہلے نامزد ہوئے تھے انہوں نے عین وقت پر شرکت سے معذوری ظاہر کر دی پھر بھی مولانا محمد شفیع نے ایک مطول اور نہایت مدلل و فاضلانہ خطبہ مجلس میں پیش کر دیا اور نہایت قابلیت و قاعدہ و قانون کی پابندی و اصول کے ساتھ کانفرنس کے معرکۃ الآرا مباحث کا معاملہ و تصفیہ کے کام بحسن و خوبی انجام دیئے۔ میں خود اس خیال میں تھا کہ یہ ایک نوعمر آدمی ہیں خدا جانے کیا کہیں گے اور اجلاس کی کارروائی کس طرح انجام دیں گے مگر مشاہدہ نے ثابت کر دیا اور امید سے بڑھ کر انہوں نے اپنی قابلیت اور وقار کا ثبوت دیا۔ فرنگی محل کی قدیم و حال کی شہرت کو قائم رکھتے بلکہ اس میں کسی قدر اضافہ کرنے میں کامیاب نکلے۔ حضور اس نوجوان کے لئے دعائے خیر و ترقی عمر فرمائیں۔ حضور کا زبانی پیغام عین وقت پر پہونچا اور اس کی تصدیق میری بمبئی وغیرہ کے بہت سے واقعات و آثار سے بھی ہوتی ہے بدنفسہا مباش و بے بدگمان باش یہ اصول نہایت تجربہ و دور اندیشی پر محمول ہے۔

حکیم اصفہانی صاحب اب تک کلکتہ تشریف رکھتے ہیں۔ کامیابی کی امید بہت کم ہے کوشش کی جا رہی ہے۔

عارف صاحب نے ان کے سفر یورپ کی مخالف رائے ظاہر کی اور اپنے تجربے پیش کئے۔

بندہ منیر الزماں اسلام آبادی

مولوی خاطر صاحب نے مصارف سفر راہ اور فہمائشات کے برتاؤ سے ہمیں اس درجہ مجبور و تنگ کر دیا تھا جس کی تفصیل موجب تطویل و باعث تشویش و تکلیف ہے اس کی تفصیل مولانا شفیع کی زبانی معلوم ہوگی۔

(۵)

۱۵ اکتوبر ۱۹۲۲ء از کلکتہ

مخدومنا و مکرمنا دام فضلہ

السلام علیکم۔ بندہ زادہ محمد شمس الزماں سلمہ کو جناب عالی کی خدمت میں بغرض تحصیل علوم عربیہ بھیجنے کی تجویز ایک عرصہ سے ہو کر رہ گئی ہے بوجوہ اب تک وہ تجویز عمل میں نہ آسکی۔ جناب حکیم ابو یوسف اصفہانی کے خط سے معلوم ہوا کہ حضور عالی نے از راہ نوازش اس خادم پر نظر عنایت مبذول رکھ کر بندہ زادہ کو اپنی زیر نگرانی اپنے مدرسہ میں تعلیم دینے پر رضامندی ظاہر فرمائی ہے اس مژدہ سے میرے نیم مردہ

قالب میں گویا ئی زندگی آگئی ۔۔ اگرچہ میرے لڑکے کی انگریزی تعلیم کے زمانہ میں اس کے لئے ماہوار بالا وسط پچاس روپیہ سے کم نہیں تھا مگر اس وقت میرے لئے ماہوار پندرہ بیس روپیہ خرچ کرنا بھی مشکل ہے پھر بھی انشا اللہ تعالیٰ پندرہ بیس روپیہ ماہوار کا کسی طرح انتظام کروں گا مگر دو چار ماہ غالبًا باقاعدہ اور ٹھیک تاریخ مقررہ پر بھیجنا مشکل ہوگا۔ حضور والا کی طرف سے وقتاً فوقتاً اگر اس کی تلافی ہو جاوے تو یہ نہایت اہم احسان ہوگا۔

لڑکا چونکہ عربی فارسی نہایت اچھی طرح نہیں پڑھا ہے گویا وہ مدرسہ کے برابر ہے جو اس کو دن میں دو وقت خارجی طور پر پڑھایا کریں۔ لڑکے کی خوراک مدرسہ کا وظیفہ دونوں ملا کر صرف بیس روپیہ ماہوار کا انتظام میری طرف سے ہو سکے گا۔ جناب عالی جس طرح مناسب سمجھیں لڑکے کو اپنی خدمت میں لے لیں۔ مجھے امید ہے دو تین ماہ میں نئی کمپنی کو اطمینان بخش حالات میں لا سکوں گا اور اس وقت میرے سارے کشمکش ذہنی واردات خدا چاہے دور ہو جائیں گے۔

محمد منیر الزمان اسلام آبادی

جواب از حضرت مولانا

مجھے اس امر سے بہت مسرت ہوئی کہ جناب کے فرزند شمس الزمان سلمہ و زید علمہ کا ارادہ یہاں آ کے تعلیم حاصل کرنے کا ہے اون کو جلد روانہ کر دیجیے بالفعل آپ کو کسی امر کی تکلیف کی ضرورت نہیں کھانے پینے رہنے سہنے پڑھنے کا انتظام ہو جاوے گا البتہ اون کے اوپر کے مصارف حسب دلخواہ ہوں اون کی فکر فرما دیجیے پھر جب اطمینان ہوگا جس طرح چاہیے گا انتظام فرما دیجیے گا۔ میری خوشی ہے کہ آپ اون کو جلد روانہ کر دیں اور کسی امر کا خیال نہ کریں۔

(۶)

۱۹ر نومبر ۱۹۲۲ء از کلکتہ

مخدوما جناب مولانا المعظم زاد مجدہ

السلام علیکم۔ مولوی محمد شفیع صاحب کی گرفتاری کی خبر گذشتہ روز بذریعہ تار جناب کو موصول ہو گئی ہے۔ نقل فرد جرم بھی ارسال خدمت ہوئی ہے کہ ایسوں کی فتح پر کلکتہ ہالیڈے پارک میں جو جلسہ ہوا تھا اس جلسہ کی تقریر پر یہ مقدمہ دائر ہے تائید مزید کے لئے ممکن ہے اور تقریروں کو بھی شہادت میں پیش کریں۔ کلکتہ میں گذشتہ روز اور بھی چند گرفتاریاں عمل میں آئی ہیں۔ سکرٹری انجمن اڈیٹر دیپشر وصوم ۔۔ جو مسلمان ہیں گرفتار ہوئے معلوم ہوتا ہے یہ گرفتاریاں سلسلہ جدید کا دور ابتدائیہ ہیں۔

دفاع کو نہ معلوم کس توجیہہ سے داخل موالات کر دیا گیا ہے۔ میدان جنگ میں دشمن کے ساتھ مقابلہ دشمن کو زک دینا مخالف کے مظالم و سازش کو ظاہر کرنا دنیا کے سامنے اپنی مذہبی ملکی و فطرتی حقوق کو ظاہر کر دینا یعنی مخالف سے ہر ممکن ذریعہ سے معاملہ کرنا کیوں قابل اعتراض اور داخل موالات کیا گیا اس کا فلسفہ ہمارے دائرہ فہم سے بعید ہے۔ دفاع استمداد نہیں ہے دفاع سے کسی کو حکم صحیح یا حاکم عادل تسلیم کرنا پڑتا ہے یہ خیال بھی صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ آئرش قوم موجودہ گورنمنٹ سے برسر جنگ ہے اس سے کوئی شخص یہ نہیں سمجھتا ہے کہ آزاد جماعت موجودہ گورنمنٹ کو صحیح و برسر حق سمجھتی ہے بہرکیف اگر

جناب عالی کا کوئی عزیز گرفتار ہوتا ہم ضرور جناب عالی سے اس کے جواز کا فتویٰ طلب کرتے اور غالباً قوت استدلال کی وجہ سے فتویٰ موافقت میں صادر ہوتا مگر یہ تو ایسا محل ہے یہاں پر رائے عامہ کی حرمت کے لئے اپنے ضمیر اور رائے کو بھی قربان کرنا مناسب ہے کار دفاع و عدم دفاع کے متعلق مع دیگر ہدایات کے ارشاد فرماویں۔ مولانا عبداللہ بصری صاحب اس وقت یہاں پر ہیں ان کی طرف سے سلام مسنون قبول ہو۔

محمد منیر الزماں اسلام آبادی

نوٹ۔ مولٰینا محمد شفیع حجت اللہ صاحب مدظلہ فرنگی محل فرزند مولٰینا سلامت اللہ مرحوم

(۷)

۲۲ دسمبر ۱۹۲۲ء ۵۶ مچھوا پورروڈ، کلکتہ

مخدومنا مکرمنا دام افضالکم

السلام علیکم۔ مولوی محمد شفیع صاحب کے متعلقہ سارے حالات چونکہ جناب عالی کو دوسرے وسائل سے ہمیشہ معلوم ہوتے رہتے ہیں اس لئے اس کے متعلق کچھ لکھنا غیر ضروری خیال کر رہا ہوں۔ ہم جنوری کا منتظر رہے۔ بندہ زادہ میاں محمد شمس الزماں سلمہ کے خط سے معلوم ہوا کہ وہ بمبئی سے جناب عالی کی خدمت میں حاضر ہوا ہے اور جناب نے اپنے بچہ کی طرح نہایت شفقت و محبت کے ساتھ اس کو اپنی خدمت میں جگہ دی ہے — اس احسان عظیم اور محبت و عنایت بے غایت کا شکریہ ادا کرنے کی استطاعت الفاظ میں ہمارے پاس نہیں ہے۔ لڑکے کو عربی فارسی پڑھانے سے مطلب اس قدر ہے ادب عربی میں اس قدر قابلیت پیدا ہو کہ کسی طرح عربی فارسی کی عام گفتگو سمجھ سکے اور حسب ضرورت ٹوٹی پھوٹی عربی فارسی میں مافی الضمیر ادا کرے تاکہ اگر اسلامی ممالک میں سفر کرنے کی ضرورت پیش آئے۔ اردو، فارسی و عربی کے قواعد اور ادب کے سوا کوئی اور فن پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مدرسہ کے عام طلبا جس طرح مختلف علوم و فنون کی تحصیل کرتے ہیں میاں موصوف کی تعلیم اس سے بالکل جداگانہ ہونے کا متمنی ہوں۔ غالباً اس سال گیا کے مجالس کی شرکت میرے لئے زیبا نہ ہوگی۔

محمد منیر الزماں اسلام آبادی

(۸)

مخدوم و مکرم بندہ زاد عنایتہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ جناب عالی کا عنایت نامہ دیر سے دستیاب ہوا سعادت مند حامل نامہ بوجہ علالت بروقت مجھے یہ خط نہ پہونچا سکے اس لئے جواب میں تاخیر ہوئی معاف فرماویں مجھ کو حیرت ہوئی جناب کے اس جملہ سے کہ آپ کو ہم اشتباہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حاشا و کلا یہ تو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہے۔ ہندوستان بھر میں جو چند افراد اسلام کے خادموں میں محسوس ہوتے ہیں ان میں آپ کا نمبر کسی سے پیچھے نہیں خیال کرتے۔ آزاد سبحانی صاحب جو آپ کی کسی قسم کی شکایت کرتے ہوں گے یہ جو

میں یاد نہیں کر سکتا۔ فیض آباد و دہلی و کلکتہ میں ان سے جو ملاقات رہی دوران گفتگو میں کبھی میں نے آپ کے خلاف کوئی بات نہیں سنی بلکہ اس کے بالعکس خیالات ظاہر ہوئے۔

البتہ آپ کے احباب کو آپ کے متعلق دوستانہ ایک شکایت ہمیشہ سے ہے کہ آپ مستقل الرائے نہیں ہیں ہر ایک شناکی اس کو آں جناب اخلاص و بے ریائی پر محمول کرتے ہیں اور اکثروں کو اس خلوص و اخلاص کی وجہ سے آپ سے خاص عقیدت بھی ہے مسئلہ ہجرت کے متعلق آں جناب اب تک فروعات فقہیہ کی پیچ و تاب میں گرفتار ہیں مفتی کو کوائف حاضرہ اور حالات موجودہ پر نظر ڈال کر قرآن و حدیث کے اغراض و مقاصد کو عمل میں لانے کی تدابیر کی رہبری کرنا چاہیئے۔

مسئلہ ہجرت اس قدر اہم و جلیل الشان معاملہ تھا جس پر فوراً غور کر کے ہمیں کام شروع کرنا تھا مگر ہم نے مزید غور و فکر اور جمعیۃ علما کے انتظار میں ناحق موقع کو ہاتھ سے دے دیا ورنہ اس عرصہ میں آٹھ دس لاکھ نفوس نکل سکتے۔ نکلنے کے بعد ان کا نظام و انتظام کرنا کوئی مشکل کام نہ تھا بیرون ہند میں اس وقت بھی ہندوستان میں مقیم اہل الرائے سے زیادہ اشخاص مہاجرین کی ہدایت و نظام کے لئے موجود ہیں۔ آپ ان سے ناواقف نہیں ہیں۔ ۷ کروڑ آبادی میں سے اگر سات لاکھ نکل جاتے کچھ بھی نقصان کا احتمال نہ تھا۔ یہ کچھ ضروری نہیں ہے۔ رہبر و مفتی کو آگے چل دینا چاہیے۔ حضرت نبی کریمؐ کی مثال موجود ہے ہجرت اولیٰ و ثانیہ میں یاروں اور عورتوں کو ہجرت کی اجازت دی خود نہ گئے۔ ہجرت ثالثہ میں بھی سب سے آخری دور میں آپ نے ہجرت اختیار فرمائی۔ دارالحرب، دارالاسلام کا مسئلہ تو میرے خیال میں بہت صاف مسئلہ ہے۔ غیر مسلم کے ماتحت جو ممالک ہیں وہ حکم دارالحرب ہیں اور مسلم حاکم کے ماتحت جو ممالک ہیں دارالاسلام ہیں۔ اس پر زیادہ کاوش کی ضرورت نہیں ہے اگرچہ اجتہاد مطلق کا دروازہ مسدود ہو مگر اجتہاد فی المذہب کا باب منفتح معلوم ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے اس لئے متاخرین کی فروعی قیاسات و مسائل جزئیہ کو سامنے رکھ کے علمائے زمان کو مقتضائے حال کے موافق فتویٰ دینا چاہیئے۔ شیخ الاسلام کا مسئلہ ہمارے نزدیک اگرچہ بہت اہم اور مفید مطلب نہیں ہے مگر پھر بھی اگر جمہور اس کی طرف راجع ہیں ہم پورے طور پر ان کے ساتھ ہیں۔ معلوم ہوا مولانا محمود الحسن صاحب اس عہدہ کو قبول کرنے سے پہلو تہی کر رہے ہیں دوسرا نام مولانا ابو الکلام صاحب کا پیش ہوا ہے ہم اس تحریک سے اتفاق رائے کرنے کے لئے تیار ہیں۔ جمعیۃ علما کی تحریک اور اشاعت بالکل نہیں ہوئی ہم غالباً شرکت سے قاصر رہیں گے۔ ہم نے بنگال کے علما کی فہرست بھیج دی ہے۔

نصاب تعلیم کی درستی و تکمیل کو ہم نے اپنی زندگی کا اہم ترین مقصد قرار دیا ہے اور ہم اپنے ارادہ کی تکمیل کے لئے ہمہ تن کوشش میں ہیں۔ آنجناب کو اگر فطرتاً اس سے زیادہ تعلق و وابستگی ہو پھر بھی بالواسطہ ہم آپ کی معقول و اقتصادی تائید سے محروم نہ ہوں گے۔ بفضلہ تعالیٰ نصاب کا کام ایک معتدبہ حد تک بڑھ گیا ہے اور بڑھنے کا راستہ صاف ہو گیا ہے۔ لیگ و کانگریس کے زمانہ میں آپ کی تشریف آوری لازمی ہے اور جامعہ ملیہ کے متعلق گفتگو ہونی بھی لازمی ہے کہ نصاب تعلیم عربی کی تکمیل میں آپ سے مشورہ حاصل کیا جائے۔

بندہ اسلام آبادی

(۹)

۲۰ اپریل ۱۹۲۰ء مسلم ہوٹل نظیر آباد۔

جناب مولانا المکرم

السلام علیکم۔ میں کسی خاص ضرورت کے لئے کوہ مسوری پر گیا تھا وہاں سے واپس آرہا ہوں بوجوہات اس وقت جناب سے ملاقات کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ انشاء اللہ العزیز فیض آباد میں ملوں گا۔ میرا زاد راہ خرچ ختم ہوگیا ہے کلکتہ سے تار یہ روپیہ منگوانا خلاف مصلحت خیال کرتا ہوں لاجرم تیس روپیہ سے مدد فرمائیں۔

بندہ اسلام آبادی

(۱۰)

از سراج گنج، بنگال (تاریخ درج نہیں ہے)

بخدمت جناب فخر علمائے ہند محی السنہ مخدومنا جناب مولانا عبدالباری صاحب دام مجدہٗ

السلام علیکم۔ میں اپنے کام کے سلسلہ میں اس وقت شمالی بنگال کے دورہ میں مصروف ہوں یہاں سے بندہ زادہ شمس الزماں سلمہ کے نام پر مبلغ ۲۰ؤ بھیجتا ہوں۔ ماہ فروری میں انشاء اللہ پھر روپیہ بھیجوں گا۔ ان کو اطمینان دلائیں میرے حال پر نظر عنایت فرما کر حضور نے میاں موصوف کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ فرمائی ہے اس کے شکریہ کے الفاظ میرے پاس نہیں ہیں۔ جناب کا جوابی عنایت نامہ مجھے یہاں پر ملا۔

آج اخبارات سے معلوم ہوا کہ مولانا شفیع صاحب کے لئے ایک سال قید فرنگ کا حکم صادر ہوا ہے۔ ایک مخلص قومی خادم کی جدائی اور قومی کاموں کے نقصان کو خیال کر کے از حد شکستہ خاطر ہوا ہوں آں حضرات کو جو صدمہ ہوا ہے وہ تو خیر بیان سے باہر ہے۔ بعض نادان لوگوں نے ان کے متعلق طرح طرح کی افواہیں اڑائی ہیں اس سزا سے سارے اتہامات کی تلافی ہوگئی۔ فرنگی محل کو خدا نے ایک ناجائز حملہ سے محفوظ رکھا اس پر ہم خداوند پاک کا شکریہ بجا لاتے ہیں۔ صبر و تحمل سے کام لینا ان کے اعزا و احباب پر لازم ہے۔

خادم قدیم
محمد منیر الزماں اسلام آبادی

جواب از حضرت مولانا

منی آرڈر وصول ہوگیا ہے شمس الزماں سلمہ بخیریت ہیں۔ مولوی شفیع کا مقدمہ ختم ہوگیا۔
برادرم مولوی عنایت اللہ سلمہ واپس آگئے۔ باقی خیریت ہے۔

(۱۱)

۱۱ جون ۱۹۲۴ء دفتر سلطان کلکتہ

مخدوم بندہ جناب مولانا المکرم دام عنایتہ

السلام علیکم۔ میاں شمس الزماں کی وفات کے بعد سے میں اب تک چاٹگام ہی میں مقیم ہوں۔ مقامی قومی معاملات کی مصروفیت

کی وجہ سے اب تک کلکتہ نہ پہونچ سکا حضور والا کا ہمدردانہ خط بر وقت موصول ہو گیا تھا مگر جواب نہ دے سکا۔ مجھ کو لڑکے کی قبل از وقت وفات سے جس قدر رنج و الم اور صدمہ ہوا قومی معاملات کی تکمیل و کامیابی کے لئے اس سے زیادہ متردد و متفکر ہوں۔ میرے دست عطائے بنگالہ اخبار سلطان کا بار میرے سر پر ہے سودیشی خلافت اسٹور کے بار عظیم سے بھی اب تک سبکدوش نہ ہو سکا۔ جامعہ عربیہ کی تکمیل نے سب سے زیادہ پریشان کر رکھا ہے۔ سوراج و خلافت کی فکر تو خیر مرض مشترکہ ہے۔ قومی دھن میں ذاتی آبائی جائیداد برباد کر چکا ہوں۔ مقروض ہوں مگر فکر صرف نا مکمل کاموں کی تکمیل کی ہے۔

گذشتہ تیس سالہ عملی زندگی میں ذاتی غرض و نام و نمود عیش و آرام کو ایک لحظہ کے لئے بھی دخل نہیں دیا نہ آئندہ ارادہ ہے میرا اعتقاد ہے ہمیشہ کامل اخلاص سے کام کرتا آیا ہوں مگر مجھے اپنے مقاصد میں بہت کم کامیابی ہوئی۔ ہمیشہ مالی مشکلات سد راہ رہی ہیں۔ رفع مشکلات کی جتنی صورت نکالتا ہوں وہ ایک نئی مشکل اور وبال جان ثابت ہوتی ہے۔ بہر کیف چونکہ میں آں حضور سے عقیدت و محبت للہ بھی رکھتا ہوں اس لئے عرض ہے مجھے ایک مجرب وظیفہ سے یاد فرماویں۔ جو مالی مشکلات کے رفع کا باعث ہو۔ احتیاج شدید رفع ہو۔ قومی معاملات میں تسخیر خلائق حاصل ہو۔ میں جانتا ہوں دنیا دار الاسباب ہے اور ظاہری اسباب کے اختیار کرنے میں دریغ نہ ہوگا۔ یہ میری زندگی کی آخری کوشش ہے جس کے لئے حضور کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ چونکہ میں دو چار روز میں راہی کلکتہ ہونے والا ہوں اس لئے جواب کلکتہ کے پتہ پر عنایت ہو اگر اس خادم کے لئے استخارہ کی تکلیف گوارا فرما کر نسخہ عمل تجویز کریں تو بہتر ہو۔ حضور دولتخانہ کے کوائف سے مطلع فرماویں۔

حضور کا خادم قدیم منیر الزمان اسلام آبادی

(۱۲)

۱۶ر فروری ۱۹۲۶ء از کلکتہ (تاریخ مشتبہ تھی غالباً یہ پہلے کا خط ہے)

جناب عالی۔ السلام علیکم۔ خلافت کانفرنس دہلی میں بائیکاٹ کے متعلق جو تجویز پاس ہوئی اس کے عملی پہلو پر غور کرتے ہوئے خلافت کے حامیوں کو یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ آل انڈیا خلافت اسٹور کے نام سے مشترکہ سرمایہ کی ایک کمپنی قائم کی جائے جس سے سودیشی اشیاء کی تجارت اور ملکی صنعت و حرفت کی ترقی مقصود ہو۔ اس سے عامۂ اہل اسلام اور ابنائے وطن میں اتحاد کی ایک عملی صورت پیدا ہوگی دوسری طرف مسلمان اور عامۂ اہل ملک کو تجارتی اصول پر مالی فائدہ پہونچے گا۔ چنانچہ کلکتہ کے اسلامی اخبارات میں اس تحریک کی ابتدا ہوتی ہے چاروں طرف سے نہایت جوش و تپاک کے ساتھ لوگوں نے اس تحریک کا خیر مقدم منایا۔ حصے خریدنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ خاکسار کے پاس اب تک کئی ہزار خطوط اور نصف لاکھ حصہ کا وعدہ آ چکا ہے۔ اہل ملک و ملت کے جذبات کو محسوس کر کے کمپنی قائم کرنے پر ہم نے قطعی رائے ٹھہرا لی ہے کمپنی کے کاغذات تیار ہو چکے ہیں۔ کمپنی کا سرمایہ پانچ لاکھ روپیہ اور ہر حصہ کی قیمت صرف پانچ روپیہ رکھی گئی ہے تاکہ غریب بھی شریک ہو سکے۔

جناب عالی سے عرض ہے کہ آپ کمپنی کے ایک ڈائرکٹر ہونا منظور فرمائیں۔ جناب سیٹھ چھوٹانی سیٹھ عبداللہ ہارون و جناب حکیم اجمل خاں صاحب، مہاتما گاندھی صاحب سے بھی ڈائرکٹری کی درخواست قبول کرنے کے لئے درخواست کی گئی ہے۔ اگرچہ اس

کمپنی سے سوائے خلافت کا مسئلہ تازہ رکھنے کے اور سارے ہندوستان میں ایک اتحادی سلسلہ جاری ہونے کے اصل مسئلہ خلافت کے متعلق اور کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ مگر ہم نے جو خلافت کی تحریک میں لاکھوں روپیہ اب تک خرچ کر چکے اس سے قوم کو کیا فائدہ پہونچایا۔ خلافت کے نام سے کم از کم قوم اور ملک کو تجارتی اصول پر بھی کچھ فائدہ پہونچانا ہمارا فرض ہے۔ خلافت کا مسئلہ پھیکا پڑ جانے کے بعد ہم اہل ملک کو کسی طرح بھی فائدہ نہیں پہونچا سکیں گے۔ جناب سامی آپ اس پر غور فرمائیں کہ خلافت کی تحریک ہندوستان میں جو پیدا ہوئی اس کے بانیوں میں آپ کا حصہ سب سے مقدم ہے آپ کو چاہیے کہ کسی بہانہ سے بھی ہو اس نام سے قوم اور ملک کو کچھ فائدہ پہونچادیں ورنہ ہماری ساری محنت اور لاکھوں روپیہ کی بربادی بالکل بیکار اور بے وجہ ہوگی۔ مسئلہ خلافت کی تحریک کی یادگار میں اگر ہم ایک خلافت اسٹور بھی قائم کر سکیں پھر بھی کچھ کہنے اور دکھانے سنانے کے لئے ہو جائے گا۔ اس لئے میری نہایت باصرار درخواست ہے کہ آپ ضرور کمپنی کا ڈائرکٹر ہونا منظور فرماویں اور جناب سیٹھ چھوٹانی۔ سیٹھ عبداللہ ہارون و جناب حکیم اجمل خاں صاحب سے بھی سفارش کریں کہ وہ ڈائرکٹر ہونا منظور کریں۔ آپ کی منظوری آنے پر ہم کمپنی فوراً رجسٹرڈ کرا لیں گے اور کاغذات چھاپ کر ارسال خدمت کریں گے۔ یہ کام آل انڈیا خلافت کمیٹی کا تھا مگر جب کوئی کچھ نہیں کرتا پھر ہمارے لئے خاموش رہنا بھی مناسب نہیں ہے۔ جواب کا منتظر۔ خادم قدیم

محمد منیر الزماں اسلام آبادی

نوٹ:۔ مولٰینا اسلام آبادی مشہور قومی رہنما تھے۔ تمام عمر ملت کی خدمت میں گزار دی۔

خطوط، مولوی محمد اکرم خاں

(۱)

۱۲ر دسمبر ۱۹۱۸ء از کلکتہ

بگرامی خدمت جناب مولانا عبدالباری صاحب زیدت عنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ انجمن علمائے بنگالہ گذشتہ چند سالوں سے اپنی ناچیز حیثیت کے مطابق مسلمانان بنگال کی مذہبی اور تمدنی حالتوں کی اصلاح غیر مذاہب کے مبلغین اور مشنریوں کے زبردست حملوں سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت مفترین اسلام کو پھر سے توحید کے ماتحت واپس لانے کی کوشش اور غیر مسلموں میں اشاعت اسلام کے متعلق جو خدمت انجام دے رہی ہے غالباً جناب اس سے واقف ہوں گے۔

یہ سن کر جناب کو ضرور مسرت ہوگی کہ امسال انجمن کا تیسرا سالانہ اجلاس بمقام اسلام آباد (چاٹگام) منعقد ہونا قرار پایا ہے امید قوی ہے کہ مخدوم ملت جناب مولانا قیام الدین عبدالباری صاحب (فرنگی محل لکھنؤ) کرسی صدارت کو زینت بخشیں گے۔ جناب کو معلوم ہوگا کہ چاٹگام اور اس سے متصل نواکھالی وغیرہ اضلاع ایک مدت سے علم اور علمائے دین کا مرکز ہو رہا ہے امید ہے کہ علمائے کرام کی ایک جماعت کثیر امسال جلسہ میں شریک ہوگی۔ نیز جناب صدر کی گرامی قدر شخصیت بھی امسال جلسہ کی اہمیت کو بہت کچھ بڑھا دے گی علی الخصوص یہ سن کر جناب کو از حد مسرت ہوگی کہ انجمن آئندہ نئے سال کی ابتدا سے اپنی کارروائیوں میں قابل قدر اضافہ کرنے کا مصمم ارادہ رکھتی ہے اس بنا پر اس کے تمام نظم و نسق پر نظر ثانی کی ضرورت بھی محسوس ہو رہی ہے۔ کارکنانِ انجمن نہایت وثوق کے ساتھ امید کرتے ہیں کہ جناب سامی امسال شرکت جلسہ کی زحمت گوارہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے اور خادمان انجمن کو اپنی مفید رایوں اور قیمتی مشوروں سے مستفید ہونے کا موقع بخشیں گے۔ انجمن آپ جیسے بزرگانِ قوم اور مدبرانِ ملت کی ہمدردی اور ہمت افزائی کی سخت محتاج ہے۔

نوٹ: مہمانوں کے لئے استقبالیہ کمیٹی کی طرف سے جو ہدایات شائع کی گئیں ہیں اس کا خلاصہ دوسرے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

نیاز مند محمد اکرم خان سکریٹری

ضروری گزارش

۱۔ تاریخ جلسہ ۲۶، ۲۷ دسمبر ۱۹۱۸ء

۲۔ استقبالیہ کمیٹی ۲۵ دسمبر کی شام سے ۲۷ کی شام تک ۵ وقت کے قیام و طعام کا انتظام کرے گی۔

۳۔ ان پانچ وقتوں کے لئے ممبران انجمن کو دو روپیہ اور غیر ممبران کو تین روپیہ فیس دینا ہوگا۔

۴۔ چاٹگام میل صبح ۶½ بجے سیالدہ اسٹیشن سے چھوٹتی ہے گوالندو سے اسٹیمر اور پھر چاندپور سے ریل پر سوار ہو کر دوسرے دن صبح کو چاٹگام پہنچتی ہے۔

۵۔ براہ کرم حتی الامکان جلد جناب مولوی عبدالستار صاحب بی۔ ایل۔ سکریٹری استقبالیہ کمیٹی انجمن علماء چاٹگام کو اپنی تشریف آوری سے مطلع فرمائیں۔

۶۔ کرایہ کلکتہ سے چاٹگام تک درجہ سوم پانچ روپیہ ساڑھے نو آنہ درجہ انٹر آٹھ روپیہ ساڑھے پندرہ آنہ درجہ دوم سترہ روپیہ ساڑھے پندرہ آنہ۔

(۲)

۲ جنوری ۱۹۲۱ء کلکتہ

محترم بندہ جناب مولانا صاحب متع اللہ المسلمین بطول بقائہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ مرحمت نامہ سامی موصول ہو کر باعث شرف و افتخار ہوا۔ مولوی فضل الحق کے متعلق مجبوراً خامہ فرسائی کی ضرورت ہوئی۔ اب وہ ترک موالات کے کھلم کھلا اور بدترین دشمن ہو رہے ہیں۔ ڈھاکہ میں ان کی کوشش سے ایک کانفرنس ہوئی جس میں انہوں نے صدر کی حیثیت سے جو تقریر کی ہے کوئی بڑے سے بڑا غیر مسلم دشمن بھی اس سے زیادہ مفسدہ پردازانہ شرارت انگیز تقریر نہیں کر سکتا۔ اس تقریر میں آپ نے علمائے کرام پر (جو ترک موالات کی موافقت میں فتویٰ دے چکے ہیں) نہایت رکیک حملے کئے ہیں ان کو بے ایمان بتایا ہے۔ اس تحریک کو ایک باغیانہ خونی مفسدہ پردازی سے خطاب کیا ہے اور اس کے تمام لیڈروں کو بے ایمان، منافق اور خائن بتایا ہے اس کے بعد یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اس کے بعض لیڈروں نے ان کے سامنے صاف لفظوں میں اقرار کیا ہے کہ وہ خلافت کے لئے مطلقاً پرواہ نہیں کرتے اصلی غرض ان کا گرم تاخت و تاراج اور قتل و غارت کے بازار کو گرم کرنا ہے اور دراصل یہ لوگ اسی کی کوشش کر رہے ہیں۔ مولوی صاحب کی منافقانہ چال سے ہم تنگ آ گئے ہیں۔ مگر اب تک ہم طرح دیتے آئے لیکن اب اگر ان شرارتوں کے بعد ان کی خبر نہ لی جائے تو پھر قوم کے لئے وہ زیادہ مہلک ثابت ہوں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تعصب کو اس میں ذرہ برابر دخل نہیں ہے اور جو کچھ کیا جا رہا ہے اس سے اس دشمن ملک و ملت کے اثر کو توڑنا مقصود ہے اور اس میں بھی حاشا و کلا مبالغہ سے کام نہیں لیا گیا مزید اطمینان کے لئے ان کی تقریر ارسال خدمت ہے جس سے جناب کو بھی ان کی

شرارتوں کا اندازہ ہو جائے گا علاوہ اس کے ان کو درپردہ کوششیں خبث وخیانت کی انتہائی درجہ کو بھی تجاوز کر گئیں۔ اخلاق بزرگانہ سامی سے امید ہے کہ ہمیشہ یہ حلقہ بگوش عقیدت اس قسم کی نصیحتوں سے نوازا جائے گا۔ والسلام علیکم وعلے من لدیکم۔

نیازمند دیرینہ محمد اکرم خاں عفا اللہ عنہ

(۳)

۱۰ فروری ۱۹۲۱ء، کلکتہ

مخدومی و مکرمی متع الیہ المسلمین بطول بقائکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حسب ٹیلیگرام فتوٰی کی مزید کاپیاں پہونچ گئی ہیں۔ یہاں علماء میں عجیب اضمحلال اور خوف طاری ہے واللہ ان حالتوں سے بعض وقت سخت مایوسی ہو جاتی ہے خیر اس جمود کو توڑنے کی غرض سے انجمن علمائی طرف سے (دوسرا کون کرتا) ایک عام جلسہ منعقد کیا گیا الحمد للہ جلسہ کامیاب رہا۔ پوری تفصیل مع خطبہ صدارت ہمدم میں ارسال کر چکا ہوں۔ دستخط کی کوشش ہو رہی ہے انشاء اللہ اسی جلسہ کے بعد دستخط لینے میں آسانی ہو گی مگر سرکاری علماء جن کی تعداد اور جن کا اثر بدقسمتی سے یہاں زیادہ ہے نہ فقط دستخط کرنے سے بچکچا رہے ہیں بلکہ خفیہ طور پر لوگوں کو منع بھی کر رہے ہیں۔ خوف کا ایک دیو گویا کہ ہمیشہ ان کے سامنے موجود ہے دیکھا چاہیئے۔

پھر مجھ پر ایک سخت مصیبت یہ ہے کہ ہمشیرہ سخت بیمار ہے بلکہ گونہ مایوسی کی حالت ہے۔ علاج کے لئے اسے کلکتہ لانا ہے اسی لئے کل مکان جا رہا ہوں۔ دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔ کل تک جیسی کارروائی ہو گی عرض کروں گا۔

خادم دیرینہ اکرم

(۴)

۹ مارچ ۱۹۲۱ء کلکتہ

مخدومنا المحترم حضرت مولانا عمت فیوضہم

بعد اہدائے ہدیہ سلام مسنون الاسلام معروض خدمت سامی یہ کہ مرحمت نامہ موصول ہوا جناب کی اس ذرہ نوازی کا صمیم قلب سے ممنون ہوں۔ خط میں جس شکایت کے متعلق ارشاد ہوا ہے میں ایک مسلمان کی حیثیت سے عرض کرتا ہوں کہ مجھے خود کبھی اس کا خیال نہیں ہوا اور نہ کبھی میرے وہم میں یہ گذرا کہ مجھے جناب سے شکایت ہو سکتی ہے۔ ہمیں صرف اس قدر معلوم ہوا کہ بعض لوگوں نے جناب کے سامنے ہماری شکایت کی مگر ہم آپ کی ذات کو ان باتوں سے ہمیشہ اعلیٰ و ارفع سمجھتے ہیں اگر مجھ سے کوئی فروگذاشت ہو تو بیشک آپ کا شرعی حق ہے کہ آپ اس پر میری تنبیہ فرمائیں اور بزرگوں کا یہی کام ہے مگر اس کے معنے یہ نہیں کہ اگر بالفرض آپ نے میری نسبت کچھ ارشاد فرمایا تو میں بلا سوچے سمجھے اور بلا جناب سے استفسار کئے ہوئے ناراض ہو کر بیٹھ رہوں۔ مجھ پر آپ کا حق اور لہٰذا آپ پر میرا دعویٰ ہے۔ اگر آپ آئندہ بھی یہ خیال فرمائیں کہ مجھے جناب سے شکایت ہے تو اس کو میں اپنی بدقسمتی خیال کروں گا۔ بخدائے عز وجل نہ کبھی ایسی شکایت تھی اور نہ اب ہے انشاء اللہ آئندہ بھی نہیں ہو گی۔

دعائے خیر کا خواستگار محمد اکرم خاں عفا اللہ عنہ

(۵)

کلکتہ (تاریخ درج نہیں ہے)

مخدوم و مکرم جناب مولانا صاحب مدظلکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ بہمی دعائے سامی تا دم تحریر خیریت ہے۔ گذشتہ چند دنوں تک جشن کے متعلق خدمات انجام دینے میں اس قدر مصروفیت رہی کہ باوجود سخت ضرورت کے خط لکھ نہ سکا۔ الحمدللہ صحت کی حالت بہت امید افزا ہے۔ انشاءاللہ تیسر میں حاضر خدمت ہو کر نصاب تعلیم جدید کے متعلق آخری فیصلہ میں شرکت کروں گا۔ جناب اس کا خاص خیال رکھیں۔

کلکتہ اور بنگال میں اردو اخبار کے سوا کسی قومی تحریک کو کامیاب بنانا مشکل ہے ہر روز بیسیوں آفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لئے میں نے متوکلاً علی اللہ اردو اخبار نکالنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ ایک صاحب سے ضمانت کا دو ہزار روپیہ بطور قرض نہ دستیاب ہوتے ہیں کل داخل کر دوں گا۔ انشاءاللہ تعالے۔ باقی رقم کی فکر میں سراسیمہ ہو رہا ہوں۔ ضمانت کا روپیہ جن بزرگ نے دیا ہے ان کی طبیعت غیر مستقل ہے اور ہمسرا اور افسروں سے مدارات رکھنا چاہتے ہیں نہیں معلوم کب تقاضا کر بیٹھیں اس کے متعلق ہم لوگوں نے جناب سے دو ہزار روپیہ کی امداد فراہم کر دینے کی درخواست کی تھی امید ہے کہ اس جانب کی اسلامی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے جناب اس کام میں ہماری کافی سرپرستی فرمائیں گے۔ والسلام علیکم و علے من لدیکم۔

نیاز کیش خاکپا محمد اکرم خاں

جناب مولانا سلامت اللہ صاحب اسلام علیکم رقیمہ بندہ مولانا کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔

(۶)

۴ر فروری ۱۹۲۲ء کلکتہ

مخدوم بندہ حضرت مولانا زیدت عنایتہم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

نوازش نامہ سامی موصول ہوا۔ مناظرہ مذکورہ کے متعلق مجھے کل خبر ملی اور فوراً مولانا عبدالباقی صاحب کو ادھر روانہ کیا افسوس ہے کہ جناب نے میرے اس عمل پر کہ میں اپنے فریق کو اس تحریک سے روک سکتا تھا مگر میں نے ابھی تک نہیں روکا۔ اس لئے جناب نے تعجب پر تعجب ظاہر فرمایا ہے مگر حقیقت حال وہی ہے جو گذارش کی گئی مزید برآں، میرے فریق کے وہ لوگ جو جنگ وجدل کے خوگر ہیں اور مناظرہ پیشہ ہیں وہ مجھے اپنی فریق ہی میں نہیں شمار کرتے علیٰ ہذا فریق ثانی میں بھی ریشہ دوانی کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔

کل بہتیری کوشش سے ایک حنفی عالم کو مولانا ممدوح کے ساتھ نہیں بھیج سکا۔ یہاں مشورہ ہوا تھا کہ مقامی کوشش کے بعد جناب کو اور مولانا ثناء اللہ صاحب کو تار دیا جائے گا۔ اصل یہ ہے کہ دونوں فریق کے لڑنے والے علماء مجھ کو بلکہ ہمارے حلقہ کو دشمن کی نظر سے دیکھتے ہیں میں اپنے فرض منصبی کی بنا پر ایسے معاملات میں ہمیشہ مصالحت کی کوشش کرتا رہا ہوں اور انشاءاللہ آئندہ بھی کرتا رہوں گا۔ اسی خیال کے بدولت میں لاکھوں مریداور پیرزادگی کے کل فوائد سے عمداً اپنے کو محروم کر چکا ہوں اور ہزاروں قسم کی تکلیف برداشت کر چکا ہوں جس کا تھوڑا بہت علم مولوی ثناء اللہ صاحب کو بھی ہے حتیٰ کہ دونوں فریق کے مجادلین نے صرف مناظرہ

بند کر دینے کے جرم میں متفقہ طور پر مجھ پر "یہ شخص نہ حنفی ہے نہ اہل حدیث" بلکہ خارجی اور نیچری اور بے دین مرتد ہے" وغیرہ فتاوی شائع کئے۔ افسوس ہے کہ جناب نے میری نسبت یہ خیال فرمالیا کہ میں نے عمداً اس سے پہلو تہی کی ہے اس کے متعلق میں نہایت ادب کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اگر میں اس طرز عمل کو دیانتاً ضروری سمجھتا تو بلا خوف لومۃ لائم علانیہ اس کی کوشش کرتا اور اس سے تمام طرح کے دینوی فوائد حاصل کر سکتا۔ میں آج پندرہ سال سے علانیہ مصالحت اور اتفاق کی تبلیغ کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ خادم کے متعلق ثبات و استقامت کی دعا فرمائیں گے۔

عقیدت کیش

محمد اکرم خان عفی عنہ

(۷)

کلکتہ (تاریخ درج نہیں ہے تحریر سے معلوم ہوتا ہے بہت پہلے کا خط ہے)

مخدومنا المحترم متعنا اللہ بطول حیاتکم

السلام علیکم۔ جبریہ تعطیل کے بعد اس ہفتہ سے اخبار پھر جاری ہو گیا ہے اس لئے کہ سرکار نے سابق حکم کو واپس لینا مناسب سمجھا ہے۔ اس جبریہ تعطیل کی بدولت چند دن مکان گیا ہوا تھا اور کلکتہ پہونچ کر جناب کے نامہ نامی (مرقومہ بنام مولوی منیر الزمان صاحب) سے مشرف ہوا جزاکم اللہ احسن الجزا۔ مخدوما گو اس خاکسار کو جسمانی طور پر جناب سے شرف ملاقات حاصل کرنے کا کوئی موقع حاصل نہیں ہوا ہے تاہم روحانی حیثیت سے بالکل بیگانگی بھی نہیں ہے۔ ہم کو ہمیشہ حلقہ بگوشان عقیدت کے زمرہ میں شمار فرمائیں نیز اکرم و اسمی بکیم کے لحاظ سے بھی آپ خاکسار کے واجب الاحترام بزرگ ہیں۔ امید ہے کہ صدارت کے مسئلہ کو جناب نے قطعی طور پر فیصلہ کر لیا ہے۔ ہم خود نیک نام لوگوں میں کہاں ہیں کہ بدنام لوگوں سے احتراز کریں۔ ہم بہت جلد مجلس انتظامیہ میں جناب کا نام نامی پیش کرنے والے ہیں ظاہر ہے کہ انشاء اللہ ہر شخص بطیب خاطر اس کو منظور کرے گا امید ہے کہ جناب ہی حسبتہ للہ ہماری ہمت افزائی میں دریغ نہ فرمائیں گے۔ کلکتہ کے واقعات حال ہمارے مدِنظر ہیں افسوس ہے کہ خود ہمارا ناعاقبت اندیشانہ فضول جوش اس کے لئے زیادہ مورد الزام ہے۔ انشاء اللہ انجمن کی کارروائیوں میں اس کے اعادہ کا کسی طرح کا خطرہ نہیں ہے۔ امید ہے کہ جواب خط سے بہت جلد نوازا جاؤں گا۔

نیازمند

محمد اکرم خان سکرٹری

نوٹ: مولانا محمد اکرم خان مرظلہ بنگال کے مشہور رہنما ہیں۔ تحریک مسلم لیگ میں نمایاں حصہ لیا۔ بنگالی زبان کا کامیاب روزانہ اخبار "آزاد" مولانا ہی کی ملکیت ہے۔

خطوط، مولانا آزاد سبحانی

(۱)

مولانا آزاد سبحانی صاحب کا نپوری تاریخ کسی خط میں نہیں ہے۔ ۲۴ر جولائی ۱۹۲۱ء تاریخ وصول درج ہے)

مکرم بندہ۔ السلام علیکم۔ ایک استفسار نامہ ملا۔ جواباً عرض ہے کہ میں بالفعل جناب کو کوئی مفصل جواب نہیں دے سکتا۔ یہ ایک

مضمون کو کچھ مدت تک اپنی قلم سے صورت تحریر دینا پسند کرتا ہوں میں خاموش ہوں مگر ایک نظام ذہنی کے مطابق کام کرتا جا رہا ہوں، ممکن ہے کہ آئندہ نتیجہ ہی جناب کے استفسار کا جواب بنے۔ میں نے جناب کی وہ تحریر بھی دیکھی تھی جو حال ہی میں ہمدم میں شائع ہوئی تھی۔ میں اس تحریر کی نسبت کچھ دنوں کچھ نہیں کہنا چاہتا، البتہ اگر ملاقات ہو گئی تو زبانی گفتگو اس مسئلہ پر ممکن ہے۔ آخر میں بیگانہ وار سرسری عرض پیش کش خدمت کئے دیتا ہوں کہ کاش جناب اس مسئلہ کے انکار و اقرار ہی پر اپنی طبیعت کو مضبوط جما لیں۔

فقیر آزاد سبحانی کان اللہ لہ

جواب حضرت مولانا

مولانا المکرم۔ السلام علیکم۔ آپ کا محبت نامہ آیا۔ میں افسوس سے کہتا ہوں میں اس تحریک سے علیحدہ بھی نہیں رہوں گا۔ کبھی مخالفت کروں گا اور کبھی موافقت کر دوں گا یہاں تک کہ معتدل مزاج پیدا ہو جائے۔

(۲)

(غالباً مولانا سلامت اللہ صاحب کے نام ہے)

جناب مکرم، السلام علیکم۔ عنایت نامہ ملا شکریہ۔ یوں بھی آپ کو مجھے لکھنا تھا غرض یہ تھی کہ چند دنوں سے جامعہ الٰہیہ میں ایک عام مجلس تبلیغی کی تاسیس کا خیال پک رہا ہے یہ چیز جامع جامعہ کی تیسری منزل ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ مجلس عنقریب قائم کی جائے گی اس کا نام "جمعیۃ الدعوۃ" ہو گا۔ جمعیۃ الدعوۃ کا مقصد مختصر لفظوں میں عام نظام تبلیغ کو ہاتھ میں لینا ہے۔ جناب حکیم اجمل خان صاحب، محمد علی صاحب نے اس کی رکنیت کا وعدہ کر لیا ہے ہندوستان کے چہار اطراف سے منتخب حضرات کو رکن بنایا جائے گا۔ اس سلسلہ میں فرنگی محل بھی مطمح نظر ہے بنا بریں آپ سے استدعا کی جاتی ہے کہ فرنگی محل کی طرف سے آپ یا جناب مولانا عبدالباری صاحب مدظلہم رکنیت قبول فرمائیں۔

اب جناب مولوی سجاد صاحب کے استفسارات کے مختصر جوابات دیتا ہوں۔

۱ - مالی مشکل کا حل دو صورتوں میں بانٹ دینا چاہیے۔ ابتداً، موقف چندہ جو ان محدود اشخاص تک محدود رہے جن کو سیاسیات میں علماء کی شرکت سے دلچسپی ہے۔ آخراً جیسا کہ خود مولوی صاحب موصوف نے تجویز کیا ہے صوبہ وار انجمن ہائے علماء کا خزانہ متحمل ہو گا۔

۲ - مسلم لیگ کی عام کارروائی اردو میں ہوا کرے گی جس کا آغاز ابھی سے ہو گیا ہے۔

۳ - تجاویز پیش کردہ خود میرے پیش نظر نہیں لیکن اس سال موقع نہ تھا ابھی طبقہ علماء کو قدم جمانا چاہیے پھر اپنی تجاویز پیش کرنا چاہیئے۔ غالباً تمام سوالات کے جواب ہو چکے اب رخصت ہوتا ہوں مولانا کو سلام فرمائیے۔

آزاد سبحانی جامعہ الٰہیہ کانپور

(۳)

مخدومی کرمی۔ السلام علیکم۔ جناب مولوی عبدالماجد صاحب کا خط پھر آیا ہے نظام شیخ الاسلام چھاپنے کی تاکید کی ہے کہتے ہیں کہ بدایوں بھیج دو امسال یہیں چھپ جائے گا۔ میں نے بھی ارادہ کر لیا ہے ہذا نظام مذکور کی ایک نقل جلد سے جلد کرا کے میرے پاس

بھجوا دیجیے بلکہ آسان صورت یہ ہے کہ بدایوں ہی بھجوا دیجیے پتہ جناب کو معلوم ہوگا احتیاطاً لکھے دیتا ہوں۔ بدایوں۔ دفتر شمس العلوم مگر یہ کہ جس قدر عجلت ممکن ہو عجلت ہونی چاہیئے۔ مولانا جوشِ عمل ایک مغتنم فرصت ہے میری روح کے لئے یہ غیر متوقع نظارہ ہے مجھے اس جوش کے ساتھ بے پرواہی برتنے یا تاخیر دیکھنے میں روحی تکلیف ہو رہی ہے اس لئے باوجود وعدہ گرامی کے تاکید عرض کے لئے عریضہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جرأت کو معاف فرمایئے دو تین دن میں نظام مذکور کو بدایوں میں ہونا چاہیے۔ علاوہ بریں یہ بھی ہونا چاہیے کہ ایک گرامی نامہ مولوی عبدالماجد صاحب کو بھیج دیا جائے جس میں انجمن علمائے متحدہ کی تحسین کا تذکرہ ہو اور یہ ارشاد ہو کہ ان کو بہ حیثیت ناظم انجمن کام شروع کر دینا چاہیئے۔ حضرت قبلہ مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواری کے صاحبزادہ حسین میاں کا خط آیا ہے کہ جناب شاہد صاحب میرے عریضہ کا جواب تائید میں روانہ فرمائیں گے الحمد للہ۔

مولانا سلامت اللہ صاحب کو سلام۔ آزاد سبحانی، جامعہ الٰہیہ کانپور

(۴)

تاریخ درج نہیں ہے

مخدومی و مکرمی زاد مجدہم۔ السلام علیکم معلوم نہیں ناراضی ہے یا مصلحت ایسا ممتد سکوت ہے کہ حیرت ہے کئی عریضے لکھے ایک کا جواب نہیں۔ یہ حالت پہلے نہ تھی جیسی اب ہے۔ تیری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی۔ براہ ذرہ نوازی اس عریضہ کا حساب نہ رکھیئے گا۔ جواب چاہیئے اور جلد جواب۔ ابھی مولوی عبدالماجد صاحب بدایونی کے عنایت نامہ سے معلوم ہوا کہ عنقریب ایک مجلس مسائل خاص پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوگی اگر یہ ہے تو کب اور کس طرح ایک اور مسئلہ کا تصفیہ جناب کو کرنا ہے۔ انجمن علمائے بہار قائم ہو چکی جلسہ بھی ہو گیا۔ اب کی انجمن علمائے متحدہ کی باری ہے۔ میں نے مولوی عبدالماجد صاحب سے گزارش کی تھی کہ اس کی اقامت و تاسیس کا کام آپ اپنے ذمہ لیجیے اور جناب مولانا کی مدد حاصل کیجیے۔ انہوں نے کمر ہمت باندھ لی۔ مرکز میں نے بدایوں تجویز کیا ہے۔ مولوی صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اس کا تذکرہ جناب سے کیا اور نفس مسئلہ کے اتفاق کے ساتھ مقام مرکزیت سے اختلاف فرمایا ان کی رائے میں بدایوں کی جگہ لکھنؤ ہونا چاہیے۔ یہ بھی انہوں نے لکھا کہ جناب نے اس تجویز کا بعد غور جواب دینے کا وعدہ فرمایا ہے اس جواب کا بھی انتظار ہے براہ کرم منزل خود جلد طے ہونی چاہیئے اور لکھنؤ خواہ بدایوں میں انجمن علمائے متحدہ کی طرح بنیاد پڑ جانی چاہیئے پنجاب میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو تحریک کی ہے کہ انجمن علمائے پنجاب کی بنیاد ڈالیں انہوں نے افتتاحی مضمون اہل حدیث میں لکھا ہے اور سلسلہ خط و کتابت جاری ہے۔ مدراس میں انجمن علماء قائم کرانے کی ہم سے رضامندی شاہ سلیمان صاحب پھلواروی نے ظاہر کی ہے بظاہر صوبہ متحدہ کا کام بیحد مشکل ہے مگر مولانا معلوم ہوا کہ مشکلیں بے عملی سے پیدا ہوتی ہیں اور عمل سے جاتی رہتی ہیں۔ ہمت فرمائیں سب کچھ ہو جائے گا۔

نظام شیخ الاسلام جناب کی خدمت میں بھیجا گیا ہے مولوی عبدالماجد صاحب کا اصرار ہے کہ وہ جلد سے جلد شائع کر دیا جائے۔ میں بھی متفق ہوں۔ روپیہ کی تو دقت نہیں ہے۔ چھپائی کے دام مل جائیں گے البتہ رائیں مطلوب ہیں جناب اس کے متعلق اپنی رائے گرامی سے مطلع فرماتے تو بہتر ہوتا۔

اس کے بعد ترمیم و اصلاح کر کے اسے شائع کر دیتا۔ البتہ جواب نہ آیا تو مجبوراً بجنسہٖ چھپوا دیا جائے گا بعد کو مطبوعہ پر رائیں حاصل کی جائیں گی۔ عزیزالاسلام نے ذبیحِ بابتی پر مبارک باد مگر عمل کا تقاضا۔ مولانا جو کچھ ہو جلد ہو۔ آپ کا بھی خادم

آزاد سبحانی کان اللہ لہ

(۵)

بلا تاریخ

بنام مولوی سلامت اللہ صاحب

مکرمی۔ السلام علیکم۔ خط ملا۔ مرکزی مجلس خلافت کو نہ مبلغین کی ضرورت ہے نہ تبلیغ خلافت کی دو سال گذرنے کے بعد اس نے ضرورت تبلیغ کا نقش اٹھا دیا ہے اس کے بعد سے تبدیلی مکان و زمان اب اس امر کی مکرا رہی ہیں لیے اس کو فرصت نہیں ملتی کہ مبلغین کی ایک مفصل فہرست درکار ہے ایک بار نہیں دو دو بار بمبئی سے خط آئے کہ صاحب مبلغین کی مفصل فہرست بھیجیے اشد ضرورت ہے دو دو بار فہرست بھیجی گئی پھر صدائے بر نخاست۔ اس کے بعد اخباروں میں نظر آیا کہ ایک مجلس تبلیغی قائم کی جائے بجائے مبلغین کی فوری ضرورت کے اب مجلس تبلیغی کی ضرورت پیدا ہوئی اور وہ بھی ابھی قائم نہیں ہوئی دیکھیے کب گوشہ خیال سے برآمد ہوتی ہے ابھی اسی کا انتظار ہی تھا پھر جناب کے قلم گوہر رقم سے فہرست مبلغین کی مانگ نازل ہوئی اب آپ کو فہرست بھیجی جائے پھر دو مہینہ تک بمبئی کی مجلس میں غور ہو پھر مجلس تبلیغی کی ضرورت برآمد ہو جائے گی پھر فہرست مبلغین کی مانگ آئے گی وھلم جرا الی النہایہ جناب اگر یہی ضرورت ہے اور یہی کام ہے تو پھر اس کو خدا حافظ کیجیے۔ اس حالت میں غریب مبلغین اور متوسلین کیا اعتماد کر سکتے ہیں۔ جن مبلغین کو میں نے امیدوار کیا تھا وہ انتظار کرتے کرتے تھک گئے اور مجھ سے اور مجلس خلافت دونوں سے بے اعتماد ہو کر اپنی اپنی راہ پر لگ گئے مجھے اکثروں کی نسبت اب یہ بھی نہیں معلوم کہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں لہذا آئندہ میں اس فہرست نگاری کی خدمت انجام دینے سے معذور ہوں۔ اب صرف ایک صورت ہو سکتی ہے کہ مرکزی مجلس خلافت مجھ کو براہ راست یہ اختیار دے دے کہ جیسے مبلغین مجھے مل سکیں میں خود ان کا تقرر کر دوں اور حسب مشورہ مجلس ان کی تنخواہ مقرر کر کے کام پر بھیج دے۔ اس لیے تاکہ مبلغین کو میری دعوت پر اعتماد ہو اور ان سے مجھے ندامت نہ ہو۔

فقیر آزاد سبحانی

(۶)

بلا تاریخ

بنام مولوی سلامت اللہ صاحب

مکرم بندہ۔ السلام علیکم۔ خط ملا۔ امیدواروں کے نام اور سفارش اس وقت تک مصدق نہیں ہو سکتیں جب تک اصل اشخاص مع اپنی قابلیتوں کے سامنے نہ ہوں تنخواہوں کی مقدار کا فیصلہ بھی اسی اصول پر ہو سکتا ہے۔ میرے پاس اس مختلف الخیال فیصلہ کا کیا اصول ہے کہ ایک کی تنخواہ ؎ ہو اور دوسرے کی ؎ بنابریں میں افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں فہرست مبلغین پر کوئی با اصول رائے زنی نہیں کر سکتا بجز اس کے کہ سفارش کرنے والوں پر کورانہ اعتماد کر دوں اور یہ کہہ دوں کہ جو کچھ بھی تجویز ہو گی بس اسی کو رہنے دیجیے۔ بالفعل میں دو شخص کے نام پیش کیے دیتا ہوں مجلس اگر قبول کرے تو خیر۔ مولوی شمس الدین بڑا مپوری اور احمد حسین صاحب فرخ آبادی ان کی تنخواہ کا مسئلہ ان سے خود طے ہو سکتا ہے۔

فقیر آزاد سبحانی

نوٹ: مولانا آزاد سبحانی کا اصل نام عبدالقادر تھا۔ پوری زندگی قومی خدمت میں گزاری۔ عجیب آزاد منش اور درویش صفت شخص تھے۔

خط، اقبال شیدائی

(۱)

کانپور ۲۷/۲/۱۹ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت قبلہ و کعبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ میں بخیریت کانپور کل پہنچ گیا تھا اور اپنے ایک دوست کے پاس ٹھہرا ہوں، کل یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا اور الہ آباد میں حضرت مسٹر شوکت علی خاں صاحب قبلہ کا انتظار کروں گا اور ان کے ہمراہ جبل پور تک جاؤں گا۔ وہاں ایک آدھ دن ٹھہر کر پھر میں بھی چند واڑہ چلا جاؤں گا امید ہے کہ آنحضرت میرے لئے دعائیں فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ مجھے استقلال، ہمت، جوش، نہ ڈرنے والا دل اور ایمان دے تاکہ خدا کی راہ میں میں اپنی ناچیز جان دے دوں۔ میں آنحضرت کے اس اخلاقِ حسن کا اور اس محبت و شفقت کا جو آنحضرت نے اس عاجز پر فرمائی، کسی طرح شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ اور اب مجھے پوری امید ہو گئی ہے کہ میری مدد کے واسطے آنحضرت جیسے گرامی قدر بزرگ موجود ہیں جو مجھے کسی حال میں اکیلا نہ چھوڑیں گے اور ہر وقت مجھے بہترین دعاؤں میں یاد فرمایا کریں گے۔

میں نے اپنا ارادہ صاحب حضور والا کی خدمت میں بیان کر دیا تھا اور حضور والا نے جو مفید نصائح فرمائے ان کا بھی تہ دل سے ممنون ہوں امید ہے کہ حضور والا میرے لئے جلد کوئی ایسا کام تجویز فرمائیں گے جو مفید ہو اور جس سے میں بہترین خدمتِ اسلام کر سکوں، بنگال سے پشاور تک علاقہ میرے لئے اگرچہ بہت زیادہ ہے مگر میں خدا سے مدد مانگتا ہوں کہ جو عظیم الشان کام میرے سپرد کیا جائے اس میں پورا اتروں اور ہر مصیبت میں صبر و استقلال عنایت فرمائے۔ میں جانتا ہوں کہ میں محض ایک ناچیز ہستی ہوں اور میرے کیے سے کچھ نہیں ہو سکتا مگر پھر بھی مجھے کام کرنا چاہیئے شاید کچھ سعید روحیں نکل آئیں جو شمع اسلام پر قربان ہو جائیں۔ اور میرا ایمان ہے کہ جو کام محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جائے اس میں ضرور برکت ہوتی ہے اور تھوڑا سا تجربہ مجھے ہو چکا ہے میں یہ نہیں عرض کر سکتا کہ حضور والا سے مل کر میرا دل کس قدر مضبوط اور پُر از امید ہو گیا ہے انشاء اللہ حضور انور مجھے ہمیشہ ایک سچا جاں نثار اور خدائے تعالیٰ کی راہ میں جان سے گزر جانے والا پائیں گے امید ہے کہ حضور انور بہت جلد کسی ایسے سوداگر سے یا کسی بڑے آدمی سے مشورہ کر کے مجھے اطلاع بخشیں گے یہ بھی اس لئے کہ حضور نے فرمایا تھا کہ والدین کی خدمت بھی مقدم ہے اور خاص کر والدہ کی ورنہ حضور کی خدمت میں میں نے اپنا ارادہ ہجرت تو ظاہر کر ہی دیا تھا حضور اب بھی فرمائیں تو میں تمام دنیاوی علائق بیک چشم زدن چھوڑنے کے واسطے تیار ہوں۔ اگر میرے خط کے ملنے کے بعد جناب مولانا شوکت علی خاں صاحب قبلہ ملیں تو ان سے بھی مشورہ فرمالیں ورنہ جو جناب کا حکم صادر ہوگا بندہ حاضر ہے جناب مجھے اس پتہ پر خط تحریر فرما سکتے ہیں۔

محمد اقبال شیدائی بی اے معرفت پوسٹ ماسٹر چند واڑہ سنٹرل پراونس

مولانا مولوی صبغۃ اللہ صاحب اور دیگر بزرگان کی خدمت میں میرا مودبانہ سلام قبول ہو۔ والسلام

حضور کا ادنیٰ خادم اقبال شیدائی

ندوۃ العلماء لکھنؤ میں نیازمند کی عزت افزائی کا باعث ہوا۔ شکریہ کرم اور سپاس بندہ دی قبول فرمایا جائے۔ اجلاس سالانہ کے فرائض کی مصروفیت نے عرض جواب میں تاخیر کرائی اس کی معافی کا مستدعی ہوں۔ گرامی نامہ میں جن امور کا تذکرہ ہے ان کی بابت جواباً عرض ہے۔

۱۔ ندوۃ العلماء نے جو اغراض و مقاصد ابتدا سے مقرر کئے ہیں ان پر اب بھی مضبوطی سے قائم ہے۔ یہ مقاصد اس وقت مقرر ہوئے تھے جبکہ گورنمنٹ کی امداد کا وجود بھی نہ تھا بلکہ اس زمانہ میں حکام بعض غلط فہمیوں کی وجہ سے ندوۃ العلماء سے برہم تھے۔ اجلاس گذشتہ کی صدارت کے سلسلہ میں ابتدا سے ندوۃ العلماء کی تاریخ پر از سر نو نگاہ ڈالی اس کی بنا پر میں عرض کر سکتا ہوں کہ ندوہ اب تک اپنی قدیم روش پر قائم ہے۔

۲۔ سیاسیات کو ابتدا سے ندوۃ العلماء نے اپنے مقاصد سے علیحدہ رکھا ہے اور اب بھی اس پر قائم ہے۔ اب یہ امر کہ ہر مسلمان اور جماعت مسلمین کو سیاست مروجہ سے تعلق رکھنا اور اس میں عملی حصہ لینا فرض اسلامی ہے اور چونکہ ندوۃ العلماء اس فرض کو ادا نہیں کر رہا لہذا مستحق تقبیح ہے۔ اس کی بابت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے عہد سے نظر ڈالنی ہوگی اور وثوق کے ساتھ عرض کیا جا سکتا ہے کہ بہت سے اکابر صحابہ اور مابعد کے بزرگان دین ندوۃ العلماء کی مثال و سند بنیں گے۔ بلکہ علمائے فرنگی محل رحمہم اللہ تعالے کے بلند مرتبہ گروہ میں سے بھی قابل سند مثالیں و دستاویز قرار پائیں گی۔ جن مسائل کی تعیین و تفصیل والا نامہ میں ہے وہ قرون اولیٰ سے اس وقت تک مختلف عنوانوں سے اہل دین کے پیش نظر رہے ہیں اور ان کے متعلق اکابر دین کا عمل و مثال امت کے سامنے ہے۔ ندوۃ العلماء کی روش ان بزرگوں کی روش کے خلاف نہیں ہے والسلام مع الاکرام۔

نیازمند

حبیب الرحمن

حبیب گنج ضلع علی گڈھ ۲۰/ جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ

نوٹ: مولینا شروانی مشہور عالم تھے حیدرآباد میں امور مذہبی کے صدر الصدور بھی رہے۔

خط، مولوی عبدالحئی، ندوہ

(۱)

۱۲/ اپریل ۱۹۱۸ء از دفتر ندوۃ العلماء

بگرامی خدمت جناب فیض مآب مولانا مولوی عبدالباری صاحب دام لطفہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ برکاتہ جلسہ خاص ندوۃ العلماء منعقدہ (یہاں سے خط پھٹا ہوا ہے) نے جناب کو جلسۂ انتظامیہ ندوۃ العلماء کا رکن منتخب فرمایا ہے امید ہے کہ جناب اس ذمہ داری کو قبول فرما کر اپنی منظوری سے دو ہفتہ کے اندر مجھ کو اطلاع دیں گے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس رکنیت سے جناب کی ذات گرامی کو بجز اس کے کہ آپ کی ذمہ داری میں اضافہ ہو اور کوئی فائدہ نہیں مگر اس ذریعہ سے آپ مسلمانوں کو بیش بہا مدد دے سکتے ہیں جس سے زیادہ اور کسی ذریعہ سے ممکن نہیں۔ والسلام

عبدالحئی نائب ناظم ندوۃ العلماء

(۲)

بعالی خدمت فضائل مآب مخدومی مکرمی مولانا عبدالباری صاحب دام مجدکم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ حسب

تجویز نمبر ۴ اجلاس انتظامیہ منعقدہ یکم جون ۱۹۳۰ء جناب کی خدمت اقدس میں نصاب دارالعلوم قدیم وجدید مرسل ہے مجھے امید ہے کہ جناب اپنا تھوڑا عزیز وقت اس ضروری کام کے لئے وقف فرما کر ہر دو نصاب کو خود ملاحظہ فرمائیں گے اور جو کچھ جناب کی رائے بابتہ ترمیم و کمی زیادتی نسبت مندرجہ نصاب ہو اس سے دو ایک دن میں آگاہ فرما کر شکر گذاری کا موقع دیں گے تاکہ مزید کارروائی میں ہرج نہ ہو۔ جناب کی ذات بابرکات سے امید ہے کہ اس استدعا کے برلانے میں دریغ نہ فرمائیں گے۔ ھذا افضلاً منکم اصراً علیکم۔ والسلام

عبدالحئی معتمد دفتر ندوہ

(۳)

بخدمت مخدوم و مکرم جناب فیض مآب مولانا عبدالباری صاحب دام فضلہم

بعد سلام مسنون کے گذارش ہے کہ خاکسار کو طبقات الحنفیہ کی ضرورت ہے اگر جناب کی عنایت سے مندرجہ ذیل کتابیں مل سکیں یا ان میں سے جو کتاب آپ کے کتب خانہ میں ہو تو مزید نوازش ہوگی۔

۱۔ اسماء الحنفیہ فی طبقات الحنفیہ لملا علی قاری۔

۲۔ الایطاف المنفیہ فی اسراف الحنفیہ للمجد فیروز آبادی۔

۳۔ جواہر المفیدہ فی طبقات السادہ الحنفیہ للمحی الدین القرشی۔

اگر ان کے سوا کوئی اور بھی کتاب اس موضوع پر ہو تو وہ بھی عنایت ہو۔ ایک ہفتہ سے زائد میں اپنے یہاں نہ رکھوں گا۔ اس کے بعد انشاءاللہ واپس کر دونگا۔

۴۔ جناب نے ایک بار فرمایا تھا کہ ملیح آباد کے کسی صاحب نے تراجم علماء میں کوئی کتاب لکھی ہے اور جناب کی خدمت میں تقریظ کے واسطے بھیجی ہے ان کا نام اور پتہ یاد ہو تو عنایت فرمائیے آیا وہ کتاب چھپ گئی ہے یا نہیں۔ فقط

خادم کم عبدالحئی

خطوط منشی اظہر علی

(۱)

لکھنو ۹ مارچ ۱۹۳۱ء ۱۰ بجے شب

عزیز قلبی ذوالمجد والکرم!

السلام علیکم۔ کل ندوۃ العلماء کا مقدمہ ہے۔ میں نے آپ سے ضرور کہا تھا کہ آپ تکلیف عدالت ڈسٹرکٹ جج میں نہ فرمائیے گا۔ مگر اب میرے خیال میں اس کی ضرورت ہے کہ آپ تشریف لائیے ورنہ ممکن ہے جج صاحب اعتراض کریں اور قانونی پہلو کے اعتبار سے آپ سے بازپرس کریں عدالت کا معاملہ ہے اور بدمزاج شخص سے سابقہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ ۱۰ بجے کل یعنی سہ شنبہ کو ضرور عدالت میں تشریف لا دیں گے۔ فقط۔

خیر طلب محمد اظہر علی وکیل

(۲)

لکھنؤ ۱۰ مارچ ۱۹۱۴ء

عزیز قلبی ذوالمجد والکرم

السلام علیکم - آپ کی عدالت میں تشریف آوری کی ضرورت ہے۔ ورنہ میں تکلیف نہ دیتا ممکن ہے کہ جج آپ سے کچھ دریافت کرے ظاہر ہے کہ جیسا درآپ دونوں حالات سے کم واقف ہیں ہمارے متعلق تو ندوہ سے صرف یہ خدمت سپرد ہوئی تھی کہ ہم دونوں کمیں مصالحت کر دیں جیسا کہ آپ خود دیز ولیشن سے جان ہی گئے۔ پس کسی خاص شہادت یا کارروائی کی حاجت نہ ہوگی۔ آپ ضرور آجائیے۔ ساڑھے ۱۰ بجے تک آپ کچہری پہونچ جائیے گا۔ زیادہ دعا۔ خیر طلب محمد اظہر علی

خط، رحیم بخش

(۱)

بہاولپور۔ ۷ جنوری ۱۹۱۲ء

مخدومی حضرت مولانا

السلام علیکم - آپ کی مطبوعہ چٹھی پہونچی - میری رائے بھی یہی ہے کہ ندوہ کا اندرونی انتظام بہت کچھ قابل اصلاح ہے اور کہ لڑکوں پر دہریت کا اثر ہے - جو تدابیر اصلاح آپ فرمائیں گے میں انشاء اللہ آپ کا ساتھ دونگا۔ انشاء اللہ ۱۵ جون کو بہاولپور پہونچونگا۔ فقط۔ خاکسار رحیم بخش، رکن ندوہ

خط، مولانا عبدالحق دہلوی

(۱)

۶ جون ۱۹۱۲ء دہلی

مولانا مخدوم و مکرم

تسلیم - حضرت نے ندوہ کی بابت جو کچھ تحریر فرمایا میرا اوس سے اتفاق ہے اور میں آپ کے نیک خیالات کی داد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا ہمت اور اہمیت میں استقامت اور اس میں برکت دے - باقی میں خود کسی کام کرنے کے قابل نہیں رہا امید ہے کہ مجھے گاہے گاہے بھی اپنی خیریت سے شاد فرماتے رہیں گے۔ آپ کا خادم ابو محمد عبدالحق

خط، مولانا محمد علی مونگیر

(۱)

مولانا - السلام علیکم ورحمۃ اللہ - عنایت نامہ پہونچا - آپ کی توجہ سے بہت مسرت ہوئی خدا تعالےٰ اس توجہ کو قائم رکھے اور اس کا عمدہ نتیجہ دکھائے - اس میں شبہ نہیں ہے کہ ایسی ندوہ اور معزز انجمن کی اصلاح بہت ضروری ہے میرے خیال میں ہر سچا مسلمان اوس کی اصلاح کی خواہش رکھے گا مگر گفتگو اس میں ہے کہ کون اصلاح کرے اور کیا اصلاح کرے میرے تجربہ اور میرے علم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اصل اصلاح کرنے والا ایک ہی شخص ہونا چاہیئے مگر اوس کے معاون اور مددگار اور سچے خیر خواہ کی ایک جماعت ہو۔ وہ جماعت نہایت دردمندی سے اور مدد دے یعنی عمدہ رائے سے جان سے مال سے جس وقت جس کی ضرورت ہو مگر یہ سب باتیں

اسلام کی بھی خیر خواہی سے ہوں کسی کو کسی قسم کی کوئی ذاتی غرض کا کوئی شائبہ بھی نہ ہونے پائے اگر یہ باتیں میسر آ جائیں تو اس انجمن کا پھریرا آسمان تک پہونچ سکتا ہے مگر ایسے صاحب صلاح و در دانشمند کا اور ایسی باخدا جماعت کا اس وقت ملنا میرے خیال سے باہر ہے۔ میرے علیحدہ ہونے کی بہت بڑی وجہ یہی ہوئی ہے والسلام

محمد علی از مونگیر ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۳۰ھ

خط، مولانا حفیظ اللہ ڈھاکہ

(۱)

عزیزِ مہربان مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں اولاً تاخیرِ جواب کی معذرت لکھتا ہوں۔ آپ کا مطبوعہ خط ڈھاکہ کے پتہ سے آیا۔ میں مئی، جون میں مکان پر تھا تعطیل کرا ہوگئی تھی آج مدرسہ کھلا ہے لہٰذا میں مجبور تھا۔ آپ کی تحریر بیحد مسرت بخش ہے اس وجہ سے کہ ایسی حالت میں کہ ایک اسلامی انجمن بالکل مایوسانہ حالت میں ہو آپ نے اس کی طرف بلکہ اصلی اصول ناکامی کے دریافت کرنے کی طرف توجہ کی۔ چونکہ خط آپ کا مطبوعہ ہے لہٰذا مجھے اس کی کم امید ہے بلکہ بالکل نہیں ہے کہ آپ اصلی اور حقیقی وجہ تک پہونچ سکیں کیونکہ مجھے اس بات کا شبہ ہوا بلکہ یقین ہے کہ استدراک حالات میں ایسے اتھ حاجب ہوں گے جو اس سرد مہری کے علۃ العلل ہیں۔ یہ تفتیش کسی جماعت سے ناممکن ہے اور موجودہ خط جماعت کی شرکت کو بتاتا ہے اگر حقیقۃً آپ اس باطنیہ فرقہ کے حالات کا انکشاف چاہتے ہیں تو اس وقت تک کہ آپ اصلی تہ تک پہونچیں اس جماعت سے انقطاع کیجیے۔ میں اصلی حالات بتاتا ہوں۔ سازشوں سے جو اس وقت تک کام چلا ہے اس کو انشاء اللہ تعالےٰ برملا کر دینے کا یقینی وعدہ کرتا ہوں۔ لیکن آپ پہلے مجھے ان باتوں پر مطمئن کر دیجئے جو حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ یہ مطبوعہ خط جن کے مشورہ سے لکھا گیا ہے وہ کون کون ہیں ان کے اسمائے تفصیل کا اصلی محرک کون ہے۔

۲۔ میرا خط سوا آپ کے کوئی دوسرا نہ دیکھے۔

۳۔ میری رائے کا اظہار کبھی نہ ہو۔

۴۔ میرے آپ کے اس مشورہ کو اس وقت اور آئندہ کوئی نہ جانے۔

۵۔ بعد انکشاف مجھے یقین دلا دیجئے کہ موجودہ خیال کو آپ ہمیشہ یا کم از کم اس وقت تک قائم رکھیں گے کہ آپ کی مطلوبہ اصلاح ہو جائے اور ندوہ اپنے مقاصد کے اصلی مرکز پر آ جائے۔

۶۔ میرا یہ خط اور دیگر خطوط صرف پڑھ کر چاک کر دیجیے یا بشرط احتیاط محفوظ کر لیجیے۔

یہ تو مجھے کہنا نہیں ہے کہ میں آپ کی کہاں تک مدد کر سکوں گا لیکن یہ ضرور ظاہر کر دینا ہے کہ آپ جس خاندان کے رکن ہیں وہ میرے واسطے سرمایہ ناز اور متاعِ فخر ہے لہٰذا میں کبھی بھی آپ لوگوں کے خلاف کوشش نہ کر سکتا ہوں نہ کروں گا۔ نیز ہمیشہ مطبوع و اکراہ آپ لوگوں کا ساتھ دینے میں مجھے مسرت ہوگی۔

لہذا اولاً اس تحریر کو صرف آپ کی ذات تک محدود رکھ کر بھیجتا ہوں۔ جب مجھے جواب حاصل ہوگا تو آپ پر اپنے زائد از دوازدہ سالہ تجربہ کو پیش کر کے جو مناسب سمجھوں گا لکھوں گا۔ یہ ہرگز کوئی باطنیہ فرقہ نہیں ہے لیکن اس کی سازشیں اس فرقہ سے کم نہیں ہیں۔

نیز اس جماعت سے انقطاع کو جو میں نے لکھا ہے وہ علیحدگی نہیں ہے بلکہ اس خیال پر کسی کو مطلع کرنا اور انتہائی کوشش میں مطلوبہ اصلاح تک دوڑنا اور اپنے اصل مقصد و عزائم کو تا حصول باقی رکھنا مقصود ہے ورنہ علیحدگی تو کسی کام میں بھی سرسبز نہیں ہونے دیتی۔ نیز مجھے امید ہے کہ آپ میرے ملاپ خط کے دیکھنے کے بعد میرے بالکل ہم خیال ہو جاویں گے اور اگر بالفرض اس میں میری کوئی ذاتی نفسانیت کا شائبہ معلوم ہو تو بے تامل میرے مشورہ کو آپ ترک کر دیں میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کا مجھے ملال نہ ہوگا۔ والسلام

محمد حفیظ اللہ مدرس اعلیٰ ڈھاکہ مدرسہ

(۲)

۷ جولائی ۱۹۱۲ء ڈھاکہ مدرسہ

جامع الفضائل مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ

سلام علیکم ورحمۃ اللہ و دعا۔ فی الواقع اصول بھی یہی ہے کہ کسی سے کوئی ذاتی عداوت۔ رنج۔ شکایت نہ ہو جب ہی اصلاح ہوتی ہے اور اگر ہو تو اس اصلاح کے پردہ میں بدلہ کا خیال تک نہ آنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر کام اسی کے مطابق ہو سکتا ہے ورنہ کچھ نہیں ہو سکتا۔ آپ نے اس کا خیال رکھا بہت اچھا کیا جزاک اللہ تعالیٰ۔ راز سربستہ دار العلوم اور ندوہ کا صرف اس قدر ہے کہ ایک طالب علم نو آموز اور ایک علامہ ہیں دار العلوم اور ندوہ کی گھوڑ دوڑ میں ایسی بازی لگتی ہے کہ دونوں میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا بلکہ وہ طالب علم اپنی چالوں سے اس بحر العلوم علامہ کو انگلیوں پر نچاتا ہے اور ندوہ کی فرضی ترقی میں اس علامہ کو نیچا دکھا کر خود علامہ بننا چاہتا ہے اور بظاہر جہلا میں کامیاب بھی ہو جاتا ہے اس کے سوا کچھ نہیں ہے میری دوازدہ سالہ ملازمت دار العلوم اور اس سے بہت زیادہ زمانہ تک ندوہ کا تعلق اور ان دونوں سے تجربہ حاصل شدہ مجھے ایک لمحہ اس خیال سے مدت العمر ہٹنے نہ دے گا۔ مولانا محمد علی صاحب سابق ناظم اور دیگر تجربہ کار ممبران اس پر شہادت دیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ شرعی شہادت ہوگی میرے آپ کے درمیان میں خدا ہے۔

کیا کبھی کسی کی خواہش طبابت کسی کی شہرت عالمگیر کی چاٹ ندوہ کو ایک منٹ بھی کامیاب ہونے دے گی شہرت عالمگیر کی چاٹ تو بچہ شیر خوار ہے لیکن، داء طبابت کی خواہش تو ندوہ کے آغاز شباب کا مرض ہے ان دونوں بزرگوں میں کیا مرتبت ہے کیا شرف ہے میں اس کو کچھ نہیں لکھ سکتا آپ خود جانتے ہیں۔ مولوی خلیل الرحمن صاحب ہاتھ دھو کر الگ ہو جاویں اور نائب ناظم صاحب ——— دوسرے کہلائیں پھر ندوہ کی ندا ہے۔ مولوی صاحب کی ابتدا سے یہ بازی چلی جا رہی ہے کہ دار العلوم کے دو شخصوں میں ناچاقی پیدا کی جاتی ہے اور چونکہ دفتر اپنے ہاتھ میں ہے لہذا چپکے چپکے اراکین کو دار العلوم کی بدنظمی دکھائی جاتی ہے جب اراکین آتے ہیں تو ان سے بالمشافہ ایسی باتیں کی جاتی ہیں کہ ان کو یقین ہو جاتا ہے کہ یہ ایک شخص ایسا ہے کہ ندوہ اس کی وجہ سے باقی ہے ورنہ فنا ہو گیا ہوتا چنانچہ اس چال نے ایک عمر ندوہ کی خدمت سے نائب ناظم بنانے تک کامیاب کیا اسی قسم کی چالوں نے آخری دور خلافت راشدہ سے لے کر کل سلاطین اور مسلمانوں کے کل کاموں میں ابتری پیدا کی اور مسلمانوں کو

بے سروسامان کرکے چھوڑا۔ دارالعلوم کے طلبا معمولی لالچ میں آکر دورۂ طب میں شریک ہوتے ہیں اور ہم مشہور طبیب ——— ہونے کی خواہش میں کامیاب ہوتے جاتے ہیں نیز نائب نظامت کی خوش آئند آواز ملک میں پھیلتی جاتی ہے۔

نیز فطرت الٰہی مروان کو کبھی عثمان نہ ہونے دے گی۔ آخری دور سلاطین دہلی بالتخصیص محمد شاہی دور کا جو رنگ رہا اس سے یہاں کا رنگ چوکھا ہے ہرگز ہرگز کم نہیں۔ لکھنؤ کی سرزمین وہ ہے جہاں پیلیا نی سے وزارت تک عروج سبزی فروشی سے نظامت تک اُچک جانا ایک معمولی کرشمہ ہے پھر نیابت نظامت کیا چیز ہے معتمد دارالعلوم کے فاروق نامہ، ۔۔۔ن نامہ، کوڑی نامہ، پیسہ نامہ نے ایسا کام کیا کہ دوسرے سے نا ممکن ہے۔ لہٰذا اہل الرائے ہونے کا شرف تو حاصل ہی ہو چکا۔

معتمدی دارالعلوم کیا چیز ہے اس عزہ میں آنکھ۔ کان۔ سب بند ہو گئے اب ٹھوکر دوں پر ٹھوکریں جو لگیں تو سیرت نبوی وغیرہ وغیرہ کے دامن میں پناہ لینا جانتے ہیں۔ اس کا احساس مطلق نہیں ہے کہ ٹھوکریں کھاتے سے آتی ہیں اور کیوں اپنے دست و بازو دست و گریبان ہوتے جاتے ہیں۔ مولوی صاحب میں ضرور کہوں گا کہ کوڑی نامہ۔ پیسہ نامہ اور چیز ہے اور معاملہ کی تہ تک پہونچنا اور چیز ہے انھیں کا دل و جگر ہے کہ اب تک قائم ہیں جس کی وجہ سوائے اس کے اور نہیں ہے کہ طمع را سہ حرف و ہر سہ تہی۔ اسلامی انجمن اور درس گاہ کا اعلیٰ رکن ہونا سرسید اور محسن الملک بنا دے گا۔

یہ بجائے خود ایک نادر الوجود چیز ہے۔ حزم۔ احتیاط۔ تدبر۔ تدبیر اگر ہوتی تو یہ چپقلش ہرگز نہ ہوتی ابتدائی دارالعلوم سے اس وقت تک اول الذکر وجہ ندوہ کو تہ و بالا کرتی رہی اور ثانی الذکر نا عاقبت اندیشی نے بہت زیادہ اول الذکر مانہ کو کھلنے نہ دیا بلکہ پردہ پوشی کا کام کرتی رہی نیز ثانی وجہ میں بددینی و بدلگامی سخت کلامی دریدہ دہنی۔ دینی بے باکی اور بھی طرہ ہیں۔ میں نہایت وثوق اور قوت سے اس نتیجہ کے نکالنے میں بیباک ہوں کہ جب تک وجود اول ہے کل کوششیں رائیگاں ہیں وجود ثانی اپنے موجودہ منصب سے الگ کر دیا جائے ندوہ سے تعلق رہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے اس کی تصدیق خاص مولانا سید محمد علی صاحب قبلہ اور مولانا حقانی و مولانا خلیل الرحمٰن صاحبان سے جس طرح پر چاہئے کر لیجیے۔ مجھے دس برس کے تجربہ نے ایسا مضبوط کر دیا ہے کہ شاید اسے تدریز زمانہ تک اگر اس کی تردید کی جائے جب بھی میرا یقین بدل نہیں سکتا۔ خوب یاد رکھیے کہ ایسے ندوہ میں کوئی فضیحت ہونے کے واسطے نہیں شریک ہو سکتا۔ ایک طالب علم بحر میر خوان کی خوشی میں اپنی عزت برباد نہیں کر سکتا یہی وجہ ہے کہ ایک ایک عالم نے اس سے کنارہ کشی کی اور اپنی جگہ بیٹھا ہوا ایک شعر کو مزہ لے لے کر پڑھ رہا ہے ؎

اسی باعث تو قتل عاشقاں سے منع کرتے تھے

اکیلے پھر رہے ہو یوسف بے کارواں ہو کر

دیوبند اور دیگر مدرسے اور انجمنوں میں خدا کے فضل سے دینداری تیزی پر استی۔ اسلامی جوشش اسلاف کرام کی اتباع کی دھن ہے ان کی ریس کرنا منہ چڑھانا ہے یہ ندوہ سے نہ ہوگا۔

البتہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق دے کہ اسلامی۔ مذہبی، دینی رنگ ندوہ میں غالب کرنے کی کوشش کریں اور اپنے اسلاف کرام کے جادۂ استقامت کا ایک جلوہ یہاں بھی ظاہر ہو جانے کے لئے سعی بلیغ کریں۔ مولوی صاحب خط کے آخر میں

ہیں آپ سے یہ ضرور کہوں گا کہ ممکن ہے کہ جوش میں میرے قلم سے بعض الفاظ بے محل نکل گئے ہوں لیکن کوئی شک نہیں کہ اس خط کے مضمون میں ایک نقطہ برابر بھی غیر واقعیت نہیں ہے۔ ٹھنڈے سے ٹھنڈے دل ہونے کی حالت میں میرا دل اس کی تصدیق کرے گا۔ نیز مجھے ندوہ کے روبروڈسی کی دلی خواہش بحث جانے میں ہرگز باک نہیں ہے۔ ندوہ چاہے کسی کے ہاتھ میں ہو۔ والسلام

۷، جولائی ۱۲ء

محمد حفیظ اللہ عفی عنہ مدرس اعلیٰ ڈھاکہ مدرسہ

خط، مولوی احمد علی

(۱)

۲۴، جنوری ۲۳ء

حضرت مولانا صاحب دامت فیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ طالب خیریت بخیریت ہے میں شفیقی اخی قاضی حبیب اللہ منشی فاضل کے پاس بیٹھا تھا کہ جناب کے دو رسالے محاسن یوسفی رجسٹری شدہ ان کے پاس پہونچے ایک پر حضرت مرشدنا قبلہ عالم گولڑوی دامت برکاتہم کا اسم مبارک تھا اور دوسرا قاضی صاحب کے نام کا تھا مجملاً دیکھنا ضروری ہرا بات بہت مناسب ہے خصوصاً حصہ ترتیب اوراد جو صوفیانہ رنگ میں لکھا ہے محبوب ترین حصہ ہے اس لئے اگر جناب ایک نسخہ اس کا نیاز مند کو بھی ارسال فرمائیں تو عنایت ہوگی حضرت قبلہ کا نسخہ عنقریب بستی گولڑہ شریف قاضی صاحب لے جائیں گے۔ وہاں سے اس کی رسید امید ہے کہ خدمت میں پہونچے گی۔ مگر قاضی صاحب کے نسخہ میں صفحہ ۱۶ کے بعد ۳۲ صفحہ تک صفحات کا تقدم تاخر ہے یہ فارم غلط چھپا ہے۔ شاید پہلے اڈیشن کا ہے۔ حضرت صاحب والا نسخہ درست ہے اس کے صفحہ ایسے نہیں ہیں اس لئے اگر میرے نسخہ کے ساتھ ۱۷ - ۳۲ صفحہ تک کا صحیح فارم نے نسخہ ارسال فرمائیں تو بہتر ہوگا۔

مولوی الطاف الرحمٰن صاحب ندوائی کی خدمت میں سلام مسنون۔

خاکسار

احمد علی مدرس اسلامیہ کالج و خطیب مسجد شاہی لاہور

خط، حامد میاں خاں سجادہ نشین تونسہ شریف

(۱)

فضائل کمالات مرتبت فصاحت و بلاغت منزلت عمدۃ الفضلائے زبدۃ العلمائے عصر جناب مولوی عبدالباری صاحب

پس از سلام مسنون الاسلام دعوات و ترقیات ترقی درجات بنا ادات مکشوف سعادت تخمیر ملگیر واند احوال این جا بالخیر خیر و عافیت جناب از درگاہ ایزد وہاب مدام خواہاں و جویاں۔ المرام این کہ عیان نامہ بوصول ال جا مید واعی حتی الامکان از ہر گونہ امداد خواہد نمود واز جانب فقیر تسلی دارند از دعائگاہی فراموش نفرمائید فقیر ہم دعا میکنند کہ اللہ تعالیٰ جلشانہ جملہ مقاصد ایشان حاصل فرماید و مدام خورم و خورسند دارد برلب السد زیادہ دعوات۔

الراقم فقیر حامد سجادہ نشین تونسہ شریف ۱۴ شعبان ۱۳۳۱ھ

خط، پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف

(۱)

(تاریخ درج نہیں)

مکرمی مولوی محمد عبدالباری صاحب دامت عنایاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ عنایت نامہ کاشف ماقیہا ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ۔

آپ صاحبوں کی کوشش پیہم کو منظور فرما کر اس فتنہ ارتداد کا کماحقہ انسداد فرمائے آمین میرے آشناؤں میں ایسا شخص نظر نہیں آتا جو اس خدمت کو سرانجام کرے لہٰذا اس کی تعمیل سے معذور ہوں۔

والسلام دعاگو از گرلیڈا

خط، مولوی مصطفیٰ رضا صاحب بریلی

(۱)

جناب المکرم ذی الکرم زید لطفکم

بعد مراسم مسنونہ دعا۔ جناب کا نامہ جو مشتمل بر بعض مسائل ہے آیا ہوا ہے مگر میں نے ابھی وہ حضور میں پیش نہیں کیا بعد عید ان شاء اللہ المولیٰ اس کا نمبر آئے گا۔ اتنا گزارش کئے دیتا ہوں کہ سیاسی امور میں یہاں کبھی دخل نہیں دیا جاتا۔

فقیر مصطفیٰ رضا القادری عفی عنہ مہتمم دار الافتا بریلی

جواب از حضرت مولانا

مولانا المعظم۔ السلام علیکم۔ تحریر فقیر کا نمبر بعد عید کے آئے گا اس کے معلوم ہونے سے اطمینان تھا۔ جب مناسب ہو جواب عطا فرمایئے۔ فقیر کو تو مسائل شرعیہ کا اکابر علماء سے تحقیق منظور ہے تاکہ اس پر کاربند ہو بس۔ یہ فقرہ کہ سیاسی امور میں یہاں کبھی دخل نہیں دیا گیا غور طلب ہے اس واسطے کہ تحریر فقیر میں کوئی امر سوائے مسئلہ مذہبی کے اور عرض حال کے کچھ نہیں ہے۔ میری تحریر کا تصفیہ کہ سیاسی ہے یا مذہبی قیامت میں ہوگا۔

خط، مولوی ریاست علی صاحب

(۱) (تاریخ درج نہیں ہے ۲۷ جولائی سنہ ۲۰ء پہونچنے کی تاریخ درج ہے)

مخدومی دام مجدہ۔ بعد سلام مسنون آنکہ فقیر کی رائے ناقص یہ ہے کہ گو مولوی احمد رضا خاں صاحب کی ملاقات کی چنداں آپ کو ضرورت نہیں لیکن اگر ملاقات ان سے کر بھی لی جائے تو بوجہ نیت خیر کے اجر سے خالی بھی نہیں و ہوالمقصود۔ مسائل کی بابت اُن سے یہ گفتگو ہوئی اور یہ طے پایا اور یہ ثابت کیا گیا کہ مولوی عبدالباری صاحب نے کبھی قربانی بقر کی ممانعت نہیں فرمائی۔ اب یہ قصہ کہ بمبئی میں مولوی عبدالباری صاحب نے رجوع کی بحث تھا اور نیز خلافت کے باب میں گو فرضاً مولوی عبدالباری صاحب غیر صائب ہی لیکن بادشاہ اسلام پر اگر کفار چڑھائی کریں اور وہ مغلوب ہو تو پھر آیا اہل اسلام کو اس کی امداد نہ کرنا چاہیئے اور اسلام کو کفار کے ہاتھوں سے تباہ کرا دینا چاہیئے جواب دیا کہ نہیں عرض کیا میں نے کہ یہی مقصود ہے۔ سوائے اس کے نزاع لفظی ہے جس تاریخ آپ لکھنؤ سے روانہ ہوں اطلاع فرمایئے کہ نیاز مند آپ سے کسی جگہ ملاقات کر کے معیت حاصل کرے آیا آپ شاہجہانپور میں تشریف لاویں گے اور یہیں سے ملاقات ہوگی اور معیت میں فقیر کو جانا ہوگا یا کیا رائے قرار فرمایئے گا؟

از شاہجہانپور رقمہ محمد ریاست علی

خط، مولوی محمد انیس صاحب

(۱)

حضرت مولانا! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج کئی روز سے خیریت مزاج اقدس نہ معلوم ہو سکنے سے تعلق خاطر ہے۔ خدا کرے سب

بخیریت ہو اس وقت باعث تصدیعہ یہی دو امر ہیں۔

۱۔ جناب نے اپنے اعلان میں دار الحرب اور ہجرت پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کو دار الحرب کہنے کے باوجود ہجرت کو واجب نہیں کہتے تھے۔ اس کے متعلق میں اطمینان حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ شاہ صاحب کا یہ خیال جناب کو کس ذریعہ سے معلوم ہوا ہے۔ نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم نے العبرہ میں جہاں دار الحرب کے مسئلہ پر شاہ صاحب کی رائے نقل کی ہے۔ وہیں یہ بھی لکھا ہے کہ شاہ صاحب کے اس خیال پر کہ ہندوستان دار الحرب ہے کسی مولوی صاحب نے ترک ہجرت کا اعتراض کیا تھا جس پر شاہ صاحب نے دو جواب دیئے۔

۱۔ وجوب ہجرت استطاعت پر ہے اور مجھے استطاعت نہیں ہے۔

۲۔ وجوب علی الفور نہیں ہے بلکہ علی التراخی ہے۔

ان دونوں جوابات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نفس وجوب ہجرت کے قائل تھے لیکن بعض عوارض انہوں نے ہجرت نہیں فرمائی۔

۲۔ ضمیمہ البقر کے ترک کرنے کے بعد طبقہ متوسط نیز غربا (اپنے غربا جن پر اضحیہ کا وجوب ہے) سخت مشکلات میں ہیں خصوصاً جن کے یہاں متعدد قربانیاں ہونی ہیں۔ ان کو اور بھی دشواری ہے۔ پس ایسے وقت میں اگر مذہب غیر کی تقلید کر لی جائے تو کیا حرج ہوگا جس میں اس قدر آسانی ہے کہ اگر ایک گھر کے تمام افراد کی طرف سے صرف ایک قربانی کر دی جائے تو کافی ہو۔ امید ہے کہ اپنی رائے عالی سے جلد مطلع فرمائیں گے۔

۲۲۔ جون ۱۹ء

محمد امین عفا اللہ عنہ از نگرام

(۲)

حضرت مولانا المحترم مدظلہ

تسلیم۔ مولوی برکت اللہ صاحب کی نظر بندی بحد قابل افسوس ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس بلا سے جلد نجات دے۔ مولوی صاحب موصوف میں تو جہاں تک اپنا علم ہے کوئی ایسے اسباب نہ تھے کہ جن کی بنا پر نظر بند کیا جاتا۔ لیکن حکم حاکم کا۔ امید ہے کہ خیریت مزاج سے بواپسی ڈاک جلد مطلع کیا جاؤں فقط والسلام

۲۲۔ جون ۱۹ء

محمد امین عفا اللہ عنہ از نگرام

خط۔ مولوی عبدالرحمٰن نگرامی

(۱)

۱۲۔ اکتوبر ۱۹ء مدرسۃ الاصلاح سرائے میر

مخدوم و مکرم ادام اللہ ظلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج اقدس۔ گرامی نامہ والا مع اشتہار مرسلہ موصول ہوا۔ بندہ فقیر ایک عرصۂ دراز سے مشتاق مکاتبت و مراسلت تھا اگرچہ قدیمی خاندانی تعلقات مستدعی تعارف نہ تھے تاہم یہ مقتضائے بشریت کنت اقدم رجلاً واخر اخری نسد تھا کہ اس مرتبہ مسلم کانفرنس کے موقع پر بتوسط محترم جناب مولوی محمد امین صاحب شرف زیارت حاصل کروں کہ قلت فرصت اور جناب کی زبردست مصروفیت مانع آئی۔

بہرحال میں اگرچہ سردست ایک ایسے عربی درسگاہ میں مقیم ہوں جو ایک ویرانہ میں آباد ہے تاہم اپنے فریضۂ دینی سے غافل نہیں۔ دعوت و تبلیغ عمل فی سبیل اللہ بفضل ایزد متعال ہر دم و ہر ساعت جاری ہے۔ انشاء اللہ العزیز اس موقع پر بھی حسب ارشاد والا دعائے بقائے خلافت والحاح و زاری بدرگاہ رب العزت کے انتظامات عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔

جناب والا جو اہم خدمات مذہبی و دینی انجام فرما رہے ہیں خدا ان میں آپ کی سعی مشکور کرے اور آپ کی ذات با برکات کو ہم جمیع مسلمانان ہندوستان پر سایہ فگن رکھے کسی نہ کسی وقت جوش فدائیت و ولولہ جان نثاری کی ایک لہر رگوں میں دوڑ جاتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ جناب والا آئندہ اس فقیر کو موقع عطا فرمائیں گے کہ مفصلاً اظہار خیالات کر سکے۔ تار کے مضمون کا منتظر ہوں والسلام خیر ختام۔

آپ کا خادم محمد عبدالرحمٰن نگرامی ادیب مدرسۃ الاصلاح

(۲)

۱۰ جون سنہ ۲۰ء از نگرام ضلع لکھنؤ

مکرم و معظم دام مجدکم

السلام علیکم۔ مزاج اقدس۔ گرامی نامہ پہونچا۔ میں ہمہ تن مستعد ہوں امید کہ تاریخ مقرر ہونے کے بعد فوراً اطلاع بخشی جائے گی۔ سامان کر لیا ہے بس صداقت و خلوص قلبی مجاہدین فی سبیل اللہ کا سامان سفر ہے۔ ابھی سردست ۹ شوال کو سراٹے میر پہونچنا ہے تاکہ وہاں کے متعلق ضروری انتظامات کر دوں۔ حضرت مولانا مدظلہ کی واپسی تمام خادم علم و مذہب کے لئے ایک نعمت عظمیٰ ہے امید کہ اس جلسہ کے حالات سے بھی مطلع کیا جاؤں تاکہ شرکت ہو سکے۔ کیا براہ مہربانی یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ کون کون اصحاب وفد حجاز کے لئے منتخب ہوئے ہیں۔ مکرم مولوی انیس احمد صاحب مدظلہ علیحدہ خط لکھیں گے۔ میں اس وقت حالت اعتکاف میں ہوں انشاء اللہ بعد عید ۲ یا ۳ شوال کو لکھنؤ پہونچ کر شرف ملاقات حاصل کروں گا۔ خدا آپ کے اس وفد کو اپنے مقاصد میں کامیاب کرے۔

آپ کا مخلص عبدالرحمٰن ندوی

خط مولوی لطف اللہ صاحب علیگڑھ

(۱)

مجمع اخلاق سینہ و منبع اشفاق مرضیہ جناب مولوی محمد عبدالباری صاحب دامت عنایاتکم

سلام مسنون کے بعد مدعا یہ ہے سامی نامہ صادر ہو کر کاشف حالات ہوا۔ میں چاہتا ہوں کہ ناظم ندوۃ العلما کوئی اچھا اور نیک آدمی ہونا چاہیئے مولوی حبیب الرحمٰن خاں واقعی اس قابل ہیں ان سے نظامت کے واسطے کہہ سکتا ہوں لیکن کیونکر کہوں یا میں اُن کے پاس جاؤں تو یہ دشوار ہے اس لئے کہ میں معذور ہوں جس کو آپ خود جانتے ہیں یا وہ میرے پاس آئیں تو مدت سے وہ میرے پاس نہیں آئے پھر میں ان سے کس طرح کہہ سکتا ہوں اور مجھ کو یہ بھی خیال ہے کہ شاید نظامت کو بمشکل منظور کریں گے۔ اس لئے کہ ناظم کو لکھنؤ میں رہنا چاہئے اور ریاست کی وجہ سے اُن کا وہاں قیام دشوار ہوگا عزیزی امانت اللہ مدیم الفرصت ہے اس وجہ سے وہ معذور ہے ہاں اور کوئی شخص پکا مسلمان نیک خوش عقیدہ تلاش کر کے اُس کو ناظم بنانا چاہیئے۔ والسلام ختم الکلام محمد لطف اللہ از شہر علی گڈھ

۱۵ جمادی الاول سنہ ۳۳ھ

کاتب الحروف محمد امانت اللہ سلام عرض کرتا ہے۔

خط، مولانا محمد سلیمان اشرف

(۱)

مخدوم و مطاع صاحب الفضل والعلےٰ دام اللہ فیوضاتکم

وعلیکم السلام ثم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ شرف صدور والا نامہ موجب صد افتخار۔ التماس فقیر نے شرف قبول پایا یہ عین عنایت۔ سارے مضامین حرفاً حرفاً مطالعہ کر لیئے گئے ان میں سے بعض مضامین پہلے سے نظر سے گذر چکے تھے اب پھر دوبارہ پڑھا جن نا مشروع امور کا فقیر نے جناب والا سے ذکر کیا تھا وہ سب بصورت ایک مضمون لکھ لئے گئے ہیں۔ خصوصاً مسئلہ قربانی کے متعلق مفصل بحث کی گئی ہے۔ مسودہ صاف ہو کر دو چار روز ہوئے ہیں کہ مطبع میں بھیج دیا گیا ہے۔ چھپنے کے بعد خدمت والا میں بھیجنے کا شرف حاصل کروں گا۔ یہ ظاہر ہے کہ ہم میں سے کسی کو اجتہاد کا مرتبہ حاصل نہیں اگر اُس تحریر کے جواب میں نصوص شرعیہ پیش کئے گئے تو سر تسلیم خم ہے واللہ علےٰ ما اقول شہید ورنہ یہ دعا ہے اور جناب سے آمین کی تمنا تو مولیٰ تبارک و تعالےٰ توفیق عطا فرمائے تاکہ بہ ہر نوع اُس کے جیسے ہوئے دین کی تائید کر سکوں وما ذلک علے اللہ بعزیز وھو حسبی ونعم الوکیل۔

۲۵ اپریل سنہ ء — حررہ بقلمہ فقیر محمد سلیمان اشرف عفی عنہ مدرسۃ العلوم علیگڈھ۔

(۲)

مخدومنا المکرم و مطاعنا المعظم المفضل والمجد والکرم دام اللہ برکاتکم و فیوضاتکم علینا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ رسالہ الارشاد ہر دو حصہ کامل غالباً جناب کی خدمت میں پہنچ چکا ہو کا مطبع کو ہدایت کر دی گئی تھی بلکہ علی الفور ایک نسخہ آں جناب کی خدمت میں بھیجنے کا شرف حاصل کرے۔ اگر ہنوز نہیں پہونچا ہے تو امروز فردا میں دست بوس ہو گا۔ بعد ملاحظہ جذبات سے یکسو ہو کر مطلع فرمایئے۔ کالج میں تعطیل ہے فقیر کا قیام وطن میں ہے زیادہ اللہ بس و باقی ہوس۔

۲۵ مئی سنہ ء محلہ میر داد بہار شریف ضلع پٹنہ — حررہ بقلمہ فقیر محمد سلیمان اشرف عفی عنہ

خط، خواجہ کمال الدین صاحب احمدیہ بلڈنگ لاہور

(۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلے علےٰ رسولہ الکریم

مکرمی مولانا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الفضل قادیان مورخہ ۲۱ نومبر ۱۶ء میں ذیل کے سطور طبع ہوئی ہیں۔ چونکہ ان کا تعلق آپ کی ذات کے ساتھ ہے اس لئے میں انھیں یہاں نقل کر کے جناب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ واقعات مندرجہ کو کہاں تک صحیح سمجھا جا سکتا ہے یا یہ صرف نامہ نگار الفضل کی طبع زاد ہیں۔ الفضل کی عبارت حسب ذیل ہے:

خواجہ کمال الدین کے نگران

بابو محمد علی خان صاحب لکھنوی تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے شہر کے نوجوان مولوی عبد الباری صاحب فرنگی محلی فرمانے لگے کہ افسوس مسٹر احسان الرحمٰن صاحب طالب علم بیرسٹری کے ہمراہ جو میں نے کتابیں خواجہ صاحب کے لئے روانہ کی تھیں وہ جہاز عربیا کے ڈوبنے کی وجہ سے تلف ہو گئیں اور خواجہ تک نہ پہونچ سکیں۔ راقم سطور ہذا کا خیال ہے کہ مولانا

نے یہ کتابیں خواجہ صاحب کے لئے روانہ کی ہوں گی تاکہ وہ احمدیت سے کھلا کھلا علیحدہ ہو جائے۔ ورنہ کجا مولانا اور کجا خواجہ صاحب کو کتب روانہ کرنا۔ اسی سلسلۂ کلام میں نوجوان مولوی فرمانے لگے کہ میری غرض مسٹر موصوف کے روانہ کرنے سے یہ بھی تھی کہ وہ خواجہ صاحب کا ہاتھ بٹائیں کیونکہ شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی واپس آنے والے ہیں اور اس طرح خواجہ صاحب بالکل تنہا رہ جاتے ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ خواجہ صاحب مطلق العنان ہو کر وہاں رہیں اور تبلیغ کریں کوئی نہ کوئی نگران رہنا چاہیے۔ امید کہ آپ براہِ نوازش بہت جلد عریضہ ہذا کا صحیح صحیح جواب دے کر ممنون فرمائیں گے اور نامہ نگار الفضل کے مندرجہ بالا بیان کو سچ یا جھوٹ جیسا بھی ہو قرار دے کر اس بات کا بھی پتہ دیں گے کہ وہ کون کون سی کتابیں تھیں جو آپ نے خواجہ صاحب کو بھیجی تھیں اور وہ عربیا جہاز میں ڈوب گئیں۔ اور کسی آدمی کو آپ کس غرض کے لئے ولایت بھیجنے والے ہیں۔ والسلام

خاکسار دوست محمد اڈیٹر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگ نولکھا لاہور

حضرت مولانا کے جواب کا خلاصہ

مسلمان اگر سفر کرے تو کوئی نہ کوئی مذہبی خدمت ضرور کرے ورنہ اندیشہ یہ ہے کہ
اگر ہلاک ہوگا تو دین دنیا میں کہیں کا نہ رہے گا اور اگر نیت خیر ہوگی تو موت بھی کامیابی
ہے۔ اسی قسم کی گفتگو ممکن ہے کہ میں نے کی ہو جس کو کسی اڈیٹر نے سن کے اپنے الفاظ میں جس طرح
چاہا ہو ادا کیا ہو۔ واقعہ اسی قدر ہے۔

(۲)

(تاریخ درج نہیں ہے) مکرمی حضرت قبلہ مولوی صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اخویم مولوی ابو یوسف صاحب کے مقدمہ کے حالات میں نے اخبار میں دیکھے۔ میں نے مسلم مشن کو پالیٹکس سے ہمیشہ الگ رکھا ہے کیونکہ مشن کے لئے اسی میں راہ امن دیکھی ہے۔ اب یہ مقدمہ اور اس کے نتائج مجھے حیران کر رہے ہیں۔ فتوٰی مطلوبہ کی غرض سے تو آپ واقف ہو گئے ہوں گے۔ افسوس یہاں آکر میں بیمار ہو گیا ورنہ حاضر ہوتا مجبوراً لاہور جا رہا ہوں۔ خواہش ہے کہ ولایت جانے سے پہلے زیارت کروں۔ تعلیمات اسلامی یا قرآنی کا منکر تو بیشک اسلام سے خارج ہوگا۔ لیکن وفات و حیات مسیح کا مسئلہ تو ایمانیات میں سے بروئے قرآن و حدیث مجھے سمجھ نہیں آتا۔ ہاں جس کے نزدیک یہ امر قطعی ہو اس کے لئے حجت ہے مگر جو وفات مسیح کو قطعی رنگ پر قرآن میں صحت نیت کے ساتھ دیکھ رہا ہو وہ کیا کرے۔ پھر اگر وفات مسیح کا قائل کسی خاص جرح میں آجاتا ہے۔ تو بہت سے مشاہیر زیر بحث آجائیں گے مفتی محمد عبدہ وفات مسیح کے ہی قائل ہیں۔ مجمع البحار میں بحوالہ ــــ امام مالک قائل وفاتِ مسیح نظر آتے ہیں۔ غالباً ابن قیم کا بھی یہی مذہب ہے وغیرہ وغیرہ۔ میرے نزدیک تو یہ امر اختلافی ہے جزو ایمان نہیں۔ بروئے بخاری شریف انی متوفیک کے معنی انی ممیتک ابن عباس سے مروی ہیں

والسلام خادم، خواجہ کمال الدین

حضرت مولانا کا جواب

مکرمی دام مجدہ، بعد سلام مسنون التماس ہے۔ مولوی حکیم ابو یوسف صاحب نے جب سے ارادہ

ولایت کا گیا ہے سیاسی امور سے گریز کر لیا ہے۔ مقدمہ بھی ان پر سے غالباً اٹھا لیا جاوے گا ایسی حالت میں وہ اشاعت اسلام میں کام کرنے کے قابل ہو جاویں گے۔ آپ نے جن مسائل کی طرف ایما فرمایا ہے مباحث دیوبند و قادیان نے اُن کو بہت اہم کر دیا ہے اس وجہ سے میں اپنی رائے اس کے متعلق اس وقت نہیں دے سکتا ہوں۔ نہ ایسی مباحث کو اس وقت چھیڑنا مناسب ہے۔ وقت بہت نازک ہے والسلام فقط"

(۳)

۴ ستمبر ۱۹۱۱ء

از دفتر سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل لاہور

حضرت قبلہ مولوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں نے گذشتہ عریضہ میں عرض کیا تھا کہ میں آیندہ مسئلہ حیات و وفات مسیح[1] کے متعلق کچھ عرض کروں گا کیوں کہ آپ نے اس کو قطعیات میں رکھا ہوا ہے میں نہ کسی بحث کو چھیڑتا ہوں نہ یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ اس معاملہ میں فیصلہ فرماویں۔ صرف اسی قدر عرض کرتا ہوں کہ یہ مسئلہ میری نزدیک ایمانیات میں داخل نہیں ہے اگر کوئی شخص امانت اور دیانت سے از روئے قرآن یہی سمجھتا ہے کہ مسیح زندہ ہے تو وہ کسی غلطی پر نہیں ایسا ہی دوسری طرح لیکن میں نے ان دلائل کو پڑھا ہے جن سے حیات مسیح ثابت کی جاتی ہے اور مجھے ان سے اطمینان نہیں ہوا۔ مجھے قرآن کی آیات سے یہی نظر آتا ہے کہ مسیح فوت ہوئے ہیں مثلاً سب سے اول جس آیت نے تجدید وفات مسیح تحقیق کی وہ یہ ہے وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات یہ ایک منطقی سنغرا ہے جس میں صغریٰ و کبریٰ موجود میں اور انھیں پر یہ قضیہ حمایہ نتیجہ نکالا گیا ہے۔ نتیجہ میں افائن مات فیصلہ کرتا ہے کہ خلت کے معنے صفت نہیں بلکہ مات ہونے چاہئیں کیونکہ رسول اس قضیہ میں حد اوسط ہے اور یہ ظاہر ہے کہ کبریت کی کلیت لازمی ہے اس لئے قد خلت من قبله الرسل کے معنے آں حضرت سے پہلے رسولوں کی موت ہو گئی اور اس میں مسیح کو شامل کرنا پڑے گا۔ قرآن میں اختلاف ہو نہیں سکتا ولو کان من عند غیر اللہ اس لئے اگر کسی اور آیت سے کچھ اور خیال ہو تو مشکل پڑے گی حالانکہ میرے نزدیک کھلی کھلی آیات وفات پر دلالت کرتی ہیں علاوہ ازیں اسی آیت پر جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خود استدلال تھا وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ بخاری نے بھی انی متوفیک کے معنے ابن عباس سے انی ممیتک لکھے ہیں۔

ذیل میں مجمع البحار کی سطریں بھی لکھ دیتا ہوں جہاں امام مالک کا مذہب درج ہے صفحہ ۲۸۶ جلد اول مطبوعہ مطبع نولکشور۔ والاکثر ان عیسیٰ لم یمت وقال مالک مات وھو ابن ثلث وثلثین سنۃ چنانچہ اکمال الکمال شرح مسلم میں جلد اصفحہ ۲۶۵ پر لکھا ہے الاکثر علی انه لم یمت بل رفع وفی العتبیہ قال مالک مات عیسیٰ ابن ثلث وثلثین سنۃ۔

کشف المحجوب میں حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث معراج کا ذکر کر کے جہاں بیت المقدس میں آپ کی اقتدا میں کل انبیاءؑ کا معہ جناب مسیح نماز ادا کرنا ثابت ہے۔ جناب مسیح کو جماعت ارواح میں شامل کیا ہے والسلام۔

خادم خواجہ کمال الدین

---

[1] حیات و وفات مسیحؑ کے متعلق خواجہ صاحب کا یہ ذاتی عقیدہ ہے۔ عام مسلمان اس سے متفق نہیں (ادارہ)

خط حضرت مولانا بنام خواجہ کمال الدین صاحب

مکرمی دام مجدہ۔ بعد ما وجب آنکہ عزیزم شیخ احسان الرحمٰن صاحب ایک انگریزی خوان نوجوان طالب علم ہیں اُن کو احکام شرعیہ سے جیسے واقفیت ہوتی ہے آپ سے پوشیدہ نہیں وہ کیا نگرانی کریں گے خاص کرکے جبکہ وہ اپنا مسند بیرسٹری کی فکر میں ہوں گے اور پھر خواجہ کمال الدین صاحب کی نگرانی اس کی اُن کو کیوں فکر ہونے لگی۔ کیونکہ خواجہ صاحب خود بھی اپنے اظہار کے موافق جو تعلیم کریں گے وہ موافق احکام حقہ شریعت محمدیہ کے ہوگی۔ اس کے خلاف کی نگرانی تو تمام اہل اسلام پر لازم ہے اس میں عزیز موصوف کی کیا تخصیص ہے ہاں وہ ایک سعادت مند اور جوان صالح طلباء سے ہیں جن سے توقع ہے کہ وہ ہر نیک بات میں اعانت کریں جیسا کہ برادرم شیخ مشیر حسین صاحب ہیں۔ مگر آپ خیال کر سکتے ہیں کہ ایک طالب علم کتنی فرصت اُس کو مل سکتی ہے کہ وہ اشاعت اسلام کی تحریک میں ہاتھ بٹائے اگر ایسا وہ کریں تو بڑی مسرت کی بات ہے۔

میں ہر مسلم سے نصیحت کرتا ہوں کہ تا بہ امکان تائید اسلام سے غافل نہ رہے اُن سے بھی اس کی نصیحت کی ہے اور یہ بھی کہہ دیا تھا کہ دیکھنا خواجہ صاحب کا طرز اشاعت اسلام کیا ہے تاکہ ہم لوگوں کو اطمینان رہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ سوائے تعلیم حقہ محمدیہ کے کسی قسم کی تعلیم کی اشاعت نہ ہو۔ اس کے واسطے چاہے کوئی نگران مقرر کیا جاوے یا نہ کیا جاوے سب نگران ہیں۔ مگر جو واقعہ میری طرف سے مذکور ہے وہ اس کے علاوہ اور کوئی مقصد رکھتا ہے تو غلط ہے نہ میں نے کسی کو خواجہ کمال الدین صاحب پر مخصوص نگران مقرر کیا ہے نہ عزیز موصوف میرے نزدیک اس کی پوری پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔

عزیز موصوف کے ہمراہ جو کتب میں نے روانہ کی تھیں جن کے غرق ہونے پر مجھے افسوس ہوا وہ عزیز موصوف کے مطالعہ کی غرض سے ان کے ہمراہ کئے گئے نسخے جن میں سے شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی تھی اور شرح مثنوی مولانا بحرالعلوم قدس سرہ اور تفسیر قرآن شریف مؤلفہ مولانا فخرالدین فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ تھی کوئی کتاب میں نے خواجہ کمال الدین صاحب کے لئے نہیں دی تھیں یہ سراسر غلط ہے والسلام فقط

خط محمد صدیق صاحب حقانی

(۱)

از حیدرآباد دکن

حضرت مولانا دام مجدکم

۲۰ ذیقعدہ ۱۳۴۳ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ: مزاج گرامی آپ کو معلوم ہے کہ میں کون ہوں۔ جناب ناظم علی صاحب وکیل کے مکان میں کئی وقت شرف ملاقات حاصل کر چکا ہوں انجمن خدام کعبہ صوبہ دکن کی سالانہ مطبوعہ رپورٹ کی ایک کاپی خدمت والا میں پیش کی تھی الحمدللہ کہ جس میں میرا نام بھی ہے۔ میرے والد حضرت مولوی غلام طاہر صاحب مدظلہ مہتمم خزانہ سرخاص مبارک ہیں اور میرے دادا حضرت منشی محمد صدیق حقانی صدیقی المخاطب نواب صدیق یار جنگ تھے اور میرے نانا حضرت سید افتخار علی شاہ صاحبؒ جو حضرت مولانا عین القضاۃ صاحبؒ کے ماموں ہوتے ہیں۔ اب تو غالباً آپ نے راقم الحروف کو پہچان لیا ہوگا۔ ماہ شعبان میں محترمی مولانا قطب الدین عبدالوالی صاحب حیدرآباد

تشریف لائے ہوئے تھے بعد ملاقات میں نے اُن کی خدمت میں ایک مختصر سا شجرہ پیش کیا تھا کہ جس سے مولانا عین القضاۃ صاحب سے قرابت نمایاں ہو جائے۔ جناب موصوف نے اُس کو آپ کی خدمت میں پیش کر کے اطلاع دینے کا وعدہ فرمایا تھا اور جناب مکرمی ناظم علی صاحب وکیل نے بھی فرمایا تھا کہ میں ماہ رمضان المبارک میں لکھنو جاؤں گا تو آپ کی کار روائی کچھ ہو گی لیکن نہ وہ گئے اور نہ آپ کے پاس سے کوئی اطلاع آئی اور یہاں حضرت والد ماجد صاحب مدظلہ علیل ہو گئے جس کی وجہ سے میں بھی یہاں سے نہ نکل سکا اور نہ کوئی عریضہ گذران سکا اور نہ ماہ صیام کی تعطیلات میں مصمم ارادہ تھا اب کچھ آرام ملا ہے اس لئے یہ عریضہ گذرانتا ہوں براہ کرم ہم مستحقین کا کچھ تو خیال فرمایئے اور حق بحقدار کو پہونچانے کا اجر حاصل فرمایئے۔ مجھے واللہ آپ سے زیادہ کسی سے امید نہیں اور نہ میری نظر اس وقت سوائے آپ کے اور کسی پر جاتی ہے آپ کی عنایت و اخلاق بے پایاں سے امید ہے کہ آپ مستحقین کی ضرور مدد فرمائیں گے۔ آپ اگر چاہیں تو سب آسان ہے۔ للہ مشورہ دیجئے کہ اب ہم کو کیا کرنا چاہیے اور کون سا طریقہ آسان ہے ہم کو اگر ربع حصہ بھی مل جائے تو بس ہے۔

کیا پہلے یہاں ریزیڈنٹ سے ملوں یا راست وہاں آجاؤں۔ آج کل لکھنو کا موسم شاید سخت گرمی کا ہو گا موسم کی ایسی حالت جو ہم حیدر آبادیوں کے لئے تکلیف دہ نہ ہو اور قابل برداشت ہو کب سے شروع ہوتی ہے۔ براہ کرم و براہ خدا ان تمام حالات سے تشفی بخش جواب مرحمت فرمایئے گا اور نیک اور آسان مشورہ سے ہماری مدد فرمایئے۔ آپ کی اور میری خط و کتابت انشاء اللہ بالکل راز میں رہے گی یا ناظم علی صاحب کے ذریعہ سے ہو تو میں وہاں جا کر ہدایات حاصل کرنے کے لئے تیار ہوں اور جیسا آپ مشورہ دیں اُس پر عمل کرنے کو تیار ہوں اور جونہی آپ کے پاس سے اطلاع آئے اور زمانہ اجازت دے حاضر خدمت ہو جاؤں گا فقط

خادم محمد صدیق حقانی

خطوط، کشفی شاہ صاحب نظامی

(۱)

۲۴ جنوری ۱۹۲۱ء جناب مولانا محمد عبد الباری صاحب زاد عنایتہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اخبارات میں خدام کعبہ کے سابق ممبروں سے روپیہ وصول کرنے کی تجویز پڑھی اس تجویز سے اختلاف تو مجھ کو نہیں ہے مگر یہ ضروری خیال کر کے واقعات مندرجہ ذیل آپ پر ظاہر کرتا ہوں کیونکہ بعض ممبروں کو اس وقت انتہا درجہ کی مصیبتوں کا سامنا ہے یہ آپ کو معلوم ہو گا کہ خدام کعبہ کے ممبر حزب الاحرار کے ممبر خلافت کمیٹیوں کے ممبر اور دیگر قومی و مذہبی کاموں میں حصہ لینے والے یہ سب ایک ہی ہیں ان میں بہت ہی کم فرق ہے۔ یہی وہ ممبر ہیں جو کہ اب خلافت کمیٹیوں میں چندے دے رہے ہیں۔ یہی ممبر نظر بندان خلافت کی امداد کر رہے ہیں۔ یہی ممبر قومی اخبارات کے خریدار ہیں اور ان کے معاون ہیں یہی ممبر اب قومی اسکولوں میں چندہ دے رہے ہیں اور یہی ممبر ہیں جو کہ تحریک ترک موالات سے اپنی قربانیاں کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر فرض کر لیجئے کہ زید خدام کعبہ کا ممبر تھا اور دفتر بند ہو جانے سے وہ خلافت کمیٹی کا ممبر ہو گیا اب زید خلافت کمیٹی میں چندہ دے رہا ہے اور قومی اخبار بھی خرید کر کے پڑھتا ہے اور جب اخبار پریس ایکٹ کا شکار ہوتے ہیں تو وہ ان کی امداد کرتا ہے اور اب قومی اسکول جاری ہونے پر بھی زید نے ایک کثیر رقم ماہوار چندہ دیا ہے۔ بیت المال قائم ہوتے ہی وہ اس کی بھی امداد کرے گا مگر عرصہ نو ماہ سے زید نے ترک موالات کیا ہوا ہے اس سے قبل اس کی آمدنی سو روپیہ ماہوار تھی اب اس

کی آمدنی صفر ہے بلکہ اس پر مشکل ہوگیا ہے کہ وہ اپنے کنبہ کی پرورش کر سکے۔ اب اس کو یہ بھی معلوم ہوگیا ہے کہ خدام کعبہ کا بھی چندا دینا ہے تو اس حالت میں اب قومی کام کرنے والے کے واسطے مشکل ہوگیا ہے کہ یا تو وہ چندوں کی فہرست سے علیحدہ ہوجائے اور یا ترک موالات چھوڑ دے۔ بتایئے کہ اب وہ اپنی زندگی اور مذہبی و قومی فرائض کس طرح سے ادا کرسکتا ہے آپ اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ بیت المال میں بھی وہی لوگ حصہ لیں گے جو کہ اب تک ان سب کاموں میں حصہ لے چکے ہیں۔ مگر اب جبکہ ان کی آمدنیاں ترک موالات کی قربانی ہوچکی ہیں تو اب اُن کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ وہ مجبور ہوچکے ہیں کہ زکوٰۃ یا صدقہ ادا کرسکیں اگر آپ اور تمام ملک کے رہنما لیڈر ہند کی اندرونی حالت کا خیال کریں گے تو آپ سب کو معلوم ہوگا کہ قومی کاموں میں حصہ لینے والے اہل ہند تباہ ہو رہے ہیں اور اُن کی آذیوں پہ مہر بندش کی لگ چکی ہے آخر ایسا ہوگا کہ اگر لیڈروں نے ان کا علاج نہ کیا تو یا تو وہ اور اُن کے اہل و عیال فاقوں سے مر جائیں گے یا خودکشی کریں گے یا ڈر ہے کہ وہ قومی کاموں ہی سے علیحدہ ہوجاویں۔ اس وقت فکر تو خلافت کا ہو رہا تھا اُس کا تو اب تک کوئی اصلی علاج نہیں ہوا مگر قوم بھی اب خاتمہ کے قریب آگئی ہے۔

اس واسطے بہتر ہے کہ لیڈر جلسوں کی کارروائی اور جلوسوں کے کارناموں کو بند کریں اور ان چندوں کی فہرستوں کو ہمیشہ کے واسطے بند کرکے ایسا علاج کریں جس سے قوم پر فاقہ کشی کی نوبت تو نہ آئے جب قوم ہی نہ رہے گی تو اگر اُس وقت سوراج مل گیا تو افسوس کر کیا کرنا ہوگا ترک اور عربوں کی اور ہر ایک مسلم کی امداد کرنا مسلم کا فرض ہے مگر مقدم امداد ہمسایہ کی ہے۔ ترکوں اور عربوں سے پہلے اپنے گھر ہند کی حالت پر غور فرمایئے اور کوئی بہتر علاج اس کے لئے سوچئے۔ آپ کو معلوم ہوگا۔ زمانہ قرب قیامت کی خبر دے رہا ہے اور قرب قیامت سے قبل ظہور حضرت امام مہدی آخر الزمان کا ضروری ہے اور یہ ظہور کا وقت ہے اس واسطے ضروری ہے کہ امر بادی کی بیعت کی تبلیغ کی جائے۔ جب کل قوم ایک مرکز پر جمع ہوجائے گی اس وقت تمام مرحلے حل ہوجائیں گے اس وقت قوم کا ہر ایک فرد جدا ہے؛ جدا ہی نہیں بلکہ ایک دوسرے کا دشمن ہے۔ سوائے قادیانیوں کے کوئی امر بادی کی بیعت سے گریز نہ کرے گا۔ آپ فرمائیں گے امر بادی کہاں ہے جب آپ قوم کو اس بات کے واسطے تیار کریں گے تو اس وقت امر بادی کا خود بخود ظہور ہوجائے گا کیونکہ امر بادی کی بیعت کی تبلیغ کے واسطے نہ چندوں کی ضرورت ہے نہ جلسوں کی اور نہ ہی جلوسوں کی اور نہ ہی نظر بندیوں کی نہ ترک موالات کی نہ حکام پرستی کی نہ کونسلوں کی ممبری کی اور نہ ہی قانون شکنی کی وہاں صرف ایمان کی ضرورت ہے یہ مسلّم الثبوت ایمان والا فوراً لبیک کہے گا اور کافر روگردانی کریں گے۔ اس وقت اگر ایک کی نظر بندی ہوگی تو اُس کے جیل جانے سے قبل تمام قوم کی قوم جیل میں ہوگی۔ اوّل تو اُس وقت نظر بندی کی ضرورت ہی نہ رہے گی اگر خدانخواستہ ایسا وقت آگیا تو یہ نہ ہوگا کہ ظفر علی جیل ہو اور قوم آزاد رہے سب قوم کی قوم جیل میں ہوگی۔ امر بادی کی بیعت ہی امن کی ذمہ دار اور خلافت کی اصلی شان اور ہند کی آزادی ہے اس کے برخلاف نہ سوراج ملے گا اور نہ ہی خلافت رہے گی بلکہ قوم تباہ اور برباد ہوجاوے گی۔ امید ہے کہ آپ اس کا مفصل جواب عطا فرمائیں گے۔ فقط

خادم کشفی نظامی چک قاضیاں ضلع گورداسپور، پنجاب

جواب حضرت مولانا

ہم لوگ بیت المال کی تحریک اس وجہ سے کر رہے ہیں کہ چندوں کا بار کم کریں اور سب کو ہر بار

لائیں جو شخص خصوصاً آپ کا فرض زیادہ تنے چندے دے رہا ہے تو اُس کو صرف ایک روپیہ سال دینا کیوں گراں ہے۔ حالانکہ جس مرکزیت سے خدام کعبہ کا انعقاد ہوا ہے اُس کی ابھی تک دوسری مجلس نہیں ہے اور مسئلہ امرباوری میرے نزدیک غیر ممکن الحصول اور باعث مفاسد عدیدہ ہے۔ جو فوائد آپ نے تحریر کئے ہیں وہ وہی ہیں ظفر علی خاں صاحب کے ساتھ جو لوگ تھے وہی امام کے ساتھ ہوں گے اُن سے توقع فضول ہے۔

خطوط، مولوی کرم علی صاحب

(بنام مولوی سلامت اللہ صاحب)

(۱)

مخدومی جناب مولانا سلامت اللہ صاحب قبلہ مدظلہ

السلام علیکم، جو اشتہارات یہاں طبع ہوئے ہیں وہ خدمت سامی میں بھیجتا ہوں۔ آج یہاں عام ہڑتال ہے ہندو مسلمانوں کی کل دکانیں بند ہیں ایک پیسہ کے پان نہیں مل سکتے ۵ بجے شام کو پریڈ کے میدان میں ایک عظیم الشان اجتماع ہوگا اُس میں ریزولیشن پاس کر کے حضور وائسرائے اور وزیراعظم کی خدمت میں حسب ہدایت خلافت کمیٹی بھیج دیئے جاویں گے۔ حافظ محمد حلیم صاحب رئیس اعظم کانپور صدارت فرمائیں گے۔ والسلام۔

احقر کرم علی ۱۷/اکتوبر ۱۹۲۰ء

(۲)

مخدومی جناب مولوی سلامت اللہ صاحب دام برکاتہ

السلام علیکم، مسمی بہادر خاں صاحب آتے ہیں۔ ان سے تمامی واقعات سن کر جو مناسب تدبیر ہو اس کے متعلق توجہ فرمایئے۔ یہاں اس وقت بدقسمتی سے نہ حافظ ہدایت حسین صاحب ہیں نہ اور کوئی صاحب ہیں۔ میں باہر جا رہا ہوں اور یہ معاملہ اہم ہے اس پر توجہ فرمانا ضروری ہے۔ والسلام

۲۴ اکتوبر ۱۹۲۰ء از کانپور احقر محمد کرم علی عفی عنہ آنریری سکرٹری انجمن خدمتہ المساجد کانپور

(۳)

حضرت مولانا صاحب قبلہ مدظلہ

السلام علیکم۔ فدوی بفضلہ تعالیٰ بدعائے آں جناب مع الخیر ہے خیریت مزاج اقدس عرصہ سے نہیں معلوم ہوئی اس درمیان میں لکھنؤ ایک روز کے لئے حاضر ہوا تھا ۵ بجے دن کو لکھنؤ پہونچا ضروریات ذاتی کی وجہ سے فرصت نہ مل سکی اس لئے حاضر نہ ہو سکا۔ کل جناب مولانا مولوی عبدالرزاق صاحب قبلہ مدرس اول مدرسہ امداد العلوم سے ملاقات ہوئی مولانا موصوف حضرت کے جواب کے منتظر ہیں آئندہ جمعہ کو بعد نماز جلسہ دستاربندی ہوگا نہایت سادہ اور قدیم طرز کے اعتبار سے جلسہ ہوگا۔ یا امید قوی ہو چکی ہے کہ جناب والا اپنی تشریف آوری سے سرزمین کانپور کو مشرف فرما دیں گے۔ لیکن ابھی تک وقت تشریف آوری نہیں معلوم ہوا اس لئے ملتمس خدمت عالی ہوں کہ وقت تشریف آوری سے جناب والا مطلع فرما دیں۔ میری ناچیز رائے میں اگر حضرت والا آئندہ یوم جمعہ کو ۷ بجے کی گاڑی سے

تشریف لے چلیں تو اچھا ہوگا۔ کیا عجب ہے کہ میں خود بھی حاضر ہوں ورنہ جناب منشی عبدالجلیل صاحب سوداگر ایک روز قبل اسی غرض سے حاضر خدمت ہوں گے۔ جلسہ چونکہ نہایت سادگی کے ساتھ کیا جاوے اس لئے ہم لوگوں کے حوصلے دل کے دل ہی میں رہیں گے۔ بزرگوں کا طریقہ ہماری ایوں سے بہت بہتر ہے امید کہ بہ ملاحظہ عریضہ ہذا وقت تشریف آوری کی اطلاع سے یہ خاکسار سرفراز کیا جاوے گا۔ بہتر ہوتا کہ مولانا محمد سلامت اللہ صاحب قبلہ و نیز دیگر حضرات او بھی تشریف فرما ہوتے۔ والسلام

۴ نومبر ۱۹۱۹ء از کانپور   آپ کا ادنیٰ خادم احقر محمد کرم علی عفی عنہ

(۴)

۱۲ دسمبر ۱۹۱۹ء از کانپور

مکرمی جناب مولوی محمد سلامت اللہ صاحب دامت برکاتہ

السلام علیکم۔ گرامی نامہ کا جواب مختصراً قبل ازیں ارسال کر چکا ہوں آج یہ امر خاص طور پر قابل گذارش ہے کہ بحمداللہ آپ کے ارشاد کی تعمیل ایک حد تک پوری ہوگئی اور امید ہے کہ حتی الامکان کوئی نمایاں صورت نظر نہ آسکے گی۔ یعنی کلیر شریف میں جہاں تک مجھے معلوم ہوا ہے جشن نہ منایا جائے گا لیکن اخبارات میں اشاعت کی ضرورت نہیں جن صاحب نے وہاں کام کیا ہے اُن کی اس مسئلہ خاص میں سخت ممانعت ہے مگر بڑا افسوس ہے کہ اس دوا دوش میں کانپور میں پوری طور سے کام نہ ہوسکا۔ ایک تو میری عدم موجودگی دوسرا مولوی سید فضل الرحمن صاحب کی پوری مخالفت تیسری اور بہت سی وجوہات ہیں جن کو اس وقت تحریر میں لانا باعث طوالت ہے تاہم یہ ہو گیا ہے کہ مسلمان روشنی نہ کریں گے یتیم خانہ اسلامیہ و نیز دیگر مدارس نے خیرات لینے سے انکار کر دیا۔ سوائے حلیم مسلم ہائی اسکول کے اور قریب قریب اکثر حصہ مسلمان بچوں کا مٹھائی وغیرہ لینے سے اور والدین کی دینے سے احتراز کر چکا وقت نہیں ملا اس لئے کام نہیں ہوسکا۔ بہرحال انشاء اللہ بوقت ملاقات مفصل عرض کروں گا۔ ۷ دسمبر کو میں اسی لئے نہ آسکا کہ میں باہر گیا ہوا تھا۔ والسلام

احقر محمد کرم علی عفی عنہ

(۵)

مخدومنا و معظمنا جناب مولوی محمد سلامت اللہ صاحب قبلہ ظلہ العالی

السلام علیکم۔ بعد تعظیم کے بعد ملتمس خدمت عالی ہوں کہ جناب والا کی تشریف آوری پر جو فروگذاشتیں مسلمانان کانپور سے اور مجھ سے سرزد ہوئی ہیں اُن کے لئے نہ صرف میں بلکہ مجلس استقبالیہ اور نہ صرف مجلس استقبالیہ بلکہ بیشتر حصہ مسلمانوں کا نہایت ادب سے آپ کی خدمت میں التماس کرتا ہے کہ آپ ہماری مشکلات کا لحاظ فرما کر معاف فرمائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو ترتیب پروگرام کی رکھی گئی تھی وہ نافذ نہ ہو سکی جس کا سخت افسوس ہے اور یہ خیال تھا کہ جلسہ میں عام مسلمان آپ سے کھڑے ہو کر اپنی تقصیرات کی معافی چاہیں گے چونکہ سرزمین کانپور پر اتنا عظیم الشان اجتماع کسی وقع پر نہ ہوا تھا اس لئے تمام انتظامی ترتیب نظام کے درہم برہم ہونے سے معطل اور بیکار ہوگئی تھیں۔ میری تنہا یہ کیفیت تھی کہ اس قدر تگ و دو میں مصروف تھا کہ دم مارنے کی فرصت نہ تھی۔ میں نے جس وقت ریل کے پھاٹک کے قریب جناب کو پاپیادہ دیکھا اسی وقت گاڑی پر سے اتر پڑا اور جناب کی جستجو میں رہا لیکن

آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔

جب نہر کے پل کے قریب پہونچا فوراً میرے پاس مولوی خواجہ عبدالواحد صاحب تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا کہ ابوالکلام صاحب آرہے ہیں اُن کا انتظام کیجے میں نے اُن کو اسٹیشن بھیجا اور میں خود بغرض تیاری خطبۂ تہنیت خیر مقدم چلا۔ انکوائری آفس کے قریب نہ پہونچنے پایا تھا کہ میری مجلس کے پرجوش ممبر منشی عبدالحفیظ صاحب تاجر کتب چوک کے انتقال کی خبر معلوم ہوکر افسوس ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون اگرچہ اُن کی فوری موت نے بعید صدمہ پہونچایا لیکن مجھے اس کی ضرور خوشی ہوئی کہ اُن کو حضرت مولانا عبدالباری صاحب قبلہ مدظلہ العالی سے خاص عقیدت تھی اور غالباً جناب کو یاد ہوگا کہ وہ میرے ساتھ خلافت کانفرنس دہلی میں تھے۔ میں نے جناب کی خدمت میں ان کا تعارف کرایا تھا انھیں آپ کی ذاتِ والا صفات سے ایک خاص محبت تھی اور کل کی موت ان کی ایسے موقع پر ہوئی کہ آپ سب حضرات نے ان کے جنازہ میں شرکت فرمائی۔ میں بخدا سچ عرض کرتا ہوں کہ مسلمانان کانپور کو شادی مرگ تھا ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی اس لحاظ سے کہ تمام نعمت ہائے غیر مترقبہ یکدم مل گئی تھیں ادھر تو علی برادران کا ورود ادھر حضرت صاحب کی تشریف آوری اور آپ حضرات کا تشریف لانا یہ سب بہ حیثیت مجموعی مسلمانان کانپور کے لئے بعید مسرت بخش تھیں تین بجے کے بعد مجھے فوری اسٹیشن دوبارہ جانا پڑا کیونکہ گاندھی جی آرہے تھے اور اس مسئلہ میں ہندو محض میری یا ڈاکٹر عبدالکریم صاحب کی ذات سے شرکت کر رہے ہیں اس لئے یہ طے ہو چکا تھا کہ ہم دونوں میں سے ایک کا اسٹیشن پر ہونا ضروری تھا ڈاکٹر رائے مراری لال صاحب جو ہندوؤں کے سربرآوردہ لیڈر ہیں ان کا میرے لئے اصرار تھا اس لئے مجبوراً مجھے وہاں جانا پڑا اور شرکت جنازہ عبدالحفیظ صاحب مرحوم سے محروم رہا بعد اختتام جلسہ میں مغرب کی نماز پڑھنے گھر چلا گیا تھا اور دن بھی اسی طرح گذر گیا تھا اس لئے مجھے کھانا کھانے میں ذرا سی دیر ہوئی جب میں پہونچا تو آپ حضرات تشریف لے جا چکے تھے۔ بہر حال ہزاروں خطائیں ہوئیں شرم آتی ہے کہ کس کس سے معافی مانگوں مگر آپ کے اخلاق کریمانہ سے اُمید ہے کہ آپ معاف فرماویں گے وقت کم کام بہت تھا اس لئے دشواریاں تھیں اور اسی لئے اوقات نظام میں بہت خلل واقع ہوا۔

امید ہے کہ آپ کی وسعت نظر اس مسئلہ پر ہوگی اور آپ اسے درگذر فرمائیں گے۔ والسلام

۲۲ر جنوری سنہ[illegible] ازکانپور احقر محمد کرم علی عفی عنہ

نوٹ: الحاج مولٰنا کرم علی ملیح آبادی مکتوب الیہ کے شاگرد اور مشہور قومی کارکن آجکل حجاز میں مقیم ہیں۔

خط، مولوی نذیر احمد صاحب خجندی

(۱)

مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ایک جدید ماہانہ رسالہ الرسول عنقریب شائع کیا جائے گا۔ پہلے پرچے کے لئے خصوصاً اور آئندہ حسب عنایات و توجہات مضامین مطلوب ہیں کرم فرمائی موجب منت ہوگی۔

۲۳ر جنوری ۱۹[illegible]ء فقیر نذیر احمد خجندی میرٹھ شہر

(۴)

(بنام مولوی سلامت اللہ صاحب)

مولانا۔ السلام علیکم۔ جس جگہ کو آپ خالی کر آئے کل فقیر، مولانا عارف ہسوی شاہ حفیظ عالم وغیرہ وہاں جا رہے ہیں۔ میرا کوئی خط آپ کے پتہ سے آئے تو اتوار کے روز بھجوا دیجیے گا ممنون ہوں گا۔ والسلام

۱۲؍ مارچ ۲۲ء فقیر نذیر احمد جُندی

(۴)

مکرمی مولانا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ قبل ازیں ایک عریضہ ابلاغ خدمت کر چکا ہوں۔ بھائی صاحب جیل نے کوئی صفائی پیش نہیں کی صرف تحریری بیان دے کر حسبِ دستور عامہ چھ ماہ قید سخت دو سو روپیہ جرمانہ یا ایک ماہ قید مزید کے لئے جیل خانہ چلے گئے۔ مقامی پولیس نے سخت ترین مخالفت کی اور جیل میں خاص طور پر ان کو تکالیف دی جا رہی ہیں۔ جناب والا سے مشورہ طلب یہ ہے کہ اگرچہ بظاہر کامیابی ممکن نہیں ہے پھر بھی بعض لوگ اپیل کی اجازت چاہتے ہیں۔ جرمانہ ادا کیا جائے یا نہیں۔

اپیل نہ ہونے کی صورت میں خاص برتاؤ کے لئے کوشش کی جائے یا نہیں۔

۲۹؍ جون ۲۲ء فقیر نذیر احمد خُجندی ۳؍ ذیقعدہ الحرام ۱۳۴۱ھ

نوٹ:۔ مولانا خُجندی مکتوب الیہ کے مخلص دوست تھے۔ وطن اصلی خجند تھا آخر میں یہیں مقیم ہو گئے۔

بھائی سے مراد مولانا عبدالعلیم ہیں۔ مشہور عالم اور مبلغ اسلام۔

خط مولانا انوار اللہ صاحب حیدرآباد دکن

(۱)

مولانا المعظم ذوالمجد والکرم جامع فضائل صوری و معنوی ادام اللہ بقاکم و فیوضکم

السلام علیکم۔ مزاج شریف۔ ندوہ کا رقعہ میرے نام آیا ہے جس کا مضمون ایک یہ بھی ہے کہ مسائل مذہب اور علوم اسلام کی حفاظت اور اشاعت کے متعلق مشورہ اور مباحثہ ہوگا اس میں آپ کو دعوت تو ضرور ہوگی۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے جواب میں کچھ لکھوں اگر آپ اس باب میں مجھے مشورہ دیں تو ممنون ہوں گا۔

آپ سے میری درخواست یہ ہے کہ واقعی حالات اور خیالات ندوہ کے دریافت فرما کر تحریر فرما دیں اس وقت خذ ما صفا ودع ما کدر کی ضرورت ہے۔ بڑی ضرورت اُن امور کے معلوم کرنے کی ہے کہ جس سے مسلمانوں کے دل پر صدمہ ہوتا ہے مثلاً اہلِ سنت کے مخالف جو کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ جو کتابیں ایسی پڑھائی جا رہی ہیں جو مضر اہل سنت و جماعت ہیں جن کے مصنفین کی نسبت علمائے سابق نے عدم تدین کا الزام لگایا ہے اگر یہ بات بہ تحقیق معلوم ہو کہ اشاعرہ یا امام اشعریؒ کی توہین ہوتی ہے جس کا ثبوت ممکن ہو اور مجمع میں خلاف بیانی کا الزام عائد نہ ہو سکے۔ تحریر فرما دیں تو بہتر ہوگا غرضکہ ایسی باتیں جس سے اہل سنت و جماعت ندوہ کو اپنا دارالعلوم نہیں سمجھتے جہاں تک ہو سکے تحریر فرما دیں تو باعث منت ہے۔ زیادہ کرم یاد محمد انوار اللہ عفی عنہ

نوٹ:۔ مولانا اپنے عہد کے مشہور علما سے تھے۔ حضور نظام کے استاد تھے۔

خط مولوی ابوالخیر صاحب غازی پوری

(۱)

از غازی پور، روز دوشنبہ

بعالی خدمت بابرکت کرمی و معظمی مدمجدکم

بعد ہدیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مکلف خدمت ہوں کہ جناب والا کا الطاف نامہ مطبوعہ پہنچا۔ میں جناب کی اس یاد فرمائی کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ الحمد للہ کہ جو خواہش عرصہ سے ہم اراکین ندوۃ العلماء کی تھی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے خداوند عالم نے آپ کو آمادہ و مستعد فرمایا۔ اب امید ہے کہ ضرور ندوۃ العلماء کی اصلاح ہو کر رہے گی بڑی سخت اور اہم ضرورت کو جناب نے محسوس فرمایا خداوند جلشانہٗ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ مولانا میں ہر حالت میں ہر قسم سے آپ کا شریک حال ہوں خدارا آپ پوری توجہ صرف فرمایئے آپ کے ہمراہ میرے کل اراکین ندوہ ہوں گے اور دنیا میں ندوۃ العلماء ندوۃ العلماء ہو کر رہے گا۔ جناب ہمیشہ حالات سے مطلع فرماتے رہیں اور جس وقت اس فقیر کی ضرورت ہو یاد فرمایئے بسر و چشم حاضری کے لئے تیار ہے۔

فقیر ابوالخیر فضیلی عفی عنہ

نوٹ: غازی پور کے مشہور عالم اور پیر۔

خطوط مولوی عبدالعلیم صاحب صدیقی

(۱)

۱۹ جنوری ۲۲ء میرٹھ

مولانا المکرم ذوالمجد والکرم دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ احمد آباد سے رخصت ہو کر اجمیر خدمت حاضر ہوتا ہوا میرٹھ پہونچا۔ علالت طبع مانع آئی عریضہ حاضر نہ کر سکا۔ امر معلومہ میں میر شاہ احمد صاحب قبلہ متفق الرائے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ دیگر اکابر مشائخ سے تبادلہ رائے کے لئے کوئی صاحب ان کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اب جو رائے عالی ہو اس سے آگاہ فرمائیں تاکہ جمادی الآخر میں تکمیل کار کے بعد رجب المرجب میں انعقاد مجلس عمل میں آسکے۔ خطبات مرتبہ فقیر غالباً ملاحظہ عالی سے گذر چکے ہوں گے تو صدر کہ جلد تر نشان ذیل پہ بیرنگ یا رجسٹرڈ طریق پر روانہ فرما دیئے جاویں۔ کل انشاء اللہ عزم آگرہ ہے تاکہ برادرم مولانا نذیر احمد صاحب سے جیل میں ملاقات کر کے راہی پونا ہوں۔ من بعد اغلب یہ ہے کہ کچھ دنوں مستقل طور پر پونا ہی قیام رہے جملہ احباب کی خدمت میں سلام مسنون۔

راقم خادم فقیر محمد عبدالعلیم صدیقی

(۲)

بگرامی خدمت جناب مولانا المحترم زید مجدکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ صحیفہ گرامی مورخہ بستم رجب موجب افتخار ہوا۔ فقیر ابھی گلبرگہ شریف اور بیجاپور وغیرہ کی طرف سے آیا ہے

اجمیر مقدس کی عدم حاضری کا مجھ کو خود بیحد صدمہ ہے۔ آں جناب کا خطبۂ صدارت دیکھنے کا مشتاق ہوں محض اخبارات میں بعض فقرے
نظر پڑے اگر طبع ہو چکا ہو اور کم از کم ایک نسخہ عنایت ہو جائے تو مین کرم۔ گرفتاری گاندھی کے بعد حکومت کی جابرانہ پالیسی مزید رنگ آمیزی کر رہی
ہے۔ مالوی ایسا خون آشام مسلم میدان خالی پاکر اپنی سمیت پھیلانا چاہتا ہے۔ جیساکہ اس کی تقریر بست و یکم مارچ ۲۲ء بمبئی سے ترشح ہے
ایسی صورت میں کیا طرز عمل اختیار کیا جائے۔ آں جناب کے حسب الارشاد فقیر مع اپنے برادران عزیز کے جمعیۃ العلماء ہند میں شرکت کرتا ہے
مولیٰ تعالیٰ سبیت کو فتح مبین نصیب فرمائے۔ بیجاپور کے قیام میں محمد علی صاحب کے حالات بعض جیل کے آدمیوں سے معلوم ہوتے
رہتے تھے بہ نسبت کراچی یہاں خورد و نوش کا بھی آرام اور صحت بھی بحال ہے۔ البتہ ۱۹ مارچ ۲۲ء کو خبر ملی کہ داڑھ میں
درد ہے جس کی وجہ سے چہرہ ایک جانب قدرے متورم ہو گیا۔ حضرت محترمہ بی امان صاحبہ اُن سے ملنے کے لئے تشریف لانے
والی تھیں افسران جیل سے بذریعہ مراسلت بستم مارچ ملے فرما کر بمبئی سے خلافت کمیٹی بیجاپور کو اطلاع دی۔ فقیر وہاں موجود
تھا۔ میں نے معاً چہار حرف خطوط روانہ کرائے شہر میں استقبال کا پورا اہتمام کیا گیا شولا پور اسٹیشن پر ناشتہ تیار کیا گیا مگر
عین وقت پر بجائے ان کے تار ملا جس سے معلوم ہوا کہ افسران جیل نے روک دیا۔ افواہ ہے کہ ۲۰ مارچ ہی کو دیش پانڈے
وکیل کارکن کانگریس و خلافت کمیٹی بیجاپور کو زیر دفعہ ۱۰۸ حکم قید یک سالی سنایا جانیوالا تھا اس لئے مجسٹریٹ ڈر گیا کہ کہیں ہجوم
کثیر کے باعث کوئی دوسری مشکل پیش نہ آئے اس لئے اُن کو روک دیا گیا والعلم عند اللہ تعالیٰ۔
اب نہ معلوم وہ کب تشریف لاویں۔ مجھ کو اجازت ملاقات ملی تھی مگر ساتھ ہی یہ شرط کہ پھر چار ماہ تک کوئی نہ مل سکے گا۔
چونکہ ان کی والدہ صاحبہ وغیرہ تشریف لانے والی تھیں اس لئے میں خاموش ہو رہا اور نہیں تو ان کا ملنا مجھ سے بہتر ہے اور
ضروری۔ میں نے صرف سلام کہلا بھیجا۔ حضرت مولانا سلامت اللہ صاحب کے کوائف و حالات کا انتظار خدا کرے بخیر ہوں۔ میرا
خجندی آگرہ میں خوش ہے ترجمہ قرآن عظیم کا درس دیتے ہیں۔ اخبار جیل لکھتے ہیں شعر گوئی کرتے ہیں۔ اسی وقت اطلاع ملی کہ بمبئی میں
ڈاکٹر سید محمود پھر گرفتار ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خادم
محمد عبد العلیم صدیقی

۲۵ مارچ ۲۲ء از پونہ

خطوط، مولوی خواجہ احمد صاحب رامپور

(۱)

از ریاست رامپور، یکم اگست ۱۹۲۱ء

مکرما۔ السلام علیکم و علیٰ من لدیکم۔ والا نامہ صادر ہوا کاشف حالات ہوا جواب میں تاخیر اس وجہ سے ہوئی کہ بوقت
ورود خط آں جناب کے میں مکان پر نہ تھا اور چند روز بضرورت باہر بھی رہنا پڑا۔ بعد واپسی علیل ہو گیا اور اب تک طبیعت
خراب ہے لیکن بفضلہ کچھ خفت ہے مجھے تین سوالوں کا جواب مطلوب ہے اگرچہ میں اپنے آپ کو آنجناب کو جواب دینے کے قابل
نہیں سمجھتا ہوں لیکن تعمیلاً اپنی سمجھ کے موافق تحریر کرنا پڑا۔ پہلے تو یہ امر معلوم ہونا چاہیئے کہ بیعت اور امامت سے کون سی
امامت مراد ہے اگر امامت سے وہ امامت مراد ہے جو کتب شرعیہ شرح مواقف وغیرہ میں مبحوث عنہ ہے اُس کے مقرر ہونے

کو واجب جانتا ہوں اور ایسا شخص جس میں شرائط امامت و قابلیت متحقق ہو اُس کا امام مقرر ہونا بدیہی ہے بلا اس کے سیاسی انتشار میرے نزدیک رفع نہیں ہو سکتا۔ ہے اور قیام امامت اس وقت بذریعہ بیعت ہی ہو سکتا ہے سند اس کی کتب فقہ اور کلام میں موجود ہے اگر یہ امامت شرعی مراد ہے تو سوال مدیم میں جو اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ (بیعت امامت جب کبھی کسی غیر مسلط نے کی ہے الخ) ہرگز وارد نہ ہوگا یقیناً مرفوع ہے اس لئے کہ وہ امام شرعی بصورت تحقق حقیقت بیعت غیر مسلط نہ رہے گا۔ اور اگر یہ امامت اور بیعت مذکورہ مراد نہیں ہے بلکہ امامت اور بیعت سے صرف لفظ ہی لفظ ہے نہ امام ہونے کے شرائط اور قابلیت کی طرف توجہ ہے نہ بیعت کی حقیقت سے بحث ہے جیسا کہ اس وقت ہو رہا ہے تو میں آپ کی اور نیز صاحب سے متفق ہوں اور سکوت باعث دانشمندی ہے اور نیز چونکہ آپ نے مجھ کو بطور مشورہ کے طور پر تحریر کیا ہے اس لئے میں نے بھی مختصراً صرف اپنی رائے ہی تحریر کی ہے اور جواب باضابطہ لکھنے کی طرف توجہ نہیں کی اب آپ براہِ مہربانی جواب سے مطلع فرمائیے اور نیز اس سے بھی مطلع فرمائیے کہ جواب باضابطہ کی ضرورت باقی ہے یا نہیں جیسی رائے ہوگی فوراً عمل کیا جائے گا۔ باقی خیریت ہے۔

راقم

خواجہ احمد عفی عنہ

جواب از حضرت مولانا

جناب کا سرفراز نامہ صادر ہوا جناب کا اسی قدر جواب کافی ہے یہ تو عین تمنا ہے مستجمع شرائط امام مل جائے اور غالباً یہ تمنا ظہور امام علیہ السلام پر پوری ہو وہ بحوث عنہ نہیں۔ سوال حالات موجودہ کے لحاظ سے ہندوستان میں جو بیعت لی جا رہی ہے اس کی نسبت سے ہے فقیر کو صرف اس میں کلام ہے باضابطہ جواب کی ضرورت نہیں فقیر شکر کو دیا جاتا ہے اور شر بڑھانے کے وجوہ مٹانا چاہتا ہے خود کوئی نفسانیت نہیں ہے آپ حضرات سے استمزاج کا مقصد صرف اپنا اطمینان قلب ہے وہ اسی قدر تحریر سے ہو گیا الحمد للہ علی ذلک زمانہ پر آشوب ہے خدا رحم کرے دعا فرمایئے اللہ ہمارا خاتمہ بخیر کرے۔ اگر اُس کو اقتدار ظاہری اسلام کا مٹانا ہے تو ہم لوگوں کو اٹھا لے لیکن ہر حال میں وہ مولیٰ تبارک مالک و مختار ہے جو چاہے کرے ایمان پر قائم رکھے امیدوار دعا ہوں۔ فقط۔

(۲)

از رامپور   بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مولانا المحترم زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں نے نقل تحریر خان بہادر شیخ مبارک علی صاحب عثمانی کو بقدر فرصت غور کے ساتھ دیکھا۔ جمعیۃ خدام کعبہ کی اصل غایت حفاظت حرمین شریفین ہے۔ خود جریدہ القبلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک کوئی غیر مسلم سلطنت اس کے تحفظ میں خلل انداز نہیں ہے نہ خلافت عثمانیہ کی جانب سے احترام حرمین شریفین کے خلاف کسی واقعہ کی تحقیق ہوئی ہے۔ یہی معلوم ہوا ہے کہ شریف صاحب نے اپنے ذاتی مصالح کی بنا پر خلافت عثمانیہ کے خلاف اسلحہ اٹھایا ہے۔ حرمین الطہرین کو

اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ ایسی حالت میں جمعیتہ کے لئے کسی تحریک کا آغاز اس کے مقاصد کے خلاف ہوگا۔ شریف صاحب مکہ مکرمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً ما خلافت عثمانیہ کی سیاسیات میں اس خالص مذہبی کا دخل کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔

رموز مملکت خویش خسروان دانند
گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

میری رائے یہ ہے جس کا اظہار کیا گیا۔ جناب نے جو شرائط تحریر فرمائی ہیں وہ مناسب ہیں بالخصوص شرط سوم زیادہ کارآمد معلوم ہوتی ہے۔ میری یہ مختصر تحریر بنظر غور و تامل ملاحظہ فرمانے کے بعد امید ہے کہ کافی سمجھی جائے گی اس عرصہ میں علالت نیز بعض مشاغل ضروریہ کے باعث بدقت جناب کے عنایت نامہ اور شیخ صاحب کی نقل تحریر دیکھنے کا مجھے موقع مل سکا۔ یہی باعث تاخیر جواب کا ہوا۔ امید ہے کہ جناب اپنے خیریت مزاج سے گاہے گاہے مسرور و مطمئن فرماتے رہیں گے والسلام مع الاکرام۔

خواجہ احمد عفی عنہ حنفی قادری رامپوری

خط، پیر غلام مجدد صاحب حیدرآباد سندھ

(۱)

حضرت مولانا المحترم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ گرامی نامہ صادر ہوا۔ کرم فرمائی کا شکریہ۔ کیا عرض کروں کہ کس قدر زیارت کو طبیعت چاہتی ہے لیکن جب سے رہا ہوا ہوں ناسازیٔ طبع کہیں موقع شرکت نہیں دیتی اب چند روز سے کسی قدر طبیعت سنبھلی تھی کہ یہاں سندھ میں دورہ کا پروگرام بنا رکھا ہے کیونکہ مقامی لوگوں کی طلب و تقاضا بھی بہت ہی زیادہ ہو رہی تھی اتفاق کی بات ہے کہ جن دنوں میں جمیعتہ طلبا کے اجلاس ہوں گے انھیں تاریخوں میں یہی چار مقامات پر خلافت کے جلسے یہاں منعقد ہوں گے کہ جو صرف میری وجہ سے بلائے گئے ہیں۔ پروگرام تیار ہے اشتہارات شائع ہو چکے ہیں۔ اس وجہ سے مجبوراً ان تاریخوں میں مجھے تعمیل ارشاد سے قاصر رہنا پڑے گا لیکن یہ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ جلد سے جلد کسی قریبی موقع پر خدمت والا میں حاضر ہو کر شرف زیارت حاصل کروں گا۔ اس بارہ میں ناظم مجلس استقبالیہ جمیعتہ طلبہ کانپور کی چٹھی بھی آئی تھی اُن کی خدمت میں بھی آج ہی یہی معذرت پیش کر رہا ہوں امید ہے کہ آں محترم معاف فرمائیں گے۔ والسلام

۲۲ر جنوری ۲۴ء ۔۔۔۔۔ مارسد غلام مجدد

(۲)

از حیدرآباد سندھ ۔۔۔۔۔ حضرت مولانا المحترم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ آں محترم کے ملاحظہ عالی سے گزرا ہوگا کہ ۲۹ر فروری اور یکم مارچ یہاں سندھ کے لاڑکانہ شہر میں ڈاکٹر کچلو صاحب کی زیر صدارت صوبہ خلافت کانفرنس مقرر کی گئی ہے جس میں حضرت مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی صاحب اور دیگر محترم حضرات نے شرکت کا وعدہ فرمایا ہے۔ آج کل ملک کی جو حالت ہو رہی ہے وہ تحریک کو زندہ کرنے کے لئے جس قسم کی شدید ضرورت ہے اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضور کی اس موقع پر سندھ میں تشریف آوری

نہایت ضروری ہے اس لیے آپ کی نوازش میں امید رکھتے ہوئے گزارش ہے کہ آپ ان تاریخوں میں سندھ کو اپنی رونق افروزی سے مشرف و ممتاز فرمائیں گے اور بواپسی ڈاک اپنی تشریف آوری کی تاریخ سے ضرور مطلع فرمائیں گے۔ فقط

۸۔ فروری ۱۹۲۴ء

عبدہٗ خادم کعبہ غلام مجدد صدر مجلس صوبہ خلافت سندھ کراچی

خط، مولوی محمد خیر الانام خاں صاحب

(۱)

مکرمی معظمی جناب قبلہ مولانا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ گذارش خدمت عالی یہ ہے کہ میں جناب سے رخصت ہو کر مکان پہونچا۔ چونکہ مجھے بعض ضرورتوں سے وہاں جانا تھا اس لئے جہاں تک ممکن ہوا جلد ہی جناب کے احکام کی تعمیل کی لیکن چونکہ جناب نے حق ناجر صاحب سے متعلق ارشاد فرمایا تھا ان کا یہ سلسلے وجہہ الکمال تبدل کا اس لئے اس کام کی تعمیل سے قاصر رہا۔ امید ہے کہ از راہ مہربانی ان کا ٹھیک پتہ اور خطبہ کے دو نسخے میرے نام پر ارسال فرما کر ممنون فرمائیں گے۔ میں بفضلہٖ خیریت سے ہوں اپنی خیریت سے ممنون فرمائیں۔ میں انشاء اللہ جلد حاضر خدمت ہوں گا دعا فرمائیں ان کے علاوہ اگر کوئی اور حکم ہو تو اس سے بھی مطلع فرمائیں۔ السلام مع الاکرام

حقیر خادم محمد خیر الانام خاں متعلم دار العلوم ندوہ

۵ر جون ۱۹۲۰ء

نوٹ: مولینا خیر الانام خان فرزند مولینا اکرم خان

خط، مولوی مسعود علی صاحب ندوی اعظم گڑھ

(۱)

مخدومی و محترمی زاد مجدکم

سلام مسنون۔ مجھے افسوس ہے کہ واپسی کے وقت جناب کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا تاکہ جناب کی قیمتی ہدایات کے مطابق ندوہ کے لئے آئندہ کام شروع کرواتا۔ اب یہاں کے کاروبار میں اس قابل کر سکا ہوں کہ ندوہ کی طرف مستقلاً متوجہ ہوں۔ اب سب سے پہلے جناب کے قیمتی مشورہ کی ضرورت ہے۔ ندوہ کی حالت اس وقت بہت نازک ہو گئی ہے اور چونکہ ہم لوگ اس کے محرک تھے اس لئے سارا دار و مدار ہم ہی لوگوں پر کیا گیا ہے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ دسمبر کی شروع تاریخوں میں لکھنؤ ایک مہینہ کے لئے حاضر ہوں گا تاکہ ندوہ کے لئے سرمایہ فراہم کروں اور اس وقت انشاء اللہ حاضر خدمت ہو کر اس کو طے کروں گا والسلام

۲۶ر نومبر ۱۹۲۰ء اعظم گڈھ خلافت کمیٹی

خاکسار مسعود علی ندوی

(۲)

جناب محترم زاد مجدکم

سلام مسنون۔ جناب کا اعلان مہاتما گاندھی صاحب اور مولانا شوکت علی صاحب کی تشریف آوری کے متعلق دیکھا اودھ کی شہر و سے مایوسی ہوئی۔ لیکن یہ روایتیں عام طور پر مشہور ہیں کہ یہ شہر پہلے اودھ میں شامل تھا اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے چونکہ آپ حضرات

قدیم مراسم و روایات کے خدا کے فضل سے پابند ہیں اس لئے یہ درخواست بیجا نہ ہوگی کہ اعظم گڈھ کی درخواست بھی قبول فرمایئے۔ اس وقت حالات کچھ ایسے ہیں کہ جن کی بنا پر دونوں حضرات کی تشریف آوری کی سخت ضرورت ہے۔ ترک موالات کا مسئلہ بہت اہم ہے اور چونکہ کانگریس کمیٹی نے ابھی اپنا فیصلہ نہیں کیا ہے اس لئے ہندو حضرات تذبذب میں ہیں۔ تنہا مسلمانوں کا وکالت چھوڑنا بہت دشوار ہے اس لئے دونوں کی تشریف آوری بیحد ضروری ہے ورنہ میں بلا ضرورت تکلیف دینے کو خود ناپسند کرتا ہوں اور اب تک اسی پر عملدرآمد بھی رہا۔ ایک تار مولانا شوکت علی صاحب کو بھی اسی وقت روانہ کر رہا ہوں۔ والسلام

۲۸ر جولائی ۲۰ء اعظم گڈھ خلافت کمیٹی مسعود علی ندوی

نوٹ: مولینا مدظلہ دارالمصنفین اعظم گڈھ کے روح رواں ہیں اور غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔

جواب حضرت مولانا

آپ کا عنایت نامہ موصول ہوا۔ جو دلایل آپ نے پیش کئے ہیں مجھے اُس کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہے اگر اعظم گڈھ اودھ کا ضلع نہ بھی سہی لیکن اُس ضلع کا کارکن تو ہمیں میں سے ہے لہٰذا آپ مطلع فرمایئے جلد سے جلد کس راستہ سے اعظم گڈھ پہونچنا آسان ہوگا۔

میں انشاءاللہ کوشش کروں گا۔ ابھی اُن لوگوں کے آنے کی کوئی تاریخ مقرر نہیں ہوئی ہے کہ پروگرام مرتب کیا جاوے اگر ضرورت ہوئی تو آپ کو بھی بلوا لوں گا۔

خط، عبدالمجید صاحب قریشی امرتسر (۱)

مکرمی بندہ جناب مولانا مولوی عبدالباری صاحب دام عنایتہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اُمید ہے کہ جناب نہایت مہربانی سے بندہ کو مطلع فرما کر ممنون فرمایئے گا کہ جناب کا لیگ کے موقع پر امرتسر آنے جانے میں کیا خرچ ہوا ہے تاکہ غریبانہ طور پر وہ خرچ استقبالیہ کمیٹی مسلم لیگ امرتسر اپنے وعدہ کے مطابق برداشت کرے والسلام

امید ہے کہ تکلیف معاف فرمائیں گے اور جواب سے جلد مطلع فرما کر مشکور کریں گے

۱۰ر جنوری ۱۹۲۰ء از امرتسر آپ کا نیازمند محمد عبدالمجید قریشی

جواب حضرت مولانا

آپ کا عنایت نامہ موصول ہوا جواباً عرض ہے کہ ہم لوگ کسی دنیاوی غرض سے حاضر نہیں ہوئے تھے اور مذہبی کاموں میں جو کچھ ہم خرچ کرتے ہیں اُس کا اجر انشاءاللہ تعالے خدا سے لیویں گے اس لئے امید ہے آپ معاف فرمائیں گے۔

خط، سید محمد عبدالودود صاحب (۱)

۱۰ر جنوری ۲۱ء

عالی جناب مدظلہ العالی

پس از سلام مسنون عرض ہے کہ میں کل ۲ جنوری کو لکھنؤ ڈسٹرکٹ جیل میں مکرمی مولانا عارف ہسوی صاحب سے ملا تھا انہوں نے شاید کوئی عریضہ اس سے قبل ارسال خدمت عالی کیا تھا جس کے جواب کے منتظر ہیں اُنہوں نے عرض کیا ہے کہ مجھ پر جیل کے حساب میں ست یا صہ روپیہ برآمد ہوئے ہیں گھر سے خرچ نہیں آیا ہے امید وار ہیں کہ کچھ روپیہ ان کے نام سے جیل کے دفتر میں جمع کر دیا جائے اور ایک تھان کھدر کا منگایا ہے اطلاعاً عرض ہے اگر حامل عریضہ ہذا کو یہ رقم عطا فرمائی جائے تو یہ جیل جا کر جمع کرآئے گا ورنہ اور کسی شخص کے ہاتھ بھیج دیئے جاویں۔ والسلام

خادم الخدام سید محمد عبدالودود دریبٹ روڈ لکھنؤ

خط، مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی (۱)

مولانا محترم۔ السلام علیکم۔ چونکہ مسلمانانِ ہند میں مسئلہ خلافت و مقاماتِ مقدسہ کی تبلیغ و ہدایت کا مرکز آپ قرار دیئے گئے ہیں اس لئے میں آپ کو صوبہ متوسط اور خصوصاً جبلپور کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں تمام ہندوستان میں صرف یہی ایک صوبہ تھا جس نے ترکِ موالات کی مخالفت میں ووٹ دیئے۔

اس صوبہ کے مسلمانوں میں خلافت کی اہمیت کو سمجھنے والے اور اُس کی حقیقت اور ضرورت کو جاننے والے فیصدی دو بھی بہت مشکل سے ملیں گے لہٰذا علماً کا فرض ہے کہ جس طرح وہ اور صوبوں کی طرف متوجہ ہیں اسی طرح اس صوبہ کے مسلمانوں کی طرف بھی توجہ کریں اس لئے میرے نزدیک جناب کو چند مبلغین کی ایک جماعت صوبہ متوسط میں بھیجنی چاہیئے۔ بہر دست میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ بہت جلد فرنگی محل کے ایک ایسے عالم کو جو روشن خیال اور اچھی قوتِ گویائی رکھتے ہوں جبل پور بھیجئے یہاں مسلمانوں کی حالت بہت خراب ہے اس لئے کہ ان پر ایک دشمنِ خلافت اور وفادارِ حکومت مولوی صاحب مسلط ہیں۔

ابوالاعلیٰ مودودی اڈیٹر تاج جبلپور

نوٹ: مولٰنا مدظلہ محتاج تعارف نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو تادیر سلامت رکھے۔

خط، مولوی عزیزالرحمٰن صاحب (۱)

از شہر میمن سنگھ صوبہ بنگال ۱۲ر اپریل ۲۳ء

جناب من۔ السلام علیکم۔ گزارش خدمت ہے میں جناب کا نیز اکابر علمأ و اساطین اسلام کا ایک خادم ہوں۔ صوبہ بنگال میں

سیمن سنگھ میں آج دو سال سے خلافت و کانگریس کا کام کر رہا ہوں گذشتہ سال مجھے پندرہ ماہ کے لئے سزائے سخت دی گئی تھی۔ گیا کانگریس سے کئی دن پیشتر رہائی ہوئی اس وقت ضروری گذارش یہ ہے کہ آج ایک اخبار میں زکون اجلاس علما کے بارہ میں ایک علم زیر نظر ہوا سنٹرل خلافت کمیٹی ہندوستان کے علماء کا انتخاب کریں گے میرا خیال ہے کہ جمعیتہ العلماء سنٹرل خلافت کمیٹی باہمی مشورہ سے اس اہم خدمت کو انجام دیں گے لہذا میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس کے قوانین و شرائط کیا ہیں اور انتخاب کے لئے کن حضرات کے پاس اطلاع کرنی چاہیے براہ مہربانی و بندہ نوازی تحریر فرماویں فقط والسلام ۔

بندہ عزیز الرحمٰن

پتہ دفتر خلافت شہر سیمن سنگھ

خط، مولوی سبحان اللہ صاحب گورکھپور (۱)

۲۶ نومبر ۱۹۲۱ء

سیاست اور مذہب

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ ہندوستان جنت نشان مایہ فخر و مباہات ایشیا ادھر لوٹ رہا ہے جدھر اوسکا خدا ہے الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ انگلستان کی سیاست جس نے دنیا میں چار سو برس کے اندر کوس لمن الملک الیوم بجایا تھا اور دنیا کی بہترین عظیم ترین قوی ترین قوم کو سیاسی میدان میں طفل مکتب کر کے دکھا دیا تھا وہ ہماری کانگریس کے صرف ۳۵ سالہ سیاست آرائی سے ٹکرا کر اس طرح چور چور ہو گئی کہ ہم کو یہ کہنے کا حق ہے کہ کم من فیئۃ قلیلۃ غلبت فیئۃ کثیرۃ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس وقت ہندوستان مطلع سیاسی معرکہ آرائی کا میدان عمل رہا ہے اور ۱۵ مہینوں کی تحریک ہم کو اس مقام پر لائی ہے جہاں خداوندی انتظام ایک نبی کی ضرورت تسلیم کرتا ہے لہذا ہم آپ کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ آپ اسی مقام پر آ کر سیاسی دماغوں کو سر تسلیم خم کرنا پڑے گا اور مذہب اپنا جھنڈا بلند کر کے آگے آئے گا اور اپنے اٹل قوانین کی بنا پر آپ کو راہ عمل بتلائے گا۔ اور سی فشکو رکو بجائے لبیک کہنے کے السمع منی کہتے ہوئے آگے بڑھ کر علم والا تمام من اللہ بلند کرے گا۔ اے میرے عزیز محترم مہاتما گاندھی جی اے میرے عزیز محترم معظم اور مذہب کی پیچیدہ راہیں طے کئے ہوئے ابوالکلام اے میرے محترم و مقدس بزرگ جن کی ہستی ہمارے لئے ایک فرحت بخش نظارہ ہے یعنی قیام الدین عبدالباری اس خوشی کے موقع پر الغیاث پکارنے والے عبدالماجد آگے بڑھو۔ آگے بڑھو اور مذہب کی حبل متین پکڑو تم کسی مذہب کے ہو مگر خدا کی رسی جو تمہارے انتظار میں لٹک رہی ہے اس کے سہارے سے لٹک جاؤ اور ان تمام کمزوریوں ناعاقبت اندیشیوں فرو گذاشتوں اور نا سمجھوں کے اقدام کو پس پشت ڈالو اور اس تحریک کے کامیاب مراحل کو جلد سے جلد مذہبی شاہراہ پر ڈالو جس کا سبق سیاست کی چالوں سیاست کی دھمکیوں سیاست کی قید بندیوں یہاں تک کہ سیاست کی قیدیوں نے تم کو خاص کھلے لفظوں میں نہ صرف پڑھا دیا ہے بلکہ اعلان کے بہترین نظارے تمہارے سامنے کر دیئے ہیں۔

اے میرے عزیز مہاتما گاندھی جی تم خداوند قدوس کے اس نظارے سے مت گھبراؤ جبکہ وہ اپنے لئے ہماری عزیز ترین چیزیں بھینٹ لے رہا ہو۔ یاد رکھو جس دن تم نے بھینٹ چڑھانے کا قصد کیا اسی دن خدا اپنی مدد کا ہاتھ واپس لے لے گا البتہ تم خدا پر

چھوڑ نہ سکتے ہو کہ وہ تم سے کب اور کیا مانگتا ہے اور کب اور کیا دے گا۔ اگر کسی مقام پر کسی جماعت خاص نے کسی کمزوری کا اظہار کیا ہو تو وہ فکر اس امر کی شہادت ہو سکتی ہے کہ خدا ابھی تم سے تمہاری سعی کی بہترین جدوجہد ادا چاہتا ہے جس کے بعد وہ اپنے رحم و کرم کا ہاتھ کامل دراز کرے گا۔ یہ میرے خیالات کی ——— قسط اول ہے جو آپ نے بدیہ خراشش کے لئے فی الحال پیش کرتا ہوں۔

باقی وارد محمد سبحان اللہ

(۲)

مخدومی و محترمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میں بفضلہ تعالیٰ بعافیت تمام مکان پہنچ گیا اب طبیعت صاف ہے میرے متعلق جس قدر افواہیں تھیں وہ سب غلط بنیادوں پر مبنی تھیں بظاہر کوئی اصلیت نہیں معلوم ہوئی۔ آپ کی صاحبزادی کی طبیعت اب کیسی ہے اطلاع فرمایئے باقی بفضلہ آپ کی دعا سے سب خیریت ہے۔

خادم

۱۷ر اکتوبر ۲۱ء محمد سبحان اللہ عفرلہ

نوٹ :۔ مولینا سبحان اللہ گورکھپوری خاص رتبے کے عالم تھے اور مخصوص رنگ کے آدمی تھے۔

خط، مولوی عبدالعلیم صاحب صدیقی

(۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مخدومی مولانا زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ قبل ازیں ایک عریضہ ارسال خدمت کیا مگر جواب سے محروم رہا۔ بعض ضرورتوں کے سبب اب تک میرٹھ نہ جا سکا انشاء اللہ العزیز ۷ر دسمبر کو بھائی نذیر احمد صاحب کی حجاز سے واپسی کے بعد وطن کی طرف متوجہ ہوں پھر انشاء اللہ لکھنؤ بھی ضرور حاضر ہوں گا۔ مولانا عبدالباری صاحب قبلہ سے چند ضروری امور عرض کرنے ہیں۔ بندہ بعد فراغ دریات عربی انگریزی تعلیم کی طرف صرف اس لئے متوجہ ہوا کہ غیر اقوام میں اشاعت اسلام و تبلیغ احکام کا کام انجام دے سکے۔ کالج چھوڑنے سے قبل ہی جنگ نے اس کے وسائل و اسباب کو بند کر دیا تھا اور اب اس کام کو سفر حجاز سے واپسی پر موقوف کئے ہوئے تھا۔

مدینہ منورہ ہی میں یہ خیال گذرا کہ لکھنؤ حاضر ہو کر مولانا قبلہ کی خدمت میں اس مقصد اہم کو پیش کروں اور دائرہ فرنگی محل کو مرکز تصور کرتے ہوئے اقصائے مغرب میں تبلیغ اسلام کی باقاعدہ کوشش کی جائے چنانچہ کنایتاً کارڈ میں عرض کر بھی چکا ہوں کہ انشاء اللہ العزیز عنقریب لکھنؤ حاضر ہوتا ہوں مولانا سے بھی ضروری امور گذارش کرنی ہیں۔ آج اتفاقاً ہمدم کا پرچہ ہاتھ آیا اور اس خبر کو پڑھ کر بیحد مسرت ہوئی کہ سیٹھ چھوٹانی و عبداللہ ہارون صاحبان نے کمر ہمت باندھی موجب زیادت ہے یہ امر کہ میرے خیال کی تائید میں اس کا مرکز لکھنؤ ہی کو بنایا گیا اس کو مدینہ منورہ میں جو خیال آیا تھا اس کی تعبیر کہوں یا اس کے لئے اس کو ایک بشارت عظمےٰ سمجھوں فالحمدللہ ثم الحمدللہ مولا سبحانہ اپنے حبیب لبیب روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل کامیابی کو رفیق بنائے۔

اس موقع پر اس خلوص و محبت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے جو جناب کو مجھ ناچیز سے ہے اور اُس ارادت کی بنا پر جو مجھ کو جناب سے ہے مشورتاً گزارش کروں کہ کیا میں اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے پیش کرنے کا اہل ثابت کر سکتا ہوں۔ (۱) میری ناچیز علمی (دینی) استعداد جناب پر روشن (۲) انگریزی و فلسفہ جدید تحصیل کا حال بھی جناب کو معلوم (۳) تقریر و تحریر انگریزی و فارسی اردو اور بعض اوقات عربی کا مشغلہ تبلیغ دین کے لئے سات سال سے جاری و ذٰلک فضل اللہ۔ (۴) اگرچہ میرے اہل و عیال بھی ہیں اور دیگر ایسے متعلقین بھی جن کی خدمت مجھ پر واجب مگر محض اس خیال سے کہ اگر ایک بھی میرے سبب راہ راست پر آجائے تو دنیا و آخرت سے بہتر ہیں اس قدر ایثار پر تیار کہ صرف اپنے ذاتی مصارف سفر غریبانہ سے کر اللہ کے رستہ میں اس جہادِ اعظم کے لئے اٹھوں وما توفیقی الا باللہ۔ رزاقِ مطلق متعلقین کے اخراجات کا انتظام خود فرماتے۔ والحمدللہ ابھی وسائل ایسے موجود ہیں کہ میں اس مدت ایک سال کے لیے انہماک سے فرصت پا سکتا ہوں۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ پس اگر جناب مناسب تصور فرمائیں تو مولانا قبلہ کی خدمت میں اس ناچیز عرض کو جو بازار یوسف میں عجوزہ کے سوت سے زیادہ وقعت کو نہ رکھے پیش کر ہی دیجیے۔

اگر مجھ سے زیادہ کام کرسکنے والے حضرات میسر نہ آئیں تو میں حسب ہدایت امریکہ ہو یا انگلستان تبلیغ دین کے لئے بلا کسی معاوضہ و اجرت ظاہری آمادہ و مستعد۔ باضابطہ درخواست کی حاجت ہو تو مسودہ کا محض لکھوا دیجیے آپ وکیل ہیں۔ آئندہ جو رائے عالی میں اپنی خدمات پیش کر کے اجر عنداللہ کا امیدوار ہو ہی چکا۔ چند سال سے وسائل ایسے محدود و مسدود کہ عرض نہیں کر سکتا ورنہ جمیع اخراجات کا بار اپنے ہی سر پر رکھتا۔ اگرچہ بمبئی میں ہوں اور سیٹھ چھوٹانی صاحب سے گفتگو بہت آسان مگر میں بعض وجوہ بنیس الفقیر علیٰ باب الامیر پر عمل گوشہ تنہائی اور میں نہ کہیں آنا نہ جانا۔ رائے عالی سے فوراً مطلع فرمائیے خود انشاء اللہ رجب جل وعلا اواخر ربیع ۴۸ھ تک حاضر خدمت ہو سکوں گا۔ والسلام

۲ر دسمبر ۱۹ء — فقیر محمد عبدالحلیم الصدیقی عفی عنہ ہوٹل آئس کریم پوسٹ عمرکھاڑی بمبئی

خط، مولوی عقیل الرحمٰن صاحب ندوی

(۱)

سہارنپور۔ محلہ قاضی ۱۱ر اگست ۱۹ء

مخدومنا المعظم

السلام علیکم۔ ایک نعتیہ نظم مع ایک مفید تحریک کے جس کو میں اپنے خیالِ ناقص میں نہایت ضروری تصور کرتا ہوں صرف اس لئے روانہ خدمت کرتا ہوں کہ اگر جناب اس تحریک سے متفق ہوں تو عملاً صورت وجود میں لانے کی کوشش فرمائیں کیونکہ ہندوستان میں اس وقت جناب کی ایک ایسی ذات عالی صفات ہے جو دینی اور قومی کاموں میں رہنما ہو سکتی ہے اور اگر کسی وجہ سے جناب کو اس سے اتفاق نہ ہو تو مجھ کو بھی اس وجہ سے مطلع فرمایا جائے کیونکہ بزرگوں کا فرض ہے کہ چھوٹوں کو ہر ایک پُرخطر یا غیر مفید کام سے بچائیں اور سمجھائیں کہ یہ مفید نہیں تاکہ غلط فہمی کا ازالہ ہو اور راہِ راست پیشِ نظر رہے۔

تحریک حسب ذیل ہے :-

مسلمانو

جبکہ دنیا کی ہر ایک قوم اپنی عزت قوت مذہب اور ملک کو بچانے اور فائدہ پہونچانے کے لئے جدوجہد کر رہی ہے اور وہ مادی ذرائع اختیار کر رہی ہے جو دنیا کے لئے لازمی اور ضروری ہیں تو کیا وجہ کہ ہم مسلمان اپنی ان مادی کوششوں میں ان روحانی ذرائع کو شریک نہ کریں جو رسول پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ عالی کو مبذول کرانے والے خداوند قادر مطلق کی خوشنودی کا باعث اور مذہب کی شاہ راہ سے کامیابی کی چوٹی پر پہونچانے والے ہیں مسلمانو اس وقت جبکہ اسلام کی بہبودی کے لئے لندن میں ہند کے معزز نمائندے صدائے احتیاج بلند کر رہے ہیں تو نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کی آواز کو طاقتور بنانے اور امداد ربی کو ان کے شریک حال کرنے کے لئے ہندوستان سے ایک وفد فریادی بن کر بیت اللہ میں حاضر ہو اور خدائے قادر سے رو کر گڑ گڑا کر طالب عفو اور طالب رحمت ہو پھر دربار حضرت سرور عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو اور اپنی خستہ حالی خطاکاری کا اظہار کر کے سفارش کا طالب ہو۔ بہت ممکن ہے کہ رسول پاک اپنی گنہگار امت پر نظر کرم فرمائیں اور اللہ تعالیٰ کا دریائے رحمت جوش میں آئے اور مصیبت کا گرد و غبار کائی کی طرح پھٹ جائے مسلمانو ہمت کرو۔ فنعم المولے ونعم النصیر۔ نظم دوسرے کاغذ پر ملفوف عریضہ ہے۔ جواب کا منتظر

نیاز مند عقیل الرحمٰن ندوی

<u>خط، افسر صاحب</u>

(۱)

راحت منزل ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

جناب محترم مولانا عبدالباری صاحب دام فیوضکم

سلام علیکم و علےٰ من لدیکم۔ گذشتہ ہفتہ سے مخلص کا مزاج علیل ہے۔ اگر فرصت ہو تو کل روز یکشنبہ شام کو پانچ بجے مخلص کے ساتھ چائے نوش فرماویں عیادت مسنون و راقم ممنون۔

المخلص افسر

<u>خط، ابوالخیر مودودی صاحب</u>

(۱)

بنام مولانا سلامت اللہ صاحب

تاریخ نہیں ہے

باسمہ تعالےٰ

صدیقی الافخم۔ السلام علیکم۔ یقین ہے کہ میرا پچھلا خط مل گیا ہوگا۔ آج پھر چند باتیں عرض کرنی ہیں اور جواب کا طالب ہوں اس لئے تکلیف دے رہا ہوں۔ مقامات مقدسہ ہم سے جس ایثار و قربانی کے طالب تھے اور ہیں ان محترم مقامات کے لئے اپنے فرائض جس جوش و فدویت کے ساتھ ادا کرنے چاہیے تھے ان سے ظاہر ہے کہ بالکل روگردانی اختیار کی گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ رولٹ ایکٹ کی مخالفت ہمارے لئے اس قدر ضروری نہیں ہے اس کی مدافعت ہمارا فرض دینی نہیں ہے بلکہ ہمارے اوپر جس کی

مدافعت فرض ہے اور جس کے لئے اپنی جانیں قربان کر دینی چاہئیں وہ مقامات مقدسہ ہیں، وہ خلافت کا مسئلہ ہے۔ بمبئی کے جلسہ کا انتظار تھا کہ شاید وہاں مقامات مقدسہ کے لئے مقاومت متحملانہ کا اعلان کیا جائے گا وہاں یہ صدا بلند کی جائے گی کہ آج اسلام اپنے ہر فرزند سے اس کی آخری خدمت کا طلب گار ہے لیکن بدقسمتی کہیے یا مسلمانوں کی ذلت و غلامی کہ وہ جلسہ ملتوی کر دیا گیا اور بظاہر اس کے انعقاد کی کوئی صورت نہیں۔ مجھے مولانا عبدالباری صاحب قبلہ کی خدمت میں نیاز حاصل نہیں اور نہ ہی اس مسئلہ کے متعلق ان سے کچھ مکاتبت کر سکتا ہوں اس لئے سب سے پہلے آپ سے اشارہ کرتا ہوں اور اگر آپ کو میری رائے سے اتفاق ہے تو مولانا سے کہیے کہ اس سے بہتر اور کونسا وقت ہو سکتا ہے۔ جب ہم ایک فرض سیاسی کے لئے مستعد ہو سکتے ہیں جب ہم راہ سیاست میں مصائب و آلام کے برداشت کرنے کے لئے مستعد ہو سکتے ہیں تو کیا ہماری روح اس درجہ مردہ ہو گئی ہے ہمارا ایمان اس قدر مضمحل ہو گیا ہے کہ فرض دینی کے لئے رسن در گلو نہیں ہو سکتے۔

اگر یہ واقعہ ہے کہ اس وقت ہم اس کے لئے تیار نہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں تئیں مسلمان کہنے کا کوئی حق نہیں ہم صرف ہندی ہیں اور اسلام کے پاک و مقدس نام کے لئے ایک داغ ہیں۔

دوسرا مسئلہ جو اس وقت پیدا ہو گیا ہے اور جس کے لئے آنکھیں منتظر ہیں افغانستان کا مسئلہ ہے اور سب سے زیادہ نازک مسئلہ ہے۔ بغداد اور بیت المقدس۔ نجف اشرف اور عراق عرب جہاں مسلمانوں نے اپنے خون بہائے آج اسی قوم کا دردانگیز منظر ہمارے سامنے ہے۔ بیت المقدس پر خون بہانے کے لئے پنجاب نے سب سے زیادہ حصہ لیا لیکن جس طرح شہید راہ حق پرستی (حضرت امام حسینؓ) کے قاتل اس کے کچھ دن بعد مٹا دیئے گئے پنجاب کے نام نہاد مسلمانوں کا بھی یہی حشر ہوگا اور وہ دن قریب ہے جب ہندوستان کے کل مسلمانوں کا یہی انجام ہوگا۔ لہذا آج ہر مسلمان کا اگر وہ مسلمان ہے اور اسے اس خدائے قوی و توانا کے حضور حاضری دینی ہے جس نے اس جیسی تمام حکومت کو تباہ و برباد کر دیا اور جو ہر اس ظالم و جابر اور بندۂ دنیا و باطل پرست کو تباہ کر سکتا ہے تو ہمیں سب طرف سے منہ موڑ کے اسی ایک کے آستانہ عز و جلال پر اپنا سر جھکا دینا چاہیے۔ اگر مولانا عبدالباری صاحب اور چند اور بزرگان ملت اسلام کے لئے کچھ بھی خدمت کر سکتے ہیں تو انھیں اس سے غافل نہ رہنا چاہیے اور جس طرح اس سے پہلے اپنے گلوں پہ چھریاں پھیر چکے ہیں اس مرتبہ اس سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ افسوس ہے کہ نہ صرف یہ کہ میری عمر زیادہ نہیں بلکہ میری کوئی حیثیت بھی نہیں جس کی وجہ سے میں کچھ کہہ بھی نہیں سکتا ورنہ آج وہی کہتا جو حضرت ابوذر غفاریؓ نے صحن کعبہ میں کھڑے ہو کر کہا تھا اور وہی کرتا جو عبداللہ بن مسعودؓ نے بیت اللہ میں کیا تھا۔ ان تمام باتوں کے علاوہ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہندو اس وقت کیا کرتے ہیں اور وہ اتحاد جو قائم ہو گیا ہے۔ قائم رہتا ہے یا نہیں اگر جس طرح سے پہلے پال اور پنچ کوڑی نے کہنا شروع کر دیا تھا اب پھر کہا جانے لگے گا اور آریہ صاحبان بھی اپنی فطرت اصلی پر آ جائیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ اتحاد کا شیرازہ برہم ہو جائے گا۔ یہ بھی نہیں معلوم کہ گاندھی نے اب پھر جو ستیہ گرہ کی تحریک کو شروع کیا ہے وہ اس پر قائم رہتے ہیں یا پھر واپس لیں گے بہرحال یہ مختلف خیالات ہیں جن پر مستقبل کا انحصار ہے اور میں صحیح عرض کرتا ہوں کہ جس وقت سے اعلان جنگ کی خبر پڑھی ہے آتش بجان ہوں اور وہی کرنا چاہتا ہوں جو قبیلہ عبدہ کی ایک یازدہ سالہ لڑکی فاطمہ نے کیا تھا۔

فقیر ابوالخیر مودودی عفا اللہ عنہ

خطِ مظہر الحق صاحب

(۱)

پٹنہ ۲۸ مارچ ۲۲ء

جناب والا۔ تسلیمات عرض ہے۔ ڈاکٹر محمود کے مقدمہ کی تاریخ ۵ اپریل مظفر پور میں مقرر ہوئی ہے۔ اسی روز مقدمہ پیش ہوگا۔ یہ سن کر کہ جناب کی طبیعت گرمیوں میں خراب ہو جاتی ہے تردد ہوا۔ اللہ پاک آپ کی سی مقدس ذات کا سایہ تمام مسلمانوں کے سر پر ہمیشہ قائم رکھے زیادہ تسلیم۔

نیاز کیش

مظہر الحق

خطِ مولانا عبدالباقی صاحب

(۱)

اعز الاخوان مولوی محمد عبدالباری صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مجھ کو ——— آپ کی خیریت بذریعہ تقریر بعض اصحاب حکام ہند وتحریر مولوی عبدالہادی صاحب معلوم ہوئی گو طبیعت نے اس قدر پر قناعت نہ کی اور واسطے دریافت تفصیل احوال مزاج جملہ صغیر وکبیر کے آپ کے پاس خط روانہ کیا کیونکہ طبیعت کو لڑکوں کی خیریت نہ دریافت ہونے سے تعلق ہے مگر عجب یہ ہے کہ آپ نے جواب نہ بھیجا۔ اس عرصہ چار پانچ سال میں تو طرفین سے بوجہ تخالف دولتین کے تحریر نہ ہونا مقتضائے حکمت تھا مگر بعد تخالف دولتین کے کیوں مکاتبت بند ہے اس کی وجہ سمجھ میں نہ آئی بربناے وحدت ومسافرت فقیر اگر وہاں سے نشان دریافت کیا جاتا اور موت وزندگی کی جستجو ہوتی تو بجا تھا میں نے بغور راہ کھلنے کے خط بھیجا اور اپنا پتہ لکھا اگرچہ اس میں فتح مدینہ منورہ کی خبر لکھی اور اہل مدینہ طیبہ کے رجوع کے رجا لکھی۔ مگر راہ بند ہوئی تھی لکھا تھا اور بعد اس تحریر کے براہ بحر ایک جماعت مدینہ طیبہ کو روانہ بھی کی گئی اور ہم لوگوں نے بھی اسباب باندھا مگر پھر قیام ہوگیا اور نہیں معلوم کب تک قیام ہے اگر یہاں خط آتا تو مجھ کو مل جاتا اگرچہ میں مدینہ طیبہ بھی چلا گیا ہوتا تو بھی پہونچنا اس کا دشوار نہ تھا اور اگر ایک خط ضائع ہو جاتا تو کیا گزند تھا بہر حال باعث اس تقریر شدید اور تحریر تاکید کا یہ ہے کہ آپ فوراً اپنی اور اپنے یہاں کے خورد وکلاں کی مفصل طور سے خیریت لکھ کر دل کا اطمینان بخشیں اور مکان آپ کا مدینہ طیبہ میں زیر نگرانی میرے وکیل مسجل کے محفوظ ہے۔ فقط

۱۰ رجب ۱۳۳۷ھ　　　　محمد عبدالباقی عفی عنہ

اس پتہ سے خط بھیجے گا سوق مدحت پاشا براسطہ شیخ موسے طربل کے فلاں کو ملے۔ جناب مولوی عبدالعزیز صاحب کے احوال سے بھی مطلع فرمایئے گا اور بچوں کو اور جملہ اعزا کو سلام ودعا۔

(۲)

اعزالاخوان مولوی عبدالباری صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا ایک عنایت نامہ رمضان شریف میں آیا تھا جس کا جواب فوراً اُسی وقت روانہ کر دیا غالباً تاخیر سے پہونچا ہوگا میں نے مدینہ منورہ کو کئی خط لکھے مگر وکیل وغیر وکیل کسی کے پاس سے کچھ جواب نہ آیا۔ اب کل روانگی کا عزم کیا ہے کیونکہ ریل مدینہ منورہ سے متصل ہو گئی ہے مگر ہنوز عموماً آمد و شد نہیں ہے وہاں پہونچ کر کیفیت سے مطلع کروں گا۔ سابق میں میں نے مضمون وقف موافق اپنی رائے کے لکھا تھا کہ یہ مسئلہ آپ وہاں سے منقح کر کے آویں ہر چند کہ مجھ کو یہ مکان پسند نہیں اول تو زمین وقف پر ہے حکر دیا جاتا ہے دوسرے گرمی میں چھت تنگ ہونے سے دشواری ہے تیسری بلا مکان وصوب کے رخ پر ہونے سے نہایت گرم ہو جاتی ہیں ہر چند کہ عمارت اُس کی نہایت مستحکم و پاکیزہ ہے چوتھے تعمیر اس کی زرکثیر کی طالب ہے اور بوجہ چھوٹے مکان کے نکل جانے کے بہت سے منافع میں قلت ہو گئی ہے اور یہ جملہ امور مشاہدہ پر موقوف ہیں خدا کرے آپ کا آنا ہو تو صورت وقف بعد پسندیدگی مکان کی جا دے کی مگر بجز اُس طریقہ کے جو میں نے لکھا دوسرا طریقہ حفاظت ملک کا متصور نہیں۔ امید کہ آپ نفسی خواہش پر محمول نہ فرماویں گے اس وجہ سے کہ راجہ صاحب کی جائیداد سے میں بالکل بے تعلق رہا اور رہوں گا اور صرف آپ کی خوبیٔ عنایت سے اس خرید و فروخت اور حفاظت وغیرہ کا خیال کرنا پڑا ورنہ آپ کو میری طبیعت کا حال معلوم ہے۔ راجہ صاحب و رانی صاحبہ سے سلام کہیے اور اُن کی خیریت سے بھی خبردار کیجیے۔ اور اگر راجہ صاحب کا خیال آپ کی جانب سے بدلا ہو تو اُن کا مکان جس کے نام تھا وہ انتقال کر گئے اور ان کے ورثہ منتشر ہو گئے اور اب مکان کا قبضہ میں آنا اور حجہ کا منتقل کرانا نہایت دشوار ہو گیا ہے آپ چاہیں گے تو آپ کو سہل ہے ورنہ مجھ کو سروکار نہیں جب فرمائیں میں اپنا قبضہ اٹھا لوں اور جس کے سپرد فرمادیں ——— کر دوں۔ زمانہ حرب میں جس دشواری سے میں نے حفاظت کی ہے میرا دماغ ہی جانتا ہے ورنہ کتنے مکان رہن کتنے بیع کتنے منہدم ہو گئے کتنے عسکر کی ضبطی میں گئے آپ کے مکان پر بحمدہ میرے علم میں کوئی آفت نہیں آئی تو اس کی وجہ آپ کی ذات ہے نہ راجہ صاحب۔

بہرحال مجھ کو لکھئے کہ مکان کس کا ہے اور یہ امانت میرے ہاتھ میں کب تک آپ رکھیں گے اس وجہ سے کہ میں امانشاری سے بالکل دست برداری کر چکا ہوں کیونکہ مجھ کو اس کی مہلت نہیں ولیکن آپ کا مال ہونے کی وجہ سے مجبور ہوں اور بحسب اُن شرائط کے جو آپ نے تحریر کئے عملدرآمد کرتا رہا ہوں سوائے اس کے کہ وہاں سے رابطہ اس کا نہیں رکھ سکتا جس کی وجہ آپ پہ پوشیدہ نہیں والسلام

محمد عبدالباقی عفی عنہ

مدینہ منورہ ۸ ذیقعدہ دوشنبہ ۳۸ھ

(۳)

اعزالاخوان مولوی عبدالباری صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ و زاد قدرہ

بعد سلام مسنون خیر مقرون آنکہ پرسوں شب شنبہ کو بعد مغرب آپ کا تار ملا خبر وفات رانی صاحبہ معلوم ہوئی یہاں عورتوں

کی نماز غائب نہیں پڑھی جاتی مگر جس طرح آپ کی والدہ صاحبہ کی نماز غائب پڑھی تھی اُسی طرح ان کی بھی نماز غائب پڑھی اور حرم شریف میں قرأۃ قرآن بھی ہوئی اور دعائے مغفرت کرتا ہوں اُن کے انتقال کا نہایت افسوس ہوا خصوصاً اطاعت زوج اور نگہداشت ادب پیران طریقت تو اُن کا حصہ تھا۔ قبل ازیں راجہ صاحب کو ایک خط لکھا ہے جس کا مفاد یکسوئی معاملہ ہے اور شیخ الطاف الرحمٰن صاحب کو لکھا ہے کہ وہ قبل خط دینے کے آپ سے مشورہ کر لیں مجھ کو مقصد کے خبط سے نہایت الجھن ہے نہ حلت انتفاع کا پتہ ہے نہ حرمت کا کس مصیبت میں آپ نے ڈال دیا ہے براہ خدا مصارف کی یکسوئی کیجئے اور مجھ کو راحت دیجئے۔ اگر آپ کو میری رائے پر اطمینان نہیں ہے تو دوسرے کے سپرد کیجئے ورنہ مجھ کو اس کے متعلق آزادانہ تصرف کی اجازت دیجئے۔ مجھ سے غیر ممکن ہے کہ میں جزئیات کو آپ سے پوچھا کروں جس کا مدت کے بعد آپ نے جواب دیا کہ مجھے فکر کا موقع اب تک نہ ملا ایسے حال میں آپ نے کیوں تحریر کیا ہے کہ انتظام میں خود کروں گا آج چھ سات برس ہوئے کہ نہ آپ نے انتظام کیا نہ آپ وہاں بیٹھ کر انتظام کر سکتے ہیں نہ یہاں کے تغیرات آپ کو معلوم ہیں۔

ہر زمانہ میں ایک حال ظاہر ہوتا ہے جو خیال میں نہیں ہوتا۔ میری بیماری کا سلسلہ ہنوز ختم نہیں ہوا ہے تین روز ہوئے کہ بخار نہیں آیا ہے مگر ورم طحال موجود ہے۔ میاں محمد کریم علیحدہ ہو گئے ہیں ہم دو آدمی گھر میں اور دونوں بیمار ماما ملتی نہیں جاریہ مفقود ایک حالت نشر کی تمام شہر پر طاری ہے اور تپ اور فقرا اور عدم نفس کا اجتماع ہر جگہ موجود ہے اولاً ایک لڑکا ہوا تو وہ مردہ ہوا خلاصہ یہ کہ عنایات الٰہیہ خوب سب پر ہیں اور میں کیا لکھوں کہ فکر میری بالکل صاف نہیں۔

امید کہ جو امر خلاف مناسب ہو وہ پس انداز کیجئے کہ بیمار کی فکر بیمار ہے والسلام۔

مسلسلات اور ثبت مجمل اور ثبت مفصل وغیرہ کتب تمام ہیں لوگ روایت کرتے ہیں مگر فراغت ملے تو وہاں بھیجوں۔

مدینہ منورہ

(۴)

برادر عزیز القدر مولوی عبدالباری صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون آنکہ میں بحمدہ اب بخیریت ہوں اور آپ لوگوں کے لئے دست بدعا۔ چودھری الطاف الرحمٰن صاحب کا خط آیا جس کا مفاد یہ ہے کہ مکان آپ کے نام رہے اس قدر مسئلہ تو مسلم ہے راجہ صاحب سے دریافت کیا گیا کہ مکان زیر انتظام کس کے ہے تاکہ انتظامی اور ملکیت کے متعلق امور کی پرسش اس کے موافق ہوا کرے آپ جانتے ہیں کہ محض نام سے کام نہیں چلتا اور بغیر فیس کے مکان آپ کے نام پختہ نہیں ہو سکتا۔ اس کا جواب نہیں ملتا اور جب تک پختہ طور پر مکان کا قبالہ منتقل نہ ہو اس وقت تک نہ آپ کا نام نہ میرا نام نہ آپ کا قبالہ نہ میرا قبالہ سرکار میں معتبر نہیں جس کی بنا پر بعد میرے فوت ہونے کے مکان کی حفاظت ہو سکے میرا مقصد یہ تھا کہ میری حیات میں مکان منتقل ہو جاتا اور وقفیت کی صورت درست ہو کر مسجل ہو جاتا، تاکہ ضائع ہونے سے محفوظ رہتا رہا آپ کا آنا تو خدا جانے کب ہو۔ میں نے راستہ کھلا غنیمت جان کر آپ سے امور لازمہ کی پرسش کی آپ نے جواب عدیم الفرصتی کا دیا۔ اب پھر فتنہ کا وقت ہے ڈاک گویا بند ہے ایسے حال میں کوئی صورت

آپ کے آنے کی معلوم نہیں ہوتی مگر یہ کہ خدا ان بقعن کو دفع کرے۔ اس وقت تک میرا خیال یہی ہے کہ میں درحالیکہ صرف مکان معلوم نہیں اور اس کی وجہ سے حلت و حرمت سکنے بھی مجہول ہے علیحدہ مکان لے کر رہوں چنانچہ جب موقع ملتا ہے تو ایسا کرتا ہوں مگر ضرورت حفاظت مجبور کرتی ہے تا وقت وفات محمد علی ایوب صاحب اپنے مکان میں رہا بعد اس کے ان کے جدید سسر نے اُن کے مکانات و املاک پر قبضہ کیا خوف ہوا کہ اس مکان پر قبضہ نہ کریں تو کچا کاغذ بلا قبضہ کے مفید ہوگا۔ اس مکان میں رہا یہاں تک کہ ضرورت کے لئے مکانات جس میں ایک دو آدمی ہوتے وہ سرکار میں چھن جاتے اور صاحب مکان نکال دیا جاتا اس خوف سے فوراً ایک حاکم کی نذر کو مکان دے دیا اور دوسرے مکان کو بکرایہ لے کر رہا وہ زیر تجویز انہدام آیا تو اور ایک مکان لے کر اسباب ہاں رکھ کر تیسرے روز روانہ شام ہوا اور وہ حاکم بھی بعد میں مسافر ہوئے تو وکیلوں سے اُن کو ملاقات کی نوبت نہ آئی ایک سپاہی کو کنجی حوالہ کی کہ وکیل کو دے ہوئے اُس سپاہی نے قبضہ کیا جب اس کا سفر ہوا تو اُس نے ایک حلوائی کو دے دیا۔ اس رد و بدل میں مکان کی بہت سی چیزیں ٹوٹ میں سے آہستہ سے صلوائی سے لے لیا۔ اس وقت مکان کے مالکوں کی جانچ ہوتی تھی اس ضرورت سے رہنا پڑا یہاں تک کہ دو مرتبہ جانچ ہوئی اور مالک حاضر ثابت ہوا جن مکانات کے مالک غائب تھے اُس پر قبضہ سرکاری ہوا اور اب جب اہلِ بلد سب واپس آ گئے جن مکانات کا مالک نہیں آیا وہ لاوارث قرار پائے اور معرض بیع میں ہیں اور جو مکان آپ کا بچا ہے وہ معرض بیع میں ہے اور قیمت نہایت ارزاں ہونے پر بھی خریدار معلوم نہیں ہوتا۔ اگر میں مکان میں نہ ہوتا تو لاوارث یہ بھی قرار پاتا اس ضرورت سے تا وقت اطمینان سکونت مشروط بتدریس ہے اور بوجہ ناسازی مزاج اہل خانہ گھر کی نگہداشت اور صفائی بھی ممکن نہ ہوتی اس واسطے ایک حاکم کو کہ وہ مکان کو صاف ستھرا رکھے دے دیا۔

میگزین اڑنے سے گونہ خرابی مکان میں آئی اور بوجہ اس کے کہ شام میں تغیرات ہوئے اور یہاں پر اندیشہ ہوا مکان پر قبضہ کرنا لازم ہوا تا وقتیکہ یکسوئی حکومت کی ہو تو میری یہ حالت ہے۔ اور مجھ کو بوجہ راجہ صاحب کی ملک ہونے کے اندیشہ نفسانیت کا شک املاک مولوی ظہور اللہ صاحب کے ضرور ہے اس لئے کہ دنیا کا قبضہ ہمیشہ منشا فساد ہوتا ہے اور اسی وجہ سے جملہ ماتوں سے میں نے دست برداری اختیار کر لی اس امانت سے بھی میں سبکدوشی چاہتا ہوں چنانچہ آپ سے گزارش کی کہ یہ مکان سرکار میں حفاظت میں دے دوں یا فروخت کر کے روپیہ بھیج دوں یا مزدور کے سپرد کر دوں تاکہ شر دنیا سے مجھ کو حفاظت ہو مگر اس وقت تک پتہ نہیں چلا کہ مکان کا مصرف کیا ہے اور مالک اس کا کون ہے مولوی الطاف کی تحریر سے اگر یکسوئی ہو کہ آپ کی ملک ہے تو مجھ کو اس کی تعمیر و نقل تبادلہ میں بجز آپ کے اذن کے حاجت دوسری کسی چیز کی نہیں جس طرح ہوگا اپنا کام ہی انجام دوں گا۔ اگر آپ کا تار نہ آتا کہ حجاج آنا سے جاویں تو وقف کی یکسوئی دشوار نہ تھی اب مزید آپ سے پرسش کرنا ہے کہ اس مکان کو مصرف تدریس کرتے ہیں یا فرودگاہ حجاج ہے تو بکرایہ یا بلا کرایہ اگر بلا کرایہ ہے تو شکست و ریخت کی تدبیر بتلایئے اور اگر بکرایہ ہے تو جو نزاکت سے اُس کا مصرف کیا ہے اور اگر مصرف تدریس ہے تو صرف فرنگی محل کے موجود عالم کے اوپر منحصر ہے تو اگر وہ نہ ہو تو کیا ہوگا اور اگر درسِ نظامی والا نہ ہو اور فرنگی محل نہ ہو یا ہو اور وہاں سے اطلاع کے ذرائع بند ہوں یا کھلے ہوں اور یہاں کسی کو تعلیمت اہلِ فرنگی محل سے نہ ہو غیر فرنگی احتمال قیام قیامت تک جتنی نکلتے ہوں اُن کا لحاظ کر کے مصرف فرمایئے اس واسطے کہ وقف میں

تاکید شرط ہے اور یہ امور کل بالمشافہ طے ہونے کے تھے مگر لوگوں کا خیال ہے کہ ایسے احوال میں آپ کا آنا یہاں غیر ممکن ہے تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ فتن سے نجات نہ دے تو اگر خط سے جواب نہ دیں گے تو پھر مجھ کو ملامت نہ کیجیے گا آپ خود اپنی چیز کو ضائع کریں گے

(۵)

مدینہ منورہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

اعزالاخوان مولوی قیام الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا محبت نامہ مشتمل تعزیت مرحوم پہونچا بر سبیل احتمال برخوردار قطب الدین کی آمد کا مژدہ دیا مگر معلوم نہیں ہوا کہ وہ روانہ ہوئے یا مکہ کو مہ پہونچے خیر اگر مقدر ہے تو ان کی ملاقات سے مسرت ہوگی اور دل تو آپ کی ملاقات کو بھی چاہتا ہے مگر تا ایندم نہ اتفاق ہوا۔ خدا سال آیندہ آپ سے بھی ملا دے آپ کی ملاقات سے بہت سے امور وابستہ ہیں جس میں سے اگر آپ نے برخوردار کو اجازت دی ہوگی تو متعلق مکان کے ان کی مشورت سے کچھ انشاء اللہ رفع ہو جاوے گی۔ میاں اصغر علی صاحب کا کوئی خط نہیں آیا میں نے ان کی علالت کے متعلق آپ کو لکھا تھا جس کا حال بالکل معلوم نہ ہوا۔ سنتا ہوں کہ مزاج بفضلہ رو بصحت ہے صرف ضعف باقی ہے اللہ تعالیٰ ان کے ضعف کو دفع کرے اور پھر جلد ملنا نصیب کرے میرا سلام لکھ بھیجیے گا۔ ان کی طرف کا کوئی حاجی نہیں آیا جس سے ان کے مزاج کو کچھ پوچھتا یا لکھتا خیر سب خیریت ہے برادرم سے ملنے کا نہایت اشتیاق ہے اس واسطے کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔

عجب حالت ہمارے گھر کی ہے میاں محمد عظیم نے جب سے ہم یہاں آئے ہیں ایک خط بھی نہ بھیجا اور پھر اپنے بھائی کو شکوہ لکھتے ہیں کہ بڑے بھائی سنتا ہوں کہ ناراض ہیں فرمائیے مجھ کو اپنے لڑکوں سے خواہ مخواہ ناراض ہونے کی کیا وجہ ہے مگر ان لوگوں کو اپنا دماغ درست کرنا چاہیے جو عالم بھر کو اپنا مخالف سمجھتے ہیں اور آپس میں بجائے آشتی کے لڑتے ہیں۔ میں کیا کروں یہ بھی ادبار کی نشانی ہے اور جو خدا چاہے اسی میں چون و چرا کی گنجائش نہیں دعا کرنا اپنا کام ہے۔ اللہ ہمارے اُن کے احوال دینی و دنیاوی کو درست کرے والسلام

محمد عبدالباقی الایوبی مدرس حرم المحترم النبوی

(۶)

مدینہ منورہ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ

اعزالاخوان مولوی عبدالباری صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عرصہ دراز سے کوئی مسرت نامہ نہیں آیا شاید کوئی مصلحت ہو۔ آپ سب کے احوال معلوم ہونے کا ذریعہ بجز خطوط کے اور نہیں۔ منشی اصغر علی صاحب کو بفضلہ صحت حاصل ہوئی خوشی کا باعث ہے آپ کے متعلقین کے لئے بھی دعا کرتا ہوں مایوس نہ ہو جائیے اللہ صحت دینے والا ہے۔ حاجی صالح داود کلکتہ والے جاد سے آکر یہاں رہتے ہیں نکاح کیا ہے سلام کہتے ہیں اپنے بیان سے انہوں نے طبیعت کو نہایت بیزار کر دیا۔ یہاں تک کہ اس بیزاری کو حضور صلی اللہ

آپ کے ملنے کا نہایت اشتیاق ہے غالباً نظر بانقلاب احوال
علیہ وسلم میں پیش کرنا پڑا جس کے آثار ظاہر ہونے ہیں انشاء اللہ۔
شاید آپ کو آنے کا موقع امسال ملے۔ میاں محمود فیض آبادی میر منشی بجائے محمد حماد مرحوم کے ہیں۔ نقل قبالہ کی سخت تاکید کرتے ہیں
مگر وہ آپ کی رائے پر موقوف ہے اور فیس دونی ہے عرصہ درازست مکان بے مرمت ہے اور کرایہ داروں کی بے احتیاطی سے زیادہ
شکستگی ہوتی۔ نیز اگر کوئی پچھلا کرایہ ضبط کرے تو بدون قبالہ بحتہ دفعیہ اس کا دشوار ہے ناچار اس وقت تک مکان میں سکونت لابدی
ہے کہ اس کا فیصلہ ہو شہود ملکیت بھی مرتے جاتے ہیں جیسا کہئے ویسا کروں۔ والسلام

محمد عبدالباقی الایوبی

نظیر اس کی مولوی اعظم حسین کا مکان ہے اُن کے مرتے ہی جبر لوگوں نے سے کرایا قبضہ کیا اولاد محروم ہو گئی سبب اس کا
یہ تھا کہ مکان غیر کے نام اور غیر کا مال لکھا تھا جانے کے بعد پھر یہ ملا اور آئندہ ملک دیگران ہو جاوے جو کوئی حق نہیں۔

(۷)

مدینہ منورہ ۱۸ ذی الحجہ

برادر عزیز القدر مولوی عبدالباری صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون دعا مقرون واضح رائے ہو کہ بفضلہ تعالیٰ میں ۲۷ ذیقعدہ روز دوشنبہ کو براہ ریل مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔
آپ کا مکان انہدام وغیرہ سے بحمدہ محفوظ رہا صرف قاعہ کے جلا اور بالا خانہ کی کھڑکیاں اور شیشے ٹوٹے اور میلا بہت ہو گیا کوڑہ
بکثرت تھا صفائی میں بوجہ فقدان عبید و جوار و مزدور و نوکر کے نہایت دقت ہوئی۔ اس دقت کے علاوہ مکان میں بوجہ ویرانی
بازار فرش نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ وہاں سے بھیجا جاوے اس لئے پروانہ مرسل ہے۔ تیسری دقت وہ جو آپ کو سابقاً لکھا ہے کہ ایک
جانب مکان کا اندیشہ ناک ہے قاعہ کے دہنی پہ گز بھر چوڑی پتھر کی دیوار ہے یہ ہر وقت خطرناک ہے اور اوپر قاعہ کے مجلس جو طاق
گئی ہے اس کی راہ نہیں اور چھت چھوٹی ہے ضرور ہے کہ اس مجلس پر دوسری مجلس پاٹ کر چھت وسیع کی جاوے کنواں اوپر کے طبقہ
میں نہیں پہونچا اس کے پہونچانے کی ضرورت ہے ایک چھت کنویں کے اوپر تک آئی ہے اس کی درستی کی حاجت ہے۔ چوتھی
دقت یہ ہے کہ شیخ محمد علی مرحوم کے ورثہ متفرق ہو گئے مکان کا حجہ سرکاری طور پر نہ میرے نام ہوا نہ آپ کے نام اور سبب اس کا
یہ ہے کہ خرچ محکمہ مقررہ غیر مقررہ ساٹھ ستر اسی گنی بلکہ زائد مانگتا ہے اور وہ میرے اختیار سے باہر ہے اول تو تبعیت عثمانی ہونے
پر بھی حجہ ہونا غیر متصور تھا بعدہ قیام الملک نے لوگوں کو تتر بتر کر دیا اب نہ کوئی ساہوکار رہے نہ کرایہ دار نہ کرایہ اس قابل کہ اس
سے خرچہ نکلے اور بہ ضرورت قبضہ کے رہنا مکان میں اس کرایہ کو بھی مانع ہے۔
پانچویں دقت یہ کہ آپ کی تحریر مدرسہ کرنے کی تھی اور بعد میں حجاج اتارنے کی خبر آئی نہ معلوم کیا مقصد ہے شرط وقف
کی تبدیل نہیں ہو سکتی اس واسطے ایک بات پر ثبات نہ ہونا دشوار ہے۔
چھٹا امر یہ ہے کہ حجاج اتارنے میں نظم اس مکان میں اگر نہ رہے تو بعد میرے کیا وجہ اس کو حفاظت مکان کی ہے اور ایسے
حال میں اگرچہ رہے یا نہ رہے مکان کرایہ پر سالانہ نہیں دیا جاسکتا تو مرمت شکست و ریخت کا کیا انتظام ہے اور یہی سوال مدرسہ ہونے

کی صورت میں بھی پیش ہے۔

ساتواں امر یہ ہے کہ مدرسہ بصورت مکتوبہ جناب والا غیر ممکن ہے یہاں تک کوئی درس نظامی پڑھتا ہے جس کے کتب دستیاب ہوتے ہیں۔ نہ اس کے پڑھنے کی رغبت کی کوئی وجہ ہے مدرسہ اگر مقرر آمدنی کا ہو تو اس کی صورت اور اگر چندہ پر ہو تو اس غرض سے بلاشبہ خلاف عقل، اور اس فقیر سے بطریق مدرسہ ہائے مکہ مدینہ سوال اعانت و بسط سفر دعوت دشوار ہے۔ اس مکان کی آمدنی تو ایک شخص کی بسر کو کفایت نہیں کرتی، اور جب تک اتنی تنخواہ مدرس کی نہ ہو کہ وہ اپنا پورا وقت مدرسہ کو دے سکے کوئی شخص تدریس کو قبول نہیں کرے گا اور یہ فقیر تو عادۃً تدریس کرتا ہے مگر کلام میرا وقف مریدین ہے۔

آٹھواں امر یہ کہ مدرسہ کو آپ اپنے مدرسہ سے وابستہ کرتے ہیں حالانکہ دولت ترکیہ کے قوانین کے مخالف تھا اور غالباً دولت عربیہ کے بھی مخالف ہو۔ یہاں کے تعلقات و قضیہ یہاں کی حکومت سے وابستہ ہیں مگر قدیم اپنے قدم پر باقی ہیں اور بندہ اس تعلق سے عاجز ہے۔

نواں امر یہ کہ اگر مکان کو آپ مدرسہ پر وقف کریں گے تو خود غرض کو بنا و وجاہت اپنے ہر وقت اختیار رہے کہ ناظر و مدرس وغیرہ کو نااہل قرار دے کر علیحدہ قرار دے ——— اور مدرسہ اپنا مال کر لے اس کے لئے صورت وقف میں موقوف علیہ شخص معین لکھا ہے کہ موقوف علیہ کا اخراج غیر متصور ہے نیز موقوف بصوابدید اپنا ہر وقت ہر اختیار رکھتا ہے۔

دسواں امر یہ ہے کہ جناب نے مکان کا قبالہ اپنی کس مصلحت سے اپنے نام کرایا اور وہاں بیٹھ کر انتظام اپنے ہاتھ میں لیا مجھ کو کیا حجت ہے کہ میں مکان پر سے مدافعت کر سکوں کہ اجنبی ہوں نہ مالک نہ وکیل مسجل۔

گیارھویں مشکل یہ کہ میں امانت داری سرپرست برداری کر چکا ہوں اور وقت ہائے مذکورہ بالا پر راجہ صاحب کا اصرار کرنا مؤکد اس دست برداری کو ہے۔ بوجہ ضرورت رفیع البہ مکان میں خلاف مرضی اپنے اور بلا اذن مالک کے رہنا مجھ کو ناگوار ہے اور بوجہ جہالت حالی مال طبیعت نہایت متعرض ہے اور ان تعلقات دنیاویہ سے طبیعت کو نفرت ہے اس واسطے کہ ہر کام علمی ہے اور ایک مدت دراز سے ظاہراً بوجہ خرابی حال کے تین نحوستوں کا سامنا رہا ہے نحوست فقر شدید نحوست تفریق نحوست حرمان زیارت شریف حالانکہ اولاً استخارہ سے خوف فقر دیکھا تھا مگر مکان کے قبضہ سے جانے کے اندیشہ سے حفظ امانت کی ضرورت کو رائج کیا ورنہ مکان و مدرسہ و انتظام حجاج سے مجھ کو دلچسپی نہیں اور میں یہاں رہ کر نہ راجہ صاحب نہ رانی صاحبہ نہ کسی اور سے بجز آستانہ شریف امداد پسند کرتا ہوں مجھ کو جو کرب اس مکان کے ہاتھ میں رہنے سے ہے میں لکھ نہیں سکتا نہایت افسردگی سے لکھتا ہوں کہ ممنون ہوں گا کہ آپ اپنی امانت اگر مجھ سے لے لیویں یا وہاں سے کوئی انتظام کر کے مجھ کو سبکدوش کریں حجاج کے آنے کی یہاں صرف دست راہ کھلی ہے آئندہ کا خدا کو علم ہے ظاہراً کوئی مانع زیارت باقی نہیں رہا ہے امتداد زمان سے اگر ورثہ شیخ محمد علی ایوب مفقود ہو گئے یا شہود ربیع زندہ نہ رہے تو ملکیت کا اثبات عند الحاجت کس صورت سے ہو سکتا ہے اور اگر اندیشہ ناک جانب مکان کا گر گیا یا بوجہ اندیشہ کے نزد حکومت سے گرا دیا گیا تو مال کس کا نقصان پائے گا یا حکومت نے تمادی زمان سے حجت نہ قبول کیا تو ضرر کس کا ہے مجھ کو تکلیف ہے تو صرف آپ کی ملکیت کی وجہ سے ورنہ راجہ صاحب نے میری تحریر کا خیال نہ کیا حالانکہ ان کا نفع تھا تو جبکہ وہ اپنی ضرر پر راضی ہوئے تو مجھ کو

کیا وجہ کہ میں اُس ضرر کو دفع کردں۔ مولوی ظہور اللہ صاحب کا مکان ضبط سرکار ہے مجھے کیا کہ میں چھوڑا دوں۔ مولوی اعظم حسین کے مکان کا مجھ لوگوں نے قبضہ کر کے اُن کے لڑکے کو محروم کیا اور وہ کچھ نہیں کر سکے۔ مولوی ابو البرکات کا رباط ناظر کے ہاتھ سے نکال لیا بعدہ ناظر واپس نہ لے سکا بعد ناظر کے انتقال کے داخل خزانہ ہو گیا اُن کا وصی با وصف اہل مدینہ ہونے کے کچھ نہیں کر سکا۔ امام بی اور آفندی محمد حماد کا انتقال ہو گیا میں نے بی بی سلمیٰ کا انتقال لکھا تھا وہ زندہ ہیں اُن سے معلوم ہوا کہ مقبول بی بی نے کچھ نہیں چھوڑا صرف خرچ فاتحہ درود کا چھوڑا جو صرف ہوا لہٰذا قرضہ میرے ذمہ صرف بی بی سلمیٰ کا ہے لہٰذا اب تاکید دریافت یہ ہے کہ مولوی شرافت اللہ صاحب کا مال جس میں چند اشیائے حافظ بشیر صاحب کے اور تحصیلدار رکن عالم کے بھی معلوم ہوتے ہیں اور وہ کوئی مالیت کی چیز نہیں کھانے پکانے بیٹھنے کا ضروری سامان ہے اور چند کتب وظیفہ کے تو یہ کسی کے ہاتھ بجنسہ بھیج دیا جاوے تو کون اس بات کو قبول کرے گا یا بیچ کر دام بھیج دیئے جاویں تو وہ کتنے ہوں گے یا خیرات کر دیا جاوے۔ تو بے اذن ورثہ مجھ کو کیا اختیار ہے مولوی سلامت اللہ صاحب سے پوچھا تھا انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا اور وہ مکان کے منافع میں حارج ہے۔ ایک حجرہ مفت روکے ہے۔ جواب اس تحریر کا جلد دیجیے اور راجہ صاحب اور رانی صاحبہ کو سلام کہیے اور اپنے یہاں جملہ خورد و کلاں کو سلام و دعا۔ فرش بجز ان کے اور کسی چیز کا نہ ہونا چاہیے خواہ قالین یا دری۔

مجلس کبیر ۳ عدد	چبوترہ ۳ عدد	مجلس صغیر ۲ عدد	چبوترہ ۲ عدد	دیوان ایک عدد	چبوترہ ایک عدد
طول ۱۰ ذرع عرض ۵½	طول ۸½ عرض ۷	طول ۸ ذرع عرض ۶	طول ۷ عرض ۲	طول ۸ ذرع عرض ۵½	طول ۵½ عرض ۲

اطراف قاعہ دو عدد	چبوترہ ۲ عدد	وسط قاعہ ایک عدد	مؤخر ۲ عدد	بالاخانہ	مجلس آخر غیر ملحق و بالائی آں
طول ۷½ عرض ۸½	طول ۸½ عرض ۲	طول ۸½ عرض ۸½	طول ۷ عرض ۸½	طول ۸½ عرض ۸½	طول ۱۰ ذرع عرض ۸½

علاوہ اس کے زاید چھت پر بیٹھنے کو جتنا بڑا فرش ہو۔ اس وقت دو چھت ہیں اگر بعد میں غالباً چار چھت ہو سکتے ہیں۔ اس وقت کہ مکانات پر قبضہ ضرور ہے مجبوراً رہا ہوں مگر حضور میں شکوہ تحریر کستوں کا کیا ہے یا تو وہ دور ہوں گی یا میں مکان سے دور ہوں گا۔ اس تحریر مرکبی کو آپ لوگ معاف کریں مجھ کو یہاں نہایت آرام رہا اور ہے الا عرف قیام مکان ہذا فلہذا آپ سے بھی طالب رہا ہوں کہ یہ مسئلہ مشترک ہے اور چیز آپ کی ہے۔

محمد عبدالباقی الایوبی

(۸)

مدینہ منورہ

اعزاز خوان دام با عزو الاحترام

بعد سلام مسنون آنکہ آپ کا خط آیا جس سے معلوم ہوا کہ راجہ صاحب کے زیادتی خیالات ہیں اور امداد دینی کے واقع نہیں تو آخر اگر مکان بیچوں تو عشر عشیر قیمت بھی نہیں آوے گی اور اگر کہئے تو خیال رکھوں وہ اپنا روپیہ لیں اس سے زیادہ کیا چاہتے ہیں اور اگر فرمایئے تو اور غائبوں کے مال کے ساتھ خزانہ سرکاری کے سپرد کر دوں یا اُن کے ورثہ کے تحت تصرف دیدوں یہ صورتیں

خیر خواہی کی ہیں ورنہ ورثہ محمد علی ایوب کے دعوؤں کا کیا جواب ہو سکتا ہے۔ میں راجہ صاحب کا خیر خواہ ہوں بدخواہ نہیں اب یہ مصارف
جو مولوی شرافت اللہ صاحب کی موجودگی پر تھے وہ وہ جانیں میں بے دخل تھا بعد میں حسب ایما آپ کے خدمت علم میں صرف کیے
اس وجہ سے کہ ایک وقت سوا سے اس کے دوسری مصلحت نہیں تھی۔ اگر راجہ صاحب طلب کریں گے اور حساب کریں گے تو آستانہ
شریف پر جانا بھروسہ ہے ہم دنیاداروں سے غدر معذرت پسند نہیں کرتے آپ کو اس کے پہلے نہایت تنگ آ کر خط لکھا ہے اور
یہ خط آپ کا بوجہ دائرہ کے نہ ملا مصارف اور دقتیں اور مصائب بھائی صاحب اس وقت ساری دنیا کو ہیں خصوصاً اہل مدینہ کی
حالت (ناگفتہ بہ ہے) روٹی معمولی بارہ آنہ کو بھی دس روپیہ سیر تجارت گری ہوئی حاجت ندارد۔ بھائی صاحب میں ایک
قصہ عرض کروں عالم معتبر شام شیخ ابو علی سقطی مرحوم نے وقت انقلاب اور قبل اس نے بیان کیا کہ ولی متصرف ملیہ حضرت
شیخ رسلان دمشقی جن کا ذکر بہجۃ الاسرار میں ہے ان سے لوگوں نے زنادقہ کی اذیت کی شکایت کی کہ وہ نماز روزہ کو روکتے اور
دین کو برا کہتے ہیں اور رہنماؤں کی اہانت کرتے بلکہ موقع پر قتل بھی کیا ہے تو فرمایا کہ دیکھو سب اولیاء و انبیاء سکوت میں ہیں قضاء مبرور
ہے جب وقت انتزاع ہوا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے دیکھا اور طلب امداد کی فرمایا کہ وحیہ کلبی کے پاس جاؤ
خواب میں وہ مزہ میں حضرت وحیہ کلبی کے پاس جو فرودگاہ لشکر میں تھے گئے فرمایا کہ ولی متصرف تمہارے ارسلان میں ان کے
پاس جاؤ انہوں نے فرمایا خواب میں کہ آج جمعرات ہے دوشنبہ کو مصیبت کٹ جائے گی چنانچہ عصر دوشنبہ کو شریف صاحب کا جھنڈا
داخل ہوا اور صبح سہ شنبہ ان کے پیچھے انگریزوں کے مورچوں پر قبضہ کیا۔ بھائی صاحب عشاق نبوی سیرت نبوی کے جویاں ہیں اور
دنیا اگر اس کے خلاف ہے تو ان کو دنیا سے کیا غرض بقول آپ کے ؎

خلقے بطعن و گفتگو عاشق بکار خویش

بھائی جان علامات ظہور امام مہدی قریب ہو گئے ہیں خدا جانے کیا ہو رہے لیکن بعض خرابات سے آپ لوگوں کے آستانہ اقدس سے توقع کی جاتی
ہے واللہ اعلم۔ بھائی صاحب اس فقیر کو بجز موافقت قرار اور چارہ نظر نہیں آتا ہے خدا جو چاہے کرے خدا نے دین محمدی کی امداد
کا وعدہ کیا ہے نہ دین وحشت پاشا اور اس کے اتباع کا میں کیا کروں آپ کیا کریں بالمشافہ اور بواسطہ بھی میں نے نصیحت کی مگر
اثر نہ ہوا اور کیا تباہی مدینہ منورہ کے عاشقوں کے لئے کم ہے قسم خدا کی میں بوجہ اس کے کہ اس تباہی کو نہ دیکھ سکا حضور سے درخواست
کی تو کہا گیا وحشرناہم فلم نغادر منہم احدا۔ اس وقت عرض کیا کہ صوفیوں کا کفش بردار ہوں عزت کے ساتھ جہاں مناسب ہو بھیج
دیا جاؤں نکالا نہ جاؤں خیر اللہ نے شیخ المولویہ کو بھیج دیا اور ان کے ہمراہی میں شام پہونچا۔ بھائی صاحب بنی عثمان ہمارے اس
فرقہ سے عاجز ہیں اور سنا جاتا ہے کہ تحت حمایت انگریز میں خدا جانے۔ مجھ کو تو مسجد اور کتاب کے سوا دنیا سے تعلق کیا ہے
میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کا فضل بہت اچھا ہے جس نے ابتدا کی وہ انتہا بھی دکھانے والا ہے بہرحال موافقت کے سوا چارہ نہیں والسلام
جواب کا خلاصہ درج ہے جس کی نقل ذیل ہے راجہ صاحب نے بذریعہ الطاف الرحمٰن خط لکھ کر حساب طلب کیا ہے آپ دیکھ کر اگر
مناسب جانیں تو راجہ صاحب کو دیں مجھ کو یکسوئی کی سخت ضرورت ہے۔

عبدالباقی الایوبی

(۹)

مدینہ منورہ

برادرم جناب مولوی عبدالباری صاحب سلمہ اللہ

بعد سلام مسنون آنکہ یہ فقیر اس زمانہ کو جس میں راہ خط کی آمد و رفت کی کھلی تھی غنیمت جان کر آپ کو تکلیف دیتا تھا کہ اپنے مکان کا فیصلہ اپنی ایک رائے قرار دے کر کریں تاکہ قبل از موت اس کا انتظام حسب قواعد شرعیہ کر دوں مگر آپ نے کچھ نہ خیال فرمایا یہاں تک کہ یہ وقت آیا کہ خط و کتابت موقوف کر دینا مناسب ہوا اور نہ معلوم ہوا کہ ہمارا انتفاع حلال ہے یا حرام اس سے نہایت تکلیف ہے مولوی شرافت اللہ صاحب گئے مال کا ان کی اولاد نے کچھ جواب نہ دیا اور وہ مال بجنسہ بھیجنا غیر ممکن تھا اس وجہ سے وہ کچھ اوپر چالیس مجیدی کو فروخت ہوا ہے ان کے ذمہ مکان کے پینتیس چھتیس گنی ہیں جو بعد موقوف ہونے پنشن کے انہوں نے صرف کیں اور زاد راہ ان کا ہوا لہٰذا آپ کیا کہتے ہیں مکان کے مصارف روپیہ مذکورہ مجرا کیا جاوے یا وہاں ان کی اولاد کو بھیج دیا جاوے اس کا جواب جلد آنا چاہیے۔ نیز مکان کا فیصلہ ہونا کہ فرودگاہ حجاج ہو یا درس گاہ نظامیہ منزل گاہ حجاج ہو تو بہ کرایہ یا بلا کرایہ اور درس گاہ نظامیہ ہو تو منحصر میرے اور میرے تلامذہ پر (جو اہل ہند بلکہ اہل فرنگی محل ہوں) ہے یا عام یا درس گاہ عموم، بڑی عنایت ہوگی کہ انسان امانت کی تباہی سے اور ارتکاب بود و باش ناجائز سے محفوظ رہے۔ بحمدہ جو شکایت گھر کے متعلق تھی وہ بھی اس مرتبہ رہنے سے خدا نے رفع کر دی۔ اب گھر آپ کا پاک ہے اور ان شاء اللہ آفات سے پاک رہے گا اور آپ کے مزاج کی ناسازی امید ہے اب رفع ہو گئی ہو یعنی بخار جو بار بار عود کرتا تھا امید ہے کہ دفع ہو گیا ہو۔ آپ کی خیریت مطلوب ہے والسلام

محمد عبدالباقی الایوبی غفرلہ ۲۲ محرم الحرام سنہ ۳۹ھ

ایک ڈبہ کھجور راجہ صاحب کو بھیجی ہے وہ ان کو بھیج دی جاوے اور سلام کہا جاوے۔

(۱۰)

مدینہ منورہ ۱۸ محرم سنہ ۳۸ھ

اعز الاخوان مولوی عبدالباری صاحب دام

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ حجاج اور زوار سے آپ حضرات کی خیر و عافیت معلوم ہوئی اشتیاق ملاقات زائد ہوا قبل ازیں ایک خط میں نے ڈاک میں روانہ کیا ہے اس میں مکان کے متعلق خیالات ظاہر کئے اور میاں کاظم علی صاحب کو کیفیت مکان کی ضروریات کے مشاہدہ کرا دیئے جو آپ سے کہیں گے اور نیز بازار کی حالت اور ویرانی کی کیفیت بھی انہوں نے دیکھی جس سے فرش وغیرہ کی نسبت ضرورت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ کو آباد کرے اور گرانی یہاں اور وہاں سے جلد دور کرے اور اطمینان قلب مہموم و مغموم کو نصیب کرے۔ آپ لوگوں کو بارہا خطوط لکھے مگر جواب نہ ملنے سے دل کو نہایت رنج ہے غالباً ڈاک کا انتظام یہاں سے ہنوز درست نہیں ہے امید ہے کہ وہ بھی درست ہو جاوے۔ یہ پہلا موسم ہے جس میں چند حجاج کی شکل دکھائی دی ہے بلکہ یہ پہلا وقت ہے جس میں حکومت شرعیہ اس آستانہ پاک پر جاری ہے اور سب حالات ان شاء اللہ تعالیٰ اس آستانہ کی آبادی کے

ساتھ درست ہو جاویں گے کیونکہ ساری دنیا یہاں کا پتہ تو ہے۔ والسلام

محمد عبدالباقی الایوبی

(۱۱)

مدینہ منورہ، یکم ربیع الاول ۳۸ھ

اعز الاخوان سلمہ اللہ الرحمٰن

بعد سلام مسنون واضح رائے عالی ہو کہ میں بخیریت ہوں اور آپ سب کی خیر و عافیت کا جویا ہوں۔ سابقاً مختلف خطوط وقت کو غنیمت جان کے متعلق آپ کے مکان و مدرسہ کے لکھے جس کے جواب کا انتظار ہے۔ مولوی ظہور اللہ صاحب کا وقف بوجہ ربا طکے معدوم ہونے کے غیر صحیح ہے اگر وہ آپ کے مدرسہ کو دیں تو اُس کی اور اس گھر کی آمدنی ملا کر چھ سات گنی ماہوار ہو گی اس قدر سے مدرسہ چل سکتا ہے لیکن ضرور ہو گا کہ حکیم کے لڑکے کو کچھ دے کر راضی کر کے ابراء عن الاستحقاق لکھوا لیا جاوے اور آپ کو وہ وکیل متعوض معین کر دیں کہ آپ اپنا وکیل دوسرے کو بھی کر سکیں تاکہ آپ کو تکلیف محکمہ جانے کی نہ ہو۔ مجھ کو مسرت اس قدر ضرور رہے گی کہ مصرف اپنے گھر کا آپ بحافظ امور السطور ملاحظہ فرما کر مقرر فرما دیں۔ میں مکان میں عارضی طور پر ہوں کیونکہ وہ مکانات جن کے مالک غائب ہیں داخل خزانہ ہو رہے ہیں چنانچہ وقف مولوی ظہور اللہ صاحب داخل خزانہ ہے اور میرے خیال میں جو صورت مدرسہ ہے اور آپ کو لکھی ہے انشاء اللہ تعالیٰ جس وقت گرانی و آمدنی سے ذاتی اطمینان ہو جاوے گا بھراہی شیخ محمد عمری صاحب کے شروع کر دوں گا اس لئے نہ مدرسہ کی حاجت ہے نہ آمدنی کی ضرورت ہے مکان خواہ منزل حجاج رہے یا درسگاہ بنے یا جو مصرف قرار پائے۔ بھائی صاحب فرنگی محل کا ثبات اور نیز چشم دید معاملات دیکھ کر میں اپنے کو بازیچہ خصومت نہیں کرنا چاہتا ہوں اور نہ ممنون منت بنانا چاہتا ہوں محض آپ کا ہم خیال ہونا یا وصف دوسروں کے تعلق کے مجھ کو کافی نہیں امید ہے کہ آپ مجھ کو پابند فرنگی محل نہ فرماویں اور امانت سے تشریف لا کر انتظام فرما کر مجھ کو سبکدوش کریں اور مولوی شرافت اللہ صاحب کے اسباب کے بابت تحریر فرمایئے کہ کیا کیا جاوے اور مکان کرایہ پہ دیا جاوے یا نہیں اگر کرایہ پر دیا جاوے تو نزول حجاج نہیں ہو سکے گا۔ اگر نہ دیا جاوے تو عمارت کس طرح ہو اور جاتے رہنے پر مکان کی کیا صورت ہے اور مکان کی ملک منتقل ہو یا نہیں اگر ہو تو وقف کی کیا صورت ہے اس عرصہ میں ایک خلق گذر گئی زندگی کا میری کیا اعتبار ہے میں چاہتا ہوں اپنے سامنے آپ کی امانت کا کافی انتظام ہو جاوے محمد کریم تاہنوز سولیس میں ہیں جملہ اہل مدینہ منورہ پہونچ گئے کہتے ہیں کہ شام سے انگریز جا رہے ہیں اور فرانس آنا چاہتا ہے تو شامی لڑنے پر مجبور ہیں اور انگریز نے مالی امداد کا وعدہ کیا ہے خدا جانے حقیقت کیا ہے لڑائی کا خاتمہ نہ ہوا دعا کیجیے اللہ تعالےٰ مسلمانوں پر رحم کرے میں حسب عادت قدیمہ ان امور سے تعلق نہیں رکھتا گوشہ نشینی کا وقت ہے خدا رحم کرے۔ والسلام محمد عبدالباقی الایوبی

(۱۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

برادر عزیز القدر عالی ہمت سلمہ اللہ تعالےٰ۔ بعد سلام مسنون آنکہ بحمد اللہ آج تپ سے افاقہ ہے کمزوری خط لکھتا ہوں۔ آپ

کو کوئی بھی مشغولی ہو مگر جواب شافی مجھ کو دینا ہو گا تا کہ میں اس پر حلت و حرمت کی بنا کروں بظاہر یہ املاک و ملک راجہ صاحب کی ہے کہ پیسہ ان کا ہے یا آپ کی کہ آپ کو انہوں نے دے دیا یا میرے کہ نام میرا ہے یا ملک محض اللہ کی ہے کہ وقف موقوف بلفظ ہے۔ اگر راجہ صاحب کی ملک ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ اس کے قبالہ کراتے اور قطعہ خارج داخل کرنے اور ضروریات خانہ کے لئے روپیہ نہ دیں اور کیا وجہ ہے کہ محافظ مکان مقرر نہ کریں اگر آپ کی ملک ہے تو آپ پر بھی سوال عائد ہے لکھتے لکھتے حیران ہو گیا کہ اپنی چیز کو ضائع مت کرو ورنہ ایوب و شاہد ان کا غذا اگر نہ رہے تو علاج کچھ نہ رہے گا اگر میری ملک ہے تو مجھ کو کیوں اختیار نہیں حتیٰ کہ انتفاع کا جس پہ حفظ امانت مفقود ہے اور کیوں میرے سپرد اس کے جملہ مشمول نہیں جب یہ تینوں احتمال باطل ہوئے خصوصاً آخری تو بدیہی البطلان ہے تو ملک خدا ہے اس کا مصرف ہمیشہ ہمیشہ قیام قیامت تک ہو کیوں نہیں معین ہوتا اگر مدرسہ و درس نظامی ہے تو بعد انقراض اس کے مدرس اور ارباب مدرسہ کے مصرف کیا ہے فقراً ہے یا علماً یا حرم خصوصاً یا عموماً یہ معلوم ہونا ضرور لگتا ہے اور اگر تنزیل حجاج ہے تو خاص یا عام بکرایہ یا بلا کرایہ اور جب حجاج نہ ہوں تو کیا مصرف ہے اور جبکہ خدا کا مال ہے تو آپ کو در حال غیبت حق نظارت نہیں ہو سکتا پھر آپ کیوں مجبور کرتے ہیں کہ انتظام میں کروں گا اور آج تک آپ سے کوئی انتظام بجز سکوت کے کچھ نہ کیا جب خدا کا مال ہے تو ضروریات مذکورہ بالا کو جو بندہ خدا چاہے اللہ تعالیٰ انجام دے گا وجہ ہے کب تک آپ اس کی گنجائش نہ دیں حضرت مجھ کو بضرورت حفاظت کے انتفاع سکونت و اسکان سے ضروری ہے مجھ کو اضطراب ہے تا وقتیکہ صاف طور پر اس کا جواز مجھ کو شرعاً ثابت نہ ہو آنا تو جانا مجھ کو ضرور ہے ورنہ میرا استعفا ہے کیا آپ چاہتے ہیں کہ بے مصلحت نادیدہ استعمال مکان یا وقف کروں گا۔ ہرگز یہ خیال صحیح نہیں وقف کا نام لوں تو سرکار کو دوں مدرسہ کا نام لوں تو سرکار ہے کہ سبق پڑھانا ہو۔ اگر آپ کا مکان یا راجہ صاحب کا مکان کہوں تو تحت حفاظت حکومت جائے لوگ تو حقیقت جانتے ہیں اور ان کے مقالات بھی جانتے ہیں اس وقت میرا تصرف مالکانہ ہے مگر مالک ہر شے کا خدا ہے لہذا آپ کا مقصد مجھ کو صاف صاف معلوم ہو تو کچھ کارروائی نہیں کروں گا بلکہ نہایت مضبوطی سے اس کا مسودہ کر کے آپ کو بھیج دوں گا اور بہ مجرد موقع پانے کے اپنا کام کر گذروں گا۔

بھائی صاحب موت و زندگی کا اعتبار نہیں اور نہ میرے ٹھکانے کا اعتبار ہے اس آشوب میں جدھر کا اشارہ ہو گا وہاں چل دوں گا دین کی حفاظت اللہ کے ہاتھ ہے۔ جہاں موت ہو ایمان پہ ہو اگر یہاں کا حکم ہو گا یہیں مر جاؤں گا آپ اپنے انتظام کی جلد یکسوئی کیجیے نہایت عنایت ہو گی۔ سنتا ہوں کہ رانی صاحبہ نہایت بیمار ہیں ان کی عیادت میری طرف سے مزاج پرسی کیجیے اور سلام کہیے اور ان کا کیا نام ہے بھول گیا ہوں تحرسات خانہ کی تفتیش کرنے سے لوگوں نے بیان کیا کہ مکان خریدنے پر ذبیحہ شکر لازم ہے اور باعث اس ضیق کا سحر اور آسیب اور چشم بد ہے آخر سحر اور آسیب سے تو اطمینان ہوا ہنوز چشم بد کا اثر ہے حرم میں شیاطین نے خوف دلایا تھا کہ چھوٹے مکان کا مالک بوجہ ذبیحہ نہ کرنے کے مار ڈالا گیا تو تم بھی مار ڈالے جاؤ گے میں نے کہا اب تو میں نہ ذبح کرتا ہوں نہ ڈرتا ہوں ذبیحہ مالک کا کام ہے میں عاریتاً اس میں رہتا ہوں پھر بحمدہ یہ احوال وقع ہوئے۔ بھائی صاحب اہل مدینہ پر وہ شدت ہے کہ جتنا چندہ نقد یا غلہ عمومی یا خصوصی بھیجا جاوے تو اس کا وقت ہے ہر شخص بہ یک بینی و دو گوش واپس ہو رہا ہے۔

اور میری حالت یہ ہے کہ تپ میں مبتلا ہوں آج دن میں افاقہ رہا گھر میں سخت تپ ہے حکیم موجود نہیں پورے دن کا حمل

(گھر میں) ہونے سے میں علاج سے قاصر ہوں یہاں محمد کریم صاحب تو فیر کے لحاظ سے علیحدہ ہو گئے کھانا کھلا دیتے ہیں غنیمت ہے خدا کو اختیار ہے جس کو چاہے زندگی دے جس کو چاہے مارے میرا وظیفہ بزرگان دین سے دعا طلب کرنا ہے والسلام جواب جلد بھیجیے گا۔

مکرر یہ کہ اس وقت صورت نشر علم مثل مدرسہ حضرت ملا نظام الدین قدس سرہ کے ہے یعنی درس معین گھر پر یا حرم میں پڑھایا جاوے اور صورت امداد کی صورت وہاں یہ ہے کہ مدرسہ کذائیہ محض امداد پر باقی رہتا ہے اور مطمح انظار ایسے وقت میں نہیں لیکن امداد باسم مدرسہ نہیں بلکہ مدرس یا طلبا مدرس یا نسبت مدرسہ کے عنوان سے جو صورت سالم ہے اور معلوم ہو کہ مکان کو آپ درس خانہ صرف قرار دیتے ہیں میں نے جو فرزند کے سبب مسکونہ امکانا ملحہ انتقالاً [illegible] درس خانہ خواہ اس کے گوشہ میں ہو یا کہیں بھی ہو واضح طور پر تحریر فرمائیے مقصد آپ کا معلوم ہو تو تحریر مضبوط میرا کام ہے۔

مدینہ منورہ ۴۔ شوال دوشنبہ — محمد عبدالباقی الایوبی

(۱۳)

مدینہ منورہ غرۂ جمادی الثانی سنہ ۴۱ھ

اعز الاخوان مولوی قیام الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون دعا مقرون کے واضح ہو کہ مسرت نامہ آپ کا بہ ہمراہی نواب افسر جنگ بہادر کے پہونچا۔ ان سے نسبت سکونت مکان کے اصرار لائق کیا گیا مگر بوجہ دوری حرم شریف کے وہ معذور رہے۔ آپ سب کی خیریت ان سے معلوم ہوئی چند ماہ ان کا یہاں قیام ہے اور سب خیریت ہے دستہ بدعا ہوں والسلام

محمد عبدالباقی الایوبی مدرس الحرم النبوی

(۱۴)

مدینہ منورہ ۷ رجب سنہ ۴۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعز الاخوان مولوی عبدالباری صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دعا کرتا ہوں یہ میرا کام ہے ولیکن لوگ شریعت کے بجائے مصلحت کو ترجیح دیں تو سر شریعت دور رہے گا اگر مقتدا شریعت کو مضبوط پکڑیں جیسے ہر تو نکبات دارین سے نجات پاویں اور دعا کا اثر جلد کھلے۔

اس کلام عام کے بعد خاص گفتگو جو شکوہ نہیں بلکہ اظہار ہمدردی ہے یہ ہے (آپ ناخوش نہ ہوں) آپ کو یاد ہو گا کہ آپ نے مدرسہ کا خیال ظاہر کیا اور میں نے موافقت کی جس پر آپ نے مکان خریدا بعدہٗ نا معلوم کیوں اس نیت کو تغیر ہوا۔ اگر میں کوئی کارروائی مدرسہ کشائی کی کرتا شرمندہ ہوتا۔

آپ کے عم محترم مرحوم نے صرف اپنی رائے سے میری غیبت میں مکان خریدا اور قیمت بڑھائی اور قیمت نامزد وہاں سے

نہ آپ نے یہ انہوں نے خود مکان بیچا اور قبالہ محمد علی ایوب کے نام پر اُتارا اور اس کی شکایت شیخ عمر کو ہوئی کہ وہ کیوں غیر معتبر قرار پائے پھر اس وقت تک نہ وہ قبالہ منتقل ہوا آج دس برس ہونے نہ وقف کے مقصد کا پتہ چلا۔ فروخت مکان پر میرا خیال بلکہ اصرار تھا کہ قبالہ انتقالیہ کی فیس کا لحاظ کیا جاوے مگر سماعت نہ ہوئی تو کیا جو کام انسان خدا کے لئے کرے وہ بھی کسی نفسی یا خیالی وجہ سے چھوڑ دینا صحت رکھتا ہے جو آپ کے سکوت کا منشا ہے آپ کا سکوت تجربۃً عدم رضا کی دلیل ہوتا ہے ورنہ میں اس کام کو اب تک انجام دیتا قبالہ نہ ہونے سے مجھ کو مجبوراً اس مکان میں رہنا پڑا ورنہ حرم سے دور ہے اور دوسری معزرات سے معمور کرایہ پر دوں تو میں فقیر ہوں کرایہ امانت نہیں رکھ سکتا اگر صرف کر دوں تو ادا کہاں سے کروں۔ شرائط وقف تمام نہیں جس سے شاید استحقاق فی الجملہ بارکم کر سکتے تاہم بی بچھے مکان پر عموماً کرایہ دار قبضہ کر لیتے ہیں جس کا دفعیہ میرے پاس نہیں مکان میں محتاج بلا کرایہ اتنے کی وجہ سے مرمت کی صورت نہیں نکلتی اور دور ہونے کی وجہ سے کرایہ حاجی اترتا نہیں۔ مدینہ منورہ کی حالت بعد جنگ سے اب تک سنبھلی نہیں جو انسان مرمت کو ضرورت زندگی پر مقدم کرے آپ نے لکھا ایک جزو جائیداد رانی صاحبہ سے جس کی آمد فی سالانہ دو سو روپیہ ہے اس کام کے لئے مقرر کروں تو اس خبر رسی نے انکار پر مجبور کیا کہ بالکل کافی نہ ہوگا اس قدر تو میں خود صرف کر لیتا ہوں۔ حق یہ ہے کہ ہندوستان کا حساب یک شمہ یہاں کے تخمینہ سے مناسب رکھتا اگر ایسا اقبال کیا جاوے تو غیر مفید اور باعث ظنون ہوگا۔ غرض کہ نہ آپ نے خیال کیا نہ دوسرے پر چھوڑا۔ میرے مرنے کی دیر ہے کہ مکان خورد برد ہوگا۔ کیا یہی طریقہ خدا کے کام کا ہے آپ نے وقف کا طریقہ لکھا جس سے حفاظت مقصد تدریس کے اور حفاظت مدرس کے پس ماندوں کی مدنظر تھی کہ بغیر اس کے درس نظامی کی قید جاوے گی اور لیاقت نہ آوے گی اور پسماندگان جو غریب الوطن ضعیف الحال ہوں گے وہ مدرس سے مرنے ہی نکال دیئے جاویں گے مگر شاید خیال ہوا کہ اس طریقہ سے مجھ کو اپنی غرض ہے کہ اس کا جواب ہوا (کہ مولوی صاحب کی ملک ہے) جس کا مجھ کو انکار نہیں بلکہ اہل مدینہ عموماً اس کو جانتے ہیں اور اس جاننے سے مکان کو ضرر ہوا۔ اگر میں خیانت کرنا تو ہر وقت مجھ کو دعویٰ ملکیت کا وہ موقع حاصل ہے جس کا دفعیہ دشوار مگر ایسے خیالات نا زیبا سے قطع نظر کی گئی آپ کا کہنا (کہ آپ کی تحریر پر غور کرنے کی فرصت نہیں) تو اگر تفصیل قابل غور ہے تو اجمال مسلّم ہے آپ اتنا ہی لکھ دیتے کہ تم سرپرست وقف کر دو تو میں آئندہ کی مصلحت کا خیال نہ چھوڑتا بعد اس اجمالی وقف سے حفاظت جائیداد ہونے کے انتظامات ادھر ہو کر آپ کے ہاتھ میں ہوتے میں بوجہ آپ کی ہندی رعایا ہونے کے آپ کے نام پر اصالتاً وقف نہ کر سکتا تھا اس لئے وہ طریقہ تجویز کیا کہ جس میں اپنا نام عنوان ہو اور آپ معنون ہوں وہ بھی ظنون میں گیا دنیا کی تو شان ہے یہ ظنون ہیں مگر نیک خیال لوگوں سے یہ امید نہ تھی اگر آپ میرا اعتبار بوجہ میری خود غرضی یا مخالفت خیال سے نہیں کرتے تو مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ اپنی امانت کا انتظام کر کے مجھ کو امانت داری سے سبکدوش کیجیے کہ مجھ کو اب تحمل نہیں اور کرایہ وغیرہ جو میری غیبت اور حضور میں ہوا ہے اور وہ وقت نے نیست و نابود کر دیا وہ مجھ پر لازم ہے جس کو کہئے وہ وقتاً فوقتاً ادا کر دیا جایا کرے مجھ کو یہ آپ کی خموشی سخت مکلف ہے وصیت میں جس کی بابت اشارہ کیجیے آپ کی امانت کی سپردگی کر دوں یا قبالہ کی فیس بھیجیے تو خواہ بیع خواہ وقف سے اس امانت کا اتمام ہو۔ اگر فیس نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے تو مقصد وقف بتائیے کہ میں حسب خیال سرزمین اس کا حج کر دوں اگر میری رائے پر بھروسہ نہیں تو دوسرا انتظام آپ خود کیجیے یہ کام

آپ نے خدا کا رکھا ہے تو تمام کیجیے اور اپنا رکھا ہے تو صاف کیجئے کر دیسی تجویز ہو۔ اگر آپ اس تحریر کو بھی ضائع کریں گے اور حسب عادت جواب نہ دیں گے تو یہ مزور رہے کہ میں اپنی گلو خلاصی چاہوں جس کے نہ ہونے سے آپ کی جانب سے امید وفا بالکل منقطع ہو جاوے گی۔ اس وقت تک آپ کی ملک سے انتفاع میں نے بضرورت حفاظت حاصل کیا نہ آپ کی اباحت واذن سے تو جو انتفاع بعوض رکھتا ہے اس کا حساب محفوظ ہے اگر آپ مراسم سے یا بڑائی کے لوازم سے اس کو ٹالیں گے تو مجھ کو مراسم و لوازم پر اکتفا نہیں بلکہ شریعت میں یا صاحب حق اپنا حق لے یا صاف ابرأ کرے اس کے علاوہ سے میں نابلد ہوں اور ناکافی جواب سے آپ مجھ کو مشقت میں نہ ڈالیے صاف اپنا مقصد لکھیے اور پورا جواب جلد امور کا دیجیے۔ شیخ محمد عمر تاشقی احوال سے میرے اور لوگوں اور کچہری کے واقف ہیں۔ وہ وہاں آتے ہیں جو امور طے کرنا ہوں ان سے طے کر لیجیے ان کے ہاتھ اس بابت خط بھی لکھا ہے اپنی مدیم الفرصتی کا عذر نہ لائیے کہ آپ کا کام فقیر کے گذشتہ پر ہے فقیر کی گلو خلاصی کیجیے مجھ کو نیز بابت رقم اشتراکی نہایت ہی خیالات بر بنائے ظاہر حال کے مکلف رہی اور سمجھا کہ تنگی اور خانہ جنگی اور دیگر امور جس کے حالات قبل سکونت معلوم ہوئے تھے یا بعد کو کھلے شاید شبہ اصل کا نتیجہ ہے اگرچہ رقم ملک مالک تھی اور دوسری غیر مالک کے ارتکاب سے مالک کو قدر ملکیت میں مفر نہیں اور پھر تبدل ملک اور تبدل عین وغیرہ شاید اس شبہ کو کچھ اٹھاتا مگر خلجان ہاتھ پکڑ کر نکالنے پر آمادہ تھا کہ بلاء المنظنون نے حسن ظن پر زبردستی مجبور کیا کہ اس آستانہ پہ کون اپنی مغفرت کو مال محرم بھیج سکتا ہے ولیکن تاہنوز دل صاف نہیں اور کھٹکا باقی ہے مگر یہ کہ آپ کھٹکا دفع کریں اور نتائج مضرہ تو مجرد اکثر دفع ہوئے اور باقی کے دفعیہ کی خدا سے امید ہے اگرچہ یہ نتائج عند التحقیق آثار آثام نفسیہ کھلتے رہتے ہیں اور بعنایت ایزدی دفع ہوتے رہتے ہیں اور نفس تو اپنا عیب دوسرے پر لادنے کا عادی ہوتا ہے مگر دوسرے خلجان کے قطع ہو جانے سے یکسوئی مطلوب ہے لہٰذا اطمینان بخشئے اور میرے لئے اولاد صالح کی پیروں کے آستانوں پہ دعا کرتے رہیے کہ یہ آسان کام آپ کے ذمہ ہے اور خاتمہ اپنا اور متعلقین کا پیروں پہ ہے اور اپنی تصانیف رفتہ رفتہ نقل کرا کر آپ کو بھیجتا ہوں اس میں اصلاحات اور احتمالات کو راہ نہ ہونے دیجئے اور چھپنا وغیرہ امور آپ پر محول ہیں کیجیے یا نہ کیجیے سب کو دعا و سلام

۷ رجب سہ شنبہ

محمد عبد الباقی الایوبی خادم العلم بالمسجد الحرم النبوی کان اللہ لہٗ

(۱۵)

مدینہ منورہ

اعز الاخوان مولوی عبد الباری صاحب سلمہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں بخیریت سے ہوں۔ شیخ محمد عمر تاشقی بعزم ہندوستان روانہ ہو رہے ہیں ان کے ہمراہ رسالہ بیارز کی شرح حضرت ملا نظام الدین قدس سرہ کی جس کا دوسرا نسخہ نہیں ہے اور یہ خرید کردہ والد ماجد کی سنبھل نانی یعنی زوجہ مولوی خادم احمد صاحب علیہ الرحمہ سے ہے ناتمام ہے غالباً بھلوار یا بر دوان میں اس کا نسخہ شاید دستیاب ہو سکے والد کے ترکہ میں مجھ کو پہونچے اور وہ آپ کو ہدیۃً بھیجتا ہوں اگر اس کے متعدد نسخے ہو سکیں گے تو تلف سے محفوظ رہ سکے گی اور ایک رسالہ تحقیق نسب نے اس شبہ کے دفعیہ میں جو خیال بزناوی اور علاء الدین و نظام الدین کے نام کے اشتراک سے پیدا ہوا تھا بعد تامل کے جو امر میری

رائے میں منتج ہوا وہ لکھا ہے یا افتتاح ہے دوسری تالیفات بھی عنقریب نقل کرا کر بھیجتا ہوں۔

شیخ محمد عمر کے وہاں جانے سے اگر آپ توجہ کریں تو اس بیچارے مکان کا جو بالکل حوادث زمانہ و اشتغال ہمارے سے ناقابل التفات رہا تصفیہ ہو سکتا ہے بہ تبائے تاکیدات مجتہانہ باشی کاتب محمود پسر مولوی حبیب اللہ مرحوم اس لڑکے کے سلسلہ جنبانی ضرور ہے۔ یہ مکان بدون مکان مبیعہ کے منافع میں ناتمام ہے اور وہ شرعاً بیت المال سے خرید ہو سکتا ہے ضرور کم قیمت ہو گا۔ اس مکان کا کاغذ پختہ کرانا یا بڑی فیس سے ممکن ہے کہ فیس سے مل جائے گا اور بدون فیس کے مسجل ہو جاوے گا۔ باشی کاتب کا یہ خیال ہے مگر مجھ کو اس پر اعتماد نظر بہ حالی زمانہ نہیں یا فیس دے کر تو وہ فی صدی پانچ کے حساب سے دو سو گنی دو ہزار کی ہو میں اگر آپ بہ حیثیت مالک ہونے کے دے سکیں تو بہتر ہے ورنہ بہ حیثیت مدرسہ ہونے کے آپ اس رقم کو چندہ سے پورا کر سکتے ہیں اور اگر یہ بھی نامنظور ہو تو ہم مکان بیچ کر دوسرا مکان خرید یں تو اس کی قیمت سے سب مصارف نکل سکتے ہیں اور واسطے قطع مطامع کے وقف کرنا ضرور ہے یا مطلقاً فی سبیل اللہ یا مدرسہ کے لئے جیسا آپ نے لکھا تھا یا تنزیل حجاج کے لئے تو رباط کرنا ہو و بیسا کیجئے مہمان خانہ شل جماعت خانہ یمن کے ہو ویسا کیجئے مصارف شکست و ریخت اس صورت میں یا اپنی گرہ سے دیتا ہوں گے یا اُن لوگوں سے کرایہ لیا جاوے۔

بہرحال اپنا کوئی استحقاق تدریس تنزیل نظارت وغیرہ کا رکھئے گا یا نہیں رکھئے گا تو در صورت غائب ہونے کے آپ کا کام وکیل کرے گا یا سپرد علومت ہو گا وکیل کے ہونے پر وہاں سے دوسرے کو وکیل کرنا مفوض آپ کے ہو گا یا وکیل کے ذمہ بہرحال وکیل کس جنس کا ہو گا اور رعیت داری کے شرط کا غائب کو حاصل کرنا یا امور معطل نہ رہیں کیسے ممکن ہے ان دس سوال کا جواب تفصیلی جس میں دوسرے احتمال کو دخل نہ ہو عنایت فرمائیے کہ امور محکمہ و کو اغذ سرکاری تفصیل نام پر مبنی ہیں نیز تین چار ماہ کی راہ سے اجمال کا حل کرنا دشوار ہے۔ اسی وجہ سے مجھ کو افسوس ہے کہ میں نے اس آپ کی تحریر سابق کو آپ سے اگر حسب ضرورت کے صاف کرا لیا ہوتا تو نہ یہ تاخیر ہوتی نہ یہ پوچھا پاچھی جس پر آپ کی خموشی اور عدم اتفاقی نے اس کثرت سے تحریرات کی احتیاج ڈالی کہ دوری کے سبب سے بعض سے سوء ظنی کے مواقع کا جواب جو چشم بدید پر موقوف ہے غیبت سے نہیں ہو سکتا ہے۔ بہرحال شیخ محمد عمر رسم محاکم اور کوائف بلد سے پورے واقف ہیں جس شئے کو چاہیے اُن سے دریافت کیجئے غالباً وہ شافی طور پر کھٹک کو رفع کر سکیں گے اور یہ ساری بحث راجع طرف امر تملیک اور امر وقف کے ہے اگر آپ اس کو مطلقاً فی سبیل اللہ اپنے ملک سے باہر کرتے ہیں تو پھر مکان چاہیے جو سے نہ آپ کو فکر کی حاجت نہ مجھ کو وصیت کی ضرورت ہرچہ باد آباد۔ مگر یکسوئی کرنا ضرور ہے والسلام۔

دعا کرتا ہوں اگر مرضی کے خلاف اس خط یا آئندہ خط میں کوئی کلمہ ہو تو بہ بنائے حسن ظن اس کا خیال نہ کیا جاوے فقط سب کو سلام و دعا جواب تحریری ہمراہ شیخ عمر کے روانہ فرمائیے کہ اس کے موافق کام کیا جاوے۔

محمد عبدالباقی الایوبی

(۱۶)

مدینہ منورہ برادر عزیز القدر سعادت و اقبال توامان سلمہ الرحمن

بعد سلام مسنون و دعا ہائے قرون آپ کا خط مسرت نمت مورخہ ۱۱ ربیع الثانی کل شب کو وصول ہوا حالت صحت عافیت

معلوم ہونے سے نہایت مسرور ہوا آپ کے مکان کے متعلق جو راجہ صاحب کو بار بار تحریر کرتا رہا اس سے مقصد ان کی سعادت اُخروی تھی نیز مقصود یہ تھا کہ ان کی تحریر متعلق آپ کی تملیک کے حاصل ہو جو وقتاً فوقتاً میری نظر میں کار آمد ہے مگر ان کو ہر چند کہ عزم نہ تھا فسخ اخراج کی رغبت نہ ہوئی مجبور کر کیا میں نے اپنا حق بجست ادا کر دیا درحالیکہ مکان آپ کا محقق ہو گیا۔ آپ مطمئن رہیں میں تا زندگی اور تشریف آوری آپ کے اس کی حفاظت میں کوتاہی نہ کروں گا چنانچہ امسال حسب تقاضائے وقت طریقہ حفاظت بھی معلوم ہوا کہ اس میں سکونت کی جاوے لہٰذا شفیقہ شمی سے پھر کوشش فواز میں آ کر رہا ہوں۔ آپ کا مقصد متعلق خدمت علم شریف کے بدون اجتماع ہم دونوں کے کسی طرح طے نہیں ہو سکتا لہٰذا سر دست اس سے سکوت کیا گیا اور مصارف مکان کی حکایت اب ضروری نہیں معلوم ہوتی اس لئے کہ میرا آپ کا حساب علیحدہ نہیں ہے اور صرف باب اللہ میں میرا آپ کا خزانہ ہے اس میں بحمدہ پوری کفایت ہے واسطے تقرب الٰہی کے جو چاہئیں معین کیجیے ماہانہ ہو خواہ سالانہ آپ جانیے جو کام کیجیے گا جانب اطلاق کا ضرور لحاظ رکھیے گا تقییدات کی حالت بدون عادت شہر و نواح ——— ہونے کے ٹھیک نہیں بنتی ہے۔ اہل مدینہ کی بابت جو خیر ہوگا وہ بلاشبہ جملہ خیرات کا مصداق ہوگا۔

عمل اہل وظیفہ کا نہ پانا باعث شکایت ہوا اگرچہ ہر واسطہ تقسیم ظنون فاسدہ سے بدنام ہوتا ہے مگر اس شکایت نے سید صاحب کو نیک نام کیا اور حقیقت میں طریقہ تقسیم ہر شہر کا اس شہر میں ممدوح ہوتا ہے علاوہ اس کے خصوصی حوالے سے ہر قوم والا اپنی مقصود بالخیر کے لئے امداد کرتا ہے اور میرے نزدیک عمومی امداد اگر طریقہ سے ہو خواہ خصوصی سلیقہ سے ہو تو اہل مدینہ کے ساتھ احسان کے مکافات خدا اور رسول پر ہیں۔ جس سے اعلا مکافات متصور نہیں۔ بعض حضرات ہندا پنے احباب و یکبرتے سے شکایت پر ایذا دیکھ کر اس مکافات کو ضائع کر دیتے ہیں۔ محسنین کو اس کا لحاظ رکھنا ضرور ہے۔ میری طبیعت نہایت خوش ہوئی اس سے کہ آپ کو اہل مدینہ کی طرف توجہ ہوئی جن میں مساکین ہند بھی داخل ہیں اور نہایت محتاج ہیں اور قوم پرانی کا حق ہے اور اہل مدینہ کا عموماً جملہ مسلمین پر بڑا حق ہے۔ بھائی میرے سال گذشتہ سے امسال کے مصارف کہیں زائد ہو گئے ہیں اور آمدنی بجز درگاہ خدا کے نہیں ہے ایسی حالت میں نقد سے جنس سے تجارت سے اعانت سے جو خدمت اہل مدینہ کی ہو وہ آخرت میں ان شاء اللہ عظیم النفع ہے۔ باقی بخیریت ہے محمد کریم سب کو سلام کہتے ہیں۔

۱۵ ار جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ روز چہارشنبہ ——— محمد عبدالباقی الایوبی

آپ کی فرمائش پر جو اسانید لکھے گئے وہ تین رسالوں میں مرتب ہوئے ایک رسالہ تو آپ جانتے ہیں اجمالی مشائخ کی فہرست ہے دوسرا رسالہ مسلسلات کا ہے جس میں دو سو سے زاید سلسلہ لکھا ہے تیسرا رسالہ سب سے بڑا ہے اس میں اسانید کتب حدیث پر ہر کتاب کی سند بتفصیل و بسط مندرج ہے زمانہ دراز ہوا کہ ختم ہو گئے ہیں۔ مگر بوجہ اس حرب و ضرب کے زمانہ کے آپ کو اطلاع نہیں دی گئی ویگر آنکہ مکان کا وہ حصہ جو فروخت ہوا ہے اس کا مالک گذر گیا وہ بیت المال کے قبضہ میں ہے اگر اس وقت خرید اجاوے گا تو نہایت ارزاں مل جائے گا۔ اور اس کے سبب سے آپ کے مکان کی تکمیل ہو جاوے گی۔

(۱۷)

مدینہ منورہ ۲۵ جمادی الاول سہ شنبہ ۱۳۳۲ھ

برادر عزیز مولوی عبدالباری صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مسرت نامہ آیا حالت دریافت کرکے سخت رنج ہوا افسوس اگر اس وقت ہم کو مقدرت ہوتی تو تم سب کو خرچ بھیج کر بلاتا اور اپنے ساتھ رکھتا مگر اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے اور کوشش کرتا ہوں اگر ثمن مکان صغیر میں کچھ خدا نے چاہا اور بچا تو انشاء اللہ تعالیٰ روانہ کرتا ہوں۔ مکان کے قرضہ کے متعلق تم کو بالکل فکرمند نہ ہونا چاہیے جو ابتلا ہوئی وہ انشاء اللہ تعالیٰ بکرم مولےٰ صلے اللہ علیہ وسلم دفع ہو جاوے گی ادھر کی جرأت اُدھر کا اغماض شاید اسی میں بہتری ہو رب الارباب مسبب الاسباب ہے مجھ کو بھی ایک صدمہ پہونچا تھا مگر بلا بحمد اللہ ٹل بالا چلی گئی اور محفوظ رہا۔ اللہ تمہارا بھی حافظ ہے۔ بابت تخلیہ مکان یہ تدبیر کی گئی کہ جو میں گئی پر فیصلہ کر لیا اور مکان خالی ہو گیا گو بزرگوں کی رائے دعویٰ کرنے کی تھی کہ اس میں بہت خرچ بیٹھتا تھا بالفعل دس گنی کا نقصان ہوا کام تو ہو گیا اس وقت یہ کہنا کہ اگر بذریعہ برادران عرب یہ کام کرتے تو یہ فائدہ نہ ہوتا لغو معلوم ہوتا ہے بقصد اللہ وماشاء فعل اب بعد تخلیہ میں نے اہل بلد میں اُن احباب کو بیاجو اصحاب حرمت ونصیرت کا اعمارت میں تھے ان کی تجویز سے معلوم تھا کہ اعتراض ہو سکتا ہے اور صورت بحمد اللہ نکلی ہے عنقریب اس سے فراغت کرکے پھر ہراج میں مکان بیع کر دوں گا اور خدا سے امید ہے کہ قرضہ ادا ہو جاوے گا۔ آپ کو کچھ بھی فکر نہ ہونا چاہیئے آتنا نقصان تو ضرور ہوا کہ مکان آدھا یا زر شدہ گیا اور وہ نصف مکان ہونے کے برابر ہے مگر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا بزرگوں کا تو خیال تھا کہ مکان چھوٹا رہا جاتا ہے لہٰذا رہن کر دیا جاوے اور کرایہ مکان نفع میں دیا جاوے ولیکن میں تو اس صورت کو بوجہ ربا ہونے کے اختیار کرنے سے معذور تھا مگر بجمدہ صورت رہن نہ نکلی اب اسی پر اتفاق ہے کہ بیع ہو افسوس ہے کہ میں اور آپ کوئی مقدرت نہیں رکھتے ورنہ بوجہ اس کی خوبی کے بیع کا افسوس تو ہے اور اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے اور آپ نے لکھا کہ میں حضوری مدینہ طیبہ کے واسطے چاہتا ہوں کہ چلا آؤں تو یہ بہت ہی عمدہ ہے اور میری نہایت تمنا ہے جس طرح ہو امسال آپ آویں خواہ تنہا یا مع اہل وعیال اگر قطب کو لانا نہیں ہو سکتا تو آپ کی غیبت میں وہ بارہا کام کر چکا ہے اور ہر چھوٹا بڑا ہوتا ہے اور ہر نا تجربہ کار بحکمت الٰہی تجربہ کار ہو جاتا ہے میرے نزدیک آپ اس کے احوال کو خدا کے سپرد کر دیجیے جو لڑکا کہ سپردگی خدا کیا گیا ہے وہ خوب ظاہر ہوا ہے میری طبیعت نہایت مشتاق سب کے دیکھنے کی ہے جو خدا چاہے گا بہتر ہوگا اللہ تعالیٰ آپکا نگہبان ہے اور پھر میں کہتا ہوں کہ مدرسہ بہ نظر زمانہ حال مناسب نہیں اور نہ وقف مناسب ہے اپنے ملک میں رہنا بہتر ہے خط آپ کا آپ کے چچا صاحب کو دکھلا دیا اور راجہ صاحب کا جواب انہوں نے دیکھا ظاہرا ان کو تسکین نہیں معلوم ہوتی اور یہ میرے فن کی بات نہیں یہ ان کے فن کی بات ہے لہٰذا تاوقتیکہ ان کو اطمینان اور بھروسہ نہ دیکھوں گا مجھ کو فکر رہے گی۔ میں چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ کو آپ اچھی طرح صاف کر لیں۔ اس واسطے کہ وہ امر جس میں سلامتی دین ودنیا عافیت میں نہ ہو میں نہ اپنے واسطے پسند کرتا ہوں نہ آپکے واسطے اور مجھ کو اپنے اوپر تکلیف اٹھانا آسان معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ آپ کو ہر اس معاملہ میں اس وقت تک آپ کا معاملہ خیال کرکے بیٹھا ہوں اور تا ادائی قرضہ انشاء اللہ سب امور انگیز کروں گا اور پھر معاملہ آپ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جیسا اس کام کا آغاز کیا انجام بہتر کرے اور برکت دے آپ ضرور اپنے چچا صاحب کو تحریر

کر دیجیے کہ وہ ثمن مکان سے ایک سو بیس گنی اپنے پاس امانت رکھیں تاکہ جس وقت موقع ملے میں اپنے نام سے بیع نامہ کرا لوں اور اگر انشاء اللہ اس موقع سے آپ کو رجسٹ نامہ حاصل ہو جاوے تو آپ کے نام فوراً بیع نامہ ہو جاوے اور رقم مذکور بڑی رقم ہے اور مجھ کو امید نہیں کہ پھر عند الضرورت بہم ہو سکے اور جناب موصوف کو تپ و درد و آماس چہرہ ہو گیا تھا اب صرف خفیف آماس ہے اچھے ہیں۔ فرماتے تھے کہ حساب دیکھو تو مجھ کو کوئی وجہ حساب دیکھنے کی نہیں تھی اس وجہ سے میں نے صرف قرضہ کی فہرست پوچھ کر جمع کر کے خیال کر لیا کہ کتنا ہے تاکہ ادا کرنے کا خیال رہے اور بیع مکان میں اس سال کا پتہ چلے زیادہ کی ضرورت نہ تھی لہٰذا میں نے نہ دیکھا نہ مجھ کو ضرورت برادرم مسبب الاسباب نے اگر رجوع خلق میں تم کو رکھا تو وہ مختار ہے واسطے بہتر ہے اُس کے غیر کی تمنا نہ چاہیے۔ جب سوا اُس کا بہتر وہ جانے گا اُس بہتر حال میں تم کو رکھے گا بندہ کو مالک سے ہر حال میں راضی رہنا چاہیے۔ آشوب زمانہ سے ہنوز دل و دماغ کو اطمینان نہیں اس واسطے اس وقت میرے سوئے مزاج کا تحمل آپ کو کرنا ضرور ہے، اگر نہ تحمل ہو تو دعا کیجیے اللہ تعالیٰ مصائب سے نجات دے وقت دعا ہے ہمارے اعمال ہیں جو ہمارے سامنے ہیں اللہ ہم پر رحم کرے۔ والسلام

محمد عبد الباقی

خط، نواب حبیب اللہ صاحب ڈھاکہ

(۱)

احسن منزل ڈھاکہ ۲۱ جون ۱۹۲۰ء

مکرمی معظمی جناب مولانا صاحب

بعد تسلیمات کے گذارش خدمت فیض درجت یہ ہے کہ حضور کا عطیہ خربزہ ملا، ممنون و مشکور رہا۔ جواب میں تاخیر اس وجہ سے ہوئی کہ میں ڈھاکہ میں موجود نہ تھا، لہٰذا امیدوار معافی کا ہوں۔

مرزا عبد الرزاق صاحب کی معرفت دو قالب پنیر ارسال خدمت ہے قبول کر کے سرفراز کیجیے۔

زیادہ دعا کا امیدوار ہوں کمترین حبیب اللہ نواب ڈھاکہ

خط، مولٰنا غلام بھیک نیرنگ

(۱)

باسمہ سبحانہ

از دفتر جمعیت تبلیغ الاسلام صوبہ راجپوتانہ و اجمیر و سنٹرل انڈیا — درگاہ بازار اجمیر شریف ۹ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ

مکرم و مخدوم حضرت مولانا زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج اقدس۔ جناب اس عریضہ کے عنوان سے ملاحظہ فرمائیں گے کہ جمعیت مرکزیہ تبلیغ الاسلام کی شاخ اس علاقہ میں اور اس شاخ کا دفتر اس دار الخیر میں قائم ہو چکا ہے بحمد اللہ کام ہو رہا ہے عرس مبارک حضور سلطان الہند غریب نواز قدس اللہ سرہ کی تقریب سے فائدہ اٹھا کر اس موقع پر ایک تبلیغ کانفرنس کا انعقاد قرار پایا ہے جس کا نظام اوقات جناب کو یہاں تشریف لانے پر معلوم ہو جائے گا۔ اس خاکسار کی درخواست ہے کہ جناب از راہ کرم اس کانفرنس میں رونق افروز

ہو کر حاضرین کو اپنے بیان سے مستفید فرمائیں اور کانفرنس کی کامیابی میں امداد عطا فرمائیں۔
اس سے زیادہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں جبکہ جناب خود اس کام کی اہمیت سے کماحقہ آگاہ ہیں۔

زیادہ نیاز والسلام بندہ غلام بھیک نیرنگ

نوٹ: مولینا غلام بھیک نیرنگ آخری زمانے میں مرکزی اسمبلی کے ممبر رہے۔ تحریک مسلم لیگ میں بھی حصہ لیا۔ تقسیم ہند کے بعد انتقال ہوا۔

خط سیٹھ ابراہیم ہارون جعفر

(۱)

ویسٹ اسٹریٹ پونہ — ۳ر اگست ۱۹۱۹ء

جناب عالی السلام علیکم مزاج اقدس

عرض ہے کہ مجھے مسلم ہائی اسکول پانچ گنی (علاقہ بمبئی) اسکے لئے ایک مدرس کی ضرورت ہے جو طالب العلموں کو مذہبی تعلیم دے اور نماز پڑھائے۔ میرے کرم دوست سیٹھ میاں محمد چھوٹانی صاحب نے مجھے ہدایت کی کہ جناب کو اس کے متعلق تکلیف دوں، اس لئے ملتجی ہوں کہ جناب مجھے ایسے شخص کی سفارش فرمائیں۔

تنخواہ چالیس روپیہ ماہانہ مع خوراک و رہائش ہوگی، اگر مناسب جانیں تو جناب تنخواہ میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ ارادہ ہے کہ بعد اجلاس امپیریل کونسل شملہ لکھنؤ آکر جناب کی قدم بوسی کروں۔

خاکسار

ابراہیم ہارون جعفر

(۲)

ایسٹ اسٹریٹ، پونہ — مورخہ ۱۳ر دسمبر ۱۹۱۹ء

مخدومی جناب مولانا عبدالباری صاحب دام افضالہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مولوی عبدالمغنی صاحب کو مدرسہ پنج گنی کے تمام زمانہ ملازمت کی ماہوار ادا کردی گئی نیز حسب قرارداد جناب میاں حاجی محمد حاجی جانی محمد چھوٹانی صاحب ان کو واپس کردیا جاتا ہے جس کا کرایہ مبلغ عنہ علیحدہ دیا گیا ہے۔ آئندہ کسی مولوی صاحب کے تقرر کی بابت جناب چھوٹانی صاحب موصوف جناب والا سے خط و کتابت فرمائیں گے۔

امید ہے کہ جناب عالی خیریت سے ہوں گے۔

خاکسار

ابراہیم ہارون جعفر

خط نظام الدین حسن صاحب

(۱)

لاٹوش سڑک لکھنؤ — مرسے مہربان تسلیم — ۳ر جون ۱۹۱۳ء سہ شنبہ

۱۔ بجواب عنایت نامہ مولوی عبدالباری صاحب بلا تاریخ مرسلہ امروز نگارش ہے کہ بلا تحقیقات حالات کوئی مشورہ کسی

مقدمہ میں دینا ممکن نہیں ہے۔

۲۔ اگر فرصت ہوئی تو میں خود پیروی کر سکوں گا ورنہ ڈاکٹر ناظر الدین حسن سلمہ اللہ کے سامنے تمام ضروری کاغذات پیش فرمایئے وہ جواب شافی انشاء اللہ دے سکیں گے۔

آپ کا خیر خواہ

نظام الدین حسن

(۲)

مسلماً و محمداً و مصلیاً

مسکن نمبر ۱۹ لاٹوش روڈ لکھنؤ

نمبر ۲۲۲ جریہ مثل نمبر ۱۸ ۲۴ ۱۳۳۸ھ

بخدمت جناب مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محل لکھنؤ

مہربان تسلیم

۱۔ استدراک کیا گیا ہے کہ حج بیت الحرام ۱۳۳۸ھ ہجری کے لئے کس قدر آدمی ضلع لکھنؤ سے جانے والے ہیں۔

۲۔ اگر آپ کو بذریعہ احباب کے تخمینہ مل سکے تو مہربانی مجھ کو مطلع فرمایئے۔

۲۲ جون ۱۹۲۰ء سہ شنبہ

آپ کا مخلص داعی بالخیر نظام الدین حسن

خط، شیخ شاہد حسین صاحب

(۱)

لکھنؤ، ۱۵ جون

برادرم جناب مولانا صاحب

تسلیم، ہمدم نے جو خلافت کی خدمت کی ہے اُسے آپ تسلیم کر چکے ہیں۔ اس وقت امداد کی ضرورت ہے میں انیس احمد صاحب کو خدمت میں بھیجتا ہوں، وہ زبانی عرض کریں گے شہر لکھنؤ میں یہ پرچہ غنیمت ہے اس کا بند ہونا افسوسناک ہوگا۔

خادم شاہد حسین

(۲)

اشبلی ہال مینی تال ۲۹ اگست ۱۹۲۱ء

جناب مولانا صاحب

السلام علیکم۔ آپ کا خط مورخہ ۲۱ اگست نوشتہ مظفر علی صاحب معرفت نواب صاحب چھتاری نے میرے پاس بھیج دیا جب اجتماع زمینداران آگرہ و اودھ کا ہوگا تب باضابطہ آپ کو ضرور اطلاع دے دی جائے گی۔

میں بہت ممنون ہوں گا اگر آپ اپنی رائے ترمیم قانون لگان اودھ پر جلد میرے پاس بھیج دیں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس

پر خاص توجہ کی جائے گی۔

دفعہ ۶۲ (ب) پر خاص طریقہ سے اعتراض ہے، کیا آپ اس کی جگہ کوئی دوسری عبارت تجویز کر سکتے ہیں؟ یہ مسودہ تعلقداروں کا نہیں بنایا ہے۔ ہم لوگ خود متلاشی ہیں کہ کوئی ایسا مضمون اس دفعہ کا ہو جس سے زمینداروں کی عزت بمقابلہ بدمعاشان محفوظ رہے، ورنہ گاؤں میں ایسے واقعی بدمعاش ہیں جن سے گاؤں والے بھی پناہ مانگتے ہوں، آزاد، بیٹھ کر کیا نہ کر سکیں

اس لئے ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ دفعہ بطور آلۂ ظلم قائم رہے، دفعہ ایسی ہو کہ عامہ رعایا بھی پسند کرے۔ دو اور مسئلے ہیں جن پر آپ اگر تحقیق سے مجھے مطلع کر سکتے ہوں تو براہ عنایت مجھے ضرور لکھئے۔

۱۔ عراقی گیہوں کی کیا وجہ ہے۔ (الف) کیا یہ غلہ لوہانیوں کے کام بذریعہ ریل برادرس تو نہیں آرہا ہے۔ (ب) کیا بنیوں نے کوئی (اجتماع) آپس میں کر لیا ہے۔

۲۔ مدراس میں موپلا لوگ کیونکر کچلے گئے۔ آپ مجھے اجازت دیں گے کہ اگر ضرورت ہو تو جوابات کا بعض حصہ ہز اکسلنسی و سر موڈرک یورنی صاحب کے سامنے پیش کر سکوں۔ مولانا صاحب کی خدمت میں تسلیم الطاف الرحمٰن صاحب کو دعا۔

خادم شاہد حسین

خطوط، محمد اسماعیل خاں

(۱)

از دفتر صدر خلافت کمیٹی صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ میرٹھ — ۲۶ مارچ سنہ ۲۱ء

بخدمت گرامی جناب مولینا مولوی محمد عبد الباری صاحب فرنگی محل

مکرم و محترم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، گرامی نامہ موصول ہو کر کاشف حالات ہوا علالت طبع کا حال معلوم ہو کر تشویش ہے خداوند شافی مطلق جلد صحت عطا فرمائے۔

اگر جناب کو صحت اس وقت تک ہو جائے تو ضرور تشریف لائیے اس لئے کہ بہت سے معاملات بغیر حضور کے معرض التوا میں رہ گئے، مثلاً ضلع نامر ٹرکی کے متعلق بہت کچھ غور کرنا ہے اور اس میں آپ کی رائے عالی کی از حد ضرورت ہے لہذا میں آپ کی خدمت میں پھر ملتجی ہوں کہ آپ کانفرنس میں ضرور شرکت فرمائیں۔ والسلام مع الاکرام۔ نیاز مند

محمد اسماعیل خاں صدر خلافت کمیٹی صوبہ متحدہ میرٹھ

خطوط، نواب ذوالقدر جنگ

(۱)

مخدومی، السلام علیکم، کل رات ہی کو جو مزید واقعات مجھے معلوم ہوئے ہیں ان کے پیش نظر اس جلسہ میں دیر نامناسب ہے آپ کی نسبت جو بدظنی ہے وہ رفع تو کیا ہوگی گویا اپنی طرف سے علانیہ صفائی میں دریغ نہ کرنا چاہیئے، اگر اس وقت آپ کے خود

حالات ایسے نہیں ہیں کہ کسی ادر طرف متوجہ ہوں مگر واقعات ایسے خدانخواستہ نازک ہو گئے ہیں کہ اُن سے بے پروائی نہیں ہو سکتی، میری رائے ہے کہ انوار تک جلسہ ہو جانا چاہیے۔

۱۷ ذی الحجہ　　　　خاکسار ذوالقدر جنگ

(۲)

۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ سنہ ہجری

مخدومی آداب و تسلیمات۔ وزیر علی صاحب حامل ہذا اس عریضہ کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ آدمی کماں وہ جیسے ہیں کیا عجب ہے کہ انشاء اللہ آپ کے ذریعہ سے غریب کا کام نکل جائے اور ان کے کھانے پینے کا سرانجام ہو جائے۔ آپ کے ورے کوئی محرم نہیں جا سکتا۔ میں اگر کچھ کر سکتا تو ہرگز دریغ نہ کرتا۔

خاکسار ذوالقدر جنگ

خط، نواب عبدالمجید خاں

(۱)

جون پور۔ ۱۰ ذی الحجہ

جناب مخدوم و مکرم بندہ زاد فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔　　　حامل عریضہ منشی ذاکر علی صاحب کو آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں اور وہ میری استدعا آپ کی خدمت میں پیش کریں گے یہ مسئلہ جو آج کل درپیش ہے اور جو منشی صاحب موصوف آپ سے عرض کریں گے وہ بلحاظ قومی معاملہ نہایت اہم ہے۔

میرے اور آپ کے خاندان کے درمیان مراسم قدیمانہ ہیں جس کا اظہار بسیط عبارت میں کرنا اس موقعہ پر درست نہ ہوگا اور مجھے آپ کے یہاں کے قدیم عنایات کے لحاظ سے امید قوی ہے کہ کیا بلحاظ پیشوائے مسلمانان اور کیا بلحاظ عنایات دیرینہ آپ پوری توجہ مبذول فرمائیں گے۔ اور میری استدعا کو قبول فرما کے مجھے زیر بار منت و احسان فرمائیں گے۔ امید خدا سے ہے کہ آپ مع الخیر والعافیت ہیں۔

زیادہ بجز شوق ملاقات اور کیا عرض کیا جائے　　　نیاز مند محمد عبدالمجید (نواب۔ سی۔ آئی۔ ای)

خط، نواب امین جنگ

(۱)

حیدرآباد دکن ۹ ارجنوری ۱۹۱۹ سنہ

مولانا مکرم و معظم جناب محمد عبدالباری صاحب دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کے کرم نامے کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں جس اسلامی خلوص سے آپ نے میرے فرزند کی وفات

کی نسبت تعزیت ادا فرمائی ہے اس کا میں بہت ممنون ہوں۔ الحق آپ نے (وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر) کے حکم کی تعمیل فرمائی ہے۔

جناب محمد الطاف الرحمٰن صاحب اور جناب شیخ احسان الرحمان صاحب جو لندن میں ہیں دونوں کا شکریہ میری طرف سے ادا فرمایا جائے۔ والسلام

احمد حسین امین جنگ

خط محمد اکبر خاں

(۱)

۱۵ اکتوبر ۱۹۲۰ء ہوتی صوبہ سرحد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدومی جناب مولانا صاحب دام ظلہ

بعد از سلام مسنون تحریر یہ خدمت ہے کہ اظہار تشکر کے طور پر بندہ تین عدد پارچہ جات ریشمی برائے خانہ اور ایک لنگی ریشمی بمعہ کلاہ زری جناب کے لئے ارسال کرتا ہے جس پارسل کا نمبر ۱۱۶ ہے۔ براہ مہربانی رسید سے مطلع فرمائیں۔

امید ہے کہ آپ اس حقیر تحفہ کو منظور فرما کر سرفراز فرمائیں گے۔ فقط

راقم آپ کا مخلص صادق

میجر محمد اکبر خان چیف آف ہوتی

ہوتی

تفصیل پارچہ جات:

۱۔ ایک عدد تھان بخاری کنادیہ۔ ۲۔ بخاری برائے قمیص۔ ۳۔ ریشمی دوپٹہ۔ ۴۔ سفید ریشمی لنگی ۹ گز۔ ۵۔ ایک عدد کلاہ زریں

خط نواب علی حسن خاں

(۱)

مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۱۶ء

منجانب سیفی الدولہ حسام الملک یونس نواب سید محمد علی حسن خان صاحب بہادر صدر نشین

عالی جناب زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین مولانا مولوی حاجی حافظ محمد قیام الدین عبدالباری صاحب قبلہ دام مجدکم

السلام علیکم۔ آپ کی ذات اقدس سے ایک آنہ فنڈ کو وقتاً فوقتاً تقویت حاصل ہوتی رہتی ہے۔ مبلغ ... جناب عالی نے ۱۲ جولائی ۱۹۱۶ء کو صدر دفتر میں ارسال فرمائی اس کی رسید $\frac{74}{2}$ مورخہ ۱۳ جولائی ۱۹۱۶ء ارسال ہے۔ مسجد سرائے ہرن چوک کی پیمائش ایک آنہ فنڈ کے مہتمم تعمیرات صاحب نے کی اور انہوں نے اس کے دو تخمینے بنائے ہیں ایک تخمینہ تو صرف موجودہ حالت کی مرمت کا ہے جس میں صرف مبلغ مابعیسے خرچ ہوگا اور دوسرا تخمینہ مسجد کو از سر نو ذرا بلند کرسی سے تعمیر کرنے کا ہے اس میں مبلغ معمائتی صرف ہوگا اور نقشہ مجوزہ بھی ارسال ہے محرابوں اور میناروں میں پھول وغیرہ بھی بنائے جائیں گے نہایت خوشنما مسجد تعمیر کرائی جائے گی اپنی رائے عالی سے سرفراز فرمائیے مگر اس قدر خیال آنجناب کو بحالت جدید تعمیر رکھنا ہوگا کہ دو چار اصحاب سے تذکرہ اس مسجد کی اعانت کے لئے ارشاد فرما دیجیے گا، پس پھر یہ مسجد نہایت سرعت کے ساتھ تعمیر ہو جائے گی۔

موجودہ حالت کی مرمت کی جانے یا از سرِ نو بلند کرسی دے کر تعمیر کی جائے۔ آخری صورت انسب معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس موقع پر پارک بننے والا ہے اُن خوشنما عمارتوں میں خانۂ خدا کیوں بدنما دنیع پر قائم رہے۔

امید کہ جواب سے سرفرازی بخشئے گا، بعد ملاحظہ دونوں تخمینے اور نقشہ مجوزہ واپس فرما دیجیے گا۔ اگر آپ تجویز فرمائیں گے تو اس نقشہ اور دونوں تخمینوں کی ایک ایک نقل آپ کے پیش نظر رہنے کے لئے ارسال کر دی جائے گی۔

خاکسار محمد علی حسن

صدر نشین محکمہ عالیہ ایک آنہ فنڈ، لکھنؤ

(۲)

مخدوم محترم عالی جناب مولانا مولوی عبدالباری صاحب زاد برکاتہم

بعد سلام مسنون و تحیۃ مشحون التماس آنکہ والا نامہ مورخہ ۲۰ رمضان شریف نا دل شکریہ، خاکسار کو مقامات سلامیہ کے ساتھ دلی ہمدردی ہے مگر اپنی طرح پر سلسلہ علالت کی وجہ سے اس قدر دور دراز سفر شملہ سے معذور رہے۔ زیادہ نیاز

۳ جولائی ۱۹۱۹ء　　　　خاکسار محمد علی حسن کان اللہ لہ

(۳)

بھوپال ہاؤس لکھنؤ ۳ ستمبر ۱۹۱۹ء

حضرت مولانا محترم

السلام علیکم۔ کل صبح مقبول ۹ بجے غریب خانہ پر مختصر دعوت ہے، نہایت مسرت ہوگی اگر جناب اپنی شرکت سے مسرور فرمائیں گے۔

والسلام　　　　خاکسار محمد علی حسن خان

خطوط عبدالمجید خواجہ

(۱)

حبیب باغ علیگڑھ ۲ رجولائی ۱۹۱۵ء

ذوالمجد والکرم ادام اللہ فضالکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ گرامی نامہ نے صادر ہو کر عزت افزائی فرمائی، عزیزی محمد سعید الرحمٰن کے لئے جو کچھ ممکن تھا وہ کیا گیا۔ جو حالت یہاں کی ہے وہ بہ زبانی آپ سے عرض کر دیں گے۔ بحالت موجودہ مجھے قطعی کوئی امید نہیں معلوم ہوتی اور اگر تائید غیبی سے کوئی صورت نکل آئے تو سبحان اللہ۔ آپ مدرسہ مجھے معلوم ہوتی تھی کہ مجھے تو انکار کر دیا گیا مگر سعید الرحمٰن سلمہ کو بتا دی ہے اگر موجودہ کوشش جو وہ کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب سے کرنے کا وعدہ فرمایا ہے ناکامیاب ہوئی تو اس صورت کی طرف توجہ کی جا دے تو شاید نتیجہ نکل آئے۔ میری نور نظر امین صاحبہ اسی روز الٰہ آباد روانہ ہو گئی تھیں۔ اس لئے جو کتاب جناب نے بھیجی تھی وہ یوں ہی واپس جا رہی ہے مگر ابھی میں نے اس کتاب کا نام دریافت کیا اور یہ قصد کر لیا کہ تا صدور حکم آں جناب اسے اپنے

پاس رکھوں پھر جیسا ارشاد ہوگا اس کی تعمیل کی جائے گی اس وقت اس سے مجھے بھی کچھ ذہنی نصیب ہوگا۔

سعید الرحمٰن صاحب سے یہاں کے حالات سن کر شاید امید ہے کہ آنجناب اس قومی کالج کی طرف راجہ صاحب محمود آباد کی توجہ مبذول فرمائیں گے وہ اس کے اہل ہیں اور یہ ہندوستان کے مسلمانوں کی بحالت موجودہ سب سے بڑی امانت ہے۔ ابھی ہیں بھی ہوں مگر مجبور و معذور، خدا کرے کہ کوئی مرد خدا اس طرف متوجہ ہو، سید حسن بلگرامی مرحوم سے کچھ امیدیں تھیں مگر وہ ان کے ساتھ دفن ہوگئیں گھر میں پہلے بائیں جانب پھوڑے پر درد تھا وہ خدا کے فضل سے جاتا رہا اور تین چار دن طبیعت اچھی رہی اب پرسوں سے کچھ زیادتی ہے۔ اور اب سیدھی جانب ہے، دعا فرمائیے کہ جلد صحت ہو جو نسخے لکھنؤ سے آئے تھے وہ استعمال ہوتے اگر آپ کچھ عطا فرمائیں تو میں بہت ممنون ہوں گا۔ جب سے بھائی شوکت علی کی جانشینی کی ہمت کی ہے۔ طرح طرح کی دقتوں فکروں اور پریشانیوں میں گرفتار ہو گیا ہوں ممنون کی حد نہیں رہی مگر ایک خدا ایک فستعین کہنے والا دشمن اگر قوبیت نکھیان قومی زرست سے دل خوش کرتا ہے، آج آپ کا والا نامہ نسبت خادم کعبہ ہمدرد میں دیکھ کر دل کو بہت ہی مسرت ہوئی خدا آپ کو زندہ سلامت تندرست رکھے اور ہم لوگوں کا ایمان برقرار رہے، نماز جنازہ کی دعا کا آج کل ورد رکھتا ہوں خدا کرے کہ ہم میں سے جو زندہ رہیں تو اسلام پر اور مریں تو ایمان کے ساتھ، مولانا آج کل حال نہ پوچھئے، علی گڑھ میں عجب حال ہے فالی ابلی جن روحوں کے لیے ارشاد ہوا ہے وہ علی گڑھ والوں کی مدح میں علی گڑھ میں بہت کم ہیں گو دنیوی معنی میں ہیں اور جی حضور ایک ہی چیز ہے، آپ کی زیارت کو بہت دل چاہتا ہے خدا جلد نصیب کرے گھر میں آداب وسلام عرض کرتی ہیں۔ والسلام

خاکسار عبد المجید خواجہ

مکرر عرض ہے کہ ایک دری خورشید بیگم کی طرف سے حسب الحکم معظمہ و محترمہ جنابہ شہیدہ بیگم صاحبہ کے نے علی گڑھ کی بنی ہوئی ارسال خدمت ہے، اور حویلی میں سب کو سلام وآداب فرما دیا جائے۔

نوٹ: خواجہ عبد المجید صاحب مشہور سیاسی رہنما کا یہ خط مسلم یونیورسٹی کے حالات کے متعلق ہے
سعید الرحمٰن مرحوم مکتوب الیہ کے فدائی اور مرید تھے۔ خواجہ صاحب کی خوش دامن
بیگم سربلند جنگ مکتوب الیہ کے والد ماجد کی مریدہ تھیں۔

خط، مظہر الحق صاحب

(۱)

پٹنہ ۲۸ مارچ ۱۹۲۲ء

جناب والا تسلیمات عرض ہے۔

ڈاکٹر محمود صاحب کے مقدمہ کی تاریخ ۵ اپریل مظفر پور میں مقرر ہوئی ہے، اسی روز مقدمہ پیش ہوگا۔ یہ سن کر کہ جناب کی طبیعت کہ میوں میں خراب ہو جاتی ہے تردد ہوا، اللہ پاک آپ کی سی مقدس ذات کا سایہ تمام مسلمانوں کے سر پر ہمیشہ قائم رکھے۔ زیادہ تسلیم

نیاز کیش، مظہر الحق، صداقت آشرم ڈاک خانہ دیگا گھاٹ پٹنہ

نوٹ: بہار کے مشہور قائد ڈاکٹر محمود کے خسر۔

خط، شمس الہدیٰ صاحب

(۱)

کلکتہ ۳۰ جولائی ۱۹۱۸ء

مولانا تسلیم۔ عنایت نامہ باعث تشکر ہوا کہ کیٹو کونسل کی ممبری حسب معمول پانچ سال کے لئے تھی بعد انقضائے مدت اب ہائی کورٹ کلکتہ کا جج ہوں اگر حضور نظام خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ اس ناچیز کو کسی خدمت کے لائق سمجھیں تو زہے شرف اور میں بدل و جان حاضر ہوں۔ مگر یہ ضروری ہے کہ حسب ضابطہ حضور نظام کی طرف سے گورنمنٹ آف انڈیا کی اجازت لی جائے

شکور احسانات سید شمس الہدیٰ

خط، خواجہ شہاب الدین

(۱)

۱۰ اکتوبر ۱۹۲۱ء

مخدومی مکرمی معظمی زاد الطافکم السلام علیکم

مزاج گرامی ایک امر دریافت طلب ہے جناب کے سوا اس مضمون کے لئے میں ہندوستان میں اور کس کو انتخاب کر سکتا تھا۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے لقا ثابت ہے یا نہیں۔ غالباً امام ترمذی اس کے قائل ہیں کہ ان کا لقا ثابت نہیں اور اسمائے رجال کی کتابیں بھی شاید اسی کی شاہد ہیں ایسی حالت میں حضرات چشت علیہم الرضوان کا سلسلہ نامکمل ہو جاتا ہے۔

اخبارات کے ذریعہ سے آنجناب کی سرگرمی اور مصروفیت کا حال معلوم ہوتا رہتا ہے ایسے نازک حالات میں ہماری دعا ہے کہ کل کارکنان خلافت جو کچھ بھی کریں خدا اور اس کے نبی برحق کے منشا اور تعلیم کے موافق عملدرآمد کریں۔ آج کل جیسی اجتہاد کی گرم بازاری ہے ڈر ہے کہ کہیں یہ مذہبی تحریک قومی قالب میں ڈھل کر اسلام کے خالص احکام باقی نہ رہیں اور رفتہ رفتہ یہ ایک قومی تحریک کی صورت اختیار نہ کر لے، یہ دوسری بات ہے کہ بحیثیت ایک ہندوستانی کے مجھ کو حیات ملی کے قیام و استحکام نیز دور جدید کی تہذیب و تمدن و نام نہاد آزادی کے لئے کیا کرنا چاہیے میں نہایت وثوق کے ساتھ کہتا ہوں آپ جیسے بزرگوں کے سوا اکثر لیڈران قوم اب تک قومی ضرورت سے مذہب کے احکام کو شریک کار بنا لیتے ہیں۔ ہندوستان کی گذشتہ تاریخ اس کی شاہد ہے کہ علمائے دین اس سے پہلے بار بار نظر حقارت سے دیکھے جاتے تھے اور آج اکثر موقعہ پر ضرورتاً ان کو ایک ثانی پوزیشن دے دیا گیا ہے خدا انجام بخیر کرے۔ نہایت ادب سے عاجزانہ التماس ہے مہربانی فرما کر متذکرہ بالا کے متعلق ان کے متعلقین نہایت پریشان ہیں لہذا امید ہے کہ مہینہ میں دو بار خیریت نامہ لکھ دینے کی ہدایت فرما دیں۔ زیادہ حد ادب

کمترین خواجہ شہاب الدین

نوٹ: خواجہ شہاب الدین پاکستان کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ آج کل وزیر اطلاعات و نشریات ہیں۔

خط: ابوالقاسم

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بردوان ۵ پارکرس روڈ
۸ اگست ۱۹۱۸ء

مولانا مخدومنا مد ظلکم العالی

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ سرفراز نامہ حضور عالی مورخہ ۲۴ شوال سنہ حال بتاریخ ۲ بردوان شرف ورود ہو کر باعث افتخار این ہیچمدان ہوا مضمون ڈیلی نیوز گو میری نظر سے تو نہیں گذرا تھا مگر اس کی اطلاع مجھ کو ہو چکی تھی چنانچہ گذشتہ یکشنبہ کو مسلم لیگ کے جلسہ میں یہ بات طے پائی ہے کہ دوبارہ تدارک امر مذکور قانونی کارروائی کی جائے، لیکن قبل اس کے کہ عدالت دیوانی میں مقدمہ دائر ہو حصول اجازت گورنمنٹ کی ضرورت ہے اما حضور منظوری تحریک عامہ مسلمانان پر منحصر ہے بنابریں بتاریخ ۱۰ اگست حال انعقاد مجلس جمہوری مسلمانان ضلع بردوان قرار پائی ہے، بندہ نے بھی نوٹس دربارہ استفسار متعلق امر ہذا کونسل کو دے دی ہے کونسل کا جلسہ ۳ ستمبر کو ہوگا۔

حضور خاطر جمع رہیں کہ میرے امکان میں جو کچھ ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھوں گا۔ حضور دعا فرمائیں کہ ناصر حقیقی مدد فرمائے۔ زیادہ حد ادب۔ فقط

بندہ خاکسار ابوالقاسم

نوٹ: بنگال کے مشہور قائد۔

خط: مقبول محمود صاحب

(۱)

شملہ ۲۶ جون ۱۹۲۰ء

قبلہ و کعبہ ام السلام علیکم

طالب خیریت۔ زندہ ہوں شکر ہے ایک استفسار کے لئے حاضر ہوتا ہوں تصدیعہ معاف ہو خلافت کے متعلق جو وعدہ خلافیاں دول یورپ کی طرف سے کی گئی ہیں قدرتی ہے کہ ان کا ہر مسلمان کو دلی صدمہ ہو، دیکھنا یہ ہے کہ اس دلی رنج کے اظہار کا بہترین طریقہ کیا ہو سکتا ہے جس سے ممکن ہے کہ ترکوں کو بھی فائدہ پہنچے اس سلسلہ میں خلافت ڈیپوٹیشن جو خدمت سرانجام دے رہا ہے محتاج بیان نہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ہندوستان میں میرے مسلمان بھائی اس ایجی ٹیشن کو ایسے جامے پہنا رہے ہیں جو نہ تو عملی طور پر کامیاب ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ترکوں کو ان سے کسی قسم کا فائدہ پہنچ سکتا ہے چند غیر ذمہ دار ہستیوں کے ہاتھوں جو گت ہجرت اور جہاد کی بنی آپ پر خوب روشن ہے۔ اب سوال عدم تعاون کے متعلق ہے۔ معاف رکھیے میری ناقص رائے میں یہ تجویز ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتی سودیشی تحریک کا خیال نہایت مبارک اور مفید ہے مگر اس سے آگے میں حیران ہوں کہ کہاں تک جائز توقع کی جا سکتی ہے، رہا مہاتما گاندھی اہنسا کے فرشتے ہیں لیکن ہم لوگ محض آدمی اپنی مجبوریات

میں گھرے پڑے ہیں، دنیا کی کشمکش میں جکڑے ہوئے ملازمین سے جو محنت کر کے ایک کنبہ کا پیٹ پالتے ہیں یہ توقع رکھنا کہ وہ نوکری چھوڑ کر بیٹھ جاویں گے کہاں تک جائز ہے آپ خود سوچیئے۔ ایسی تجاویز کا پاس ہو کر ناکامیاب رہ جانا مقصد خلافت کے لیئے مضر ہے اس لیئے ہمیں شروع ہی سے ایسی روش اختیار کرنا چاہیے جو نبھائی جا سکے۔ یہ مسئلہ مجھے سخت پریشان کر رہا ہے اور میں حیران ہوں کہ مستقبل ہمارے لیئے کیا رنگ لاتے براہ نوازش مطلع فرمائیں کہ جناب کی عدم تعاون کے متعلق کیا رائے ہے۔

میں ایک مہینے سے یہاں ہوں پرسوں انشاء اللہ امرت سر واپس جاؤں گا جواب وہاں ہی ارسال فرمائیں۔

(شیش محل سول لائن امرتسر)

والسلام حاضرین مجلس و پرسان حال کی خدمت میں سلام۔

تابعدار غلام نیازمند مقبول محمود

نوٹ: یہ مقبول محمود پنجاب کے مشہور لوگوں میں سے تھے۔

خط، سید اُلفت پاشا

(۱)

جامعہ اسلامیہ علی گڑھ ۲۰ دسمبر ۱۹۲۰ء

مخدومی و مکرمی جناب قبلہ گاہی صاحب دام اقبالکم

قدمبوسی اور سلام مسنون کے بعد گزارش ہے کہ عالی جناب مولانا احمد علی صاحب کے توسط سے جناب کی روانہ کی ہوئی کتابیں ملیں ہر ایک میں سے ایک جلد میں نے لی اور باقی یونیورسٹی لائبریری میں رکھ دی ہیں۔

جناب کی عنایت کا میں بیحد مشکور ہوں اور صحیح عملی شکریہ یہ ہوگا کہ میں ان کو خوب اچھی طرح سے پڑھوں مجھے امید ہے کہ آپ اسی پر اکتفا نہ فرمائیں گے بلکہ خدائے کریم سے جناب میرے لیئے دعا فرمائیں گے کہ مجھے ان کے پڑھنے اور سمجھنے کی توفیق دے اور میری مدد کرے آمین۔

عریضہ ارسال خدمت کرنے میں دیر البتہ ہوئی جس کی دست بستہ معافی چاہتا ہوں امید کہ جناب اس تاخیر کو از راہ کرم معاف فرمائیں گے جناب اپنے کسی عزیز کو بھیجنے کا ذکر فرماتے تھے سو وہ ابھی تک نہیں آئے، امید کہ آپ انھیں ضرور روانہ فرمائیں گے۔

فقط زیادہ حد ادب احقر سید الفت پاشا

خط، نواب چھتاری

(۱)

چھتاری ضلع بلندشہر ۲۴ اگست ۱۹۲۱ء

مکرمی السلام علیکم مزاج شریف، آپ کا خط پہنچا کاشف حالات ہوا شیخ شاہد حسین صاحب لکھنؤ میں زمیندارانِ ممالک

متعدد آگرہ وارد ہوئے ہیں کے ایک جلسہ کا اہتمام کر رہے ہیں، جلسہ ۲۴ اکتوبر کو ہوگا میں نے آپ کا خط شیخ صاحب[1] موصوف کو بھیج دیا ہے وہ آپ کے پاس جلد دعوتی خط بھیجیں گے آپ ضرور شریک جلسہ ہو جائیے گا۔ واقعی زمینداروں کے لئے سخت نازک وقت ہے آپ کی روشن خیالی قابل شکر اور تعریف ہے۔

نیاز مند (نواب) محمد احمد سعید خاں

[1] شیخ مقبول حسین تعلقہ دار گدیہ۔ شیخ مشیر حسین قدوائی کے بھائی۔ کشمیر میں وزیر مال تھے۔

نوٹ : نواب صاحب چھتاری محتاج تعارف نہیں۔

خط، محمود اللہ صاحب

(۱)

لندن ۰ رجون ۱۹۴۲ء

قبلہ و کعبہ ادام اللہ تعالیٰ بقابہ

بفضل الٰہی خاکسار خیریت سے ہے آنجناب سے عاجزانہ التماس ہے کہ درگاہ الٰہی میں خادم کے لئے دعا فرماتے رہیں، والدہ ماجدہ کے خطوط سے حضور کی خیر و عافیت معلوم ہوتی رہتی ہے۔ انگلستان میں آج قریب ۰ ماہ کے ہوتے ہیں بفضلہ تعالیٰ ہر طرح کا آرام ابھی تک رہا خداتعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ ساتھ کامیابی کے اس دارالحرب سے نجات ملے۔ بڑے بھائی صاحب (محمد اللہ) کی طرف سے جناب کی خدمت میں آداب عرض ہے، یہاں سب کچھ ہو رہا ہے مگر بقول شخصے ؂

سکوت آموز طول داستان عرض ہے ورنہ
زبان بھی ہے ہمارے منہ میں اور تاب سخن بھی ہے

خادم محمود اللہ
پسر نواب سر بلند جنگ

خط، احمد حسین صاحب

(۱)

۷۸۶

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد عنایتہ

بعد سلام علیک کے دست بستہ التماس ہے کہ میں آنجناب کو اطلاع دیتا ہوں کہ میں وہ احمد حسین ہیڈ کنسٹبل پولیس متعینہ کار خفیہ قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور ہوں کہ جس نے مولانا حسین احمد صاحب مدنی کا وہ بیان جو انہوں نے عدالت کراچی میں دیا تھا اور جس کو مولوی معین الدین صاحب اور مولوی عزیز گل صاحب نے پڑھ کر سنایا تھا اور میں نے ہنگام تحریر مکمل متاثر ہو کر

پولیس سے سب سے اول ضلع سہارن پور میں استعفا دیا اور میرا تذکرہ ۲۱ یا ۲۲ یا ۲۳ اکتوبر ۱۹۲۱ء کے ہمدم اخبار میں شائع ہوا ہے اب میں آپ سے اس کا امیدوار ہوں کہ مجھے بھی کوئی خدمت سپرد کی جائے کیونکہ آج کل قحط سالی کا اثر زیادہ کمزور کر رہا ہے جوان اور مستعد آدمی ہوں اور ہر کام کرنے کو تیار ہوں امسال میرے واسطے ٹریننگ لی روانگی کا انتظام ہو چکا تھا اور اب بھی افسران پولیس میری واپسی کی فکر میں ہیں کہ میں واپس چلا آؤں ریاست میں بھی میرا سلسلہ تھا مگر اس خیال سے کہ گورنمنٹ کا اثر نہ پڑے اور پھر نکالا جاؤں کوئی کوشش نہ کی جو کچھ آنجناب میرے معاملہ میں امداد فرما سکتے ہوں اس سے بھی مطلع فرمایئے گا۔

راقم احمد حسین مستعفی شدہ حال ریاست رام پور

بر مکان نندن میاں صاحب ٹھیکیدار محلہ مسٹن گنج

۲۵ نومبر ۱۹۲۱ء

خط، عبدالمجید صاحب

(۱)

۷۸۹

السّلام علیکم

آپ کا کارڈ ملا، نہایت ممنون ہوں ملاقات و قدم بوسی کا بہت اشتیاق ہے۔ لیکن کام حد سے زیادہ ہے نیز میری بیوی بھی بیمار ہے گو خدا کا شکر ہے پہلے سے حالت زیادہ اچھی ہے۔ آپ دعا کیجیے امید ہے چند روز کے عرصہ میں صحت کلی حاصل ہو جائے گی ان وجوہات سے اور خلافت کے روز افزوں کام سے سندھ سے فی الحال باہر نہیں جا سکتا ہوں۔

زیادہ خیر والسلام

بندہ

عبدالمجید حیدر آباد سندھ

نوٹ: شیخ عبدالمجید سندھی سندھ کے مشہور قومی رہنما۔

خط، ڈاکٹر نعیم انصاری

(۱)

۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۹ء ... از خلافت اسٹور امین الدولہ پارک لکھنؤ

راس المحدثین زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین جمیل المناقب عمیم الاحسان فخر قوم حضرت قبلہ مولانا عبدالباری صاحب انصاری

مدظلہ العالی

ہدیہ سلام مسنونہ کے بعد متکلف ہوں کہ (بموجب تذکرہ زبانی) رفاہ عامہ کے خیال کو ملحوظ رکھ کر نیز باعراض مقتضائے وقت خلافت اسٹور سودیشی پارچہ امین الدولہ پارک میں قائم کر دیا گیا ہے جس میں نہایت قلیل منافع یعنی صرف ایک آنہ روپیہ لیا جانا قرار دیا گیا ہے چونکہ ضرورت استعمال و فوائد استعمال اشیائے سودیشی کی اسپرٹ نہ محض عوام الناس میں بلکہ

خاص اصحاب میں بھی یہاں بہت کم ہے اس لئے بضرورت فروغ کار حضرات لکھنؤ کو فوائد ضرورت استعمال اشیا سے سودیشیہ کے مسئلہ پر بخصوصیت متوجہ کرنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے لہٰذا مؤدبانہ التماس ہے کہ جناب والا بذات خود خلافت اسٹور مذکور کی سرپرستی قبول فرما کر کارکنان اسٹور کی عزت افزائی و رہنمائی فرمائیں اور پبلک کو مزید موقع عطا فرمائیں۔ (نوٹ ضروری لائق گزارش) چونکہ قبولیت ذمہ داری سرپرستی خلافت اسٹور کے لئے اقتدار و اختیار عطا کر دینے کی ضرورت ہے لہٰذا جملہ اختیارات و اقتدار حیثیت دار کردہ اسٹور مذکور جناب والا کی خدمت میں بامید منظوری پیش کئے جاتے ہیں۔

عقیدت کیش اور جناب کا بہت ہی مشکور

ڈاکٹر محمد نعیم انصاری

نوٹ: نعیم انصاری مرحوم مکتوب الیہ کے مخصوصین میں سے تھے بقاوی کے طبی وند میں گئے تھے۔

خط۔ اظہار الاسلام صاحب پانی پتی

۶۸۹

حامداً و مصلیاً و مسلماً

حضور عالی سیدنا و مرشدنا دام اقبالہ

نیاز مند ۳۰ جنوری کو عدالت کرنال سے زیر دفعات ۱۱۰ تعزیرات ہند ۹ ماہ کے لئے سزایاب ہو کر انبالہ جیل میں مقید ہے چونکہ یہ زمانہ اصلاح کے لئے کافی زمانہ ہے امیدوار ہوں کہ جس طرح ارشاد ہو یہ خادم بسر کرے۔ سر دست تعیین اوقات اس طرح سے کر رکھا ہے رات کو دو ڈھائی بجے کے بعد نماز تہجد سے فراغت پا کر (حضور کے اجازت دیئے ہوئے اوراد میں سے) قصیدہ غوثیہ ایک بار دعائے حزب البحر ایک بار اوراد فتحیہ ایک بار دعائے سیفی ۳ بار دعائے مغنی ۳ بار دعائے حیدری ۲ بار بعد عشاء درود تاج، درود لکھی وغیرہ، صبح کی نماز میں درمیان سنت و فرض سبحٰن اللّٰہ وبحمدہٖ سبحٰن اللّٰہ العظیم وبحمدہٖ ایک سو ایک بار بعدہٗ ایک پارہ کلام مجید یا نو سورہ پھر جیل کی مشقت وغیرہ عصر و مغرب کے درمیان ایک یا ڈیڑھ پارہ کلام مجید۔ متذکرہ بالا اوراد کا نیاز مند نے اکثر جیل سے پہلے بھی ہمیشہ معمول رکھا ہے اور اکثر متواتر ایک سال تک بھی نباہ دیا ہے لیکن ناغہ بھی غفلت میں اکثر مہینوں کو ہی ہوتا رہا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اس زمانہ اسیری میں باقاعدہ اوراد مذکورہ بھی ادا کروں خصوصاً دعائے سیفی اور دعائے حیدری کی لیکن چونکہ جلالی ہیں اجازت زکاۃ کا مؤدبانہ خواستگار ہوں ذرہ نوازی سے بعید نہ ہوگا اگر اجازت مع ہدایات عطا فرما دی جائیں نیز شجرہ کا دست بستہ خواستگار ہوں ورنہ جو درود وغیرہ نیاز مند کے لئے حضور والا بہتر سمجھیں مع اجازت زکوٰۃ نیز یہ تو اطلاع دے چکا ہوں کہ دوسری شادی میری نانا بھون میں ہو چکی ہے وہ اب پانی پت جا چکی ہیں اور بغیر میرے سخت پریشان ہیں بچوں کی تعلیم کا سلسلہ بھی میرے قید ہونے سے بالکل ابتر ہو چکا ہے کیونکہ گھر بھر میں کوئی مرد نگران حال نہیں۔ سرکاری مدرسہ سے اٹھا لیا تھا بڑا جس کی عمر پندرہ سال ہے حافظ ہے اور چوتھی جماعت میں تعلیم پاتا تھا اب

بیٹا جو سب سے چھوٹا تھا ناظرہ کلام مجید ختم کر چکا تھا چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا اب کچھ نہیں نیز دریافت طلب امر یہ ہے کہ دعائے سیفی اور دعائے حیدری میں موجودہ جابر ۱ - ۱ - ۲ - ۱۴۱ کے لئے یعنی اشارات میں تصور کرنا جائز ہے یا نہیں ۔ میں جامعہ ملیہ سے فراغت پاکر شیخ الجامعہ کے حکم پر علی گڑھ میں جوائنٹ سیکرٹری کی خدمات انجام دیتا تھا لیکن گھر کی ضروریات سے مجبوراً وہاں سے تبادلہ کر کے پانی پت چلا آیا تھا اسی مہینے گرفتاری ہو گئی۔

جواب نیاز مند کو اس پتہ پر مل سکتا ہے :

انبالہ جیل معرفت دارو غہ جیل اخبار الاسلام اخبار پانی پتی ورنہ گھر کے پتہ پر

پانی پت محلہ انصار بر مکان اخبار الاسلام

وہاں سے میرے پاس یہاں آجائے گا۔

خط، محمد یعقوب صاحب

(۱)

مراد آباد کم جولائی ۱۹ء

حضرت مولانا السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب کا گرامی نامہ مع چٹھی سیٹھ میاں محمد حاجی جان محمد صاحب چھوٹانی کے صادر ہو کہ باعث سرفرازی ہوا حضور وائسرائے کی خدمت میں جو وفد مسئلہ خلافت اور مقامات مقدس کی بابت کے جانا تجویز کیا گیا ہے مجھے اس سے اتفاق ہے اور میں وفد میں شریک ہونے کے لئے آمادہ ہوں چنانچہ میں نے اپنی منظوری کی اطلاع بذریعہ تار کے حاجی صاحب کو دے دی ہے لیکن جو ایڈریس یہ وفد پیش کرے گا اس کا مسودہ پیشتر سے مجھ کو دکھا دیا جائے میری رائے ناقص میں ایڈریس نہایت مؤدبانہ الفاظ میں اور معتدل خیالات کے ساتھ ہونا چاہیے اور اس میں مسلمانوں کی برٹش گورنمنٹ کے ساتھ وفاداری کا پورے جوش کے ساتھ اظہار کرنا چاہیے۔ والسلام

خاکسار محمد یعقوب وکیل عفا عنہ

نوٹ : مولوی محمد یعقوب بعد کو بہت مشہور رہے عرصہ تک مرکزی اسمبلی کے رکن اور نائب صدر بھی رہے۔

خط، مولوی فضل الحق صاحب

(۱)

بسمہٖ

۶ - ٹرنر اسٹریٹ، کلکتہ　　　　مورخہ ۱۱ ماہ اکتوبر ۱۹۲۶ء

والا منزلت عالی مرتبت مخدوم و مکرم نیاز مندان بعد تسلیم بصد تعظیم و تکریم۔ والا نامہ موصول ہوا جس کا تہ دل سے

شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جس وقت آپ کا عنایت نامہ پہنچا تھا اس وقت میں کلکتہ سے باہر گیا ہوا تھا یہاں واپس آ کر میں نے خط پایا اس لئے جواب بھیجنا تاخیر ہوئی۔ میرا خود لکھنؤ جانے کا ارادہ تھا محض اس غرض سے کہ آپ سے شرف ملاقات حاصل کروں اور موجودہ حالات سے قصہ سفر سردست ملتوی کرنا پڑا۔ ملک کی موجودہ حالت ایسی ہے کہ ہم لوگوں کو کچھ قومی خدمت کرنے کا موقع بھی نہیں ملتا ہے۔ خاص کر بنگال میں کچھ لوگ شورش پسند ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ ان کے ساتھ کسی قسم کا کام کرنا دشوار ہے۔ مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر کبھی آپ میرے ذمے کوئی کام دے دیں گے تو میں اس کو اٹھانے کی پوری کوشش کر دوں گا۔ مجھ ناچیز سے جو کچھ بھی قومی خدمت ہو سکے گی اس کے لئے پوری طرح سے تیار ہوں۔

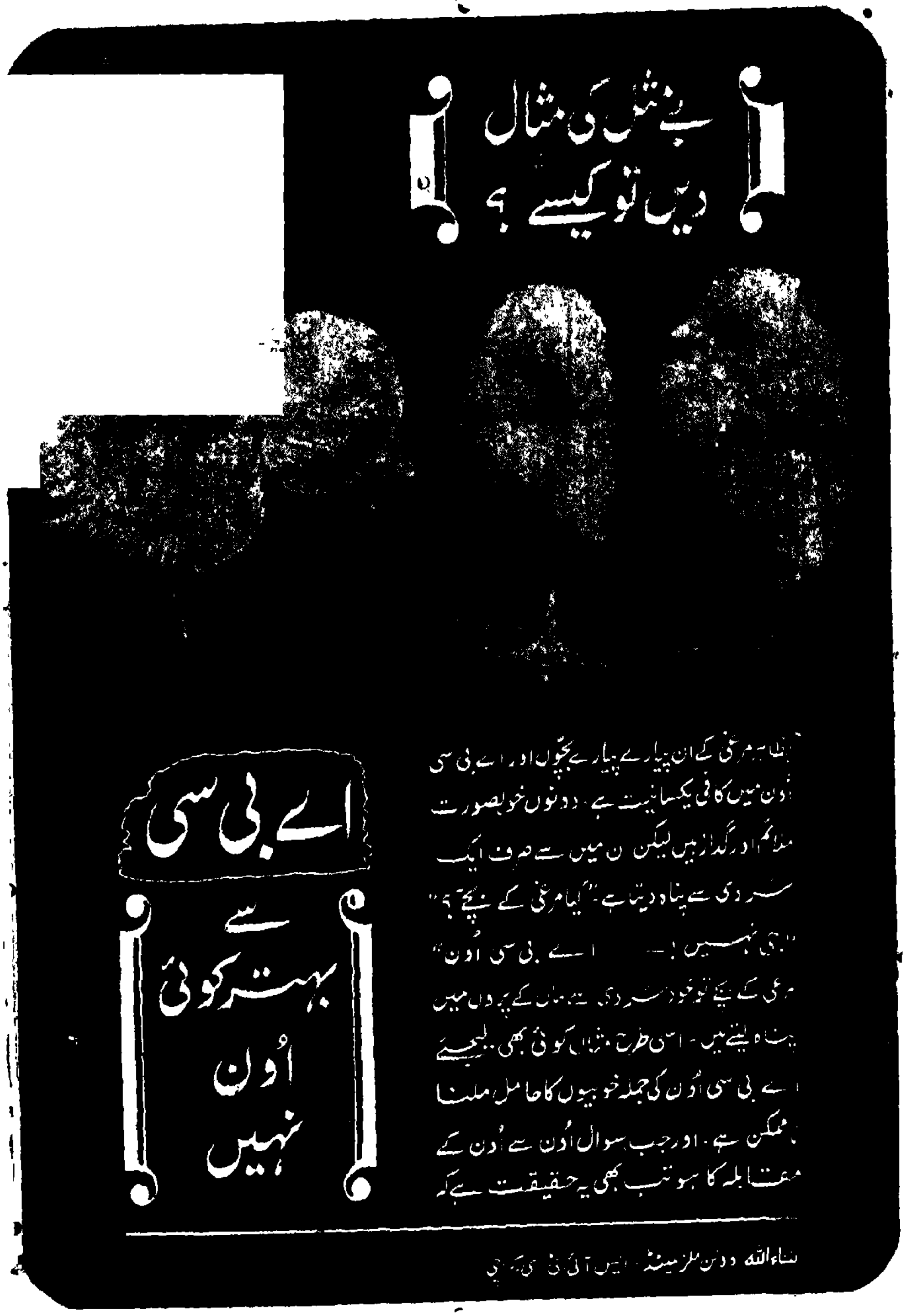
السعی منی والاتمام من اللہ۔ امید ہے کہ حضور مع لواحقین و متعلقین خیریت سے ہیں۔

فقیر عریضہ نگار

فضل الحق

نوٹ: مولوی فضل الحق صاحب تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد ایڈوکیٹ جنرل مشرقی پاکستان۔ وزیر اعظم مشرقی پاکستان۔ وزیر داخلہ حکومت پاکستان اور گورنر مشرقی پاکستان رہے۔


ریڈیو کا انتخاب بھی کوئی مسئلہ ہے؟
فلپس
خریدیئے اور کئی دیگر فوائد حاصل کیجئے!
۴۲۵ روپے
فلپس ۴ بینڈ ٹرانزسٹر ریڈیو
۳۱۵ روپے
فلپس ۳ بینڈ ٹرانزسٹر پورٹیبل ریڈیو
فلپس کوالٹی
فلپس گارنٹی
فلپس سروس
۲۰۵ روپے
فلپس ۲ بینڈ ٹرانزسٹر پورٹیبل ریڈیو
۱۵۰ روپے
فلپس ایک بینڈ ٹرانزسٹر پورٹیبل ریڈیو
PHILIPS
فلپس ہی طلب کیجئے
فلپس کی مصنوعات ۷۵ سال سے زیادہ مدت کے تجربہ کا نتیجہ ہیں
PH-22
JWT-67


بے مثل کی مثال
دیں تو کیسے ؟
مرغی کے ان پیارے پیارے بچوں اور اے بی سی
اون میں کافی یکسانیت ہے۔ دونوں خوبصورت
ملائم اور گداز ہیں لیکن ان میں سے صرف ایک
سردی سے پناہ دیتا ہے۔ "کیا مرغی کے بچے ؟"
"جی نہیں ! — اے بی سی اون"
مرغی کے بچے تو خود سردی سے ماں کے پروں میں
پناہ لیتے ہیں۔ اسی طرح مثال کوئی بھی لیجیے
اے بی سی اون کی جملہ خوبیوں کا حامل ملنا
ممکن ہے۔ اور جب سوال اون سے اون کے
مقابلہ کا ہو تب بھی یہ حقیقت ہے کہ
اے بی سی
سے
بہتر کوئی
اون
نہیں

٣

نواب بہادر یار جنگ

نواب بہادر یار جنگ مرحوم کے مندرجہ ذیل خطوط والد محترم محمود الحسن صدیقی (مرحوم) جنرل سکریٹری آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کے نام ہیں۔ والد مرحوم ریاستی مسلم لیگ کے سکریٹری جنرل رہنے سے قبل "ندیم" ویکلی (جو بعد میں روزنامہ بھی ہو گیا تھا) کے ایڈیٹر تھے اور ندیم سے قبل ماہنامہ "ظل السلطان" ان کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔ انہوں نے انگریزی میں نواب آف بھوپال کے متعلق ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ والد مرحوم سیاست میں آنے سے قبل ادب سے لگاؤ رکھتے تھے اور ان کے مضامین شائع ہوتے رہتے تھے۔ تہذیب نسواں میں وہ ہمیشہ باقاعدگی سے لکھتے رہے۔ نواب بہادر یار جنگ کے ایما پر ہی والد مرحوم ریاستی مسلم لیگ سے وابستہ ہوئے تھے اور جب وہ ریاستی مسلم لیگ کے سکریٹری ہوئے تو تن من دھن سے اس کی خدمت انجام دی۔ والدہ محترمہ قمر النساء بیگم نے ریاستی خواتین میں مسلم لیگ کی تنظیم کی اور والد محترم کی قومی کاموں میں ہمیشہ مدد کی ایک دفعہ ریاستی مسلم لیگ کی مالی حالت بہت خستہ ہو گئی تھی اس وقت والدہ نے اپنے سارے زیورات اس مقصد کے لیے دے دیئے کہ ریاستوں میں تنظیمی کام پھیلایا جائے۔ تقسیم کے بعد قائد اعظم اور نواب زادہ لیاقت علی خان کی خواہش تھی کہ آپ ان پاکستان آجائیں۔ لیکن نواب صاحب بھوپال کی خواہش تھی کہ وہ ریاست میں رہیں۔ ریاستی مسلمانوں کے مسائل کا جائزہ لے کر والد محترم نے ہندوستان میں رہنا ہی پسند کیا۔ اور تقسیم کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے یہ مناسب سمجھا کہ مولانا ابو الکلام آزاد جو اتحاد و ترقی کا کام کر رہے ہیں اس میں شریک ہو کر ریاستی مسلمانوں کی فلاح کے لئے کام کیا جائے اس مقصد کے لئے انہوں نے روزنامہ "جمہور" کا اجرا کیا اور ریاست میں "انجمنِ اتحاد و ترقی" کی ایک شاخ قائم کی جس میں تمام با اثر ہندو اور مسلمان شریک ہوئے اس طرح ریاست میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات آخر تک خوشگوار رہے۔

۱۲ دسمبر ۱۹۵۵ء کو رات کو تین بجے اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال پر مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہندوؤں نے بھی سوگ منایا۔

ان خطوط میں نواب بہادر یار جنگ اور قائد اعظم کے مابین ایک آدھ جگہ اختلاف رائے کا جو ذکر ہے اس کا مطلب خدانخواستہ یہ نہیں کہ ان کے اور قائد اعظم کے درمیان کوئی گہرا اختلاف تھا۔ یہ تھوڑا بہت اختلاف رائے محض ریاستی سیاست کے متعلق تھا۔ نواب صاحب بہت زیادہ دلیری اور صاف گوئی سے بہت سے معاملات میں بول پڑتے تھے بلکہ قائد اعظم ریاستی سیاست میں الجھنا مناسب نہیں سمجھتے تھے برطانوی ہند کی سیاسی پیچیدگیوں اور ان گنت مسائل کی وجہ سے وہ ریاستی سیاست کو زیادہ اہمیت نہیں دے سکتے تھے اور ریاستی معاملات میں میانہ روی اور اعتدال پیش نظر رکھتے تھے۔

بہادر یار جنگ کو قائد اعظم سے ایک خاص عقیدت اور محبت تھی۔ اور سب ہی یہ جانتے ہیں کہ وہ قائد اعظم کے

سب سے اچھے سپاہی تھے۔ مگر اس عقیدت اور محبت کے باوجود وہ صاف گو اور نڈر تھے اس لئے جو بات کہنا چاہتے تھے کہہ اٹھتے تھے۔ ہماری تاریخ میں دو شخص ہی ایسے گزرے ہیں جو قائد اعظم کے ہراول سپاہی ہوتے ہوئے بھی ان سے اختلاف رائے کی جسارت کر سکتے تھے۔ اور قائد اعظم انتہائی صبر و سکون اور خوشی سے ان کی بات سنتے اور خندہ پیشانی سے اعتراض قبول کرتے تھے۔ ان دو آدمیوں میں سے ایک مولانا حسرت موہانی تھے اور دوسرے بہادر یار جنگ مرحوم تھے۔ نواب بہادر یار جنگ کی وفات پر قائد اعظم نے جو پیام دیا تھا اس سے ان کے دلی رنج و غم کا پتہ چلتا ہے۔ ان کے انتقال کے چند ماہ بعد جب ابا جان دہلی میں قائد اعظم سے ملے تو انہوں نے نواب بہادر یار جنگ کے انتقال پر انتہائی جذبات بھری آواز میں رنج و غم کا اظہار کیا (یہ سب جانتے ہیں کہ قائد اعظم جذباتی نہ تھے) اور ابا جان سے کہا "تمہاری ریاستی مسلم لیگ کا صدر نہیں مرا بلکہ میرا ایک بازو ٹوٹ گیا ہے۔"

ان خطوط میں ایک خط مہاراجہ کشمیر کے وزیر اعظم کے نام ہے۔ یہ خط دو رنگ کے معمولی کاغذ پر بہادر یار جنگ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جو انہوں نے داخلہ بند ہونے کے احکام سن کر ہاؤس بوٹ میں تحریر کیا تھا۔ اور اس کی کاپی وزیر اعظم کو بھیجی گئی تھی۔

ابا کی فائیلوں میں بہادر یار جنگ کے دو خط (انگریزی میں) میاں محمد علی خان صاحب کے بھی نام ملے۔ میں سوچتی ہوں وہ بھی محفوظ ہو جائیں۔ لہٰذا وہ بھی ارسال ہیں۔

ایک خط بیگم بہادر یار جنگ کا، میری والدہ کے نام ہے۔

اس کے بعد کشمیری رہنماؤں کے کچھ خطوط ہیں۔ جن میں چودھری غلام عباس، میر واعظ، شیخ خورشید اور قریشی محمد یوسف کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان خطوط سے کشمیر سے متعلق بعض اہم معاملات کا علم ہوتا ہے۔

اور ہاں ایک تار قائد اعظم کا بھی ہے والد کے نام، قائد اعظم کے دو خط بھی تھے جو اس وقت مل نہیں رہے ہیں۔

ایک خط میرے والد صاحب کا ہے جو انہوں نے قائد اعظمؒ کی وفات پر محترمہ فاطمہ جناح کو لکھا تھا۔

آخر میں دو خط میرے نام ہیں۔ ایک ابوالکلام آزاد کا اور دوسرا خط بیگم بہادر یار جنگ کا ہے۔

اختر جمال

———

نواب بہادر یار جنگ

<u>بنام محمود الحسن صدیقی</u>

(۱)

مکرمی: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اسٹیٹ مسلم لیگ کے سلسلہ میں جو خطوط میرے پاس وصول ہوئے ہیں وہ مرسل خدمت ہیں۔ براہ کرم ان کی طرف جلد توجہ فرمایئے آج بھوپال کے وزیر قانون کا ایک خط وصول ہوا جس میں انہوں نے میری طرف سے ہز ہائی نس کی خدمت میں آپ کی پیش کردہ یادداشت کا ذکر کرتے ہوئے، ہز ہائی نس کی طرف سے لکھا کہ ہز ہائی نس ان جذبات کا شکریہ ادا کرتے ہیں جو میں نے ان کی نسبت اپنی یادداشت میں ظاہر کئے اور فرمایا ہے کہ وہ اپنی ریاست میں ہمیشہ مجھے خوش آمدید کہیں گے۔ اور اگر وہ بھوپال میں تشریف فرما رہیں تو مجھ سے مل کر خوش ہوں گے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ نواب صاحب مجھ سے ملنے کے بعد ہی امور مندرجہ یادداشت کی طرف توجہ فرمانا چاہتے ہیں۔ رمضان میں تو میرا کہیں باہر جانا قطعاً محال ہے میں انشاء اللہ شوال میں اپنی پہلی فرصت میں بھوپال آؤں گا۔ اس کی اطلاع وزیر عدلیہ کو بھی دے رہا ہوں۔ خدا کرے کہ کام بن جائے۔ یہاں کے حالات اب الحمد للہ بہتر ہیں۔ امید کہ آپ خیریت سے ہوں گے میری شریک حیات کی طرف سے مسز صدیقی کو سلام پہنچائیں۔

ستمبر ۱۹۴۳ء　　　　　　آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۲)

بجناب مکرم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

گرامی نامہ مورخہ ۱۰ مارچ پہنچا۔ میں نہ صرف آپ کے خط کا بلکہ ناگپور کی پوری کارروائی کی رپورٹ کا منتظر تھا جس کا آپ نے وعدہ فرمایا تھا۔

یہاں آتے ہی خود میں اس قدر مصروف ہو گیا کہ آپ کو نہ لکھ سکا۔ افسوس ہے کہ لاہور جاتے ہوئے بھوپال میں قیام کی کوئی توقع نہیں۔ میں یہاں سے یکشنبہ ۱۷ مارچ کو شام کے ۷ بجے کی گاڑی سے چلوں گا اور دوسرے دن ۱۸ مارچ کو شب میں غالباً نو بجے گرانڈ ٹرنک ایکسپریس سے بھوپال پہنچوں گا، اگر ممکن ہو تو وہاں چند منٹ کے لئے ملاقات فرمایئے۔

لاہور میں اسٹیٹس مسلم لیگ کا آل انڈیا اجلاس بتاریخ ۲۳ مارچ بوقت ۲ ساعت روز منعقد ہوگا۔ اس کا انتظام ہو گیا ہے صدارت سے متعلق مسٹر جناح سے مراسلت جاری ہے۔ اب تک کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اخبار کا تراشہ پہونچا۔ شکریہ قبول فرمایئے۔ باقی عند الملاقات

۱۴ مارچ ۱۹۴۰ء　　　　　　آپ کا مخلص بہادر یار جنگ

(۳)

ALL INDIA STATES MUSLIM LEAGUE

Delhi 23-2-41

My Dear Siddiqi

In view of the great interest that you have demonstrated in the formation of the All India States Muslim League and the organisation of the Bhopal State Muslim League I am glad to authorise you to act as a General Secretary of the Vindiachal States Muslim League including C. I., C. P., Rajputana Gujrat and Kathiawar States.

I hope that you will take up the organisation work of this Zone.

With Best wishes.

Yours Sincerely
Bahadur Yarjung

Mahmudul Hasan Siddiqi. Esqr.
Amir Gunj
Bhopal.

(۴)

مکرمی السلام علیکم!

رمضان میں گھر سے باہر نہ نکل سکا۔ شوال کے اوائل میں دلی اور ناگپور جانے کا قصد کر رہا ہوں، اگر یہ قصد مصمم ہو گیا تو آپ کو تار کے ذریعہ اطلاع دوں گا۔ جاتے ہوتے اسٹیشن پر ملاقات فرمایئے۔ البتہ واپسی میں دو دن کے لئے بھوپال ٹھہروں گا۔ اس خط کے دیکھتے ہی بذریعہ تار مطلع فرمایئے کہ ۲۹ر اکتوبر اور ۴ر نومبر کے درمیانی زمانے میں ہز ہائی نس بھوپال ہی میں تشریف فرما ہوں گے یا نہیں، اپنی یادداشت کے سلسلے میں اُن سے بھی شرف نیاز حاصل کروں گا۔ مدا جتحانی صاحب کا اس عرصہ میں کوئی پتہ نہیں لگا، آپ کو کچھ خبر ہو تو اطلاع کیجئے۔

آگرہ میں اس دفعہ پروونشیل مسلم لیگ (یو۔ پی) کا سالانہ اجلاس دسمبر کی ۲۴، ۲۵ اور ۲۶ تاریخوں میں منعقد ہو رہا ہے۔ سیکرٹری صاحب مجلس استقبالیہ کمیٹی، مولوی عبدالحمید صاحب نے خواہش کی ہے کہ اسٹیٹس مسلم لیگ کا بھی کوئی اجلاس وہاں منعقد کیا جائے اور انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ نہ صرف پنڈال کے استعمال کی اجازت دیں گے بلکہ مندوبین کے قیام کے لئے خیموں کا بھی انتظام کریں گے۔ میں راجپوتانہ اور وسطی ہند ریاستی کانفرنس کے لئے اس کو اچھا موقعہ تصور کرتا ہوں لیکن افسوس ہے کہ میں خود شریک نہ ہو سکوں گا۔ کیونکہ عین اسی زمانے میں حیدر آباد میں آل انڈیا ہسٹری کانگریس، آل انڈیا اورینٹل کانفرنس، آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل

کانفرنس کے اجلاس منعقد ہو رہے ہیں، جن میں میری شرکت بہرحال ضروری ہے۔ آپ غور کیجیے کہ میری موجودگی کے بغیر اپنے دوسرے ساتھیوں کی امداد سے آپ وہاں کوئی بندوبست کر سکیں گے یا نہیں۔ اگر ہو سکے تو اس موقعہ سے ضرور فائدہ اٹھایئے۔ اس سلسلے میں تفصیلی گفتگو انشاء اللہ بھوپال میں ہوگی۔

اُمید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ مسز صدیقی کو بیگم بہادر یار جنگ کا سلام پہنچایئے۔ یہ خط ختم کیا ہی تھا کہ آپ کا خط ملا۔ بہت سے جواب تو آپ کو مل ہی گئے۔ باقی انشاء اللہ بالمشافہ دوں گا۔ دلی چلنے کا قصد کر لیجیے۔ میں کل تک مستقل طور پر طے کر دوں گا کہ دلی جا رہا ہوں یا نہیں۔ اگر عزم کر لیا تو تار سے اطلاع دوں گا۔ ۲۶ کی صبح کو وہاں پہنچنا ہے۔ اس لئے <u>۲۵ کی</u> <u>شب والی گرانڈ ٹرنک ایکسپریس پر آپ میری توقع کر سکتے ہیں۔</u>

مخلص محمد بہادر خاں

مکرر:۔ خط کے صاف ہونے تک میں نے طے کر لیا کہ دلی جاؤں گا۔ خط کشیدہ پروگرام کو مستقل تصور کیجیے۔ نواب صاحب کی نسبت تار کا منتظر رہوں گا۔

۲۸ رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ　　　　　　　　بہادر

(۵)

مکرمی جناب صدیقی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، خط مورخہ ۲۲ نومبر پہونچا۔ یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ نے اور راسخ عالی صاحب نے اندور کا دورہ کیا۔ وسطی ہند کا بہت اہم اور بہت ضروری مقام تھا۔ میرے وہاں جانے کی نسبت میں آپ کے وعدہ کو ضرور ایفا کروں گا۔ لیکن دسمبر میں نہیں فروری میں۔ آج سے وسط جنوری تک سوا ناگپور اور دو دن کے لئے میسور جانے کے میں کسی اور جگہ نہیں جا سکتا۔ میسور میں وہاں کی لیگ کی سالانہ کانفرنس ہو رہی ہے میں نے افتتاح کا وعدہ کیا ہے ۱۳ کو جا کر ۱۴ دسمبر کو واپس آ جاؤں گا۔ آپ اندور والوں کو توقع دلایئے کہ میں انشاء اللہ فروری میں اندور آؤں گا۔ مگر تاریخوں کا تعین جنوری میں مجھ سے کر والیں۔

مناسب ہے وسط دسمبر میں یاد دہانی کی جائے گی۔ بہت اچھا ہوا کہ آپ نے آگرہ کانفرنس کے لئے قاضی صاحب سے صدارت کا تصفیہ کر لیا۔ میں نے بھی ان کو لکھا تھا۔ لیکن کانفرنس میں میری شرکت قطعاً ناممکن اور محال ہے ۲۰ سے ۲۴ تک حیدرآباد میں سٹیٹ کانگریس اور اور نیشنل کانفرنس کے اجلاس ہو رہے ہیں جن مجلس استقبالیہ میں سب سے نمایاں ہوں اس لئے کہیں نہ جا سکوں گا۔ آپ اللہ کا نام لے کر کانفرنس کیجیے۔ مجھے کامیابی کا یقین ہے۔ چودھری رحمت کی تاریخیں اگر آپ نے آگرہ کے بعد ہی رکھ لیں تو مناسب ہے۔ وہاں کا تصفیہ بھی جلد طے ہونا چاہیے۔ گو آجکل مالی حیثیت سے بہت تنگ دست ہوں مگر آپ کی فوری ضروریات کی تکمیل کے لئے ایک سو روپیہ روانہ کر رہا ہوں۔ تنظیم دفتر کی فکر کیجیے۔ انشاء اللہ خدا جلد سامان بنا دے گا۔ راسخ عالی پراگندہ روزی ہیں اس لئے پراگندہ دل ہیں، ان کو حیدرآباد روانہ کر دیجیے۔ اب میں نے طے کر لیا ہے کہ ان کی خاطر سے اپنے

کسی اصول کو بھی اگر توڑنا پڑے تو توڑ دوں گا۔

میرے خیال میں ابھی قائد اعظم یا راجہ صاحب کو نہ چھیڑیے۔ قائد اعظم ہماری لیگ سے ابھی کچھ خفا ہیں، راجہ صاحب ان سے پوچھے بغیر کچھ نہ کریں گے۔ ذرا ہماری تنظیم ہو جائے پھر یہ سب ساتھ دیں گے اور ساتھ دینے پر مجبور ہوں گے۔ فی الحال یہ اگر مخالفت نہ کریں تو کافی ہے۔ شمس الحسن صاحب کو خط لکھ دیا ہے اور اسی خط میں ملفوف کر رہا ہوں آپ دہلی جائیں تو ان کو دے دیجئے۔

امید کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ ایک ہفتہ سے جاگیر پر تھا کل واپس جاؤں گا۔ بیگم بھی ساتھ ہیں اور مسز صدیقی کی خدمت میں سلام کہہ رہی ہیں۔ فقط

کیمپ کنڈور جاگیر ۹ ر ذیقعدہ ۱۳۶۰ھ — مخلص محمد بہادر خاں

(۶)

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

آگرہ کانفرنس کے التوا کی خبر میرے لئے بھی تعجب خیز تھی جو قاضی عیسیٰ خاں صاحب کے تار ہی سے معلوم ہوئی تھی۔ اگر اس کی کوئی وجہ معلوم ہوئی ہو تو مطلع فرمائیے۔ میں ان شاء اللہ ۱۵ دسمبر کی صبح کو ناگپور پہنچ جاؤں گا۔ یہ سن کر مسرت ہوئی کہ آپ نے ناگپور جانے اور وہاں سے میرے ساتھ حیدر آباد آنے کا قصد کر لیا ہے۔ اب اس قصد کو مصمم کر لیجیے اور پھر ملتوی نہ فرمائیے۔

ایجوکیشنل کانفرنس تو ملتوی ہو گئی۔ لیکن آپ مجلس اتحاد المسلمین کے سالانہ جلسہ میں شریک ہو سکیں گے اور ہم سب کو ممنون کریں گے۔

راجہ خانی صاحب نے آپکے موسومہ خط مورخہ ۲۱ نومبر کا حوالہ دیتے ہوئے جو غالباً آپ نے ان کو سنایا ہو گا۔ مجھے ایک بڑا سخت غصہ کا خط لکھا۔ مجھے اس کو پڑھ کر رنج سے زیادہ افسوس ہوا۔ میری دلی تمنا ہے کہ وہ حالات کو صحیح طور پر سمجھیں اور کوئی غلط قدم نہ اٹھائیں۔

سلام الدین خاں صاحب کو خط لکھ رہا ہوں باقی ان شاء اللہ ناگپور میں بالمشافہ، امید کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

حیدر آباد دکن ۱۲ ر دسمبر ۱۹۴۱ء — آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۷)

مکرمی، السلام علیکم و رحمۃ اللہ، اگر میں اپنے مقامی پروگرام کو تبدیل کر سکتا تو ہرگز آپ کو زحمت نہ دیتا۔ یہاں بھی یہی ہوا ہے کہ کئی دفعہ تبدیلی کے بعد میں نے قطعی طور پر پروگرام دے دیا تھا نیز یہاں کی ایک دشواری یہ ہے کہ دیہات کے مسلمانوں کو جمع کرنا ہے جہاں کسی پروگرام کا شائع کرنا بھی مشکل ہے اور التوا کا اعلان بھی۔ اس لئے باعث کرم ہوگا اگر آپ فوراً اپنے پروگرام کے التوا کا اعلان کر دیں اور ۲۹ ر نومبر کو ورکنگ کمیٹی مقرر فرما دیں ۲۹ ر نومبر کو قطعی رکھیے

کیونکہ اس کے بعد میری دوسری مصروفیتوں کا آغاز ہو گا اور حیدر آباد میں مجلس اتحاد کا سالانہ اجلاس بھی آجائے گا۔ براہ کرم آج ہی التوا کے اطلاعات جاری کروا دیجئے۔

اب کی دفعہ میں کوشش کروں گا کہ مولوی ابوالحسن سید علی صاحب بھی ساتھ آئیں تاکہ کمیٹی کے دورہ کا قطعی پروگرام طے کر لیا جائے۔ میں نے اکتوبر و نومبر کی رقم عمداً نہیں روانہ کی آپ ٹائپ رائیٹر کی رقم کل جمع و خرچ کر لیجیے۔ میں انشاء اللہ ٹائپ رائیٹر اپنے ساتھ لا رہا ہوں۔ میری تقریریں صرف دو رکھیے جن میں سے ایک فن خطابت پر بھی ہو۔ بیگم انشاء اللہ ساتھ آئیں گی باقی بالمشافہ۔

آپ کا محمد بہادر خاں

مکرر: راجہ صاحب محمود آباد کا کوئی خط مجھے نہیں ملا۔ میں جالندھر نہیں جا رہا ہوں کیونکہ تقاضہ شدید تھا اب مسلم لیگ اور اس کے متعلقات کی شرکت حتی الامکان کم کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ کو اچھا مکان مل گیا۔

۲۹ شوال ۱۳۶۱ھ

محمد بہادر

(۸)

مکرمی، السلام علیکم و رحمتہ اللہ۔

آپ کے تار کا جواب کل دے چکا ہوں ۲۵ اور ۲۶ کو میں دورون کے لئے حیدر آباد سے باہر جا رہا ہوں اس لئے آپ ۲۷ کو تشریف لائیں تو مہربانی ہو گی۔ بجٹ کی رقم تیار رہے گی۔ اپنے ساتھ لے جائیے۔ آپ کا یہ قصد کہ ناگپور ہی میں قیام فرمائیں بہت مبارک ہے لیکن میں سوچ رہا ہوں کہ کیا آپ اس کو نبھا سکیں گے اور آپ سے بھوپال چھوٹ سکے گا۔ انشاء اللہ بالمشافہ گفتگو ہو گی۔ دو روز سے بخار آ رہا ہے بلوچستان سے بہت اچھی صحت لایا تھا جب سے یہاں آیا ہوں علیل ہوں دعا فرمائیے۔

۲۳ جولائی ۱۹۴۲ء

آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۹)

مکرمی، السلام علیکم و رحمتہ اللہ

بھوپال کے اسٹیشن پر خاں بہادر شوکت علی خاں صاحب کو تلاش کیا لیکن ان سے ملاقات نہ ہوئی۔ غالباً ان کو آپ کا خط وقت پر نہ ملا ہو گا۔ وہاں کے جن حالات کا آپ نے ذکر کیا تھا۔ ان کو سلام الدین خاں صاحب کے نام ایک خط کے مسودہ کی شکل میں لکھ کر روانہ کر دیجئے تاکہ میں صاف کر کے یہاں سے روانہ کر دوں۔

گوالیار کے معاملہ میں قائد اعظم سے ملاقات ہوئی۔ ان کی رائے ہے کہ میری طرف سے ایک یادداشت مہاراجہ صاحب کی خدمت میں روانہ کی جائے مگر پہلے حالات کی خوب تحقیق کر لی جائے۔ منظر عالم صاحب کو لکھ دیا ہے وہ آج کل آ جائیں گے۔ تحقیق کے لئے ایک صاحب کو یہیں سے تیار کیا ہے جو لیگ سے تعلق رکھتے ہیں اور جن پر مجھے کامل اعتماد ہے۔

میں شاید اور ایک ہفتہ یہاں ٹھہروں۔ میرا پتہ درج ذیل ہے:

پتہ: بہ مکان یا بتوسط سید محمد صاحب بیرسٹر، مینجنگ ڈائرکٹر اورینٹ پریس مدراس ہاؤز۔ دریا گنج دہلی۔

جنوبی ہند کی ریاستوں کے دورہ کا پروگرام بنا کر مولوی ابوالحسن سید علی صاحب اور دوسرے ارکان وفد کو مطلع کر دیجیے اب اس میں تاخیر نہ ہونا چاہیے اس پروگرام میں فی الحال حیدرآباد کو نہ رکھیے اس کو آخر میں دیکھ لیں گے۔ والسلام۔

دہلی ۳ر اکتوبر ۱۹۴۲ء احقر العباد محمد بہادر خاں

(۱۰)

مکرمی، السلام علیکم ورحمتہ اللہ

حسابات پہونچے۔ کرایہ مکان (مد) پچاس روپیہ درج ہے جو غالباً موازنہ منظورہ سے زیادہ ہے۔ مناسب ہو گا کہ اس کی منظوری آئندہ ورکنگ کمیٹی سے لے لی جائے۔ فروری میں ریاست ہائے راجپوتانہ کے دورے کا میں نے وعدہ کیا تھا۔ اور اودے پور والے عبدالستار صاحب اور الور والے اختر صاحب سے خواہش کی تھی کہ صرف تاریخوں کی جگہ چھوڑ کر میرا پروگرام مرتب کریں اور جلد روانہ کریں تاکہ میں تاریخوں کا تعین کر سکوں۔ لیکن اب تک ان کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں آئی۔ اگر آپ کے دفتر پر ان کی طرف سے کوئی پروگرام آیا ہو تو فوراً روانہ فرمایئے۔ مجھے انتظار رہے گا۔ پہلے میرا قصد تھا کہ دہلی جا کر وہاں سے الور ہوتا ہوا دوسری ریاستوں کو جاؤں لیکن اب میں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے۔ اور بمبئی کے راستہ رتلام اور وہاں سے اودے پور۔ جودھپور، جے پور اور الور جانا چاہتا ہوں۔ براہ کرم مطلع فرمایئے کہ ان مقامات میں سے کہاں کہاں لیگ کی شاخیں قائم ہیں۔ اور کن سے مراسلت کی جائے۔ نیز کیا آپ ضروری خیال فرماتے ہیں کہ رتلام اور جاورہ بھی جو اودے پور کے راستہ میں واقع ہے میں ایک ایک دن ٹھہروں۔ منسلک پروگرام میں گنجائش رکھی گئی ہے لیکن اگر وہاں پہلے سے شاخ موجود نہ ہو تو جانا بیکار ہوگا۔ ایک پروگرام منسلک ہے اس کو دیکھ کر اپنی رائے سے بواپسی ڈاک مجھے مطلع فرمایئے تاکہ مستقل پروگرام آپ کے پاس بھیج دوں اور اس کا اعلان کیا جا سکے۔ اگر آپ بھی اس دورہ میں میرے ساتھ رہنا چاہیں تو آپ رتلام پر مجھ سے مل سکتے ہیں۔

گوالیار کی یادداشت آپ نے مکمل کر لی ہو تو فوراً روانہ کیجیے تاکہ بمبئی میں مسٹر جناح سے اس کی نسبت تصفیہ کر لوں۔ ریاست مایبر کوٹلہ کا ایک خط اور قانون کی ایک کاپی ملفوف ہے۔ اکثر ریاستوں میں لیگ کے رجسٹر کرانے کا سوال دن بدن زیادہ اہم ہوتا جا رہا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اس مسئلہ کو آئندہ ورکنگ کمیٹی میں رکھ کر اصولی حیثیت سے طے کر لیا جائے میں انشاء اللہ مسٹر جناح سے بھی اس کی نسبت مشورہ کر دوں گا۔ آپ ان کو جواب دیجیے کہ یہ مسئلہ اصولی حیثیت سے لیگ کے پیش نظر ہے اور دوسری ریاستوں سے شکایت وصول ہوئی ہے کہ آپ کے دفتر سے جوابات وقت پر روانہ نہیں ہو رہے ہیں تسنیم صاحب کو اس کے لئے تاکید کیجیے۔

۱۸ر جنوری ۱۹۴۳ء آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۱۱)

مکرمی، السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ خط پہونچا۔ میں نے جو پروگرام آپ کے یہاں روانہ کیا تھا قطعی نہ تھا بلکہ آپ کے مشورہ کے لئے

روانہ کیا گیا تھا اور رتلام یا جاورہ کو نظر انداز کرنا پیشِ نظر تھا۔ اگر بہار اور ریواں کو پروگرام میں شامل کر دیا گیا تو اندور، اودھ پور والے قطعاً نہ چھوڑیں گے۔ میرے خیال میں تو مناسب یہ ہے کہ رتلام اور جاورہ کو بھی کسی آئندہ سفر کے لئے ملتوی کیجئے جو وسطی ہند کی ریاستوں کے لئے کیا گیا ہے اور بمبئی سے رتلام ہو کر اودے پور جانے کے لئے بمبئی سے احمد آباد ہو کر مارواڑ اور مارواڑ سے اودے پور رکھیے جو قریب بھی ہوگا۔ تاریخوں میں بھی ایک ترمیم کی ضرورت لاحق ہوئی ہے کیونکہ ترکی اخبار نویسوں کا وفد ۱۰ فروری کو حیدر آباد آ رہا ہے اور میرا اس موقع پر یہاں موجود ہونا ضروری خیال کیا جا رہا ہے۔ اس لئے میرا سفر بجائے ۹ فروری کے ۱۳ فروری کو شروع ہو سکے گا۔ اس سفر پر میں پندرہ روز سے زیادہ نہیں دینا چاہتا کیونکہ اپریل میں پھر دہلی جانا ہے۔ لہٰذا براہِ کرم اودے پور سے دورہ کی ابتدا کیجیے اور ۱۳ فروری سے پروگرام میں تبدیلی کر کے تمام ریاستوں کو اطلاع دے دیجیئے اور طے شدہ پروگرام کی نقل میرے یہاں روانہ فرما دیجیے۔ میں آپ کی رائے سے متفق ہوں کہ میرے اس دورہ کو کمیٹی کا دورہ بنا دیا جائے اور آپ اور مولانا خاموش اودے پور میں مجھ سے ملیں۔ میں اودے پور پہونچنے سے قبل قائد اعظم سے مل کر تمام امور میں ان کی تشفی کر دوں گا لیکن ان سے ملاقات میں گوالیار سے متعلق نوٹ کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔ براہِ کرم جلد روانہ فرمایئے تبدیل شدہ پروگرام کے مطابق دہلی کی جو تاریخیں آتی ہیں ان میں ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ضرور رکھ لیجیے۔ اس موقعہ پر دہلی کی مجلس استقبالیہ سے سالانہ جلسہ کی تفصیلات بھی طے کر لی جائیں گی۔

ترکی اخبار نویسوں کے وفد کا آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ سے واقف ہونا بھی ضروری ہے۔ ضرورت ہے کہ آپ اس طرف اپنی پوری توجہ مبذول کریں اور انگریزی میں ریاستی سیاست سے متعلق ایک مفصل مگر جامع نوٹ تیار کر کے بعجلت ممکنہ میرے یہاں روانہ فرما دیں۔ یہ نوٹ ۵ فروری تک میرے یہاں پہونچ جائے تو مناسب ہوگا۔ اس کی دس کاپیاں روانہ کیجیے تاکہ تمام ارکانِ وفد کو دی جا سکیں۔

۲۳ جنوری ۱۹۴۳ء

آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۱۲)

مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میں ۱۹ فروری کو ناگپور سے گزرا۔ آپ کو آگرہ سے تار کیا تھا اور متوقع تھا کہ اسٹیشن پر آپ سے ملاقات ہوگی۔ لیکن ناگپور پہونچ کر معلوم ہوا کہ آپ بھوپال ٹھہر گئے۔ عبد الستار خاں کا جو خط اودے پور سے علی گڈھ آیا تھا وہ ملفوف ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اودے پور میں ہماری ساری کوشش برباد ہوگئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ صدر منتخب نہ ہونے کے بعد خود عبد الستار خاں کے خیالات بدل گئے ہیں۔ میں اس سلسلہ میں فیاض حسین خاں کی اطلاع کا منتظر ہوں۔ مکمل معلومات حاصل کرنے کے بعد آپ کو مزید ہدایات سے مطلع کروں گا۔

جن ریاستوں کا ہم نے دورہ کیا ہے وہاں کی جو رپورٹ آپ نے بہادر یار جنگ کمیٹی کے سلسلہ میں مرتب کی ہے اس کی ایک کاپی جلد روانہ فرمایئے تاکہ مجھے آپ کی رپورٹ کا اندازہ ہو سکے۔ باقی حالات سے اپنے وقت پر مطلع کروں گا۔

دہلی میں مسٹر حسین ملک جو پہلے آل انڈیا مسلم لیگ کے جوائنٹ سکرٹری تھے مجلس استقبالیہ کے صدر منتخب ہوئے

ہیں۔ ان سے اور نواب زادہ سے تفصیلی ملاقات ہوئی تھی۔ جن آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کے اجلاس سے متعلق ساری باتیں کہہ دی ہیں۔ اور انہوں نے پوری امداد کا وعدہ کیا ہے۔ منظر عالم اور عباس صاحب صدر اور اسٹیٹ مسلم کانفرنس کو لکھیے کہ تقریب کی ریاستوں کے نمائندوں کو جلد دہلی میں طلب کرکے مجلس استقبالیہ ترتیب دیں اور نتائج سے مجھے اور آپ کو مطلع کریں اور آپ خود اس کی طرف جلد توجہ فرمائیے۔ منظر کو ہدایت کیجیے کہ حسین ملک سے مل کر تفصیلات کا ان سے تصفیہ کر لیں۔

۲۱ / ۲ / ۴۳ — آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۱۳)

مکرمی، السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط مورخہ ۸ مئی مولوی عبدالرحیم صاحب کو ہار پوری نے دست بدست پہنچایا۔ ارکان مجلس عاملہ کی فہرست واپس مرسل ہے۔ حیدرآباد سے میں نے ایک نام کو کم کر دیا ہے اس کی مصلحت بالمشافہ سمجھا دوں گا۔ جے پور سے نواب معظم علی خان کی بجائے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ شاہ علیم الدین صاحب اور ان کے مقابل مرغوب احمد صاحب دونوں کے نام شریک کرنا مناسب ہوگا۔ نواب معظم علی خان ہمارے کام کے آدمی نہیں ہیں۔ اس ایک نام کے اضافہ کو متوازن کرنے کے لئے میں نے راجکوٹ کے عثمان بھائی کا نام کاٹ دیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے آج تک کبھی شرکت نہیں کی۔

سالانہ گوشوارہ حسابات اور سال آئندہ کے موازنہ کا منتظر ہوں۔ فقط

۹ مئی ۱۹۴۳ء — آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۱۴)

مکرمی، السلام علیکم ورحمتہ اللہ

آپ کا خط مورخہ ۱۰ جون پہونچا۔ اب دہلی جانا کسی طرح ممکن نہیں۔ رشید صاحب کو روانہ کرتا لیکن ان کا دس سالہ لڑکا آج کل سخت علیل اور ہسپتال میں رجوع ہے۔ اطباء نے اس کو ہڈیوں کا دق بتایا ہے جس کی وجہ سے رشید صاحب سخت پریشان ہیں۔ مجھے ایک ہفتہ تک بخار رہا اور دونوں آنکھوں میں آشوب ہو گیا تھا۔ لیکن اب بحمداللہ اچھا ہوں۔ آپ جام کھنڈی کے جلسہ کے بعد جنوبی ہند کی ریاستوں کے دورہ کا ضرور قصد فرمائیں۔ انشاء اللہ رشید صاحب کو آپ کے ساتھ جانے پر آمادہ کروں گا۔ کشمیر کی تاریخوں کا ابھی تک علم نہیں ہوا ہے۔ دریافت کرکے جلد مطلع فرمائیے تاکہ ان تاریخوں میں اپنے دوسرے پروگرام ملتوی کر سکوں۔ فقط

۲۰ جون ۱۹۴۳ء — آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۱۵)

مکرمی! السلام علیکم ورحمتہ اللہ

خط مورخہ ۲۹ جون پہونچا۔ ۲۴، ۲۵ کشمیر کے لئے ناموزوں نہیں ہے۔ لیکن تاریخوں کا صحیح طور پر اطمینان کر لیجیے

اور مجھے جلد مطلع فرمایئے تاکہ انتظامات کروں۔ اس سفر میں بیوی کا قصد بھی ساتھ چلنے کا ہے۔ آپ لکھ دیجیے کہ ان کے لئے قیام کا انتظام کیا جائے۔

آپ کا اطلاع مناسب ہے وہاں ورکنگ کمیٹی رکھیئے اور کشمیر سے فارغ ہونے کے بعد میں تو صرف کپورتھلہ جاکر واپس آجاؤں گا آپ بہادر یار جنگ کمیٹی کا دورہ مکمل کریں۔ اس دورہ میں کمیٹی میں منظر عالم صاحب کو بھی شامل کر لیجیے تو مناسب ہوگا۔

کرنہ کے متعلق مرغوب احمد صاحب کی رپورٹ دیکھ رہا ہوں کل اس کی نسبت اپنی رائے لکھوں گا۔ رپورٹ سالانہ طبع ہوکر آگئی تھی اور میں نے آپ کی خدمت میں روانہ کرنے کا حکم بھی دے دیا تھا مجھے تعجب ہے کہ اب تک کیوں نہیں پہنچی۔

جنید کی اطلاع پڑھ کر مسرت ہوئی۔ ان کو میری طرف سے مبارک باد دیجیے۔

آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

مکرر: ابھی یہ خط ڈاک میں ڈالا نہیں گیا تھا۔ کہ آپ کا تار پہنچا جس سے معلوم ہوا کہ کشمیر کی تاریخیں ۱۳، ۱۴، ۱۵، اگست کو معین ہو چکی ہیں۔ میں اس تبدیلی کو زیادہ پسند کرتا اگر اس تار کے ساتھ سردار اورنگ زیب خاں وزیر اعظم صوبہ سرحد کا ایک خط نہ آتا جس میں انہوں نے سرحدی انتخابات کی مہم میں امداد کی خواہش کی ہے۔ ان کے انتخابات ۶ اور ۷ اگست کو ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ میں ۶ اگست سے ۱۳ اگست تک بیکار رہوں گا۔ بہرحال میں ان دنوں میں کشمیر کی سیر سے تازہ دم ہونے کی کوشش کروں گا۔ باقی تفصیل انشاء اللہ ۲۷ جولائی کو ناگپور اسٹیشن پر بالمشافہ کہی جائے گی۔ کشمیر میں جو صاحب انتظامات کے ذمہ دار ہیں ان کے پتہ سے مطلع فرمایئے تاکہ سرحد کے کشمیر کے پروگرام کی نسبت ان سے مراسلت کرسکوں۔ ان کو اس سے مطلع کر دیجیے کہ میں ۶ سے ۱۲ تک وہاں مختلف مقامات کی سیر کروں گا۔ ایک بات اور آپ کی توجہ کے قابل ہے کہ اگر قائداعظم کشمیر جا رہے ہیں تو بیشک کانفرنس کی صدارت وہی کریں گے۔ لیکن اگر وہ کشمیر نہیں جا رہے ہیں تو میری موجودگی میں کسی کو کانفرنس کی صدارت کا حق نہیں پہنچتا۔ یہ اس لئے لکھا کہ انہوں نے میرے نام سے اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے جلسہ کی صدارت کا اعلان کیا ہے اس صدارت کو میں دونوں صورتوں میں قبول کرنے سے قاصر ہوں۔ البتہ میں دونوں کانفرنسوں میں شریک رہوں گا۔ ان امور کی نسبت ان کو ہدایت کر دیجیے۔ امید کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

۷ جولائی ۱۹۴۳ء

آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۱۶)

مکرمی. السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا خط اور تار پہونچا بذریعہ تار آپ کو اطلاع دے دی گئی ہے کہ میں انشاء اللہ یہاں سے ۸ اگست کو شام کی گاڑی سے روانہ ہوں گا اور ۱۰ کی صبح کو دہلی پہنچوں گا۔ اگر آپ بھی دہلی سے میرے ساتھ ہو جائیں تو مناسب ہوگا۔ میں یہاں سے جاتے ہوئے بھوپال نہیں ٹھہر سکتا۔ واپسی میں ممکن ہے ایک دن کے لئے ٹھہروں۔ واپسی کا پروگرام آپ سے کشمیر میں طے کروں گا۔ کپورتھلہ کا ایک خط ملفوف ہے اس کی نسبت ان کو مناسب ہدایات دیجیے اور حکومت کو بھی توجہ دلایئے۔ باقی انشاء اللہ بالمشافہ فقط۔

آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

۴ اگست ۱۹۴۳ء

(۱۷)

مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ کا خط مورخہ ۹ ستمبر پہونچا۔ آپ نے کشمیر کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کے اکثر امور سے متفق ہوں آپ کا تار آیا تھا جس کے جواب میں ۸ ر اور ۹ ر اکتوبر کو کونسل اور ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ طلب کرنے کی اجازت دے چکا ہوں اس کا جلد اعلان کر دیجئے۔ اب آپ کے حیدرآباد زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے اگر ضرورت ہوگی تو میں ایک آدھ روز ناگپور میں زائد ٹھہر جاؤں گا۔ محمود شریف صاحب، پٹھان رسول خاں صاحب، منظر عالم صاحب اور فضل حسین صاحب کو خطوط لکھ رہا ہوں کہ اس ورکنگ کمیٹی میں ضرور شریک ہوں۔ آپ بھی ارکان ورکنگ کمیٹی کو رسمی اطلاع ناموں کے علاوہ خطوط لکھیے اور آنے پر آمادہ کیجیے ضرورت ہے کہ آپ ناگپور کے پروگرام پر پوری توجہ دیں اور میرے وقت کو زیادہ سے زیادہ کام میں لائیں دعوتیں بالکل قبول نہ کیجیے ہوٹل میں انتظام کی ضرورت نہیں، ایک دفعہ میں نے نواب مرزا یار جنگ بہادر ایجنٹ برار سے ان کے یہاں ٹھہرنے کا وعدہ کر لیا ہے۔ اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے پروگرام سے جلد مطلع فرمائیے اور ان کے جلسوں کے علاوہ کوئی اور مصروفیت نہ رکھیے۔ روزانہ صبح یا شام میں صرف ایک گھنٹہ ملاقات کے لئے رکھیے باقی تمام وقت میں آپ کے آفس میں گذارنا چاہتا ہوں۔ اور ورکنگ کمیٹی سے ہٹ کر بھی اپنے دفتر کا کام کرنا چاہتا ہوں۔ میں ان شاء اللہ بمبئی ہوتا ہوا ۱۸ر اکتوبر کی صبح کو کلکتہ میل سے ناگپور پہونچوں گا۔ چاہتا ہوں کہ ورکنگ کمیٹی میں شریک ہونے سے قبل قائد اعظم سے مشورہ کر لوں۔ باقی بالمشافہ۔

۱۸ ستمبر ۱۹۴۳ء — آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۱۸)

نواب بہادر یار جنگ بہادر، صدر آل انڈیا مسلم لیگ
حیدرآباد، دکن — ۴ ر رمضان ۱۳۶۲ھ

مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

افسوس ہے کہ اس سفر میں آپ کے ساتھ مل کر بیٹھنے اور گفتگو کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ راستہ میں مجھے معلوم ہوا کہ جس دن میں دہلی سے علی گڑھ گیا تھا اُسی دن آپ دہلی پہونچے۔ امید ہے کہ پنجاب کی ریاستوں میں آپ کا دورہ کامیاب رہا ہوگا۔ اس وقت تک راجپوتانہ اور پنجاب کی جن ریاستوں میں بہادر یار جنگ کمیٹی کا دورہ ہوا ہے، از راہِ کرم ان کی حالت کا نوٹ جو آپ نے تیار کیا ہوگا وہ روانہ فرمائیے تاکہ میں اُس سے اندازہ کر سکوں اور اگر کوئی نوٹ مرتب ہی نہیں ہوا تو براہِ کرم جلد مرتب فرمائیے تاکہ جو معلومات حاصل ہوئے ہیں وہ محفوظ ہو جائیں۔

بہادر یار جنگ کمیٹی کے آئندہ دورے کا پروگرام بنائیے اور ان ریاستوں کو مطلع فرمائیے جہاں آپ جانا چاہتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کمیٹی کا کام آئندہ سالانہ جلسے سے پہلے ختم ہو جائے۔

کشمیر کے اس واقعہ کو جو میرے ساتھ پیش آیا ہم آسانی سے نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اس سے تمام ریاستوں میں ہمارا کام دشوار ہو جائے گا۔ آپ کے مشورہ کے مطابق یا تو ہماری کوشش بار آور ہوتی اور حکومت کشمیر اپنے عاید کردہ امتناع کو واپس لے

یعنی یا اب ہم کو کوئی ایسا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے جس سے نہ صرف حکومتِ کشمیر بلکہ ساری ریاستی حکومتوں کو آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کی اہمیت کا اندازہ ہو۔ اس نوبت پر ہمارا خاموش ہو جانا ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو ختم کر دینے کے مترادف ہوگا۔ کیا عجب ہے کہ خداوند تعالیٰ نے یہ موقعہ محض اس لئے پیدا کیا ہو کہ اس سے ہم کو جد و جہد کے لئے ایک میدان مل جائے اور اس طرح ہم اپنی تنظیم کو مکمل کر سکیں۔

اس مقصد کے لئے میں نے پہلے قدم کے طور پر یہ سوچا ہے کہ ایک مہینہ کی مہلت دے کر ایک کل ہند یوم کشمیر منانے کی اپیل کروں اور اس کو اپنے ذاتی اثر سے تمام ہندوستان میں کامیاب بناؤں۔ مجھے معلوم ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے مرکزی نظام اور قائد اعظم سے مجھے اس سلسلے میں کسی قسم کی امداد نہ ملے گی مگر مجھے یقین ہے کہ تمام ہندوستان میں لیگ کا نظام میری مدد کرے گا لیکن اس کوشش میں کامیابی کے لئے حسبِ ذیل تدابیر کا اختیار کرنا ضروری ہے۔

۱۔ یوم کشمیر منائے جانے تک اخبارات میں کشمیر کی نسبت کوئی نہ کوئی مضامین، بیانات یا خبروں کا سلسلہ جاری رہے تاکہ عوام جو جلد بھول جانے کے عادی ہیں کشمیر کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں۔

۲۔ اس مقصد کے لئے تمام ہندوستان کے ایسے اخبارات کی ایک فہرست تیار کی جائے جن سے ہم کو امداد کی توقع ہے اور ان سے فوراً مراسلت کی جائے

۳۔ ہندوستان کے مسلم زعما کی ایک فہرست تیار کر کے ان سے بیانات، پیامات اور مضامین کی خواہش کی جائے اور وہ تمام بیانات ہمارے یہاں جمع ہوں اور ہم ان کو یکے بعد دیگرے اس طرح شائع کریں کہ پبلک کا حافظہ تازہ رہے۔

۴۔ کشمیر سے اس وقت تک جو رپورٹیں وصول ہوئی ہیں۔ اور ان کی سابقہ سیاسی کشمکش کے متعلق جو کتابیں شائع ہوئی ہیں، ان کو پیشِ نظر رکھ کر اور مسلم کانفرنس سے مزید اعداد و شمار طلب کر کے جلد سے جلد مختصر رسالوں کی صورت میں ایسا لٹریچر تیار کیا جائے جو تمام ہندوستان میں شائع کیا جا سکے تاکہ یوم کشمیر منانے والے اس کو پیشِ نظر رکھ کر کام کریں۔

مناسب ہوگا کہ ان سب تفصیلات پر غور کر کے آپ جلد از جلد مجھے اپنی رائے سے مطلع کریں۔ نیز اگر ضرورت ہو تو دو دن کے لئے حیدر آباد آجائیں تاکہ اس پر غور کر لیا جائے۔

مجھے ہماری طے کردہ تمام قرار دادوں کی ضرورت ہے۔ رحمتعانی صاحب نے اپنے زمانہ کی قرار دادیں طبع کروائی تھیں۔ ان کو جمع کر کے اور آپ کے زمانہ کی قرار دادوں کو نقل کرا کر براہِ کرم جلد روانہ فرمایئے۔ امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

۴ رمضان ۱۳۶۲ھ — آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۱۹)

مکرمی،

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ خط پہونچا۔ سالانہ اجلاس کے سلسلہ میں آپ کی توجہ اور مصروفیت کو معلوم کر کے اطمینان ہوا۔ آپ ضرور ۲۰ دسمبر تک کراچی پہونچ جایئے، اس کے بغیر اجلاس کامیاب نہ ہو سکے گا۔ اس اجلاس کے لئے آپ کو خصوصی سرمایہ بھی جمع

کرنا پڑے گا۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں مرکز میں اب کوئی گنجائش نہیں ہے۔ حیدرآباد کا حصہ رسدی آپ کو مل جائے گا اس کا میں ذمہ دار ہوں۔ لیکن اس سے زیادہ کسی امداد کی یہاں سے توقع نہ کیجئے میں نے یہاں کے دینے والوں پر اتنا بار ڈالا ہے کہ اب مجھے ان کے سامنے ہاتھ پھیلانے کا منہ نہیں ہے۔ چنانچہ باقی صاحب سے میں بہت شرمندہ ہوں کہ اب تک ان کے لئے کچھ نہ کر سکا۔ جہاں — جہاں میں نے لکھا تھا ان سب نے جواب دے دیا کہ اس وقت کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔ اب اپنے وعدہ کی لاج رکھنے کے لئے ان کو اپنی گرہ ہی سے کچھ دے دوں گا۔ سنا ہے گو ابھی تصدیق نہیں ہوئی کہ حکومت سے ان کو ڈھائی ہزار روپیے ملے ہیں۔ خدا کرے سچ ہو۔

اب اتنی دیر ہو گئی کہ دورۂ کاٹھیاوار کے خیال کو ملتوی ہی کرنا پڑے گا۔ میں نے اپنا پروگرام بنا لیا ہے یہاں سے ۱۷ر دسمبر کو روانہ ہو کر ایک دن بیجاپور ٹھہرتے ہوئے ۲۲ر دسمبر کو انشاء اللہ کراچی پہنچوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ اس وقت تک آپ وہاں تمام انتظامات کر چکے ہوں گے۔ امید کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ فقط۔

حیدرآباد دکن ۳ر ذی حجہ ۱۳۶۲ھ — آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۲۰)

مکرمی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ یہ خط بنگلور جاتے ہوئے ریل میں لکھ رہا ہوں۔ آپ کا خط مورخہ ۱۷ر فروری مع نقل مکتوب سکریٹری کپورتھلہ وصول ہوا۔ مہاراجہ کپورتھلہ کو تبدیلی تاریخ کی اطلاع دے دی گئی ہے۔ جبل پور میں جلسہ ضرور رکھیئے۔ خدا کرے کہ شعیب صاحب سے بھوپال میں آپ کی ملاقات مبارک ہو باقی بعد واپسی۔

۲۸ر صفر ۱۳۶۳ھ — مخلص محمد بہادر خاں

(۲۱)

بیگم بازار حیدرآباد دکن۔

مکرمی۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ آپ کا خط مورخہ ۲۵ر مارچ اور رپورٹ کا مسودہ علی شبو صاحب ہاشمی کے ذریعہ وصول ہوا انشاء اللہ اس کو دیکھ کر چھپائی کے لئے شبو صاحب کو دے دوں گا اور وہ جلد چھپ کر آپ کو مل جائے گا۔ میں جبل پور کے لئے ۱۴ر اپریل کی شب کو انشاء اللہ یہاں سے روانہ ہوں گا۔ اور ۱۵ر ۱۶ر کی شب یا ۱۶ر تاریخ کی صبح کو جبل پور پہنچوں گا۔ جبل پور جانے میں سب سے بڑا جھگڑا اٹارسی پر گاڑی کی تبدیلی کا ہے گرانڈ ٹرنک ایکسپریس وہاں شام کو پانچ بجکر ۱۴ منٹ پر پہونچتا ہے اور جبل پور کی گاڑی وہاں سے ۶ بجکر ۳۰ منٹ پر چلتی ہے۔ گو یہ وقت کافی ہے لیکن آپ جانتے ہیں کہ گرانڈ ٹرنک ایکسپریس اکثر لیٹ رہتا ہے۔ میں نے سنا تھا کہ ناگپور سے کوئی پسنجر راست جبل پور جاتا ہے اگر یہ صحیح ہے تو ریلوے سے اطمینان کر کے مجھے مطلع فرمائیے۔ باقی بالمشافہ۔

۲۵ر مارچ ۱۹۴۴ء — آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۲۲)

مکرمی، بیگم بازار، حیدر آباد دکن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ کا خط پہونچا ہز ہائی نس نواب صاحب بھوپال کی خدمت میں شکریہ کا خط روانہ کر دیا گیا ہے۔ یہ پہلا موقعہ ہے کہ میں نے کسی جگہ جانے کے لئے بستر باندھ کر کھولا ہے لیکن قضا و قدر کی پیدا کی ہوئی مشکلات سے کسی کو چارہ نہیں دو روز قبل اچانک برانکائیٹس (BRONCHITIS) کا حملہ ہوا اور اس کے اثر سے اب تک نجات نہیں ملی، مجھے احساس ہے کہ جبلپور میں آپ کو بہت مایوسی ہوئی ہوگی۔ وہاں کی تفصیلی کیفیت سے مطلع فرمائیے۔ فقط۔

۱۷ر اپریل ۱۹۴۴ء آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۲۳)

مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آپ کا خط اور تار موصول ہوئے۔ روپیہ کا بھیجنا میرے لئے سخت دشوار تھا۔ بہت مشکل سے دو سو پچاس روپیہ کا انتظام کر سکا ہوں۔ جو روانہ کر رہا ہوں۔ اب میرے یہاں صرف سات روپیہ بچے ہیں جن میں سے منی آرڈر کا خرچ بھی وضع کیا جائے گا۔ وصولی رقم کے لئے خاص کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ سن کر مسرت ہوئی کہ جبلپور کانفرنس کامیاب ہوئی۔ میں اچھا تو ہو گیا ہوں لیکن سینہ پر ابھی تک بار ہے اور کھانسی پوری طرح دفع نہیں ہوئی ہے آئندہ مجلس عاملہ کا اجلاس اگر ورنگل میں مجلس اتحاد المسلمین کے سالانہ جلسہ کے ساتھ رکھ لیا جائے تو مناسب ہوگا۔ اس کی تاریخیں ۲۴ر، ۲۵ر، ۲۶ر مئی ہیں آپ ناگپور سے گرانڈ ٹرنک ایکسپریس پر روانہ ہوں تو رات کو ڈھائی تین بجے قاضی پیٹھ پہونچ جائیں گے اور وہاں سے جلسہ گاہ کا فاصلہ صرف چار پانچ میل ہوگا جلسہ گاہ جانے کے لئے آپ کو بس مل جائے گی بتفصیلاً مجلس استقبالیہ کے صدر مولوی سید فضل حسین صاحب ایڈوکیٹ کو جو آپ کے ساتھی ہیں مطلع فرما دیجیے۔ کولہاپور کی مسلم جمعیۃ کا جلسہ عام انہوں نے ۵ار ۱۶ر مئی کو رکھا ہے میں انشاء اللہ شریک ہوں گا۔ فقط

آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۲۴)

مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آج مبئی سے واپس آکر آپ کا خط دیکھا۔ آپ جو کچھ کر رہے ہیں وہ مبارک ہے اپنے کام کو دوسروں سے اچھے بغیر جاری رکھئے۔ پبلک کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کیجئے پبلک ہی سب سے بڑی طاقت ہے۔ جنگ کی موجودہ صورتِ حال نے وہ وقت لا دیا ہے جبکہ آپ کی قوتِ عمل کو دوگنا ہو جانا چاہیئے اب سب سے زیادہ توجہ نیشنل گارڈ کے قیام پر صرف ہونا چاہیئے۔ مستقبل قریب میں مجھے اس کی شدید ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ یہ آپ کے لئے بڑا سنہری موقع ہے کہ حکومتِ ہند کے مطابہ پر ریاستیں بھی سیوک گارڈ قائم کر رہی ہیں۔ مسلم نوجوانوں کو اس میں زیادہ سے زیادہ شریک کروائیں۔ اس سے آپ کو مفت میں

اپنے نوجوانوں کو فوجی ٹریننگ دلانے اور عملی صلاحیت پیدا کرنے کا موقعہ مل جائے گا اس کا خیال نہ کیجئے کہ آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی نے مسلمانان ہند کو ڈیفنس کمیٹیوں سے تعاون کی ممانعت کر دی ہے۔ ہماری ریاستی سیاست اس سے بالکل مختلف ہے خصوصاً مسلم ریاستوں کی۔ میں نے اس مسئلہ میں مسٹر جناح سے گفتگو کر لی ہے اور اب آپ کو چاہیے کہ جیسے ہی حکومت سیوک گارڈ کے قیام کا اعلان کرے آپ فوراً مسلم نوجوانوں کو جوق در جوق اس میں شریک کروائیں۔

مسٹر راجستھانی نے مجھے یہ تو لکھا تھا کہ وہ اجمیر میں کانفرنس کرنا چاہتے ہیں لیکن پر وانشل مسلم لیگ کے صدر کا نام نہیں لکھا آپ ان کے نام اور پتہ سے مطلع فرمایئے۔ ان کو ضرور لکھ دوں گا۔ فقط

مسز صدیقی کی خدمت میں بیگم بہادر یار جنگ کو دلی سلام اور شکریہ پہنچایئے وہ کہتی ہیں کہ مسز صدیقی کی عنایتوں کو وہ کبھی نہیں بھلا سکتیں۔ امید کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے فقط

آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۲۵)

مکرمی، جناب صدیقی صاحب

السلام علیکم و رحمتہ اللہ۔ جو کچھ ہوا وہ اس قدر اچانک ہوا کہ خود میں اب تک اس کو سمجھ نہیں سکا ہوں۔ آپ سے اتفاق ہے کہ اس کی ذمہ داری بڑی حد تک مقامی کارکنوں پر آتی ہے۔ اب گذرے ہوئے پر پچھتانے سے کچھ حاصل نہیں ضرورت اس کی ہے کہ جو کچھ ہوا اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اس واقعہ سے مجھے تو بیشک تکلیف ہوئی مگر اس سے کشمیر کے مسلمانوں کو بہت مدد مل سکتی ہے۔ ہم تو پروپگنڈا کریں گے ہی ان کو چاہیئے کہ اپنے کارکنوں کو تمام ریاست میں پھیلا دیں اور ان مظالم کے تذکرہ سے مسلمانوں میں بیداری، زندگی، حکومت سے بیزاری شیخ محمد عبداللہ سے نفرت اور مسلم کانفرنس سے محبت پیدا کریں۔ اگر انہوں نے یہ کر لیا تو میں اپنی تمام تکلیف کو راحت سمجھوں گا۔

کل میں نے تمام واقعات کو قلمبند کر کے نواب زادہ لیاقت علی، سردار اورنگ زیب، نواب آف ممدوٹ اور اورینٹ پریس کو روانہ کر دیا ہے۔ اور ان سے بیانات کی خواہش کی ہے۔

آپ نے اچھا کیا کہ وہاں ٹھہر گئے۔ لیکن آپ کو ورکنگ کمیٹی میں شریک ہو کر ان لوگوں کو صحیح مشورہ دینا چاہیے تھا۔ علاوہ بہادر یار جنگ کمیٹی کے سلسلہ میں معلومات فراہم کرنے کے جس کو پورا کر ہی لینا چاہیے۔ آپ وزیر اعظم سے جا کر ملاقات کریں اور اس سے ان تمام حالات کی وجہ دریافت کریں اور اگر ممکن ہو سکے تو کوشش کریں کہ وہ اپنا امتناعی حکم فوراً اٹھا لیں۔ انہوں نے غالباً مجھ پر کانفرنس کی وجہ سے امتناع عاید کیا تھا۔ اگر اب آپ ان سے ملیں تو یقین ہے کہ وہ اس پر غور کریں گے لیکن آپ کی گفتگو دب کر نہ ہو بلکہ صاف صاف لفظوں میں ہو۔ ان سے ملاقات سے قبل میرا وہ خط پڑھ لیجئے جو میں نے ان کو لکھا تھا اور سید غلام عباس صاحب کے یہاں محفوظ ہے۔ اس کی نقل رکھ کر اصل خط میرے یہاں روانہ کر دیجیے۔

آپ نے بیگم صاحبہ سے جو ہمدردی کی اس کا شکریہ۔ میں نے بہت کوشش کی وہ دوبارہ کشمیر جا کر وہاں کی سیر

کریں لیکن وہ ہرگز راضی نہیں ہوئیں۔ ان میں مشرقیت بہت زیادہ ہے میں نے قصد کیا ہے کہ ایک ہفتہ کوہ مری پر گذاروں آپ زیادہ سے زیادہ چار پانچ روز میں اپنے کام کو ختم کرکے لوٹ آئیے تاکہ آپ سے مشورہ کرکے کوئی لائحہ عمل مرتب کیا جائے۔

آپ کی طرف سے فوراً اس امر کا اعلان ہونا چاہیئے کہ ریاست سے صدر کے اخراج کی وجہ سے ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ملتوی کیا گیا جو کشمیر میں رکھا گیا تھا۔ ایک سو روپیہ روانہ کر رہا ہوں جو آپ کی واپسی تک کافی ہو سکتا ہے۔

مولانا خاموش کی خدمت میں سلام پہنچایئے گا۔

کوہاٹ ۱۵ر اگست

محمد بہادر خاں

(۲۶)

مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی دعوت سر آنکھوں پر لیکن میری مشکلات کو کیا بتاؤں۔ کل شام کو گھر پہنچا ہوں اور یہاں کے پیچیدہ حالات کی وجہ سے جن سے کچھ آپ بھی واقف ہو چکے ہیں۔ خود اپنے جلسہ کو چند دنوں کے لئے ملتوی کر دیا ہے اس زمانہ میں میرا حیدر آباد سے کہیں باہر جانا سخت خطرناک ثابت ہوگا۔ اس لئے مجھے تو معاف ہی فرما دیجئے۔

نواب اسمٰعیل خاں صاحب کا انتخاب بہت موزوں ہے میں خود بھی ان کو لکھوں گا کہ آپ کی دعوت قبول کر لیں مدراس میں ایک جلسہ رہ گیا کہ آپ کے مشورہ سے میں آئندہ ورکنگ کمیٹی کا اعلان نہ کر سکا اگر راجستھانی بھی وہیں موجود ہیں تو ان کے مشورہ سے ورکنگ کمیٹی کے ارکان کے ناموں کی فہرست روانہ فرما دیجیے۔

اس سال معتمدی کے لئے میں نے آپ کا نام طے کر لیا ہے اور آپ کو انکار کی اجازت نہیں ہے۔ دفتر کی تنظیم سے متعلق جو فوری ضروریات ہوں ان سے اطلاع فرمائیں اور اب اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے لیجیے امید کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

حیدر آباد دکن ۲۶ر فروری

مخلص محمد بہادر خاں

(۲۷)

مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آپ کا مکتوب مورخہ ۹ جولائی پہونچا۔ یہ معلوم کرکے تشویش ہوئی کہ آپ بڑودہ سے واپس آکر علیل ہو گئے تھے اللہ آپ کو صحت عاجل و کامل عطا فرمائے۔ یہ نہ معلوم ہوا کہ سرمایہ سے متعلق آپ کی مساعی کا کیا نتیجہ نکلا۔ میں بحمد اللہ اچھا ہوں۔ بیگم کا مزاج بھی اچھا نہیں ہے اور میں ان کے لئے فکرمند ہوں۔ دعا فرمایئے۔ بیگم صاحبہ کی خدمت میں میرا اور میری رفیق حیات کا سلام پہونچا دیجیے اور بچوں کو پیار کیجئے۔

حیدر آباد دکن

۲۱ر جمادی الثانی

آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۲۸)

(پوسٹ کارڈ)

مکرمی، السلام علیکم ۔

آپ کا رجسٹرڈ ایکسپرس ڈیلیوری خط پہونچا میں جمعہ کو گھر پہنچوں گا۔ اپنی تشریف آوری کی تاریخ سے مطلع فرمائیے اور آتے ہوئے تمام ضروری حسابی کاغذات ساتھ لائیے میں آجکل ضلع نانڈیڑ کے دورہ پر ہوں۔ فقط

کیمپ نانڈیڑ ۵؍ مئی — آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۲۹)

مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

متاسف ضرور ہوں کہ آپ کے خطوط اور تاروں کا جواب نہ دے سکا۔ لیکن شرمندہ نہیں ہوں کیونکہ بغیر کسی تصنع کے ایسے حالات میں مبتلا تھا جن کو انتہائی ابتلا اور آزمائش کے دن کہا جا سکتا ہے۔ ابھی ان کا سلسلہ جاری ہے لیکن سابقہ اور آئندہ طوفان کے درمیانی وقفہ میں اتنی فرصت نکال لی کہ آپ کو مخاطب کر سکوں اگر عبدالصمد خانصاحب راجستھانی بھی وہیں ہوں تو یہ خط ان کو بھی سنا دیجئے۔ ان کے مختلف بیانات اور خصوصاً جنگ کی امداد سے متعلق ان کے بیان کے انداز نے میرے اور قائداعظم کے درمیان حالات کو بہت پیچیدہ کر دیا ہے۔ گذشتہ بمبئی کی ملاقات میں ان کی خفگی انتہائی حدود تک پہونچ گئی تھی یہاں تک کہ انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کو ختم (DESOLVE) کر دوں۔ مہربانی فرما کر ان سے خواہش کیجئے کہ ریاستوں کی اندرونی تنظیم سے متعلق وہ جتنے بیانات چاہیں دیں لیکن جنگ اور ہندوستان کے دستورِ مستقبل کے متعلق اپنے قلم کو روکیں۔ خصوصاً میری مشکل کی کوئی حد نہیں رہتی جب وہ اسٹینڈنگ کمیٹی کی طرف کوئی بیان دے دیتے ہیں در حالیکہ اسٹینڈنگ کمیٹی کی کسی کارروائی سے میں واقف نہیں ہوتا۔ اجمیر کے جس جلسہ کا ہم نے مدراس میں تصفیہ کیا تھا وہ ہے تو بہت ضروری اور اس کے ذریعہ ہم راجپوتانہ اور وسطی ہندوستان کی ساری ریاستوں کے مسلمانوں کو بیدار کر سکیں گے۔ لیکن صدیقی صاحب آپ یقین مانیے کہ میں اب کسی مالی خدمت کے قابل نہیں رہا ہوں۔ اب مالی حیثیت سے مجھ میں اور آپ میں تھوڑا ہی فرق رہ گیا ہے۔ اگر آپ ریاست ہائے وسطی ہند و راجپوتانہ کا ایک دورہ کر کے اور خود کچھ دنوں قبل اجمیر پہنچ کر درگاہ شریف ہی کے اجتماع سے فائدہ اٹھانے کی کوئی صورت پیدا کر سکیں تو مناسب ہوگا۔ میرے مسائل کے تصفیہ کے سلسلے میں قائداعظم عنقریب حیدرآباد آنے والے ہیں۔ میرا یہاں سے کہیں باہر جانا ممکن نہیں۔

دفتر کی تنظیم کی جو تجویز آپ کے پیش نظر ہے اس کی نسبت بھی میرا وہی پہلا جواب ہے کہ میں روپیہ خرچ کرنے کے قابل نہیں رہا ہوں کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ اس سلسلے میں نواب صاحب بھوپال کی امداد حاصل کریں اگر انہوں نے اس نازک موقع پر صرف پانچ ہزار روپیہ سے بھی ہماری امداد کی تو ہم اسٹیٹ مسلم لیگ کو مستقل اور مستحکم بنیادوں پر قائم کر سکتے ہیں اگر اس کے لئے مجھے بھوپال آنا پڑا۔ تو میں دریغ نہ کروں گا اگر حیدرآباد کے حالات موافق ہوتے تو میں نے عزم کر لیا تھا کہ کسی والیٔ ریاست کی امداد کے بغیر اور غریب مسلمانانِ ریاست ہی کی پونجی سے اس کل ہند ادارہ کو چلاؤں گا

اس کی طرف خاص توجہ فرمائیے آپ کے اخبار کا کیا ہوا ایک نمبر کے بعد پھر اس کی کوئی اشاعت سامنے نہیں آئی اور یہ بہت نامناسب ہے امید کہ آپ بخیریت سے ہوں گے۔ فقط

آپ کا مخلص

محمد بہادر خاں

بیگم صاحبہ کو بیگم بہادر یار جنگ کا سلام پہنچا دیجیے۔

بعض خطوط متعلقہ اسٹیٹس مسلم لیگ کے سلسلہ میں موصول ہوئے ہیں۔ مرسل ہیں۔ اس کی نسبت مناسب کارروائی فرمائیے۔ آپ اور مظفر عالم صاحب اور مرزا اصفہانی صاحب اگر حیدر آباد آ سکیں تو مجھے بڑی مسرت ہوگی۔ میں ۱۲ر جولائی تک حیدر آباد میں ہوں ۱۶ر سے ۲۵ر جولائی تک اضلاع کے دورہ پر جاؤں گا۔

(۳۰)

مکرمی

السلام علیکم۔ فروری میں چاہتا تھا کہ وسطی ہندوستان کی ریاستوں کا ایک تفصیلی دورہ کروں لیکن مسٹر جناح نے صوبہ سرحد کی تنظیم و اصلاح کا کام قاضی محمد عیسیٰ خان صاحب کے ساتھ میرے سر ڈال دیا۔ انشاء اللہ ۱۱ اور ۱۲ر فروری کی درمیانی شب کو بھوپال سے گذروں گا اسٹیشن پر ملاقات فرمائیے۔ زیادہ ہجوم نہ ہو تو مناسب ہے تاکہ آئندہ پروگرام سے متعلق آپ سے تفصیلی گفتگو کر سکوں اگر اس تاریخ میں کوئی تبدیلی ہوگئی تو اطلاع دوں گا۔ جاتی دفعہ تو بھوپال ٹھہرنے کا کوئی امکان نہیں ایسی کی نسبت ابھی کچھ نہیں جانتا۔ سب کچھ عند الملاقات۔ فقط

مخلص

کیم فروری ۱۹۴۱ء حیدر آباد دکن — محمد بہادر خاں

(۳۱)

مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

گاڑی بہت دیر سے آئی اور میں تقریباً دس بجے گھر پہونچا اور آتے ہی نواب سر محمد یوسف صاحب کو تفصیلی خط لکھ دیا اور اس میں آپ کے الہ آباد جانے کا تذکرہ بھی کر دیا ہے۔ آپ میرے خط کا حوالہ دیتے ہوئے ان کو لکھیے تاکہ جلد سے جلد جا کر ان سے مل آئیے۔ باقی سب خیریت ہے اگر کوئی ضروری بات ہوگی تو آئندہ لکھوں گا۔

آپ کا مخلص

۱۱ مارچ ۱۹۴۲ء حیدر آباد دکن — محمد بہادر خاں

(۳۲)

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

خط پہونچا۔ پانچ سو روپیہ بجائے بینک ڈرافٹ کے بذریعہ منی آرڈر روانہ کر رہا ہوں۔ اس کو کسی بینک میں جمع کرا

دیجئے اور کوشش کیجئے کہ حتی الامکان مصارف کم سے کم ہوں۔ ہمارے یہاں جو کچھ ہے وہ کام کے مقابلہ میں بہت کم ہے اور پھر کسی سے ملنے کی توقع نہیں۔ جو موجودہ رقوم آپ کو ریاستوں سے بطور کوٹہ وصول ہوں وہ بھی بینک میں جمع کی جائیں اور ماہانہ آمد و خرچ کا گوشوارہ ہر مہینہ کی پہلی تاریخ میرے یہاں روانہ کیا جائے۔ اخبار اور پروپیگنڈہ کا تعلق بالکل دفتری گنجائش سے نہ رکھئے بلکہ اس کو علیحدہ طے فرمائیے۔ سفر خرچ کی نسبت یہ قرار دیجئے کہ اگر آپ بکار لیگ سفر کریں تو انٹر کلاس کا کرایہ آپ کو ملا کرے گا اور اسی طرح آپ کا جہاں قیام ہو اگر وہاں کی لیگ قیام و طعام کا انتظام نہ کرے تو روزانہ ایک رقم معین کی جائے۔ جس کا آپ خود اندازہ بتائیں۔

بھوپال کا اجلاس ضرور کیجئے لیکن میرے حیدرآباد سے باہر جانے کی کوئی توقع نہیں۔ یہاں میرا ایک ایک منٹ موجود رہنا ضروری ہے۔

ٹورنگ کمیٹی کا نام بہادر یار جنگ ٹورنگ کمیٹی ضرور رکھئے۔ مجھے بجز مولانا خاموش صاحب کے ارکان کے ناموں سے اتفاق ہے۔ مولانا کو اس پیرانہ سالی میں زحمت سفر دینا ضروری نہیں ہے۔ آپ فوراً باقی اصحاب کو لکھ کر ان کی رضامندی حاصل کیجئے اور سب سے پہلے ریاستوں کا انتخاب کیجئے کہ کہاں سب سے زیادہ شکایات ہیں اور کمیٹی کا جانا ضروری ہے۔ اس کمیٹی کا دورہ جلد شروع ہو جائے تو وہی سنٹرل ڈیفنس کمیٹی کا کام بھی دے سکتی ہے۔ ایک مرتبہ محمود شریف صاحب کے اور آپ کے حیدرآباد میں جمع ہو کر مجھ سے اور ابوالحسن صاحب سے مشورہ کرنے کی تجویز اچھی ہے۔

میری دلی تمنا ہے کہ آپ کا زمانۂ معتمدی لیگ کے لئے مبارک ثابت ہو۔ آپ میرے کامل تعاون کا یقین کیجئے۔ صرف میں ایک معاملہ میں سخت ہوں اور وہ اخراجات میں کفایت اور حسابات میں باقاعدگی ہے۔ اور اس میں بھی نہ ہوتا اگر حسب سابق میں لیگ پر خرچ کرتا رہتا۔ اب جبکہ رقم دوسروں نے دی ہے میری اور آپ کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ امید کہ اس میں آپ میری مدد کریں گے۔

آپ کا مخلص

محمد بہادر خاں

۲۳ر اپریل ۱۹۴۲ء حیدرآباد دکن

(۳۳)

مکرمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ امید کہ آپ بخیر و عافیت ناگپور پہنچ گئے ہوں گے۔ آئندہ مجلس عاملہ کے ناموں سے مطلع فرمائیے تاکہ ان کی منظوری دے دوں۔ اس اجلاس کی کامیابی پر مبارکباد قبول فرمائیے۔ اب ضرورت ہے کہ تمام ریاستوں کو جلد سے جلد لیگ کے نظام میں مربوط کر لیا جائے۔ آپ نے ایک مرتبہ پھر مجھے صدارت کے بوجھ سے لاد دیا۔ اب آپ ہی چھٹکارے کی کوئی صورت بتلائیے۔

میں نے کراچی میں آپ سے کہا تھا کہ خلیفہ امام الدین کہتے تھے کہ حکومت کپورتھلہ نے ان کو ایک پولیس افسر کے ذریعہ اطلاع دی ہے کہ مجھے کپورتھلہ کے حدود میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب آپ نے ان سے مراسلت

کی تھی تو راجہ صاحب کی طرف سے خواہش کی گئی تھی کہ میں اس زمانہ میں کپورتھلہ آؤں جبکہ راجہ صاحب بھی وہاں موجود ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر کے واقعات نے ان کی پالیسی پر بھی اثر ڈالا ہے۔ میں چونکہ اواخر فروری میں پنجاب کی طرف جانے کا ارادہ کر رہا ہوں اس لئے مناسب ہوگا کہ آپ حکومت کپورتھلہ سے مراسلت کر کے اس امر کو قطعی طور پر طے کر لیں۔ اس مراسلت میں خلیفہ امام الدین کی گفتگو کا حوالہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

جلسہ سالانہ کے حسابات اگر مرتب ہو گئے ہوں تو میرے معائنہ اور علم کے لئے روانہ فرمائیے۔ میں انشاءاللہ اواخر جنوری میں اردو کانفرنس کی شرکت کے لئے ناگپور آ رہا ہوں وہاں تفصیلی باتیں ہوں گی۔ خدا حافظ

۱۰ محرم ۶۲ھ حیدرآباد دکن

آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۳۴)

مکرمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ نے ناگپور میں جے پور کا ایک خط مجھے دیا تھا۔ افسوس ہے کہ کونسل میں ہم اس کی نسبت رزولیوشن پاس کرنا بھول گئے لیکن کونسل کا اجلاس ضابطہ کی ساری پابندیوں سے بے نیاز رہا ہے اس لئے مناسب ہوگا کہ دوسری قراردادوں کے ساتھ جے پور کے خط اور میرے جواب کی روشنی میں آپ ایک قرارداد مرتب کر کے شائع بھی کر دیں اور حکومت جے پور کو روانہ بھی کر دیں۔ آپ کے دیئے ہوئے خط، میرے جواب اور سر مرزا اسمٰعیل و سید ارشاد الدین صاحب کے نام میرے خطوط کی نقلیں آپ کی فائل کے لئے ملفوف ہیں۔ فقط

آپ کا مخلص

۱۲ اکتوبر ۱۹۴۳ء بیگم بازار، حیدرآباد دکن

محمد بہادر خاں

(۳۵)

مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میرے خط کے جواب میں سیٹھ یوسف ہارون کا جو خط آیا ہے وہ ملفوف ہے۔ میں نے ان کو جواب دے دیا ہے کہ ہمارے پہلے اجلاس کے لئے ۲۵ نومبر کی صبح مقرر کر دیں اور دوسرے اجلاس کے لئے کوئی اور تاریخ۔ اور ۲۰۰ مندوبین کے لئے انتظام کریں۔ آپ اب ان سے مراسلت کرتے رہیے اور تمام امور کو طے کر لیجیے۔ میں نے بہاولنگر کے رکن عاملہ سے جن کا نام یاد نہیں ہے کہہ دیا تھا کہ پٹھان رسول خان صاحب کی صدارت میں جلد مجلس استقبالیہ بنا کر کام شروع کر دیں۔ آپ ان سے بھی مراسلت فرمائیں۔ نیز اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں گجرات اور کاٹھیاواڑ کی ریاستوں کا دورہ کروں تو پھر جلد ان ریاستوں کی مسلم جماعتوں اور حکومتوں سے مراسلت کر کے مجھے مطلع فرمائیے تاکہ میں اپنا پروگرام بنا سکوں۔ میں اس سلسلہ میں آپ کے جواب کا منتظر رہوں گا۔

۲۳ نومبر ۱۹۴۳ء حیدرآباد دکن

آپ کا مخلص

محمد بہادر خاں

(۳۶)

مکرمی - السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ -

یاد فرمائی کا شکریہ - میں ڈیڑھ ماہ سے جاگیر پہ مقیم تھا اور اطبا کی ہدایت کے بموجب کامل آرام کر رہا تھا اب پھر میدان عمل میں ہوں - راجستھانی صاحب دو ماہ تک بالکل لاپتہ تھے پونہ میں پھر وہ نمودار ہوگئے تھے ان کو تاکید کی ہے کہ جلد حیدرآباد آ جائیں بعض وجوہ سے ان کو میں اپنے ساتھ حیدرآباد نہ لا سکا - میں خود اس کو محسوس کر رہا ہوں کہ مرکز کی تنظیم ضروری ہے اور وہ راجستھانی کو حیدرآباد میں رکھ کر ہو - فی الحال حیدرآباد ہی کو مرکز قرار دے کر ہو سکتی ہے - جب ذرا کام جم جائے تو پھر ہم دوسری طرف متوجہ ہوں گے - انشاء اللہ میں مرکز کی تنظیم پہ پوری توجہ دوں گا اور جلد اس کی تکمیل ہو جائے گی -

بھوپال کی لیگ کے مشاغل سن کر مسرت ہوئی آپ قابل مبارکباد ہیں - جلسہ سالانہ کی تیاریاں کیجئے ضروری ہیں میرا قصد دہلی جانے کا ہے اسی سلسلہ میں ہو سکا تو بھوپال ضرور آؤں گا -

افسوس ہے کہ ہز ہائی نس کے زمانۂ قیام حیدرآباد میں شرف نیاز نہ حاصل کر سکا - جاگیر میں مقیم تھا - سنا تھا کہ وہ پھر حیدرآباد آنے والے ہیں اگر یہ صحیح ہے تو تشریف آوری کی تاریخوں سے مطلع کیجئے -

مخلص

محمد بہادر خاں

(۳۷)

INDIAN POSTS AND TELEGRAPHS DEPARTMENT.

O 10/30 New Delhi 16 24
Secretary States Muslim League
Nagpur

Your telegram last week March not possible shall be glad meet you before twenty first if convenient.

Jirnah.

Nagpur
17 MARCH 46

بنام وزیر اعظم صاحب ریاست

(۳۸)

سری نگر ۱۴ اگست

جناب وزیر اعظم صاحب ریاست

تسلیم - میں ایک زمانۂ دراز سے ارادہ کر رہا تھا کہ کشمیر آؤں - لیکن میری مصروفیتوں کی وجہ سے میں آج سے قبل وقت نہ نکال سکا - اس سال جب آل جموں اینڈ کشمیر مسلم کانفرنس نے مجھے دعوت دی تو میں نے ارادہ پختہ کر لیا - مجھے یہ دعوت آج سے

تقریباً تین ماہ قبل ملی اور میرے یہاں آنے کی اطلاع ہندوستان کے اخبارات میں گذشتہ دو مہینہ سے شائع ہو رہی ہے۔ لیکن اس تمام عرصہ مدت میں حکومت کشمیر نے کوئی ایسا اعلان نہیں کیا کہ حدود ریاست کشمیر میں میرا داخلہ ان کو پسند نہیں ہے چنانچہ میں حیدرآباد سے چلا اور آج صبح سرینگر پہونچا۔ اور یہاں پہونچ کر مجھے معلوم ہوا کہ مقامی اخبارات میں میرے داخلہ پر امتناع کی اطلاع شائع ہوئی ہے / چونکہ میں آل جموں اینڈ کشمیر مسلم کانفرنس میں شرکت کے بعد (جو یقیناً میری خاموش شرکت ہوتی کیونکہ اعلیٰحضرت، خلد اللہ ملکہ نے ایک سال کے لئے اندرون مملکت حیدرآباد و بیرون حیدرآباد میری تقریروں کی ممانعت فرما دی ہے) کچھ دنوں کشمیر میں آرام لینا اور تفریح کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے میں اپنی بیوی کو بھی اپنے ساتھ لایا۔

یہاں پہونچ کر جیسے ہی مجھے معلوم ہوا کہ حکومت کشمیر نے میرے داخلہ کی ممانعت کر دی ہے تو میں نے بلا تاخیر انسپکٹر جنرل صاحب کو توالی کو ٹیلیفون سے اطلاع دلوائی کہ راستہ میں مجھ پر کوئی حکم تعمیل نہیں ہوا۔ اور میں یہاں پہونچ گیا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے ملنا چاہیں تو میری قیام گاہ پر ملاقات کریں۔

تقریباً ۲ بجے جبکہ میں میر واعظ محمد یوسف صاحب کے مکان پر نماز جمعہ کی تیاری کر رہا تھا۔ میرے یہاں ایک پولیس افسر صاحب آئے اور انہوں نے مجھے مجسٹریٹ کا ایک حکم دیا کہ وہ کشمیر سے فوراً باہر چلے جائیں میں نے اس پر محض اس خیال سے کہ حکم کی تصحیح ہو جائے یہ لکھ دیا کہ میں نے کئی ماہ ہوئے اپنے خطابات و اعزازات واپس کر دیئے ہیں۔ اس لئے اب میں بہادر یار جنگ نہیں ہوں اور پولیس افسر سے کہہ بھی دیا کہ وہ انسپکٹر جنرل صاحب سے کہہ دیں کہ یقیناً حکومت کشمیر کو غلط فہمی ہوئی ہے اس لئے وہ کسی وقت خود مجھ سے مل لیں ۴ ½ بجے جبکہ میں نماز کے بعد کھانے سے فارغ ہی ہوا تھا۔ میرے یہاں پولیس کے دو اور آفیسر میری قیام گاہ پر آئے اور انہوں نے مجھ سے خواہش کی کہ میں چل کر سینیئر سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس سے ملوں۔ میں چونکہ اپنے اعزازات کی واپسی سے قبل ایک پوزیشن رکھتا تھا اور اب بھی بحیثیت آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کے صدر کے میرا ملک میں ایک مقام ہے اس لئے میں نے ان سے کہا کہ صاحب تشریف لائیں تو مجھے ان سے مل کر مسرت ہوگی۔

ان تمام حالات کو آپ کے علم میں لانے کے بعد میں اپنی حیرت کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ اس تمام کاروائی کو سمجھنے سے میں قاصر رہا آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کی پالیسی ہمیشہ مصالحت پسندانہ رہی ہے۔ آج تک کسی ریاست کی حکومت کو اس سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی۔ اور کسی ریاست میں مجھے ناپسندیدہ (undesirable) نہیں سمجھا گیا۔ اس ادارہ کا مسلک ہمیشہ یہ رہا ہے کہ حتی الامکان مقامی ریاستی حکومتوں سے مسلمانوں کے حقوق کو آئینی اور دستوری طریقہ سے حاصل کیا جائے۔ جنگ کے مسئلہ میں اس ادارہ کی پالیسی ہمیشہ ریاستوں کے والیان کے ساتھ جو حکومت برطانیہ کے حلیف ہیں تعاون اور اشتراک عمل کی رہی اس کے باوجود میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کون سے اسباب ہیں جن کی بنا پر آپ کی حکومت نے میرے داخلہ کو ممنوع قرار دیا یا اب مجھے ریاست سے باہر چلے جانے کا حکم دے رہی ہے۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کی ریاست میں پنڈت جواہر لال نہرو، مسٹر ساورکر وغیرہ جیسے آل انڈیا لیڈر آچکے ہیں اور حکومت نے نہ صرف ان سے کوئی بازپرس نہیں کی بلکہ ان کی آؤ بھگت کی۔ چونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ شاید پولیس مجھے

گرفتار کرے (جس کے لئے میں بالکل تیار ہوں) میں نے مناسب خیال کیا کہ کوئی ناگوار صورت حالات پیدا ہونے سے قبل میں آپ کو لکھ کر معلوم کر لوں کہ ان حالات کی اصل وجہ کیا ہے۔

میں نے آج تک کبھی کسی ریاست یہاں تک کہ حیدرآباد میں بھی کسی کام کے سلسلہ میں بجز وزیراعظم کے کسی اور عہدہ دار حکومت سے ان کے دفتر یا گھر پہ جا کر ملاقات نہیں کی اس لئے میں یہاں بھی قاصر ہوں اور اپنے وقار کے خلاف سمجھتا ہوں۔ البتہ اگر آپ مجھ سے ملاقات فرمانا چاہیں تو آپ جو وقت بتائیں اس وقت مجھے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے میں عذر نہ ہوگا۔

میں آپ کے جواب کا منتظر ہوں

احقر آپ کا مخلص

محمد بہادر خان

بنام نواب میاں محمد علی خاں (۳۹)

Nawab Bahadur Yar Jung Bahadur
Chairman, Organising Committee,
All India States Muslim League
Hyderabad - Deccan

19 . 2 . .

Miyan Mahmudali Khan Sahib,
Bhopal

Dear friend of Islam,

I must congratulate you for your willingness to accept the Presidentship of the Central India States Muslim League as informed by Abdussamad Khan Rajasthani, Propaganda Secretary. There will a Standing Committee at Bhopal whose office bearers are — Miyan Mahmudali Khan Sahib (President); Mahmudul Hassan Siddiqi B.A. Editor Nadim (Secretary), Vakil Nassiruddin Sahib (Treasurer) and Sahibzada Nayabali Khan B.A. and Abid Hussain Khan Sahib as members. Some of these members will be taken into the Working Committee of the All-India States Muslim League. This Standing Committee will be under the Working Committee of the C. I. States Muslim League, and will work in consultation and with responsibility. The members of your Working Committee are as follows :—

1. Manzar Alam Ansari Sahib M.A. LL. B (Vice President) Raof Lodge, Lashkar, Gwalior. Two members more with him.

2. Qutbuddin Khan Sahib M.A. LL. B (Vice - President) Camp Nawab Ghafur Khan, Indore. Two members more with him.

3. Fajalkarim Bhoy B.A. (Lond): LL. B (Vice-President) Advocate, High Court, Ujjain. One member more with him.

4. Mahamad Yakub Sahib B.A. LL. B. (vice President) Pleader Mhow, C. I. two

members more with him to represent Dhar and Dawas States.

5. Mohamad Ahmad Sahib Editor Tarjuman. (vice-President) Tarjuman Office. Joara State.

6. Ahmad Yusuf Sahib President of the Muslim Conference, Rutlam. One member more with him.

As for Rewa, Rajgarh, and Narsinghgarh, you are herewith authorised to select the proper men.

Confidential.

I am communicating with the Bhopal Government. Sure their secret sympathies with us. I am thinking to come to you as it is proper for me to do so. I am waiting results The names of the working Committee and the Standing Committee will be published after due care and your permission.

I hope that this finds you in the best of your health.

Your Brotherly,

(BAHADUR YAR JUNG)

(۴۰)

June. 8, 1940.

Miyan Mahmud Ali Khan Sahib,
Bhopal.

Dear Freind of Islam.

Your favour in hand. Thanks for the same. I am communicating with the Bhopal authorities. Salamuddin Khan Sahib sent a letter. His impression about the move is encouraging The tone of his letter is healthy and friendly It is good He invites me there to have discussion with the H.H. This interview will be helpful The same is the question in other states as well

No matter the work shall be done slowly but · Steadly though not swiftly The Constituent or Domonion Status is too near at least for Conferences Till then Native Mussalmans should have their voice.

Please, include Sultanul Haq Sahib, in the Working Committee. He was already in the capacity of Organising Secretary already. Nawab Ismail Khan has sent a very strong letter in his

support. He saw, his name in the U P papers. His name was only by mistake left. Nawab Ismail Khan, Nawab Sahib of Chattari, and Raja Sahib of Mahmudabad shall be in the Advisory Committee for the U. P; C. I. and Rajputana States Muslim Leagues Their names and the names of the members of such other Advisory Committees will be very soon announced.

With such thoughts.
Your Brotherly,
Bahadur Yarjung

بنام نواب بہادر یار جنگ

(۱)

Nawab Bahadur Yar Jung Bahadur
Chairman, Organising Committee,
All India States Muslim League
Hyderabad - Deccan.

Dear Freind of Islam,

On behalf of the Chairmam, I am Sending you a Latter for .miyan Mahmudali Khan Sahib.

The names of the Working Committee have been duly forwared on every address. They will not be published before the permission of the Standing Committee.

With best thoughts,

Your brotherly
Abdussamad Khan Rajasthani,
Propaganda Secretary

بنام بیگم محمود الحسن صدیقی

(۱)

۵/ اپریل ۱۹۴۴ء

محترمہ بیگم صاحبہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ آپ کا محبت نامہ مورخہ ۲۰/ مارچ وصول ہوا۔ علالت کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی معاف فرمایئے۔ کئی مہینوں سے بیمار ہوں آپ نے صدیقی صاحب سے سنا ہوگا کہ میری علالت ہی کی وجہ سے نواب صاحب کراچی سے جلد واپس ہونے اور ہوائی جہاز سے سفر کرنے پر مجبور ہوئے تھے۔ درمیان میں افاقہ ہوگیا تھا لیکن دو ہفتہ بعد پھر مرض بڑھ گیا ہے یہ مرض میرا پرانا مرض ہے جو حج سے واپسی میں ہوگیا تھا۔ ہر سال دو سال کو عود کرتا ہے۔ اتنی نحیف ہوگئی ہوں کہ آپ دیکھیں گی تو پہچان نہ سکیں گی۔ ایسی حالت میں سفر میرے لئے عملاً ناممکن ہے۔ اس لئے معافی چاہتی ہوں۔ اس کے علاوہ نواب صاحب نے

اپنی اسٹیٹ کا پورا بوجھ میرے کاندھوں پر ڈال دیا ہے اور یہی کیا کم قومی خدمت ہے کہ میں نے ان کو ساری خانگی ذمہ داریوں سے بری کر کے قومی خدمت کا موقعہ دیا۔ مناسب ہوگا کہ آپ اس عزت کے لئے کسی اور خاتون کا انتخاب فرمائیں حیدر آباد سے بیگم ہمایوں مرزا مناسب ہو سکتی ہیں۔

نواب صاحب یہ سن کر بہت خوش ہوئے کہ ریاستی مسلم خواتین کی تنظیم کا کام آپ نے بحیثیت سکریٹری قبول فرمایا ہے آپ نے اپنی جس کمزوری کا ذکر فرمایا ہے وہ چونکہ نواب صاحب کی طبیعت کے عین مطابق ہے اس لئے وہ اس کو آپ کی سب سے بڑی خوبی تصور کرتے ہیں اور ان کو یقین ہے کہ جناب صدیقی صاحب کے مشورے سے وہ اعتدال پیدا ہو جائے گا جس کی ریاستوں میں ضرورت ہے۔

مجھے بڑی مسرت ہوگی اگر آپ حیدر آباد تشریف لائیں نواب صاحب نے وعدہ کیا ہے کہ وہ آپ کے لئے یہاں کے قدیم کتب خانوں کے معائنہ کا موقعہ بہم پہنچائیں گے

اپنے بچوں کو میری طرف سے پیار کیجیے۔ امید کہ آپ خیریت سے ہوں گی۔ فقط۔

آپ کی مخلص (دستخط) اہلیہ بہادر خاں

(۱)

بنام محمود الحسن صدیقی

محترمی و مکرمی! سلام مسنون

آپ کے ہر دو گرامی نامے ۹۶/۱۵ و ۱۹/۱۵ یکے بعد دیگرے موصول ہوئے دعوتِ شمولیت اجلاس مقررہ ۸، ۹ اکتوبر کے سلسلہ میں عرض ہے کہ آپ غالباً جموں کے تازہ ترین حادثہ خونی کی روئیداد سے آگاہ ہو چکے ہوں گے کہ مورخہ ۹/۴۲ کی شام کو حکومت نے کس بے جگری سے نہتی اور پرامن رعایا کے جلوس پر گولیاں برسا کر ۹ شہریوں کو ہلاک اور کافی کو مجروح کیا۔ مخفی نہ رہے۔ کہ عوام کا قصور صرف اس قدر تھا۔ کہ وہ پرامن جلوس کی صورت میں حکومت سے مطالبہ کر رہے تھے کہ موجودہ قحط سالی کو دور کرنے کے لئے حکومت جلد از جلد کوئی مؤثر قدم اٹھائے تا کہ غریب اور مفلس عوام فاقہ مستی کی روز افزوں ترقی پذیر مصیبت سے رستگاری حاصل کر سکیں۔ بہر حال امر واقعہ کی مجمل سی کیفیت آپ کے سامنے ہے۔ اور نہیں کہا جا سکتا کہ حالات آئندہ چل کر کیا صورت اختیار کریں گے۔ لہٰذا اس آڑے وقت میں میرا شامل اجلاس ہو سکنا بہت بڑی حد تک نہ صرف وقت طلب بلکہ خارج از بحث ہے۔ ہاں اگر حالات اطمینان بخش طور پر جلد ہی اصلاح پذیر ہو گئے تو انشاء اللہ تعالےٰ اس صورت میں حاضر ہونے سے قطعاً دریغ نہ ہوگا۔ مجھے آپ کی ذات سے پوری توقع ہے کہ آپ میری اس معذوری کو ضرور پیش نظر رکھیں گے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جماعت کی سو فیصدی ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہیں۔ اور میں آپ کے مقاصد کی کامیابی کے لئے ہر وقت دست بہ دعا ہوں۔ فارم ممبری بعد تکمیل ارسالِ خدمت ہے۔ والسلام

جموں ۲۸/۹/۴۲ آپ کا غلام عباس

(۲)

برادر محترم۔ السلام علیکم۔ ورحمت اللہ و برکاتہ۔ آپ نے میرے خلاف غالباً جو یک طرفہ کارروائی کی ہے یہ خط اس کارروائی کے ازالہ کے لئے تحریر کر رہا ہوں۔ بمبئی آنے کے لئے میں بالکل تیار تھا لیکن ان ہی ایام میں ریاست میں اصلاحات کا اعلان ہو گیا۔ ہم نے اس بارہ میں اپنی پالیسی کا فوری طور پر اعلان کرنا تھا کیونکہ حکومت نے اگلی ون کے انتخاب کے سلسلہ میں اسمبلی کو صرف ۵ یوم کی مہلت دی۔ اس لئے ورکنگ کمیٹی کا فوری اجلاس سری نگر ہی طلب کیا گیا۔ اور مجھے اس سلسلہ میں سری نگر جانا پڑا۔ ان ہی تواریخ میں اسٹیٹ مسلم لیگ کے جنرل کونسل کا اجلاس سری نگر میں منعقد ہونا تھا۔

اس کے بعد آپ کی طرف سے مجھے ناگپور سے بمبئی کی کارروائی موصول ہوئی۔ لیکن ان ایام میں قائد اعظم سے ملنے کے لئے دہلی چلا گیا تھا۔ واپسی پر آپ کا خط ملا۔ لیکن دوسرے دن صبح مجھے [illegible] ہو گیا۔ مجھے ہی نہیں بلکہ گھر کے تمام افراد کو بیماری سے ابھی دو چار یوم ہی ہوئے ہیں کہ نجات ہوئی ہے۔ پہلے خط کے جواب کے لئے یہی سوچ ہی رہا تھا کہ کل آپ کا ایک اور خط ملا۔

جہاں تک ہمارے ذمہ کوٹہ کا تعلق ہے مطمئن رہیں ان شاء اللہ ضرور ارسال خدمت ہو گا۔ لیکن مہلت چاہتا ہوں۔ کیونکہ گذشتہ چھ ماہ میں ہمارے اخراجات آمدنی سے بہت زیادہ بڑھ گئے۔ فراہمی چندہ کا سلسلہ جاری کرتا ہوں۔ فنڈز حاصل ہونے پر انتظام ہو جائے گا۔ ذرا تھوڑا سا وقت درکار ہے۔

لیگ کا سالانہ اجلاس لاہور میں ماہ اپریل میں منعقد ہو رہا ہے۔ کیا اسٹیٹس مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کا بھی ارادہ ہے یا نہیں؟ اگر اجلاس ضروری ہو (میرے خیال میں اسٹیٹس لیگ کے بقا کے لئے ضروری ہے) تو اس صورت میں آپ کو بھی لاہور والوں سے خط و کتابت کر کے اعلان فرما دینا چاہیئے۔ اگر مجھے کہیں تو میں خود نواب صاحب ممدوٹ سے اس بارہ میں خط و کتابت کر کے آپ کو مطلع کر دوں۔

جموں ۱۹؍ دسمبر ۴۴ ۱۹ء — غلام عباس احقر

(۱)

The All India States News Service

HYDERABAD-DN

My dear Siddiqi Sahib,

This I am writing to you while travelling in Calcutta Mail from Rani-pur to Nagpur & from there to Hyderabad. I will be finishing my Tour by 12-2-46. please write to me & do co-operate with the above service. I hope you will patronise it.

Yours
R. Turabi

(جواب خط)

Nagpur
Dated 10th Feby /46

My dear Turabi Saheb,

I am in receipt of your letter dated nil posted from some station on your way from Ranipur to Nagpur and thank you for it.

I am already interested in the organisation of the All India States News Service as Mr. Quraishi must have told you but I was not aware of its activities since the last several months. However, I am glad to know your association with this important work of publicity in the Indian states. I do not know your programme of work for the expansion of this service in the states. I hope you will apprise me with the details of the work. You can be rest assured of my co-operation and assistance in this work if it is systematically and consistently carried on in the Indian states. You may ask Mr. Quraishi to be in touch with me in this connection.

With best wishes.

Yours Sincerely
Secretary,
All India States Muslim Leag.
Nagpur.

Allama Rashid Turabi, Esqr.
President of the Board of Control,
The All. India States News Service.
Hyderabad-Deccan

(۱)

مکرمی تسلیم!

میں آپ کی خدمت میں چند ایک سطور لکھنے کی جرأت کر رہا ہوں۔ اور مجھے امید ہے کہ آپ میری جسارت کو معاف فرماویں گے۔ آپ کو بہ اچھی طرح علم ہے کہ مسلمانان ریاست جموں وکشمیر کی واحد نمائندہ جماعت آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کا سالانہ جلسہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ اگست کو سری نگر میں قرار پذیر ہو رہا ہے اور شاید یہ بھی آپ نے اخبارات میں پڑھا ہو کہ آل کشمیر مسلم سٹوڈنٹس یونین کا اولین اجلاس بھی انہی تاریخوں کو سری نگر میں ہی منعقد ہو رہا ہے۔ میں بحیثیت جنرل سکریٹری آپ سے چند ایک گذارشات کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ ان پر پورا پورا غور و خوض فرمائیں گے اور جلد ہی حوصلہ افزا جواب دے کر ہمیں شکر گذاری کا موقع بخشیں گے۔

اخبارات میں یہ خبر پڑھنے اور خود قائدِ ملت کی طرف سے یہ خط آنے پر کہ اُن کا خیال امسال کشمیر آنے کا ہے۔ ہم نے ان سے استدعا کی تھی کہ وہ آل کشمیر مسلم سٹوڈنٹس یونین کے اجلاس کی صدارت قبول فرماویں ابھی تک ان کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ اور میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ بھی قائدِ ملت کی توجہ اس طرف دلائیں اور انھیں مسلم طلبا کے اجلاس میں صدارت

کرنے کی ترغیب دیں۔ وہ ریاستی مسلمانوں کے قائد اعظم ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان سے موزوں تر ہستی کوئی بھی نہیں ہوگی۔

علاوہ ازیں چودھری خلیق الزماں صاحب، مسٹر حسین شہید سہروردی، مسٹر یوسف ہارون، مولانا ظفر علی خاں صاحب، راجہ محمود امیر احمد خاں صاحب آف محمود آباد سے بھی اجلاس میں شرکت اور شمولیت کی درخواستیں کی تھیں مگر افسوس کہ ان بزرگ ہستیوں کی طرف سے ابھی تک کوئی جواب وصول نہیں ہوا۔ ہمیں امید ہے اگر آپ اس طرف تفضلات فرمادیں تو شاید ہماری گذارشات میں کوئی اثر پیدا ہو جائے۔ کشمیر کی ریاست پاکستان کے نقطۂ نظر سے بہت اہم ہے آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ میں بھی اگر کوئی حقیقی جان پیدا ہو سکتی ہے تو وہ اس میں کشمیر کی شمولیت سے ہو سکتی ہے۔ جو آبادی کے لحاظ سے ہندوستان کی سب سے اہم اسلامی ریاست ہے۔ حکمران ہندو ہونے کی وجہ سے ہمیں کئی تکالیف کا سامنا ہے۔ سارے ہندوستان میں اس وقت صرف کشمیر ہی ایک ایسا علاقہ رہ گیا ہے جہاں ابھی مسلم لیگ پاکستان اور اسلامی قومیت کی آواز کو جائز اور مناسب تقویت نہیں پہنچی ہے میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس اجلاس کی کامیابی سے کشمیر کی کایا پلٹ جائے گی اور کامیابی کا سب سے بڑا ذریعہ یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمان کشمیر کے مسلمان بھائیوں کو فراموش نہ کریں بلکہ خود کشمیر آکر ان کی رہنمائی فرمائیں اور انہیں ہدایات دیں۔

اگر آپ کے ذریعے قائد ملت قائد اعظم کو بھی کشمیر لانے کی کوشش کریں تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ آپ آئیں اور آپ دیکھ لیں گے کہ کشمیر کس طرح ہندوستان اور پاکستان کی تحریک آزادی میں پیش پیش رہتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ آپ مجھے اس تکلیف رسانی کی وجہ سے معاف فرمادیں گے مگر چونکہ معاملہ اہم ہے اس لئے میں نے بھی جرأت کی۔

مجھے آپ کے نیاز ہونے کا فخر حاصل ہے میں جالندھر پچھلے سال نومبر میں تھا اور مسٹر یوسف قریشی کے ساتھ میں نے آپ کو بھی دیکھا تھا۔

مجھے امید قوی ہے کہ آپ ضرور اور اپنی پہلی فرصت میں جواب دے کر ہماری حوصلہ افزائی فرمادیں گے۔

آپ کا صادق

حوصلہ افزا جواب کا منتظر

۱۸ جولائی ۱۹۴۴ء

Khurshid Hasan

نوٹ۔ یہ خط خورشید حسن صاحب نے ایک طالب علم کی حیثیت سے اس وقت لکھا تھا جب بہادر یار جنگ کشمیر کے دورہ کا اعلان کر چکے تھے قائد ملت نے اس جلسہ کی صدارت قبول کر لی تھی۔ خورشید حسن بعد میں قائد اعظم کے سکریٹری اور قیام پاکستان کے بعد آزاد کشمیر کے صدر رہے ہیں اس سے ایک طالب علم کی حیرت انگیز سیاسی بصیرت ظاہر ہوتی ہے۔

اختر جمال

(۱)

بخدمت محترم صدیقی صاحب سیکرٹری آل انڈیا سٹیٹس مسلم لیگ بمقام ناگپور

السلام علیکم۔ مزاج شریف۔ بحوالہ آپ کی چٹھی مورخہ ۵/۴۴ ۱۱ التماس خدمت ہے کہ دعوت جلسہ مجلس اتحاد المسلمین (ورنگل ریاست حیدرآباد) کا دعاگو مشکور ہے چونکہ آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کا بارھواں اجلاس بتاریخ ۱۶-۱۷-۱۸ جون ۴۴ء بمقام سری نگر منعقد ہونا قرار پایا ہے۔ اس سلسلہ میں تکمیل انتظامات جلسہ کی وجہ سے مصروفیت لاحق ہوئی ہے۔ اس بنا پر دعاگو شرکت جلسہ مولہ سے قاصر ہے۔ دعا ہے۔ کہ مالکِ حقیقی صاحبان مسلمین کو کامیابی عطا کرے۔ والسلام

۲۱/۵/۴۴ دعاگو محمد یوسف میر واعظ کشمیر سرینگر

(۱)

مکرمی صدیقی صاحب ۲۷/۱۱/۴۲

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اس سے قبل بھی ایک عریضہ ارسال کر چکا ہوں۔ لائلپور میں بھی ہمارے حق میں ایک رزولیشن پاس ہوا۔ واپسی سے اس وقت تک ٹریکٹوں کے سلسلے میں لگا ہوا ہوں۔ علاوہ بریں کام بہت بڑا ہے اور اسی وجہ سے ناگپور نہ آ سکا۔ زبانی اور گذشتہ خط میں معذرت پیش کر چکا ہوں۔ بار دیگر اعادہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ اُمید ہے کہ ناگپور میں کشمیر کے متعلق نہایت ہی زوردار طریقے سے قرارداد پیش کر کے پاس ہو جائے گی۔ جس کی کافی تشہیر مقصود ہے۔

حضرت! مجھے یقین ہے کہ آپ نے میر واعظ مولوی محمد یوسف صاحب کے نام ایک خط نہ ارسال کیا ہوگا۔ اور اگر اب بھی نہیں ہوا ہے تو میں ایک اور بار آپ سے التماس کروں گا کہ ایسا کرنا ضروری اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اردو ٹریکٹ ارسال کر چکا ہوں۔ کل پرسوں تک ایک انگریزی ٹریکٹ بھی ارسال کروں گا۔ دونوں کا مطالعہ کر کے آپ ضرور خاطرخواہ انتظام کریں گے۔ جہاں تک نشر کرنے کا تعلق ہے ہمیں یقین ہے کہ آپ ضرور اس بارے میں فراخدلی سے کام لے کر شکریہ کا موقعہ عنایت کریں گے۔ ساتھ ہی نواب صاحب تک تمام حالات پہنچا کر کوئی خاص اقدام شروع کر کے کشمیر کو ظالموں کے پنجے سے نجات دلانے میں اپنا فرض ادا کر کے ۔ .ل۔ . . . ہو جائیں۔

وہ . . . .ل. . . . ۲۰ صفحات کی نقل ضرور ارسال کر کے مجھے ممنون فرمائیں۔ وہ آپ سرینگر ارسال کر سکتے ہیں۔ میں ان تمام سوالات کا جواب جن کی ایک یا دو کاپیاں ہو جائیں گی، مفصل طور پر تیار کر کے ارسال کروں گا۔ ہفتہ عشرہ تک کام ختم کر کے سرینگر لوٹ جاؤں گا۔ ہماری کامیابی کے لئے دعا کیا کریں۔ کیور تھلہ وغیرہ کا کیا ہوا تھا۔ آپ کا

قریشی

ذیل کے ایڈریس پر خط کا جواب دے سکتے ہیں۔ یوں تو میں نظام ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہوں گر محفوظ پتہ یہ ہے۔

قریشی محمد یوسف معرفت خواجہ غلام محی الدین

بیڈن روڈ دینا ناتھ بلڈنگ گلی ۱۲ لاہور

لے خط بھیگا ہوا تھا اور پڑھا نہ جانے کی وجہ سے ڈاٹ لگا دیئے گئے ہیں۔

(۲)

مکرمی صدیقی صاحب ۵/۱۲/۴۲

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ناگپور اجلاس میں قرارداد منظور کرانے پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جناب والا! میں سفر سے اکتا گیا ہوں۔ واپس کشمیر جانا چاہتا تھا مگر حالات کشمیر کے روز بروز خراب ہو رہے ہیں۔ گذشتہ عید الفطر پر نیشنل کانفرنس کی ہلڑ بازی کا نقشہ آپ کے سامنے ہے اور وہی اس وقت بھی ظہور پذیر ہو رہا ہے۔ اور افسوسناک واقعہ یہ ہے کہ وہ لوگ حکومت کے بل بوتے پر عید الاضحےٰ کے موقعے پر پھر وہی منظر پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس سے مسلم کانفرنس کی اہمیت زیادہ بڑھتی ہے اور ہم زیادہ مضبوط ہو رہے ہیں مگر رنج صرف اس بات کا ہے کہ وہ لوگ یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ ملت کشی ہو رہی ہے۔ آئندہ آنے والا مورخ کس نام سے یاد کرے گا۔ اللہ تبارک و تعالےٰ انھیں گمراہی سے نجات اور خلاصی دے کر صراط مستقیم پر لگا دے آمین!

اس سلسلے میں ہم نے تمام بزرگوں کو اطلاع پہونچائی ہے۔ حکومت برطانیہ کے "خفتہ" اہلکاروں کو بھی باضابطہ اطلاع دی جائے مگر کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ "خفتہ را خفتہ کے کند بیدار" ہمیں ان سے کسی ناجائز توقع کی امید نہیں ہاں اتنا ضرور ہے وہ کہتے ہیں کہ آپ کا وجود امن، جمہوریت وغیرہ کے لئے ازبس ضروری ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مکر اور دھوکہ کے بغیر اور کچھ نہیں ہے۔ حالت یہ ہے کہ نیشنل کانفرنس والے برٹش ریذیڈنٹ کو کرپس کے جانے کے بعد لگاتار اس وقت تک پریس اور پلیٹ فارم سے مغلظ اور بے نقط گالیاں دی جاتی ہیں [... میرے پاس ہے] نہ صرف اسی کو بلکہ اس کے "آقا" ہندوستان کے وائسرائے اور ایمرسن کو بھی کوسا جاتا ہے۔ ہمیں برٹش ایجنٹ بھی کہا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم ان کے حلیہ اور شکل سے بھی واقف نہیں۔ آپ حیران ہوں گے کہ یہ کیوں ہو رہا ہے۔ حضرت! جواب مختصر یہ ہے کہ کانگریس کی صدائے بازگشت ہے کہ ہندوستان میں سیاسی اقتدار صرف کانگریس اور اس کے اشارے پر ناچنے والی جماعت کا حق ہے یہاں پر ایک ضروری بات کا اعادہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ بہت دوستوں نے ہماری مجبوریوں کا غلط اندازہ لگایا ہے۔ ہم اتنے کمزور نہیں جتنا وہ ہمیں خیال کرتے ہیں۔ ہاں حکومت کے بل بوتے پر ہمیں ختم کرنے کی مہم جاری ہے۔ ہمیں لوٹا جاتا ہے۔ سزائیں جرمانے وغیرہ ہوتے ہیں اور یہ سب کچھ مسٹر آئنگر وزیر اعظم جو کہ مدراس کا ایک کٹر برہمن ہے۔ مسٹر ساور کر کے اشارے پر کر رہا ہے۔ یہ ایک منظم سازش ہے جس میں "متحدہ قومیت" کے بڑے بڑے سرغنوں کا بھی ہاتھ ہے اگر تمام دنیا کا بھی اس میں ہاتھ ہو (تب بھی) ہم نے تہیہ کیا ہے کہ مسلم کانفرنس کو قائم رکھیں گے اور اپنی عزیز جانیں تک بھی اس کے لئے قربان کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ کوئی ظالم ظلم و ستم کرنے کے باوجود بھی ہمیں اس سے باز نہیں رکھ سکتا ہے۔

سرینگر سے آمدہ اطلاعات یہ ہیں کہ حکومت اپنی رسوائی کو چھپانے کی غرض سے عید الاضحےٰ پر بھی فساد کرانا چاہتی ہے تاکہ دنیا کو بتایا جائے کہ مسلمان دراصل آپس میں فتنہ و فساد بپا کرنے کے عادی ہیں اور اس میں حکومت کا کوئی ہاتھ نہیں۔ اصلاحات کے سلسلے میں متعلق حکومت اور نیشنل کانفرنس والے ساز و باز کر رہے ہیں۔ چنانچہ شاہی بورڈ، سینما بورڈ وغیرہ وغیرہ میں اس کے آدمی نامزد کئے جاتے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ دو منسٹر بھی ان کے گروپ سے لئے جانے والے ہیں۔ اس سلسلے میں "محترم" شیخ محمد عبداللہ صاحب

نے مسٹر آئنگر سے اعلانیہ بات چیت بھی کی ہے۔ آج تک "خفیہ" ہوتا چلا آتا تھا۔ ہماری یہ حالت ہے۔ میں یہاں سے ٹریکٹ بنا کر بھی دیتا ہوں۔ مگر وہاں پر ان کو اتنا خوفزدہ بنایا گیا ہے کہ وہ اس کو سے نہیں سکتے۔ میں نے چنانچہ ایک اردو ٹریکٹ اور دوسرا ٹریکٹ انگریزی جو کافی تعداد میں بذریعہ پارسل روانہ کیا تھا کل واپس آ گیا ہے۔ ہماری خط و کتابت کا بھی یہی حال ہے ہماری تاریں کیسر تو روک دی گئیں اور ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ ان حالات میں آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہم پر کیا گذر رہی ہے۔ میں بلا براہ راست خط و کتابت نہیں کرتا ہوں۔ تین چار ذریعے اختیار کر چکا ہوں۔ اکیلا ہوں اور اتنی پریشانیاں ہیں۔ میں مایوس نہیں ہوتا ہوں مگر دکھ ضرور ہوتا ہے کہ "مسلمان" تباہ ہو رہا ہے۔

آپ کے نام اور صاحب صدر نواب صاحب کے نام بھی اردو اور انگریزی ٹریکٹ ارسال کر چکا ہوں۔ ان ٹریکٹوں سے حکومت نیشنل کانفرنس بیع ہندوؤں کی سازشن کا سراغ اچھی طرح مل سکتا ہے۔ مزید بتانے کا خیال ہے۔ حضرت! کوشش میں کر رہا ہوں کہ آئندہ وال عید پر فساد نہ ہونے پائے۔ آپ سے درخواست ہے کہ ابھی سے اس کی روک تھام کے لئے مناسب تدابیر اختیار کئے جائیں۔ یوں تو میں نے پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ وغیرہ کو بھی اطلاع دی ہے۔ ٹریکٹ دیکھ کر مسٹر آئنگر کے خلاف مؤثر اقدام عمل میں لا کر شکریہ کا موقعہ عنایت فرمائیں۔ کیونکہ یہ سب کچھ اس کے دماغ کا اختراع ہے۔ اللہ پاک کشمیر کو اس کے وجود سے پاک بنا دے تاکہ ہم سمجھیں کہ کشمیر پاکستانی حدود میں شامل ہونے لگا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ آج ہی نواب صاحب و دیگر دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائیں گے۔

حضرت! ابھی لاہور ہی ٹھہرنے کا خیال ہے۔ اس وقت تک میری ڈاک میاں بشیر احمد المنتظر کے ایڈریس پر آتی تھی۔ ہوٹل سے دور ہے اس لئے موجودہ ایڈریس پر ہی منگاتا ہوں۔ ...[1] ... بھی ڈاک ملتی ہے۔ یہ طولانی قصہ اور آپ کا قیمتی وقت ضائع کرنے کے بعد بار دیگر ملتمس ہوں کہ مناسب کارروائی عمل میں لا کر شکریہ کا موقعہ عنایت کریں۔

جناب والا! آپ بھی اپنا پرائیویٹ ایڈریس دے دیویں۔ کیونکہ سرینگر سے ڈاک آپ کو آسانی سے نہیں مل سکتی ہے۔ یہ تعصب کی انتہا ہے۔ لاہور کے ایڈریس پر ہی فی الحال چٹھی لکھا کریں۔

لاہور میں ہوں تو ایک ہوٹل میں ......[1]..... درجنوں میرے پیچھے ہے۔ اس سے میں یہاں بھی ایک اور رینگ کے نام پر ڈاک منگایا کرتا ہوں اور سرینگر بھی کسی اور پتہ پر منگایا کرتا ہوں۔ اور طرفہ یہ کہ نام بھی تبدیل کرتا ہوں۔

سرینگر کا ایڈریس	لاہور کا ایڈریس
ایم شفیع معرفت خواجہ محمد صدیق ملاقہ بند۔ مہاراج بازار	ایم۔ شفیع۔ معرفت خواجہ غلام محی الدین۔ بیڈن روڈ ۱۶
امیراکدل۔ سرینگر۔ کشمیر۔	مہرد پارک، گلی ۱۴۱۔ لاہور
	آپ کا قریشی

---

[1] خط بھیگ جانے کی وجہ پڑھا نہیں گیا اس لئے ڈاٹ لگائے گئے ہیں۔

(۳)

سرینگر ۲۹/۴/۴۴

شفیقی صدیقی صاحب

السلام علیکم۔ ہم نے اجلاس میں شرکت کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ دفور کام اور گوناگوں پیچیدگیوں نے پاؤں پکڑ لیے۔ ان پریشانیوں کا ذکر کرنا طویل ہوگا۔ لہٰذا اس باب کو ختم کرنا مناسب سمجھتا ہوں گمان غالب تھا اور اطلاع بھی تھی کہ چوہدری غلام عباس صدر آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس بمع رفقائے جموں کے شمولیت فرمائیں گے۔ صدیقی صاحب یقین جانیے جب مجھے اطلاع ملی کہ وہ بھی رک گئے۔ مجھے صدمہ ہوا۔ جس کی تلافی موجودہ وقت میں نہیں ہو سکتی ہے۔ میں دل کے تعمق سے اپنے تمام رفقائے کی طرف سے نواب صاحب اور آپ کی خدمت میں اجلاس میں شرکت نہ کرنے پر معذرت پیش کرتا ہوں۔ امید واثق کہ دیرینہ شفقت کے پیش نظر قبول فرمائیں گے۔

امسال آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کا سالانہ اجلاس سرینگر میں بلانے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ کارے دارد والا معاملہ۔ حکومت کے تیور اب بھی بدلے نہیں ہونے ہیں نیشنلسٹوں کے نازی حرکات جاری ہیں۔ غیر مسلموں کی روش منافقانہ ہے مان کا کوئی گلہ نہیں۔ قصور اپنا ہے۔ سال رواں کے لئے بھی چوہدری صاحب کو صدارت کے فرائض سونپ دیئے گئے ہیں۔ اجلاس ہر صورت میں ایک تاریخی اجلاس ہوگا۔ تاریخ ابھی مقرر نہیں کی گئی ہے۔ غالباً ماہ جون کے آخری ہفتہ میں یا جولائی کے ابتدائی ہفتہ میں اجلاس بلایا جائے گا۔ یہ بھی اغلب ہے کہ قائد اعظم بھی شمولیت فرمائیں۔ استدعا ہے کہ ان تمام بزرگوں کی فہرست ارسال کی جائے۔ جن کے نام دعوتی رقعے ارسال کئے جائیں۔ کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے کوئی ۲۰،۰۰۰ ہزار کی ضرورت ہے۔

آپ کی ارسال کردہ ٹکٹیں موجود ہیں۔ انشاء اللہ چند ایک پُر کرکے باقیماندہ ارسال خدمت کر دوں گا۔ امید واثق ہے کہ آپ مری سعی کو مبارک تصور کریں گے۔

آپ کا

قریشی

۲۸/۴/۴۴

(۴)

۲۷/۵/۴۴

مکرمی صدیقی صاحب

السلام علیکم۔ آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۴۴ء ملا۔ نواب بہادر یار جنگ اور آپ کے عزائم پر مسلم کانفرنس خوشنودی کا اظہار کرتی ہے۔ امید ہے کہ آپ حسب وعدہ مجلس عاملہ کے اراکین کا مکمل ایڈریس جلدی ارسال کریں گے۔ علاوہ بریں ان تمام بہی خواہان ملت اسلامیہ کی فہرست بھی ارسال فرمائیں گے۔ جو ہمارے اور آپ کے زمرہ میں سے ہوں گے۔

اجلاس سالانہ کی تاریخوں کا تعین محترم چوہدری غلام عباس صاحب کے حد اختیار میں ہے۔ یوں تو ہم نے وسط ماہ جولائی یعنی ۱۱-۱۲ و ۱۳ جولائی منانے کا ارادہ کیا ہے۔ آپ بھی نواب صاحب سے مشورہ کرنے کے بعد مطلع کریں۔

آل انڈیا سٹیٹس مسلم لیگ کی مجلس عاملہ میں میری نامزدگی ہو چکی ہے۔ اس سے قبل اگر آپ نے مجھ سے مشورہ لیا ہوتا تو میں کشمیر کے کسی اور بزرگ کو نامزد کرنے کا مشورہ دے دیتا۔ بہرکیف اس عزت افزائی کے لیے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میری مقامی ذمہ داریاں جن کا آپ کو پورا علم ہے، کسی اور ذمہ داری کو قبول کرنے میں مانع ہیں۔ باوجود اس میں پوری ذمہ داری سے اس فرض کو بھی نبھانے سے دریغ نہیں کروں گا۔ جہاں تک صدر محترم چودھری غلام عباس صاحب کی نامزدگی کا تعلق ہے۔ میں ان کے متعلق زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ یہ کہنے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ ان کا تساہل جس کا کہ آپ کو اور نواب صاحب کو رنج ہے۔ ارادتاً نہیں ہے۔ ان کی ذمہ داریاں بحیثیت صدر آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس ہم سبھوں سے زیادہ ہیں۔ یقین رکھئے۔ کہ امسال شکایت کی نوبت ہی نہ آئے گی۔

آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے تعلق کا جہاں تک سوال ہے۔ وہ بھی باضابطہ سالانہ اجلاس ضرور ہو کر رہے گا۔ کیونکہ یقیناً ریاستی دنیا میں کشمیر کا جزو سب سے اہم اور سب سے بڑا ہے۔ اس بارے میں گذارش ہے کہ آپ وہ تمام ضروری مواد از قسم لٹریچر و از قسم پگوئیشن ارسال فرما دیں تاکہ میں سالانہ اجلاس پر ان چیزوں کو خوش اسلوبی سے بیان کر سکوں۔ اگر یہ بھی ممکن ہو سکے کہ مجلس عاملہ کے اراکین شرکت فرمانے سے دریغ نہ فرما دیں۔ تو آپ سٹیٹس مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کی میٹنگ کا انہی تاریخوں کے درمیان بمقام سرینگر اعلان فرما دیں۔

ہماری ورکنگ کمیٹی اور جنرل کونسل کا اجلاس کے دنوں ہی اعلان ہوگا۔ بس وہی فہرست آپ کو دی جائے گی۔

نواب بہادر یار جنگ کی زبان بندی کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ حضرت قائد اعظم نے اس معاملے کو اپنے ہاتھوں میں لیا ہے یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے نظام آف حیدر آباد کو ایک خط بھی اس بارہ میں لکھا ہے۔ خیر کچھ بھی ہو۔ کشمیر آنا لابدی ہے اور یہاں پر ریاستی دنیا کے لئے مکمل ذمہ دار نظام حکومت کے مطالبہ کو شد و مد سے دہرانا ہے۔

آپ نے صوبہ سرحد میں مسلم لیگی وزارت کی مسرت افزا خبر سے یہ اخذ کیا ہے کہ اس کا کافی اثر کشمیر پر بھی ہوگا۔ قدرے یہ بات صحیح ہے۔ مگر اسی چیز کے سہارے زندہ رہنا ہمارے لئے مشکل ہے۔ خطۂ کشمیر میں کفر کا ٹوٹنا لوگوں کو مشکل نظر آ رہا ہے۔ مگر ہمیں یقین واثق ہے کہ وہ دن دور نہیں جب یہاں پر ایسا ہو کر رہے گا۔

نئے وزیر اعظم کنور سر مہاراج سنگھ کے متعلق ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ میں ایک چیز تیار کر رہا ہوں۔ نواب صاحب اور آپ کو بھی ارسال کر دوں گا۔ اس پر ضرور ایک بیان شائع کرائیں۔

بہادر یار جنگ ٹورنگ کمیٹی کے پروگرام میں درج ہے کہ "نواب صاحب یکم اگست سے (پرانڈیا سے ہوتے ہوئے دیشی) ریاستوں کا دورہ فرمائیں گے۔" اگر کانفرنس کی تاریخیں اس سے قبل بھی مقرر کی جائیں گی۔ اس صورت میں بھی ان کی شرکت ضروری ہے۔ اس بارہ میں Questionnaire دو تین کاپیاں ضرور ارسال کریں تاکہ اس وقت تک اس کا جواب بھی مکمل ہو جائے۔

آج کل میرو اعظ پورے انہماک سے کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے تگ و دو فرماتے ہیں۔ ہفتہ عشرہ تک میں بمعیت دیگر رفقا کے مضافات کا دورہ کروں گا۔ کانفرنس کے اجلاس کو کامیاب بنانے کے لئے پراپیگنڈے کی اشد ضرورت ہے۔ کیا اس

میں آپ ہماری امداد کرنے کے لئے تیار ہیں؟

آپ کا قریشی

(۵)

مکرمی و مشفقی صدیقی صاحب

اسلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ تار کا جواب مسٹر محمد اسماعیل ساغر سکرٹری مجلسِ استقبالیہ کمیٹی آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس سرینگر نے دیا ہوگا علاوہ بر آں ایک مفصل خط بھی لکھا ہوگا۔ ۲۶/۶ کے بعد ۳۰/۶ کو آپ کا دوسرا خط ملا۔ جس میں آل انڈیا مسلم سٹیٹس لیگ کے مجلسِ عاملہ کے ممبروں کو کشمیر آنے کی دعوت دی گئی ہے۔ شکریہ۔

حضرت! آپ کے اصرار پر ہم نے پہلا فیصلہ منسوخ کیا اور ۲۳-۲۴-۲۵ جولائی کے بجائے ۱۳-۱۴-۱۵ اگست کو کانفرنس کی تاریخیں مقرر کر دیں۔ میرے خیال میں اب آپ کو سہولت ہوگی۔ ہمیں ممبران عاملہ کے نئے فیصلے سے مطلع کیجئے۔ مجلسِ عاملہ کے ممبروں کی فہرست کے علاوہ دیگر بزرگانِ ملت کی فہرست مع مکمل ایڈریس کے دفتر مجلسِ استقبالیہ کو ارسال فرمائیں تاکہ کانفرنس کی طرف سے انہیں باضابطہ شمولیت کے لئے مدعو کیا جا سکے۔

حضرت! گذشتہ ایک مہینے سے قریباً میں پریشان ہوں۔ برادرم قریشی حبیب اللہ کی صحت گر گئی اور عارضہ ٹی۔ بی نے گھیر لیا۔ اس ضمن میں ڈاکٹروں کے مشورے سے میں نے اس کو گورنمنٹ سنٹوریم ٹنگمرگ میں داخل کیا ہے۔ پورے تین ہفتے گذر گئے اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ اب تھوڑا افاقہ ہوگیا اور مزید امید ہے۔ اس فکر نے سخت پریشان کر رکھا ہے۔ لہٰذا مجھے فی الحال سکرٹری استقبالیہ کے نام خطوط ارسال کیا کریں اور اگر کوئی ضروری خط میرے نام بھیجنا ہو تو سابقہ ایڈریس پر ہی بھیجا کریں۔ خط مجھے ہر صورت میں ملا کرے گا۔ اگر جواب دینے میں تاخیر ہو تو اس کے لئے معاف فرمائیں۔ استدعا ہے کہ ضرور دعا کیا کریں۔

صدیقی صاحب! نواب صاحب کو اطلاع دیں تاکہ وہ بھی اپنا پروگرام مطابق تاریخ مقررہ تیار کر سکیں۔ ایک دلچسپ بات کہہ دیتا ہوں۔ مہاراج سنگھ وزیر اعظم مستعفی ہو چکے۔ ضرور ان سے ملنے کی کوشش کریں اور ضرور ان سے ایک بیان دلا دیں۔ اس سے کشمیر کا بہت بھلا ہو سکتا ہے۔ ان کے اس طرح مستعفی ہونے کی مختلف پیشگوئیاں ہو رہی ہیں کہا جاتا ہے کہ مہاراجہ اور اس کے درمیان شدید اختلاف رونما ہوا اور اس نے چند چیزیں جو مسلمانوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں بطور اظہار ہمدردی پیش کی ہیں جن کو قبول نہیں کیا گیا۔

جنابِ والا! دفعہ ۱۴۴ یا کسی اور دفعہ کا اثر ہمارے اجلاس پر مطلق نہیں ہو سکتا ہے۔ ساغر صاحب نے آپ کے نام ایک اور مفصل خط بھی ارسال کیا ہوگا۔

آپ کا

قریشی Jangmarg ۸/۷/۴۴

نئے وزیر اعظم کے متعلق ہندوؤں کا کہنا ہے کہ رام سوامی آئنگر کا تعین کیا جائے گا۔ مگر یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ کسی انگریز کا تقرر عمل میں

تایا جائے گا

آپ کا قریشی

(۶)

All J. & K. Muslim Conference

SRINAGAR. KASHMIR.

Resperted Patron

Shiekh Abdullah and his national coworkers have disturbed the peace of the country. Muslims having faith in Muslim Conference are being tortured, plundered and looted in broad day-light. This all takes place in the city of Srinagar and the Govt, not only helping the unruly Nationalists but create diffirulties for Muslim Conference at every inch. Authorities requested in this behalf but to naught. Most of the Muslim Conference followers for no fault of thiers are being sent up to lock-up, imprisoned and fined heavily. This onesided action of the Government can be proved if an impartial Commission is set up The aggression of the Nationalists can also be proved before the Commission. The Nationalists induced and provoked mob to create this atmosphere.

Come what may, we are prepared to undergo any amount of sacrifices to preserve and uphold the cause of Muslim Conference. I assure you on behalf of Mirwaiz Monammad Yusuf Shah Sahib that he is prepared to incur the displeasure of any big gun of the State inorder to plead the Muslim cause and to uphold strictly the aim and object of Muslim Conference.

In this behalf we request you earnestly and hope you would spare no pain, to carry on Propaganda work in favour of Muslim Conference both by Press and Platform

Yours ever sincerely,
M. Yusuf
General Secretary,
Muslim Conference,
Srinagar.

(۷)

مکرمی صدیقی صاحب

السلام علیکم۔ لاہور میں بھی ریزولیشن پاس ہوا۔ جالندھر کی کارروائی "ڈان" میں شائع ہوئی ہے۔ باقی اخبارات میں دیکھی نہیں گئی۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل اور آل انڈیا سٹیٹس مسلم لیگ کی کاروائی سے حکومت کشمیر اور اس کی پیدا کردہ نیشنل کانفرنس ان باتوں سے بہت ڈر گئی ہے۔ جناب والا! میں آپ کی باتوں سے متفق ہوں۔ ان پر عمل کرنا اور کرانا ایک کارے دارد والا مسئلہ ہے وہ ریاست میں واپس جا کر ہی ہوگا۔ انشاء اللہ میں باضابطہ الحاق کرنے کی کوشش کروں گا۔ امید ہے کہ آپ نے میر واعظ صاحب کشمیر کو جن کا میں ایڈریس بھی دے چکا تھا چٹھی لکھی ہوگی جالندھر اجلاس میں شمولیت کی دعوت ان کو باضابطہ دی گئی تھی۔ جس کا انہوں نے ذکر بھی کیا تھا۔

لاہور میں ٹریکٹوں کا کام کرنا ہے اس کے بعد واپس سرینگر جانے کا ارادہ ہے ٹریکٹ ۱ کی چار کاپیاں ارسال کرتا ہوں۔ ایک صاحب صدر اور دیگر سربرآوردہ بزرگوں تک پہونچا کر مشکور کا موقعہ عنایت بخش دیں۔ جناب والا! کام بہت پڑا ہے اس لئے ناگپور نہیں آسکتا ہوں۔ آپ سے توقع ہے کہ ٹریکٹ کی روشنی میں آپکی ڈھال پر تشدد و مدد سے ہمارے کاز کی حمایت ہی کافی تھی اس کی کافی تشہیر کی ضرورت ہے۔ ایک راز کی بات بتا دیتا ہوں۔ اگر آپ کشمیر کے معاملے میں بے حد دلچسپی لے کر اس کا خوب پروپگنڈا کریں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ الحاق کیا بلکہ ہر ممکن قربانی دے سکتے ہیں۔ اپنی اتنی اہمیت ہے کہ وہ تمام ریاستی دنیا کو لیڈ بھی دے سکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے میری بات کو اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا۔

حکومت کشمیر ممکن ہے کہ عنقریب فسادات کے سلسلے میں ایک تحقیقاتی کمیشن کا اعلان کر دے فی الحال انہوں نے شیخ محمد عبداللہ صاحب کو اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے آگے کیا ہے۔ چنانچہ ۱۹ نومبر ۱۹۴۲ء صدہ پہ شیخ صاحب کے بیان سے بالکل ہی معلوم ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میرا یقین ہے کہ وہ اس میں اس لئے کامیاب نہیں ہوگا کیونکہ وہ حقیقت سے گریز کرتا ہے۔ ہاں بھائی کیوں نہ ہو آخر جس کا نظریہ دوسروں کے نقش قدم پر چلنا ہی ہوا۔ بُرا ہو اس آز، حرص۔ ہوس کا۔ اب بھی اس کی قدر دل میں ہے۔ اللہ تبارک و تعالےٰ سے دست بدعا ہوں کہ وہ جلد از جلد راہ راست پر آجائے تاکہ متحدہ محاذ قائم کرکے ہم منزل مقصود تک جلدی پہونچ جائیں۔ کچھ بھی ہو ہم مایوس نہیں ہیں۔ اللہ و تعالےٰ ہماری امداد کرکے ہمیں فتح و نصرت عطا کرے گا۔ آمین! ثم آمین!!

آپکا

قریشی

۲۰ نومبر ۱۹۴۳ء

حضرت! سرینگر ایڈریس پر کشمیر کے متعلق طبع شدہ کاغذات کی ایک نقل ضرور ارسال کرکے مزید شکریہ کا موقعہ عنایت کریں۔

(۸)

مکرمی السلام علیکم

عرصہ دراز کے بعد چٹھی لکھ رہا ہوں۔ گوناگوں مصروفیتوں نے گھیر رکھا ہے۔ امید ہے کہ معذور سمجھیں گے۔ ایک ضروری مسئلے کی طرف توجہ مبذول کرانے کے لئے یہ چٹھی لکھنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ امید ہے کہ آپ اپنی پہلی فرصت میں نہ صرف قیمتی مشورہ بلکہ مکمل تعاون عنایت فرمائیں گے۔ مسئلہ یہ ہے ریاست میں ہماری سیاسی حریف جماعت کے افراط اقتصادی حالت کے پیش نظر اچھی حالت میں ہیں۔ حکومت جانبدار اور مضبوط۔ غیر مسلم منظم اور مضبوط صرف مسلم کانفرنس ابھی ہر شعبہ میں کمزور ہے گو اس میں شک نہیں کہ اکثریت اب ہماری ہے۔ قائد اعظم کے چلے جانے کے بعد مسلم لیگ کے اثرات نے نہ صرف ہندو یا نیشنلسٹوں بلکہ خود مہاراجہ کو بھی پریشانی میں ڈال دیا ہے۔ مگر یہ ۱۹۴۲ء نہیں ۱۹۴۵ء ہے۔ اب مسلمان مقابلہ بھی کر سکتا ہے۔

لہ ٹریبیون" لاہور

افسوس کہ ریاستی دنیا کو محبوب قائد ملت داغ مفارقت دے بیٹھے اور اس سے ریاستی مسلمانوں کو وہ نقصان ہوا جس کی تلافی بہت مشکل ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ آپ نے ان کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رکھا اور ہم اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ آپ کی ذمہ داری بڑھے گی اور آپ حتی الوسع سرانجام دینے میں کامیاب ہونگے بات میں بات نکل آئی ہے۔ اس سال مسلم لیگ کا سالانہ جلسہ لاہور ہو رہا ہے۔ مگر آپ کا ابھی کوئی اعلان دکھائی نہیں دیا۔ خموشی ٹھیک نہیں۔

کشمیر میں مہم گرما میں پاکستانی خیالات کے لوگ تشریف لاتے ہیں۔ انھیں کوئی دکھ دیتا ہے کوئی نادانستہ طور رنج پہونچاتا ہے۔ کشمیر کے اشیا اور ضروریات زندگی یا آرائشی سامان خریدنے میں ان کو کبھی کبھی نقصان پہونچتا ہے۔ پاکستانیوں کی سہولت کے لئے ہم نے ایک ایجنسی کھولنے کا ارادہ کیا ہے تاکہ کشمیر آکر ان کو ہر قسم کی سہولت مہیا ہو سکے۔ اس لئے ہمارے اور ان کے تعلقات زیادہ گہرے ہو سکتے ہیں۔ اور ہماری تجارت اور تجارتی کمپنی منظم اور محفوظ رہ سکتی ہے۔ ہمیں اپنی پہلی فرصت میں بیش قیمتی مشورہ عنایت فرمائیں۔ علاوہ برآں ہر ریاست کے علاوہ دیگر معزز دوستوں کی فہرست عنایت فرما دیں تاکہ ہم ایجنسی مذکور کی پالیسی اور غرض و غایت ان کی خدمت میں ارسال کریں۔ حضرت! یہ ہمارا ابتدائی زینہ ہے اگر یہ ٹھیک ہو گیا تو سمجھ لیجیے سب کچھ ٹھیک ہو گا۔ یہ بھی یقینی ہے کہ آپ جیسے بزرگوں کی مہربانی سے سب کچھ ٹھیک ہو گا۔ ہمیں اس سلسلے میں زبردست پروپگنڈے کی ضرورت ہے۔ ریاستی دنیا کے لئے آپ کافی ہیں۔ ہم نے انتظامات مکمل کئے ہیں۔ مگر ابھی ایجنسی کا نام مقرر نہیں کیا ہے۔ آپ بھی کوئی موزوں نام ارسال کریں۔ ہم طبقہ نسواں میں پروپگنڈا کرانے کے لئے چند اسماء ضرورت ہیں۔ غرضیکہ تمام ہندوستان بھر میں یہ ایجنسی کشمیر میں ممتاز بنانے کی خواہش ہے۔ آپ سے آخیر پر استدعا کرتا ہوں کہ ہماری کامیابی کے لئے دعا کریں۔ چٹھی کا جواب سرینگر کے ایڈریس پر مطلوب ہے۔ لاہور کے شفیق دوستوں سے بھی مشورہ کر رہا ہوں۔ انہوں نے بھی اس خیال کو پسند کیا ہے بیگم صاحبہ مرحوم نواب یار جنگ کی خدمت میں سلام مسنون۔

آپ کا

قریشی

لاہور۔ ۵ ماہ جنوری ۴۵ء

(۹)

مکرمی سکرٹری آل انڈیا سٹیٹس مسلم لیگ

السلام علیکم۔ آپ کا ارسال کردہ خط نمبر ۲۳۴۰ مورخہ ۱۲/۴۴ ۲۶ آج مجھے جموں میں مل گیا۔ یہ چٹھی میرے سرینگر کے ایڈریس پر تھی جیسے حضرت میں ابھی صاحب صدر چوہدری غلام عباس خاں صاحب کی توجہ اس طرف مبذول کرتا ہوں۔ مجھے کونسل کا ممبر بننے میں کوئی اعتراض نہیں مجھے ۴۴ ۲۸ کا کوئی خط موصول نہیں ہوا۔ میں اتنا ظالم نہیں کم از کم جواب تو دے ہی دیتا۔ زندگی خدمت خلق کرنے کے بغیر کوئی قیمت نہیں رکھتی ہے۔ جو اس سے انحراف کرتا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ وہ انسان کہلانے کا مستحق ہی نہیں۔

اس سے قبل لاہور سے ایک خط آپ کے نام ارسال کر چکا ہوں۔ امسال آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ جلسہ لاہور ہونے والا ہے ہمارا ابھی کوئی اعلان نہیں ہوا۔ پس فوری کارروائی عمل میں لا کر مشکور فرمائیں۔ کشمیر کا مسئلہ روز بروز زیادہ اہم ہوتا جاتا ہے۔ نام نہاد اصلاحات کا ڈھونگ رچایا جاتا ہے۔ ہماری سیاسی حریف جماعت حکومت کے ہاتھوں بک چکی ہے حکومت کے

ہر قول کو سرپاتی ہے۔ اب مسلم کانفرنس ۱۹۳۲ء کی مسلم کانفرنس نہیں۔ یہ بھی صحیح ہے کہ ہم میں اب بھی خامیاں اور چند کمزوریاں موجود ہیں۔ مگر وہ وقت دور نہیں کہ جب ہم ان کا مکمل طور پر خاتمہ کر کے دکھیں گے۔ سرینگر سے اس معاملے کے متعلق ایک مفصل خط ارسال کروں گا۔ تاکہ ایجنڈا رکھتے وقت ان باتوں کا خیال رکھا جائے۔

کشمیر میں مسلم تجار کی کوئی انجمن نہیں۔ چند کاروباری کارکنوں کو اکٹھا کر کے کوئی فرم یا ایجنسی فوراً عمل میں لانے کا مصمم ارادہ ہے۔ اس ایجنسی کے تعلقات ہندوستان کے پاکستانی خطے کے لوگوں کے ساتھ قائم کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ کشمیر کی تجارت کی باگ ڈور ایجنسی کے ہاتھ میں رہے اور ہمارے پاکستانی بھائی ہرگز دھوکہ نہ کھایا کریں۔ اس سے بہت ساری مشکلات کا بھی خاتمہ ہو سکتا ہے۔ ہمیں ریاستی یا صوبائی دنیا کے علاوہ مسلم چیمبر آف کامرس سے بہت تعلقات پیدا کرنے کی سبیل نکال کر مشکور فرمائیں۔ میں ایک کتابی صورت میں ایجنسی کی ضرورت اور اشیا وغیرہ کی فہرست بھی مناسب موقعہ پہ چھپا کر سکتا ہوں۔ اس میں آپ جیسے بزرگوں کی رائے اور مشورے کا بھی ذکر ضرور ہوگا۔ پہلے آپ کو۔ اس ایجنسی کا نام اور کام دونوں فوراً تجویز کر کے مشتہر کرنا ہوگا۔ میں نے دیگر تمام دوستوں سے اس سلسلے میں مشورہ کیا ہے وہ اس کو بے حد پسند کرتے ہیں۔ امید واثق ہے کہ آپ بھی ضرور پسند کریں گے۔

کشمیر جانے کا راستہ بند ہو گیا ہے۔ انشاء اللہ عنقریب سرینگر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں اور کام شروع کروں گا۔ لہٰذا خط و کتابت کا سلسلہ سرینگر کے ایڈریس پر ہی جاری رکھا جائے۔

آپ کا

قریشی

جموں، ۱۵ ۱/۴۵

بنام قریشی محمد یوسف

(۱)

از مرکزی دفتر آل انڈیا سٹیٹس مسلم لیگ ناگپور

مکرمی۔ سلام مسنون،

آپ کے خطوط ۲۰ نومبر و ۵ دسمبر ۱۹۴۲ء موصول ہوئے متعلقہ کوائف و حالات سے آگاہی ہوئی۔ آپ کی پریشانیاں یقیناً غیر محدود ہیں۔ آپ کی منزل غیر متعین، راستہ مبہم اور گرد و پیش کے حالات ناسازگار ہیں۔ خدا آپ کی مدد کرے اور آپ کو اپنے پیش نظر مقاصد میں کامیاب کرے۔ کشمیر کے موجودہ حالات پہ ایک مفصل ریزولیوشن مجلس عاملہ نے منظور کیا ہے جس کی نقل آپ کو بھیجی ہے۔ فی الحال مرکزی ادارہ کی جانب سے اتنا اقدام کافی ہے۔ آپ اپنی کوششوں کو جاری رکھئے لیکن میرا مشورہ ہے کہ آپ کا کشمیر سے باہر رہ کر محض پروپگنڈہ کی بنیاد پہ کامیابی حاصل کر لینا بہت دشوار ہے۔ مقامی حالات کو سنبھالنے اور قابو میں رکھنے کی ضرورت ہے اور مسلم کانفرنس کے ذمہ دار کارکنوں کو اس موقعہ پہ کشمیر سے باہر نہیں ہونا چاہیے آپ کشمیر پہونچ کر وہاں کے مفصل حالات سے مطلع فرمایئے۔ مسلم کانفرنس کو آل انڈیا سٹیٹس مسلم لیگ سے باقاعدہ ملحق کرایئے اور قائد ملت نواب بہادر یار جنگ بہادر کے مشورہ کے مطابق کام کیجیے ورنہ

حالات پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتے چلے جائیں گے۔ اور اتنے پیچیدہ ہو جائیں گے کہ باہر کے لیڈر آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکیں گے۔ ریاستی سیاست برطانوی سیاست سے بہت مختلف ہے۔ برطانوی ہند کے سیاسی کارکنان اور صحافت نگاروں کے مشوروں پر چلنا بعض اوقات مہلک ثابت ہو سکتا ہے اس لئے میرا مخلصانہ مشورہ یہی ہے کہ اعتدال فکر سے کام لیجیے اور صبر و سکون کے ساتھ اپنی جماعت کو منظم اور مضبوط بنائیے۔ الجھنوں اور پیچیدگیوں سے جہاں تک ہو بچیے۔ اپنی عملی قوتوں کو یکسوئی کے ساتھ اپنی تنظیم میں صرف کیجئے۔ اگر تدبر سے کام لیا جائے تو یہ موقع آپ کے لئے بہت سود مند ہو سکتا ہے۔ آپ اپنی جماعت کی جانب سے ایک ڈیپوٹیشن پرائم منسٹر کے پاس بھیجیے اور نہایت صفائی و صداقت کے ساتھ گفت و شنید کا آغاز کیجیے۔ اور دیکھیے کہ وہ گفت و شنید کس حد تک پہونچ سکتی ہے آپ کے برطانوی ہند میں رہ کر پروپیگنڈہ کرنے سے آپ کی جماعت کے خلاف غلط فہمیاں اور بڑھیں گی اور مخالف جماعتوں کو گورنمنٹ کے ساتھ مل کر آپ کو نقصان پہنچے گا، زیادہ واہمہ تو حاصل ہوگا۔ کشمیر کے متعلق فی الحال میں اتنا ہی مشورہ دے سکتا ہوں۔ میں احتیاطاً کشمیر کے وزیر اعظم کو ایک تار دے رہا ہوں اور اُن سے خواہش کر رہا ہوں کہ وہ عید الضحیٰ کے موقعہ پر مسلمانوں کے جان و مال کے تحفظ کے لئے خاص انتظامات کریں۔ اگر ضرورت ہو تو آپ میرے پاس اس پتہ سے بھی مراسلات بھیج سکتے ہیں۔

پتہ: حکیم حامد علی، معرفت شیخ عبد اللہ صاحب، چوک گڈی گدام کامٹی روڈ۔ ناگپور (سی۔ پی)

میں ابھی تک میر واعظ صاحب کو خط نہیں لکھ سکا۔ عنقریب میں اُن کو تفصیلی خط لکھوں گا۔ والسلام۔

(۲)

Brisk preparations are being made for holding All Jammu and Kashmir Muslim Conference in Srinagar at some early date. The President, Kashmir Muslim Conference and other local leaders are making extensive tours throughout the State to make Conference a great success. Qaid-e-Azam Mohmad Ali Jinnah, President, All-India Muslim League and Nawab Bahadur Yarjung, President, All India States Muslim League, have promised to attend the Conference. Several other distinguished Muslim League Leaders and prominent representatives of the States are expected to participate in the Conference.

Great importance is attached to the Conference and it is regarded that it would be a land-mark in the history of the awakening and organization of the Musalmans of Kashmir. It is, also contemplated to hold a meeting of the Working Committee of the All-India States Muslim League along with the Conference at Srinagar.

Forwarded to the Editor, ______________________
for favour of due publication.

Secretary,
All India States Muslim League,
Nagpur.

(۳)

مکرمی۔ سلام مسنون

آپ کو اخبارات سے معلوم ہوا ہوگا کہ ۲۴ اور ۲۵ جولائی ——— کو سری نگر ریاست کشمیر میں کشمیر مسلم کانفرنس کا سالانہ اجلاس منعقد ہو رہا ہے جس کی تیاریاں بہت بڑے پیمانے پر کی جا رہی ہیں قائداعظم مسٹر محمد علی جناح اور قائد ملت نواب بہادر یار جنگ بہادر اور بہت سے اکابرین ملت شرکت فرما رہے ہیں۔ مناسب سمجھا گیا ہے کہ اس موقعہ پر مجلس عاملہ آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کا جلسہ بھی وہاں منعقد ہو جائے اور ساتھ ہی ساتھ پنجاب اسٹیٹس کے نمائندگان کی ایک کانفرنس وہاں رکھی جائے۔ اس سے پنجاب کے ریاستی کارکنوں کو کشمیر کے مسلمانوں سے رابطۂ اتحاد پیدا کرنے کا موقعہ ملے گا۔ اس بنا پر آپ سے خواہش مند ہوں کہ آپ اس جلسہ میں ضرور شرکت فرمائیں اور دوسرے معتمد کارکنوں کو بھی شرکت پر آمادہ کریں۔ نیز اپنے قرب و جوار کی ریاستوں کو بھی یہ پیام اور اطلاع پہونچا دیجیے اور کوشش کیجیے کہ وہاں کے نمائندگان بھی اس جلسہ میں شریک ہوں۔ اپنی روانگی کے قصد سے سکریٹری صاحب آل جموں اینڈ کشمیر مسلم کانفرنس سری نگر کو پہلے سے مطلع کر دیجیے تاکہ وہ آپ کے قیام وغیرہ کا انتظام بطور مناسب کر دیں۔ اپنی شرکت کے ارادہ سے اور اس خط کی رسید سے حسب ذیل صاحبان کو جلد مطلع فرمائیے۔ کشمیر کانفرنس سے فارغ ہونے کے بعد بہادر یار جنگ ٹورنگ کمیٹی بھی پنجاب کی ریاستوں کا دورہ کرے گی اور ممکن ہے کہ خود نواب بہادر یار جنگ بھی تشریف لائیں اس کے لئے بھی آپ مناسب طور پر پہلے سے انتظام کر لیجیے۔ تاکہ کمیٹی کو اپنے کام میں آسانی ہو۔ کمیٹی کے ورود کی صحیح تاریخوں کی اطلاع عقب سے دی جائے گی۔ والسلام

آپ کا مخلص

[signature]

سکریٹری آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ"

۱۔ سکریٹری صاحب دارالمطالعہ نارنول پٹیالہ، محررہ ۴ر جولائی ۴۳ء م ۱۳۶۲ھ

۲۔ حیات ترین صاحب، ترین روڈ، بہاول پور محررہ ۴ر جولائی ۴۳ء م ۱۳۶۲ھ

۳۔ خلیفہ امام الدین صاحب سکریٹری کپورتھلہ، محررہ ۴ر جولائی ۴۳ء م ۱۳۶۲ھ

۴۔ جان محمد صاحب قریشی ہیڈ ماسٹر مدرسہ اسلامیہ محررہ ۴ر جولائی ۴۳ء م ۱۳۶۲ھ

(۴)

۱۹۴۴/ ۸/ ۲۲ (مسودہ) ضروری

مجی مکرمی! سلام مسنون

اُمید ہے کہ آپ بالکل بخیریت ہوں گے۔ غالباً میرے گزشتہ خط کے ہی جواب میں آپ کا تار موصول ہو گیا تھا جس میں آپ نے مجھے مطلع کیا تھا کہ آپ جمعہ کو بمبئی جانے کا قصد رکھتے ہیں۔ میں نے اس تار کے موصول ہونے ہی دوسرا تار آپ کی خدمت میں ارسال کر دیا

تھا جس میں اطلاع دی تھی کہ قائداعظم فی الحال کسی تاریخ کے متعین کرنے سے افسوس کے ساتھ معذوری کا اظہار کرتے ہیں۔ اُمید ہے کہ وہ تار آپ کو وقت پر مل گیا ہوگا۔ اور آپ نے بھی بمبئی جانے کا فی الحال ارادہ ملتوی کر دیا ہوگا۔ اب آئندہ ملاقات کے لئے میرے خیال میں یہ صورت مناسب ہوگی کہ چند سے انتظار کر کے میں خود بمبئی جاؤں اور قائداعظم سے مل کر وفد کی ملاقات کی تاریخ کا تعین کر کے آپ سب صاحبان کو مطلع کر دوں۔

قائدِ ملت رحمتہ اللہ علیہ کی وفات سے آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کی تنظیم کو جو زبردست نقصان پہونچا ہے اور اُس سے نفسیاتی طور پر جو افسردگی اور مایوسی تمام ریاستوں میں پیدا ہوگئی ہے اس پر جلد سے جلد توجہ کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے مقتدر کارکنوں کو جمع ہو کر آیندہ کے لئے ایک مضبوط اور تیزی کے ساتھ چلنے والا پروگرام تیار کرنا ہے۔ سب سے بڑا مسئلہ اس وقت آئندہ صدر کے چناؤ کا ہے اور یہی مسئلہ اس ادارہ کی موت اور حیات کا مسئلہ ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ قائدِ ملت کا سا صحیح اور پورا پورا جانشین پیدا کرنا ہمارے لئے ناممکن ہے تاہم ہم کو ایک آزمودہ کار، مدبر اور پُرعزم و ہمت قائد کی ضرورت ہے۔ جو اس عظیم الشان تحریک کو جس کی ابھی داغ بیل بھی پوری طرح نہیں ڈالی جا سکی ہے اور جس کا بنیادی اور ابتدائی کام بھی ابھی بہت کچھ تکمیل طلب ہے قیادت کر سکے۔ آپ کو معلوم ہے کہ خود قائدِ ملت بھی جیسا کہ اُن کو ہمیشہ اعتراف رہا اپنی پوری توجہ اس تحریک کو نہیں دے سکے تاہم ان کی شخصیت عظمت، خطابت، اور قدرتی جاذبیت نے اس کی بہت کچھ تلافی کر دی تھی اور محض اُن کا فیض قیادت بہت سا راستہ صاف کر رہا تھا اور کم از کم ان کے ایک خادم یا رفیقِ کار کی حیثیت سے میرے ہاتھوں کو مضبوط کر رہا تھا۔ اور یہ اسی تقویت اور کامل اعتماد و تعاون کا نتیجہ تھا کہ ہم سب کی کوششوں نے مل کر اس تحریک کو منظم شکل دے دی اور بفضلہٖ اس کو اُس نوبت پر پہونچا دیا کہ یہ ملک کی ایک زندہ سیاسی تحریک سمجھی جا رہی ہے اب نہ اس کو صرف زندہ رکھنا ہے بلکہ اس کو کافی طاقت اور وسعت دینا ہے اور اس کے کمزور پرزوں کو مضبوط کر کے اس کو ایک ایسی سیاسی طاقت بنا دینا ہے جو ریاستی مسلمانوں کے مفاد پر مؤثر طور سے اثر انداز ہو سکے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ سب اُسی وقت ہو سکتا ہے کہ اس کا آئندہ قائد اس میں پورے جوش اور انہماک کے ساتھ غرق ہو جائے اور اس کو کامیابی کی حد تک پہونچا دینا خود اپنی سیاسی زندگی کا نصب العین بنائے۔

ہم سب کو مل کر خواہ موجودہ کارکنوں میں سے یا باہر سے ایسا آدمی تلاش کرنا ہے۔ ورنہ نواب بہادر یار جنگ مرحوم و مغفور کے بعد یہ توقع کر لینا کہ آئندہ صدر محض ضمنی حیثیت سے آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کا کام چلا سکے گا۔ اور صدارت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکے گا۔ میرے نزدیک عبث خیال ہے۔ اگر اس کے موجودہ کارکنوں میں سے محض اس خیال سے کسی نے اس بار کو اٹھا لیا تو میرے خیال میں نہ صرف اس تحریک کو نقصان پہونچے گا بلکہ خود اس کا سیاسی کیریئر بھی خطرہ میں پڑ جائے گا اس لئے میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ ہم اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے اپنی نظر صرف اپنے موجودہ کارکنوں تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ اس سے آگے بھی نظر ڈالیں۔ ریاستی مسلم لیگ کو جس ماحول میں کام کرنا ہے۔ وہاں شخصی حکومتوں کے تمام نکات کارفرما ہیں اور بدقسمتی سے اس کے صدر کے لئے کچھ یہ بھی ضروری سا ہو گیا ہے کہ وہ

باخلاص اور باتدبیر کارکن ہونے کے علاوہ ذی وجاہت، ذی حیثیت اور ذی منصب بھی ہو تاکہ روسا، اور اُن کے وزرائے حکومت بھی اُس کی شخصیت اور وجاہت کا بوجھ محسوس کریں اگر محض اس خصوص ہی کو دیکھا جائے تو پھر ایسا آدمی ملنا مشکل ہے جو ایک سرگرم، جفاکش کارکن بھی ہو اور ذی وجاہت بھی اس لئے چارۂ کار کچھ یہ نظر آتا ہے کہ صدارت کسی بڑی حیثیت اور وجاہت آدمی کے سپرد کرنے کے بعد بھی ہم کو ایک نائب صدر کی ضرورت ہوگی جو عملی میدان میں آسکے۔

(جناب صدیقی صاحب کے کاغذات میں سے یہ یادداشتیں بھی ملی ہیں - انھیں بھی ضروری معلومات کی خاطر درج کیا جا رہا ہے۔ غالباً یہ نوٹس بھی سیکرٹری صاحب آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس سرینگر کے ہیں)

کشمیر کے متعلق

(۱) جو غلط فہمی گورنمنٹ کشمیر کو پیدا ہو گئی ہے کہ مسلم کانفرنس تخت و تاج کی دشمن ہے اس کو زائل کرنے کی غرض سے مسلم کانفرنس کو اپنا نقطۂ نظر واضح کرنے کا اعلان کرنا ہے کہ کشمیر مسلم کانفرنس کا مطمح نظر صرف ذمہ دار نظام حکومت کا مطالبہ کرنا ہے جو مہاراجہ بہادر کے زیر سایہ ہو۔

(۲) سال حال کے مسلم کانفرنس کے اجلاس سالانہ میں جو رکاوٹیں حکومت کشمیر نے پیدا کی ہیں اور جو احکام بعید از اخلاق غیر ریاستی معزز مہمانوں کے خلاف صادر کئے جن کے رو سے غیر ریاستی معزز ترین مہمانوں کو جلسہ میں شریک ہونے دینے سے کارکنان اجلاس کو روکا گیا اور غیر دورانہ شرافت بلکہ مضحکہ خیز آرڈرز کے ذریعے سے کارکنان جلسہ کو جلوس کی ممانعت - بیج یا کسی قسم کا نشان باندھنے کی ممانعت کی گئی سٹیٹس مسلم لیگ کا اجلاس اس کو بنظر حقارت دیکھتا ہے اور اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔ اور اس قسم کی ساری کارروائی کو ہندو مہاسبھائی ذہنیت اور اسلام دشمنی کی پیداوار قرار دیتا ہے جو کشمیر کے غیر مسلم حکام پر مستولی ہو گئی ہے۔

(۳) عالیجناب نواب بہادر یار جنگ کے ساتھ جو خلاف انسانیت اور اخلاق سوز بدسلوکی حکام کشمیر نے کی اوس کے خلاف یہ جلسہ اپنے غم و غصہ اور بے حد نفرت کا اظہار کرتا ہے اور مہاراجہ صاحب کشمیر سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ ایک آزاد کمیشن کے ذریعہ اس کی تحقیقات کرا کر جن حکام نے عظیم انسانیت کے اخلاق کو ذلیل کرنے والی اور شرافت کو پشیمان بنانے والی پالیسی اختیار کی تھی ان کو کیفر کردار تک پہونچا کر اس بات کا ثبوت دیا جائے کہ اس قسم کی حرکات ہرگز ہرگز مہاراجہ صاحب کے ایما سے نہیں کئے جاتے ہیں بلکہ پسماندہ ملک کے پست اخلاق حکام سے ایسی حرکات ان کی پست ترین ذہنیت سے صادر ہوتی ہیں -

(۴) سنہ ۴۴ء کی عیدالفطر کے بعد جو اخلاق سوز اور مسلم کش رویہ آئینگر حکومت نے، آئینگر پولیس نے، آئینگری عدالتوں نے مسلم کانفرنس سری نگر سے اختیار کیا اور حضرت بل وغیرہ میں اسلامی تبلیغ کو مسدود کرنے کے لئے جس طرح حکام کشمیر نے اپنے

غیر ذمہ دارانہ رویہ سے لاینڈ آرڈر کی بے حرمتی کرائی اس کو یہ جلسہ بنظر حقارت دیکھتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ اس کی تحقیقات ایک آزاد کمیشن سے کرائی جائے اور مجرم حکام کو واقعی سزا دی جائے۔

(۴) یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ باشندگان کشمیر کے لئے ایسی تجاویز عمل میں لائی جائیں کہ باشندگان ریاست کی زندگی اور اقتصادی حالت کم سے کم ان لوگوں کے ساتھ مشابہ ہو جائے۔ جو انگریزی علاقوں میں رہتے ہیں اس سلسلہ میں حکومت کشمیر کو مسئلہ کسٹم اور پالیسی قانون جنگلات پر خصوصی توجہ مبذول کرنی چاہیئے۔ کیونکہ غیر معمولی اور ناقابل برداشت شرح کسٹم اور شرح مالیہ نے بھی اس ریاست کی اقتصادیات پر بڑا اثر ڈال رکھا ہے علاوہ برآں مسئلہ گاؤکشی۔ ایکٹ اسلحہ۔ قانون وراثت مسئلہ ملازمت پر فوراً ہی حکومت کو نظر ثانی کرنا چاہیئے تاکہ ان مسائل پیدا شدہ اضطراب مسلمانوں کے دل سے نکل جائے۔

بنام محترمہ فاطمہ جناح

(۵)

خواہرہ محترمہ۔ سلام نیاز

میں اس صدمہ واندوہ عظیم میں جو آپ کو اور آپ کے تمام خاندان کو امیر ملت اسلامیہ ہند قائد اعظم جناب محمد علی جناح علیہ الرحمت کے انتقال پر ملال سے پہونچا ہے اپنی اور بیگم صدیقی و نیز اپنی بچیوں اور بچوں کی جانب سے دلی جذبات اندوہ وملال کے ساتھ تعزیت اور ہمدردی پیش کرتا ہوں۔ قائد اعظم کی وفات نے دنیائے اسلام میں ایک ماتم عظیم برپا کر دیا ہے اور ہر فرد ملت کا دل اس صدمہ سے مجروح اور پارہ پارہ ہے۔ ملت اسلامیہ کو قائد اعظم کی بے وقت وفات سے جو عظیم نقصان پہونچا ہے اس کی تلافی کسی صورت سے بھی ممکن نہیں ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم قائد اعظم کی قیادت اور رہبری کی فیضان سے ایسے وقت میں محروم ہو گئے جبکہ حیات ملی کی کشتی طوفانی موجوں کا مقابلہ کر رہی ہے لیکن اب مشیت الٰہی کے فیصلہ کے سامنے سوائے صبر و شکر کے کیا ہو سکتا ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہم سب کو اس جانکاہ صدمہ پر صبر جمیل عطا فرمائے اور خصوصیت سے آپ کے مجروح دل کو سکون عطا فرمائے۔ اور خدائے برتر پاکستان کو تمام آفات و الام سے محفوظ رکھے قائد اعظم کی وفات کی خبر سے جو صدمہ پہونچا اس نے دل و دماغ کو معطل کر دیا تھا کہ بمشکل آج وہ فریضہ ادا کر رہا ہوں جو رسم تعزیت کو پورا کرنے کا میرے ذمہ واجب تھا آپ کو شاید معلوم ہو کہ کل ہند ریاستی مسلم لیگ کے معتمد کی حیثیت سے مجھے گذشتہ ۱۰ سال قائد اعظم کی براہ راست قربت اور ان کی رہبری حاصل کرنے کا موقع ملا اور ان کی جو اشفاق اور عنایات میرے حال پر رہیں ان کی یاد میری زندگی کا عزیز ترین سرمایہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ مخلص خادموں کو اسی حیثیت سے ہی یاد کریں گی۔ اگر میں کسی ذریعہ سے کوئی حقیر خدمت کرنے کے قابل ہو سکوں تو میرے لئے باعث فخر ہوگا۔ والسلام۔

آپ کا مخلص خادم

محمود الحسن صدیقی

امر گنج بھوپال۔

<u>بنام اختر جمال صاحبزادی محمود الحسن صدیقی</u> (۱)

دہلی ۹ ستمبر ۱۹۴۸ء

عزیزی تمہارا خط ملا تم نے جو خیالات ظاہر کئے ہیں ان سے مجھے خوشی ہوئی لیکن میں سمجھتا ہوں اگر تمہارے خاندان کے بزرگ پاکستان جا رہے ہیں، تو تمہیں ان سے الگ نہیں ہونا چاہیے۔ تم لاہور یا کراچی میں اپنی تعلیم بہتر طریقہ سے جاری رکھ سکو گی والسلام

ابوالکلام۔

(۱)

۴۸۶

از بیت الامت
بیگم بازار، حیدرآباد دکن

۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ
روز شنبہ

پیاری بیٹی اختر جمال سلمہا اللہ تعالے

بعد از ترقی عمرو اقبال و علم واضح ہو کہ تمہارا محبت نامہ وصول ہو کر دل کو خوش کیا تجکو بڑی دیر میں میری یاد آئی شکر ہے خدا کا کہ تمہارے دلوں میں مرحوم کی یاد کے ساتھ میری یاد بھی باقی ہے۔

پاکستان کے حصول سے ہر ذی ایمان مسلمان خوش ہے ہماری تو نصف سے زیادہ عمریں گذر چکیں اب یہ پاکستان سے تم کو فائدہ حاصل کرنا اور اس کو ترقی دینا چاہیئے حصول پاکستان اور حیدرآباد کے اعلان خود مختاری کی تجدید سے جہاں مسلمانوں کو خوشی ہوئی اسی کے ساتھ قائد ملت شہید نے قوم کی جوان خوشی کو رنج سے بدل دیا۔ بیٹی میری زندگی ختم ہو چکی۔ میں دنیا کی نظروں میں زندہ ہوں مگر دل میرا مردہ ہو چکا ہے اس سے زیادہ کیا لکھوں بڑی بیزاری سے زندگی کے دن گزار رہی ہوں شکر ہے خداوند عالم کا اس نے مجھے بہت عزت و شان سے رکھا ہے۔ جیسی میں مرحوم کے زمانۂ حیات میں تھی ویسی ہوں مگر دل کا کیا علاج ہے وہ شب و روز خون کے آنسو رو رہا ہے۔ نہ کسی شے کے حصول سے خوشی نہ کسی شے کے جانے کا غم۔ میری ایسی شے بے بہا گم ہو گئی ہے جس کے حصول کی امید میں آس و حسرت و خوشی میری قسمت سے دور ہو چکی ہے اللہ تعالے تم کو خوش رکھے میری جانب سے اپنے والد والدہ بہن بھائیوں کو سلام اور دعا کہو۔ باقی خیریت۔ فقط تمہاری خیر اندیش۔

[illegible]
بیگم نواب بہادر یار جنگ مرحوم

عزیز لکھنوی

بنام منیر آغا اشہر لکھنوی[1]

پوچھنے والے سلامت رہیں۔

جو شکایت آپ کو مجھ سے ہے وہی مجھے آپ سے ہے فیصلہ ہو تو کیوں کر؟

مشاعرہ ہوا اور اچھا ہوا۔ آپ نہ آئے اس کی شکایت ہے اور افسوس ہے۔ میرا حسن انتظام قابل داد نہیں آپ کی وعدہ خلافی مستحق تحسین و داد ہے۔ ابو محمد تسلیم کہتا ہے۔

۶ر دسمبر ۱۹۱۴ء

عزیز لکھنوی

(۲)

شفیق کرم ——— والا نامہ پہونچا۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

اس بند میں حسب ذیل اعتراضات ہیں:

(۱) چھوٹے سے ہاتھوں سے زلف کس کی سنوارے گا؟

(۲) بچوں کو کاجل پارتے نہیں سنا۔ کاجل بھی کونسا؟ اسلام کا۔ بالکل دہقانی تخیل ہے۔

ج س ۱۔ ... اسلام کی زلف ... اس میں کونسی بات بعید الذہن ہے کہ ضمیر کا مرجع سمجھنا دشوار ہو گیا۔

ج ۲۔ اس میں کوئی خاص بات نہیں صرف مقصود یہ ہے کہ کاجل باعث زینت ہوتا ہے۔ یہ مولود مسعود ——— باعث زینت اسلام ہوگا۔ یا اسلام کا کاجل پار کر مشرکین کفار کی آنکھوں میں کھلے گا۔ آخر کاجل پارنے کا کوئی مقصد بھی ہوتا ہے۔ معترض اس بچہ کو بھی شاید عام بچوں کی طرح سمجھتا ہے۔ اوس کو نہیں معلوم کہ اس کے تمام افعال مافوق العادت ہیں۔ اس مضمون کو اپنی عبارت میں واضح طور سے لکھیے گا۔ آشفتہ[2] سے خط لکھوانے کی ضرورت نہیں آپ اوس کو مضمون بھیج دیا۔ زیادہ سے زیادہ اون سے دریافت کر لیجیے۔ آشفتہ یہاں ہیں نہیں ورنہ لکھوا دیتا۔ چونکہ علمی مضمون ہے اس لیے ان کے نام سے اچھا تھا ورنہ کتابوں کا خوف اگر ہو تو کسی دوسرے نام سے دے دیجیے۔ آپ کے متعلق جو کچھ ہوگا وہ تیرے لئے ہے۔

عزیز

---

[2] حکیم سید علی آشفتہ لکھنوی

(۳)

مکرم! ۔۔ والا نامہ پہونچا۔ آشفتہ کا مضمون خیال میں بھیج دیا تھا وہ بھی اب تک نہیں شائع ہوا، ان سے کہنا سراسر مصلحت کے خلاف ہے۔ بہتر ہوگا کہ آپ خود تقاضہ فرمائیں۔ ان سے صرف اس قدر دریافت فرمائیں کہ آپ شائع کریں گے یا نہیں۔ اگر نہ شائع کریں تو واپس کر دیں۔ افسوس وقت بہت گزر گیا۔

میرا دیوان چھپ کر تیار ہو گیا ہے کچھ حصہ باقی ہے۔ دس پندرہ روز میں تیار ہو جائے گا قیمت عہ ہے۔ کیا آپ کی وساطت سے کچھ خریدار مل سکتے ہیں۔ اگر ممکن ہو تو ——

امتحان میں خدا آپ کو کامیاب کرے۔ ابو محمد تسلیم کہتا ہے۔ عزیز

(۴)

کرمی ۔ محبت نامہ پہنچا۔ یہاں حالت بدستور ہے۔ ناصری[1] صاحب نے لکھا ہے کہ غزلیں جو کچھ یاد آئیں گی لکھ کر بھیجوں گا۔ حضرت رشید[2] کی شاعری میرے مضمون سے مستغنی ہے اس کے علاوہ آج کل کسی کام میں دل نہیں لگتا ہے۔ لیکن آپ چونکہ ارشاد فرماتے ہیں۔ اس لیے اب اوقاتِ فرصت میں خیال کروں گا اگر کامیاب ہوا تو خیر؛ ورنہ قابلِ معافی ہوں۔ میرے خیال میں تو حضرت محشر[3] کا مضمون درج ہونے کے قابل ہے

عزیز

کارڈ کا پتہ : جناب سید منیر آغا صاحب اشہر۔ محلہ شیخ سرائے سیتاپور۔ مہر لکھنؤ 23 - SEP-19 مہر سیتاپور 24 - SEP - 19

(۵)

لکھنؤ۔ ۶ نومبر ۲۴ء

محبی! سلام شوق —— اُمید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ ممنون ہوں کہ اس ادبی کام کے لیے آپ نے مجھ کو تجویز کیا مگر مجبور ہوں کہ فرصت مفقود ہے۔

مشاعرہ مبارک ہو۔ طرح کے انتخاب کا مجھے بالکل سلیقہ نہیں۔ آپ ہی اپنی پسند کا کوئی مصرع تجویز فرمائیں۔ بچے تسلیم کہتے ہیں۔ شہرت کے مشاعرہ میں آپ شریک نہ ہوئے۔ آنکھیں ڈھونڈتی تھیں۔

خیر اندیش عزیز

(۶)

لکھنؤ۔ ۲۸ اکتوبر ۲۵ء —— کرمی! سلام مسنون —— اُمید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

---

[1] پروفیسر مہدی حسن ناصری مرحوم

[2] پیارے صاحب رشید لکھنوی مرحوم

[3] مرزا کاظم حسین محشر لکھنوی مرحوم

یاس[1] کی کتاب "شہرت کاذبہ" شائع ہوئی ہے۔ غالباً آپ کی نظر سے گزری ہوگی۔ اوس کے متعلق کیا رائے ہے؟ آپ بھی اون کی سخت کلامی سے محفوظ نہیں ہیں۔
منشی[2] پاگل کا خطاب اون کی سرکار سے مرحمت ہوا ہے۔ جلد جواب دیں۔ عزیز

(۷)

لکھنؤ۔ ۲۷ر نومبر سنہ ۱۹۲۶ء۔

محبی۔ میں آپ کا نقصان نہیں چاہتا جب آپ کو فرصت ہو لکھئے۔ مجھے اس معاملے میں حضرت شاداں[3] سے ہمدردی ہے اور یقیناً مجھ سے زیادہ آپ کو ہوگی پرسوں ایک خط اون کا اور آیا جس میں کسی قدر تفصیل سے واقعات لکھے ہیں۔ پمفلٹ کی صورت زیادہ بہتر ہوگی۔ اس معاملے میں خود حضرت شاداں سے مشورت کیجئے آپ جب لکھنؤ آئیں تو وہ اجزا لیتے آئیں میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں نے اپنا بلاک خود کبھی نہیں بنوایا اس لیے اس کی قیمت نہیں بتا سکتا؛ لیکن لکھنؤ میں "نولکشور پریس" میں بنتے ہیں۔ شاید دس آنہ انچ کے حساب سے یا کچھ کم۔ صحیح طور پر نہیں کہہ سکتا۔ آپ کے انکار سے تعلق خاطر ہے خدا آپ کو مطمئن کرے۔ والسلام عزیز

کارڈ کا پتہ:- بملاحظہ جناب سید منیر آغا صاحب اشہر ہیڈ مولوی گورنمنٹ ہائی اسکول سیتاپور SITA PUR

(۸)

لکھنؤ ۳ جنوری سنہ ۲۷ء

محبی تسلیم۔ جواب میں تاخیر ہوئی۔ جب آپ کا خط پہونچا تو اوس کے دو تین روز کے بعد کانفرنس[4] والوں کا قافلہ پٹنہ چلا گیا واپسی کے بعد دو مرتبہ "سرفراز"[5] میں گیا مگر خواجہ اسد[6] صاحب (سے) ملاقات نہیں ہوئی۔ انشاء اللہ کسی روز ان کو خط لکھ کر بلواؤں گا، اور اس مسئلے کو طے کر دوں گا۔ ہمدم[7] میں اوس کی اشاعت ہو تو بہتر ہے، مگر اڈیٹر صاحب ایسے مضامین شائع نہیں کیا کرتے۔ حقیقت میں اگر (آپ) فرمائیں تو ہو سکتا ہے۔ خدا کرے آپ مع متعلقین بخیریت ہوں —— عزیز

---

[1] یاس عظیم آبادی نے علی گڑھ کے کسی پریس میں چھپوا کر عزیز لکھنوی کے خلاف ایک کتابچہ شائع کیا تھا۔
[2] مولانا اشہر کو اس کتابچہ میں "منشی پاگل" لکھا گیا تھا، کیونکہ وہ "منشی فاضل" کا امتحان پاس کر چکے تھے۔
[3] علامہ سید اولاد حسین شاداں بلگرامی۔
[4] شیعہ کانفرنس
[5] سرفراز، ہفت روزہ لکھنؤ
[6] خواجہ اسد اللہ اسد ایڈیٹر سرفراز
[7] روزنامہ ہمدم لکھنؤ۔

(۹)

محمود آباد۔ ۱۸ر جولائی ۱۹۲۸ء

اللّٰھمّ بارک وزدتا کم الی اعلیٰ مدارج الکمال

عزیز

(نوٹ: یہ مختصر سا خط عزیز لکھنوی مرحوم نے پروفیسر اشہر کو بی۔ اے کی ڈگری حاصل کرنے پر تحریر کیا تھا)

(۱۰)

محمود آباد ۲۴ر دسمبر ۱۹۲۹ء

محبی۔ سلام مسنون

بہت افسوس ہے کہ آپ محمود آباد تشریف لائے اور میں نہ ملا۔ میں اون زمانے میں سخت علیل ہو کر لکھنؤ چلا گیا تھا۔ اس کا افسوس ہے کہ آپ مجھ سے دور ہو گئے مگر اس کی مسرت بھی ہے کہ یقیناً آپ کی موجودہ صورت حسب دلخواہ ترقی کی ہوگی۔ امید ہے کہ مزاج بہتر ہو گا۔ کبھی کبھی اپنی خیریت سے مطلع فرمایا کیجئے۔

عزیز

(۱۱)

۲۲ اکتوبر ۱۹۳۲ء

محبیّ بندہ، تسلیمات

میں دو ماہ سے سخت مصائب میں مبتلا ہوں۔ پانچ چار روز ہوئے کہ لکھنؤ سے آیا ہوں میری ہمشیر کے پیٹ میں ٹیومر ہو گیا تھا، اوس کا آپریشن ہوا جو موت و حیات کا قطعی فیصلہ تھا۔ خود میڈیکل کالج میں تھا۔ ذیابیطس نے میری زندگی خراب کر دی۔ دل و دماغ بیکار ہو گیا۔ میں سمجھا تھا کہ آپ مجھ کو بھول گئے۔ مگر "سرفراز" میں آپ کے مضامین دیکھ کر مطمئن ہوا اور آپ کی پائدار محبت کا ایک گہرا اثر میرے دل پر ہوا جس کا اظہار نہیں کر سکتا۔ ان مضامین کی شان نزول یہ ہے کہ مولوی سبط حسن[1] صاحب کے بھائی ابن صاحب[2] ریاست میں ملازم ہیں۔ اون کو مجھ سے اس قدر عداوت ہو گئی ہے جس کی انتہا نہیں۔ مدیر تسنیم[3] اون کے ہم زلف ہیں۔ اس کے وجوہ طویل ہیں بعد الملاقات بیان کروں گا یا لکھوں گا۔ میں اپنی حالت کیا لکھوں کہ مرض نے مجھ پر کیا اثر کیا ہے۔ کاش آپ سے ملاقات ہو تو دل کھول کر باتیں کر لوں بتائیے کیا صورت ہے؟ مجھ کو آپ سے بہت کچھ کہنا ہے۔ اگر آپ لکھنؤ آ سکیں تو میں بھی چلا آؤں۔ بچوں کو دعا۔

مخلص عزیز

---

[1] شمس العلماء مولانا سبط حسن مرحوم

[2] مولانا ظفر مہدی گہر شمس العلماء کے حقیقی بھائی

[3] نانی جائسی جو آگرہ سے ماہنامہ "تسنیم" نکالتے تھے۔

(۱۲)

ریاست محمود آباد

۱۰ر نومبر ۳۲ء   کرمی تسلیم

اس عرصہ میں لکھنؤ چلا گیا۔ وہاں جعفر علی[1] خاں صاحب کی لڑکیوں کی شادی تھی۔ پھر بریلی گیا اب واپس آیا تو آپ کا محبت نامہ ملا اور رسالہ دورِ جدید کا ایک نمبر بھی ملا۔ آپ کا مضمون دیکھا جوابات میں جو ایک کاملِ فن اور منصف مزاج کو لکھنا چاہیے وہ آپ لکھتے ہیں۔ البتہ مقامات پر بڑی ذہانت سے کام لیا ہے۔ میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے سب جوابات لکھ دیئے ہیں یا صرف یہ ایک ہی قسط لکھی ہے۔ اگر ایسا ہو تو میں بعض خیالات اپنے لکھ کر خدمتِ عالی میں بھیج دوں جس کا مطلب یہ ہوگا کہ انہوں نے آپ کے بعض مربوط اشعار سے صرف ایک شعر لے لیا ہے اور اس قسم کی چالاکیاں عمل میں آئی ہیں، بہتر ہوگا کہ آپ کی نظر ان باتوں پر رہے ورنہ جوابات تو آپ نے لاجواب لکھے ہیں۔ "سرفراز" میں جو جواب آپ کی تحریر کا شائع ہوا ہے اس کو دیکھنے کے بعد کیا رائے قائم کی، اس کی نسبت بھی کہنا چاہتا تھا، یہ سب باتیں ان کے جواب آنے پر دوں گا۔

قصائد کا مجموعہ میں نے اب کی مرتبہ خود نہیں چھپوایا۔ بلکہ صدیق بکڈپو کو تمام مسودات دے دیئے۔ تصحیح میں نے خود نہیں کی۔ اکثر مقامات پر کاتب کے تصرفات ہیں بعض شعروں میں لفظیں چھوٹ گئی ہیں۔ معترض صاحب کی نظر نہیں پڑی ورنہ ضرور اعتراض فرماتے۔ اس طرح دانش بجائے بینش لکھ دیا ہے۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ بچوں کو دعا   عزیز

(۱۳)

محمود آباد۔ ۵ دسمبر ۳۲ء (مہر)

محبی و کرمی۔ ایک لفافہ ارسالِ خدمت کر چکا ہوں۔ یہاں کتب خانہ میں ادبیات کا ذخیرہ بہت ناقص ہے۔ ماثر الکرام موجود نہیں اس لیے تعمیلِ فرمائش نہ کر سکا۔ آتش کدہ ہے جس میں ابن یمین سے حالات شروع ہوئے ہیں اور ہاتف پر ختم ہوئے ہیں تقریباً ۴۴۴ شعرا کے حالات ہیں مگر ہندوستان کے شعراء کے حالات نہیں۔ شعر العجم کیا ایک چھوٹی سی کتاب ناصری ——— تذکرہ و تبصرہ اس میں مل جائے گی اور یہ دونوں کتابیں یہاں نہیں ہیں۔ اپنے آئندہ مضمون کے لیے رائے قائم کر کے جلد جواب عنایت فرمائیں۔ بچوں کو دعا۔

عزیز

(۱۴)

محبِ مکرم۔ تسلیم

آج منشی امداد حسین[2] صاحب کا خط آیا جس میں آپ کے استفسار کا جواب آیا ہے مجھ کو لکھا ہے کہ میں آپ کو نقل کر کے

۱؎ جعفر علی خاں اثر لکھنوی

۲؎ علامہ شاداں بلگرامی

بھیج دوں۔

اسے صحیح مان کے کہ صہبا شراب سرخ ہی کو کہتے ہیں کیونکہ اصہب کا مونث ہے۔ بااین ہمہ صفت احمر دو قاعدوں سے صحیح ہے:

"کبھی اسم ذی صفت میں سے صفتی معنی دور کر کے پھر اوسی صفت کا اظہار کسی دوسرے لفظ سے کرتے ہیں۔ اس قاعدہ کو تجرید کہتے ہیں جیسے مساجلت کے معنی ڈول سے پانی بھرنے یا شعر گوئی یا تفاخر میں باہم مقابلہ کرنے کو کہتے ہیں۔ مگر تجرید بمعنی مطلق مقابلہ مستعمل ہیں۔ قاآنی۔

نادانی خود کند مسجّل با بخت تو ہر کہ شد مساجل

کبھی ؟ اوس سے معنی اسمی کو دور کر دیتے ہیں اور صفت کو برقرار رکھ کے پھر اوس اسم کے لیے دوسرا لفظ اختیار کرتے ہیں۔ یہ بھی ایک قسم کی تجرید ہے" جیسے؟ اس میں سے اسم ابر دور کر دیا اور پھر ابر باطل یا سحاب باطل کہا یا وابل بمعنی باران بزرگ قطرہ ہے اس میں سے اسم باران حذف کر کے پھر غیث وابل کہتے ہیں۔ قاآنی ؎

فزان زبا کہ دست دادش

بحر خضم است و ابر باطل

در روشنت نزال لیث غالب

بر دست نوال لیث وابل

یہی صورت صہبا کی ہے کہ معنی صفتی سرخ کے از روئے تجرید حذف کر دیئے اور پھر صفت میں احمر لائے۔ مزید براں صاحب منجد صہبا کے معنی مطلق الخمر لکھتے ہیں اور صاحب منتخب کہتے ہیں وہ شراب جو انگور سفید سے نچوڑ کے بنائی جائے۔ صاحب منجد یہ بھی کہتے ہیں کہ صہبا اصہب کا مونث ہے اور اصہب کے معنی الذی بیاضہ حمرۃ لکھتے ہیں۔ ان معانی سے قید سرخ نہیں پائی جاتی بلکہ آخری قول سے وہ شراب سفید ہے جس میں سرخی پائی ہے۔ اس لیے بھی صفت احمر درست ہو سکتی ہے۔ دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ کوئی صفت جو کسی امر کے لیے مخصوص ہو پھر بھی اوس صفت کا اظہار کرتے ہیں جیسے یاقوت سرخ ہوتا ہے۔ آسمان نیلا ہوتا ہے۔ آسمان متحرک ہے پھر یاقوت احمر، چرخ اخضر، چرخ نیلی گردوں گرداں کہتے ہیں ایسی صفت کو صفت کاشفہ کہتے ہیں۔ ایک بات باقی رہی وہ یہ کہ صفات اسما کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ صفت اوس کے مترادف کے لیے مستعمل ہو۔ مثلاً چرخ نیلی، فلک نیلی، آسمان نیلی تینوں مترادف کے ساتھ نیلی صفات لاتے ہیں مگر فلک اخضر، چرخ اخضر بہت ملے گا۔ مگر آسمان اخضر نہیں ہے (نیلوں کبود خضر لباس ملتا ہے۔ عزیز) ان باریکیوں کو صرف اہلِ زبان جان سکتے ہیں۔ چونکہ یہ بات آپ کے مخالف ہے۔ اس لیے اس کا اظہار کیجیے۔ بہر صورت صہبائے احمر کی ہے۔ اس لحاظ سے نہیں کہ صہبا میں خود معنی صفتی موجود ہیں یہ بات تو قاعدہ تجرید سے رفع ہو سکتی تھی۔ میرا مطلب یہ ہے کہ استعمالاً نہیں دیکھا۔

دورِ جدید مجھ کو ابھی تک نہیں پہنچا۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے "سرفراز" میں مطلع کے متعلق کیا مضمون آپ نے بھیج دیا۔

عزیز

(۱۵)

محمود آباد۔

مکرمی تسلیم۔

"سرفراز" میں اڈیٹر نے نوٹ دیا تھا کہ ممتاز صاحب[1] کا جواب صرف مطلع کے متعلق شائع ہو سکتا ہے۔ کیا ایسا ہی ہوگا۔؟ "دورِ جدید" کا دوسرا نمبر مجھے بھجوا دیجئے۔ ان پرچوں کی جو قیمت ہوگی وہ حاضر کی جائے گی۔ میں نے جو کچھ آپ کو بھیجا تھا اوس سے کوئی بات آپ کے کام کی نکلی یا نہیں۔ بچوں کو دعا فرمائیں۔

مخلص عزیز

(۱۶)

ریاست محمود آباد

۱۳ جنوری ۳۳ء

محبّی و مکرمی!

خدا کرے آپ مع الخیر ہوں۔ حضرت شاداںؔ کا مضمون حسبِ فرمائش اون کو میں نے بھیج دیا تھا۔ میرا یہ بھی خیال تھا کہ مثالیں مل جائیں گی۔ ایک بات اور عرض کرتا ہوں۔ مدفن جہاں باب تفعل سے آیا ہے وہاں باب تفعیل سے بھی آیا ہے چنانچہ صاحب منجد لکھتے ہیں۔

اسی طرح مذکر ۔۔ بھی جہاں اور ابواب سے آیا ہے وہاں باب تفعیل سے بھی ہے یعنی تذکیر (منجد)

ملاحظہ ہو منجد۔ گو ذِکر میں اوسی طرح مستعمل ہو۔ مگر جب قاعدہ نحوی اور لغات اس کے جواز کی سند دیتے ہیں تو پھر کیا غلطی ہے۔ آفرینش اور دانش میں اگر نون کو روی قرار دیجئے تو کیا مضائقہ ہے۔ مضمون کے شائع کرنے یا نہ کرنے کا آپ کو اختیار ہے سرفراز پر موقوف نہ تھا ۔۔ مگر جیسی آپ کی رائے ہو چونکہ بحث چھڑ گئی تھی۔ اس لیے آپ کی خاموشی مجھے اچھی نہیں معلوم ہوتی۔

عزیز

---

[1] شیخ ممتاز حسین عثمانی ایڈیٹر اودھ پنچ لکھنو۔

احمد علی شوق قدوائی

سترکھ۔ ضلع بارہ بنکی۔ اودھ ۷ جولائی ۱۹۲۴ء

منشی منظور احمد صاحب اختر۔ صدیقی۔ امروہوی

کرمفرمائے بندہ۔ سلام شوق۔ آپ کا خط پہنچا۔ شکریہ قبول ہو، میں اکثر بیمار رہتا ہوں۔ بیماری ہی کے سبب سے رامپور کو چھوڑا۔ اسی وجہ سے مجھے بعض وقت کسی کی نظم کے درست کرنے سے مجبوری پیش آجاتی ہے۔ اور بہت وقفہ ہو جاتا ہے۔

مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے مشقِ سخن کب سے شروع کی ہے۔ بات یہ ہے کہ بالکل مبتدی کا سنبھالنا مجھے دشوار ہو جاتا ہے۔ اتنی قوت ہی مجھ میں نہیں ہے کہ ابتدائی کلام کی درستی میں صرف کر سکوں۔

یہ بھی مجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ نے پہلے بھی کسی سے مشورۂ سخن فرمایا ہے یا نہیں۔

میں اصلاح کا اقرار کرتے ہوئے اس سبب سے بھی بہت گھبراتا ہوں کہ بعض لوگ الم غلم کہہ کے بکثرت میرے سر منڈھا کرتے ہیں۔ حال آں کہ انسان کم کہے مگر جو کہے سمجھ کے اور غور سے کہے۔

پہلے آپ ایک دو غزلیں بھیجئے میں آپ کا رنگ اور مذاق دیکھ لوں۔ اس کے بعد ہاں یا نہیں کا فیصلہ کر سکوں گا۔ میں پہلے یہ لکھ دینا مناسب خیال کرتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو طبیعت کو جذباتِ انسانی اور لطفِ زبان کے ساتھ مضمون آفرینی پر لانا چاہیئے۔ بنوٹ اور لامعنی بندشوں سے بھاگنا چاہیے۔ جیسا اکثر لوگوں نے غالب کی تقلید کا نام لے کر مہمل گوئی اختیار کیا ہے۔

امروہہ میں میرا ایک کام ہے اگر آپ مل سکتے ہوں تو نواب علی خاں صاحب (برادر حامد علی خاں مرحوم بیرسٹر) سے مل کر ان سے کہہ دیجئے کہ آموں کی قلمیں بھیجنے کا وقت قریب آگیا ہے۔ کیا میں امید رکھوں؟ اور کیا آپ کو میں یاد ہوں؟ اس کا جواب جب کبھی آپ خط بھیجئے، تب مجھے تحریر فرمائیے گا۔

بات یہ ہے کہ امروہہ میں لطیف علی والے آم کی چار پانچ قلمیں مجھے درکار ہیں۔ مسٹر امتیاز حسین صاحب (سول سرجن مقام رامپور) نے وعدہ فرمایا تھا۔ مگر میں یہاں چلا آیا۔ مجھے فکر رہی۔ لکھنؤ میں نواب علی خاں صاحب نے (جو میرے پرانے کرمفرما ہیں) وعدہ فرمایا کہ میں بھیجوں گا اور میرا پتا بھی لکھ لیا۔ اسٹیشن جس کے پتہ سے قلمیں آئیں گی اس کا پتا بھی لکھ لیا۔ ابھی بارش کم ہے۔ مگر پوری بارش کے ہو جانے پر بھیجنے کا موسم آجائے گا۔ ان کو یاد دہانی کی ضرورت ہے تاکہ میں مطمئن ہوں یا

کوئی دوسری تدبیر سوچوں ———

آپ کا خیر طلب
احمد علی۔ شوق۔ قدوائی۔

(۲)

سترکھ۔ ضلع بارہ بنکی، اودھ ۱۹ اگست ۱۹۲۴ء

بندہ نواز! سلام شوق۔ آپ کے پوسٹ کارڈ کے جواب میں میرا پوسٹ کارڈ آپ کو پہنچا ہوگا۔ میں منتظر رہا کہ آپ مکرر غزلوں کی نقل بھیجیں گے مگر آج تک کی ڈاک میں کوئی خط آپ کا نہیں آیا ہے۔ ایک خط آپ کا تلف ہو چکا ہے۔ اس سبب سے مجھے مکرر لکھنے کی ضرورت ہوئی۔ میں اب تک حیرت میں ہوں کہ غزلوں والا خط آپ کا کہاں گم ہوا تھا۔ سترکھ کے ڈاکخانے ہی میں نہیں آیا۔ یہاں تو خاص آدمی احتیاط سے میری ڈاک لاتا ہے۔

آپ غزلیں بھیجئے۔ مجھے رنگِ تغزل کے دیکھنے کا شوق ہے۔ معلوم نہیں کہ لطیف علی والے آم کی قلموں کا کیا ہوا؟

احمد علی شوق۔ قدوائی

(۳)

سترکھ۔ ضلع بارہ بنکی ۱۲ ستمبر ۱۹۲۴ء

کرمفرمائے بندہ افسر صاحب۔ سلام شوق۔ چاروں غزلیں دیکھ کے بھیجتا ہوں، آپ کا رنگِ سخن اچھا ہے۔ تغزل کے واسطے یہی رنگ موزوں ہے۔ اس میں ترقی اور صفائی سے بہت لطف پیدا ہوگا۔

میں لکھنؤ کے بگڑے ہوئے مذاق سے بہت گھبراتا ہوں۔ جس میں مہمل، آوارہ، بھونڈے اور سخت بے معنی کی بھرمار ہوتی ہے۔ جذبات انسانی کا وجود نہیں اور یہی مذاق تغزل کی جان ہے۔

بارش یہاں بھی بکثرت رہی۔ صرف دو تین دن سے نہیں ہے۔

خط کے واسطے رجسٹری کی ضرورت نہیں۔ اتفاق سے ایک خط آپ کا خدا جانے کہاں گم ہو گیا تھا۔ سترکھ کو آیا ہی نہ تھا۔ ورنہ برابر خطوط آیا ہی کرتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ زمین ابھی اتنی تر ہے کہ قلمیں کھد نہیں سکتی ہیں۔ مٹی بہت تر ہے۔ ابھی جڑوں سے چھوٹ کر گر جائے گی میں آپ کی مہربانی کا بہت ہی شکرگزار ہوں کہ قلمیں اس درخت کی مجھے مل جائیں گی۔ جس کا شوق مجھے کئی سال سے ہے۔ وہ ہفتے عشرے کے بعد سہی۔

بلٹی پر رجسٹری ضروری ہے۔ کہیں گم نہ ہو۔

میرا قلمی باغ بہت وسیع ہے۔ تیار ہے۔ ڈیڑھ سو درختوں سے زیادہ چھوٹے بڑے سب نصب شدہ ہیں، ابھی اور برابر نصب ہو رہے ہیں۔ والسلام

احمد علی شوق۔ قدوائی

(۴)

ستر کھ۔ ضلع بارہ بنکی۔ اودھ ۱۵ ستمبر ۱۹۲۴ء

کرمفرمائے بندہ سلام شوق۔ غزلیں چاروں میں نے دیکھ کے فوراً بھیج دی تھیں پہونچی ہوں گی۔ مجھے امید ہے کہ تھوڑے ہی دنوں بعد آپ کا مذاق سخن بہت ترقی کر جائے گا۔ جو دشواری پیش آتی ہے وہ درستی زبان کی ہوتی ہے۔ زبان ایسی چیز ہے کہ ہم لوگوں کی عمر اس فن میں گزری لیکن اب بھی کبھی زبان کی دقت پیش آجاتی ہے یعنی نیا لفظ سامنے آ پڑا تو سخت جستجو ہوتی ہے کہ پچھلے کے کلام میں کسی کے ہاں سے سند مل جائے رفتہ رفتہ زبان بھی اصلاحی حالت پر آہی جاتی ہے۔

آج کل لکھنوء کی حالت زبان کے اعتبار سے ایسی بگڑی ہے کہ بہت احتیاط کے ساتھ اسے دیکھنا چاہیے۔ ابھی محشر لکھنوی کے کلام میں دیکھا ہے "روئیے" بروزن "ہلیے" کہا گیا۔ بالکل غلط۔ روئیے بروزن سوئیے یعنی بروزن فاعلن و مفعولن صحیح ہے۔ مالی گاؤں کے رسالہ معیار سخن نے اعتراض کر دیا۔ اعتراض صحیح تھا معیار سخن نے فتویٰ چاہا۔ مجھے بھی لکھا۔ میں نے بھی صحیح لفظ لکھ دیا۔ میں نے یہ واقعہ اس سبب سے لکھا کہ زبان کی یہ حالت لکھنوء میں ہو رہی ہے۔ پھر دور کے مقام کو کیا کہا جائے۔

اب تو قلمیں بھیجنے کے قابل زمین ہو گئی ہو گی۔ ملیح آباد سے میں نے چار قلمیں منگائی تھیں۔ آج ریل پر آگئیں۔ یوں آتی ہیں کہ ٹوکری ذرا گہری ہر ٹوکری میں دو قلمیں ہیں۔ درخت کی جڑ میں نئی ہری گھاس سے خوب لپٹی ہوئی ہے۔ اور اوپر سے بان سے اسے کس دیا ہے۔ ذرا بھی جڑ کو یا مٹی کو جنبش نہیں ہوئی۔

جب بھیجئے۔ پارسل قلموں کا بارہ بنکی اسٹیشن او۔ آینڈ۔ آر۔ آر کو اور بلٹی رجسٹری شدہ میرے نام ستر کھ ضلع بارہ بنکی کو بھیجئے گا۔

والسلام احمد علی شوق۔ قدوائی

(۵)

ستر کھ۔ ضلع بارہ بنکی۔ اودھ ۱۸ ستمبر ۱۹۲۴ء

بندہ نوازا۔ سلام شوق۔ غزلیں اور نظلیں دیکھ کر بھیجتا ہوں۔ جن باتوں کو میں لکھ دیتا ہوں ان پر نگاہِ غور کی ضرورت ہے تاکہ آئندہ تحفظ رہے۔

میں کچھ تو بہ تقاضائے عمر اور کچھ اس سبب سے کہ اکثر بیمار ہو جاتا ہوں۔ ایک بار کی دماغ کو زور نہیں دے سکتا ہوں۔ رفتہ رفتہ میں دیکھ سکتا ہوں۔ پانچ چھ مہینوں کے بعد اب ذرا سنبھلا ہوں۔

آپ نے دیکھا ہو گا کہ مجھے اصلاح میں بہت کام دماغ سے لینا پڑتا ہے۔ اس لیے کہ بال سے باریک نقص بھی میری نگاہ سے بچ نہیں سکتا اور میں اسے چھوڑ نہیں سکتا۔

جدید غزلوں کے ساتھ یا یوں ہی دو دو تین تین غزلیں آئیں تو میں دیکھ دوں مگر جب میری طبیعت بے لطف ہو جاتی ہے تب میں صحت تک مجبور ہو جاتا ہوں۔

اگر آپ کچھ دنوں صرف نئی غزلوں پر اصلاح لیتے رہے تو کچھ عرصے کے بعد آپ خود اپنے کلام کے نقص کو دیکھ سکیں گے

قلمیں اب روانہ کر ہی دیجئے۔ بہت عمدہ موسم ہے۔ اگر نواب علی خاں صاحب ملیں تو میرا سلام کہہ دیجئے گا۔
مجھے ہر وقت قلموں کا انتظار رہے۔ یہاں تک کہ باغ میں ان کے واسطے عمدہ جگہ پر تھالے بنوا چکا ہوں۔

احمد علی۔ شوق۔ قدوائی

(۶)

سترکھ۔ ضلع بارہ بنکی۔ اودھ ۲۳ ستمبر ۱۹۲۷ء ۔ شنبہ

کرمفرمائے بندہ افسر صاحب بسلام شوق۔ بلٹی پہنچی۔ آج ہی آدمی قلموں کے لانے کو میں نے اسٹیشن پر بھیج دیا ہے۔ غزلیں۔ نظمیں اور رباعیاں دیکھ کے کئی دن گزرے میں روانہ کر چکا ہوں۔ پہنچ گئی ہوں گی۔ اس غزل کو بھی دیکھ کے بھیجتا ہوں۔ ایسی زمینیں مشاعرے کے واسطے مناسب نہیں ہوتی ہیں۔ بھرتی اور آوردہ اشعار مشاعرے کو کیا لطف دے سکتے ہیں۔

قلموں کے آنے کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مگر مجھے صرف لطیف علی والے آم کی ضرورت تھی۔ فجری کے تیار درخت پھلتے ہوں۔ میرے باغ میں اکیس ہیں۔ ذیل کے درخت میرے باغ میں موجود ہیں۔ ان سے علاوہ میں ڈھونڈتا ہوں۔ خیر۔ لاجواب اور آمن دلربا دونئے ہیں۔ خدا کرے اعلیٰ درجے کے ہوں۔ لطیف علی والے آم کی فکر میں دوسرے ذریعے سے کر رہا ہوں۔ مجھے وہ آم پسند آیا تھا۔ ورنہ میرے یہاں بہت عمدہ عمدہ اقسام موجود ہیں۔

فہرست اقسام موجود

بمبئی جسے قلمی بھی رامپور میں کہتے ہیں۔ سنگترا۔ دسہری۔ سرخہ خالص پوری۔ خاصہ ابراہیم پور۔ خاص الخاص کمشن۔ نایاب۔ سیب ملیح آبادی۔ بیدہ لکھنوی۔ سُندر شاہ۔ لال شاہ۔ شاخ نبات۔ سبزہ قند۔ زعفران۔ فجری۔ کھجری۔ گلاب خاص۔ تیموریہ۔ آمن شہد۔ صفا۔ خوشبو مالدہ لنگڑے کی قسم مگر لنگڑے سے عمدہ۔ گلابی مالدہ لنگڑے کی قسم مگر سیندوریا اور عمدہ دو فصلا۔ جالی بند۔ سیر بھر کا آم ہے۔ کلیوا چمپا۔ ثمر بہشت رامپوری۔ پرنس۔ بیم ساگر۔ انناسو بمبئی۔ آمن مرشدآبادی۔ کھنیا علوپور عسل المکرر۔

ان کے علاوہ بائیس درخت ابھی پھل نہیں لائے ہیں۔ دوسری جگہ سے آئے ہوئے ہیں۔ مختلف اقسام کے ہیں۔ سندیلے میں میری قلمیں انگنیں اور سرخہ رہما میں بندھی ہوئی ہیں۔ بھوپال میں بہ ہی قلمیں کربلا میں بندھی ہوئی ہیں۔ رام پور میں تنگ شکر آمن میں بندھی ہوئی ہیں۔ تیار ہونے پر سب آجائیں گی۔ اس فہرست کو ملاحظہ فرمائیے۔ آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ مجھے ایسا ہی نفیس آم ہوگا تو درکار ہوگا۔ ورنہ معمولی آم پھلتے ہوئے میں نے کٹوا کے پھینک دیئے اور اسی اندیشے سے کہ آم ناقص نہ کھلے۔ میں بے چکھے قلم کسی آم کی اب نہیں لگاتا ہوں۔ آپ مجھے یہ ضرور تحریر فرمائیے گا کہ لاجواب اور آمن دلربا عمدہ، بے ریشہ ہیں، خوب شیریں ہیں اور وزن میں آم کتنا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وزن بھی بہت ہی ہو۔ صرف جاننا مقصود ہے ورنہ میرے یہاں سوا بعض کے اور سب آم معمولی قد اور وزن کے ہیں۔

احمد علی۔ شوق۔ قدوائی

(۷)

سترکھ۔ ضلع بارہ بنکی۔ اودھ ۲۵ ستمبر ۱۹۲۳ء

کرمفرمائے بندہ افسرؔ صاحب۔ سلام شوق۔ ایک غزل جو آئی تھی آفتاب کی۔ اُسے پرسوں ہی میں بھیج چکا ہوں چونکہ مشاعرہ کی غزل تھی اسے اچھی طرح میں نے دیکھ دیا ہے۔

ان غزلوں کو بھی بھیجتا ہوں۔ ان کا رنگ ہلکا ہے۔ شاید ابتدائی غزلیں ہیں۔

آپ جواب کے واسطے ٹکٹ کیوں بھیجتے ہیں۔ یہ بالکل مناسب نہیں ہے۔

قلمیں چاروں کل میرے یہاں آگئیں۔ باغ میں نصب کر دی گئیں۔ آپ نے چٹھیوں میں کیفیت لکھ دی ہے۔ اب مزید صراحت کی ضرورت نہیں رہی چٹھیوں سے میرا خیال ہوا کہ فجری یہ دوسری قسم کی ہے۔ بہرحال سب عمدہ ہیں۔

مجھے بے حد شوق لطیف علی والے آم ہی کا تھا۔ اسی کے قلموں کی بڑی جستجو تھی اور اب بھی ہے۔ اس کو رام پور میں کھایا تھا۔ حافظ اسرائیل صاحب امروہوی میرے لیے خاص کرلاتے تھے۔

یہ صحیح نہیں ہے کہ اب قلمیں لگانے کا موسم نہیں ہے۔ بہت معقول، بہت عمدہ اور بہت مناسب یہی ہے۔ اور قلمیں کاتک تک برابر لگائی جاتی ہیں۔ صدہا قلمیں میں بٹھا چکا ہوں۔ سوا لطیف علی والے آم کے اور کسی قسم کے بھیجنے کا قصد نہ فرمائیے اور کی ضرورت نہیں ہے بہت اقسام ہیں اور میرے کھائے ہوئے آم پسند کیے ہوئے ابھی آئیں گے۔ لطیف علی والے آم کی ضرور تمنا ہے۔

میں رام پور کو نہیں آؤں گا۔ یہاں سے فاصلہ بہت ہے۔ تکلیف کی کیا ضرورت ہے کبھی رامپور کو آنا ہو گا تو میں خود آؤنگا اصولاً تین اضافتوں کا جواز ہے۔ یعنی مسلسل مگر ملا نظیری وغیرہ نے مسلسل چار اضافتیں بھی کہی ہیں۔ اچھی نہیں۔ حالت وغیرہ میں "تے" حاصل مصدر کی ہے۔ رنگت کی تے نے لفظ کو ہندی کر دیا۔ اصل فارسی کا لفظ رنگ ہے چاہت بالکل ہندی ہے۔

پیمان۔ احسان۔ پیکان۔ جان۔ طوفان ان میں اور مثل ان کے بہت سے الفاظ میں اعلان نون جائز بلکہ اُردو میں بہتر ہے۔ لیکن اگر یہ الفاظ اضافت سے مضاف یا مضاف الیہ ہوں تو البتہ اعلان کی ترکیب جو ہندی ہے صحیح نہ ہو گی کیونکہ فارسی میں اعلان کا وجود نہیں ہے۔ اگر اضافت اول ہو، جیسے پیمان وفا۔ طوفان نوح وغیرہ تو یہ لازمی ہے کہ دوسرا لفظ فارسی یا عربی ہو۔ اگر دوسرا لفظ ہندی ہو گا تو اضافت ناجائز ہو جائے گی۔ اور اگر ہندی لفظ اوپر ہے تو اعلان نون بالکل جائز ہو جائے گا، جیسے پانی طوفان یا چاہت جان یا اسی طرح۔ غرض ہندی اور فارسی میں ترکیب اضافی بہر صورت غلط ہے۔

احمد علی۔ شوق قدوائی

(۸)

سترکھ۔ ضلع بارہ بنکی۔ اودھ۔ ۴ اکتوبر ۱۹۲۳ء۔ کرمفرمائے بندہ افسرؔ صاحب۔ سلام شوق۔ نظمیں اور غزلیں

دیکھ کے بھیجتا ہوں۔ رنگ سے ظاہر ہے کہ یہ نظمیں ابتدائی ہیں۔ اس لیے کہ ان میں زور کچھ نہیں ہے۔ بہت ہی ہلکے مذاق کی ہیں۔ میں تو ان میں سے انتخاب کی رائے دوں گا۔ بجنسہٖ ان کو داخل مجموعہ کرنا بہتر نہیں ہے۔ میں بھی رواداری دیکھتا ہوں اس لیے کہ غور کی حاجت نہیں۔

پھر اُن کے مشاعرے کا حال لکھیے کہ کیا ہوا، اور کیسا ہوا۔ دلّی وغیرہ کے لوگ بھی تھے یا نہیں۔

مضطر (اگرہ مضطر صاحب خیر آبادی ہیں) کا خیال نہ کیجیے۔ وہ بے انتہا بے احتیاط ہیں۔ مجھ سے ایک مرتبہ ملاقات ہوئی۔ پہلی ہی ملاقات میں مجھے فرمایا کہ کیوں حضرت میں کیسا کہتا ہوں۔ میں نے ہنس کے کہا کہ جب آپ سنبھل کے کہہ جاتے ہیں تو خوب کہتے ہیں اور جب آپ بگڑتے ہیں تو خوب بگڑتے ہیں۔

اُمید ہے کہ قلمیں لطیف علی والے کی روانہ ہو چکی ہوں گی۔

الکرمیں رسالے کے متعلق کسی سے متفق نہیں ہوتا ہوں۔ تجربہ کہتا ہے کہ چلنا مشکل ہے خصوصاً آج کل کہ پالٹکس کا زمانہ ہے۔ رسالے کو دیکھتا کون ہے۔ حال آں کہ پہلے ہی نہیں چل سکتے تھے۔ آپ نقصان اٹھائیں گے اور پھر ہنسی ہوگی۔

میں تو بہر صورت مجبور ہوں۔ مجھ میں اتنی قوت ہی نہیں ہے کہ کچھ التزام کر سکوں۔ زندہ ہوں۔ یہی غنیمت ہے۔ کبھی کسی نہ کسی شکایت سے فرصت نہیں رہتی۔ احمد علی۔ شوق۔ قدوائی

(۹)

سترکھ۔ ضلع بارہ بنکی ۱۱ر نومبر ۱۹۲۴ء

کرمفرمائے بندہ افسر صاحب۔ سلام شوق۔ گلدستہ "معراج الکلام" کل میرے پاس پہنچا۔ شکریہ قبول ہو۔ میں نے کل ہی دیکھ ڈالا۔ اس سرے سے اُس سرے تک۔

معمولاً میرے پاس بھیجنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ ایک خبر واقف ہو جانے کے واسطے کافی ہو گیا۔ مجھے گلدستوں سے کچھ زیادہ دلچسپی نہیں ہے۔ اس کی خاص وجہ بھی ہے۔

بہت دنوں سے آپ کا خط نہیں آیا۔ آپ کہاں تھے۔ شاید اس رسالے کے اہتمام میں انہماک بہت رہا۔

میں اچھا ہوں۔

میں قصبۂ امروہہ میں آپ کے سوا کسی اور سے واقف نہیں ہوں۔ احمد علی شوق۔ قدوائی

(۱۰)

سترکھ۔ ضلع بارہ بنکی۔ اودھ۔ ۹ر دسمبر ۱۹۲۴ء

کرمفرمائے بندہ افسر صاحب۔ سلام شوق۔ غزلیں اور نظمیں فوراً دیکھ کے بھیجتا ہوں۔ جو نوٹ جابجا دے دیے ہیں اُن کو غور سے دیکھ لیجیے تاکہ ان باتوں کا خیال رہے۔

آپ کا خط تو سیلاب کے زمانے سے نہیں آیا تھا اس کو کئی مہینے گزر گئے تھے۔ اس مدت میں متردّد تھا کہ کیا سبب ہے؟

معراج الکلام ہو یا نفصیح ہو۔ رسالہ یا گلدستہ چل نہ سکے گا۔ جو صاحب نکالیں گے نقصان اٹھا کے آخر بند کریں گے۔
گلدستوں کو تو اب لوگ دیکھتے ہی کم ہیں۔ پالٹکس کو ترقی ہے اور مسائل پیچیدہ پیش نظر ہیں۔ ان سے فرصت کس کو ملتی ہے اور رسالے کے واسطے نثر کے اعلیٰ مضامین نہیں مل سکتے۔ خدا جانے کتنے گلدستے نکل نکل کے ٹوٹے اور جو ہیں وہ خراب حالت میں ہیں۔

سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ صحیح غزلیں اور نظمیں نہیں ہوتیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ جو لوگ استادی کا دم بھرتے ہیں۔ برابر فن اور زبان کی غلطیاں کر رہے ہیں۔ وہ قبل استاد ہونے کے استاد بن جاتے ہیں۔ ایسے گلدستے جو غلطیوں کو لیے ہوئے نکلیں۔ ارباب فہم زبان کو پسند نہیں کرتے ان میں عمدہ کلام کون دے۔

احمد علی شوق ۔ قدوائی

(۱۱)

سترکہ ضلع بارہ بنکی ۔ اودھ ۔ ۲۵ مارچ ۱۹۲۵ء

کرمفرمائے بندہ ۔ سلام شوق ۔ کیا میرا پوسٹ کارڈ پا کے آپ نے گنجینہ کو منگا لیا تھا۔ اور وہ مجموعہ آ گیا یا ابھی نہیں۔

آپ ایک کتاب میری اور منگا لیجئے ۔ وہ جدید ”عالم خیال“ ہے ۔ اس کی قیمت کا حال مجھے ابھی معلوم نہیں ہے۔ اس پر لاگت ضرور بہت آئی ہوگی۔ اس سبب سے کہ اس کے واسطے ایک تصویر محو خیال عورت کی صرف کیئر سے بنوا کے پھر بمبئی کے ٹیمس آف انڈیا سے چھپوائی گئی ہے۔ مگر کتاب کوئی بڑی نہیں ہے ۔ چار رخ ہیں۔ سب کے مجموعہ اشعار تقریباً چار سو ہوں گے۔ یہ مجھ سے بیگم صفدر علی نے حق اشاعت کے ساتھ لے لی ۔ قریب تر چھپ کے ان کے پاس آنے والی ہے ۔ آپ ذیل کے پتہ سے ایک پوسٹ کارڈ بھیج دیجئے اور لکھ دیجئے کہ یہ پوسٹ کارڈ رکھا رہے ۔ کتاب کے آتے ہی وی پی میرے نام روانہ کر دی جائے۔ بات یہ ہے کہ تصویریں پانچ سو چھپ کے بمبئی سے آئی ہیں ۔ یہ نکل جائیں گی تو پھر ناکامی ہوگی ۔

پتہ ۔ بیگم صفدر علی ۔ نمبر۲ ۔ چینی بازار روڈ ۔ لکھنؤ ۔

میرے ایک دوست جنوری اور فروری کا معراج الکلام لائے تھے ۔ وہ اتفاق سے یہیں چھوڑ کے مراد آباد کو چلے گئے ۔ میں نے اسے دیکھا ۔ مجھے بعض باتوں پر بہت افسوس ہوا ۔ ایسی ایسی جید غلطیاں علم و فن اور زبان کی اس کی بعض بعض غزلوں میں ہیں کہ حیرت ہوتی ہے ۔ جی میں یہ بات آئی تھی کہ میں مخفی بخے کے طور پر آپ کو لکھ دوں تاکہ آئندہ کے لیے فیاض صاحب کو خیال رہے لیکن پھر میں نے اس سبب سے مناسب نہ سمجھا کہ ”نیکی برباد گناہ لازم“ کی مثل ایسے موقع پر پیش آ جاتی ہے ۔ دوسرے ہی صفحہ پر جو مضمون ہے اس کو دیکھ کے میں نے اور بھی آگاہ کرنے سے زیادہ نہ آگاہ کرنے کو بہتر سمجھا ۔ نیرنگ کو میں دیکھ چکا تھا ۔ منشی فاضل صاحب کے اعتراضات صحیح بالکل صحیح تھے ۔ متروک زبان متقدمین کی قابل تقلید نہیں ہے ۔ مگر اثر صاحب نے بجائے اصلاح اردو کے سخت جواب دیا ۔ خوبی تو اس میں ہے کہ صحیح اعتراض ہمیشہ تسلیم کر لیا جائے اور اصلاح زبان کا لحاظ رکھا جائے ۔ بڑے سے بڑا استاد بھی غلطی سے نہیں بچ سکا ہے ۔ زبان بحر ناپیدا کنار ہے ۔ غلطی کا نہ ہونا تعجب خیز ہے ، ہونا تعجب خیز نہیں ۔ جب غلطی معلوم ہو ۔ نیک نفسی سے تسلیم کر کے درستی کر لی جائے ورنہ شاعری کبھی پختہ ہو نہیں سکتی ۔

احمد علی شوق ۔ قدوائی

(۱۲)

سترکھ۔ ضلع بارہ بنکی۔ اودھ ۲ر اپریل ۱۹۲۵ء

کرمفرمائے بندہ افسر صاحب۔ سلام شوق۔ میں نے نیم حواس کی حالت میں غزلیں اور رباعیاں دیکھی ہیں۔ پڑی رہنے سے بھیج دینا ہی مناسب معلوم ہوا۔

میں ایسا سخت علیل ہوا اور اب بھی ہوں کہ کیا لکھوں۔ بواسیر کا خونی دورہ ہوا پھر سخت اختلاج کے آٹھ دس دورے پڑے پھر نقرس ہوا۔ اب بھی ہے۔ بیٹھنا۔ لیٹنا۔ کھانا۔ پینا۔ غرض سب میں بے انتہا خلل ہوا۔ دو اچھے طبیب اور ایک اچھے ڈاکٹر معالج ہیں لیکن اب تک کافی سکون نہیں ہے۔

آپ لکھنؤ کے لوگوں میں سوا درد صاحب اور ان کے بیٹے شاعر صاحب کے اور کسی کو فن کا استاد کامل نہ سمجھئے۔ سب خام ہیں۔ شعر کہیں۔ خوب کہیں۔ مگر علم اور فن اور چیزیں ہیں۔

جن صاحب نے آپ سے پوچھا وہ ردیف کو کیا جانتے ہوں گے۔ اب ملیں تو آپ ان کے سامنے ملا ظہوری کے مشہور ساقی نامے کا یہ شعر جو تمہید اشعار میں ہے رکھ کے کہیے کہ میرے استاد سے کیا۔ ملا ظہوری سے بھی غلطی ہوئی ہے۔

به لبیک حجاج دیر مغاں

به غلغلهٔ سرشار وجیز مغاں

میں معراج الکلام سے آپ کا تعلق دیکھے ہوئے تھا اب خیال بھی نہ کروں گا۔

اب کچھ نہیں لکھا جاتا۔ سخت تکلیف میں مبتلا ہوں، دعا کیجئے۔

پارسال لطیف علی والے آم کی قلمیں رہ گئیں۔ اب کے ضرور ابھی سے انتظام کیجئے۔ بارش ہوتے ہی بھیجئے گا۔

احمد علی۔ شوق۔ قدوائی

(۱۳)

گونڈہ ۱۸ر اپریل

کرمفرمائے بندہ۔ تسلیم۔ میں سترکھ سے گونڈہ آگیا اور سخت علیل ہوں۔ استسقاء کی کیفیت ہے۔ اگر زندگی ہے تو صحت کے بعد کچھ لکھ پڑھ سکوں گا۔ ورنہ مجبوری ہے۔ احمد علی شوق

سول لائن۔ بر مکان خان بہادر رضی الدین احمد۔ بیرسٹر ایٹ لا

حصہ نمبر ۲

اصلاحات

پہلی غزل

شعر: یہ مانا "دید کی حسرت" سے دم آنکھوں میں اٹکا ہے
اگر ان کی نظر میں ہے تو میرا حال اچھا ہے

اصلاح: یہ مانا "ان کے نظارے" سے دم آنکھوں میں اٹکا ہے
اگر ان کی نظر میں ہے تو میرا حال اچھا ہے

ایک ذرا سے تغیر سے کیا بات پیدا ہوگئی۔ اصل شعر میں معشوق کی واقفیت ظاہر کرنے کا کوئی پہلو نہیں تھا اصلاح میں نظارے سے یہ کمی پوری ہوگئی۔

شعر: خدا "عالم ہے اب تک" باوفا سمجھا نہ سمجھوں میں
تمہاری بے وفائی کا مجھے شکوا ہی شکوا ہے

اصلاح: خدا "شاہد ہے دل سے" باوفا سمجھا نہ سمجھوں میں
تمہاری بے وفائی کا مجھے شکوا ہی شکوا ہے

"خدا شاہد ہے" کس قدر زور دار جملہ ہے۔ "دل سے" اس ٹکڑے نے دوسرے مصرعہ کو اچھی طرح مضبوط کر دیا۔ اصلاح اسی کا نام ہے کہ ایک دو لفظ تبدیل کرنے سے شعر زمین سے آسمان پر پہنچ جائے

شعر: نظر میں رات دن رہتے ہیں حلقے زلفِ "شبگوں" کے
مری تقدیر نے اچھا مجھے چکر میں ڈالا ہے

اصلاح: نظر میں رات دن رہتے ہیں حلقے زلفِ "پیچاں" کے
مری تقدیر نے اچھا مجھے چکر میں ڈالا ہے

شبگوں کے بجائے پیچاں، سبحان اللہ۔ حلقے۔ چکر دونوں لفظوں کے ساتھ دست وگریباں ہوگیا۔

شعر: جو اشکِ آرزو گرتا ہے میری چشمِ گریاں سے
وہ افسانہ کی صورت اک جہاں میں پھیل جاتا ہے

اصلاح: جو اشکِ آرزو گرتا ہے میری چشمِ گریاں سے
وہ بڑھ کر مثلِ افسانہ جہاں میں پھیل جاتا ہے

"بڑھ کر" بڑھانے سے افسانہ کے اصلی معنی بھی ظاہر ہوگئے اور "اک" جو حشو تھا وہ بھی کم ہوگیا۔

دوسری غزل

شعر: نبوّت کی صداقت کو یہی اک مُہر کافی ہے
رسالت آپ نے پائی ہے، ختم المرسلینؐ ہو کر

اصلاح: نبوّت کی صداقت کو یہی اک مُہر کافی ہے
وہ بعد انبیا آئے ہیں، ختم المرسلینؐ ہو کر

ختم المرسلین کا قافیہ "بعد انبیا" کی وجہ سے اچھی طرح چست بندھ گیا۔

شعر: کسی کے سایۂ قد کی سیاہی مٹ نہیں سکتی
یہ خوبی اور کوئی پا نہیں سکتا حسیں ہو کر

اصلاح: سیاہی نور تھی صرف آپ ہی کے سایۂ قد کی
یہ خوبی اور کوئی پا نہیں سکتا حسیں ہو کر

اب خوبی کے معنی اچھی طرح ظاہر ہو گئے۔

شعر: ہوئے واپس شبِ معراج حضرت اس صفائی سے
نگاہِ اہلِ باطن جیسے لوٹ آئے کہیں ہو کر

اصلاح: ہوئے واپس شبِ معراج حضرت اس صفائی سے
نگاہِ اہلِ دل جیسے پلٹ آئے کہیں ہو کر

لوٹنا دیہاتی اور قصباتی محاورہ ہے لکھنؤ کا نہیں ہے

تیسری غزل

شعر: دیکھے سے ترے ہوش اگر رہ گئے قائم
دیکھیں گے اشارہ نگہ ہوشربا کا

اصلاح: دیکھیں گے تماشا نگہ ہوشربا کا

دیکھئے ایک لفظ تماشا نے معنی کو کس قدر وسیع کر دیا۔ اب مطلب یہ ہو گیا کہ اگر دیکھنے کے بعد ہوش قائم رہ گئے جو نگاہِ ہوشربا ہونے کی وجہ سے نہ رہنے چاہئیں تو پھر ہم نگاہِ ہوشربا کا تماشا دیکھیں گے کہ اس کا کیا رنگ ہوتا ہے۔

شعر: جھولی میں بھرنا نکہتِ گل صحنِ چمن میں

دامن کبھی خالی نہ رہا بادِ صبا کا

اصلاح: یا بوئے گل اس میں رہی یا خاک ہماری
دامن کبھی خالی نہ رہا بادِ صبا کا!

اصل شعر میں یہ اعتراض تھا کہ نکہت گل ہر موسم میں نہیں رہتی اور اس لیے ہر صبا کا دامن بھی ہمیشہ بھرا ہوا نہیں رہ سکتا اب دو چیزوں کے اظہار سے "کبھی" کا مفہوم بالکل صاف ہوگیا۔ اب ایک لطیف معنی اور بھی نکل آئے کہ جب موسم گل تھا تو صبا کے دامن میں گلوں کی خوشبو تھی اور اس کے بعد جب موسم خزاں آیا تو پھولوں کے ساتھ ہماری زندگی بھی ختم ہوگئی اور جس کے دامن میں پہلے پھولوں کی خوشبو تھی اب ہماری خاک نظر آتی ہے۔ اصلاح اسی کا نام ہے کہ نہ صرف نقص دور ہو بلکہ حسن بھی پیدا ہو جائے۔

شعر: کس واسطے اب مہرِ نماز اور بناؤں
کافی ہے تصور ترے نقشِ کفِ پا کا

اصلاح: کیوں مہرِ نماز اب کوئی مہرہ میں بناؤں
کافی ہے تصور ترے نقشِ کفِ پا کا

سجدہ گاہ کے لیے مہرہ صحیح ہے۔ مہر نہیں ہے۔ کسی ایرانی کی رباعی کا مصرعہ ہے۔

بر مہرہ، نماز کے گزاردہ ستی

جلیل مانک پوری

والد ماجد فصاحت جنگ جلیلؔ کے مکتوبات میرے پاس منتشر حالت میں موجود ہیں۔ ان پر ابھی بہت کام کرنا ہے۔ ابتدائی دور کے مکتوبات ہنوز تلاش طلب ہیں۔ آخری دور میں جو خطوط لکھے گئے ان میں سے چند ایک میں نے نقوش کے لیے چن لیے ہیں۔ یہ زیادہ تر خالص ادبی ہیں۔ بعض تو صرف ادبی استفساروں کے جوابات ہیں۔ ایک دو نجی بھی ہیں۔

ان خطوط کی زبان نہایت سادہ اور سلیس ہے۔ مشکل سے مشکل مسائل زبان اور نکاتِ شاعری ایسے عام فہم انداز میں ادا کیے گئے ہیں کہ معمولی قابلیت کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ عبارت آرائی بہت کم ملتی ہے۔ دوسری خصوصیت جو ان مکتوبات میں نظر آتی ہے وہ ان کا اختصار ہے۔ تمام خطوط کا یہی حال ہے۔ مختصر اور جامع ہیں اصل موضوع سے کہیں انحراف نہیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ جلیلؔ کو اتنی فرصت ہی نہ ملتی تھی کہ وہ زیادہ وقت خطوط نویسی پر دیتے۔ ایک تو ملازمت وہ بھی حضور نظام کی۔ پھر شاگردوں کے کلام کی اصلاح جو بے حد و بے شمار تھے اور کثرت سے غزلیں بھیجا کرتے تھے۔ ایک خط میں وہ پنجاب کے اپنے ایک شاگرد کو یوں لکھتے ہیں

"آپ کی غزلیں آئی ہوئی ہیں۔ ایک غزل آپ کو بھیجنا چاہیے۔ یہاں دیکھنے کی فرصت کہاں؟

عوام الناس کے قطع نظر خط و کتابت تمام ہمعصر ادیبوں سے تھی۔ نامور مصنفین اور شعراء بھی آپ سے زبان کے الفاظ محاورات اور امثال کی تصدیق طلب کرتے۔ جناب نورالحسن نیرؔ نے تو خط و کتابت کے ذریعہ سینکڑوں اشعار بطور سند پیش کرنے کے لیے کہوائے۔ ذیل کے خطوط میں ایسا ہی ایک مکتوب مؤلف نوراللغات کے نام ہے۔ جناب عسکری صاحب اور نفیس بنگلوری (تلمیذ جلیلؔ) کے نام جو تحریریں ہیں ان میں صرف استفساروں کے جوابات ہیں۔ جناب ریاضؔ خیرآبادی کے نام جو خط ہے وہ ان کے کسی خط کا جواب نہیں بلکہ ایک لفظ کی تذکیر و تانیث سے متعلق استفسار ہے۔ جناب حبیب الرحمٰن شروانی اور حکیم برہمؔ صاحب کے نام کے مکتوب مختصر نجی ہیں۔

ان خطوط میں جو تاریخیں درج ہیں وہ کئی سنین میں ہیں یعنی ہجری، فصلی اور عیسوی۔ کیونکہ دکن میں ان تینوں سنین کا عام رواج تھا۔ ایک دو خطوط کی صحیح تاریخیں نہیں مل سکیں انہیں بلا تاریخ ہی چھوڑ دیا گیا ہے۔ مکتوباتِ جلیلؔ کی یہ پہلی قسط ہے۔ انشاء اللہ پھر اور کچھ پیش کر سکوں گا۔

(علی احمد علی جلیلی)

(۱)

بنام جناب مولوی سید نورالحسن صاحب مؤلف نوراللغات کاکوری ضلع لکھنؤ

حیدرآباد دکن۔ جناب کرم و محترم۔ سلام و نیاز

گرامی نامہ وصول ہوا۔ ادا چھپانا۔ غمزہ چھپانا۔ ناز چھپانا درست نہیں ہے۔ داغؔ نے ادا چھپائی جو کہا ہے یہ تنہا ان کی گویائی

ہے۔

ملکیت بہ تخفیف یا روزمرہ کی بول چال ہے۔ اگر بہ تشدید یا بھی استعمال کیا جائے تو جائز ہوگا جیسے ماہیت۔ خاصیت۔ کیفیت وغیرہ۔ یہ بہ تخفیف یا صحیح ہیں اور کبھی بہ تشدید یا بھی ان کا استعمال کیا جاتا ہے آپ کے فرمانے سے ایک شعر ملکیت کے متعلق موزوں کرکے لکھتا ہوں ؎

گھر خیالِ دلربا کا دل ہمارا ہو گیا
کسکی ملکیت مٹی قبضہ جاتے کسکا ہو گیا

تعلیم کرنا زیادہ تر پیٹی پڑھانے کے معنی میں بولتے ہیں اور اگر تعلیم دینے کے معنی میں بھی کہا جائے تو کہہ سکتے ہیں۔

مُقابہ۔ بضم اول ہے اور اردو سنگار دان کے معنی میں مستعمل ہے۔ رشک نے برمحل کہا ہے۔ گنبد دار پاندان کو مقابہ کہنا میرے خیال میں نہیں ہے اگر لکھنؤ میں بولتے ہیں تو اس کو بھی ضرور رکھنا چاہیے۔ آپ وہاں دریافت فرماسکتے ہیں۔

معرکتہ الآرا۔ وہ اہم مسئلہ جس پر بہت سی رائے زنی ہوئی ہو یا ہوسکتی ہے الف لام کے ساتھ صحیح ہے اور معرکہ آرا جس کے معنی صف آرا، ہنگامہ پرداز وغیرہ ہیں زبردست و پرزور کے محل پہ استعمال کیا جاتا ہے جیسے غزل معرکہ آرا کہی ہے۔

مقام بضم و بفتح اول دونوں طرح صحیح ہے اور ایک ہی معنی میں مستعمل ہے۔ ثقات زیادہ تر بالفتح بولتے ہیں

یکم اپریل ۱۳۲۹ھ — نیاز مند فصاحت جنگ جلیل

(۲)

بنام جناب حبیب الرحمٰن صاحب شروانی

جناب مکرم و محترم دام بالمجد والکرم — سلام مسنون نیاز مشحون

بحمد اللہ کہ آپ کی تشریف آوری کا مژدہ سمع افروز ہوا جس کے لیے بہت سے قلوب مشتاق اور چشم براہ تھے

اے آمدنت باعثِ آبادیِ ما

انشاء اللہ کسی وقت شرفِ ملاقات سے مشرف ہونے کی کوشش کروں گا۔ میں آپ کی دعا سے بفضلہٖ تعالیٰ مع الخیر ہوں۔ نزولِ ماء کی وجہ سے ایک آنکھ قدح کرانے کی ضرورت ہوئی تھی اس وقت سے ضعف میں ترقی اور رعشہ میں جو اضافہ ہوا وہ اب تک باقی ہے بہرحال اللہ سبحانہٗ کا شکر ہے۔

تحائف شرائف لطف فرمائے گئے ہیں وہ میری حیثیت سے زیادہ ہیں۔ ہمہ تن سپاس گزار ہوں ؎

از دستِ گدائے بینوا خاید ہیچ
جز آنکہ بصدق دل دعائے بکند

جانماز میں نورانیت کے ساتھ محبوبیت بھی خاص ہے جس کا احساس ذوق سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی ذوق میں دو شعر زبان پر آگئے ہیں جن کو لکھتا ہوں ؎

ایکہ قلب ذاکرت دائم بود اندر نماز
دل دعا گوید ترا در ہر نفس در ہر نماز
جا نمازے بسکہ نورانی ازاں بخشیدۂ
نوریاں باشند تا ہمدوش با من در نماز

۹۔ ذیقعد ۱۳۵۳ھ ہجری — نیازمند فصاحت جلیل کان اللہ لہٗ

(۳)

بنام جناب کرم پرور صاحب ایڈیٹر اخبار مشرق (گورکھپور)

جناب کرم و محترم دام مجدکم — سلام مسنون اخلاص مشحون

مدت کے بعد آپ کا نوازشنامہ پایا۔ آنکھوں سے لگایا۔ جواب دیتا ہوں مگر ڈرتا ہوں کہیں وقت نہ نکل گیا ہو اور پھر آپ اور بھی برہم ہو جائیں۔ خدا خدا کر کے سلسلۂ مراسلت کا آغاز ہوا ہے کہیں یہ بھی منقطع نہ ہو جائے۔ آپ کی تحریر دیکھ کر تمام اگلی باتیں یاد آئیں اور کیا کیا نقشے آنکھوں میں پھر گئے ہیں۔ ایسے عالم میں ہوں دنیا و مافیہا کی خبر نہیں۔ ضعیف ہوں، مریض ہوں، ضعف دماغ نے کسی کام کا نہیں رکھا پھر بھی کام سے فارغ نہیں ہوں۔ لطیف میاں[1] آپ کی مبارک باد پاکر بہت خوش ہوئے۔ سلام کہتے ہیں اور آپ کو یاد کرتے ہیں۔ اب آپ کے اخبار کا کیا رنگ ہے۔ دیکھنے کو آنکھیں ترس گئیں۔ باقی خیریت

۱۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء — نیازمند جلیل حسن جلیل کان اللہ لہٗ حیدر آباد

(۴)

بنام راجہ شمشیر بہادر سنگھ (اجے گڑھ۔ ریاست رتلام)

جناب کرم و معظم۔ تسلیم

نوازش نامہ آیا۔ منت پذیر ہوا۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ نے رسالہ تذکیر و تانیث کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اس پر ریویو لکھنے کی زحمت گوارا فرمائی ہے۔ اس کا جداگانہ شکریہ ادا کرتا ہوں۔

لفظ تمہد کے متعلق جو آپ نے لکھا ہے کہ یہ لفظ آرائے فوقانی کے ساتھ تمہت ہے اور مثنوی لذت عشق کے شعر تحریر فرمائے ہیں۔ میری رائے ہے نہ اصل اس کی تمہت ہے۔ کثرت استعمال سے زبانوں پر تمہد ہے۔ تمہت کی اصلیت کوئی خیال میں نہیں آتی۔ مثالیں کافی نہیں تاوقتیکہ قافیہ سے ثبوت نہ ہو۔ کتابت والے اپنی رائے سے کچھ کا کچھ لکھ دیا کرتے ہیں۔ تمہد کی مثال اس وقت میری نظر میں نہیں ہے۔ آجکل دوران سر میں مبتلا ہوں۔ انشاء اللہ مزید تحقیقات سے آپ کو مطلع کروں گا۔ آپ کی ناچاقی مزاج سے تشویش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اچھا رکھے۔ خیریت مزاج سے مطلع فرمائیے۔ زیادہ نیاز

جلیل حسن جلیل کان اللہ لہٗ

---

[1] لطیف احمد اختر مینائی فرزند حضرت امیر مینائی۔

(۵)

<u>بنام سید ریاض احمد صاحب ریاضؔ خیرآبادی</u>

مخدوم اخوان   سلام و نیاز

آپ کے عاطفت نامے میں عجیب محبوبیت ہے سواد خط کے اعتبار سے بھی اور الفاظ کے لحاظ سے بھی۔ اپنے خط کا جواب حسب دلخواہ پاکر بہت خوش اور شکرگزار ہوا۔

میرے دیوان کی چھپائی میں جو خوش مذاقی پیدا ہوگئی ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ ٹائٹل کی عبارت آپ نے درست کر دی ہے آپ کے دیوان کا شور اُٹھ اُٹھ کے رہ جاتا ہے۔ قاضی تلمذ حسین صاحب سے یہ معلوم ہوا کہ طبع کے لیے کوئی امر مانع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو قوت دے اور دیرگاہ سلامت رکھے۔ آپ ہی حضرات کا تصور ہم لوگوں کو خصوصاً مجھے سنبھالے ہوئے ہے۔

حضرت اخترؔ آج کل سفر میں ہیں۔ واپس آنے پر کچھ وہ بھی لکھیں گے۔   والسلام

۱۶ رجون ۱۹۲۰ء   نیازمند   جلیل کان اللہ لہٗ

(۶)

<u>بنام جناب سید ریاض احمد صاحب ریاضؔ خیرآبادی</u>

مکرم اخوان دام مجدکم   سلام مسنون نیاز مشحون

جناب قاضی تلمذ حسین صاحب دو بار ملے بہت لطف آیا۔ ان سے معلوم ہوا کہ موٹر کو آپ نے مذکر باندھا ہے اور یہ مصرع کہا ہے

موٹر اتنے فٹن اتنے کہ نہ ہو جن کا شمار

دکن میں علی العموم مونث بولتے ہیں اور ہماری زبان پر بھی مونث ہی ہے اگر ہندوستان میں مذکر قرار پاگیا ہے تو براہ کرم اس سے مطلع کیجئے۔ قرینہ تو مونث ہی کا ہے کیونکہ تمام گاڑیاں مونث بولی جاتی ہیں حتیٰ کہ ریل بھی۔ اور فٹن کو مذکر کہنا بھی ہماری زبان کے خلاف ہے۔ بہرکیف جمہور کا جو استعمال ہو اس سے آگاہ و مستفیض فرمایئے۔ ممنون ہوں گا۔

باقی یہاں بہمہ وجوہ خیریت ہے۔ اُمید ہے کہ آپ بھی مع الخیر والعافیہ ہوں گے۔ حضرت اخترؔ مینائی بہت بہت سلام کہتے ہیں۔ قاضی صاحب نے مثنوی شریف کے متعلق عظیم الشان کام کیا ہے ہزار آفریں ان کی ہمت اور قوت پر۔ یہ کتاب چھپ جائے گی تو ایک چیز ہوگی۔   والسلام

۱۲ رستمبر ۱۳۳۵ف   نیازمند   جلیل کان اللہ لہٗ

(۷)

<u>بنام جناب مرزا محمد عسکری صاحب لکھنوی</u>

حیدرآباد دکن۔   جناب کرمی و محترمی۔   تسلیم و نیاز

آپ کے سوالات مطبوعہ پہنچے۔ ان کے جوابات اپنے خیال کے موافق میں نے لکھوائے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔ آئندہ جو لکھا

کی رائے ہو۔

سوالات	جوابات
۱- (داد کے محل پر) کس بانکے رنگ میں شعر کو ڈوب دیا ہے	۱- یہ فقرہ دُرست نہیں
۲- (داد کے محل پر) ایسا زہریلا شعر پڑھ چکا تھا	۲- یہ فقرہ تعریفی نہیں ہے اگر کوئی فساد انگیز شعر ہو تو اس کی نسبت زہریلا کہہ سکتے ہیں
۳- (داد کے محل پر) اس شعر نے بھی مشاعرہ میں دھوئیں پارکر دیئے	۳- دھوئیں پارکر دیئے کوئی محاورہ نہیں ہے
۴- اس مطلع کی منزل اور مطلعوں سے بہت دور تھی۔	۴- یہ فقرہ بھی اردو کے استعمال میں نہیں ہے
۵- (بیان واقعہ) ہر شخص کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا آئیں	۵- یہ فقرہ درست نہیں۔ صحیح یوں ہے۔ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔
۶- (تعریف شعر) واقعی جس زور بل پر آپ نے مطلع کہا ہے۔	۶- یہ فقرہ تعریفی نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر کسی دوسرے کی مدد کی طرف اشارہ ہو تو دوسری بات ہے۔
۷- (تعریف شعر) مقطع نے بھی خوب رنگ لیا	۷- رنگ لیا۔ کچھ نہیں۔ رنگ پیدا کیا۔ رنگ جمایا کہتے ہیں۔
۸- (تعریفِ شعر) آمد ہے زور ہے کہ توبہ	۸- توبہ کا یہ محل نہیں ہے۔
۹- قیامت کا تغزل ہے۔ کیا تیور ہے	۹- کیا تیور ہیں زبان ہے اور اس طرح بولتے ہیں کہ اس شعر کے کیا تیور ہیں۔
۱۰- (بیان واقعہ) بھرم کی تعریف زیادہ کی گئی بہ نسبت اصل شعر کے	۱۰- بھرم کی تعریف کا استعمال نہیں ہے۔
۱۱- (بیان واقعہ) مقطع پر بھی مشاعرہ خود رفتہ ہوا۔	۱۱- فقرہ درست ہے۔ صرف خود رفتہ میں بحث ہے۔ یعنی صحیح از خود رفتہ ہے لیکن

اردو داں خود رفتہ بھی استعمال کرتے
ہیں مثلاً ؎

یار خود رفتہ ہے شکوہ ہے فراموش مجھے
گوش گر اس کو ملے ہیں لب خاموش مجھے

۱۲ ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ ۔ نیاز مند فصاحت جنگ جلیل۔

(۸)

بنام محمد یوسف صاحب نفیس بنگلوری

حیدرآباد دکن

دل نواز —— سلام مسنون

غزلیں دیکھ کر بھیجتا ہوں اور آپ کے مندرجۂ ذیل استفسارات کے جواب بھی۔

استفسار	جواب
۱۔ سنا چاہیے بمعنی سنانا چاہیے درست ہے یا نہیں جیسے مرا حال شہ کو سنا چاہیے	۱۔ سنا چاہیے سننا چاہیے کے معنی میں آتا ہے۔ سنانا کا موقع نہیں ہے۔
۲۔ تھی ایک بات تو یہ بھی مجھے جلانے کی یہاں مرے کا محل ہے یا مجھے کا	۲۔ میرے جلانے کی کہنا چاہیے
۳۔ عدد معدود میں مطابقت شرط ہے یا نہیں مثلاً ع دو دلوں میں پھوٹ کیونکر پڑ گئی	۳۔ دونوں صحیح ہیں۔
۴۔ اردو شاعری کے لیے کتنے زحافات درکار ہیں۔	۴۔ یہ سوال سمجھ میں نہیں آتا۔

۲۶ شہریور ۱۳۳۶ ف ۔ نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۹)

بنام مولوی محمد یوسف صاحب نفیس بنگلوری

سوالات	جوابات
۱۔ کر اور کے فعل معطوف کا محل استعمال کیا ہے اور دونوں میں فصیح کون ہے اور اشعار ذیل میں جہاں کر استعمال ہو سکتا تھا کے کیوں	۱۔ خوش ہو رہے ہیں دل سے وہ ناوک نکال کے میں کے ردیف کی وجہ سے لایا گیا جلیل آنکھوں کے پیمانے چھلک جاتے ہیں بھر بھر کے

استعمال کیا گیا۔

ع خورشید ہو رہے ہیں دل سے وہ ناوک نکال کے

ع جلیل آنکھوں کے پیمانے چھلک جاتے ہیں بھر بھر کے

۲۔ اردو الفاظ میں حروف علت کا سقوط تو نظم میں جائز ہے لیکن مستثنیٰ الفاظ کون سے ہیں۔

۳۔ کے اور پر کے بعد الف وصل آئے تو الف وصل کو گرا کر اور پر استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں اور فصیح کونسی صورت ہے پہلی یا دوسری

مشکل سے لا سکے کوئی تاب جمال یار
گیسو بھی رخ پہ آ کے پریشان ہو گئے

اے تیغ ناز چل بھی جو گزر رہی گزر گئی
اب پانی لے کے آئی ہے جب پیاس مر گئی

۴۔ تو اور جو (حروف شرط و جزا) ہیں اشباع دو چاہیے یا نہیں۔

۵۔ ہوئے اور ہوی کا املا ایک یا کے ساتھ ہے یا دو کے۔ ان پر ہمزہ لکھنا چاہیے یا نہیں۔

۶۔ آئے۔ جائے۔ لائے میں دو یا محسوب ہوں یا ایک یا اور ان کا تلفظ بروزن فاع ہو یا فعلن

۷۔ قامت اور بہشت تذکیر و تانیث میں مختلف فیہ ہیں لیکن مذکر کو ترجیح ہے یا مونث کو

یکم ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ

میں بھر بھر کر غیر فصیح ہے۔ اس لیے بھر بھر کے کہا گیا ہے۔

۲۔ کیا اور دیا اور دی وغیرہ جو افعال متصرفہ ہیں۔ ان میں حرف علت کا گرنا معیوب ہے۔

۳۔ دونوں صورتیں مساوی ہیں، لیکن کر غیر فصیح ہے اور ہمیشہ کے لو کر یہ باعتبار فصاحت ترجیح ہے۔

۴۔ اشباع نہ ہو تو بہتر ہے اور ہو تو غلط نہیں۔

۵۔ یہ مختلف فیہ ہے اور دونوں طرح جائز ہے۔ میرے نزدیک ایک یا کو ترجیح ہے ہمزہ لکھیں یا نہ لکھیں اختیار ہے کیونکہ ہمزہ عدد میں محسوب نہیں ہوتا۔

۶۔ اگر پورے پورے لفظ میں اشباع کے ساتھ آئے تو دو یا محسوب ہونا لازمی ہے بروزن فعلن ورنہ ایک یا بروزن فاع۔

۷۔ دونوں صورتیں درست ہیں۔ ترجیح مذکر کو ہے۔

نیاز مند، جلیل کان اللہ لہٗ

(۱۰)

بنام ایڈیٹر صاحب، رسالہ کاروان لاہور

جناب کرمی و محترمی - تسلیم و نیاز

سالنامہ کاروان میں میرے نام سے جو غزل چھپی ہے اور جس کی زمین بازآیا - انداز آیا ہے، وہ غزل میری نہیں ہے اور نہ مجھ کو خبر ہے کہ کس نے آپ کے پاس بھیجی ہے - میں آپ سے مستدعی ہوں کہ براہِ کرم وہ اصل تحریر جس کے ذریعہ سے فرضی غزل آپ تک پہنچی میرے نام ارسال فرمائیے - میں نہایت ممنون ہوں گا۔ اور مہربانی فرماکے اپنے رسالہ میں میری اس تحریر کا اقتباس بھی شائع فرما دیجئے جس سے پبلک پر واضح ہو جائے کہ میرے نام سے غزل چھپوانے میں فریب سے کام لیا گیا ہے اور جس رسالہ میں یہ اقتباس شائع فرمایا جائے اس کی ایک کاپی بذریعہ ویلیو مجھے مرحمت ہو باعثِ منت پذیری ہوگا۔

والسلام

نیاز مند فصاحت جنگ جلیل

۶ را پریل ۱۹۳۴ء

بنام دل شاہجہانپوری

(۱۱)

محبی و شفیقی - تسلیم

نامہائے عنایت صادر ہو کر باعث منت پذیری ہوئے آج نمداخمد ارکے آپ کی غزل ملاحظہ سے گزری جسے ہمراہ رقیمۂ نیاز بھیجتا ہوں آپ شاگرد ایسے شخص کے ہوئے جو تمام عالم کا استاد ہے پھر کیوں کر اصلاح میں تاخیر نہ ہو۔

اصلاح طلب غلام کے لیتے کے بینے بھرے پڑے ہیں میری جانب سے آپ کے تعمیل ارشاد میں مطلق تساہل نہیں ہوتا اور نہ کبھی ہوگا دوسری غزل بعد کو روانہ کی جائے گی ابھی اس کا وقت بھی دور ہے آپ کی تاریخ داخل دیوان ہوگئی چار مصرع رکھے گئے ہیں:

میرے استاد کا پہلا دیوان — تھا بلاغت کے چمن کا گل تر
اس کی تاریخ یہ لکھ دو اے دلؔ — اب فصاحت کا چھپا ہے دفتر

اور سرخی یہ ہے محمد ضمیر حسن خاں دلؔ شاہجہاں پوری

شاگرد کی اضافت کسی کے نام کے ساتھ نہیں رکھی گئی چار مصرعوں سے زیادہ کا کوئی قطعہ تاریخ نہیں ہے، سوا داغ کے

صدہا تاریخیں آئی تھیں، مگر چن کر انتخاب لاانتخاب چند تاریخیں لکھی گئیں باقی حضرت نے واپس کر دیں۔

حضرت قبلہ کعبہ آپ کو بہت بہت دعا کہتے ہیں اور سب سلام رساں ہیں۔

جلیل حسن رام پور ۳ مارچ ۱۹۳۶ء

خط نمبر ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، دل شاہجہانپوری کے نام ہیں۔

(۱۲)

دلنواز کرم. تسلیم، دیوان کے اشتہارات آپ کو بھیجے گئے ہیں حتی الامکان اس کی اشاعت وشہرت و تشویق و ترغیب میں کوشش کیجئے امید ہے کہ آخر ماہ رمضان المبارک تک چھپ کر آگرہ سے دیوان آجائے گا۔

آپ کی تاریخ جو آئی ہے بہت اچھی ہے صرف اتنا ہی خیال ہے کہ تاریخ تیرہ سو بارہ کی ہے اور دیوان تیرہ سو تیرہ میں چھپ رہا ہے اگر ترتیب دیوان کی تاریخ سمجی جائے تو ترتیب کا وہ سنہ ہے جو دیوان کے نام سے نکلتا ہے۔

جناب قبلہ و کعبہ بہت بہت دعا کہتے ہیں اپنے ماموں صاحب مخدومی و مکرمی کی خدمت میں تسلیم کہیے۔

جلیل حسن رامپور ۴ فروری

(۱۳)

رام پور دفتر امیر اللغات ۵ ستمبر ۹۸ء

دلنواز، تسلیم- کارڈ آیا ممنون کیا تذکرہ میں جو مضامین مطلوب ہیں وہ یہ ہیں:

نام تخلص باپ کا نام عمر وطن اگر کوئی شرف خاندانی ہو تو دو ایک جملوں میں اس کا اظہار زمانہ شاگردی تصانیف کا ذکر استعداد علم عہدہ بس یہی باتیں اختصار کے ساتھ لکھی جائیں گی۔

کلام منتخب و مختصر بقدر ایک متوسط غزل کے یا ایک منتخب غزل اور زیادہ کی گنجائش نہیں ہے آپ کو جو کچھ بھیجنا ہے جلد بھیجئے، شاہجہاں پور میں جو جو صاحب قبلہ و کعبہ کے شاگرد ہوں ان سے بھی حال و کلام بھجوا لیجیے۔ قبلہ و کعبہ کی طرف سے دعائیں۔

جلیل حسن

(۱۴)

حیدر آباد دکن حویلی قدیم ۱۹ اگست سنہ ء

دلنوازا! سلام مسنون- نوازش نامے کا شکریہ آپ کو میرا دیوان پسند آیا میں خوش ہوا آپ کی محبت کا شکرگزار ہوں سندیلے کے مشاعرے میں آپ کا پھولنا پھلنا بہت ہی مسرت کا باعث ہوا اللہ تعالےٰ ہمیشہ سرسبز و سرخرو رکھے جناب بیباک بھی بہت خوش فکر ہیں- ایک نادر غزل ان کی میں نے گلدستہ میں دیکھی تھی-

مدجسر کرتے" میں چند شعر آپ کے دیکھے، دل سے آفریں نکلی- ہر شعر انتخاب ہے بارک اللہ- جمعیت خاطر والا شعر اچھا خاصا ہے کوئی نقص نہیں معلوم ہوا والسلام- نورچشم صدیق احمد تسلیم گزار ہیں-

جلیل حسن جلیل، کان اللہ لہٗ

(۱۵)

جناب کرم و محترم تسلیم و نیاز

نامۂ دلنواز پہنچا شکر گزار ہوں- دیوان "نغمۂ دل" بیشک آیا ہے لیکن اس کی رسید نہ لکھنا تعجب ہے ممکن ہے

میں نے لکھی ہو اور آپ تک نہ پہنچی ہو کوئی شک نہیں کہ مجھے اس زمانے میں بوجہ کار سرکار بے حد مصروفی رہی اور اب بھی ہے اس وقت صرف شکریۂ دیوان پر اکتفا کرتا ہوں دو چار روز کے بعد انشاء اللہ اس ہدیۂ گراں بہا کو دیکھوں گا اور پھر آپ کی خدمت میں نیاز نامہ لکھوں گا۔ باقی خیریت والسلام۔

۱۲ اکتوبر ۱۹۳۶ء نیاز مند فصاحت جنگ جلیل، کان اللہ لہٗ

(۱۶)

<u>بنام مولوی حامد علی صاحب صدر شعبۂ اردو انڈین پریس</u>

جناب مکرمی دام الطافکم - تسلیم و نیاز

گرامی نامہ پہنچا۔ یاد آوری کا شکریہ۔ بیشک آپ سے وطن میں ملاقات ہوئی تھی۔ آپ کا خط دیکھ کر آپ کے اخلاق کی تصویر آنکھوں میں پھر گئی۔ اللہ تعالےٰ پھر آپ سے ملائے۔ آپ کے استفسارات کا جواب یہ ہے۔

۱۔ ہندوستان واؤ کے ساتھ لکھتے اور بولتے ہیں۔ اردو کا استعمال یونہی ہے۔ روزمرہ استعمال بھی یہی ہے مگر فارسی میں بغیر واؤ کے بھی آیا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی ہندستان کہے یا لکھے تو غلط نہ ہوگا۔

۲۔ سہ ماہی رسالہ کہنا بہتر اور صحیح ہے اور میری زبان پر بھی یہی ہے۔ تماہی میں نہیں کہتا۔ والسلام

۱۱۔ رجب ۱۳۵۶ھ نیاز مند فصاحت جنگ جلیل کان اللہ

(۱۷)

<u>بنام محمد یوسف صاحب نفیس بنگلوری</u>

دل نوازا۔ سلام مسنون۔

غزلیں دیکھ کر بھیجتا ہوں اور آپ کے مندرجہ ذیل استفسارات کے جواب بھی

استفسار	جواب
۱۔ سُنا چاہیے بھی سُنانا چاہیے درست ہے یا نہیں جیسے مرا حال سب کو سنا چاہیے	۱۔ سُنا چاہیے سنانا چاہیے کے معنی میں آتا ہے سنانا کا موقع نہیں ہے۔
۲۔ ع تھی ایک بات تو یہ بھی مجھے جلانے کی یہاں مرے کا محل ہے یا مجھے کا	۲۔ میرے جلانے کی کہنا چاہیے۔
۳۔ عدد و معدود میں مطابقت شرط ہے یا نہیں مثلاً ع دو دلوں میں پھوٹ کیوں کر پڑ گئی۔	۳۔ دونوں صحیح ہیں۔
۴۔ اردو شاعری کے پہلے کتنے رجحانات درکار ہیں	۴۔ یہ سوال سمجھ میں نہیں آتا۔

۲۶ شہریور ۱۳۳۳ ف — نیازمند جلیل کان اللہ لہٗ

(۱۸)

دلنوازا - سلام مسنون :

نوازش نامہ پہنچا۔ آپ کے استفسارات کے جواب مندرجہ ذیل ہیں :

سوالات	جوابات
۱۔ مصرع تاریخ نہ عبدالعلی باشباع کسرہ دال بروزن مستفعلن استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں جیسے خلد میں ہیں مولوی عبدعلی بروزن - فاعلاتن - فاعلاتن - فاعلن	۱۔ عبدعلی اشباع کسرہ کے ساتھ درست ہے ۔
۲۔ دس، بس کا قافیہ ہنس پھنس کے ساتھ جائز ہے یا نہیں۔ نون غنہ حرف قید میں شامل ہے یا نہیں۔	۲۔ دس اور بس میں سین حرف روی ہے اور اس کے ماقبل حرف مفتوح کی قید ہے۔ نون غنہ حرف قید میں شامل نہیں۔ دس، بس کے ساتھ ہنس پھنس کا قافیہ جائز ہے ۔
۳۔ پیاسی - اداسی کا قافیہ رہانسی پھانسی کے ساتھ جائز ہے یا نہیں۔ نون غنہ حرف زائد یا ردی مضاعف میں شامل ہے یا نہیں ۔ جناب آرزو لکھنوی نے ان قافیوں کو ایک سلام میں استعمال کیا ہے - آرزو بعد احمد مردہ ہو کر حق شناسی رہ گئی چل بسی اسلام کی رونق اداسی رہ گئی دیگر بنت سرور اور طمانچے ہائے رے لاوارثی بس نہ کوئی چل سکا ہو کر روہانسی رہ گئی	۳۔ جائز نہیں - کیونکہ یہاں سین حرف روی ہے اور اس کے پہلے الف کی قید ہے اگر کسی نے اداسی اور رھانسی کا قافیہ کہا ہے تو میرے نزدیک قاعدے کے خلاف ہے ۔
۴۔ عربی ترکیب میں الف وصل کا سقوط جائز ہے یا نہیں مثلاً ع اوج لکھنوی - کہ جس کے ذکر بالاجمال کی ہے یہ تفصیل بلجمال پڑھا جاتا ہے ۔	۴۔ عربی ترکیب میں بھی الف وصل کا گرنا جائز ہے جیسے امثلہ مرقومہ سے ظاہر ہے ۔

شمشاد لکھنوی۔ سو میں از ربیع الاول بود

ربیع اوّل پڑھا جاتا ہے۔

لا علم۔ بالآخر وہ دشمن ہوا ہے

بالاخر پڑھا جاتا ہے

لا علم سحر کیا الاماں چشم فسوں ساز میں ہے

الاماں پڑھا جاتا ہے۔ بروزن

فاعلاتن۔ فعلاتن فعلاتن۔ فعلن

۵۔ ع رد ح سبحان علی خامۂ ب ستہ

اس مصرع میں سبحان علی میں نون کا اعلان چاہیے یا اضافت۔ چونکہ سبحان علی علم ہے اور باعتبار تسمیہ یہ نام باعلان نون ہے اور علم کو بعینہٖ ہر زبان میں لا سکتے ہیں۔ لہٰذا رُوح سبحان علی میں نون کا اعلان جائز ہے یا نہیں؟

۵۔ نون کو اضافت دینا یعنی سبحانِ علی کہنا اچھا ہے۔

۶۔ مصرع تاریخ میں ہائے مختفی کو الف کے قافیوں کے ساتھ الف سے لکھنا جائز ہے۔ یا نہیں۔

۶۔ مادۂ تاریخ میں یہ تصرف جائز نہیں باقی بغیر مادّے کے عام قوافی میں الف سے لکھنا جائز اور کثرت کے ساتھ مروج ہے۔

نیاز مند فصاحت جنگ جلیل عفا اللہ لہٗ

(۱۹)

بنام صفدر علی صاحب صفدرؔ مرزا پوری

وفا پرور محبی صفدر سلمہ اللہ اکبر۔ سلام مسنون

میں ہمراہی وزارت پناہ دیر تک شہر سے باہر رہا۔ اس وقت دو محبت نامے آپ کے پیش نظر ہیں اور ایک کارڈ بھی۔ کارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ نصیبِ دشمناں آپ علیل ہیں۔ کیا مرض ہے؟ اور اب کیا کیفیت ہے؟ لکھئے طبیعت کو کیا نقص ہے۔

اس مصرع پر کہ فخرِ ہندوستان ہے گویا

اعتراض صحیح ہے۔ ہندوستان میں نون کا اعلان نہ چاہیے اس لیے کہ اس کے ساتھ اضافت فارسی کی آگئی ہے یعنی فخرِ ہندستان۔ اسی طرح وادِ عطف کے آجانے سے بھی اعلان نون ناجائز ہو جاتا ہے۔

اشاعتِ گلدستہ کے متعلق آپ کی دلسوزی اور رائے قابل شکر گزاری ہے اس باب میں انشاء اللہ متعاقب لکھوں گا،

سرپرست جن معنوں میں استعمال ہوتا ہے انہیں کو صحیح سمجھنا چاہیے۔ استعمال کا سکہ ایسا رواں ہے کہ اس کو کوئی لغت نہیں روک سکتا۔ سرپرست کو مربی ہی کے معنی میں استعمال کرنا چاہیے۔ جناب اختر سلام کہتے ہیں۔

۹۔ رمضان المبارک [illegible] — جلیل حسن جلیل کان اللہ لہٗ

(۲۰)

بنام قاضی ظہور الدین صاحب ظہیر (کانپور)

جناب مخدوم و محترم دام مجدکم۔ سلام مسنون نیاز مشحون۔

گرامی نامہ وصول ہوا۔ آپ کا استفسار یہ ہے کہ:

پہ پر کا مخفف۔ اس کا صحیح تلفظ کیا ہے اور کیا گر کے معنی میں پہ کہہ سکتے ہیں؟

پر (ظرف کی علامت) کی جگہ پہ کا استعمال بول چال میں تو نہیں ہے لیکن شعر میں بے تکلف کہا جاتا ہے اور جائز ہے مثلاً

امیر مینائی — ان شوخ حسینوں پہ جو مائل نہیں ہوتا — کچھ اور بلا ہوتی ہے وہ دل نہیں ہوتا

غالب — اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا — لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

پہ لیکن کے معنی میں بول چال میں نہیں آتا مگر شاعری میں مستعمل ہے۔ مثلاً:

امیر — تم کو تو میں کہتا نہیں کچھ حضرت ناصح — پر جس کو ہو یک ایسی وہ عاقل نہیں ہوتا

غالب — جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد — پر طبیعت ادھر نہیں آتی

اس پر کی جگہ پہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ قدما کے کلام میں اگرچہ پایا جاتا ہے لیکن اب قطعاً متروک ہے۔ جو لوگ پہ کو زیر کے ساتھ کہتے ہیں زبان کے بالکل خلاف ہے۔ والسلام۔

خاکسار فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ

(۲۱)

بنام محمد امین صاحب شیدا مانکپوری برادرزادۂ حضرت جلیل

عزیز القدر والا شان سلمکم اللہ تعالیٰ

سلام و دعا کے بعد واضح ہو کہ تم نے دریافت کیا ہے کہ مصادر کے ساتھ چاہیے کا استعمال جیسے دیکھنا چاہیے سننا چاہیے وغیرہ ہے کیا اسی طرح افعال کے ساتھ بھی چاہیے لا سکتے ہیں؟

چاہیے کا استعمال مصادر کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور افعال کے ساتھ بھی جیسے

اختر — دل کسی بے درد قاتل سے لگانا چاہیے — زندگی میں لطف مرنے کا اٹھانا چاہیے

تسلیم — سر کو اس کا آستانا چاہیے — چل کے قسمت آزمانا چاہیے

امیر مینائی — ہزاروں قتل گہ میں آرزو مند شہادت ہیں

تمہاری تیغ دیکھا چاہیے کس پر برستی ہے

۱۰۔ رجب ۱۳۳۶ھ — جلیل کان اللہ۔

(۲۲)

عزیز القدر، والا شان سلکم اللہ تعالیٰ۔

سلام و دعا کے بعد واضح ہو کہ خط پہنچا۔ تم نے دریافت کیا ہے کہ:

ماضی تمنائی لکھنا۔ پڑھنا۔ اٹھنا۔ بیٹھنا وغیرہ کی جگہ بعض بزرگ لکھتا تھا۔ پڑھتا تھا۔ اٹھتا تھا۔ بیٹھتا تھا بول جاتے ہیں مثلاً میں اگر سنتا تھا تو آتا تھا۔ میں یہ جانتا تھا تو ایسا کیوں کرتا تھا وغیرہ۔ ایسا کہنا درست ہو سکتا ہے؟

ماضی تمنائی میں ایک تھا زیادہ کرنا ہرگز درست نہیں۔ یہ زبان صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یوں ہے میں اگر سنتا تو آتا۔ میں یہ جانتا تو ایسا کیوں کرتا۔

امیر — ہمیں بوسہ بُتِ دلخواہ دیتا — اگر کچھ استعارہ راہ دیتا

۱۷۔ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ — جلیل کان اللہ لہٗ

(۲۳)

بنام سید تراب علی صاحب جمیل حیدر آباد

دل نوازا۔ سلام مسنون

آپ کا استفسار ہے کہ قریب کے واسطے یہاں اور بعید کے واسطے وہاں کا جو استعمال ہے کیا اس کا مخفف یاں اور واں بھی کہہ سکتے ہیں؟

یاں اور واں کا استعمال بول چال میں تو نہیں مگر شعر میں کثرت مستعمل ہے۔

ذوقؔ — یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں — واں ایک خامشی ترے سب کے جواب میں

۲۴۔ شعبان المعظم ۱۳۳۲ھ — نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۲۴)

دلنوازا۔ سلام مسنون

نوازش نامہ آیا۔ آپ کا استفسار ہے کہ:۔

بعض لوگ یہاں کی جگہ یاں کہتے ہیں جیسے ہمارے ہاں یہ دستور نہیں۔ کیا یہ درست ہے؟

ہمارے ہاں کہنا درست نہیں ہے ہمارے یہاں کہنا چاہیے۔ باقی خیریت ہے۔

۲۹۔ رجب ۱۳۳۳ھ — والسلام

نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۲۵)

بنام مولوی مظہر علی صاحب حیدرآباد

کرمی ۔ سلام مسنون

نوازش نامہ پہنچا۔ آپ نے لکھا ہے کہ بعض لوگ نہ کی جگہ نہیں کہہ جاتے ہیں مثلاً

ظہیر دہلوی ؎ شب کو بزم غیر میں گر مے کشی ہوتی نہیں ـــ خشک لب ہوتے نہیں چھلی مسی ہوتی نہیں

غالب اڑنے کو کہاں جاتے ترے خانہ خراب ـــ پھوڑنے کو سر اگر تیری ہی گلی ہوتی نہیں

کیا ایسا کہنا درست ہے؟

جملہ شرطیہ میں نہیں کہنا درست نہیں ہے۔ نہ کہنا چاہیے یعنی اگر شب کو مے کشی نہ ہوتی تو لب خشک اور چھلی سی نہ ہوتی۔ دوسرا جملہ یوں ہے۔ اگر سر پھوڑنے کو تیری گلی نہ ہوتی تو تیرے خانہ خراب سر پھوڑنے کہاں جاتے۔

شفق عمادپوری ؎ کاش اتنی مرے نالوں میں رسائی ہوتی ـــ نیند اپنی بھی پہلوئے دشمن میں نہ آئی ہوتی

شیفتہ انوری ؎ آنکھ اس نے جو کبھی ہم سے لڑائی ہوتی ـــ کوئی جھگڑا کبھی ہوتا نہ لڑائی ہوتی

بعض لوگ نہ کو شعر میں نے کہتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ یہ متروک ہے۔ ـــ والسلام

۲۵۔ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ ـــ نیاز مند جلیل کان اللہ لہ

(۲۶)

کرمی ۔ سلام مسنون ۔

نوازش نامہ وصول ہوا۔ آپ کی علالت سے بہت تردد تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ طبیعت رو بصحت ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ ضعف بھی رفتہ رفتہ دور ہو جائے گا۔

ہوگیا اور ہوچکا میں فرق یہ ہے کہ ہوگیا ہوجانا کا ماضی مطلق ہوا کے معنی میں آتا ہے ؎

تسلیم ؎ وصل کی شب یوں کیا اس بت کو تم نے حجاب ـــ ایک بات ایسی کہی جامے سے باہر ہوگیا

ہوکر گیا یعنی ادھر سے گزرا کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ مثلاً ناسخ

کیا ہی خوشبو ہے وہ گل جو باغ میں کل ہوگیا ـــ جس شجر کے پاس سے گزرا وہ صندل ہوگیا

ہوچکا ہو نہیں سکتا کے معنی میں آتا ہے مثلاً

بحر ؎ ایفائے وعدہ آپ سے لے یار ہوچکا ـــ اس کا تو امتحان کئی بار ہوگیا

ہوگیا ہے معنی میں بھی آتا ہے۔ مثلاً

امیر مینائی ؎ ہم سے بگڑ کے غیر کا تو یار ہوچکا ـــ ہونا جو تھا وہ اے بت عیار ہوچکا

۱۰ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ ـــ نیاز مند جلیل کان اللہ لہ

(۲۷)

بنام مسعود حسن صاحب مسعود پرتاب گڑھ برادرزادہ حضرت جلیل

عزیز القدر والا شان سلمکم اللہ تعالیٰ

سلام و دعا کے بعد واضح ہو کہ تمہاری غزل بعد اصلاح بھیجی جاتی ہے۔ تمہارا استفسار ہے کہ سفارش صحیح ہے یا سپارش

اردو بول چال میں سفارش صحیح ہے اور فصحا اسی کو استعمال کرتے ہیں جیسے

نو آتش ؎ نہ آیا حال دل پر رحم اُن کو — سفارش چشم گریاں نے بہت کی

فارسی میں سفارش اور سپارش دونوں ہیں جیسے پیل فیل۔ سفید و سپید وغیرہ لیکن اردو والوں نے سفارش کو فصیح سمجھ کر اختیار

کیا ہے اور سپارش کو نہیں لیا۔ اب اگر کوئی سپارش کو استعمال کرے تو جمہور کے خلاف ہوگا۔

جلیل کان اللہ لہٗ

۱۵۔ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ

(۲۸)

بنام مولوی حفیظ الدین صاحب عنبر (حیدر آباد)

مکرمی و محترمی — سلام مسنون

غزل بعد اصلاح بھیجتا ہوں۔ عرصہ سے آپ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ کسی روز تکلیف فرمائیے گا۔

آپ کا استفسار یہ ہے کہ:

لیا کا لفظ ہر فعل کے ساتھ مل کر آیا کرتا ہے جیسے سن لیا۔ چن لیا۔ دیکھ لیا وغیرہ۔ کیا اسی طرح لانا فعل میں بھی لیا کا استعمال

درست ہے۔

لانا کے فعل کے ساتھ لیا کی شرکت خلاف زبان ہے۔ یعنی اگر کوئی لا لیا کہے تو یہ درست نہ ہوگا۔ والسلام

نیاز مند۔ جلیل کان اللہ لہٗ

۱۶۔ رجب ۱۳۴۱ھ

(۲۹)

مکرمی — سلام مسنون

بیہوش کے متعلق آپ نے دریافت فرمایا ہے کہ واحد کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے یا جمع کے ساتھ۔

ہوش کا استعمال علی العموم جمع کے ساتھ ہوتا ہے۔ مثلاً

میر ؎ یہ دل اُدھر کا رُخ نہ کیا وصل یار میں — پریوں سے شوخ اڑ کے مرے ہوش ہو گئے

درد ؎ آمد ہوئی جوان کی خبر آکے غش نے دی — قربان تجھ سے پہلے مرے ہوش ہو گئے

لیکن آیا کے ساتھ جب ہوش کا استعمال ہوتا ہے تو واحد ہے۔ مثلاً

الاعلم ؎ تو جو لینے خبر نہیں آتا — ہوش دو دو پہر نہیں آتا

تسلیم ساقیا لطف ہے مستی کا تری محفل میں ہوش ایسے میں جو آیا تو قیامت ہو گی

۲ ربیع الاوّل ۱۳۴۳ھ والسلام نیاز مند جلیلؔ کان اللہ لہٗ

(۳۰)

دلنواز! سلام مسنون

مشاعرے کی غزل بعد اصلاح اس کے ساتھ ملفوف ہے۔ آپ کا استفسار ہے کہ میں نے عرض کیا صحیح ہے یا میں نے عرض کی۔

عرض فی نفسہٖ مؤنث ہے۔ جیسے میری عرض ہے۔ ایک عرض بھی قبول نہ ہوئی وغیرہ

سرورؔ تھک گئے آپ سے کہتے کہتے ایک بھی عرض پذیرا نہ ہوئی

لیکن عرض کرنا (کہنا) کے معنی میں مذکر ہے۔ مثلاً

تسلیمؔ آپ کی بات تو ہے نقش نگینِ دل پر میں نے کیا عرض کیا تھا مجھے کچھ یاد نہیں

لہٰذا میں نے عرض کیا صحیح ہے اور میں نے عرض کی غلط۔ والسلام

۶۔ صفر ۱۳۴۴ھ نیاز مند جلیلؔ کان اللہ لہٗ

(۳۱)

کرمی۔ سلام مسنون

امر مستفسرہ کا جواب درجِ ذیل ہے:

سوال: نذر کرنا کے ساتھ نذر کا استعمال تذکیر کے ساتھ ہے یا تانیث کے ساتھ۔

جواب: نذر فی نفسہٖ مؤنث ہے جیسے نذر گزرانی گئی۔ نذر قبول ہوئی۔ اور نیاز کے معنی میں نذر مؤنث ہے۔ جیسے نذر مانی گئی۔ آج پیرانِ پیر کی نذر ہے۔ لیکن پیش کرنے اور دینے کے معنی میں اس کا استعمال تذکیر کے ساتھ ہوتا ہے جیسے یہ مال آپ کے نذر ہے۔

تسلیمؔ۔ زہد و تقویٰ نے آتے ہی فصلِ بہار کر دیا سب نذر میں نے جام کے

اسی طرح اس کا لازم بھی مستعمل ہے، جیسے سارا علاقہ قسمت کے نذر ہو گیا۔

غالب نے اس شعر میں

غالبؔ گر اس سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں حج کا ثواب نذر کروں گا حضور کی

نذر کو پیش کرنے کے معنی میں جو مؤنث کہا ہے زبان کے خلاف ہے۔

والسلام

۱۰۔ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ۔ نیاز مند جلیلؔ کان اللہ لہٗ

(۴۲)

بنام مولوی میر مظہر علی صاحب نور (حیدر آباد)

جناب کرمی۔ سلام مسنون

آپ کا خط دیکھ کر خوشی ہوئی۔ آپ کا استفسار یہ ہے کہ

بعض کتب قواعد میں بتایا گیا ہے کہ امر پر ندامت لگانے سے نہی ہو جاتا ہے اور مثالاً صیغہ واحد ذکر غائب و صیغہ واحد مؤنث غائب ہیں۔ وہ نہ آئے۔ وہ مت آئے لکھا ہے کیا یہ صحیح ہے۔

اوّل تو لفظ مت متروک ہے۔ اس کا بولنا جائز ہی نہیں۔ دوسرے جب اس کا استعمال ہوتا تھا تو صرف امر حاضر پر مت لگا کر نہی بنا لیا جاتا تھا۔

میر سبب تغیر حال پر مت جا اتفاقات ہیں زمانے کے

امر غائب کے لیے مت کا استعمال کبھی نہیں ہوا۔ جن مؤلفوں نے قواعد اردو میں ایسا لکھا ہے وہ درست نہیں۔ نہ استعمال ہونا چاہیے۔ باقی خیریت۔ والسلام

۱۱ صفر ۱۳۵۰ھ نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۴۳)

جناب کرمی۔ سلام مسنون۔

مہربانی نامہ آیا۔ وزن عروضی میں مندرجۂ ذیل مواقع پر ایک حرف زائد لیا جاتا ہے۔ الف ممدودہ کے دو حرف لیے جاتے ہیں جیسے کہ

بہر محبوب ہے آنا جانا

آ کے دو الف۔

صرف مشدّد میں ایک حرف زائد لیا جاتا ہے۔ جیسے

وہ وعدے کے سچے، وہ پیماں کے پورے

سچّے کی چ

اضافت جو اشباع کے ساتھ ہو یعنی کھینچ کر پڑھنے میں آئے ایک حرف شمار کی جائے گی جیسے

شعلۂ برقِ تجلّی نے جلایا طور کو

شعلہ اور برق کی اضافت۔

آخر کے واؤ یائے پر ہمزہ آنے سے اشباع پیدا ہو تو ایک حرف زائد لیا جائے گا۔ جیسے

لبوں پر نالے آئے جان آئی تم کب آؤ گے۔

آئے اور آئی کی یا - آؤ گے کا واؤ

غزل بعد اصلاح واپس ہے — والسلام

۱۰ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ — نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۲۴)

<u>بنام عبدالوحید صاحب وحید برادر زادہ حضرت جلیل (میرٹھ)</u>

عزیز القدر والا شان سلمکم اللہ تعالےٰ

سلام و دعا کے بعد واضح ہو کہ خط ملا - تمہارا استفسار یہ ہے کہ بتانا اور دکھانا کے معنی اور محل استعمال کیا ہے -

بتانا کے معنی کہنا - ظاہر کرنا - اشارہ کرنا ہے مثلاً :

امیر — یہ بدحواس ہوں کسی یوسف عشق میں — پوچھو جو راہ قصر تو کنعاں بتاؤں میں

بحر — راز پوشی سے کہیں ہاتھ نکالا نہ گیا — نبض دلدار کی مرض اپنا بتایا نہ گیا

داغ — جب کوئی فتنہ زمانے میں نیا اٹھتا ہے — وہ اشارے سے بتا دیتے ہیں تربت میری

دکھانا کے معنی سامنے لانا نظر میں لانا ہیں -

امیر مینائی — پلکوں کی جھلک دکھا کے یہ بت — دل میں نشتر چبھو رہے ہیں

بعض لوگ دکھانا کی جگہ بتانا کہتے ہیں - یہ صحیح نہیں ہے -

۲۲ - شعبان المعظم ۱۳۳۰ھ — جلیل کان اللہ لہٗ

(۲۵)

عزیز القدر والا شان سلمکم اللہ تعالےٰ

سلام و دعا کے بعد واضح ہو کہ تمہارا استفسار یہ ہے کہ

پانا افعال کے ساتھ کس محل پر لایا جاتا ہے

پانا کے افعال اکثر مصادر کے ساتھ مل کر آتے ہیں اور ممکن ہونا کے معنی دیتے ہیں مثلاً

اختر — رو دی شب وصل کی کیا کہوں — وہ آنے نہ پائے سحر ہو گئی

دبیر — آئی جو خزاں باغ میں کملا گئے سب گل

ہنسنے بھی نہ پاتے تھے کہ مرجھا گئے سب گل

۲ - ربیع الاول ۱۳۲۶ھ — جلیل کان اللہ

(۲۶)

<u>بنام قاضی علی احمد صاحب صابر حیدر آباد -</u>

جناب مخدوم و محترم دام بالمجد والکرم۔ سلام مسنون عقیدت مشحون

امر مستفسرہ اور اس کا جواب درج ذیل ہے۔

سوال: بول چال میں ہے کہ۔ زید گھر میں نہیں ہے۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ کیا ان جملوں میں نہیں کی جگہ نہ کہہ سکتے ہیں۔

جواب: یہاں نہ نہیں کہہ سکتے۔ البتہ اگر خبر متعدد ہو تو اس وقت نہ مستعمل ہوتا ہے۔ مثلاً نہ زید گھر میں ہے نہ عمر۔ نہ میرے پاس وقت ہے اور نہ اس کام کی ضرورت۔ اسی طرح افعال متصرفہ میں بھی نہ کا استعمال ہوتا ہے مثلاً

نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے نہ ٹھہرا جائے ہے مجھ سے

ذوق ؎ لائی حیات آئی قضا لے چلی چلے ... اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

اور صرف ایک ہی جملے میں نہ کو لانا جیسا کہ اس شعر میں ہے۔ غالب

قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہم سفر غالبؔ ... وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

درست نہیں ہے۔ اس جگہ نہیں کہتے ہیں صحیح جملہ یوں ہے۔ وہ کافر جو خدا کو بھی سونپا نہیں جاتا۔ بول چال میں بعض وقت شروع کا نہ حذف بھی ہو جاتا ہے جیسے گھر میں زید ہے نہ عمر۔ میرے پاس قلم ہے نہ کاغذ۔

لااعلم ؎ حلال آدمی کو ہے کھانا نہ پینا ... نہ ہو ایک جب تک لہو اور پسینا

اس موقع پر نہیں نہیں کہتے۔

۲۴ رمضان ۱۳۳۳ھ خاکسار فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہ

(۴۷)

جناب کرمی و محترمی سلام مسنون

خط ملا۔ آپ کا استفسار یہ ہے کہ

کو علامتِ مفعول کے علاوہ کیا اور کوئی فائدہ دیتا ہے؟

کو اگر مصدر کے بعد آتا ہے تو (کیلئے) کے معنی دیتا ہے مثلاً

ان دنوں جوشِ جنوں ہی ترے دیوانے کو ... لوگ ہر سو سے چلے آتے ہیں سمجھانے کو

بعض جگہ کو نہیں آتا مگر معنی اس کے لیے جاتے ہیں جیسے سمجھانے آئے ہیں۔

امیر مینائی۔ جلنے تپشِ دل مری کس کس کو بلا نے ... منہ تیری طرح مجھ سے چھپایا ہے قضا نے

بعض موقع پر (کو) کے بجائے (کے) بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے کس کس کے چوٹ آئی ہے۔ زید نے کس کے طمانچہ مارا۔ والسلام

۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ نیاز مند جلیل کان اللہ لہ

(۳۸)

جناب کرم و محترم ۔ سلام مسنون نیاز مشحون

گرامی نامہ پہنچ کر روح افزا ہوا۔ جان تازہ آگئی۔ غزل بعد اصلاح ملفوف ہے۔

آپ کا استفسار یہ ہے کہ:

آتا ہے۔ جاتا ہے۔ کھاتا ہے۔ پیتا ہے وغیرہ فعل حال ہیں۔ جارہا ہے۔ آرہا ہے۔ کھا رہا ہے۔ پی رہا ہے بھی فعل حال ہیں۔ پس نفی کی صورت میں جس طرح نہیں آتا ہے۔ نہیں جاتا ہے۔ نہیں کھاتا ہے۔ نہیں پیتا ہے وغیرہ کہتے ہیں۔ کیا اسی طرح نہیں آرہا ہے۔ نہیں جارہا ہے۔ نہیں کھا رہا ہے۔ نہیں پی رہا ہے۔ وغیرہ کہہ سکتے ہیں؟

فعل حال پر نفی بیشک آتا ہے۔ مثلاً

ظفر شاہ دہلوی ؎ نہیں احوال میرا کس کو معلوم مگر تجھ سے کوئی کہتا نہیں ہے

لیکن آرہا ہے۔ جارہا ہے۔ کھا رہا ہے۔ پی رہا ہے۔ فعل مؤکد و مثبت قطعی ہیں۔ ان پر نفی نہیں لا سکتے۔ یعنی نہیں آرہا ہے۔ نہیں جارہا ہے۔ نہیں کھا رہا ہے، نہیں پی رہا ہے وغیرہ کہنا کسی طرح درست نہیں۔ والسلام۔

۱۲ صفر ۱۳۳۲ھ نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۳۹)

بنام جناب قاضی محمد ظہیرالدین صاحب ظہیر (حیدرآباد)

جناب کرم و محترم دام مجدکم ۔ سلام مسنون نیاز مشحون

صحیفۂ کریمہ شرفِ صدور لایا۔ استفسار یہ ہے کہ:

جس طرح قریب کے لیے میرے یہاں اور اس کے یہاں کہتے ہیں کیا اسی طرح بعید کے لیے زید کے وہاں۔ اس کے وہاں کہہ سکتے ہیں۔

زید کے وہاں۔ اس کے وہاں زبان نہیں۔ قریب و بعید ہر جگہ یہاں کا لفظ مستعمل ہوتا ہے قریب و بعید کا فرق صرف ضمیر سے کیا جاتا ہے۔ والسلام

۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ خاکسار فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۴۰)

جناب مخدوم محترم دام بالمجد والکرم ۔ سلام مسنون نیاز مشحون۔

گرامی نامہ شرفِ صدور لایا۔ آپ کا سوال یہ ہے کہ سکتا کیا بامعنی لفظ ہے۔ اگر ہے تو کس محل پر آتا ہے۔ ہو سکتا ہے جو ممکن کا ترجمہ ہے اس کا ایک جزو سکتا افعال کے ساتھ آتا ہے اور وہی ممکن کے معنی دیتا ہے۔ مثلاً

مضطر ؎ علاجِ دردِ دل تم سے مسیحا ہو نہیں سکتا تم اچھا کر نہیں سکتے میں اچھا ہو نہیں سکتا

امیر مینائی۔ چٹکیاں لیتے ہے وہ دل میں کریں تو انکار ‏ ‏ داغ کچھ درد نہیں ہے کہ دکھا بھی نہ سکوں

۱۲ رجب ۱۳۳۴ھ ‏ ‏ والسلام خاکسار جلیل کان اللہ لہٗ

(۴۱)

جناب مخدوم و محترم دام مجدکم ‏ ‏ سلام مسنون نیاز مشحون

یادآوری کا شکرگزار ہوں۔ امر مستفسرہ کا جواب درج ذیل ہے۔

استفسار۔ سے کے حرف اضافت ہے۔ کیا اس کے علاوہ اور بھی کسی جگہ مستعمل ہوتا ہے۔

کے حرف اضافت بغیر مضاف و مضاف الیہ کے بھی آتا ہے مثلاً

جلیل ‏ ‏ ہاتھ تک جوڑنا پڑے اس کو ‏ ‏ دل کے ہاتھوں جلیل کیا نہ ہوا

۲۵ محرم ۱۳۳۳ھ ‏ ‏ والسلام خاکسار جلیل کان اللہ لہٗ

(۴۲)

ریاض الحسن صاحب سحر (بلرام پور)

عزیز القدر والا شان سلمکم اللہ تعالےٰ

سلام و دعا کے بعد واضح ہو کہ خط ملا۔ خیریت معلوم ہوئی۔ تمہارا سوال ہے کہ متعدی المتعدی کے افعال دکھایا۔ دلایا منگایا کہلایا۔ بھجایا وغیرہ درست ہیں یا رکھوایا۔ دلوایا۔ منگوایا۔ کہلوایا۔ بھجوایا وغیرہ۔

اردو بولنے والے دونوں طرح بولتے ہیں۔ لیکن فصحا کی زبان پر واو کے ساتھ ہے یعنی رکھوایا۔ دلوایا وغیرہ بولتے ہیں۔ البتہ قسم دلائی۔ یاد دلائی۔ غیرت دلائی وغیرہ اسی طرح مستعمل ہیں۔ ان میں واو نہیں لایا جاتا۔

۲۵۔ محرم ۱۳۲۸ھ ‏ ‏ جلیل کان اللہ لہٗ

(۴۳)

عزیز القدر والا شان سلمکم اللہ تعالےٰ

سلام و دعا کے بعد واضح ہو کہ تمہارا خط وصول ہوا۔ غزل دیکھ کر پہلے ہی بھیجی جا چکی ہے۔ تعجب ہے تم کو نہیں پہونچی اب مکرر اصلاح دے کر روانہ کی جاتی ہے۔

تم نے دریافت کیا ہے کہ نہ جو نفی کے لیے آتا ہے کیا محاورے میں کبھی زائد بھی آتا ہے؟

نہ جو نہیں کا مرادف ہے کبھی محاورے میں بجائے نفی ایجاب کے لیے مستعمل ہوتا ہے اور اس سے تاکید مقصود ہوتی ہے آؤ نہ دیکھو نہ وغیرہ۔

غالب ‏ ‏ لازم نہیں کہ سب کو ملے ایک سا جواب ‏ ‏ آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

اس کو اشباع کے ساتھ بھی لکھتے اور بولتے ہیں۔ مثلاً

تسلیم آپ کو بُت بنا دیا کس نے
کچھ تو اپنی زبان سے کہیے نا

۱۴ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ جلیل کان اللہ لہٗ

(۴۴)

بنام مولوی عبدالغفور صاحب شہرت (لکھنؤ)

دلنوازا - سلام مسنون

شاعرہ کی غزل دیکھ کے بھیج دی گئی۔ بہت اچھے اچھے شعر ہیں کتابوں کا پارسل آج وصول ہوا۔ الحمد للہ آپ نے اس شعر پر شبہ ظاہر کیا ہے کہ شتر گربہ ہے۔

دیکھ کر آئینہ تیرا ہم کو سوجھی ہے یہ بات حسن عالم سوز سے ٹھنڈا کیجا کیجئے

یہ شعر درست ہے کیجئے کا لفظ خطاب نہیں بلکہ فعل متکلم ہے یعنی ہم کلیجا ٹھنڈا کریں جیسا کہ آتش نے کہا ہے۔

بہار لالہ و گل سے لگی ہے آگ گلشن میں گریباں پھاڑ کر چل بیٹھئے صحرا کے دامن میں

باقی خیریت۔ والسلام

۲۸ مہر ۱۳۲۰ف نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۴۵)

دلنوازا - سلام مسنون

کاپیاں آئیں دیکھنے کے بعد واپس بھیجی جاتی ہیں۔ آپ کی محبت اور آپ کی محنت دونوں شکر گزاری کے قابل ہیں۔ اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے۔

صغرا کا یا کے ساتھ صحیح ہے مگر نام میں الف ہی مستعمل ہو گیا ہے۔ اسی طرح کبریٰ کا نام بھی مراثی وغیرہ میں الف سے لکھا جاتا ہے۔ یہ اردو کا تصرف ہے۔

۲۰ خورداد ۱۳۲۳ فصلی نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۴۶)

دلنوازا۔ سلام مسنون

آپ کو ریختے اس شعر میں ؛

میری اک جان یہ اللہ رے یورش مژگاں کی غول کے غول رسالے کے رسالے نکلے

یہ اشتباہ ہوا کہ پہلا مصرع ناموزوں ہے۔ اس اشتباہ کا سبب یہ ہوگا کہ آپ یورش کو باشباع واؤ پڑھتے ہوں گے یورش بروزن خورش پڑھئے تو یہ اشتباہ رفع ہو جائے گا اور صحیح ایسا ہی ہے۔ والسلام

۲۲ شوال ۱۳۲۵ھ ہر نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۴۷)

دلنوازا ۔ سلام مسنون

حسب فرمائش دیوانِ بیدم کی تاریخ کہہ کر بھیجتا ہوں۔ مفصل خط قبل ازیں لکھ چکا ہوں۔ بفضلہٖ تعالیٰ یہاں خیریت ہے اللہ کا شکر ہے۔ اپنی خیریت اور تاریخ کی رسید سے مطلع کیجئے۔ والسلام۔

قطعۂ تاریخ

دیوانِ پُربہار کے ہر تازہ شعر میں — معنیٔ آب دار کی اک کائنات ہے
اس جانفزا کلام کی تاریخ لکھ جلیل — بیدم کا یہ سخن نہیں آبِ حیات ہے

۲۷ جون ۱۹۳۵ء

[illegible] کان اللہ لہ

(۴۸)

<u>بنام سیّد تراب علی صاحب بسمل (حیدرآباد)</u>

دلنوازا ۔ سلام مسنون

نوازش نامہ وصول ہوا۔ آپ کا سوال یہ ہے کہ :

مفعول کے صیغے (ہوئے) کے ساتھ مستعمل ہیں جیسے آئے ہوئے۔ گئے ہوئے۔ دیکھے ہوئے۔ نکالے ہوئے وغیرہ کیا ان کا استعمال بغیر ہوئے کے ہو سکتا ہے

صیغہ مفعول کا استعمال بغیر (ہوئے) کے بھی درست ہے جیسے :

جلیل — ہزاروں تھے جہاں اب ایک دو ٹکڑوں میں چھالے ہیں
مگر کانٹے زباں جیسی نکالے تھے نکالے ہیں

یعنی نکالے ہوئے تھے اور نکالے ہوئے ہیں۔ والسلام۔

۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ ۔ — نیازمند جلیل کان اللہ لہ

(۴۹)

دلنوازا ۔ سلام مسنون

نوازشنامہ وصول ہوا۔ غزل بعد اصلاح ملفوف ہے۔ آپ کا سوال ہے کہ :

چاہیے کا استعمال یوں دیکھا جاتا ہے کہ واحد کے ساتھ چاہیے اور جمع کے ساتھ چاہئیں لکھتے ہیں۔ یعنی ایک ملازم چاہیے۔ چار کتابیں چاہئیں۔ کیا اس طرح استعمال درست ہے۔

فارسی میں جس طرح باید ہے اسی طرح اردو میں چاہیے ہے۔ واحد و جمع دونوں حالتوں میں چاہیے کہنا کافی ہے۔ اور یہی ثقات کی زبان ہے۔ بعض لوگ چاہیے کے بعد (ہے) بھی ملاتے ہیں یعنی چاہیے ہے کہتے ہیں۔ مگر یہ غلط ہے۔ والسلام

۲۲ ربیع الثانی ۱۳۶۵ھ — نیازمند جلیل کان اللہ لہ

(۵۰)

بنام محمد ابراہیم خان صاحب عرف اچھے خان صاحب (رامپور)

مکرمی - سلام مسنون -

(۱) نیچی نظروں کا جو مقصود ہے وہ ظاہر ہے یعنی کچھ سامنے کچھ آڑ لیے بیٹھے ہیں

اس میں یعنی کی یا میں تقطیع سے گرتی ہے۔ شعرائے متاخرین بالامکان فارسی ، عربی الفاظ کی یا نہیں گراتے لیکن اتفاقی طور سے اگر گر جائے تو اس کو غلط نہیں سمجھتے کیونکہ اساتذہ کے کلام میں اکثر اس کی نظیریں ملتی ہیں کہ مفرد الفاظ کی یا گرائی گئی ہے۔

(۲) بے پیئے حضرت زاہد کی بُری حالت ہے یہ ہمیں ہیں کہ جو خاموش پیئے بیٹھے ہیں

اس میں ایک حرف زائد ہے یا تو "کہ" رکھا جائے یا "جو" رکھیں۔ لیکن اس کو بھی غلط نہیں کہا جاتا البتہ بدنما ضرور ہے۔

(۳) ہم سے پوچھو کہ محبت کے نتیجے کیا ہیں داغ پر داغ کلیجے میں لیے بیٹھے ہیں

داغ پر داغ اٹھانا۔ کھانا زبان ہے۔ لیے بیٹھے کے ساتھ بول چال نہیں ہے۔

(۴) ہو چکے سیکڑوں مجروح مگر جی نہ بھرا تیر اسی طرح سے جنگل میں لیے بیٹھے ہیں

(۱) اسی طرح سے "میں" سے زائد ہے۔ اولیٰ یہ ہے کہ بغیر "سے" کے کہا جائے لیکن غلط نہیں ہے کیونکہ اچھے اچھے شعرا کے کلام میں موجود ہے۔ "سے" کے بجائے وہ کہا جائے تو ہر پہلو سے بہتر ہے۔ والسلام

۱۰۔ رمضان ۱۳۸۰ھ فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۵۱)

بنام جناب ماہر القادری صاحب ماہر

مکرمی - سلام مسنون -

آپ نے لکھا ہے کہ شعر مندرجہ ذیل کی تقطیع مطلوب ہے اور مصرع ثانی میں شبہ ہے۔

نظارہ دنگاہ کا منظر بدل گیا آتے ہی ان کے انجمن بیہوش ہو گئی

جواب - اس شعر کا وزن یہ ہے۔

مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن۔

انجمن کا نون تقطیع سے گرتا ہے۔ مصرع اول کی تقطیع یہ ہے۔

مصرع اول نظارہ مفعول

دنگاہ فاعلات

کے منظر ب مفاعیل

دل گیا فاعلن

مصرع دوم	آتے ہی	مفعول
	ان کے اغ	فاعلات
	م بیہوش	مفاعیل
	ہو گئی	فاعلن

نون ساقط ہو گیا ۔ والسلام ۔

۲۷ رآذر ۱۳۵۰ فصلی — فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہ

(۵۲)

بنام مولوی جماعت علی صاحب حضرت صدیقی میانوالی (پنجاب)

دلنواز! سلام مسنون —— یہاں خیریت ہے۔ اللہ کا شکر ہے۔ آپ کی غزلیں آئی ہوئی ہیں۔ ایک غزل آپ کو بھیجنا چاہیے۔ آپ بہت سی غزلیں بھیج دیتے ہیں۔ یہاں دیکھنے کی فرصت کہاں۔

اردو میں دو اضافتیں جائز ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوں تو مضائقہ نہیں۔ ماہِ شبِ چہاردہ درست ہے۔

فصاحت جنگ جلیل

(۵۳)

بنام مولوی افتخار علی صاحب جگر بسوانی

مخدوم و مکرم برادر محترم دام مجدکم۔ تسلیم و نیاز۔

صحیفۂ دلنواز شرف صدور لایا سر پر رکھا۔ آنکھوں سے لگایا۔ صدارتِ مشاعرہ میرے لیے فخر و عزت کا باعث ہے اور آپ کے ارشاد کی تعمیل میرا فریضہ ہے لیکن معذور و مجبور ہوں۔ میں اب سفر کے قابل نہیں رہا۔ ضعفِ دماغ نے بالکل بیکار کر دیا ہے اور ضعفِ دماغ کثرتِ کار کا نتیجہ ہے۔

بہرکیف اگر مجھ سے ممکن ہوتا تو میں بسر و چشم ارشادِ گرامی کی تعمیل کرتا۔ آپ کے اخلاق و اشفاق سے امید ہے کہ آپ بطیبِ خاطر میرا عذر قبول فرمائیں گے۔ باقی خیریت حضرت اختر مینائی بصد شوق سلام کہتے ہیں اور سب اطفال آداب گزار ہیں۔ یہی مضمون میں نے (مشاعرہ کے) سیکرٹری صاحب کو بھی لکھ بھیجا ہے۔

۲۵۔ جنوری ۱۹۳۴ء — نیاز مند۔ فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہ

(۵۴)

بنام جناب پنڈت رادھے بہاری لعل صاحب مصرا (پرتاب گڑھ۔ اودھ)

کرم گسترِ احباب پرورِ فتوت کے مہرِ درخشاں اخلاص کے روحِ رواں خوش خصال و خوش مقال رادھے بہاری لعل صاحب کی خدمت میں نیاز کیش جلیل تسلیم گزار ہے۔

نامہ خلعت طراز عرصہ ہوا دماغ کو تازہ اور دل کو شگفتہ کر چکا ہے جس کی نسبت یہ کہنا بے جا نہیں کہ ،

بحرِ احساں کی ہے موج آپ کا نامہ کیا ہے ‏ ‏ ‏ ‏ نسخۂ دردِ محبت ہے یہ نامہ کیا ہے

آپ کی فرمائش میں آنکھوں سے بجا لاتا اگر مجبور نہ ہوتا۔ مجبوریوں کی داستان طولانی ہے اور بے مزہ ہے لہٰذا اس جملے پر اکتفا کرتا ہوں کہ میں کمال انفعال کے ساتھ آپ سے معذرت خواہ ہوں۔ سابق مشاعرے میں میری غزل کو آپ نے اس لطف سے پڑھا تھا کہ ؎

غنچے کو پھول، پھول کو گلشن بنا دیا

اس محفل کا نقشہ جو نورِ چشم مسعود عاقبت محمود نے کھینچ کر بتایا تھا اب تک میری نظر کے سامنے ہے اور میرا دل آپ کی شکرگزاری سے لبریز ہے۔ وطن میں رہ کر بہت چاہا کہ آپ سے ملوں مگر تقدیر نے نہ چاہا۔ شوق کی آگ دل میں ابھی تک سلگ رہی ہے۔

میں بھولا نہیں تیری زلفوں کا عالم ‏ ‏ ‏ ‏ ابھی تک مرے سر میں سودا وہی ہے

جناب مکرمی مولوی رکن الدین خان صاحب سلام و نیاز قبول فرمائیں اور نیاز نامے کا مضمون اپنے نام بھی تصور فرمائیں

زیادہ نیاز۔ ‏ ‏ ‏ ‏ ۶ مئی سنہ ۳۲ء ‏ ‏ ‏ ‏ فصاحت جنگ جلیل

(۵۵)

بنام راجہ نرسنگ راج صاحب عالی (حیدرآباد)

دلنواز نیاز منداں زاد مراتبکم۔ ‏ ‏ تسلیم و نیاز

غزل پر نظر کر کے انتخاب صاد کئے گئے ہیں۔ چودہ شعر منتخب اور قابل پڑھنے کے ہیں۔ مضمون کے اعتبار سے غزل بہت بڑھی ہوئی ہے۔ سرکار (مہاراجہ سرکشن پرشاد بالقابہ) کی دو غزلیں مشاعرہ کی طرح میں آئی تھیں۔ تیسرے روز بعد اصلاح ۱۱ ربیع الاول کو گزران دی گئیں جس کی رسید بھی آ گئی تھی۔ مگر آٹھ روز کے بعد ممدوح عالیشان نے جناب اختر صاحب (لطیف احمد اختر مینائی) سے فرمایا کہ غزلیں اب تک نہیں آئیں۔ یہ سن کر مجھے تشویش ہوئی اور فوراً رسید بھجوائی۔ پھر مجھے کچھ معلوم نہیں ہوا کہ وہ صلاح شدہ غزلیں ملیں یا نہیں۔ آپ کو موقع ملے تو براہ کرم دریافت فرمائیے گا اور یہ بھی عرض کر دیجئے گا کہ غزلیں میرے پاس تین دن سے زیادہ نہیں رہتیں۔ زیادہ نیاز۔

۲۔ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ ‏ ‏ ‏ ‏ فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۵۶)

بنام جناب مولوی تصدق حسین صاحب صدق جائسی۔

محب دلنواز۔ سلام و نیاز ——— نوازش نامہ پہنچا۔ یاد آوری کا شکریہ۔ قصیدہ کا مطلع بہت اچھا آپ نے کہا ہے، اس سے بہتر کیا ہوگا۔ صرف ستم کی جگہ جفا کا لفظ میں نے تجویز کیا ہے تاکہ دفا کا جوڑ ہو جائے۔

تضمین لاجواب ہے۔ آپ کے سب مصرع چسپاں اور دست و گریباں ہیں۔ بارک اللہ۔ مقطع میں تخلص کی گنجائش نہیں۔ ہر چند فکر کی نا کافی ہی رہی۔ عزیزا احمد۔ علی احمد امتحان میں بفضلہ کامیاب ہوئے۔ مونس اورنگ آباد میں ہیں۔ یہاں طاعون کی شکایت سنی جا رہی ہے۔ کمی کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنا فضل شامل حال رکھے۔ اس بلا کو دفع فرمائے۔ اطفال تسلیم گزار ہیں۔

۹۔ رجب المرجب ۱۳۵۱ھ

والسلام۔ فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۵۷)

بنام جناب ریاض احمد صاحب ریاض خیرآبادی۔

جناب مخدوم اخوان دام مجدکم۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔

والا نامہ پہونچا دل سے شکر گزار ہوں۔ حسب ارشاد چند مصرع مرسل خدمت ہیں جو پسند ہوں ان کو رکھئے باقی چھوڑ دیجئے۔ اصل مصرع کی ردیف بیڈھب ہے۔ اس پر مصرع لگانا آسان نہیں ہے۔ آپ کے مصرع پر جی لوٹ گیا مضمون کی ندرت و الفاظ کی دل کشی آپ کا حصہ ہے۔

سخن طرازی وجودت تو سب کو ملتی ہے گر ریاض کا حسن بیان نہیں ملتا

باقی اور سب مصرع بھی بہت اچھے ہیں۔ جناب قاضی کا مصرع ردیف کی مناسبت سے فرد ہے۔

مجبی صفدر کے متعلق آپ کے شکریہ کا شکریہ عرض ہے۔ لطیف میاں تسلیم گزار ہیں اور سب اطفال آداب عرض کرتے ہیں۔

اختر مینائی ملا ہے رنگ اثر گو نوائے بلبل کو مگر شش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا
 " نصیب صوت غنا دل کسی کو ہو لیکن "
جلیل اگرچہ گرم زباں شمع ہے مگر اس میں "
 " اسی طلب میں ہے مرغان باغ کی فریاد "

۲۵۔ ذیقعدہ ۱۳۴۰ھ

نیاز مند۔ جلیل حسن کان اللہ لہٗ

(۵۸)

بنام جناب حاجی مولوی اسمٰعیل خانصاحب عالی خورجوی (بلند شہر)

جناب مکرم و محترم دام مجدکم۔ سلام مسنون نیاز مشحون۔

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۲۹ء پہونچ کر باعث شکر گزاری ہوا۔ اس خط میں آپ نے عنقریب تشریف آوری کی خوشخبری دی ہے۔ آپ سے ملنے کا شوق اس درجہ ہے کہ ع

دل من داند و من دانم و داند دل من

قبل ازیں کوئی نوازش نامہ آپ کا مجھے نہیں ملا۔ اگر ملتا تو فوراً جواب لکھتا۔ جناب کرمی مولوی حسن علی خان صاحب کی خدمت

میں میرا سلام پہونچا دیجئے۔

آپ کا دہلی تشریف لے جانا اور سکندرآباد آنا اِس خط سے معلوم ہوا۔ ناظم صاحب اور نورِ چشم مونس احمد اور شفیق صاحب وغیرہ سلام کہتے ہیں۔ یہاں بہمہ وجوہ خیریت ہے۔ اللہ کا شکر ہے۔

آپ نے بنظرِ محبت لکھا ہے کہ جس چیز کی ضرورت ہو لیتا آؤں۔ لہٰذا عرض کرتا ہوں کہ مجھے خان صاحب کی ضرورت ہے جن کا تخلص حالیؔ ہے۔ آپ خود ہمراہ ان کو لیتے آئیے گا۔ باقی آپ کے عنایات، خلوص اور محبت کا تہہ دل سے شکریہ۔

۱۷ اکتوبر ۱۹۳۳ء

نیاز مند۔ فصاحت جنگ جلیلؔ کان اللہ لہٗ

(۵۹)

بنام سید مجید العالم صاحب یاسؔ شہبازی بھاگلپور (اڑیسہ)

دلنوازا! سلام مسنون۔ ایک خط آپ کا غزل کیساتھ آیا تھا۔ وہ غزل ابھی تک دیکھی نہیں گئی۔ اس کے بعد عید کی مبارکباد آئی اور باعثِ مسرت و شکر گزاری ہوئی۔ اس کا جواب میں لکھنے ہی کو تھا کہ زلزلے کی خبر نے دل ہلا دیا اور اس کے ساتھ ہی آپ کا تیسرا نوازش نامہ پہونچا جو اس وقت پیشِ نظر ہے۔ تباہی کے حالات جو اخباروں میں دیکھے تھے۔ ان سے کہیں زیادہ آپ کے خط سے معلوم ہوئے۔ دراصل یہ ایک نمونہ ہے قیامت کا اور سخت عبرت خیز۔ اللہ تعالٰی رحم فرمائے۔ میرا دل آپ کی طرف متعلق تھا اور نہایت تشویش تھی۔ شکر ہے کہ آپ مع الخیر و عافیت ہیں۔ اللہ تعالٰی ہمیشہ خیریت سے رکھے۔ براہِ نوازش خط جلد جلد لکھتے رہیے۔ میں بفضلہٖ تعالٰی خیریت سے ہوں۔ سرکاری کام سے فرصت مطلق نہیں ہے۔ یہاں بھی زلزلے کا جھٹکا بہت ہی خفیف محسوس ہوا۔ رصدگاہ کے کچھ آلات خراب ہو گئے باقی اور کوئی نقصان نہیں ہوا۔ زیادہ خیریت۔ والسلام

۱۳ شوال المکرم ۱۳۵۲ھ

فصاحت جنگ جلیلؔ کان اللہ لہٗ

(۶۰)

بنام جناب غلام حسین صاحب آفاقؔ (بنارس)

دلنوازا! سلام مسنون۔ آپ کا نوازش نامہ پہونچا۔ قطعہ تاریخ میں مادہ ۱۳۵۲ھ نکلا ہے اور آپ ۱۳۵۳ھ کا چاہتے ہیں۔ اب مناسب یہ ہے کہ طبع کے بجائے تصنیف کا مادہ تاریخ قرار دیا جائے۔ چنانچہ آخر شعر اس طرح بنایا گیا ہے۔

جلیلؔ اس کی تصنیف کا سال لکھو کہ تالیف بھی نسخۂ کیمیا ہے

یہ صورت اکثر تاریخوں میں آیا کرتی ہے اور تصنیف کا سنہ طبع ایک سال قبل رکھا جاتا ہے۔ دیوان مشہور آفاقؔ کے لیے تاریخ کی فکر ہے۔ انشاءاللہ عنقریب بھیجوں گا اور امید ہے کہ حضرت اخترؔ مینائی بھی تاریخ بھیجیں گے۔ والسلام

۲۲ محرم ۱۳۵۲ھ

فصاحت جنگ جلیلؔ کان اللہ لہٗ

(۶۱)

بنام قاضی ظہور الحسن صاحب ناظمؔ (حیدرآباد)

جناب مولانا و مخدومنا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مادۂ تاریخ کا شکریہ عرض ہے۔

"فی رحمت اللہ" آپ نے تائے دراز سے لکھا ہے۔ قرآن شریف میں رحمۃ بتائے مدوّر مسطور ہے۔ ہر ایک قرآن میں یہی کتابت ہے۔ اس صورت میں تائے مدوّر کے صرف پانچ عدد لیے جائیں گے اور تاریخ غلط ہو جائے گی اور اگر تائے دراز لکھیں تو قرآن کے رسم خط کے خلاف ہوتا ہے۔ اب ارشاد ہو کہ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ والسلام۔

۱۸ شعبان ۱۳۵۰ھ۔ نیاز مند فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۶۲)

بنام جناب مولوی حبیب الرحمٰن صاحب شروانی

جناب مکرم و محترم دام بالمجد والکرم۔ سلام مسنون نیاز مشحون

آپ نے دعوت کا خاصہ لطف فرما کر مجھے بھی شریک ضیافت احباب فرمایا۔ تہہ دل سے شکرگزار ہوں۔ اس یاد آوری میں ایک خاص کیفیت ہے جس کا ادراک دل ہی کر سکتا ہے اور طعام لذیذ مزید برآں شبدیگ کی لذت اور خمیری روٹی کی لطافت نے غربت میں وطن کا مزہ دلایا۔ حق یہ ہے۔

کرے جس قدر شکرِ نعمت بجا ہے مزے لوٹتی ہے زباں کیسے کیسے

اگرچہ میں لطفِ صحبت سے محروم رہتا ہوں مگر خوش ہوں کہ آپ کے محاسن صوری و معنوی ہر وقت میری نظر میں اور میرا دل اخلاص منزل ہر وقت آپ کی خدمت میں ہے ؎

ہمہ شہر پر ز خوباں منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم بدبیں نہ کند بہ کس نگاہے

۱۵۔ ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۶۳)

بنام جناب مولوی مقبول حسین صاحب (بمبئی)

دلنوازا۔ سلام مسنون ——— آپ کا مُرسلہ پارسل پہنچا۔ تبرکاتِ حرمین شریفین کے جو از راہِ خلوص و محبت آپ نے بھیجے ہیں۔ ان کے وصول ہونے سے بڑی مسرت ہوئی۔ اس میں ہر چیز خصوصاً خاکِ خانۂ کعبہ اور کھجوریں نہایت قابل قدر اور باعثِ برکت ہیں میں نے سب چیزوں کو آنکھوں سے لگایا اور اُن کے استعمال سے فائدہ کثیر اٹھایا۔ اللہ تعالےٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

غزل آپ کی دیکھ کر بھیجتا ہوں۔ زمین مشکل بھی اور آپ کی ابتدائی گویائی ہے۔ اس لیے زیادہ اصلاح کی حاجت ہوئی۔ میرا خیال ہے کہ ابھی آپ آسان آسان زمینوں میں غزل کہا کریں۔ عشق صاحب کو جو تبرکات آپ نے بھیجے تھے۔ ان کو دے دیئے گئے۔ وہ شکرگزار ہیں۔ غالباً آپ کو علیحدہ خط لکھیں گے۔ میری طرف سے خاص شکریہ قبول کیجئے، باقی خیریت

۱۲۔ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۶۴)

<u>بنام جناب چودھری نبی جان صاحب تعلقدار سندیلہ (لکھنؤ)</u>

جناب مخدوم و محترم دام بالمجد و الکرم - سلام مسنون نیاز مشحون پذیرا باد -

والا نامہ شرف صدور لا کر کمال سرفرازی کا باعث ہوا۔ آنکھ کی دوا کا نام آپ نے تحریر فرمایا۔ اس سے بیحد مسرت ہوئی گویا دولت مل گئی۔ آپ کے اشفاق کا ہمہ تن شکر گزار ہوں۔ نواب اختر یار جنگ بہادر سلام عرض کرتے ہیں وہ سفر ہند سے واپسی میں لکھنؤ ہوتے ہوئے آئے مگر آپ سے نہیں مل سکے۔ عرق میرو کی ایک شیشی میرے لیے لکھنؤ سے لائے ہیں جو جناب منشی احتشام علی صاحب کا بنایا ہوا ہے اور رکھا ہے۔ سر دست اسی کا استعمال میں نے شروع کیا ہے۔ چالیس دن لگانے کی قید ہے۔ اگر اس سے فائدہ ہو گیا تو فبہا مطلب حاصل ہے۔ ورنہ آپ کی بتائی ہوئی دوا کو شروع کروں گا جس کا فائدہ انشاء اللہ یقینی ہے

باقی خیریت - والسلام — خاکسار فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہ'

(۶۵)

<u>بنام جناب مولوی نور الحسن صاحب نیر مؤلف نور اللغات - کاکوری - ضلع لکھنؤ</u>

جناب کرم و محترم دام مجدکم - سلام مسنون نیاز مشحون

صحیفہ دلنواز شرف صدور لایا۔ یاد آوری کا تہہ دل سے شکریہ - نور اللغات کا ضمیمہ جن مطالب کے ساتھ آپ شائع کرنا چاہتے ہیں بہت ضروری اور قابل قدر ہیں میں بڑے شوق سے تعمیل ارشاد کے لیے آمادہ ہوں۔ لیکن اس زمانے میں فرصت مطلق نہیں ہے جب موقع ملے گا اور جو کچھ ہو سکے گا ضرور لکھوں گا اور خدمت میں بھیجوں گا۔ مگر حالت موجودہ کے دیکھتے کچھ کہہ نہیں سکتا کہ کب موقع ملے گا۔ باقی خیریت۔ والسلام

۲۵ جنوری ۱۹۳۴ء — نیاز مند فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہ'

(۶۶)

<u>بنام جناب مولانا حاجی ابوالشرف صاحب مجددی (مکہ مکرمہ)</u>

جناب کرم و محترم دام مجدکم - سلام مسنون عقیدت مشحون

آپ کا نورانی قصیدہ اول سے آخر تک دیکھ لیا۔ آنکھیں روشن ہو گئیں۔ شاعری ہے کہ انوار کی بارش، ماشاء اللہ سبحان اللہ حسب ارشاد مختصر سی تاریخ کہہ کر پیش کرتا ہوں۔ اس کارروائی میں انشاء اللہ تعمیل و تاکید کی جائے گی۔ باقی خیریت - والسلام

۱۹ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ — نیاز مند — جلیل حسن کان اللہ لہ'

قطعہ تاریخ

فکر روشن کا وہ چمکا آفتاب — ہو گیا سارا قصیدہ آفتاب
نور کی تاریخ نکلی اے جلیلؔ — ہے یہ کیا برج شرف کا آفتاب

۱۳۵۱ ہجری

(۶۷)

بنام جناب محمد یوسف خانصاحب (رام پور)

جناب مکرم و محترم - سلام مسنون نیاز مشحون

بحمد للہ کہ میں خیریت سے ہوں اور خیریت مزاج گرامی کا خواستگار۔ آخر ماہِ رمضان میں پھر علیل ہو گیا تھا، اب اچھا ہوں اللہ کا شکر ہے - آپ کی سنہ انتقالی تاریخ قرآن مجید کی آیت سے اس طرح نکالی گئی ہے -

ففی رحمت اللہ الصمد الکریم

قرآن میں ففی رحمت اللہ ایک جگہ ہے اور الصمد الکریم دوسری جگہ لہٰذا اس کو اسی طرح کندہ کرا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے علاوہ ازیں اس کے فارسی میں ایک قطعہ تاریخ میں نے موزوں کیا ہے جو نہایت موزوں اور پسندیدہ ہے۔ اس کو بھی آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں - اب آپ کی جیسی مصلحت -

قطعۂ تاریخ

آں عارف حق - دامن حق گشت کہ حقا	از پر تو فیضش ہمہ معمور جہاں است
بہر مرقد پُر نور جلیل آمد و گفتا	ایں جلوہ گہ کعبۂ جاں شیر زباں است

۱۹ مارچ ۱۹۳۲ء والسلام - فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۶۸)

بنام جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ کارواں (لاہور)

جناب مکرمی و محترمی - تسلیم و نیاز ——— سالنامۂ کارواں میں میرے نام سے جو غزل چھپی ہے اور جس کی زمین باز آیا۔ انداز آیا ہے۔ وہ غزل میری نہیں ہے اور نہ مجھ کو خبر ہے کہ کس نے آپ کے پاس بھیجی ہے۔ میں آپ سے مستدعی ہوں کہ براہ کرم وہ اصل تحریر جس کے ذریعہ سے فرضی غزل آپ تک پہونچی میرے نام ارسال فرمائیے۔ میں نہایت ممنون ہوں گا اور مہربانی فرما کے اپنے رسالے میں میری اس تحریر کا اقتباس بھی شائع فرما دیجئے۔ جس سے پبلک پر واضح ہو جائے کہ میرے نام سے غزل چھپوانے میں فریب سے کام لیا گیا ہے اور جس رسالہ میں یہ اقتباس شائع فرمایا جائے اس کی ایک کاپی بذریعہ ویلیو مجھے مرحمت ہو۔ باعث منت پذیری ہوگا۔ والسلام - ۶ اپریل ۱۹۳۴ء نیاز مند فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۶۹)

بنام مس اسمٰعیل مجاب صاحبہ

کرمہ - سلام مسنون - نامۂ دلنواز پہونچا اور آپ کا رسالہ مطبوعہ وصول ہوا۔ دوگونہ شکریہ قبول کیجئے۔ آپ کے خط میں ایسے دلچسپ فقرات نظر آتے ہیں کہ ان کو بار بار پڑھا جاتا ہے اور سیری نہیں ہوتی۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ -

آپ کا رسالہ سرحبت کے جذبات سے بھرا ہوا ہے۔ میں اس کی صراحت کیا کر سکتا ہوں - باقی خیریت -

۶ - ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۷۰)

بنام غلام حسن کسری منہاس

حیدرآباد دکن۔ دلنوازا سلام مسنون

آپ کا مہربانی نامہ پہونچا۔ اردبچی کا لفظ بہت صحیح اور اردو میں مستعمل ہے چنانچہ امیر اللغات جلد دوم مصنفہ حضرت امیر مینائی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

اردبچی ہ بانکا سپاہی۔ ہتھیار بند۔ مسلح۔ آتش ؎

نکلتا ہے جو وہ خونخوار اردبچی بن کر ہر اک طرف سے ہوں آوازِ الاماں سنتا

آپ کی ایک غزل دفتر میں عتیق صاحب کے پاس ہے۔ ابھی اصلاح کی نوبت نہیں آئی۔ انشاء اللہ ہفتے عشرے میں دیکھ کر بھیج دی جائے گی۔ والسلام

۱۴ جمادی الثانی ۱۳۷۰ھ فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۷۱)

محلہ سلطان پورہ۔ حیدرآباد دکن۔

دلنوازا سلام مسنون —— مہربانی نامہ پہنچا۔ کھل کھیلنا محاورہ ہے یعنی بے تکلف ہونا۔ کسی کا پاس لحاظ نہ کرنا۔ لیکن ریاض کے شعر میں اس محاورے کا کوئی لطف نہیں معلوم ہوتا۔ شاید کوئی اور لفظ انہوں نے کہا ہے جو غلطی سے کھل کھیلنا لکھا گیا ہے واللہ اعلم۔

سان لینا بھی اردو کا محاورہ ہے یعنی جھگڑے میں شریک کر لینا۔ ملزم گرداننا۔

آپ کی جو غزل منتخب ہوئی اس پر مبارک باد دیتا ہوں۔ باقی خیریت۔ والسلام۔

۲۰ ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۷۲)

حیدرآباد دکن۔ دلنوازا سلام مسنون

نامہ دلنواز آیا۔ یاد آوری کا شکریہ۔ الحمد للہ کہ یہاں بہمہ وجوہ خیریت ہے۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے۔

آپ کی نظم دیکھ کر بھیجتا ہوں۔ افسوس ہے کہ بہت تاخیر ہوئی مگر مجبوری ہے۔ فرصت نام کو نہیں۔

لکھنو کا ہمزہ عدد میں شمار نہیں ہوتا۔ لیکن اگر نون کے بعد شوشہ ہو (لکھنؤ) تو ایسی صورت میں دس عدد دیے جائیں گے اور شوشہ نہ ہو تو کوئی عدد نہ لیا جائے گا —— آئینہ ادب کی اشاعت بچند وجوہ ملتوی رہی۔ عنقریب پھر شائع ہوگا۔ مونس احمد سے کہہ دیا گیا ہے۔ باقی خیریت۔ والسلام فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

نوٹ: اس خط پر تاریخ درج نہیں۔

نمبر ۷۰ سے ۷۲ تک مانک کے خطوط کسری منہاس کے نام ہیں۔

(۷۳)

حیدرآباد دکن - ۲۵ دسمبر ۱۹۳۶ء

دلنوازا ۔ سلام مسنون ——— میرے سمجھانے نہ سمجھے زبان کے مطابق ہے۔ اسی طرح بنانے نہ بنے، اٹھائے نہ اُٹھے بھلائے نہ بھلے بولتے ہیں اور روزمرہ ہے -

غالب کا یہ مصرع ہے یا کسی اور کا ؎

بات بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہ بنے

غرض جس نے کہا ہے بہت صحیح کہا ہے - اس بول چال کو لغت میں ڈھونڈھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ لغت میں ہر ایک جزئیہ لکھا نہیں جاتا -

رنگیلا پیرہن جو نون غنہ کے ساتھ کہا ہے۔ بہت صحیح کہا ہے۔ یہی زبان ہے نون کو ظاہر کرنے سے زبان غلط ہو جاتی ہے تذکیر و تانیث کا ایک ہی نسخہ ہے جس سے اکثر کام رہتا ہے - اردو کا عروض - سوانح عمری امیر مینائی ؒ اور ایک جلد معیار اردو جو میری تصنیف ہیں بھیجتا ہوں ———

فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۷۴)

۷۸۶

استفسارات کے جوابات

منہ پھیر کے یوں چلی جوانی — یاد آگیا روٹھنا کسی کا!
روئیں گے ہمیں رلانے والے — ڈوبیں گے وہ جو ڈبو رہے ہیں

ان دونوں شعروں کا وزن ایک ہے۔ بحر یہ ہے ۔۔

مفعول — مفاعلن — فعولن

ہم تو آئینہ نمط مُنہ پہ بتا دیتے ہیں — عیب ہے کس میں یہاں کون ہُنر رکھتے ہیں

دوسرا مصرع اسی طرح درست ہے۔ میری رائے میں مصرع اول کو اس طرح بدل دیجئے تو بہتر ہوگا۔

صورتِ آئینہ ہم مُنہ پہ بتا دیتے ہیں

تلامذہ کا تذکرہ جو آپ لکھنا چاہتے ہیں۔ بہتر ہے۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ مُتیق صاحب آجکل میرے پاس نہیں۔ ان کا قیام سرور نگر میں ہے آپ ان سے خط و کتابت کر سکتے ہیں۔ پورا پتہ یہ ہے :- حیدرآباد دکن۔ مقام سرور نگر۔ مولوی سید انوار الدین صاحب مُتیق -

فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۷۵)

۷۸۶

استفسارات کے جوابات

۱۔ عبدالرؤف میں ہمزہ رسم الخط ہے۔ وہ عدد میں شمار نہیں کیا جاتا۔ فقط واؤ لیا جائے گا۔

۲۔ آئی میں ہمزہ نہیں بلکہ یا ہے لہٰذا دو یے کے ۲۰ عدد لینا چاہیے یعنی آئی کے ۲۱ عدد شمار ہوتے ہیں۔

۳۔ اللہ میں چونکہ دو لام ہیں اس لیے اس کے (۶۶) عدد لیے جاتے ہیں۔

۴۔ سرائے میں ہمزہ نہیں ہے۔ یا ہے اس کے دس عدد شمار کیے جائیں گے اور سرا بغیر یا کے بھی صحیح ہے اور بکثرت مستعمل ہے

۵۔ ہائے بروزنِ فاع ہے اس میں ایک ہی یا ہے اس کے دس عدد لیے جائیں گے۔

۶۔ گئے میں دو یا ہیں اس لیے بیس عدد لیے جائیں گے۔

۷۔ آئے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ آئے یائے موقوفہ کے ساتھ بروزن فاع اس میں ایک یا ہے اس کے دس عدد لیے جائیں گے
دوسری صورت آئے بروزن فعلن میں دو یا ہیں اس لیے بیس عدد محسوب ہوں گے۔

آپ کے مادہ ہائے تاریخ میں سے۔

۱۔ ع بنا عالی شان خوب صورت مکان کے عدد (۱۹۳۰) ہیں اور سال غالباً ۱۹۳۱ء مطلوب ہے اگر ایسا ہے تو ایک کی کمی ہے

۲۔ ع یہ کیسی عمارت بنی عالی شان کے عدد (۱۳۵۰) ہیں اور اس وقت سن ہجری ۱۳۵۰ھ ہے لہٰذا یہ صحیح ہے۔

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ — فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۷۶)

جلیل منزل۔ سلطان پورہ حیدر آباد دکن، ۲۹ر نومبر ۱۹۳۲ء

دلنواز! سلام مسنون ——— میں آپ کا خط پاکر بہت مسرور ہوا اور آپ کی محبت کا شکر گزار۔ لفظ لفظ سے اخلاص کی بو آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے یہاں خیریت ہے۔ میرا مزاج بھی اچھا ہے۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے۔

لکھنؤ میں ہمزہ اوپر سے لکھ دیا ہے۔ اس کا کوئی عدد محسوب نہیں ہوتا۔ اسی طرح آئے کے ہمزہ کا بھی کوئی عدد محسوب نہیں ہوتا آپ لکھتے ہیں کہ رشک نے ہمزہ کے چھ عدد لیے ہیں یہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا بلکہ صحیح یہ ہے کہ رشک نے لکھنؤ کو واو کے ساتھ (واو معنی) لکھا ہے۔ اور اس کے چھ عدد لیے ہیں قدیم کتابت اسی کی مقتضی تھی اور اب تک اکثر اصحاب۔ اُٹھ۔ اُس۔ اُن کو واو کے ساتھ لکھتے ہیں۔ قطعہ تاریخ آپ کا مع اصلاح درج ذیل کیا جاتا ہے۔

قطعہ

سفر کرد از عالم بے ثبات	صد افسوس آں نیک دل خوش سرشت
	کنیز بہار
رقم سالِ رحلت شد ایں لاجواب	غلامِ سکینہ بزیب بہشت
	۳۲ ۶ ۱۹۰

عورت کی تاریخ میں غلام کا لفظ اچھا نہیں۔ کنیز ہونا چاہیے۔ چنانچہ اس میں غلام کی جگہ کنیز بنا دیا گیا ہے اور اعداد کی وہی صورت رہی جو آپ نے لکھی تھی۔

سب اطفال خوش خصال اور عتیق صاحب سلام مسنون کہتے ہیں۔

فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

بنام کسریٰ منہاس

مورخہ ۱۰۔ فروری ۱۹۷۲ء

مولوی گنج ——— لکھنؤ   عزیز محترم دامت معالیکم

سلام مسنون و دعائے طول حیات و ترقی درجات۔

آپ کا خط مورخہ ۳۰ جنوری ۱۹۷۲ء ۱۰ فروری کو تقریباً ایک ماہ دس روز کے بعد ملا۔ خیر و عافیت معلوم ہو کر بے حد مسرت ہوئی حق سبحانہ تعالیٰ بحق چہاردہ معصومینؑ آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

آپ نے میرے چند قطعات تاریخ طلب کیے ہیں۔ میری تاریخوں کا ایک مجموعہ مرتب ہو چکا ہے جس میں تقریباً تین سو تاریخیں نصف اردو میں اور نصف فارسی میں ہیں۔ قطعات و مسدس و ترکیب بند وغیرہ کی صورت میں چونکہ وہ زیادہ تر مبسوط ہیں۔ اس لیے ان کی نقل میں بہت تاخیر ہوتی اور زحمت بھی لہٰذا اردو فارسی تاریخوں کے چند اشعار یا مادہ نقل کر کے بھیج رہا ہوں اور آپ نے ہمزہ کے متعلق جو دریافت کیا ہے اس کا مفصل جواب۔

تاریخ میں ہمیشہ مکتوبی حروف کے عدد لیے جاتے ہیں۔ ملفوظی کے نہیں لیے جاتے۔ ہمزہ کوئی حرف نہیں بلکہ آواز الف متحرک کی علامت ہے کہ جب (واو) یا (ی) یا (ہائے مختفی) پر واقع ہوتا ہے تو اس حرف میں الف متحرک کی آواز پیدا کر دیتا ہے۔ ہمزہ کی طرح مد (~) اور الف خنجری (ا) بھی الف کی علامتیں ہیں حروف میں ان کا شمار نہیں ہے مثلاً اب اور آب۔ ان دونوں لفظوں کے تین ہی عدد شمار ہوں گے۔ یعنی الف ممدودہ کا بھی وہی عدد لیا جائے گا جو محض الف کا۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اسی طرح جیسے عیسیٰ موسیٰ۔ یا اسحٰق پر جو علامت بطور الف خنجری بنا دی جاتی ہے۔ اس کا شمار حروف میں نہیں۔ عدد صرف اس حرف کے لیے جائیں گے جن پر یہ علامت واقع ہے۔ جیسے۔ موسیٰ میں (ی) اور اسحٰق میں (ح) کے عدد شمار ہوں گے۔ ہاں اگر عیسیٰ کو عیسا اور موسیٰ کو موسا۔ اسحٰق کو اسحاق الف کے ساتھ لکھیے تو پھر الف کے عدد شمار ہوں گے۔ پس ہمزہ۔ مد۔ الف خنجری آواز الف کی علامتیں ہیں حروف مستقل نہیں لہٰذا فن تاریخ گوئی میں ان کا کوئی عدد نہیں لیا جاتا۔ اسی قاعدے کے تحت میں لکھنؤ کے واو پر جو ہمزہ ہے اس کا کوئی عدد نہیں لیا جائے گا۔ عدد صرف واو کے لیے جائیں گے جس پر ہمزہ واقع ہے۔ آٹھ کے صرف، عدد شمار ہوں گے۔ تیرہ عدد شمار کرنا غلط ہے۔ ہمزہ محض رسم الخط کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس کے ایک یا دس عدد لینا قطعاً غلط اور بے قاعدہ ہے۔ مد۔ اشباع فتحہ کی۔ الف خنجری الف ملفوظی کی اور ہمزہ الف ملفوظی مکسور یا مضموم کی علامت ہے۔ جیسے طاؤس میں واو کے صرف چھ محسوب ہوں گے۔ ہمزہ نے واو کی آواز کو الف کی آواز سے بدل دیا ہے۔ آئی میں ایک الف اور دو (ی) ہیں پہلی (ی) پر ہمزہ ہے اور اس نے (ی) کی آواز کو الف کی

آواز سے بدل دیا ہے۔ لہٰذا الف کا ایک پہلی (ی) کے دس اور دوسری (ی) کے دس جملہ اکیس عدد شمار ہوں گے۔ آئے بروزن فاع یا بروزن فعلن دونوں صورتوں میں اس کے گیارہ عدد شمار ہوں گے تخشذار میں ہائے مختفی پر جو ہمزہ ہے اس نے (ہ) کی آواز کو الف کسرہ (ی) کی آواز سے بدل دیا اس لئے (ہے) کے پانچ شمار ہوں گے۔ سرگذشت و سرگزشت اس لفظ کا املا دونوں طرح صحیح ہے جس حرف کے ساتھ لکھیں اُسی کے عدد شمار ہوں گے۔

میرے کلیات میں سے بعض مجموعے طبع ہو گئے ہیں۔

(۱) تنظیم الحیات: اخلاقی مثنوی قیمت دو روپے۔

(۲) لخت جگر: قومی مسدس قیمت دو روپے۔

قبلہ و کعبہ مولوی ناصر حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ کا انتقال ہو گیا۔ اور ان کے چھوٹے بیٹے مولوی محمد سعید صاحب ان کے قائم مقام ہیں لہٰذا انہیں کی تقلید مناسب ہوگی۔

اپنی خیر و عافیت سے اطلاع دیتے رہیئے اور متعلق فن تاریخ وغیرہ کی تحقیق کی اگر ضرورت ہو تو لکھ دیجئے۔ گذشتہ سال میں بہت سخت بیمار ہو گیا تھا۔ خونی بواسیر کے دوروں میں سیروں خون خارج ہو گیا نشست و برخاست کی طاقت نہ تھی۔ علاج ہوتا رہا اور بفضلہ امسال نسبتہً بہت اچھا ہوں اور آہستہ آہستہ دس بیس قدم چل پھر سکتا ہوں۔ خداوند کریم کا ہزار ہزار شکر ہے۔

دست بدعا ہوں کہ حق سبحانہ تعالٰی آپ کو صحیح و سالم پھر اپنے اعزہ اور احباب سے ملائے۔ اور آپ کے مقاصد بر لائے۔

زیادہ دعا۔ خیر اندیش صفی عفی عنہ

(۱) تاریخ کتاب ترانہ مصنفہ مرزا ثریا قدر مرحوم

مادّہ: کہی میں نے یہ عیسوی تاریخ ؛ ٹھہریاں نظم کی ہیں کیا نایاب

سنہ ۱۸۸۶ء

(۲) تاریخ کتاب تہذیب فرنگ۔

بحکم حضرت شہزادۂ ہمایوں قدر مفید عام رسالہ چھپا ہے کیا خوش رنگ

کہا صفی نے جو پوچھا کسی نے یہ کیا ہے؟

ہیں کچھ قواعد تہذیب صاحبان فرنگ

سنہ ۱۸۹۳ء

(۳) تاریخ تعمیر مسجد (قطعہ مبسوط ہے حرف آخر کا ایک شعر لکھا جاتا ہے)

مادہ: کہا صفی نے یہ مصرع سال ختم بنا ہوئی ہے مسجد نو نادر الزماں تعمیر

۱۳۱۳ھ

(۴) تاریخ وفات میر نفیس مرحوم (یہ سو شعروں کی مثنوی ہے)

اب سُنیں تاریخ احبائے نفیس — ہے بہشتِ عنبریں جائے نفیس
سنہ ۱۳۱۸ھ

(۵) تاریخ وفات میرزا بہادر محمد عباس رئیس اعظم لکھنؤ۔

مادہ: صفیؔ آنکھوں میں ہے جہاں تاریک — اُٹھ گیا ہو گیا چراغِ اودھ
سنہ ۱۳۲۰ھ

(۶) تاریخ وفات مسماۃ ممتاز فاطمہ

مادہ: جنت سے دے رہی ہیں یہ آواز فاطمہ — ہے خدمتِ حسین میں ممتاز فاطمہ

(نوٹ: مادہ تاریخ میں مرحومہ کا نام بطور سجع آ گیا ہے۔

(۷) تاریخ طباعت ترجمہ کلام مجید۔

مادہ: لکھتا ہوں میں یہ مصرعِ تاریخِ اختتام — قرآں کا ترجمہ بزبانِ فصیح ہند
سنہ ۱۳۲۹ھ

(۸) تاریخ فلسفہ اسلام مصنفہ راجہ امام علی خاں صاحب مرحوم

مادہ: ایک مصرع صاف سا یہ کہہ دیا میں نے صفیؔ — سہل سچا فلسفہ ہے مذہب اسلام کا
سنہ ۱۳۲۹ھ

(۹) تاریخ وفات مسماۃ بتول بیگم مرحومہ۔

مادہ: سن کے یہ واقعہ تاریخ صفیؔ نے لکھی — چمنِ خلد ہے ایوانِ بتول بیگم
سنہ ۱۳۳۰ھ

(۱۰) تاریخ وفات سید زوار حسین طرازؔ مرحوم۔

مادہ: خود وہاں چین سے ہیں اور صفیؔ ہم بے چین — مجلسِ خلد میں موجود ہیں زوار حسین
سنہ ۱۳۳۳ھ

(۱۱) تاریخ وفات نواب حامد علی خاں بیرسٹر مرحوم۔

مادہ: اور دو شعر کا قطعہ:-

ہو جہاں دفن ایک روشن دل خلیق
اس جگہ کیا احتیاجِ شمع و گل
مصرعِ تاریخ یہ لکھ دو صفیؔ
مرقدِ حامد علی خاں صبحِ گل
سنہ ۱۳۳۶ھ

(۱۲) تاریخ وفات مسماۃ اسعدی بیگم مرحومہ۔

مادّہ: رقمش زد صفی بلوح مزار — مرقدا نیست مطلع الانوار

سنہ ۱۳۰۳ھ

(۱۳) تاریخ وفات نواب امیر محل صاحبہ مرحومہ۔

مادّہ: بلوحِ مرقدِ پاکش نوشتہ کلکِ صفی
مزارِ بیگم خورشید قدر امیر محل

سنہ ۱۳۱۰ھ

(۱۴) تاریخ تصنیف مثنوی تذاب۔

مادّہ: پیداست ازیں سال مسیحی دم اتمام
تذاب صفی شد ثمر حلاوت سخن من!

۱۸۹۲ء

(۱۵) تاریخ وفات خورشید قدر آصف مرزا خلف شاہزادہ سلیمان قدر مرحوم

مادّہ: مصرع تاریخ رحلت ایں چنیں گفتم صفی
رفت از ملک سلیماں آصفِ عالی نژاد

(۱۶) تاریخ وفات نواب میر محمد حسین مرحوم۔

مادّہ: سالِ وفاتش رقم کرد صفی حزیں
میر محمد حسین حیف ز دنیا برفت

۱۳۲۲ھ

(۱۷) تاریخ وفات مولوی سید علی میاں صاحب کامل مرحوم

مادّہ: رسیدہ کاملِ معجز بیاں بمجلسِ خلد

سنہ ۱۳۲۲ھ

(۱۸) تاریخ اشاعت دیوان کلیم مرحوم۔

قطعہ: للہ الحمد کہ صاحب نظرے روشن دل
کردہ برطورِ سخن نورِ معانی تقسیم
شمع زیں مصرع تاریخ برافروخت صفی
وہ چہ دیوانِ منور ید بیضائے کلیم

سنہ ۱۳۲۳ھ

(۱۹) تاریخ وفات مسماۃ سرور فاطمہ مرحومہ۔

مادہ = سالِ فراق جستم در رضوانِ خلد گفت
سرور فاطمہ بلقائے محمدؐ ست

۱۳۳۶ھ

(۲۰) تخمیس مصرع تاریخ مشعر وفات مولوی سید احمد حسین موسوی مرحوم

فاضلے کو بود در بزمِ سخن بالا نشیں ! آمد از مرگش خبر گشتم صفیؔ اندوہ گیں
خواستم مصراعِ سالش از لبِ روح الامیں گفت بنوشت است رضواں بر درِ خلدِ بریں
مولوی احمد حسین موسوی خوش آمدید

۱۳۶۰ھ

(۲)

مورخہ ۵ اپریل ۱۹۴۳ء
مولوی گنج ——— لکھنؤ

عزیز محترم زادت مدارجکم۔

سلام مسنون و دعائے طولِ حیات و ترقیٔ درجات۔ خط آیا اور خیر و عافیت معلوم ہو کر دل مطمئن ہو گیا۔ میں بفضلہٖ بہ نسبت سالِ گذشتہ امسال اچھا رہا۔ خونی بواسیر کا دورہ نہیں ہوا جس نے پچھلے سال بالکل صاحبِ فراش بنا دیا تھا۔ اب آہستہ آہستہ دس بیس قدم چل پھر سکتا ہوں۔ خداوند کریم کا ہزار ہزار شکر ہے۔ آپ نے آئی اور آئے کے اعداد شمار دریافت کئے ہیں کہ دونوں برابر ہیں یا بیش و کم لہٰذا مفصل اس کے متعلق لکھے بھیجتا ہوں۔ آئی کے ۲۱ شمار ہوں گے اور آئے کے صرف گیارہ۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آئی میں دو ی، ہیں اور آئے میں صرف ایک۔ رسم الخط میں بھی اسی لیے آئی میں ایک ی کا شوشہ اور دوسری ی کا دامن یعنی ی لکھا جاتا ہے۔ آئی میں یائے معروف ہے اور یائے معروف جب کسی لفظ میں الف کے بعد آئے گی تو اسی طور سے آئے گی یعنی (ئی)، کی شکل میں پہلی ی ہمزہ کی آواز دے گی لہٰذا آئی۔ پائی۔ لائی۔ خدائی ان تمام لفظوں کے آخر میں دو ری، محسوب رہوں گی۔ لیکن آئے کے آخر میں یائے مجہول ہے اور وہ بغیر اشباع فاع کے وزن پر اور اشباع کے ساتھ فعلن کے وزن پر ملفوظ ہو گا بہر حال ری، واحد ہی رہے گی رسم الخط میں بحالت اشباع اس پر کوئی شوشہ نہیں لگایا جائے گا اس لحاظ سے خواہ آپ یائے مجہول پر ہمزہ لکھیے یا نہ لکھیے وہ ایک ہی رے، ہے اور اس کے صرف دس عدد لئے جائیں گے۔ آئے۔ پائے۔ جائے۔ کھائے۔ سب کے آخر میں یائے مجہول واحد ہے۔ مثلاً (پائے مرا لنگ نیست) اس میں یائے مجہول بغیر اشباع ہے اور (بجائے بزرگاں بباید نشست)، اس میں یائے مجہول اشباع کے ساتھ ہے۔ لیکن رسم الخط میں اور تاریخ میں واحد ری، مانی جائے گی کیونکہ ی یا کسرے کا اشباع ملفوظی ہوتا ہے مکتوبی نہیں ہوتا۔ مثلاً بنامِ جہاندارِ جاں آفریں۔ میم پر جو کسرہ ہے وہ بہ اشباع ہے یعنی اگر اسے کھینچ کر آپ پڑھیں تو وزن پورا ہو سکے اور یہ کھنچاؤ اس قدر ہے جتنا کہ ایک یائے مجہول ہی ہوتا ہے۔ مگر

کھنچاؤ چونکہ ملفوظی ہے مکتوبی نہیں اس لیے اس کا کسی حرف میں شمار نہیں۔ آپ نے اپنے خط میں آئے بروزن فعلن کی حالت پر گئے اور نئے کو منطبق کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں کیوں کہ گئے اور نئے میں از روئے رسم الخط دو رے، ہیں یعنی گاف اور نون کے بعد جو شوشہ ہے وہ پہلی ی کی علامت ہے اور دوسری (ے) پوری لکھی ہوئی ہے لہٰذا اس میں دونوں (ے) کے بیس شمار ہوں گے۔ دونوں لفظوں میں پہلی (ے) چونکہ ہمزہ کی آواز دیتی ہے اس لئے اس پر ہمزہ بنا دیتے ہیں مگر دراصل وہ ہمزہ (ے) کے لباس میں ہے۔

جناب ریاض مرحوم کے شعر میں آئے بہ اشباع یائے مجہول ہے اور اسی طرح جناب جلیل کے شعر میں بھی آئے بہ اشباع یائے مجہول نظم ہوا ہے اگر دونوں صاحبوں نے اس یائے مجہول کے ۲۰ عدد شمار کئے ہیں تو قطعاً غلطی کی ہے اور آپ نے اپنے مصرع تاریخ میں جو آئے کے تیرہ عدد شمار کئے ہیں یہ بھی غلط اور رہنمائے تعلیم لاہور کے اڈیٹر صاحب نے آئے کے اکیس عدد جو تجویز فرمائے ہیں وہ قول بھی غلط اور برخلاف قواعد فن تاریخ ہے۔ ہائے کے لفظ کے متعلق آپ نے دریافت کیا ہے اور ایک مصرع کسی صاحب کا لکھ بھیجا ہے جس میں ہائے کا لفظ مکرر آیا ہے پہلے ہائے میں یائے مجہول بلا اشباع اور دوسرے ہائے میں یائے مجہول اشباع کے ساتھ ہے یعنی پہلا ہائے بروزن فاع اور دوسرا بروزن فعلن ہے دونوں صورتوں میں اس کے عدد سولہ سولہ شمار ہوں گے اور از روئے تقطیع مصرع میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ لہٰذا مصرع معیوب نہیں۔ جناب محشر لکھنوی کا آپ نے پتہ دریافت کیا ہے مگر گذشتہ سال انکا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اپنی مطبوعہ کتابوں کے متعلق میں نے سید منظور علی صاحب وقمی سے کہہ دیا ہے انھیں نے یہ کتابیں طبع کرائی ہیں وہ بذریعہ پارسل آپ کے پاس بھیج دیں گے۔ ڈاک خانے سے انہوں نے دریافت کیا تھا وی پی نہیں جا سکتا۔ پارسل جا سکتا ہے۔ قیمت کتب و مصارف ٹکٹ پارسل حسب ذیل ہیں لہٰذا مبلغ سے آپ ان کے پاس بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں کتب مندرجہ ذیل وہ آپ کے پاس بھیج دیں گے۔

(۱) تنظیم الحیات مجلد ولایتی کاغذ پر قیمت عہ ر
(۲) لخت جگر مجلد دیسی سفید کاغذ پر قیمت ۶ ر
(۳) صفی و کالی غیر مجلد سفید کاغذ پر قیمت ۲ ر
پارسل کا محصول ڈاک .. .. بقدر ۱۳ ر
میزان ـــ ر

جناب ماسٹر سید منظور علی صاحب کا پتہ یہ ہے:-
لکھنؤ۔ مولوی گنج۔ مکان نمبری ۵۷ ا واقع نالہ فتح گنج اسٹریٹ متصل مہیش پرشاد اسٹریٹ۔

۲۱ مارچ ۱۹۴۶ء یعنی بروز نوروز نعش مطہر قبلہ و کعبہ مولانا سید ناصر حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ جو لکھنؤ میں سونپی ہوئی تھی بغرض دفن حسب وصیت جناب مرحوم آگرے مقبرہ جناب شہید ثالث علیہ الرحمہ میں دفن ہونے کے لیے بذریعہ ریلوے روانہ ہو کر ۲۲ مارچ کو وہیں دفن ہو گئی۔

آپ کا وطن مالوف کہاں ہے۔ لکھنؤ کبھی آنا ہوتا ہے یا نہیں۔ خیر و عافیت سے مطلع کرتے رہیے۔ ہاں ایک بات لکھنے سے رہ گئی آپ نے دریافت کیا ہے کہ آئینے کے کتنے عدد ہیں۔ اس لفظ میں ایک الف اور تین رے) ہیں اس کے ۴۱ عدد شمار ہونگے پہلی ری، ہمزہ کی آواز دے رہی ہے اس کے رسم الخط میں دو شوشے اور ایک یائے مجہول ہے۔ فقط دعا۔

صفی عفی عنہٗ

(۳)

مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۴۲ء

مولوی گنج ——— لکھنؤ

عزیز محترم زاد فضلہٗ

دعا۔ خط آیا خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ شکر خدا بجالایا۔ اپنی خیریت سے اسی طرح اطلاع دیتے رہیے۔ آپ نے اپنے مرحوم بچے کا نام اور تاریخ وفات لکھ بھیجی ہے اور تاریخ کے لیے مجھ نحیف و زار سے اصرار ہے حالانکہ آپ خود اس کام کو کر سکتے ہیں اور اشعار ماشاء اللہ جوان ہو کر یہ بار اٹھانے کے قابل ہیں۔ علاوہ بریں صاحب معاملہ خود اپنے دردِ دل کو جیسا بیان کر سکتا ہے دوسرے آدمی کے دل پر وہ کیفیت طاری نہیں ہو سکتی۔ خصوصاً مجھ سے نیم مردہ کا دل جس کی یہ حالت ہو کہ صبر کرتے کرتے پتھر کا کلیجا ہو گیا۔ صدمات اٹھاتے اٹھاتے دل اس قدر افسردہ ہو چکا کہ اب کسی شادی و غم سے متاثر ہی نہیں ہوتا اور انتظار مرگ میں دن پورے کر رہا ہے۔ شعر و شاعری کو مدت ہوئی کہ خیرباد کہہ چکا۔ جب تک دل و دماغ میں قوت تھی صدہا تاریخیں مختلف واقعات کی کہیں اور فرمائشی نظمیں بھی اب ان باتوں کی طرف طبیعت متوجہ نہیں ہوتی اور خاموش زندگی بسر کر رہا ہوں۔ ایسی صورت میں اس قسم کی فرمائش قرین انصاف کسی طرح قرار نہیں دی جا سکتی۔ بہرحال آپ کے شدید اصرار سے مجبور ہو کر ایک مختصر قطعۂ تاریخی لکھے بھیجتا ہوں۔ نیز جواہر مہرے اور رہنمتخواں اردو کی ایک ایک کاپی بذریعہ پیکٹ آپ کے نام روانہ کی جاتی ہے۔ آئینۂ تاریخ ابھی تک دستیاب نہیں ہوئی۔ ام التواریخ کی نسبت دریافت کیا جائے گا۔ اگر دونوں کتابیں ملیں تو قیمت سے آپ کو اطلاع دی جائے گی۔ جواہر مہرہ اور رہنمتخواں اردو کی قیمت بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ یہ دونوں وصی میاں سلمہٗ آپ کو ہدیۃً بلا قیمت بھیج رہے ہیں اور سلام عرض کیا ہے۔ پیکٹ وصول کر لیجیے گا۔ زیادہ دعا۔

قطعۂ تاریخ وفات حسرت آیات فرزند نو مولود

غلام حسن صاحب کسریٰ

دل کسریٰ کو دے گیا اک داغ — تازہ مولود یہ بھی نور العین

فروری کی، صفی، وہ تھی بائیس — گھر میں جب ہر طرف تھا شور و شین

غنچۂ ناشگفتہ کے غم میں — ماں کو آرام ہے نہ باپ کو چین

بلکہ فرزند کی جدائی میں — یہی ہیں دل شکستہ ماں کے بین

پردۂ خاک میں ہے در پردہ = ۱۳۶۲ھ
قوتِ باصرہ، ریاض حسین = ۱۹۴۳ء

نوٹ: دونوں مصرع تاریخی ہیں۔ پہلا سنہ ہجری میں دوسرا سنہ عیسوی میں۔ برائے خدا اب کبھی کسی نظم کی فرمائش نہ فرمائیے گا۔
فقط صفی عفی عنہ۔

مکرر یہ کہ بیتے کا لفافہ جو آپ بھیجتے ہیں اس کے ایک سرے پر گوند نہ لگایا کیجئے یعنی وہ سرا جو خط رکھ کر بند کیا جاتا ہے۔ چونکہ بارش کا زمانہ ہے۔ لہٰذا گوند کی وجہ سے وہ خود بخود چپک کر بند ہو جاتا ہے اور کھولنے میں بڑی زحمت ہوتی ہے۔ لفافے کے خراب ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔
صفی عفی عنہ۔

(۴)

مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۴۴ء۔

مولوی گنج لکھنؤ
عزیز گرامی منزلت سلمکم اللہ وابقاکم

دعائے طول حیات و ترقی درجات۔ آپ کے دو خط (ایک مورخہ ۲۰ جولائی اور دوسرا مورخہ ۲۸ اگست) پہنچے اور آپ کی خیر و عافیت دریافت ہو کر اطمینان خاطر ہوا۔ وصی سلمہٗ اب اچھے ہیں۔ برقی سلمہٗ ایل ایل بی کی جماعت میں داخل ہو گئے۔ لکھنؤ یونیورسٹی دریا پار پکے پل سے جانا ہوتا ہے۔ زینے سے چڑھ کر قریب کا راستہ ہے اور سڑک سے ذرا چکر پڑتا ہے اور حاضری سات بجے کی ہے۔ لہٰذا زینے کے راستے سے وہ اکثر نکل جاتے تھے۔ زینوں کے قریب ایک پختہ گھاٹ ہے جہاں روزانہ ہندو نہایا کرتے ہیں اور وہاں بہت سے بندر چھوٹے بڑے رہا کرتے ہیں جنہیں نہانے والے چنے، گڑ دھانی وغیرہ دیا کرتے ہیں۔ ایک ان بندروں میں بہت عظیم الجثہ ان کا سرغنہ ہے وہ اکثر راہ گیروں سے چھین جھپٹ بھی کر لیا کرتا ہے چنانچہ ایک دن کا واقعہ ہے کہ برقی سلمہٗ جب زینہ طے کر کے سڑک پر پہنچے عینک لگائے ہوئے تھے۔ سڑک پر بہت سے چھوٹے بڑے بندر جمع تھے۔ ان میں سے اسی سرغنہ نے عینک لینے کی غرض سے ان پر حملہ کیا اور پشت پر سوار ہو گیا۔ اس وقت چند دیہاتی لٹھ بند سڑک پر آ رہے تھے۔ انہوں نے دوڑ کر ہنکایا۔ عینک تک اس کا ہاتھ پہنچنے نہیں پایا لیکن پشت پر شیروانی اس کے پنجے سے چاک ہو گئی اور ناخنوں کی خراش پیٹھ کی جلد پر بھی آ گئی۔ عینک بچ گئی۔

کئی روز کے بعد جب یہ عینک لگائے جا رہے تھے اس نے پھر حملہ کیا اور پیٹھ پر لد کر عینک پر ہاتھ مارا اور چھین لے گیا۔ بائیں آنکھ کے کونے کے قریب اس کے ناخن کی خراش بھی آ گئی۔ خدا نے اپنا بڑا فضل کیا کہ آنکھ بچ گئی۔ عینک ان سے چھین کر خود لگا کے بیٹھا اور جب کچھ دکھائی نہ دیا تو اس کے شیشوں کو زمین پر پٹک کر توڑ ڈالا اور فریم کو ہاتھ سے نوچ ناچ کر دریا میں پھینک دیا۔ ایک اور راہگیر اسی وقت ہاتھ میں رسٹ واچ لگائے آ رہے تھے ان پر حملہ آور ہوا اور ان کی گھڑی چھین کر توڑ ڈالی۔ ایک یونیورسٹی کا چپڑاسی بھی اس وقت آ رہا تھا اس کی پنڈلی میں لپٹ کر کاٹ کھایا۔ اس کی رپورٹ یونیورسٹی کی طرف سے پولیس کو کر دی گئی۔ عینک کے بغیر لکھنے پڑھنے میں چونکہ برقی سلمہٗ کو بہت تکلیف ہوتی ہے اس لیے کہ ان کی نظر بہت کمزور ہے۔ لہٰذا انہیں میڈیکل کالج عینک کے نمبر کے لیے جانا پڑا اور وہاں سے کئی ہفتے ٹسٹ ہونے کے بعد نمبر ملا اور عینک لی گئی۔ قیمتیں اس قدر بڑھی ہوئی ہیں کہ العظمۃ للہ۔

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت۔ یہ تو ایک افسانہ واقعہ ہے۔ ہر چیز آگ کے مول ہو رہی ہے۔ ۲۷ اگست تک شدید گرمی اور تیز دھوپ سے لکھنؤ میں آگ برسائی۔ ۲۸ اگست سے پانی اسی شدت سے ایک ہفتہ شب و روز برسا کیا۔ یوپی میں زراعت کا بڑا حصہ وقت پر بارش نہ ہونے سے خاک میں مل گیا۔ پیداوار جب اچھی تھی جبھی گرانی تھی اور اب تو قحط ہی ہے۔ ہر شخص آلام و افکار و مصائب میں گرفتار ہے۔ خداوند کریم اپنا رحم کرے۔ خط سابق میں آپ نے تلخیص رباعیاتِ خیام کے متعلق پوچھا تھا۔ تلخیص کے چار حصے ہیں۔ دو بالکل مکمل ہو کر صاف ہو گئے۔ تیسرا اب میں نے مکمل کیا ہے وہ صاف ہو رہا ہے۔ چوتھا میں لکھ رہا ہوں۔ انشاء اللہ دو مہینے میں وہ ختم ہو جائے گا اور کچھ زمانہ مسودات کے صاف ہونے میں صرف ہوگا۔ تکمیل کے بعد اس کی طباعت کے متعلق تخمینہ کیا جا سکے گا اور اس وقت کوئی انتظام اشاعت کا ہو سکے گا۔ میرے خیال میں رباعیاتِ خیام کے مجموعے کی مع تلخیص چار جلدیں دو دو ڈھائی ڈھائی سو صفحات کی ہوں گی۔ کاغذ نایاب ہے اور طباعت کی جملہ چیزیں بے حد گراں۔

موسمی شدائد اور آلام و افکار سے میں کچھ ایسا پریشان رہا کہ جواب خط بھیجنے میں خلافِ معمول تاخیر ہو گئی۔

مفتاح سکاکی کے متعلق آپ نے لکھا تھا یہ کتاب عربی میں ہے۔ بہت زمانہ ہوا جب سرسری طور پر میری نظر سے گزری تھی۔ مصنف کا نام مجھے یاد نہیں۔ اور میرے پاس نہیں ہے۔ شاید بڑے کتب خانوں میں ملے۔ مگر میں تیقن کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا کہ مرزا اوج صاحب نے جو عبارت اپنی کتاب میں لکھی ہے وہ حتماً اسی کی ہے۔ ممکن ہے کہ کسی اور کتاب کی ہو۔ مرزا اوج مرحوم نے صرف اسی قدر تو عربی عبارت کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ جو طریقہ استخراج تاریخ یا معما کا ہو مصنف کو اسے ظاہر کر دینا چاہیے لہٰذا خود مرزا دبیر مرحوم نے بصراحت اودھ اخبار اور کنایتہً تاریخ مذکور میں بتا دیا ہے لہٰذا وہ بہت کافی ہے۔ اور مزید حوالوں کی ضرورت نہیں۔ وصی سلمہٗ نے بہت بہت سلام اور برق سلمہٗ نے بہت بہت تسلیم عرض کی ہے۔ اس تلخیص کی دلدل سے مجھے چھٹکارا ہو تو تدوینِ غزلیات کی طرف متوجہ ہوں اور جلدیں مثلاً تاریخوں کی۔ قصائد کی۔ سلاموں کی۔ ملکی نظموں کی۔ ملّی نظموں کی۔ رقعات منظوم کی قطعات و رباعیات وغیرہ کی تقریباً آٹھ دس جلدیں طباعت کے لیے معطل پڑی ہیں۔ سامانِ طباعت ذرا ارزاں ہو تو کچھ کام چلے۔ خط طولانی ہو گیا معاف کیجیے گا۔ زیادہ دعاء خیریت۔

صفی عفی عنہٗ

(۵)

مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۴۴ء

میرکوٹ۔ سہارن پور۔ عزیز گرامی منزلت زاد فضلکم

دعا۔ آپ کا خط مورخہ ۲۰ نومبر مجھے یہاں پہونچنے کے بعد ملا۔ اور اس کے بعد خط مورخہ ۲۹ نومبر۔ مگر اس دوران میں چند روز کے لیے میں میرٹھ چلا گیا تھا۔ لہٰذا ارسال جواب میں تاخیر ہو گئی۔ میرا ارادہ تھا کہ ۵ دسمبر تک لکھنؤ پہنچ جاؤں۔ مگر ضرورتوں کی بناء پر رکنا پڑا۔ اب انشاء اللہ ۱۵ دسمبر تک غالباً پہونچ سکوں گا اس لیے ابھی آپ خط یہیں کے پتے سے بھیجیں۔ آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ انشاء اللہ جنوری آئندہ میں آپ رخصت حاصل کر سکیں گے۔ امید ہے کہ دورانِ رخصت میں بشرطِ امکان آپ مجھ سے بھی مل سکیں۔ برق سلمہٗ آ گئے ہیں اور آپ کو بہت بہت تسلیم عرض کی ہے۔ محرم نمبر کے لیے وصی صاحب کو لکھ دیا گیا ہے وہ ایک

محرم نمبر بصیغۂ رجسٹری آپ کے پاس روانہ کردیں گے۔ حضرت دبیر مرحوم کے مصرع مندرجہ ذیل کے متعلق ملخص تسلیم میں تسلیم صاحب نے جو اعتراضات کیے ہیں اور بطور اصلاح جو دو مصرع پیش کئے ہیں ان کی بابت آپ نے مجھ سے دریافت کیا ہے اس کا جواب یہ ہے :۔

(مصرع متنازعہ)

؎ سال تاریخش بہ زُبرُد وبستہ شد زیب نظم

اس مصرع میں (زُبرُ) بضمتین کو مرزا صاحب مرحوم نے بسکون حرف ثانی نظم فرمادیا ہے۔ حالانکہ از روے لغت حرف ثانی (ب) متحرک ہونا چاہیئے۔

اسی پر معترض کا اعتراض ہے اور اس نے بطور اصلاح دو مصرع پیش کئے ہیں لیکن وہ دونوں ہی بالکل نادرست ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب سے لفظ (زُبرُ) کو (زُبرُ) نظم کر دینے میں مسامحت واقع ہوگئی ہے۔ ورنہ مصرع یوں ہو سکتا تھا۔

؎ در زُبرُ ہم بستہ شد سال تاریخش رقم

میں بفضلہٖ بخیریت ہوں۔ زیادہ دعا۔ فقط۔

صفیؔ عفی عنہ

(۶)

مورخہ ۲۳ فروری ۱۹۴۶ء

مولوی گنج لکھنؤ۔ عزیز القدر گرامی منش سلکم اللہ العزیز۔

دعاے طول حیات و ترقی درجات۔ عین انتظار میں مسرت نامہ پہونچا۔ خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ صوبہ دار صاحب کا سکشن آپ سے دور چلا گیا اور آپ کا ساتھ چھوٹ گیا یہ معلوم ہوکر مجھے بھی افسوس ہوا۔ میرا سلام اور دعا انہیں پہونچا دیجئے۔ بحق محمد و آل محمد جہاں کہیں وہ رہیں خوش و خرم رہیں۔ آپ کے پرانے افسر لفٹنٹ قمر علی مرزا صاحب آپ کے سکشن میں آگئے ہیں۔ یہ خبر دریافت ہوکر خوشی ہوئی۔ آپ کا موجودہ پتا میں نے ورداشی صاحب کو لکھ دیا ہے اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ آپ آج کل مورخہ ۱۵ فروری کی ودکا پیاں چاہتے ہیں۔ جلیل مرحوم کی تاریخ کے لیے ورداشی صاحب نے بھی مجھ سے خواہش کی تھی۔ لیکن میں نے انہیں لکھ دیا کہ بوجہ پیرانہ سالی و خرابی صحت عرصے سے فکر تاریخ میں نے ترک کردی ہے۔ آپ نے اپنے خط میں تاریخ کی تحریک کی ہے لیکن اسی سال میں چند ارباب علم و فضل کی اور دو مشاہیر شعرا کی موتیں ہوئی ہیں۔ اور ان میں دو شخص اہل لکھنؤ تھے جن کے وارثوں نے تاریخ کے لیے بے حد اصرار بھی کیا۔ ایک پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی مولوی محمد نواب صاحب مرحوم دوسرے پروفیسر کرسچن کالج لکھنؤ مولوی سید اکبر حسین مرحوم۔ میں نے ناسازی مزاج کا عذر پیش کرکے معافی چاہی۔ شعرا میں آسی اور سائل مرحوم کی وفات ہوئی۔ آسی انجمن بہار ادب کے رکن بھی تھے اور سائل مرحوم سے تو برسوں کی ملاقات اور خصوصیت کے ساتھ راہ و رسم تھی۔ سائل کے صاحبزادے نے ان کی وفات کے دوسرے ہی روز مجھے بذریعہ کارڈ اطلاع دی اور اس کے جواب میں میں نے صرف تعزیتی کارڈ لکھ بھیجا۔ بوجہ خرابی صحت شریک چہلم نہ ہوسکا۔ جلیل صاحب جن سے ملاقات بھی مجھ سے نہ تھی اگر ان کی تاریخ باوجود عذرات موجودہ کہوں تو اور حضرات متوفی کے وارثوں کی خاطر شکنی ہوگی یا نہیں۔ کہوں تو سب

کی تاریخیں کہوں اور اب اس عمر میں اتنی دماغی قوت کہاں سے لاؤں جو انسے روشنی طبع تو بر من بلا شدی۔

احباب کو کبھی بری تاریخیں جو پسند آئیں تو فرمائشوں کا ایک نامتناہی سلسلہ جاری ہو گیا۔ آخر کار مجبور ہو کر تاریخ گوئی سے توبہ کرنی پڑی۔ اور اب تو میں بوجہ کمزوری دل و دماغ فکر شعر ہی اپنے لیے مہلک سمجھتا ہوں۔ بے حد کمزور ہو رہا ہوں دوا برابر جاری ہے ہاتھ پاؤں ہر وقت سرد رہتے ہیں۔ دس بیس قدم چلنے میں سانس پھولتی ہے خود اپنی تاریخ کہنے کی بھی قوت نہیں۔ مجھے انتظار ہے کہ جب آپ تبدیل ہو کر کہیں اور جائیں تو حسب وعدہ لکھنؤ میں ضرور مجھ سے ملتے جائیں۔ آج کل یہاں بارش ہو رہی ہے۔ راشننگ میں گیہوں گھٹا کر آدھ پاؤ کر دیا گیا ہے اور خبر ہے کہ آمدہ ماہ سے چھٹانک ہی بھر ملے گا اور ممکن ہے کہ بالکل نہ ملے۔ انہیں سختیوں کا بظاہر یہ ہنگامہ آرائیاں نتیجہ معلوم ہوتی ہیں۔ اپنی خیر و عافیت سے برابر اطلاع دیتے رہیے تاکہ اطمینان رہے۔ ایک اخبار فروش رسالہ "آج کل" لکھنؤ میں بنا بہ فروخت منگواتا ہے۔ لہٰذا "آج کل" مورخہ ۱۵ فروری کی دو کاپیاں جن میں میرا فوٹو اور ماشر صاحب کا مقالہ شائع ہوا ہے۔ میں نے احتیاطاً آپ کے لیے خرید کر رکھ لی ہیں مگر ان کا بھیجنا سردست دشوار ہے۔ جب سرفراز کے پرچے جائیں تو انہیں کے ساتھ یہ بھی جا سکتی ہیں۔ پرچے بھی خرید کر رکھے ہوئے ہیں۔ وصی و برق نے سلام و تسلیم عرض کی ہے۔ فقط

صفی عفی عنہ

(۷)

مورخہ ۹ اپریل ۱۹۴۶ء
مولوی گنج ——— لکھنؤ

عزیزی سلمکم اللہ — دعائے طول حیات و ترقی درجات۔ خط مورخہ ۲ اپریل کل مجھے ملا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ دست بدعا ہوں کہ خدا کرے حسب خواہش تمہاری تبدیلی ہو تاکہ تم آرام و آسائش سے زندگی بسر کرو۔

بھائی خط میں تم نے یہ کیا لکھا؟ کہ "میں جب بھی لکھنؤ آتا ہوں، آپ کے لیے اس نازک زمانے میں موجب تکلیف ثابت ہوتا ہوں" اسے آخرہ۔ اس خیال سے تو بوئے مغائرت پائی جاتی ہے اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ میرے گھر کو تم اپنا گھر نہیں سمجھتے۔ حالانکہ میرے نزدیک تو جیسے میری اور اولاد ویسے ہی تم ہو اور تمہارے آنے سے مسرت کے سوا مجھے کونسی تکلیف ہو سکتی ہے۔ کوئی اہتمام مہمانداری کا نہیں کرنا پڑتا۔ تم کچھ بڑے پرتکلف یا خوش خور نہیں کہ کسی خاص انتظام کی ضرورت پڑے۔ محض ماحضر کے پیش کر دینے میں کیا زحمت۔

آپ نے چند اشعار طنزیہ کے انتخاب، ترجمہ غزل فارسی اور خود اسی فارسی غزل کی نقل۔ مانگی ہے اور اس فارسی غزل کے متعلق دریافت کیا ہے کہ کس پرچے میں چھپی ہے اور نغمہ کے متعلق ایک تحقیقی رائے کا استفسار کیا ہے مگر اس وقت میں ان فرمائشوں کی تعمیل سے قاصر ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ امسال آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا بتیسواں اجلاس بمقام دموہ (سی پی) ۲۰-۲۱ اپریل کو منعقد ہوگا۔ اور احباب نے ازراہ ستم ظریفی اس کا صدر مجھے منتخب کیا ہے۔ اس کے لیے مجھے تیار ہونا ہے۔ غالباً ۱۷ یا ۱۸ کو لکھنؤ سے چلا جاؤں گا جب کہیں ۱۹ تاریخ کو وہاں پہونچ سکوں گا۔ ایسی حالت میں اس ضعیفی کے عالم میں مجھے دم لینے کی فرصت نہیں — لہٰذا ان فرمائشوں کی تعمیل اس وقت قطعاً ناممکن ہے۔ امید ہے کہ آپ میری معذوری کا خیال فرمائیں گے۔ آپ کی منشا کے مطابق یہ خط آپ کے مکان کے پتے سے روانہ

گیا تاکہ آپ کو پہونچ سکے۔ آپ نے گرمی اور گرد اُڑنے کی جو شکایت کی ہے وہ بہت صحیح ہے وہ مقام ایسا ہی تکلیف دہ ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جلد آپ کو ان زحمتوں سے نجات دے۔ وصی میاں اور بڑی سلمہا آپ کی خدمت میں سلام و تسلیم عرض کر رہے ہیں۔ ۲۹ اپریل سے بڑی سلمہا کا امتحان شروع ہو کر غالباً ۸-۹ مئی تک ختم ہوگا۔ کامیابی کی دعا فرمائیے۔ میں اس وقت بے حد متردد ہوں کہ ایک دور دراز سفر طے کرنا ہے اور میری کمزوری کی جو حالت ہے وہ آپ خوب جانتے ہیں۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ دعا فرمائیے کہ بسلامت و عافیت وہاں سے گھر واپس آؤں۔ زیادہ دعا۔

خیر اندیش: صفی عفی عنہ

(۸)

آپ نے متعدد بار درباب نغمہ مجھ سے دریافت کیا ہے کہ اردو زبان میں نغمہ گانا محاورہ ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیوں؟ میرا مقصد تھا کہ موسیقی پر ایک مقالہ لکھ کر آپ کو بھیج دوں۔ مگر بوجہ ناسازی مزاج بالفعل معذور ہوں۔ بعد صحت بشرط فرصت پھر کبھی بالتفصیل اس مبحث پر خامہ فرسائی کر سکوں گا۔ بالفعل بطور مختصر آپ کے سوال کا جواب لکھے بھیجتا ہوں۔ لغت میں نغمہ بمعنی آواز خوش ہے۔ آواز مفرد کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) آواز محض۔ (۲) آواز ممتد۔ آواز محض تال کے کام آتی ہے۔ اور آواز ممتد سُر کے کام میں۔ ہندوستانی موسیقی میں سات سُر مروج ہیں۔ (۱) کھرج جس کا دوسرا نام سا ہے۔ (۲) رکھب جس کا دوسرا نام رے ہے۔ (۳) گندھار جس کا دوسرا نام گا ہے۔ (۴) مدھم جس کا دوسرا نام ما ہے۔ (۵) پنچم جس کا دوسرا نام پا ہے۔ (۶) دھیوت جس کا دوسرا نام دھا ہے۔ (۷) نکھاد جس کا دوسرا نام نی ہے۔ ان میں سے پہلا اور پانچواں یعنی سا اور پا اترا، چڑھا نہیں ہوتا۔ مابقی پانچ:۔ رے، گا، ما، دھا، نی دونوں قسم کے ہوتے ہیں، اترے بھی اور چڑھے بھی۔ لہٰذا ہر آواز ممتد یعنی سُر میں یہ تین باتیں پائی جاتی ہیں۔

(۱) کیفِ صوت QUALITY OF SOUND

(۲) عرضِ صوت MAGNITUDE OF SOUND

(۳) ارتفاعِ صوت PITCH OF SOUND

بقول ہنود ان کے دیوتا نے پہلے چھ راگ یعنی چھ قسم کی دھنیں ایجاد کیں جن کے جانچنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہر ایک ان میں سے پانچ پانچ سُروں سے مرکب ہے۔ مثلاً بھیروں جو راگ صبح کے وقت کا ہے۔ اس کے سُر یہ ہیں:۔ سا، رے، ما، پا، دھا ان میں رے، ما، دھا تینوں اترے ہوئے ہیں مگر زمانے کے تغیر و تبدل سے یہی راگ اب سات سُروں سے گایا جاتا ہے۔ یعنی اس طرح:۔ سا، رے، گا، ما، پا، دھا، نی۔ گویا گا اور نی کا اضافہ ہوگیا ہے۔ انہیں ساتوں سروں کی مختلف ترکیب سے چھ قسم کے راگ پیدا ہوتے ہیں جس طرح علم عروض میں ارکان افاعیل کی تکرار و ترکیب سے جو خاص اوزان پیدا ہوتے ہیں ان میں ہر ایک کو بحر کہتے ہیں۔ لہٰذا یہ چھتوں راگ مختلف سروں سے ترکیب پا کر بذریعہ الفاظ بے معنی برائے مشق جب الاپے جائیں اس وقت تک راگ ہیں اور راگر با معنی الفاظ میں یہی دھنیں منتقل کر دی جائیں تو وہی گیت کہے جاتے ہیں۔ اس لیے راگ اور گیت کے لیے گانے کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ نغمہ چونکہ محض ایک سُر ہے۔ زبان اردو میں اس پر گانے کا اطلاق نہیں ہوتا۔ محاورہ اردو میں نغمہ گانا یا سُر گانا مستعمل نہیں اس لئے نغمہ گانا قطعاً غلط ہے۔ المرقوم ۱۲ مئی ۱۹۴۶ء

صفی عفی عنہ

عزیزی سلمکم العزیز۔

دعا۔ خط ملا۔ طبیعت ابھی تک چاق و چوبند نہیں ہے۔ دردِ کمر اور ضعف کی شکایت بدستور موجود ہے۔ آپ کے متواتر تقاضوں سے مجبور ہو کر ایک مختصر مضمون متعلق نغزہ لکھے بھیجتا ہوں۔ وصفی اور برق سلمہا دونوں نے سلام عرض کیا ہے۔ زیادہ دعا۔

صفی عفی عنہ

مکرر یہ کہ پہلے خط کے ہمراہ میں نے ایک پیکٹ اپنے خطبۂ صدارت مطبوعہ کا بھی روانہ کیا تھا وہ آپ کو ملا یا نہیں۔ خط میں اس کے ملنے کے متعلق آپ نے کچھ نہیں لکھا۔ اس لئے دریافت کر رہا ہوں۔ صفی عفی عنہ

دریا گنج، دہلی۔

مورخہ ۲۹ جون سنہ ء

بیسکے کرم۔

تسلیم۔ عنایت نامے کا شکریہ ایک اگلے خط کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ اگر اس کا جواب نہیں گیا تو مجھے افسوس ہے۔ میں ایک مدت سے بیمار چلا آتا ہوں۔ اس لیے معذور سمجھا جاؤں۔

حرف ب کرار دو میں کوئی بتہ کہے یا آپ تاریخ نکالنے میں اس کے عدد دو ہی شمار ہوں گے۔ حضرات صفی وغیرہم کی رائے صحیح ہے۔

میں دوسرے فریق کی رائے کو غلط نہیں کہتا مگر وہ ایک غلط فہمی پر مبنی ہے۔ آنساعر دہر کہوں کا القاس کی بنیاد فیضی کی ایک رباعی ہے۔ جس میں آفتاب اور اکبر کے عدد برابر کئے گئے ہیں۔ وہ رباعی یہ ہے :-

نورے کہ زماہ عالم آرا پیداست
از جبہ شاہنشہ والا پیداست
اکبر کہ ز آفتاب نسبت دارد
ایں نکتہ ز بینات اسما پیداست

زبینات وزبر وغیرہ کا تعلق معلے سے ہے۔ سادھاران مادۂ تاریخ سے نہیں۔ فیضی کی اس رباعی کو بھی ٹوکا گیا ہے۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

نیازمند : برجموہن دتاتریہ کیفی

(۲)

حیدرآباد دکن

۹ جنوری سنہ ۳۲ء

دلنوازا۔ سلام مسنون

آپ کا نوازش نامہ پہونچا۔ آپ کی اہلیہ مرحومہ کا واقعہ جگر خراش معلوم ہونے سے سخت صدمہ اور قلق ہوا کہ اس کا اظہار زبان سے

ناممکن ہے مشیتِ الٰہی میں بجز صبر و رضا اور کیا چارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریقِ رحمت فرمائے اور آپ کو صبر و سکون عطا کرے۔
حسبِ فرمائش قطعۂ تاریخ کہہ کے بھیجتا ہوں۔ اس کی رسید اور اپنی خیریت سے مطلع کیجیے گا۔

قطعۂ تاریخ

نیک دل خاتونِ کسریٰ تھیں جو آہ دہر سے رخصت وہ معصومہ ہوئیں
سال ہے یہ ان کی رحلت کا جلیل داخلِ فردوس مرحومہ ہوئیں

۱۳۵۵ھ

والسلام ؛ فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۳)

۱۰ اپریل ۱۹۴۳ء۔

مکرمی۔ تسلیم۔ قطعات پیشتر ارسال کر چکا ہوں۔ کیا عرض کروں چند یوم سے مبتلائے مصیبت ہوں۔ تمام گھر مبتلائے امراض ہے۔ شاہجہان پور میں ۳ لغایت ۴ اپریل آل انڈیا مشاعرہ ہوا تھا۔ اکثر مشاہیر شعراء شریک بزم تھے۔ چار نشستوں میں دور ختم ہوا۔ عزیزی اعجاز صاحب خلفِ سیماب صاحب سے جناب کا آگرہ جانا معلوم ہوا تھا۔ دعا کیجیے کہ خدا اطمینان عطا فرمائے۔ آپ کے [۰۰] رنگین صاحب سانحۂ جنگ کا پتہ نہیں واللہ اعلم کس عالم میں ہیں۔ زمانہ ہوا کہ مجھ سے خط و کتابت بند ہے۔

دلؔ شاہجہانپوری

(۴)

۱۵ اگست ۱۹۴۳ء۔ از محلہ ہاتھی تھان شاہجہانپور۔

مخلص مکرم۔ السلام علیکم۔ میرا مسلک ابتداءِ شاعری سے مرنج و مرنجان رہا ہے۔ اسی میں پناہ محسوس کرتا ہوں۔ جن شعراء کا یہ شیوہ ہے وہ خود ہدفِ ملامت بنتے ہیں۔ شاعر بشر ہے کسی کا کلام فروگذاشت سے محفوظ نہیں۔ اس طریقۂ عمل کو شہرت کا ایک پروپیگنڈا سمجھنا چاہیے۔ یہاں تک تو روا ہے کہ دورِ حاضر کے متعلمین کو ان کی فروگذاشت سے آگاہ کیا جائے کیونکہ آئندہ کے لیے بشرطیکہ ان کی فروگذاشت صحیح ہو سبق حاصل ہوگا۔ مگر متقدمین کے اصلاحی اشعار پر نکتہ چینی کرنا ۔۔۔ بے ادبی اور بیکار ہے وہ موجود نہیں جو آئندہ کے لیے متنبہ ہوں۔ پرانے دور کا مذاق جدا تھا زبان اور محاورات میں فرق تھا وہ اپنے دور کے نقطۂ نظر سے اصلاحیں دے گئے۔ ایسی حالت میں ان پر نکتہ چینی محض اپنی شخصیت کا اظہار ہے۔ اکثر تنقیدوں میں غلطی کی گئی ہے۔ مثلاً حضرت جلیلؔ کے کلام پر جناب امیر علیہ الرحمۃ کی اصلاح ۔۔ رنگت میرے رُخ کی اور یہ عالم نقاب کا۔ دامن میں تم تو پھول لئے ہو گلاب کا۔ اوّل تو جناب جلیلؔ کا دیوان ملاحظہ فرمایا جائے۔ بجائے دامن آنچل چھپا ہے آنچل کی حالت میں کوئی سوال ہی نہیں۔ دامن ہی سہی۔ نقاب میں رُخِ محبوب ہے۔ پھول دامن میں رکھے جاتے ہیں۔ اس لئے نقاب کو گل رُخ کے اعتبار سے مجازاً دامن بنایا ہے۔ یہ مروضات شاعری ہیں۔ غالبؔ مرحوم کی اصلاح پر نکتہ چینی صریح غلطی ہے۔ شاگرد نے دو بحروں میں اشعار

نظم کیے تھے۔ مرزا غالب نے ایک بحر میں صحیح کر دیئے۔ تبدیلی بحر کا نقص تھا جس کو سکتہ کہا گیا ہے۔ بہر حال ہر اصلاح کم فہمی کی دلیل ہے۔ اور جرأت غیر مؤدبانہ۔ دستور الاصلاح پر ہر طرف سے نکتہ چینی ہو رہی ہے۔ ابر گنوری اور صغیر جلال آبادی کے مضامین نکل رہے ہیں۔ جس کا اثر بہت کچھ نمایاں ہو رہا ہے۔ ابر گنوری میرے قدیمی مخلص ہیں اور میرا احترام کرتے ہیں۔ صغیر جلال آبادی بھی اکثر محاورات میں تبادلہ خیال کرتے ہیں۔ سیماب صاحب اور اعجاز صاحب بھی مجھ سے اظہار خلوص فرماتے ہیں۔ مجھ کو کیا ضرورت ہے کہ میں ایک کا طرف دار ہو جاؤں۔ فضا صاحب کو روک دیا ہے۔ ابر صاحب کو بھی مناسب ہدایات دے دیئے جاتے ہیں۔ ہاں ایک بات تحریر سے رہ گئی وہ یہ کہ مصلح ہر شاعر کی قابلیت اور کلام کی نوعیت کے اعتبار سے اصلاح دیتا ہے۔ ابتدا مشق کا کلام اور نظر سے دیکھا جاتا ہے اور عاقبت اندیشی دوسری نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ بعض کلام عجلت میں مطالعہ کیا جاتا ہے جس میں ترقی کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ معترض نقاد اپنی تمام قابلیت اس کی ترقی میں کافی وقت صرف کر کے ختم کر دیتا ہے۔ ایسی حالت میں بلندی اصلاح ممکن ہے۔ مگر یہ وار اس نقاد کی اصلاحوں پر بھی چل سکتا ہے۔ بخدا میں بلا تصنع عرض کرتا ہوں، اکثر مرتبہ میں نے دس دس بارہ بارہ غزلیں بیک وقت دیکھی ہیں۔ اگر دو ایک غزل کا مطالعہ ہو اور فرصت اور سکون ہو تو وہ اصلاح کچھ اور ہوگی۔ آپ کا قطعہ تاریخی بھی سرسری نظر سے دیکھا گیا ہے۔ غزل کے مقابلہ میں قطعات پر میں دقیق نظر سے ڈالتا ہوں۔ مادہ تاریخ میں بھی اکثر مجبوری ہو جاتی ہے۔ مصرعے بھی اسی لحاظ سے خانہ پری کے طور پر نظم کیے جاتے ہیں۔ آپ کے تاریخی مصرعوں میں حرکات کا اختلاف ہے جس کو نظر انداز کیا گیا۔ متقدمین کے کلام میں بکثرت یہ خامیاں ملتی ہیں۔ بہر حال ترمیم مناسب ہے۔ دستور الاصلاح ہدیتہً میرے پاس بھی بھیجی گئی تھی۔ اس پر اظہار رائے کا سوال تھا۔ جواباً لکھا کہ جہاں جہاں مجھ کو اختلاف ہوگا ظاہر کروں گا۔ سکوت کر لیا گیا۔ ہوئی میں ایک یا حضرت استاد مرحوم نے تسلیم کی ہے۔ قیا غلط ہے۔ حرف ملفوظ سے پیدا ہوتا ہے۔ دو یا ر بنائیے تو ہو ہی ہوگا جو ثقیل اور غیر فصیح ہے۔ کتابت میں ہمزہ لکھنا اور یا د تسلیم چہ معنی دارد۔ ہمزہ کا کوئی عدد نہیں۔ اختلاف زبان اختلاف تذکیر و تانیث اختلاف اعداد تاریخی قدیم سے ہے۔ اپنی اپنی رائے۔ ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا کہ بلبل کو آپ مذکر لکھتے ہیں یا مؤنث۔ مزاحاً میں نے عرض کیا کہ بلبل کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں مذکر لکھتا ہوں جو لوگ تانیث کے قائل ہیں وہ مادہ تصور کرتے ہوں گے۔

زمانہ دو ہفتہ کا متعلق ہوا کہ یو پی گورنمنٹ سے میرے لیے ایک فرمائش آئی تھی کہ آپ ایک نظم دوران جنگ جلد از جلد مع تصویر بھیجیے۔ جس کا صلہ بھی ملے گا۔ چند رباعیاں میں نے ارسال کر دیں مع تصویر۔ بے سوال صلہ ایک رباعی ملاحظہ ہو۔

دشمن جو ادھر ادھر نظر آتا ہے ——— برطانیہ کے خوف سے تھراتا ہے
سنتے ہیں کہ ہر وادیِ افریقہ میں ——— ایک شیر ڈکارتا چلا جاتا ہے

دوسری نظم کا مطلع ملاحظہ ہو:

سنگینوں کے ہم جوہر دشمن کو دکھا دیں گے ——— ایوانِ تجسر کی بنیاد ہلا دیں گے

دل شاہجہان پوری

(۵)

۲ ستمبر ۱۹۴۳ء۔ مخلص مکرم۔ السلام علیکم۔ محبت نامہ باعث عزت افزائی ہوا۔ شکریہ۔ شاعر ہر صنف سخن میں آزاد ہے۔ مگر تاریخ گوئی میں مجبور

ایک عدد کی کمی بیشی سے تمام کوشش رائگاں جاتی ہے۔ اسی نقطۂ نظر سے بعض تاریخ گویوں نے کوئی مادۂ تاریخ نکالا اور اس میں لفظ ہوئی آگیا تو انہوں نے اپنی ضرورت کے لحاظ سے موڑ لیے۔ ہر رائے میں توجیہہ ممکن ہے۔ جو لوگ ہوئی کا املا ہوئی لکھتے ہیں وہ دو یاء کے قائل ہو گئے۔ کیونکہ ضرورت اعداد نے توجیہہ کے ساتھ ان کا یہی مسلک قرار دے دیا۔ جو لوگ ہوئی میں ایک یاء تسلیم کرتے ہیں وہ ہوئی کا املا ہوئی لکھتے ہیں دو یاء نہیں تسلیم کرتے تاریخ گوئی میں اکثر اساتذہ کو مجبور دیکھا ہے۔ اسی اعتبار سے وہ مادۂ تاریخ ایک ٹکڑے میں پورا کرتے ہیں۔ میرا ہر مادۂ تاریخ ایک مکمل مصرعہ میں آپ پائیں گے۔

میرا مسلک یہ ہے کہ لفظ ہوا میں یاء نہیں لہٰذا اس کو تانیث کیا تو ہمزہ کے ساتھ۔ دوسری یاء کہاں سے پیدا ہوئی جب تذکیر میں یاء نہیں۔ البتہ گیا میں بحالت تذکیر یاء ہے لہٰذا تانیث کی حالت میں گئی لکھ کر دو یاء تسلیم کرنے کے لیے ایک توجیہہ ہے۔ میرے خواجہ تاش سید مختار احمد صاحب مختار بھی ہوئی میں بصورت الا ہوئی۔ دو یاء تسلیم کرتے ہیں۔ فنی اعتبار سے اختلاف آیا اور چلا آتا ہے اور چلا جائے گا۔ یہ کوئی عیب نہیں۔ دور حاضر میں شاعری ابتذال سے پاک ہو۔ ہوئی میں دو یاء تسلیم کرنے والے اگر کہیں کسی مقام پر ہوئی کا املا ہوئی لکھ کر ایک یاء کے قائل ہوں تو غلطی املا ہوگی نہ اعداد کی۔ باعتبار خیال غم یا الم وغیرہ اسماء اسم نہیں ہیں۔ واحد اور جمع دونوں پر انکا اطلاق ہو سکتا ہے۔ مثلاً ہجوم غم لکھتے ہیں۔ لیکن میرے کلام میں آپ کو لفظ ہجوم بحالت واحد کہیں نہیں نظر آئے گا۔ ہجوم رنج و الم لکھوں گا۔ میں نحوی قاعدہ سے اختلاف نہیں کرتا لیکن اپنی ذات کے لیے یہ پابندی ہے اصلاحوں میں یہ دستور نہیں۔ میرے دیوان مطبوعہ اور غیر مطبوعہ میں لفظ وصل نہیں استعمال ہوا بعض نقادوں نے مجھ سے تحریری سوال کیا کہ یہ ترغیب جنسی میں شامل ہے۔ شاعر عاشق ہے اور عشق کا مدعا وصل ہے جواباً میں نے عرض کیا کہ مجھ کو وصل کی تمنا سے انکار نہیں۔ لیکن ہمیشہ مہجور رہا اس لیے آشنائے وصل نہیں۔ ایسی حالت میں میرے لیے مضامین وصل لکھنا تصنع ہوگا۔ میرا مسلک یہ ہے کہ شاعری فنی غلطی اتنی قابل اعتراض نہیں کہ جتنی بد مذاقی دور حاضر میں قابل اعتراض ہے۔

از متقدمین تا متاخرین اکثر فروگذاشتیں چلی آتی ہیں۔ مثلاً حور۔ حوراء کی جمع ہے مگر جملہ شعراء بمعنی واحد نظم کرتے ہیں۔ عربی شاعری میں مرد عورت سے اظہار عشق کرتا ہے۔ بھاشا میں عورت مرد سے۔ فارسی میں چونکہ تذکیر و تانیث میں فرق نہیں باعتبار مفہوم امرد پرستی کا پتہ چلتا ہے ورنہ کوئی تفریق نہیں۔ اردو شاعری فارسی کی آمیزش ہے اس لئے اردو شعراء نے تذکیری افعال معشوق کے خطاب میں استعمال کئے۔ عشق مذکر سے بھی ممکن اور مؤنث سے بھی۔ مگر سوال یہ ہے کہ معشوق کی نگاہوں کو باعتبار اثر تلوار کہہ سکتے ہیں اس کی زلف کو کہیں سے کہیں دراز کر سکتے ہیں مگر یہ ممکن نہیں کہ معشوق بصیغہ مذکر مخاطب کیا جائے اور اس کا ابھرا جوبن بھی تسلیم کیا جائے۔ ان باتوں کی ترمیم کی طرف ہمارے شعراء کو توجہ نہیں۔ البتہ نظر ہے تو اس طرف کہ بحالت اضافت و عطف علاوہ فارسی اور عربی کے ہندی لفظ عطف و اضافت کے ساتھ مستعمل نہ ہو۔ میں بھی تقلیداً اسی مسلک پر گامزن ہوں مگر سوال یہ ہے کہ فارسی اور عربی کا اشتراک تو جائز مانا گیا اور ہندی نے کیا خطا کی کہ اس کا عطف و اضافت ناجائز ہے۔ اس مغائرت پر اگر اردو کے مخالف مخالفت برتتے ہیں تو کیا بے جا کرتے ہیں جبکہ ہم خود اس کے بانی ہیں۔ نغمۂ دل پر نظر ثانی کی گئی۔ نقادانِ ملک نے میرے متعلق جو اظہار خیال کیا ہے اس کے مطالعہ سے مجھ کو بہت کچھ فائدہ ہوا۔ صدہا شعر میں تصنع تھا خارج کر دیئے اور اسی قدر بلکہ جا بجا اکثر مناسب اضافہ۔ انشاء اللہ نغمے کے طباعت میں ایک

نئی چیز نظر آئے گا۔

فنی استعارات کار آمد ہوتے ہیں۔ جب چاہیں تبادلۂ خیال کیجیے۔

دلؔ شاہجہانپوری

(۶)

۵ مارچ ۱۹۴۳ء

از شاہ جہان پور۔ محلہ باقی خان

عزیزی جناب کرم فرما۔ تسلیم۔ تفصیل خط پہنچا۔ میری منکسرانہ فطرت سمجھئے یا ضعف پیری۔ میں اپنے خلاف اور مرعوب کن تحریروں سے اب اثر پذیر نہیں۔ بخدا میں نے جانشینی سے متعلق خود کوئی تحریک نہیں کی۔ دورِ حاضر میں یہ ایک لاشے خصوصیت ہے۔ جناب فضا نے یہ سندیں حاصل کیں اور وہ کافی حد تک کامیاب ہوئے۔ شاعر بنانے سے نہیں بنتا۔ فطری عطیہ ہے۔ میں نے مقامی اکثر تلامذہ کے لئے کوشش کی کہ وہ بہتر کہہ سکیں۔ اصلاحوں میں ہدایتیں کیں مگر وہ اپنے مقام پر رہے۔ بعض ایک دو ان میں کہیں سے کہیں پہنچ گئے۔ کیا میں نے ان کو شاعر بنایا ہرگز نہیں۔ ان کی ذاتی ذہنیت مصلح تھی۔ میری فطرت مرنج مرنجاں ہے۔ میں حریف کو بھی رنجیدہ رکھنا نہیں چاہتا۔ یہ عیش صاحب کی سعادت مندی ہے کہ برسوں اپنا مصلح تسلیم کرنے کے بعد اب میرے اُستاد بنتے ہیں۔ خدا ان کو اس سے زیادہ حوصلہ عطا فرمائے۔ واقعات معلوم کر کے اکثر اہلِ قلم نے مجھ سے اجازت چاہی کہ رسائل میں واقعات کا اظہار کریں۔ لیکن میں نے ہر ایک کو روک دیا۔ میرے پاس تو متعدد خطوط عیش صاحب کے موجود ہیں۔ القاب میں حضرت استاذی قبلہ مدظلہ تحریر کیا ہے۔ میری بھی کوئی تحریر دکھا سکتے ہیں کہ میں نے ان کو مجرد مدظلہ یا کوئی تعظیمی القاب لکھا ہو۔

معلوم ہوا ہے کہ میرے ۲۴ اشعار نیاز صاحب کے پاس بغرض تنقید تخلص بدل کر بھیجے گئے موصوف نے تین چار شعر پسند کئے باقی قلم زد کر دیئے۔ قلم زد استاد کرتا ہے۔ نقاد صرف انتخاب کرے گا۔ یہ سراسر غلط ہے۔ نیاز صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں عیش کو نہیں جانتا اور نہ ان کا مرسلہ کلام بغرض تنقید میرے پاس اب تک آیا۔ آپ نغمۂ دل کو اٹھا کر دیکھئے ممکن ہے کہ چند غزلیں۔ اتنی ہیں۔ جدید کلام رسائل میں مطالعہ کیجیے۔ اس تعداد کے اندر ملیں گے۔ یہ میری احتیاط ہے کہ میں نے وقت ترتیب نغمۂ دل اپنے احباب نقادوں سے تنقیدیں کرائیں اور ان تنقیدوں سے فائدہ اٹھایا حتیٰ کہ اپنے صاحب ادراک تلامذہ کو انتخاب کلام میں شریک کیا۔ مختار صاحب میرے خواجہ تاشش ہیں۔ ان کو میں نے اجازت دی کہ حریفانہ نظر سے مطالعہ کیجیے۔ ان کے نوٹ موجود ہیں جب تک موصوف نے یا میرے مخلص نقاد کو اطمینان نہوا میں نے وہ شعر داخل دیوان نہیں کیا۔ ایک شعر پر موصوف نے اظہار کیا کہ شاعرانہ نقطۂ نظر سے قابل لحاظ نہیں البتہ مذہباً قابل اعتناء ہے۔ وہ شعر میں نے قلم زد کر دیا۔ نغمۂ دل طبع ہونے کے لیے لکھنؤ چلا گیا۔ پھر ایک پہلو نظر آیا جس سے وہ اعتراض رفع ہو گیا۔ سید صاحب کو سنایا۔ انھوں نے بہت پسند کیا بعد کو وہ شعر بذریعہ خط لکھنؤ بھیجا گیا۔ ہم خواجہ تاشوں میں ہمیشہ یگانگت رہی۔ میں نے ان کی اور انہوں نے میری تنقیدیں قبول کیں۔ بیباک مرحوم کے کلام پر اکثر میری تنقیدیں اور ترمیمیں ہوئی ہیں۔ ایک ترمیم پر باوجود میرے روکنے کے حضرات لکھنؤ کے سامنے اظہارِ ترمیم مسرت کے ساتھ کر دیا۔ لکھنؤ میں مولانا رضا فرنگی محلی اکثر اپنی غزل بغرض انتخاب سناتے تھے اور میں مرحوم کو۔ اس تبادلۂ

خیال کو اصلاح نہیں کہا جا سکتا بلکہ مِلتا جلتا مشورہ ہے۔ میرے ایک شعر پر جناب مخلص مرزا یگانہ نے مجھ کو خط لکھا کر میرا خیال دوستانہ ہے۔ آپ نے جگر مرادآبادی کے اندازِ بیاں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ مصرع نظم کیا۔ جگر اتالیق شاعر ہیں اور آپ صاحب فن ہیں۔ میری تنقید پر توجہ کی جائے اگر مصرع تبدیل کر دیا گیا تو بہتر اور اگر تبدیلی قبول نہ کریں گے تو میں خاموش ہو جاؤں گا۔ یہ میری تحقیقی تحریر ہے۔ میں نے وہ شعر جناب مختار جناب اثر لکھنوی، جناب نوح ناروی، جناب احسن مرحوم کے سامنے عند الملاقات پڑھا سب نے بغیر رعایت فرمایا کہ مصرع کا مفہوم قطعی قابل ترمیم نہیں۔ مرزا یگانہ کا صرف وہم ہے۔ لیکن میں نے سوچا کہ مصرع اور چست کر دینا شاعر کے اختیار میں ہوتا ہے۔ شاعر مجبور نہیں بلکہ فطرت کے لحاظ سے نئے مصرعے تبدیل کئے اور بغرض انتخاب جناب نیاز کی خدمت میں ارسال کر دیئے ہیں یہ مضمون کر آیا وہی رکھا انشاء اللہ تعالیٰ جب نغمۂ دل کی دوبارہ اشاعت ہوگی یہ افروش ہوگا۔

دلؔ نمبر شائع ہونے پر ملک کے ادبا نے میرے رنگ شاعری پر اظہار خیال کیا ہے۔ میرے اشعار پر دہلی اور لکھنؤ رنگ کی تنقید کی ہے۔ مجھ کو سراہا ہے۔ یہ بھی موجود ہے کہ میں نے نغمۂ دل میں دہلوی رنگ کی تقلید کی ہے گرچونکہ لکھنوی اسکول کا تعلیم یافتہ بتایا ہے اس لیے قدیم کلام میں وہ رنگ بھی پایا جاتا ہے۔ ان تنقیدوں سے میں نے فائدہ اٹھایا۔ تقریباً ۲۵ اشعار ضائع کر دیئے اور اسی قدر اضافہ کر لیا۔ میں بشر ہوں۔ فروگذاشت ورثۂ آدم ہے۔

آخر میں یہ عرض کرنا ہے کہ عیش صاحب میرے طریقہ اتحاد کو نظرانداز کر کے آخر میں پشیمان ہوں گے۔ وہ کہیں دنیائے ادب میں قبول نہیں ہو سکتا جس نے اپنے مصلح سے بغاوت کی ہو۔ میں آپ کو بھی یہی رائے دوں گا کہ عیش صاحب سے میرے متعلق عند الملاقات کوئی تذکرہ نہ کیجئے۔ ہاں یہ بھی رائے نہیں دوں گا کہ خط و کتابت کیجئے۔ خدا کے فضل سے آپ کا حلقہ اہل قلم بہت وسیع ہے۔

دلؔ شاہجہانپوری

تحریر خط کے بعد آپ کا مُرسلہ کارڈ پہنچا۔ محترمی مولانا صفی صاحب مدظلہ کی تحریر سے آگاہی ہوئی۔ مختار صاحب کی طرف سے آپ مطمئن رہیے ان کو واقعات عیش کا علم ہے۔ اخی مکرم جگر بسوانی ممکن ہے کہ کسی فریب میں آ جائیں۔ اگر ان کو کچھ بھی علم ہوگا تو وہ خلاف کوئی تحریر نہیں ارسال کر سکتے موصوف نے اپنی رائے میں میرے موافق اظہار خیال کیا ہے میرے کلام یا میری اصلاحوں کو توڑ مروڑ کر تبدیلی تخلص کے ساتھ اگر کسی سے خلاف رائے لی گئی تو اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ میرے اپنے قلم کی لکھی ہوئی البستہ قابل توجہ ہے۔ شیخ اسمٰعیل صاحب کے ذریعہ آپ مختار خاں کو مزید واقعات سے آگاہ کر سکتے ہیں۔ موصوف قادیاں میں ہیں۔ پتہ مرکز جماعت احمدیہ قادیاں۔ جناب مختار خاں مسودات آزاد جانشینی حضرت امیر کی ترتیب میں کافی شریک ہیں۔ انہیں کی ترتیب سے مسودہ مُرسلہ جناب نضا واپس کیا گیا ہے۔

جو شعر کارڈ میں تحریر کیا ہے وہ میرا نہیں۔

(۷)

۸ ستمبر ۱۹۴۷ء

عزیزی و مکرمی۔ تسلیم۔ ہنگامہائے قیامت خیز سے غیر معمولی انتشار ہے۔ خدا سکون اور اطمینان عطا فرمائے کل جناب عیشؔ

لے کذا بجائے عطائی۔

فیروز پوری کا کرشہ بلوچستان سے نسلا آیا ہے۔ وہ جان بچا کر فیروز پور سے کوئٹہ میں پناہ گزین ہیں تحریر خط معذرت آمیز بھی پریشانی تھا۔ خدا ہر انسان پر رحم فرمائے۔ میرا ارادہ بالفعل حاضری لکھنؤ ملتوی ہے۔ ریلوے سفر خطرہ سے خالی نہیں۔ بحالت اطمینان تاریخ روانگی سے انشاء اللہ مطلع کروں گا۔ تاریخ رحلت صفدر مرحوم کی حاضر ہے۔ جناب عابد نے بھی چار مصرع نظم کر کے عنایت کئے تھے۔ وہ بھی ارسال ہیں۔

دلؔ

ناز مشیت است کہ منشا بمصلحت | روز ازل بہ لوح جبیں گشت ایں رقم
ناپائیدار عیش و نشاط تعلق مآل | ہر کس رواں ز عالم فانی سوئے عدم
ناپائیدار ہستی انسان سادہ دل | روح لطیف راہرو جادۂ قدم
ناگفتنی ست بہر عزیزاں و اقربا | از مرگ نوجوان الم و یاس و رنج و غم

آمد ندائے غیب! شدائے دلؔ پس فنا
صفدر حسین۔ نیک نسب۔ زینت ارم

۱۳۶۶ھ

عابدؔ

کیوں نہ ہو غیر عزیزان وطن کی حالت | نوحہ خواں رحلت صفدر پہ ہے خاک تربت
گوش عابدؔ میں ندا آئی پئے سال وفات | نوجواں۔ روح جہاں۔ گلبن باغ جنت

۱۹۴۷ء

مصرعہائے تاریخ عجلت میں نظم کئے گئے ہیں۔ اصلاح فرما لیجئے گا۔ محترمی و معظمی جناب مولانا صفیؔ صاحب کی خدمت میں سلام عقیدت مندانہ پیش کیجئے۔

دلؔ شاہجہانپوری

(۸)

یاد شدہائے نوح زاد لطفہ،

سلام شوق: ہمزہ کا کوئی عدد کسی صورت میں نہ لینا چاہیے۔ گلبن تاریخ مؤلفہ آلمؔ صاحب حیدرآبادی داغؔ صاحب کے زمانے میں یہ کتاب شائع ہوئی۔ چونکہ استادی کی نظر سے یہ کتاب تام و کمال گزر چکی ہے۔ اس لئے میں اس کو مستند جانتا ہوں۔ علاوہ اس کے داغؔ صاحب کا ایک شعر بھی ہے ؎

ہم کس شمار میں رہے ہو کر بود پشت
یہ حرف ہمزہ وہ ہے کہ جس کا عدد نہیں

اس کتاب میں (ا) سے لے کر (۲۰۰۰) تک کے الفاظ ہیں ۱۱۱ میں لکھنؤ کا لفظ موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لکھنؤ بلا ہمزہ ہے اس کا کوئی عدد نہیں۔

تیسرا دیوان اعجازِ نوح ابھی طبع نہیں ہوا۔ کاغذ کمیاب ہے آئندہ کبھی دیکھا جائے گا۔ سفینۂ نوح کی کوئی کاپی نہیں۔

۲۱ مارچ ۱۹۴۳ء

نوح ناروی

(۹)

سہسوان۔ قاضی محلہ

۳۱ دسمبر ۱۹۴۳ء، جمعہ

مہرپرورِ کرم گستر زاد عنایتہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط موسومہ کری زار صاحب دیکھ کر مطالب سے آگاہی پائی اس خط میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ۔ اس سے پیشتر ایک عدد عریضہ ابلاغِ خدمت کر چکا ہوں۔ لہٰذا اصل جواب سے پیشتر عاجز کا یہ مشورہ قبول فرمائیے کہ اوّل تو صرف ایک عریضہ کافی تھا۔ کسی دوسرے لفظ کی ضرورت نہ تھی۔ دوسرے خط و کاغذ وغیرہ کی نسبت استعمال لفظ عدد خلافِ سیاقِ انشا ہے جس طرح عدد ظروف وغیرہ کے لئے۔ کتاب کے واسطے نسخہ۔ ثمرات و فواکہ کے واسطے دانہ۔ فیل کے لیے زنجیر۔ مواشی کے لیے راس۔ تلوار کے واسطے قبضہ۔ چھری کے لیے دستہ لکھا جاتا ہے۔ خطوط کے واسطے قطعہ اور۔ تا۔ مخفف تا۔ لکھنا چاہیے۔

اس کے بعد آپ کے مجتہدانہ سوال کے متعلق جو قبل ازیں کبھی کسی کے انتقالِ ذہنی کا مرکز نہیں بنا۔ گذارش ہے کہ اس تازہ تحقیق کا سہرا ہمیشہ آپ کے سر رہنے والا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بسیط و زبر و بینات وغیرہ کا انضباط عرب میں تدوینِ فنِ جفر کے وقت تکمیل ضرورت کسی غرض سے کیا گیا تھا جس کو فنِ سیاق و حساب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تاریخ گویوں نے اس کو وہاں سے لے کر حسابِ تاریخ میں داخل کیا۔ جو فارسی میں منتقل ہو کر اردو میں آ گیا۔ عربی و فارسی کے اسمائے حروف ایک ہیں ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بعض اسمائے پ۔ چ۔ ژ۔ گ۔ عربی سے زائد ہیں۔ لیکن اعداد زبر و رسمِ کتابت وہی ہے جو عربی و فارسی میں ان کے اخوات کی ہے۔ اسی بنا پر نہ تو پہلے کبھی کسی نے قواعدِ مروّجہ کے خلاف کوئی حملہ آور کیا اور نہ آئندہ ہی کیے جانے کی گنجائش ہے البتہ اردو ہندی کے بعض اسمائے حروف کی حالت اس سے جداگانہ ہے خصوصاً اسمائے حروفِ مخصوصہ ہندی جن کو تائے و دال و رائے ثقیلہ کہا جاتا ہے اور اعداد اب تک وہی لیے جاتے ہیں جو ان کی اخوات عربی و فارسی کے لیے جاتے۔ گو توحدِ اعداد کے لحاظ سے ان کے ساتھ وہی عمل جاری ہے جو دوسرے حروف کے ساتھ ہے لیکن نظر بر اصل تلفظ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ یہ عمل ایک زیادتی ہے جب اردو ہندی میں ان کا صحیح تلفظ ٹے۔ ڈے۔ ڑے۔ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ محض اردو ہندی تاریخ میں کورانہ تقلید کر کے اسمائے مکتوبی و ملفوظی کے اعداد نہ لیں بلکہ ایسا کرنا ایک قسم کی ہٹ دھرمی ہے۔ گو یہ اصول بہت صحیح ہے لیکن سوادِ اعظم میں ایک سوجھلا اندھا ہوا کرتا ہے۔ اس لیے اگر ایسا کیا جائے تو بوجہ جدت اس امر کا اشتہار و اعلان کر دینا انسب ہے پھر کسی اعتراض کی گنجائش بھی باقی نہ رہے گی نہ جواب دہی کی نوبت آئے گی۔ متقدمین الف ممدودہ کو الف کے ساتھ لکھ کر ہمیشہ اس کو دو عدد دیتے تھے احیاناً اگر کسی نے ایک عدد لیا ہے تو اشارۃً اس کا اظہار کرنا

پڑا ہے۔ اب برعکس اس کے عموماً ایک عدد لیا جاتا ہے اور دو لئے جائیں تو اس کا اعلان ضروری سمجھا جاتا ہے۔

اسیر کی تاریخ میں کتابت کی غلطی ہے صحیح مصرعہ یہ ہے ؎

خواجۂ عالمِ ارواح ہوئی جانِ وزیر

مگر انہوں نے ہوئی کو خلاف اصول ہوی لکھا ہے جس سے تاریخ میں نقص ہے۔ زیادہ تخفیف

طالب عنایت
شاکر حسین نکہت سہسوانی

(۱۰)

کرم گسترِ نکہت زاد عنایتہ۔ السلام علیکم۔

جناب نے جن اصحاب کی تاریخوں کا ذکر کیا ہے۔ میں ان کی نسبت کچھ لکھنا پسند نہیں کرتا اس لئے کہ نہ ہر شاعر ماہرِ فنِ تاریخ ہے اور نہ ہر واقف اصولِ تاریخ شاعر۔ محض خوش اعتقادی یا دوسری وجاہتوں سے قطع نظر کر کے جن حضرات کو اہلِ فن سمجھا گیا ہے ان کی تاریخوں سے استناد میں مضائقہ نہیں ورنہ ضروری نہیں ہر فن شعر میں مہارت تامہ رکھنے والا مسلم الثبوت مؤرخ بھی ہو۔ البتہ بعض اصحاب ایسے بھی ہیں جن کو دونوں فنون میں یکساں قدرت حاصل ہے مگر الشاذ کالمعدوم۔

جناب نواب مرزا خان صاحب داغ مرحوم نے حیدرآباد میں مجھ سے فرمایا تھا کہ تقدیر نے وطن اور رامپور کی صحبتیں چھڑا کر مجھے یہاں دکنیوں میں لا ڈالا ہے جو یہ بھی نہیں سمجھتے کہ میں کس کام کا آدمی ہوں اور کیا میرا مذاقِ طبع ہے۔ ایک صاحب تاریخ بنائے مکان کے متقاضی ہیں تو دوسرے تاریخ ولادت کے خواہشمند اور میں ان کی اس مردم شناسی پر اپنا سر دھنتا ہوں۔

یہ ایک تمہید ہے انضباط و استناد کے بارے میں اس کے بعد امر مبحوث عنہ کے متعلق گزارش ہے کہ الفاظ کے استقرا اور ان میں تدبر سے بخوبی واضح ہوگا کہ اردو میں ایسے افعال ماضی کی تانیث جن کا حرف دوم حرف علت ہو اس بنا پر کہ زبان قواعد کے ماتحت نہیں قواعد بعد میں بلحاظ اکثریتِ استعمال مرتب ہوتے ہیں بالکل خلاف قیاس ہے۔ وہ افعال ماضی جن کا حرف دوم حرف علت ہو یا تو واوی ہو گا یا یائی۔ اگر پہلی صورت ہے تو یہ واو کتابت میں تو آئے گا مگر تلفظ میں اشمام کے ساتھ ضمہ خفیفہ کی آواز پیدا کر کے حرکت دوم کے لئے اپنا قائم مقام ایک ہمزہ مفتوحہ کو بنا دے گا۔ جیسا کہ۔ ہوا۔ موا۔ توا۔ چھوا۔ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ ان کا حرف دوم یعنی واؤ۔ لکھا۔ پڑھا۔ سنا۔ کہا۔ وغیرہ کی طرح تحریک میں کوئی دخل نہیں رکھتا اور اس کی جگہ حرف آخر کو ساکن بنانے کے لیے ایک ہمزہ نے لے لی ہے۔ اس حالت میں جب ان افعال کی تانیث کی جائے گی تو یائے علامت تانیث سے پہلے ایک یا کا جو قائم مقام ہمزۂ متحرک ہے اضافہ لازمی ہے اس لئے کہ جو واؤ داخل کتابت ہے وہ تلفظ میں قبل ازیں ہمزہ سے بدل چکا ہے اور کتابت میں اب بھی موجود ہے۔ اس صورت میں یہ خوبی ہے کہ کتابت موافق تلفظ ہوگی اور تلفظ مطابق کتابت اگر یہی الفاظ باشباع حرکت واؤ۔ ہُوا۔ مُوا۔ تُوا۔ چھُوا۔ ہوتا تو دوسرے افعال کی طرح ان کی تانیث بتحریک حرف دوم۔ ہوی۔ موی۔ توی۔ چھوی۔ ایک یا کے ساتھ ٹھیک تھی۔ لیکن حقیقتِ حال چونکہ اس کے خلاف ہے اس لئے محققین ان افعال مونث کو ایک شوشہ لگا کر ہوئی توئی وغیرہ لکھتے ہیں یا ہوئی۔ توئی کی شکل میں۔ صرف ایک یا لکھنا املے

کی غلطی ہے۔

باقی رہی دوسری صورت جب حرف دوم یا ہو تو ایسے افعال کی تانیث میں ہمیشہ حرف ثالث حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے کیا۔ لیا۔ دیا کی تانیث۔ کی۔ لی۔ دی۔ ہے۔

کان تاریخ کے مصنف ایک ہندو بزرگ قوم کے کایستھ دہلی کے رہنے والے ملازم ریاست گوالیار تھے جو کبھی کبھی اپنے بیٹے منشی عبدالرحمٰن نومسلم سے ملنے کے لیے بھوپال جایا کرتے تھے۔ وہ مجھ سے ۱۳۱۶ھ ہجری میں وہیں ملے تھے اس وقت ان کی عمر تقریباً ستر سال کی تھی نام یاد نہیں رہا اور کان تاریخ بھی اب میرے پاس نہیں جس سے نام نقل کیا جائے۔ والسلام

طالب عنایت

شاکر حسین نکہت سہسوانی

(۱۱)

پٹنہ بہار

ذرہ نواز کرم گسترا۔ تسلیم۔ نامہ گرامی مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۴۳ء بتاریخ ۳۱ مارچ موصول ہو کر موجب عزت افزائی ہوا۔ جناب نے قطعاتِ تاریخ حضرت علامہ شاد علیہ الرحمۃ کے طلب فرمائے ہیں۔ اس کے خصوص میں مجھے حد درجہ حسرت و افسوس کے ساتھ یہ عرض کرنا پڑا کہ مرحوم کے دفترِ کلام کو ان کے ناقدر شناس اخلاف نے بہت بری طرح ضایع و برباد کر ڈالا۔ اور اصل مسودات مرحوم کے دستِ خاص کے لکھے ہوئے از راہ طمع زر اہل مطبع کے ہاتھ حق طباعت دے کر فروخت کر کے مرحوم کی ۷۰ برس کی ریاضت کو ضائع و تلف کر دیا۔ ایسے باکمال قادر الکلام اہل فن کے حرمت کی مطلق نگاہ داشت نہ کی۔ اور ان اہلِ مطبع نے کلام کو چھاپنے کے عوض تباہ و برباد کیا۔ اور حسادِ زمانہ نے ان کی حمایت کی۔ ان کے کل کلام اس روش ناقدری سے معرض فنا میں پڑ گئے۔ قطعات تو بالکل معدوم ہو گئے۔ اس لئے تعمیل ارشاد وفا بنیاد سے قطعاً قاصر ہوں۔ اپنے قطعات کے متعلق یہ التماس ہے کہ ۷۲ سال کی عمر ہے ضعف پیری حائل ہے۔ امراض جاں گسل کا شکار ہوں۔ ان کی تلاش اور فراہمی میرے لئے اس وقت کوہ کندیدن سے کم نہیں۔ معذور محض ہوں اور بڑے افسوس کے ساتھ معذرت خواہ ہوں۔ ورنہ ضرور تعمیل حکم کرتا۔ خداوند عالم آپ کی کتاب کو اتمام تک پہونچائے امید کہ بعد از طباعت و اشاعت کتابت قیمتاً یا ہدیتاً جس طرح مناسب سمجھیں مجھے بھی ایک نسخہ اس کا ضرور مرحمت فرمائیں۔ (۲) ناسخ مرحوم کا دیوان نکال کر میں نے حضرت رشک مرحوم کی تاریخ دیکھی۔ انہوں نے لکھنؤ کے ہمزہ کا ایک عدد با ضابطہ لیا ہے اور گوئی کے ہمزہ کو بصورت یائے تحتانی قائم کر کے ۱۰ عدد لئے ہیں۔ دونوں عمل ان کے صحیح اور مسلّم اساتذہ ماضیہ ہے اور ۱۲۵۴ھ جو سن مطلوب ان کا ہی نکلتا ہے۔ ہمزہ کا ایک عدد لینا بالکل جائز اور صحیح ہے اور گوئی کے ہمزہ کو یائے تحتانی تسلیم کر کے اس کے جو دس عدد لئے ہیں وہ بھی صحیح ہیں ہمزہ جس حرف پر ہوگا۔ اس ہمزہ کا عدد لینا جائز استادوں نے کیا ہے اگر ہمزہ لکھا نہ ہے تو اس کا کوئی عدد نہ قرار دیا جائے گا۔ یہی قاعدہ ہے۔ رشک مرحوم کا مصرعہ قاعدتاً درست اور صحیح ہے۔ آپ کا مسلک غالباً شیعہ اثنا عشری ہے۔ میں بھی اسی گھر کے غلاموں میں ہوں۔ آئیے تصور میں آپ سے مصافحہ کروں۔ اللھم صلی علیٰ محمد و آل محمد و لعنۃ اللہ علیٰ اعدائھم اجمعین

من یومنا ھذا الیٰ یوم الدین ۔

میرا مزاج نادرست تھا اس سبب سے جواب میں توقف ہوا معذرت قبول فرمائیں۔ آپ کا وطن اور مکان کہاں ہے۔ مطلع فرمائیں اور کس ملازمت میں آپ ہیں۔ اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو ایک راجس چاکو ایک پھلا یا دو پھلا جو ممکن اور بازار میں دستیاب ہو جائے خرید کرکے مجھے بھیج دیں۔ قلم بنانے کے لئے۔ یہاں بہ سبب وار کے یہ چیزیں نایاب ہو رہی ہیں۔ چاکو کے بغیر مرادیان صاف نہیں کیا جا سکتا۔ توجہ فرمائیں اور قیمت سے اطلاع دیں کہ روانہ خدمت کروں۔ زحمت کو معاف فرمائیں گے۔ والسلام مع الاکرام۔

۱۴ اپریل ۴۳ء — فقیر دعا گو سید عنایت حسین امداد (نقوی)

(۱۴)

فردوس منزل

۶ جون ۴۴ء — عزیز گرامی منزلت دام بقائکم و اقبالکم بالامن والعافیۃ

سلام مسنون و دعا ہائے ترقی عمر و اقبال۔ ملفوف محبت آمود مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۴۴ء بتاریخ ۴ اگست موصول ہو کر باعث تفریح قلب حزیں ہوا۔ آپ کی خیریت سن کر دل شاد ہوا شخص معلوم نے کیا بتاؤں کہ کیا کیا ذلت و استخفاف کا سامان مرحوم استاد (شاد) کے مرنے کے بعد کیا۔ اور دشمن دوست ثابت کر دنیائے کمال میں ان کے مٹا دینے اور فنا کر دینے کا سامان کیا۔ من جملہ ان مظالم کے اک یہ ستم بھی ہے جو ندیم میں آپ کی نظر سے گزرا۔ ایسا محسن کش بلکہ استاد کش شاذ زمانے میں دکھائی دے گا۔ آپ نے اصول طبع شناسی سے کام لیتے ہوئے اس کی بدنفسی اور کینہ طوری پر غائر نگاہ کی ہے اور آپ کے نازک احساسات نے اس کو خوب پہچانا۔ اس کی چال اور مکر کسی . . . . سے کم نہیں یہ شخص سخت تعصب مزاج آدمی ہے۔ اور مرحوم کو نیچا دکھانے کا ہر رُخ سے دنیائے ادب و شاعری میں محکم ارادہ کئے ہوئے ہے۔ میر انیسؔ کے گہرے عشاقوں میں خود حضرت شادؔ تھے اور ان کے مقلد اور ان کی روش دلفریب کے جاں دادہ تھے۔ آپ نے میر انیسؔ کے متعلق جو مختصر سا اظہار خیال اپنا کیا ہے میں بھی اس کا بدل و جاں مؤید اور ہم زبان و ہم نفس ہوں۔ اقبال ہوں۔ یا شبلی نعمانی ہوں سب معترف ان کے کمال تخیل کے ہیں۔ اور اردو زبان کی شاعری کے ایجاد کا سہرا انیسؔ کے سر چڑھاتے ہیں۔ فی الحقیقت اگر انیس نہ ہوتے تو اردو زبان یوں سج سجا کر آج معراج کمال کی حدود پر نظر نہ آتی۔ اور تمام متاخرین کو انہیں کی تقلید کرنی پڑی۔ داغؔ دہلوی زبان کی بدولت یوں قبول جہان سخن ہوا۔ صفائی۔ ترکیب بندش۔ محاورات کی چاشنی وغیرہ وغیرہ۔ سب میر انیسؔ کے یاں سے اس نے اخذ کی ہے۔

میر انیسؔ اس طرح عروس سخن کو سنوار کر گئے کہ اودھ اور مضافات اودھ کو ان کو خدائے سخن ماننا پڑا۔ خود ایک جگہ فرماتے ہیں۔ (عروس سخن کو کسی نے انیسؔ تمہاری طرح سے سنوارا نہیں) آپ کا یہ فقرہ خدا علیم ہے کہ پڑھ کر میرا دل اتنا خوش ہوا کہ وجد آنے لگا۔ اس سے صاف پتا چلتا ہے کہ انیسؔ کے اصول پر آپ نے بہت تعمق کی نگاہ ڈالی ہے۔ اور ان کے کارناموں کو بڑی عالی دماغی اور والا نظری سے دیکھا ہے۔ اور ان کے فطری مطالعوں کو باریک اور نزاکت تیز بصارت سے معائنہ کیا ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ ہستی خدائے سخن اردو زبان کی تھی۔ (لیکن جس معیار کو انیس پیش کر گئے۔ اس میں تبدیلی کی بہت کم گنجائش ان کی طبع رسا نے اپنے آنے والوں

کے لیے چھوڑی ہیں "۔ برحق آپ کا یہ فیصلہ حقیقت حال اور واقعہ یوں ہی ہے۔ آپ ایسے نالائق سے ہرگز تخاطب کا قصد کبھی نہ فرمائیے۔ ذاتیات کی بحث چھڑ جائے گی۔ اور خلافِ شان اور رکیک اسلوب گفتگو وہ اختیار کرے گا۔ شخص موسوم کی عمر پچاس کے لگ بھگ ہے۔ ۴۸ یا ۵۰۔ اور خیریت ہے۔ بھائی آپ کے تسلیمات عرض کرتے ہیں۔ بچوں کو دعائیں اور پیار۔

دعاؤں سے میں کبھی آپ کے لیے غافل نہیں رہتا۔ آپ کے وطن میں زعفران بھر ملتی ہے۔ اگر زحمت نہ ہو تو دریافت کر کے لکھیں گے۔ والسلام

دعاگو

۶ر اگست ۱۹۴۴ء

عاصی عنایت حسین امداد (نقوی)

(۱۳)

دفتر ندیم گیا (بہار)

۱۹ر مئی ۱۹۴۴ء

کرمفرما۔ تسلیم۔ کل ملفوف مع مضمون ملا تھا۔ آج منی آرڈر وصول ہوا۔ دونوں کے لیے شکریہ قبول فرمائیے۔ مضمون فوراً حوالہ کاتب کر دیا گیا اور جون کی اشاعت میں شامل ہو گیا۔ جو یکم جون کو ضرور بالضرور شائع ہو جائے گی۔ اس لیے شادنمبر یعنی جنوری، فروری، مارچ کی یکجائی اشاعت نیز اپریل و مئی کی علیحدہ علیحدہ اشاعتوں کی ترسیل روک رکھی ہے کہ جون کی اشاعت بھی ساتھ ہی محفوظاً ابلاغ خدمت ہو سکے۔ امید کہ اس تھوڑی سی تاخیر کو گوارا فرما کر رہین منت فرمائیں گے۔

میں افسوس کے ساتھ اطلاع دیتا ہوں کہ جون کی اشاعت کے ساتھ میرا تعلق ندیم سے نہیں رہے گا۔ بلکہ میرے شہر سے ندیم کا تعلق نہیں رہے گا۔ اب یہ ماہنامہ جولائی سے پٹنہ (عظیم آباد) سے شائع ہوا کرے گا۔ کیا بتاؤں ؎

مجھ سے، قسمت میں مری صورت قفلِ ابجد
تھا لکھا، بات کے بنتے ہی جس کا ہو جانا

ماشاء اللہ آپ کا مذاق کتنا ستھرا، اور ذوق علم و عمل کتنا پختہ ہے کہ آپکے موجودہ ماحول کو نظر میں رکھ کر تحریر والا جو دیکھی تو بے ساختہ دل بول اٹھا ؎

دریں عجب ہیں کہ چہ نورسے زکجا می بینم!

خانوادۂ مینائی و فصیح الملکی کے اکثر مشاہیر سے راقم الحروف کے برادرانہ خلوص و مراسم رہے۔ مثلاً خیام الہند ریاضؔ مرحوم، مضطرؔ خیرآبادی مرحوم، جگرؔ بسوانی، سیمابؔ اکبرآبادی، ابھی ۶ر اپریل کو ہمارے شہر سے منسوب شفقؔ عمادپوری داغ دے گئے اناللہ و انا الیہ راجعون! ان سب باتوں کے بعد آپ سے ایسے وقت تعارف ہوا جب ؎

کنونم کہ وقت گزشتن رسید
زمانے[1] بحق بازگشتن رسید

پھر بتلائیے تو کیسے افسوس نہ ہو۔ آپ کے استاد حضرت جلیل القدر مغتنمات سے ہیں۔ خدا ان کو تا دیر قائم رکھے۔ کتابوں کے متعلق عرض ہے کہ اب اس کو اختتام جنگ پر اٹھا رکھیے۔

ننگِ نام

سید حسن امام غفرلہٗ

---

[1] کذا، بجائے زمانِ

(۱۴)

باسمہ سبحانہٗ

گیا۔ حسنین منزل
۱۹ جون ۱۹۶۴ء

قدر افزائے من اللہ معکم اینما کنتم!

سلام مسنون۔ ۹ جون کا کرمنامہ ۱۴ کو اعزاز بخش ہوا۔ تاخیر جواب کی وجہ یہ ہے کہ میرا ایک قدم گیا میں دوسرا پٹنہ میں رہا کیا۔ اس وقت بھی پا برکاب ہوں اور کلکتہ کا عزم۔ ندیم کے سلسلہ میں میری ناقص کارگزاریوں کو سراہنا آپ کے حسن خلق پر دال ہے ورنہ "من آنم کہ خود را خوب می دانم"! "نیا ادب والے اور ہم" کے ساتھ ساتھ آپ "ہماری زبان" اور خطرے میں؟ "کو بھی دیکھ لیجئے۔ "موجودہ ادب میں انقلاب کی ضرورت" پر آپ کا مضمون کاش مجھے دستیاب ہو سکتا تو بڑے شوق سے اس کا مطالعہ استفادتاً کرتا۔ ساقی کا مکمل فائل اگر قیمتاً مل سکے تو ع

"جاں گرو، جامہ گرو، رطل گرانے بمن آر"

"ہمزہ کے عدد" پر جو مضمون آپ نے سپرد قلم فرمایا ہے۔ اس کو دیکھنے کا میں یقینی مشتاق ہوں مگر جس غرض سے آپ مجھ سے رجوع فرمانا چاہتے ہیں اس کے پورے کرنے کی مجھے صلاحیت کہاں؟ البتہ آپ جناب حمید عظیم آبادی ارشد تلمیذ شاد مرحوم سے رجوع فرمائیں اور میرا حوالہ دے کر ان کو لکھیئے۔ ان کا پتہ حسب ذیل ہے:-

حضرت حمید عظیم آبادی ——— حمید منزل — لودی کٹرہ — پٹنہ سیٹی

وہ ماشاء اللہ فن داں بھی ہیں اور جو کچھ پڑھا ہے وہ دوسروں کو پڑھا کر علم کو تازہ رکھتے ہیں۔ میں خود ہمزہ کے عدد نہیں لیا کرتا۔ بلکہ یوں کیوں نہ کہوں کہ ایسے الفاظ سے حتی الوسع پرہیز کرتا ہوں جن میں اس کا جھگڑا ہوتا ہے۔

جناب فرحت کی تاریخ کا قطعہ بند بعد مراجعت از کلکتہ، وہ بھی شرط پر پیش کر دوں گا۔ اب نسیان لاحق ہے۔

کال عظیم آبادی سے مجھے ذاتی واقفیت نہیں۔ خواجہ عشرت کا یادگار نمبر ندیم نکلا تھا اس میں انہوں نے جو کچھ چھپنے کے لیے بھجوایا تھا اس پر میری رائے ان کی نسبت ایسی نہیں قائم ہو سکی جو ان کے لیے سرمایۂ نازش ہو۔ رہی جانشینی، تو وہ اختراعات جدیدہ ہی سے ہے۔ اور صلاحیت صرف علمی اس کا ذریعہ نہیں ع

صد بار صبا اینجا بے سلسلہ می رقصند!

کاش آپ نے عشرت لکھنوی پر میری نظم دیکھی ہوتی! افسوس اس کی کوئی کاپی نہیں رہی۔ ورنہ ضرور پیش کرتا۔ جولائی ۱۹۴۶ء میں اس کی اشاعت ہوئی تھی!

خدا آپ کو محفوظ و مامون رکھے۔ آمین۔

ننگ نام
سید حسن امام عفی عنہٗ

(۱۵)

باسمہ سبحانہ

گیا۔ حسنین منزل
(جمعہ)

۲۱ ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ
۸ دسمبر ۱۹۴۴ء

کرم گستر ان اللہ معکم اینما کنتم! سلام مسنون!

عرصہ سے "آشتیٔ چشم و گوش" ہے۔ جی نہیں مانتا۔ اکتوبر یا ستمبر کے شاعر میں آپ کا مضمون مطالعہ کے لیے مفید طلب ہوا۔ یاد کچھ آتی ہے کہ پہلے بھی شاید عرض کر چکا ہوں کہ ان مباحث کا اب وقت نہیں رہا سے

ٹھمری، پیٹ اور غزل پر اہلِ محفل کان دیے ہیں
نادر اُس فریاد سے حاصل؟ جس کو سنتا کوئی نہیں

اب کام کی بات کرنی ہو تو دو چار سر پھرے مگر دانستِ کار، نوِ مسلم سے بے پروا ہو کر اردو کا نیا عروض بنا کر پھلجھڑی چھوڑ دیں پھر دیکھیے کیسے کیسے چھچھوندر، کن کن گوشوں سے نکل پڑتے ہیں اور بہر بر خود غلط اجارہ دار ادب ادارہ سے آسمان تارے فضا کو جگمگا دیتے ہیں یا نہیں؟ اس کام کے لیے وہ اساتذہ بیکار ہیں جو عروضِ سیفی کی "الٹی سیدھی" پڑھتے رہتے ہیں۔ بلکہ قدامت پسندی کو ناسخ لیا جانے والے کل کے کل ذوی العقول "اسی شمار" میں آتے ہیں۔ کیا آپ ہمت کر سکتے ہیں کہ اس "جنونِ شوق" میں کام آئے؟ فی الحال تو ہم اور آپ گنتی کے دو ہی آدمی ہوں گے مگر وہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ سے

دو دل یک شود، بشکند کوہ را   پراگندگی آرد انبوہ را

ندیم غریب کے متعلق آپ کا خیال صحیح نکلا۔ نوجوان ندوی پر خیانت مجرمانہ کا مقدمہ چلنے والا ہے۔ کاش کوئی ندیم کو سنبھال لے مجھے از حد تلخ تجربہ ہوا۔ مگر اپنا بس نہیں ہے۔

آپ نے "سنہری کارنامہ" کی ترکیب متن مکتوب میں استعمال فرمائی ہے۔ عرصہ سے دیکھ رہا ہوں کہ "سنہری" غیر متغیر ہے۔ اکثر عندالدریافت کوئی نہ بتا سکا کہ اس کا یہ رنگ پختہ کیسے ہو گیا۔ مانا کہ مردوں کو سونا چاندی کا استعمال ممنوع ہے مگر طلائی سرخیوں سے اخبار مردوں کو ہی مخاطب کرتے ہیں! "سنہرا کارنامہ" کیوں غلط ٹھہرا؟ آپ اس پر روشنی ڈالیں تو میری آنکھیں کھلیں!

بہار اور پنجاب کی بحث پر مسٹر بشیر احمد صاحب مالک ہمایوں لاہور سے جھگڑا ہوتے ہوتے بچا تھا۔ الحمد للہ آپ سے اس کا خطرہ نہیں۔ اب تو نہیں مگر لکھنؤ اور دلی کی جب مرکزی حیثیت تھی، اس وقت بھی اختراع کا انہیں ٹکسالوں کو حق دے کر بھی عظیم آباد بہار میں لاہور پنجاب میں اس کا حق محفوظ رکھتے تھے کہ ان مخترعات کو قبولِ عام کی مہر لگائیں یا نہیں۔ بسا اوقات اس حق کا صرف

تھوڑی ترمیم کے ساتھ کر لیا جاتا تھا۔ یہ تو حال کی بات ہے کہ لکھنؤ اور دہلی کی اندھی تقلید پر لوگ اتر آئے۔ وہ بھی کب؟ جبکہ لکھنؤ اور دہلی کی ٹکسالی حیثیتیں ختم ہیں اور ہمارے نیز پنجاب والوں نے حکم بننے کی صلاحیت کھو کر رکھ دی۔ ہمارے تو برادران وطن کی چیرہ دستیوں سے کل یو پی تر ہو گیا اور ہوتا چلا جاتا ہے (افسوس)، مگر زندہ دلانِ پنجاب بہت وقت پر چونکے اور خوب بیدار ہوئے۔ فالحمد للہ علیٰ احسانہٖ! یہ تو میرے دل سے لگی ہے کہ ہمارا اور پنجاب مل کر کام کرے تو وہ سب آج بھی ہو سکتا ہے جس کی آرزو ہر پرستار زبان و ادب کے دل سے لگی ہے ؎

بیا تا گل برافشانیم و مے در ساغر اندازیم   فلک را سقف بشگافیم و طرحِ نو در اندازیم

ننگِ نام

سید حسن امام

(۱۶)

تاریخہائے وفات مولانا سید علی نقی صفی لکھنوی

اہلِ سخن کیوں نہ ہوں فرطِ الم سے ملول   شاعرِ معجز بیاں ہم سے جدا ہو گیا
مصرعہ تاریخِ فوت ہم نے یہ مظہر لکھا   بزمِ سخن بے صفی ماہِ فلک بے ضیا

۵۰ ——— ۱۹ء

دیگر

وفاتِ صفی سے یہ صدمہ ہوا ہے   نہ ہوگا وہ اہلِ سخن کو کبھی جی
لکھا مصرعِ سال ہم نے یہ اظہر   ہوئے زیبِ باغِ بہشت اب صفی جی

۵۰ ——— ۱۹ء

دیگر

ہوا ہے مرگِ مولانا صفی سے   زمانہ مبتلائے رنج و محنت
لکھی فرمائشِ کسریٰ پہ اظہر   صفی کی میں نے یہ تاریخ رحلت
ہوئے مرنے سے ان کی بے سر و پا   بلاغت شعر و نطق و فضل و ہمت

۵۰ ——— ۱۹ء

دیگر

چو شد زدار فنا سوئے جناں   صفیؔ نیک دل و نیک سرشت
بگفت سال وفاتش رضواں   صفیؔ مازیب باغِ بہشت

۵۰ ——— ۱۹ء

دیگر

دیگر

صفیؔ کی موت سے اہلِ سخن کو وہ ہوا صدمہ — کہ آنکھوں کی طرح دل اشک ریزاں ہیں بصد رقّت
ہوئے ماتم نشیں افرادِ بکا سے بے قرار ایسے — کہ اب دیکھی نہیں جاتی کسی سے ان کی یہ حالت
سُنا ہاتف کے مُنہ سے مصرعہ تاریخ یہ اطہرؔ — لسان القوم مولانا صفیؔ ہیں واردِ جنّت

٥ + ١٣٦٤ = ١٣٦٩ھ

سید معشوق حسین اطہر ہاپوڑی مقیم راولپنڈی
بعزا کشش گتی سنہاس
١٠ نومبر ۱۹۵۰ء

(١٧)

ھو اللّٰہ

مشفق و مخلصی خدا آپ کو خوش رکھے۔ والا نامہ موجب مسرت ابتہاج ہوا۔ میں اب روز بروز گھٹتا جا رہا ہوں اعضائے رئیسہ سب جواب دے چکے ہیں۔ دل و دماغ۔ نظر ہاتھ پاؤں سب بیکار ہو گئے ہیں۔ اور یہ سلسلہ ہے اور اس کا نتیجہ بدیہی ہے کسی غور و خوض کا محتاج نہیں ہے میں بھی طیار ہوں۔ ادھر سے اشارہ کی دیر ہے۔

آپ کے استفسارات کے جواب کے لئے کسی غور و فکر کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن ناسازی حالات و خرابی صحت سے تعویق و توقف ہوا۔ وادی کو جلالؔ و جلیلؔ نے مذکر لکھا ہے اور امیر مینائیؔ نے مذکر فرمایا ہے ؎

وادیِ مقصود جب دو چار منزل رہ گیا

جلالؔ نے وادی کو الفاظ مستثنےٰ کے سلسلہ میں بغیر سند لکھا ہے عام قاعدہ یہ ہے کہ جن الفاظ کے آخر میں یائے معروف ہو مؤنث بولے جائیں گے اس کلیہ سے وہی الفاظ مستثنےٰ ہوں گے جو عام طور پر زبان میں مذکر بولے جاتے ہیں۔ لفظ وادی عام طور پر زبان میں داخل نہیں ہے کوئی نہیں کہتا کہ وادی جا رہا ہوں یا وادی سے آ رہا ہوں۔ وادی تو درکنار صحرا و دشت بھی روزمرہ سے خارج نہیں۔ روزمرہ سے میری غرض وہ زبان ہے جس کو اہل زبان ہر وقت بے تکلف استعمال کرتے ہیں نہ وہ زبان جس کو شعراء اور فصحا استعمال کرتے ہیں۔ ابن رشیق نے لکھا ہے کہ شعر کی زبان روزمرہ کی زبان سے علیحدہ اور ممتاز ہوتی ہے۔

فراق۔ وصال۔ تیغ و تفنگ۔ تیز و تند رنگ ماہ و خورشید۔ بوستان گلستان کرشمہ۔ غمزہ خلوت جلوت اور ایسے ہزاروں الفاظ ہیں جو صرف زبان شعر میں مستعمل ہیں۔ جب لفظ وادی روزمرہ میں شامل نہیں ہے تو صرف شعرا کی زبان کا لفظ قرار پائے گا۔ اور اس کے استعمال کے لئے اصول تذکیر و تانیث کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔

(١) ایک ضابطہ یہ ہے کہ بحث جس لفظ کی ہو۔ اس کے مرادفات کو دیکھنا چاہیے۔ وادی کے مرادفات صحرا۔ دشت۔ بیابان۔ بادیہ جنگل وغیرہ سب مذکر ہیں۔ دوسرا ضابطہ ہے کہ اس کے ہم وزن الفاظ کی اکثریت دیکھنی چاہیے۔ وادی کے اکثر الفاظ ہم وزن مؤنث

ہیں۔ تیسرا ضابطہ یہ ہے کہ جن الفاظ کے آخر میں یائے معروف ہو وہ مؤنث ہوں گے باستثنائے چند پانی موتی وغیرہ جو روزمرہ میں شامل ہیں۔ سوائے ضابطہ اوّل کے وادی کو ضابطہ دوم و سوم کی رو سے مؤنث ہونا چاہیے۔ وادی چونکہ روزمرہ میں شامل نہیں ہے اس کو مستثنیات میں شامل کرنا غلط ہے جیسا جلال مرحوم نے لکھا ہے ان وجوہ میں وادی کو مؤنث سمجھتا ہوں۔ مجھے داغ یا اور کسی استاد کا کوئی شعر اسوقت یاد نہیں ہے۔ اور نہ یہاں میرے پاس کتابیں ہیں کہ سند تلاش کروں۔ بہرحال میں وادی کو مؤنث سمجھتا ہوں۔ جس نے جہاں کہیں لکھا ہے مؤنث ہی لکھا ہے۔

ذرا کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ زے سے نہیں ذال سے لکھنا چاہیے۔ کیونکہ یہ لفظ ذرّہ برائے مشدّد سے بنا ہے شعرائے قدیم میر و سودا نے اس کو تشدید سے انہیں مواقع پر استعمال کیا ہے جن مواقع پر ہم اب بلا تشدید استعمال کرتے ہیں۔ جب منشی امیر احمد مینائی مرحوم کا دوسرا دیوان صنم خانہ عشق شائع ہوا تو ریاض خیر آبادی نے اس کی کتابت پر امیر مرحوم سے خط و کتابت کی تھی اور امیر نے اس کو تسلیم کر لیا تھا کہ اسکا املا ذال ہی سے ہونا چاہیے۔ مکتوبات امیر مینائی میں ریاض کے نام امیر کے خطوط پڑھ لیجئے۔

املا سے الفاظ کے متعلق میں اس اصول کا پابند ہوں کہ صحیح اور اصلی لفظ میں جو حروف ہوں ان کو اس کی بگڑی ہوئی صورت میں بھی قائم رکھنا چاہیے۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس لفظ کی اصلی صورت یہ ہوگی۔ اس بنا پر میں مصالح کی جگہ مسالا نہیں لکھتا۔ جیسا لکھنؤ کے بعض اساتذہ منیر وغیرہ نے مسالا نظم کیا ہے میں تو یہاں تک اس کا خیال رکھتا ہوں کہ اگر صلاح الدین کسی کا نام ہو تو اس کا مخفف صلّو ہی صاد سے لکھوں گا اور اگر سلام الدین نام ہوگا تو سلّو سین سے لکھوں گا۔

آپ نے یہ کیونکر سمجھا کہ فارسی میں ذال نہیں ہے۔ عربی کے آٹھ حروف مخصوص ہیں ذال نہیں ہے کسی کا مشہور قطعہ ہے

ہشت حرف است آنکہ اندر فارسی نایدہمے

ثاء حاء صاد و ضاد و ظاء طاء عین قاف

ذال ان میں شامل نہیں ہے۔ ذال عربی و فارسی کے مشترک حروف میں ہے۔ ایرانی گذشتن اور پذیرفتن کو ذال سے لکھتے ہیں۔ اب ایرانی مطبوعات دیکھئے۔

برخوردار مسعود حسن کے اسکول میں داخل ہونے پر مسرت ہوئی۔ اللہ تعالےٰ اسکو علم و عمل و عمر دراز اقبال سے بہرہ ور فرمائے۔ میری جانب سے اس کی محترمہ والدہ کو مبارک باد کہہ دیجئے۔ امید ہے کہ مونس سلمہا اب تندرست اور خوش و خرم ہوگی۔ والسلام

سید معشوق حسین اطہر ہاپوڑی

ہاؤسنگ سوسائٹی ۱/۲ کراچی پاکستان

(۱۸)

راولپنڈی۔ ۱۶ جنوری ۵۳ء

مجبی و مخلصی کسریٰ

دعا ہائے فراواں۔ آج اسی وقت آپ کا خط مسرت افزا ہوا۔ میں سمجھے ہوئے تھا کہ آپ رخصت پر چلے گئے ہوں گے۔ متواتر

دو اتواروں کو آپ کا نہ آنا بلا وجہ نہیں ہے۔ میں نے دونوں اتواروں کو آپ کا انتظار کیا۔ آپ کا دل کتابوں میں خوب لگا رہتا ہوگا اور گاؤں کی تنہائی اور ادبی فضا سے علیحدگی محسوس نہ ہوتی ہوگی۔ کوئی کتاب جو میرے مطالعہ کے قابل آپ کی رائے میں ہو تو ضرور لیتے آئیے اور آجکل کا سالنامہ ۵۲ء بھی ضرور لیتے آئیے۔ اسی کی مجھے ضرورت تھی۔ اس کے آنے پر میرا وہ مضمون جو ناتمام ہے مکمل ہو جائے گا۔ ضرور لیتے آئیے۔

ایک مشاعرہ ۱۲ جنوری کو بزم اصلاح ادب کی جانب سے تھا اس کا دعوت نامہ شہرت اور آپ کو بھیجے گئے تھے مگر میں شریک نہیں ہوا۔ ایک دعوت نامہ حلقہ ارباب ذوق کی جانب سے آیا ہے ۱۸ جنوری کو محمود نظامی کی صدارت میں گارڈن کالج ہال میں مشاعرہ ہے میں شاید ہی جاؤں۔ تیسرا دعوت نامہ پروفیسر فخر الاسلام کی برسی کے موقع پر ریلوے انسٹیٹیوٹ ہال میں بصدارت ڈاکٹر سید محمود حسین وزیر امور کشمیر ۲۰ جنوری کا ہے ڈاکٹر قمر الاسلام کی جانب سے دعوت نامہ شائع ہوا ہے۔ اس مشاعرہ میں ضرور ہی شرکت کرنی پڑے گی ڈاکٹر قمر الاسلام کی طرف سے دعوت نامہ اور پروفیسر یوسف جمال کا اہتمام ہے نہ ان سے انکار کرسکتا ہوں نہ ان سے۔ بہرحال جاؤں گا اور ریڈیو پر وہ شعر پڑھ دوں گا۔ اگر وہاں ریڈیو ہو تو سماعت فرمائیں۔ آپ کا دعوت نامہ ابھی ابھی پروفیسر یوسف جمال صاحب دے کر گئے ہیں۔ آپ کی عدم شرکت کا افسوس کرتے تھے۔ میں نے کہا کہ کسری صاحب کا خط ابھی آیا ہے اور میں ابھی جواب لکھتا ہوں۔ آپ کا دعوت نامہ بھی خط میں رکھ دوں گا۔

انشاء اللہ تعالیٰ آپ سے ۳ فروری کے بعد ملاقات ہوگی۔ اللہ آپ کو خوش رکھے اور بخیریت واپس لائے۔ آپ کی جدائی بہت اکھرتی ہے اپنے بچہ کو دعا کہہ دیجئے۔

خاکسار

سید معشوق حسین اطہر ہاپوڑی

(۱۹)

۲۴/۵ جیکب لائن کراچی
۱۰ اگست ۵۳ء

مخدومی مجی۔ السلام علیکم۔ کارڈ موصول ہوا۔ ہاں آپ کا کارڈ اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور جو کتاب جہاں سے ملے گی لے لوں گا، مگر میرا خیال ہے کہ یہ کتابیں لکھنؤ کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتیں۔ میرے ویزا میں دلی نہیں ہے۔ ہاپوڑ اور جے پور ٹونک ہے۔

ویزا ۱۷ اگست سے ۵ نومبر تک کا مل گیا ہے۔ ابھی روپیہ بینک سے تبدیل نہیں ہوا۔ اب تو غالباً بعد عید جانا ہوگا۔ نیرنگ خیال اگست نمبر پہونچ گیا۔ اس سے پہلے جون جولائی کا کوئی نمبر مجھے نہیں ملا۔ میرے ایک شاگرد نے مجھے لکھا ہے کہ جون کے نمبر میں آپ کی غزل پریشانی حیرانی کے قوافی میں چھپی ہے۔ مجھے اس غزل کے دیکھنے کا اشتیاق ہے۔ آپ اپنا پرچہ مجھے بھیج دیجئے اور دفتر سے میرا پرچہ لے لیجئے۔ اور حکیم صاحب سے فرما دیجئے کہ یہ انتظام قابل اطمینان نہیں ہے۔ میری غزلیں اور خطوط بہت سے دفتر میں پڑے ہیں، شائع نہیں کیے جاتے۔

حکیم صاحب نے دسمبر ۵۲ء میں مجھ سے کہہ کر ایک تاریخی نظم لکھوائی تھی۔ سالنامہ شائع ہو گیا لیکن وہ نظم شائع نہیں ہوئی شاید آئندہ سالنامہ میں شائع ہو۔ میں نے اس نظم میں کچھ شعر بڑھائے بھی ہیں اور ترمیم بھی کی ہے وہ بھیج رہا ہوں۔ حکیم صاحب کو دے دیجئے کہ اب اس کو

شائع فرمائیں پہلا۔ وہ چاک کر دیں اور نومبر سے میرا پرچہ آپ لیتے رہیں جب میں واپس آؤں گا آپ سے لے لوں گا۔ زیادہ نیاز بچہ کو دعا۔

سید معشوق حسین اطہر

(۲۰)

کشمیری محلہ، لکھنؤ

۲۱ مئی ۱۹۶۰ء

کرمی تسلیم

عنایت نامہ کا شکریہ۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آپ بخیر و عافیت وطن واپس آ گئے۔ رسالہ عالمگیر کے شاف نے مجھے اس درجہ عاجز کیا کہ میں نے خریداری ترک کر دی اور رسالے کے لیے مضمون کیا لکھوں۔ پتے کی تبدیلی کو لکھتا ہوں تو نمبر خریداری دریافت کرتے ہیں عرصے تک یہی رد و قدح ہوتی رہی۔ مجھے نمبر یاد نہ تھا نہ کہیں نوٹ کیا تھا۔ حالانکہ وہ نہایت آسانی سے نمبر دریافت کر سکتے تھے اور یہی یا گر کب؟ جب وی پی واپس کیا، رسالے اکثر یوں ہی ڈاک میں غائب ہو جاتے ہیں اور جب ایک پتے سے دوسرے پتے پر روانہ کیے جاتے ہیں پھر تو خدا حافظ ہے۔

حضرت جلیل مرحوم کی شاعری پر کچھ لکھنا میرے لیے ممکن نہیں، نہ تو ان کا کلام میرے پاس ہے نہ اتنی فرصت ہے۔ مجھے معاف رکھیئے۔

بالکل یاد نہیں کہ احسان احمد صاحب کے مضمون کا جواب کس ماہ کے "نیرنگِ خیال" میں شائع ہوا تھا، مگر جس نمبر میں ان کا مضمون تھا اس سے ایک یا دو نمبروں کے بعد تھا۔

"من مانی" اور "من مانے" دونوں مستعمل ہیں۔ آپ نے شعر یا عبارت نہیں لکھی جس سے فیصلہ ہو سکے کہ موقع من مانی یا من مانے کے استعمال کا تھا۔ "من مانی گھر جانی" مثل ہے۔ من مانی مراد ملی، من مانے دام ملے روزمرہ ہے۔

کبھی کبھی اپنے کوائف سے مطلع فرماتے رہیئے۔

نیاز مند اثر

(۲۱)

کشمیری محلہ۔ لکھنؤ

۶ جون ۱۹۶۳ء

کرمی تسلیم

آپ کا پہلا پوسٹ کارڈ بھی ملا تھا۔ کہیں رکھ کے بھول گیا اور لاکھ تلاش کیا نہ ملا۔ پتہ زبانی یاد نہیں تھا۔ مجبوراً جواب سے قاصر رہا۔ میں نے رسالہ شاعر آگرہ میں ایک تنقیدی مضمون بھیجا ہے جس کے ضمن میں "نغمہ گانا" کے متعلق بھی اظہار رائے کر دیا ہے۔ جیسا آپ سے زبانی عرض کیا تھا میں اس فقرے کو زبان سے خارج سمجھتا ہوں اور حضرت جلیل مرحوم کا ہمخیال ہوں۔

شاعر میں اگر میرا مضمون شائع ہوا تو اس کا اقتباس لے لیجیے گا ورنہ خط کشیدہ عبارت کافی ہوگی۔

افسوس کہ مجھے کئی سال سے سلام کہنے کی توفیق نہیں ہوئی اور کوئی غیر مطبوعہ سلام موجود نہیں، مجبور ہوں۔

خدا کرے آپ خیریت سے ہوں۔

نیاز مند اثر

(۲۲)

کشمیری محلہ۔ لکھنؤ
۱۵ جنوری ۱۹۵۴ء

کرمی ۔ تسلیم

۴ جنوری کا پوسٹ کارڈ ملا۔ یاد آوری کا شکریہ۔ جس خط کا آپ نے حوالہ دیا ہے مجھ تک نہیں پہنچا ورنہ ضرور جواب دیتا۔ میں ادھر بہت بیمار رہا۔ اب بفضلہ اچھا ہوں۔ مولانا حسرتؔ مرحوم کی غزلیات کا انتخاب شائع ہو گیا۔ شیخ ممتاز حسین جونپوری (سرفراز پریس) سے مل سکتا ہے۔ میں نے مولانا مرحوم کی شاعری پر جو کچھ لکھا تھا وہ بھی شیخ صاحب کے سپرد کر دیا۔ میری نظم انتخاب کے مقدمے میں شامل ہے۔

کبھی کبھی اپنی خیریت سے مطلع فرماتے رہیے۔

والسلام
اثر

(۲۳)

نکودر۔ ضلع جالندھر
۹ جون ۱۹۴۲ء

اخلاص پرور کبرائے صاحب زاد اشفاقہ

عنایت نامہ پہنچا۔ تاخیر کی وجہ بھی معلوم ہوئی۔ فرحت صاحب کی وفات پر حسب فرمائش ایک قطعہ تاریخ لکھ دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ؎

سن کر خبرِ وفاتِ فرحتؔ ۔۔۔ اک درد اٹھا دلِ تپاں میں
پامال کیا وہ گُل اجل نے ۔۔۔ جو رنگِ بہار تھا خزاں میں
افسوس وہ شمع داغِ دل ہے ۔۔۔ روشن تھی جو بزمِ دوستاں میں
اے جوشؔ لکھو یہ سالِ ہجری ۔۔۔ فرحت نہیں گلشنِ جہاں میں

۶۳ ۱۳ ھ

جناب سائل دہلوی کا پتہ یہ ہے:

نواب سراج الدین احمد خاں صاحب سائل دہلوی ——— پاٹودی ۔ پنجاب

مخمس تسلیم میں وہ سطور میں نے پڑھیں، جن کا ذکر آپ نے اس خط میں کیا ہے۔ جناب تسلیم فی الواقع ہوئی میں دو یائے تحتانی تسلیم فرماتے ہیں۔ اور جو دلائل آپ نے لکھے ہیں۔ وہ بھی گراں ہیں اس لیے میں آپ کے خیالات کی تائید کرتا ہوں باقی رہا یہ امر کہ کھائیے۔ جائیے میں تحتانی دو ہیں۔ مزید غور سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کھائے۔ جائے میں دو تحتانی ہیں تو کھائیے۔ جائیے میں تین تحتانی کا ہونا لازمی امر ہے مگر افسوس۔ کہ اس کی کوئی سند میرے پاس موجود نہیں۔ اگر کوئی سند بھی مل جائے۔ تو یہ نتیجہ زیادہ منضبط ہو جائے اصولی لحاظ سے تو تین تحتانی ہی ماننی پڑتی ہے۔

آئی۔ کھائی۔ کوئی۔ ہرجائی میں اگر کسی نے کسی جگہ ایک تحتانی شمار کی ہے تو بلحاظ تخفیف اسے نادرست کہنا پڑے گا۔ اور یہ عذر ناقابل پذیرائی ہوگا کہ تقطیع میں تحتانی اعلان سے ہے یا تخفیف سے۔

دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ ہر ایک آئی کے نیچے تحتانی ہوا کرتی ہے۔ اس صورت میں ہوئی کی ئی دو تحتانی کیوں نہ شمار میں آئے۔ اس نکتہ پر بھی غور دینا چاہیے کہ کسی جگہ ایک تحتانی سے اور کسی جگہ دو تحتانی سے محسوب کی جائے تو ناواجب اور بے اصول ہے۔

راولپنڈی کے ایک فرست نئی دہلی میں رہتے تھے۔ مارچ میں دلی گیا تھا تو ملاقات بھی ہوئی تھی۔ سرسری ملاقات دو دفعہ پہلے بھی ہو چکی تھی۔ مگر مارچ میں تو وہ جوش کے مکان پر ایک صحبت شعر و سخن میں شامل ہوئے تھے۔ خدا نہ کرے کہ یہ وہی فرحت ہوں جن کا قطعہ تاریخ آپ نے مجھ سے لکھوایا ہے۔ تصریح کا منتظر ہوں۔ زیادہ اظہار محبت و خلوص۔

جوش ملسیانی

(۴۲)

نکودر۔ ضلع جالندھر

۱۶ دسمبر ۴۳ء

کرم فرمائے من زاد لطفہٗ

لفافہ پہنچا تھا۔ میں یوم داغ کی تقریب میں شامل ہونے کے لئے یکم دسمبر کو دہلی پہنچ گیا تھا۔ عزیزی عرش وہیں ہیں۔ اس لیے وہاں بارہ تیرہ دن قیام رہا۔ جواب میں تاخیر ہو جانے کی وجہ یہی ہے۔

زبر و بینات کے سلسلے میں جو نئی بات آپ نے لکھی ہے۔ اس پہ آج تک کسی نے عمل نہیں کیا۔ لفظ اردو کا ہو یا فارسی کا۔ بینات کے لیے حروف کا تلفظ وہی شمار ہوتا رہا ہے۔ جیسے فارسی تلفظ کہنا چاہیے یعنی ب کو ہمیشہ با محسوب کیا جاتا ہے۔ بے محسوب نہیں کیا جاتا۔

اگر اس کی کوئی معتبر سند موجود ہو۔ تو آپ اس پر مزید غور کر سکتے ہیں۔ ورنہ یہ نکتہ کاغذ سیاہ کرنے کے مترادف ہوگا۔

جس تاریخی کتاب کا میں نے ذکر کیا تھا اور لکھا تھا کہ یہاں ایک صاحب کے پاس ہے وہ میں نے چند یوم کے لئے مستعار لی ہے وہ اسے کسی جگہ بھیجنے سے مجھے منع کرتے ہیں۔ اس کتاب میں تاریخی اعداد ۲۰۰۰ تک ہیں۔

اس کے مصنف تسلیم سہسوانی ہیں۔ ۱۳۲۰ھ کی تالیف یا تصنیف ہے نام کنز التاریخ ہے۔ ہر ورق پھٹا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ شروع کے دو ورق بھی غائب ہیں۔ دیباچہ کو پڑھنا محال ہے۔ جب ورق ہی نہیں ہیں، تو مصنف کی تمہیدی تحریر کہاں ہو سکتی ہے۔ اس کتاب کا دوسرا نام زنبیل تاریخی بھی ہے جس کے عدد ۱۳۲۱ھ ہیں ضخامت ۲۲۶ صفحے کی ہے۔ اس کتاب کو تخلص تسلیم کا دوسرا حصہ سمجھنا چاہیے۔ ہر ایک عدد کے سامنے جو الفاظ لکھے ہیں۔ وہ اردو۔ فارسی۔ عربی تینوں زبانوں کے ہیں۔

امید ہے کہ آپ ہر طرح خوش و خرم ہوں گے۔

زیادہ اظہار خلوص

جوش ملسیانی

(۲۵)

نکودر، ضلع جالندھر
۱۰ جنوری سنہ ۴۴ء

کرم فرمائے من زاد عنایتکم

ہر دو خطوط پہنچے۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ ہوز کی بحث والا مضمون بغرض اشاعت ارسال کر دیا ہے۔ اس مضمون کے شروع میں آپ کی محنتِ شاقہ اور تحقیق کی داد بھی دی گئی ہے۔

فصاحت کے دو تین پرچے آئے تھے۔ اب مدت سے کوئی پرچہ نہیں دیکھا۔ وہ ناظم تعلیم سے بھی تبادلہ چاہتے تھے۔ سرکار عالی نے منظور کر لیا تھا۔ اور لکھا تھا کہ پرچہ بھیجا جائے گا۔ مگر اس کے بعد نہ وہ پرچہ میں دیکھ سکا ہوں۔ جس میں جگرؔ اور سیمابؔ کی غزلیات کا موازنہ ہے اور نہ کوئی اور پرچہ نظر سے گزرا ہے۔

زنبیل تاریخ کے مالک کچھ شاعرانہ ذوق بھی رکھتے ہیں۔ وہ یہ کتاب قیمتاً نہیں دیتے۔ نقل کرنے کی زحمت بھی کاہشِ جاں ہے۔ کچھ انتخاب آج ارسال کر رہا ہوں۔ میرے خیال میں آپ کی ضرورت کے لیے کافی ہوگا۔ دو رنگی کا اندازہ کرنے میں آپ کو دقت نہ ہوگی۔ وجہ یہ کہ میں نے انتخاب تحریر کرتے وقت آپ کے لیے بہت سی سہولت پیدا کر دی ہے۔

یومِ داغؔ کی تقریب کامیاب رہی۔ مشاعرہ دو دن خوب گرم رہا۔ مگر افسوس کہ باہر سے کوئی شاگردِ داغؔ (سوائے دہلوی اصحاب کے) تشریف آور نہ ہو سکے۔ نوجوان شعرا کی کثرت تھی۔

۲ جنوری کو ایک اور مشاعرہ تھا۔ اس میں بھی شامل ہونے کے لئے دہلی جانا پڑا۔ ۱۱ جون کو واپس آیا تھا۔ جواب میں تاخیر کی وجہ ایک یہ بھی ہے۔

زبر و بینات میں متنازعہ حروف ٹ۔ ڈ۔ ڑ ہی ہیں۔ ڈال تو اس جھگڑے سے باہر سمجھیے۔ باقی ٹے اور ڑے رہ گئے۔ جب ان کے عدد ت اور ر کے برابر لئے جاتے ہیں۔ تو ملفوظی صورت میں انہیں تائے ہندی اور رائے ہندی کیوں خیال نہ کیا جائے اور یہاں فارسی کی ملفوظی صورت کیوں چھوڑی جائے۔ خلاصہ کلام یہ کہ میں ان حروف کو تا۔ را ہی سمجھنے کے حق میں ہوں۔

ی کو اردو میں یے بولتے ہیں۔ مگر زبر و بینات میں یا کے عدد شمار ہوتے ہیں۔ اگر اردو ہی کا رنگ چڑھانا مقصود ہے تو اس کے عدد بھی بیس کیوں نہ لئے جائیں۔ چے۔ سے۔ شے۔ بے۔ پے۔ تے۔ ثے بھی اسی زد میں آئیں گے۔ گویا دو حرفوں (ٹ۔ ڑ) کے لئے ان تمام حروف کی ملفوظی صورت بدل جائے گی اور سابق میں کہی ہوئی تمام تاریخیں غلط ہو جائیں گی۔

جس نئے مضمون (ہمزہ) کا آپ نے وعدہ فرمایا ہے۔ اس کے پہنچنے کا منتظر ہوں۔ التفات کا مزید شکریہ۔ زیادہ خیریت۔

جوشؔ ملسیانی

(۲۶)

ادبستان، دین دیال روڈ۔ لکھنؤ۔ ۹ مارچ سنہ ۴۲ء ——— کرمی۔ تسلیم۔ آپ کا کارڈ مدت ہوئی وصول ہوا تھا۔ اتنے دن

میری نگاہوں سے اوجھل رہنے کے بعد وہ آج پھر نظر آیا۔ مجھے بے حد ندامت ہے کہ آپ کو جواب کا بہت انتظار کرنا پڑا، بلکہ اب تو آپ کو جواب کی امید بھی نہ رہی ہوگی۔ مولانا صفی مرحوم کی وفات کے دوسرے ہی دن میں نے ریڈیو والوں کے اصرار پر سخت تکلیف کی حالت میں ایک تقریر نشر کی تھی۔ اس کی نقل میرے پاس نہیں ہے۔

مولانائے مغفور کا دیوان چھپ گیا ہے اور آسانی سے دستیاب ہو سکتا ہے۔ لیکن خود انہی کا آمرہ اور حسرت مرحوم کے مرتب کیے ہوئے دیوانوں کا ملنا ایک اتفاقی امر ہے۔ بہرحال پرانی کتابوں کے ایک تاجر سے کہوں گا کہ وہ ان کتابوں کی تلاش میں رہیں۔

آپ کا خط آنے کے بعد مولانا صفی مرحوم کا دیوان آپ کو بھیج دوں گا۔ اپنے فرائض منصبی اور مشاغل ادبی سے مطلع فرمائیے۔ امید ہے کہ آپ ہر طرح خیریت سے ہوں گے۔ خیر اندیش۔ سید مسعود حسن رضوی

(۲۰)

ادبستان۔ دین دیال روڈ۔ لکھنؤ۔

۲۴ر فروری سنہ ۷۰ء

مکرمی۔ تسلیم۔

ایک مدت کے بعد آپ کا عنایت نامہ پڑھ کر آپ کے قیام لکھنؤ کی یاد تازہ ہوگئی۔ خدا وند عالم آپ کو خوش و خرم رکھے۔ ہزار روپے کے انعام کی خبر سے آپ کو جو خوشی ہوئی وہ آپ کے خلوص کا ثبوت ہے۔ آپ یہ سن کر اور زیادہ خوش ہوں گے کہ یو۔ پی کی حکومت مجھ کو تین کتابوں پر تین ہزار روپے انعام دے چکی ہے اور حکومت ہند نے ابھی ۱۲ فروری کو میری ایک کتاب کے لیے سرکاری ادبی انجمن سلیتیہ اکاڈیمی کا نشانِ اعزاز اور پانچ ہزار روپے کا عطیہ پیش کیا ہے۔ ایک شاندار تقریب میں پیشکش کی رسم اکاڈیمی کے صدر پنڈت جواہر لال نہرو نے ادا کی۔ میں اس تقریب میں شرکت کی غرض سے دہلی گیا تھا۔ سفر اور دہلی میں قیام کے مصارف اکاڈیمی ادا کرے گی۔

مولانا صفی مرحوم کی غزلوں کا ایک مختصر مجموعہ شیخ ممتاز حسین صاحب جونپوری کی کوشش سے شائع ہو چکا ہے۔ مگر جب ان کی صحیفۂ الٰہیات ہی کے خریدار بہت کم نکلے تو دیوان کی خریداری کی توقع کن لوگوں سے کی جائے۔ اردو کا ذکر کیا مولانا کی جماعت جو ان کی زندگی میں بڑی قدر شناس معلوم ہوتی تھی اس نے ان کی وفات کے بعد ان کی عمر بھر کی خدمتوں کو بالکل بھلا دیا۔ یہ احسان فراموشی واقعی حیرت کے قابل ہے۔

میں نے اپنے منجھلے بیٹے سید نیر مسعود رضوی ایم اے کے لیے ایک دارالاشاعت کتاب نگر کے نام سے قائم کیا اور کوئی بیس ہزار روپیہ اس میں لگا دیا۔ لیکن کتابوں کی نکاسی کی رفتار یہاں بہت سست ہے۔ ہر شخص کہتا ہے کہ اگر کتاب نگر کی مطبوعات پاکستان پہنچ سکیں تو وہاں بہت جلد نکل جائیں گی۔ لاہور کے کئی تاجران کتب کو IMPORT LICENSE ملا ہوا ہے۔ وہ بینک کی معرفت ہم سے کتابیں منگوا سکتے ہیں اور بینک ہی کی معرفت روپیہ ادا کر سکتے ہیں۔ مگر لاہور میں ہمارا کوئی ایسا آدمی نہیں جو ان تاجروں سے گفتگو کر کے آرڈر بھجوائے۔ میں آپ کے حسب طلب کتاب نگر کی مطبوعات کی فہرست آپ کو بھیج رہا ہوں۔ اگر مناسب سمجھیے تو کسی معتبر تاجر کتب سے گفتگو کیجیے۔

گذشتہ مہینے میں مکتبہ جدید لاہور نے ایک بینک کی معرفت کتابوں کا آرڈر دیا تھا، جس کی تعمیل کر دی گئی اور اس کی اطلاع بھی کتاب نگر کے منیجر نے ایک خط کے ذریعے سے بھیج دی، لیکن اتنے دن گزر جانے کے بعد بھی اب تک نہ پارسل کی رسید آئی ہے نہ خط کا جواب۔ اگر آپ مکتبہ جدید والوں سے واقف ہوں تو ان سے دریافت کر کے صورتِ حال سے مجھ کو مطلع کر دیجئے۔ شکر گزار ہوں گا۔

جو کتابیں آپ کو مطلوب ہیں ان کی فہرست بھیج دیجئے۔ اگر تلاش سے دستیاب ہو سکیں تو اُن کو آپ تک پہنچانے کی کوئی سبیل نکالی جائے گی۔

اورنٹیل کالج میگزین بابت نومبر ۵۶ء میں دائرۂ معارفِ اسلامیہ پر تبصرہ کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اس کے دو اجزا شائع ہو چکے ہیں۔ براہِ کرم دریافت کر کے لکھیئے کہ ہر جز کی قیمت کیا ہے۔

فروری کی ابتدا میں مجھے انفلوئنزا ہو گیا تھا، نزلہ، کھانسی اور کمزوری اب تک باقی ہے۔

اُمید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ والسلام

خیر اندیش

سیّد مسعود حسن رضوی

کتاب نگر کی شائع کی ہوئی کتابیں کس پائے کی ہیں یہ ان تبصروں سے معلوم ہو سکتا ہے جو مستند ادیبوں نے لکھے ہیں، مگر ان کو نقل کرنے کی فرصت نہیں۔ اس کے علاوہ کئی کتابوں پر حکومت کی طرف سے ان کے مصنفوں کو انعام مل چکا ہے۔ اُن کتابوں کے نام اور انعام کی مقدار ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

۱۔ اردو ڈراما اور اسٹیج ——— پانچ ہزار

۲۔ لکھنؤ کا شاہی اسٹیج ——— ایک ہزار

۳۔ لکھنؤ کا عوامی اسٹیج ——— ایک ہزار

۴۔ رزم نامہ انیس ——— ایک ہزار

۵۔ بیگمات اودھ ——— ساڑھے تین سو

۶۔ تنقیدی شعور ——— ڈھائی سو

اگر لاہور کے کسی تاجرِ کتب سے گفتگو کی جائے تو متذکرہ بالا امر کی اطلاع بھی دے دی جائے۔

سیّد مبارک حسین مبارک عظیم آبادی

(۱)

بنام سیّد وصی احمد بلگرامی

۲۲ ستمبر ۱۹۳۵ء
بیگم پور۔ پٹنہ سٹی

مبارک نواز۔ سلام و نیاز

سن تشش حس والا مضمون ندیم کے بہار نمبر میں نظر افروز ہوا۔ یہ مضمون اس وقت پبلک پلیٹ فارم پر لایا گیا کہ اس راز سربستہ کے جاننے والے اشاذ و کالمعدوم رہ گئے۔ اور حقیقت حال پر امتداد زمانہ اور بطلانِ حق کی ظلمتوں کا گہرا پردہ پڑا ہوا تھا، مگر حق کا بول بالا۔ اللہ اکبر! تصویروں کے ورق چھوڑ کر چھپّن صفحوں پر بخطِ خفی متصل سطور میں ادبی خوبیوں کے ساتھ اس تحقیق و تفتیش و صدق و صداقت سے اور مفصّل و مشرح یہ بسیط مضمون سپردِ قلم کیا گیا ہے کہ منکرین کو بال برابر بھی جادۂ حقیقت سے گریز کا موقع نہیں اور "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" کی فضا کو آپ کی راست نگاری نے شنیدہ مانند دیدہ کر دیا۔ ہر طرف سے حق حق کی صدا آویزۂ گوش ہو رہی ہے۔ اللہ کرے حسنِ رقم اور زیادہ! یہ الجھا ہوا مقدمہ دنیا کو اس طرح سمجھا دیا کہ بچہ بچے کی سمجھ میں آ گیا۔ فیصلہ کے بیان عبارت کی داد دیجیے کہ ترتیبِ تسلسل و فقرات کی ثنا کیجیے۔ اگر بحث سے اپنے اپنے مدعی پر جو نکتے حل کیے گئے ہیں ان کی مدح سرائی کیجیے۔ مختصر یہ کہ جیسے جیسے اس فیصلہ کو پڑھتے جائیے ویسے ویسے حق کے جلوے سے بطلانِ حق کی ظلمتیں کافور ہوتی جاتی ہیں اور بالآخر حق ہی حق کے جلوے نظر آتے ہیں۔ ع

کس ندیدم کہ گم شدہ از رہِ راست
راستی موجبِ رضائی خدا ست

ہماری یہ چند سطریں جناب فانی کے اس لاثانی علمی شاہکار کی ہرگز ہرگز داد نہیں۔ یہ چھپّن صفحے کم سے کم میرے قلم سے (میرے قلم کی تخصیص معنی دارد۔ مجھے حضرت صفیر بلگرامی علیہ الرحمۃ کی بارہا زیارت کا شرف حاصل رہا ہے میرا عنفوانِ شباب تھا کہ یہ صوبہ بہار حضرت مرحوم و مغفور کے فیضِ سخن سے فیض یاب تھا) چھپّن صفحے کی داد دے سکتے نہیں۔ کانوں سے جو کچھ سنا تھا اور آنکھوں سے جو کچھ دیکھا تھا وہی صدائیں آپ کی تحریر نامہ سے نکلیں اور وہی صورتیں آپ کے آئینہ صحافت نے سامنے دکھائیں آپ نے اس الجھی ہوئی گتھی (حضرت صفیر بلگرامی سے شاد و تحسین عظیم آبادی کا انحراف شاگردی) کو حق و صداقت کے ساتھ

ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سلجھا دیا ہے جو تقریباً ساٹھ برسوں سے ایسی الجھی ہوئی تھی کہ کسی سے سلجھتی ہی نہ تھی حقیقت حال کا فیصلہ ناطق نہ ہو سکا۔ یہ فیصلہ وہ فیصلہ حق بجانب ہے کہ دنبالی پری دی کا نسل کیا چیز ہے' داور گاہ حشر میں بھی یہ فیصلہ جیوں کا تیوں برقرار و بحال رہے گا۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

ہیچمدان مبارک عظیم آبادی

(۲)

بنام سید وصی احمد بلگرامی

۳ پارک لین۔ کلکتہ
۳ر دسمبر ۱۹۳۵ء

مبارک نواز۔ سلام نیاز۔ جناب کو اخبار اور خطوط کے انبار میں ہیرے کی انگوٹھی ملی اور مجھے کل کی ڈاک سے ایک ولایتی تصویر ہاتھ آئی۔ میں دو مہینوں سے سفر میں ہوں۔ تین ہفتے رانچی میں رہا۔ اور باقی دن یہاں گزرے غالباً ۱۰ر دسمبر تک اور یہاں رہوں گا۔ پھر براہ راست عظیم آباد واپس جاؤں گا۔ چونکہ میں دو مہینوں سے سفر میں ہوں لہٰذا تردیدی مضامین کے بارے میں کما حقہٗ کچھ عرض نہیں کر سکتا مگر اتنا ضرور عرض کروں گا کہ رانچی اور کلکتے میں جو کچھ اخبار اور رسالے صوبہ بہار کے نظر سے گزرے وہ تردیدی مضمون سے پاک تھے۔ بہرکیف اب میری بازگشت کے دن قریب آ گئے عظیم آباد پہنچ کر اس خصوص میں مفصل لکھوں گا۔

ہمارے کلام کے بارے میں جو استفسار کیا گیا ہے اور تنقید کی گئی ہے اس کا تہ دل سے شکریہ! استفسار کا جواب عظیم آباد سے روانہ کیا جائے گا۔ بہ ٹیپ کا بند خوب مزا دے گیا:

"آپ فرمائیں گے کہ جو شاعر نہیں یو فن سے واقف نہیں اس کو اپنا کلام بھیجنا خود کلام کی توہین ہے۔ دل را دل می شناسد

زیادہ نیاز

ہیچمدان مبارک عظیم آبادی

بنام ڈاکٹر سیّد محمّد عبداللہ

(۱)

دارالمصنفین اعظم گڑھ

مکرم السلام علیکم

آپ کا دلچسپ مضمون پڑھا۔ آپ نے تو خاک کے تودہ سے سونے کے ذرات نکالنے کی کوشش کی ہے۔ مضمون معارف میں شائع ہوگا۔ تمہید لکھ دی جائے گی۔

پچھلے تازہ اورینٹل میگزین میں آپ کے ـــــ ایک مضمون تاج محل کا ضمیمہ فہرست رسالہ میں درج ہے۔ مگر رسالہ میں نہیں۔ یا اس نسخہ میں نہیں، جو میرے پاس آیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو کیا آپ وہ ضمیمہ مجھے بھجوا دیں گے۔

ماشاء اللہ آپ کا میگزین اپنی انفرادی شان میں برابر ترقی کر رہا ہے۔ نقد و تبصرہ کا مستقل عنوان بڑھا کر آپ لوگوں نے بڑا کام کیا ہے

لطیفہ غیبی والا مضمون ایک لطیفہ تھا۔ میرے ایک دوست و ہمراز تھا کہ یہ نسخہ صرف انہیں کے پاس ہے۔ اس سبب میں نے ان کا خط چھاپ کر لوگوں سے خواہش کی تھی کہ جس کے پاس اس کا نسخہ ہو وہ مطلع فرمائیں۔ اس سلسلہ میں وہ مضمون آیا تھا۔

شاید دسمبر کے آخر میں لاہور میں ملاقات ہو۔ مگر ابھی یقینی نہیں۔ ادارہ معارف کا جلسہ کیا امسال دلّی میں ہے۔

۲۵ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ

والسلام سید سلیمان

(۲)

دارالمصنفین اعظم گڑھ

مکرم السلام علیکم

سرسید کے تعلق سے ایک تو وہ حلقہ ہے جو علی گڑھ کے ماحول میں چکر کاٹتا رہا۔ تو وہ تو وہی ہیں جن کا نام آپ نے لکھا ہے، یعنی حالی، نذیر احمد، شبلی، وقارالملک و محسن الملک، مگر دوسرے وہ ہیں جو ان سے متاثر ہوئے۔ ان میں آپ خلیفہ محمد حسین صاحب مصنف اعجاز التنزیل، مولوی ممتاز علی صاحب تہذیب نسواں، مولوی بشیرالدین صاحب البشیر، اور مولوی سراج دین اڈیٹر چودھویں صدی راولپنڈی، مصنف سیرۃ صلاح الدین والفاروق و مولوی وحیدالدین صاحب سلیم وغیرہ ہیں۔

شرر پر اثر سرسید کی تحریک کا ہوا ہو، مگر اس دائرہ میں نہ تھے۔

مضمون مارچ میں چھپ رہا ہے، تمہید لکھ دی گئی ہے، خدا کرے پسند آئے۔

۷ مارچ ۱۹۳۳ء

والسلام سید سلیمان

(۳)

دارالمصنفین اعظم گڑھ

مکرم السلام علیکم۔

عنایت نامہ ملا۔ جوابات میرے دل میں تھے، وہ کاغذ پر آگئے، باقی جو آپ کا خیال گیارہ صف اول سے آگے۔ صف اولین میں ہیں۔

الندوہ کا آغاز جمادی الاول ۱۳۲۲ھ سے ہوا۔

اور الندوہ مرتبہ مولانا شبلی کا خاتمہ جمادی الاول ۱۳۳۰ھ پر ہوا۔ اس کے بعد چند روز اور رنگ نکالتے رہے۔ پھر بند ہو گیا۔ اس کے جوائنٹ اڈیٹر مولانا حبیب الرحمان خان شیروانی تھے، اس میں باہر کے لوگ بہت کم لکھتے تھے، شروع میں شیروانی صاحب بھی کچھ لکھتے تھے۔

ایڈیٹروں کے علاوہ اس کے سب اڈیٹر لکھا کرتے تھے، سب سے پہلے سب ایڈیٹر مولانا ابوالکلام آزاد ہوئے، ان کا زمانہ ۱۹۰۵ء و ۱۹۰۶ء پھر مولانا عبداللہ عمادی ہوئے۔ پھر خاکسار ہوا، میرے بعد مولانا عبدالسلام صاحب ندوی ہوتے، پھر میں ہوا، پھر میرے ہی ہاتھ میں بند ہوا، اور بعض لوگوں کے مضامین اس میں ہوتے تھے۔ ضیاء الحسن علوی ایم اے ندوی رجسٹرار امتحانات عربی و فارسی الٰہ آباد، خواجہ عبدالواحد ندوی ایم اے کانپور، شاہ سلیمان صاحب پھلواروی مولانا سید عبدالحی صاحب ناظم ندوہ وغیرہ کے مضمون کبھی کبھی نکلے۔

اس کے امتیازی خصوصیات، مذہبی، تاریخی اور علمی تھے۔

۳ را پریل ۱۹۳۸ء والسلام سید سلیمان

(۴)

دارالمصنفین اعظم گڑھ

مکرم السلام علیکم۔

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۹ رجون کا جواب ۲۳ رجولائی کو دینا ہر چند آئین اخلاق سے دور ہے، مگر چند سال سے یہ عہد کیا ہے کہ ڈھائی مہینے گرمیوں کے کسی کوہ میں بسر کروں جو تمدن جدیدہ کی رعنائیوں سے خالی ہو، چنانچہ یکم مئی سے ۱۵ رجولائی تک وہیں بسر ہوا، اسی اثنا میں عنایت نامہ آیا۔

مشرقی صاحب کے تذکرہ پر تبصرہ میں نے لکھا تھا، جو زمیندار میں چھپا تھا۔ امرتسر میں مولانا ہاشمی صاحب نے چند رسالوں کے ساتھ اس مضمون کو بھی چھاپا ہے، ان سے طلب فرمایئے میرے پاس نہیں۔

یہ صاحب سر سید سے بھی آگے ہیں، اور کم از کم تذکرہ کا فلسفہ ایسی جہالت کی بنیاد پر قائم ہے، جس کا ڈھانا ہر سمجھدار مسلمان کا فرض ہے۔ باقی مسلمانوں کی عسکری تنظیم کے مقصد سے ہمیں اختلاف نہیں۔ سطح اتنی ساکن ہے کہ اس میں حرکت پیدا کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی تنظیمی قوت جو غیر اشتدادی عسکریت پر مبنی ہو بے حد ضروری ہے۔

۲۳ رجولائی ۱۹۳۶ء والسلام سید سلیمان

آپ کی کتاب کے جو اوراق نظر سے گزرے وہ بہت دلچسپ اور مفید معلوم ہوتے۔ اب پوری کتاب ایک ساتھ دیکھوں گا۔ آپ

نے سیرت کی چھٹی جلد ملاحظہ کی۔

——— والسلام

O

(۱)

<u>بنام ڈاکٹر سید محمد عبداللہ</u>

حبشی گوڑہ حیدر آباد دکن

کرم بندہ تسلیم

میں ابھی اورنگ آباد وغیرہ کے دورے سے واپس آیا ہوں۔ آپ کا خط یہاں ملا۔ آپ اپنا مقالہ شعرائے اردو کے تذکروں کے متعلق ضرور بھیج دیجئے۔ توجہ کے ساتھ رسالہ اردو میں شائع کر دیا جائے گا۔ براہ کرم اطلاع فرمائیں کہ آپ کی یونیورسٹی میں گرمی کی چھٹیاں کب ہوتی ہیں۔

آپ کی تصنیف کے متعلق وقتاً فوقتاً اطلاع دیتا رہوں گا۔

پرسوں دہلی روانہ ہو جاؤں گا۔ تابعدار عبدالحق

(۲)

دریا گنج، دہلی ۱۲ فروری ۴۲ء

کرم و کرمفرمائے بندہ ۔ السلام علیکم۔

عنایت نامہ پہنچا۔ شکرگزار ہوں — آج شب کی گاڑی سے لاہور آرہا ہوں۔ میاں بشیر احمد کے ہاں ٹھہروں گا۔ ممکن ہو تو کسی وقت مل لیجئے گا۔ ورنہ میں خود حاضر ہوں گا۔ آپ کی کتاب کے ۵۰ صفحات لکھے جا چکے ہیں۔ آپ اطمینان رکھیے۔ کتاب اسی سال چھپ کر شائع ہو جائے گی۔

آپ کا مضمون اپریل نمبر میں ضرور شائع ہو جائے گا۔

گاندھی جی کی منطق کے کشتے ایک نہیں ہزاروں لاکھوں ہیں۔ یہ خط میں بہت جلدی میں لکھ رہا ہوں۔ اس لیے معافی چاہتا ہوں۔

تابعدار عبدالحق

(۳)

دریا گنج، دہلی۔ ۱۲ مارچ ۴۲ء

مشفقی و کرمی ۔ تسلیم

مضمون کے پہنچنے کی اطلاع دے چکا ہوں۔ آپ کی کتاب کی کتابت ہو رہی ہے اطمینان رکھیے۔

غرائب اللغات اور نوادر کے نسخے میرے پاس ہیں ضرورت ہو تو لکھیئے بھیج دوں گا۔

میاں بشیر احمد کی صحت اور وہم ان کے رستے میں حائل ہیں۔ وہ خود بھی اس کے معترف ہیں کہ اس قسم کے دوڑ دھوپ کے کام نہیں کر سکتے۔

لکھنے کا دینی نتیجہ نہ ہوگا۔ بہت سر مار چکا ہوں۔ اب کے آیا تو بالمشافہ گفتگو کر کے کام کرنے کا کوئی دستور العمل بنا لیا جائے گا۔ پنجاب میں بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی کرنے والا ہو۔

تابعدار عبدالحق

(۴)

دریا گنج، دہلی - ۱۴ مئی ۱۹۴۲ء

مکرم و مہربان بندہ - تسلیم -

غرائب اللغات اور نوادر الالفاظ دونوں میں نے کتب خانے سے آپ کے لیے نکلوالی ہیں۔ نوادر الالفاظ بے جلد کی ہے، اور کاغذ خراب۔ اسے جلد بندی کے لیے دے دیا ہے۔ دو روز میں دونوں کتابیں آپ کی خدمت میں پہنچ جائیں گی۔

آپ کے مضمون کی دس کاپیاں الگ آپ کے لیے چھپوائی گئی تھیں، وہ آپ کے پاس یا تو پہنچ گئی ہوں گی یا اب پہنچ جائیں گی۔

اردو ان سائیکلو پیڈیا کے متعلق آپ نے میری تجویز پسند کی۔ شکریہ۔ لیکن اس میں آپ کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ میں اسے اپنے نام سے منسوب کرنا چاہتا ہوں ایسا نہیں۔ البتہ انجمن ترقی اردو سے منسوب کرنے کی خواہش ضرور ہے۔ وہ بھی اسوقت کہ آپ صاحب سے منظور فرمائیں۔ عبدالحق

(۵)

دریا گنج - دہلی ۱۴ جولائی ۱۹۴۲ء

مشفق و کرمی - تسلیم

آپ کا خط اور اخباروں کے تراشے پہنچے۔ بہت شکر گزار ہوں۔ ماہنامے کا مضمون میں پہلے پڑھ چکا تھا۔ ابھی مجھے معاملہ مبہم معلوم ہوتا ہے دیکھئے سر سکندر کا آخری بیان اسمبلی میں کیا ہوتا ہے۔ مجھے انہوں نے پورا اطمینان تو دلایا کہ اردو کو ہرگز کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچے گا۔ مجھے آپ کی کانفرنس کی تحریک سے کامل ہمدردی ہے۔ یہ آپ نے بہت خوب کیا کہ ہندو حضرات کو بھی اس میں شریک کر لیا۔ اردو کے معاملے میں ہمیں فرقہ وارانہ خیال کو پاس تک بھٹکنے نہ دینا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی کانفرنس بہت کامیاب رہے گی۔ اور اس کا اثر بھی ہوگا۔ یہ خط میں نے بہت جلدی میں لکھا ہے۔

تابعدار عبدالحق

(۶)

دریا گنج، دہلی ۱۵ جولائی ۱۹۴۲ء

مکرم و مہربان بندہ زاد لطفکم تسلیم -

آج کل پنجاب میں اردو گورمکھی (پنجابی)، ہندی کا قضیہ چھڑا ہوا ہے۔ شروع شروع میں جب اخباروں میں یہ خبر نکلی کہ اکالیوں اور حکومت میں بعض مسائل کے متعلق سمجھوتا ہونے والا ہے اور اس میں زبان کا بھی مسئلہ ہے تو میں نے ایک مفصل خط سر سکندر حیات خاں کو لکھا۔ انہوں نے مجھے اطمینان دلایا کہ اردو کی حیثیت کو مطلق نقصان نہیں پہنچے گا۔ اور وہ جس طرح اب ذریعۂ تعلیم ہے۔ آئندہ بھی رہے گی وغیرہ وغیرہ۔ بعد میں سمجھوتے کے جو شرائط اخباروں میں شائع ہوئے وہ کچھ ایسے مبہم ہیں کہ صحیح رائے قائم کرنا مشکل ہے۔ یہ بھی پڑھنے میں آیا کہ ابتدا میں جن شرائط پر سمجھوتا ہوا تھا۔ ان میں کچھ رد و بدل ہی نہیں۔ غرض یہ کہ صحیح کیفیت معلوم نہیں ہوئی اس لیے میں آپ کو زحمت دیتا ہوں کہ اس بارے میں جو معلومات

آپ کو ہوں اور عام خیالات جو اس تنازعہ کے متعلق پنجاب میں اس وقت پائے جاتے ہیں۔ ان سے براہ کرم مجھے مطلع فرمائیں۔ میں بہت ممنون ہوں گا۔

یہ خط بصیغہ راز سمجھا جائے۔ اور آپ جو کچھ تحریر فرمائیں گے وہ بھی راز میں رہے گا، اور میرے سوا کسی دوسرے کی نظر سے نہیں گزرے گا۔

میں اس تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں، اور امید کرتا ہوں کہ واپسی ڈاک جواب عنایت ہو گا۔ عبدالحق

(۷)

دریا گنج، دہلی ۲۸ دسمبر ۳۲ء

مکرم و مہربان بندہ۔ تسلیم۔ خط پہنچا۔ شکریہ

میں خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ لیکن شیرانی صاحب کا بدل میں کہاں ہو سکتا ہوں۔

مردم دیدہ اور دوسرے فارسی تذکروں کے متعلق شیرانی صاحب سے مشورہ کرنے کے بعد اطلاع دوں گا۔ وہ یہاں آنے والے تھے لیکن علالت کی وجہ سے نہ آسکے۔ سردی سے انہیں بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اس لیے میں نے لکھ دیا ہے کہ جنوری کے بعد تشریف لائیں۔

فی الحال مجھے مطلق فرصت نہیں۔ ۲۲ دسمبر کو حیدر آباد سے واپس آیا۔ ۵ جنوری کو پٹنہ میں بہار گورنمنٹ کی ہندوستانی کمیٹی کا جلسہ ہے۔ شیرانی صاحب آجائیں تو انہیں ساتھ لے کر لاہور حاضر ہوں گا، اور چند روز رہ کر تمام مسائل پر بحث کرلی جائے گی۔

تقریروں سے سخت بیزار ہوں۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ بکواس سے زیادہ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ اور میں تو کہوں گا کہ یہ انجمنیں تقریروں سے نہیں سلجھ سکتیں۔ یہ مشکلات اُسی وقت رفع ہوں گی جب آپ کا وائس چانسلر کوئی ایسی شخصیت ہو، جو ان مسائل کو سمجھے اور سمجھ کر ہمدردی اور دلیری سے کام کرے۔ کاغذ سیاہ کرنے اور بکواس سے کام نہیں چلتا۔

آپ کی کتاب کے پروفوں کے لیے مطبع کو ہدایت کردی گئی ہے۔ کاپیاں یہاں لکھوا کر بعد تصحیح لاہور مفید عام پریس میں بھیج دی گئی ہیں۔

ڈاکٹر اقبال سے ملاقات ہو تو میرا سلام پہنچا دیجئے۔ عبدالحق

(۸)

دریا گنج، دہلی ۱۴ دسمبر ۱۹۴۲ء

مکرم و مہربان بندہ زاد لطفکم۔ تسلیم

عنایت نامہ پہنچا۔ میں بالکل تندرست ہوں۔ اس کا ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہو گا کہ حال میں علیبار، مدراس، سی پی کے دورے سے واپس آیا ہوں۔ آج کل کے حالات کی رو سے جو کچھ ہو گیا اُسے بہت غنیمت سمجھتا ہوں۔ مطبعوں نے ہمیں طرح طرح سے ستا رکھا ہے۔ کچھ نسخے جلد آپ کی خدمت میں روانہ کیے جائیں گے —

آپ نے اردو کانفرنس کے لیے جو مسائل تجویز کیے ہیں وہ بہت ضروری اور مناسب ہیں۔ لیکن ضرورت اس کی ہے کہ کانفرنس میں منظوری کے بعد یونیورسٹی وغیرہ سے مسلسل کارروائی جاری رہے۔ ہمارے لیے اردو کی خدمت سب سے مقدم ہو گئی ہے۔ یہ اب قوم و ملک ہی کی خدمت نہیں بلکہ دین و ایمان کی خدمت ہے۔ صدارت کے لیے کیا آپ کو کوئی اور نہیں ملا جو مجھ غریب کو گھسیٹنا چاہتے ہیں۔ سر تیج بہادر سپرو کو کانفرنس میں لانے کے لیے تا امکان کوشش کروں گا۔

ناگپور میں ۱۹، ۲۰، ۲۱ جنوری کو انجمن ترقی اردو کی آل انڈیا اردو کانفرنس ہونے والی ہے۔ بڑے پیمانے پر انتظام کیے جا رہے ہیں۔ غالباً ایسی کانفرنس ہوئی کہ پچھلی سب کانفرنسیں گرد ہو جائیں گی۔ اس امر کی کوشش کی جا رہی ہے کہ ہر صوبے کے نمائندے شریک ہوں۔ پنجاب سے چند صاحبوں کا شریک ہونا نہایت ضروری ہے۔ آپ چند نام لکھ بھیجیں تو میں ان کو لکھ کر آمادہ کروں۔ میاں بشیر کو تو لکھوں ہی گا، کچھ اور نام بھی بتائیے۔

بے شک اُردو انسائیکلوپیڈیا کا سوال بہت اہم ہے۔ اب لاہور پہنچ کر ہی اس کا فیصلہ ہوگا۔ میں ڈاکٹر صاحب کے ساتھ سرحد کے دورے پر آخر نومبر میں جانے والا تھا لیکن انھیں کچھ ایسے کام درپیش آگئے کہ وہ نہ جا سکے، اس لیے میں بھی رہ گیا۔ اب آخر فروری کی ٹھہری ہے۔ مہربانی فرما کر ممکن ہو تو اردو کانفرنس لاہور کی صحیح تاریخوں سے مطلع فرمائیے تاکہ سرحد کے دورے کا پروگرام ایسا بنایا جائے کہ تاریخوں میں تصادم نہ ہونے پائے۔

بہت نادم ہوں کہ گورکی کی کتاب بہت تاخیر سے پہنچی اور آپ کو تاوان دینا پڑا۔ [illegible] کا منی آرڈر ارسال خدمت ہے۔
اقبال صاحب کا کیا حال ہے۔ ملاقات ہو تو میرا سلام پہنچا دیجیے۔

عبدالحق

(۹)

دریا گنج، دہلی ۲۲ر دسمبر ۱۹۴۳ء

شفیق و کرمی۔ تسلیم۔

عنایت نامہ پہنچا، بہت ممنون فرمایا۔ افسوس پنجاب جیسا خطہ کس لعنت میں مبتلا ہے۔ یہ سب لیڈروں کا قصور ہے۔ اب آدمی عنقا ہو گیا ہے۔ ایک شخص بھی ایسا نہیں جو بے نفسی، سچائی اور آزادی کے ساتھ رہنمائی کر سکے۔ آپ کے سرکاری عہدہ دار سب ایک رنگ کے ہیں۔ وائس چانسلر ہیں تو سبحان اللہ۔ اب بہتر یہ ہے کہ گورنر سے افتتاح کرائیے۔ اس سے بڑا عہدہ دار کون ہو سکتا ہے۔ اگر لارڈ ویول کا دورہ اُدھر ہو جائے تو اُن سے فرمائش کیجیے۔ وہ سب کو ایک آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ میری رائے میں آپ عہدہ داری کے خیال کو بالکل ترک کر دیجیے۔ ان میں آدمی کہاں ہیں۔ وہ تو بھیڑوں اور دنبوں کا گلہ ہے۔

سر تیج بہادر سپرو کے فرزند سخت بیمار ہیں اور حالت خطرناک ہے۔ وہ ان کے علاج کی خاطر لکھنؤ میں پڑے ہیں۔ اس سبب اب تک میں صدارت کے بارے میں انھیں کچھ نہیں لکھ سکا۔

آپ نے بہت اچھے نام لکھ کے دیے ہیں۔ شکریہ۔ ان سب کی خدمت میں دعوت نامے بھیجوں گا۔

ٹھوس اور خشک مقالے کی ناگپور میں ضرورت نہیں۔ کوئی شگفتہ سی چیز لکھیے۔ میں آپ کو کیا سمجھا سکتا ہوں۔ اور کوئی مضمون خیال میں نہ آئے تو "فارسی ادبیات میں ہندوؤں کا حصہ" کا خلاصہ چند صفحوں میں اس طرح لکھ ڈالیے کہ لوگ شوق سے سنیں۔ یا "آج کل پنجاب میں اردو کی حالت" پر کچھ لکھیے۔ یعنی آج کل کس قسم کی کتابیں لکھی جا رہی ہیں، کن کتابوں کو لوگ شوق سے پڑھتے ہیں، اخبار اور رسالوں کا کیا حال ہے۔ یہ بھی پسند نہ ہو تو اپنے اورینٹل کالج کی مختصر تاریخ لکھ دیجیے۔ اس میں بہت سے عجیب اور مشہور بزرگوں کا ذکر آجائے گا۔ بہت دلچسپ ہوگا۔ ان کے حالات طویل نہ ہوں، لیکن چند سطروں میں ان کے اصل کیریکٹر کا نقشہ کھینچ دیا جائے۔

عبدالحق

(۱۰)

دریا گنج، دہلی ۱۵ر فروری ۱۹۴۴ء

شفیق و کرمی۔ تسلیم — کیا پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں دیوانِ فغاں کا کوئی نسخہ ہے؟ اسے شائع کرنا چاہتا ہوں۔ مقابلے کے لیے

دوسرے نسخہ کی ضرورت ہے۔

مولوی محمد شفیع صاحب سے بھی دریافت فرمایئے۔ غالباً ان کے پاس بھی اس کا کوئی نسخہ ہو۔

پنجاب اردو کانفرنس کے متعلق کیا طے ہوا۔

تابعدار۔ عبدالحق

(۱۱)

دریا گنج، دہلی۔ ۲۴ر فروری ۱۹۴۴ء

شفیق و کرمی۔ تسلیم

خط پہنچا۔ شکریہ۔ یہ معلوم کر کے مجھے بہت افسوس اور رنج ہوا کہ پنجاب اردو کانفرنس سے آپ نے قطع تعلق کر لیا ہے۔ آخر کیا وجہ ہوئی اور کون سے ایسے اسباب تھے جن کی وجہ سے آپ کنارہ کش ہوگئے۔ ہیں تو اس کانفرنس پر بہت کچھ آس لگائے بیٹھا تھا اور خوش تھا۔ یہ کام ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آگیا ہے جو مخلص ہیں اور مستعد کارگزار ہیں۔ کیا ہمارے کاموں کا یہی انجام ہونے والا ہے؟ براہ کرم اصل حالات سے ضرور مطلع فرمایئے۔ ورنہ مجھے بہت تشویش رہے گی۔

تابعدار۔ عبدالحق

(۱۲)

دریا گنج، دہلی۔ ۱۱رجون ۱۹۴۴ء

مشفق و کرمی زاد لطفکم تسلیم

آپ کا خط پڑھ کر مجھے سخت حیرت ہوئی اور افسوس بھی۔ میرا خیال تھا کہ صلاح الدین صاحب اور عاشق حسین بٹالوی صاحب نے ساری کیفیت آپ کو سنا دی ہوگی۔ ان کا فرض تھا کہ ساری حقیقت کمیٹی کے سامنے پیش کر دیتے اور تمام ارکان کے مشورے سے کانفرنس کے بارے یا ملتوی کرنے کا فیصلہ کرتے۔ یہ کیوں نہیں کیا؟ اس میں کیا مصلحت تھی؟ یہ تو بہت صاف اور آسان بات تھی۔ افسوس مجھے اس امر کا ہے کہ میں نے جو خیال ان صاحبوں اور کانفرنس کے متعلق قائم رکھا تھا وہ سب غلط نکلا۔ ان سے انجمن کی صوبائی شاخ قائم کرنے کے متعلق بھی گفتگو آئی تھی۔ چنانچہ ان کے لکھنے پر قواعد کی ایک نقل ان کی خدمت میں بھیجی گئی جسے انھوں نے پسند کیا اور لکھا کہ فی الحال ان کی سوسائٹی کو انجمن کی شاخ میں تبدیل کر دیا جائے۔ یہ خط پرسوں ہی پہنچا۔ ابھی جواب لکھنے نہ پایا تھا کہ آپ کا عنایت نامہ وصول ہوا۔ اسے پڑھ کر میرے سارے منصوبے خاک میں مل گئے۔ اب جیسا کہ آپ نے لکھا ہے میں خود ہی وہاں آ کر سب کام کروں گا۔ آج کل حالات بہت نازک ہیں لیکن کام کا وقت بھی یہی ہے۔

سندھ سے واپسی میں لاہور نہ ٹھہر سکا۔ سیدھا دلی چلا آیا۔ اس لیے کہ ہماری مجلس نظما (کورٹ باڈی) کا سالانہ اجلاس الہ آباد میں ہونے والا تھا۔ اس میں علاوہ دیگر امور کے سالانہ رپورٹ، بجٹ اور آڈیٹروں کی رپورٹ وغیرہ منظوری کے لیے پیش کرنی تھی۔

سندھ جا کر جب یہ معلوم ہوا کہ یہاں کے نصاب تعلیم میں اردو کا نام نہیں تو سخت حیرت اور افسوس ہوا اور میں نے تہیہ کر لیا کہ سندھ میں اردو رائج کر کے رہوں گا۔ چنانچہ بیس روز کی تگ و دو اور کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ اردو پوسٹ پرائمری مدارس اور اسکولوں میں اس جولائی سے شامل تعلیم ہو جائے گی۔ اس وقت ان کے لیے ریڈریں تیار کر رہا ہوں، نسخ ٹائپ میں چھاپ کر دی جائیں گی۔ آئندہ سال سے پرائمری مدارس میں بھی اردو جاری ہو جائے گی۔ سندھ میں مجھے توقع سے بڑھ کر کامیابی ہوئی۔ انشاء اللہ دس سال کے عرصے میں سندھ (اردو کے معاملے میں) دوسرا پنجاب ہو جائے گا۔

مبارک ہو۔ پنجاب گورنمنٹ کا انعام۔ میں نے ہندوستانی اکاڈمی (یو۔پی) میں بھی انعام کی سفارش کر رکھی ہے۔ ابھی تک کچھ فیصلہ نہیں ہوا۔

باقی بوقتِ ملاقات — عبدالحق

آپ کی تعطیلیں کب سے شروع ہوتی ہیں اور آپ کب تک لاہور میں رہیں گے؟

(۱۳)

دریا گنج، دہلی۔ ۱۸ جون ۱۹۴۴ء

شفیقی و کرمی زاد لطفکم — تسلیم

میں نے آپ کا خط غور سے پڑھا۔ بہت سی نئی باتیں معلوم ہوئیں۔ یہ اچھا ہی ہوا کہ میں نے ان کی انجمن کا الحاق ملتوی کر دیا تھا اور یہ لکھا تھا کہ اس کا فیصلہ میں خود وہاں جا کر کروں گا۔ آپ کے خط سے پوری حقیقت معلوم ہوئی اور میں خوش ہوں کہ میں نے الحاق میں جلدی نہیں کی۔ میں تو اس خیال میں تھا کہ یہ آپ کی کمیٹی کی رائے سے لکھا گیا ہے۔

آپ نے جن دو باتوں کا ذکر کیا ہے ان کا جواب میں نے اس لیے نہیں دیا تھا کہ آپ سے مل کر اور معاملے کے تمام پہلوؤں پر غور کر کے وائس چانسلر سے ملوں۔ اور آپ کو اپنے ساتھ لے جا کر ان سے تعارف کراؤں۔ خط و کتابت سے وہ بات حاصل نہیں ہوتی جو بالمشافہ گفتگو سے ہوتی ہے۔ اب میں وہاں آؤں تو چند روز بیٹھ کر سارے معاملات طے کروں۔

میں انجمن کے لیے ہر قسم کی تکلیف اور اندوہ و رنج سہنے بلکہ جان تک دینے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن جب انجمن کے خلاف اسے نقصان پہنچانے اور اسے مٹانے کی سازشیں کی جاتی ہیں تو اس کے بچاؤ میں جو میرا عزیز وقت، قوت اور روپیہ صرف ہوتا ہے اور اس سے جو روحانی کوفت ہوتی ہے وہ میں ہی جانتا ہوں۔ اس دو سال کے عرصے میں چار بڑی منظم اور گہری سازشیں انجمن کے خلاف کی گئیں۔ ان سازشوں کے توڑنے، حریفوں سے مقابلے کرنے اور انجمن کے بچاؤ کے لیے مجھے کیا کچھ نہیں کرنا پڑا۔ مقصد ان تمام سازشوں کا یہ تھا کہ یا تو انجمن ٹوٹ جائے یا کانگریسی مسلمانوں کے حوالے کر دی جائے۔ خدا کی عنایت سے انھیں ہر کوشش میں ناکامی ہوئی۔ یہ بڑی طویل داستان ہے جو خط میں نہیں سما سکتی۔ ملاقات کے وقت آپ سے بیان کروں گا۔ اب ایک اور بہت بڑی سازش خوب سوچ سمجھ کر کی گئی ہے۔ آپ نے حیدرآباد کی آل انڈیا اردو کانگریس کے اعلان پڑھے ہوں گے۔ آپ کو بھی دعوت آچکی ہے۔ یہ سارا کھیل انجمن کے وقار کو کم کرنے اور اسے مٹانے کے لیے کیا جا رہا ہے اور اس میں حکومت کے اعلیٰ اور مقتدر حکام بھی شریک ہیں۔ وہ الگ انجمن کے کمزور کرنے کے لیے تدبیریں کر رہے ہیں۔ چنانچہ انجمن کا دستور العمل اور دوسرے کاغذات تار کے ذریعہ طلب کیے گئے ہیں۔ انشاء اللہ میں اس میں بھی ان کو زک دوں گا۔ اس میں آپ صاحبوں کی اعانت درکار ہے۔ آپ ضرور کانگریس کے جلسے میں شرکت کیجیے۔ میں بھی جاؤنگا اور میری بعض خاص احباب بھی جو ان چالوں سے واقف ہیں یا واقف ہو گئے ہیں، شریک ہوں گے۔ اگر وہاں کوئی ایسی بات ہو جس سے انجمن کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو ہم معقولیت مگر سختی سے اس کا مقابلہ کریں گے۔ میں لاہور آکر آپ سے اور ایک دو اور صاحبوں سے جو آپ کے ہم خیال ہوں اس بارے میں مشورہ کروں گا۔

یہ خط میں نے بہت جلدی میں لکھا ہے اگر کوئی جواب طلب بات رہ گئی ہو تو معاف فرمائیے گا میں بہت ہی عدیم الفرصت ہوں۔ آج کل سندھ کے لیے ریڈریں لکھ رہا ہوں۔ موجودہ ریڈریں وہاں کے کام کی نہیں۔ جولائی سے اردو کی تعلیم شروع ہو جائے گی۔ اس لیے

لکھنے کے بعد جلدی جلدی چھاپ کر وہاں بھیجی ہیں۔ والسلام۔ خیر طلب عبدالحق

(۱۴)

دریا گنج، دہلی ۵ دسمبر ۱۹۴۴ء

شفیقی عزیز زاد لطفکم۔ تسلیم

آپ کی شکایت سر آنکھوں پر۔ کیا کروں مجبور تھا۔ کام کا ہجوم اور کام بھی مختلف نوعیت کے۔ اس پر بیرونی اور اندرونی مخالفتیں۔ بہرحال شکر ہے اچھا ہوں۔ کام کر رہا ہوں اور مرتے دم تک کرتا رہوں گا۔

آپ ۱۵ دسمبر سے ۱۰ جنوری تک جب آپ فرمائیں حاضر ہو جاؤں گا۔ ورنہ فروری ۲ جنوری کے بعد موقع ملے گا۔ یہ آنا تفریحانہ ہوگا کام ہوا تو ایسا جیسے کام ہو۔ اب آپ وہاں کے حالات دیکھ کر کوئی تاریخ مقرر فرما دیجئے۔ عبدالحق

(۱۵)

دریا گنج، دہلی ۱۴ دسمبر ۱۹۴۴ء

شفیقی زاد لطفکم۔ تسلیم۔

آپ کا خط بہت انتظار کے بعد پہنچا۔ میں تو مایوس ہی ہو چلا تھا۔ اب میں ۲۰ دسمبر کی شب کو فرنٹیر میل سے روانہ ہو کر ۲۱ کی صبح آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ میں پہلے آتا لیکن کچھ کام ایسے آ پڑے ہیں کہ ۲۰ سے پہلے چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔ میاں بشیر احمد صاحب کو بھی خط لکھ رہا ہوں۔ اب اور کیا لکھوں وہاں پہنچ کر باتیں ہوں گی۔ تابعدار۔ عبدالحق

(۱۶)

دریا گنج، دہلی ۱۰ فروری ۱۹۴۵ء

مشفق و کرمی۔ تسلیم

آپ کا خط، مضمون شہر آشوب اور رپورٹ پہنچی۔ بہت شکرگزار ہوں۔ مضمون جلد شائع ہو جائے گا۔ رپورٹ ہماری زبان میں شائع کر دی جائے گی۔ اس کی اشاعت بہت ضروری ہے۔ آپ نے یہ لکھا ہے کہ سفارشات والا حصہ شائع نہ کیا جائے۔ آپ کی رائے درست ہے۔ لیکن آپ نے جو رپورٹ بھیجی ہے اس میں یہ حصہ نہیں ہے۔

ایک بات اور گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ ابھی جو ریڈیو کی زبان کے متعلق سرکاری کمیٹی مقرر ہوئی تھی۔ اس میں ہندی ساہتیہ سمیلن کے نمائندے نے یہ بیان دیا کہ پنجاب میں ہندی بڑی تیزی اور زور کے ساتھ پھیل رہی ہے اور سرکاری امتحانات میں ہندی کے جتنے طلبا شریک ہوتے ہیں، اردو میں اس کے عشر عشیر بھی نہیں ہوتے۔ اس لیے لاہور کے ریڈیو اسٹیشن میں اردو اور ہندی کا درجہ مساوی ہونا چاہیے۔ یعنی پچاس پچاس"۔ ہندی کو آپ اردو کے مساوی رکھیں گے تو ایک دن برادرانِ وطن کی سعی اور جدوجہد سے ہندی زور پکڑ جائے گی۔ اگر پنجاب میں یہ ہوا تو دوسرے صوبوں میں اس کا غلبہ کہیں زیادہ ہو جائے گا۔

آپ وائس چانسلر صاحب سے ضرور ملیے گا اور جو گفتگو ہو اس سے ضرور مطلع فرمائیے گا۔ تابعدار عبدالحق

(۱۷)

دریا گنج، دہلی - ۱۹ فروری ۱۹۴۵ء

مشفق و کرمی - تسلیم

آپ کا خط مل گیا تھا۔ آج دوسرا خط ملا۔ میں آج بمبئی جا رہا ہوں، وہاں اردو کانفرنس ہے سال بھر سے تقاضا تھا۔ وہاں سے ۲۲ کی شام کو وردھا جاؤں گا۔ جہاں گاندھی جی کی ہندوستانی پرچار سبھا کی سالانہ کانفرنس ہے۔ گاندھی جی کا بہت اصرار ہے کہ اس میں ضرور شریک ہوں۔ میں نہیں جانا چاہتا تھا، تو انھوں نے پنڈت سندر لال اور ڈاکٹر تارا چند کو مجھ پر مسلط کر دیا وہ الہ آباد سے آئے اور دو روز میرے سر رہے۔ میں نے عذر کیا کہ انھیں تاریخوں میں بمبئی اردو کانفرنس ہے میں کیونکر شریک ہو سکتا ہوں۔ اس پر گاندھی جی نے تاریخیں بدل کر دوسری مقرر کر دیں۔ اب جانا ہی پڑا۔ وردھا سے حیدرآباد جاؤں گا وہاں یوم حالی ہے اور انجمن کے بھی کچھ کام ہیں۔ حیدرآباد میں پہنچ کر زور صاحب کی انسائیکلوپیڈیا دیکھنے کی کوشش کروں گا۔ اس کے بعد آپ کو اطلاع دوں گا کہ ہمیں یہ کام کرنا چاہیے یا نہیں۔

۲- اس وقت تو میں پابرکاب ہوں، وہاں سے آنے کے بعد دیکھوں گا کہ میں کوئی چیز آپ کو دے سکتا ہوں یا نہیں۔

۳- مناسب ہے تو اور الالفاظ کا پہلا حصہ کتابت کے لیے دے دیجیے جو حک و اصلاح آپ کو کرنی ہے وہ ابھی کر دیجیے۔ ورنہ بعد میں پہلی کتاب کی طرح تبدیلیاں کریں گے تو طباعت خراب ہو جائے گی۔

وائسن نکما آدمی ہے۔ آپ ملتے بھی تو کیا ہوتا مجھے اس سے کوئی توقع بھلائی کی نہیں۔

یہ نل دمن کس زمانے کی ہے۔ اور کہیں کی کتاب ہے۔ پنجابی تقریروں کے خلاف آپ کی سعی مبارک ہو۔ یہ خط بہت جلدی میں لکھا ہے معاف چاہتا ہوں۔

تابعدار عبدالحق

(۱۸)

حیدرآباد دکن ۵ مارچ ۱۹۴۵ء

مشفق و کرم زاد لطفکم - تسلیم

بمبئی کی اردو کانفرنس سے فارغ ہو کر یہاں پہنچا۔ یہاں ۳ مارچ کو یوم حالی تھا۔ پرسوں گشتی کتب خانہ انجمن ترقی اردو ہند کا سالانہ جلسہ ہے جلسے سے فارغ ہو کر اسی شام کو احمد نگر چلا جاؤں گا جہاں اردو کانفرنس ہے۔ بمبئی کی کانفرنس بہت کامیاب رہی بمبئی میں اردو کا شوق اور شغف دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی۔ یہ شہر کچھ دنوں میں اردو کا بہت بڑا مرکز ہو جائے گا۔

آپ کے وائس چانسلر کا خط دہلی سے ہوتا ہوا یہاں ملا جو ملاحظہ کے لیے آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ اب آپ ان سے ضرور ملیے۔ آجکل تو آپ کے ہاں لیگ کے سالانہ جلسے کی خوب تیاریاں ہو رہی ہوں گی۔

تابعدار۔ عبدالحق

(۱۹)

دریا گنج دہلی ۱۵ مارچ ۱۹۴۵ء۔

مشفق و کرمی۔ تسلیم ——— میں کل ہی سفر سے واپس آیا۔ آپ کا عنایت نامہ اور کاغذات ملے۔ میں نے ایک خط آپ

کو حیدر آباد سے لکھا تھا اس میں وائس چانسلر صاحب کا خط بھی تھا۔ اب آپ ان سے ضرور ملاقات کیجیے۔ میرے حوالہ سے آپ ان سے وقت مقرر کر کے ضرور ملیے۔ ایک بار پنجابی اور اردو کے متعلق صحیح صحیح واقعات ضرور ان کے گوش گزار کر دیئے جائیں۔

آپ کی یہ رائے بہت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ ہماری زبان کا ایک خاص نمبر نکالا جائے جس میں اسی مسئلہ پر بحث ہو۔ اس خیال سے میں نے آپ کا مضمون رکھ لیا ہے۔ باقی سب مواد بھی بھیج دیجیے آپ کا مضمون اور یہ سب مواد اس کے ساتھ خاص نمبر میں شائع کر دیا جائے گا۔ اپنی رائے سے مطلع فرمائیے۔

ہندستانی کے متعلق آپ نے جو کچھ اخباروں میں پڑھا ہے وہ صحیح نہیں۔ ہماری زبان میں وردھا کانفرنس کی کیفیت شائع ہو گی اسے ملاحظہ کیجیے گا۔ میری کیا بات ہے۔ یہ ایک طولانی داستان ہے خط میں اس کی گنجائش نہیں ملاقات کے موقع پر تفصیل سے بیان کروں گا۔ حریف عقل سے کام لیتے ہیں اور ہم جذبات سے۔ یہ بڑا نقص ہے۔ عاقبت بینی اور غور و فکر اور مصلحت اندیشی ہماری قوم میں مفقود ہے۔ اقبال کی شاعری نے جنون کی فضیلت اور عقل کی نارسائی میں اس قدر مبالغہ کیا کہ وہ ہمارے لیے دیوانہ را ہوئے بس است کا مصداق ہو گیا۔

نوادر الالفاظ کا پہلا حصہ جلد صاف کرا بھیجیے اور جو کچھ کاٹ چھانٹ کرنی ہو وہ اسی وقت کر دیجیے تاکہ وہ دقت پیش نہ آئے جو ادبیات فارسی میں ہوئی تھی۔ اگر یہ مسودہ صاف کیا ہوا آپ بھیج دیں تو کاپیاں یہیں لکھوا کر تصحیح کے لیے آپ کی خدمت میں بھیج دی جائیں گی اور آخری پروف بھی۔ وہاں کے کاتب کو انجمن کے رسم خط کی پابندی میں بہت مشکل ہو گی۔

اگر زحمت نہ ہو تو احمد سراوی کی [illegible] دیکھنے کے لیے بھیج دیجیے سراوہ میری ننہال ہے۔ میں بچپن میں وہیں رہا تھا۔ عبدالحق

(۲۰)

دریاگنج، دہلی - ۲۲ مارچ ۱۹۴۵ء

مشفق و کرمی - تسلیم

آپ کا خط اور نامے پہنچے۔ شکر گزار ہوں۔ آپ تینوں پیپر بھیج دیں یہاں ترجمہ کرا لیا جائے گا۔ جلد واپسی سے کیا مطلب۔ یعنی کتنے دنوں میں۔

نوادر الالفاظ اواخر اپریل تک ضرور آ جائے۔ کل عاشق حسین بٹالوی صاحب آئے تھے۔ بہت سی باتیں کیں۔

آپ کے وزیر تعلیم جو کچھ کریں کم ہے۔

میں نے یہ مضامین انقلاب میں پڑھے تھے۔ اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ یہ کس کے قلم کی تراوش ہے۔ عبدالحق

(۲۱)

دریاگنج، دہلی - ۶ اپریل ۱۹۴۵ء

مشفق و کرمی زاد لطفکم - تسلیم

آپ کا خط پہنچا۔ پرسوں اور کل ہماری مجلس نظما کا جلسہ رہا۔ اس لیے جواب نہ لکھ سکا۔ میاں بشیر بھی شریک جلسہ رہے۔ آج آپ کا پارسل بھی وصول ہو گیا۔ اس میں ایک کیلنڈر ہے دوسری خلیفہ محمد حسین کی انگریزی رپورٹ تیسری ٹل دمن۔ آپ نے جو سر سید کی یادداشت کا

حوالہ دیا ہے وہ کہاں سے ہے۔

یہ صحیح کہ میٹرک میں ذریعہ تعلیم اردو ہو جائے تو بہت سی مشکلات رفع ہو جاتی ہیں لیکن یہ ہو کیوں کر؟ آپ کی گورنمنٹ کی جو حالت ہے وہ ظاہر ہے۔ یونیورسٹی پر آپ کا کوئی زور نہیں وہ غیروں کے ہاتھ میں ہے۔ اخباروں میں مضامین لکھنے کا نتیجہ صرف یہی ہو سکتا ہے کہ پڑھے لکھے لوگ جو حالات سے واقف نہیں واقف ہو جائیں اور یہی ایک ذریعہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ بہرحال کوشش لازمی ہے

ہندستانی ذریعہ تعلیم، فارسی اور ناگری رسم خط میں۔ یہ مسئلہ ایسا ہے کہ پنجاب کے مسلمان اس پر کبھی رضامند نہ ہوں گے۔ اصل جھگڑا تو رسم خط ہی کا ہے نہ صرف پنجاب بلکہ دوسرے صوبوں کے مسلمان بھی اسے کبھی گوارا نہ کریں گے اور آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ اس چیز کو فی الحال بحث میں نہیں لانا چاہیے۔ البتہ اگر بجائے ہندستانی کے اردو ہو اور رسم خط دونوں تو ہمیں مان لینا چاہیے (سخت مجبوری کی حالت میں)

آپ کا مضمون شہر آشوب جولائی کے نمبر میں شائع ہو جائے گا۔ سید ہاشمی بہت بہت سلام کہتے ہیں۔ تابعدار عبدالحق

(۲۲)

دریاگنج، دہلی - ۱۴ اپریل ۱۹۴۵ء

جناب مکرم - تسلیم

انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی کے اجلاس مجلس نظما منعقدہ ۴ اپریل ۱۹۴۵ء بمقام دہلی میں یہ طے پایا کہ انجمن کی علمی اور تنظیمی سرگرمیوں میں مشورہ و امداد کے لیے ایک مجلس رفقا بنائی جائے جس کے کم از کم پچاس اراکین ہوں اور زیادہ سے زیادہ سو۔ اور پچاس تک رفقائی تعداد کو مجلس نظما کے لیے ایک رکن منتخب کرنے کا حق دیا جائے۔ اکیاون تا سو رفقا کی تعداد کو دو رکن مجلس نظما کے لیے منتخب کرنے کا حق ہوگا۔ اس مجلس رفقا کی رکنیت کے لیے مجلس نظما کے جلسہ مذکور میں آپ کا اسم گرامی بھی تجویز ہوا ہے مجھے امید ہے کہ آپ اس منصب کو قبول فرمائیں گے اور اپنی منظوری کی اطلاع بھیج کر مجھے ممنون فرمائیں گے

سردست پچاس رفقا کا نام تجویز کیا گیا ہے جنہیں آئندہ مجلس نظما میں کوئی جگہ خالی ہونے پر ایک رکن منتخب کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

امید کہ جواب سے جلد سرفراز فرمائیں گے

نیازمند عبدالحق معتمد اعزازی

(۲۳)

دریاگنج، دہلی - ۹ مئی ۱۹۴۵ء

شفیقی و کرمی - تسلیم

کیلنڈر اور رپورٹ آپ کو واپس کر دی گئی پہنچ گئی ہوگی۔ میاں صاحب کو میں نے اردو کانفرنس کے متعلق لکھا ہے۔ دیکھیے وہ کیا کرتے ہیں۔

آپ کیوں پریشان ہیں۔ خدانخواستہ آپ کی رسوائی کیوں ہونے لگی وہ مردود خود ہی رسوا ہوگا۔ کامل اطمینان سے اپنا کام کیے جائیے اور کچھ پرواہ نہ کیجیے۔ زندگی میں ایسے امتحان اکثر پیش آتے ہیں۔ جیت اسی کی ہوتی ہے جو حق پر ہے اور استقلال اور صبر کے ساتھ کام کیے جاتا ہے۔ تابعدار عبدالحق

(۲۴)

دریاگنج، دہلی ۲۱ اگست ۱۹۴۵ء

مشفقی و کرمی - تسلیم - میں حیران تھا کہ دفعۃً آپ کہاں غائب ہو گئے یا کسی ایسی جگہ چلے گئے کہ وہاں سے خط کتابت ممکن نہیں۔ اب جو خط آیا

تو اطمینان ہوا۔

میں نے وائس چانسلر کو خط نہیں لکھا کیونکہ آپ نے اپنے خط میں جو کیفیت لکھی تھی اس سے ایسا مترشح ہوتا تھا کہ انھوں نے تائید نہیں کی۔ جسٹس دین محمد صاحب کا خط آیا، جس میں انھوں نے تحریر فرمایا تھا کہ آپ کا انتخاب ہو گیا۔ اس پر میں نے انہیں شکریہ کا خط لکھ دیا تھا۔ اب اتنی دیر ہو گئی ہے کہ وائس چانسلر کا شکریہ ادا کرنا بے موقع ہوگا۔ البتہ جب سنڈیکیٹ سے منظوری ہو جائے گی تو انہیں شکریہ لکھ بھیجوں گا۔

جولائی کا اردو زبان شائع ہو چکا۔ آپ کا پتا معلوم نہ تھا اس لیے نہ بھیجا۔ اب بھیجتا ہوں۔

سید ہاشمی سلام کہتے ہیں۔ خیر طلب۔ عبدالحق

دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ آپ کے مضمون کے چار ری پرنٹ اور رسالے کا ایک نسخہ اورینٹل کالج کے پتے سے بذریعہ رجسٹری بھیج دیا گیا ہے امید ہے وہاں سے آپ کے پاس پہنچ جائے گا

(۲۵)

دریا گنج، دہلی ۲۴ نومبر ۱۹۴۴ء

مشفق و مکرمی، تسلیم

میں کل ہی الہ آباد سے واپس آیا۔ آپ کی فرمائش کی تعمیل کر دی گئی تھی۔ اطمینان رکھیے۔

۱۶ نومبر کے ہماری زبان میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی اور اردو کا مضمون پڑھا ہوگا۔ اب اس کے تراشے اپنے خط کے ساتھ وائس چانسلر، جسٹس دین محمد صاحب کو بھیج رہا ہوں۔ مہربانی فرما کر لکھیے کہ اور کن کن صاحبوں کو لکھا جائے۔ آپ کا دوسرا خط ابھی پہنچا۔ تابعدار، عبدالحق

(۲۶)

دریا گنج، دہلی ۱۰ دسمبر ۱۹۴۵ء

مشفق و مکرمی۔ تسلیم

خط پہنچا۔ پرسوں میاں صاحب کا بھی خط آیا تھا جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ الیکشن کی سرگرمی کی وجہ سے اس سال کانفرنس کا انعقاد ممکن نہیں۔ آئندہ سال مارچ میں کیا جائے گا۔ یہ درست ہے یہ زمانہ بڑے ہنگامے کا ہے۔ کانفرنس کی بھی تو بہت ناکام رہے گی۔ اس وقت کچھ نہیں ہو سکتا، خاموش رہنا ہی مناسب ہے۔ یہ ہنگامہ فرو ہو جائے تو پھر کوئی صورت کی جائے گی۔

میں نے پنجاب یونیورسٹی اور اردو کی تحریر سرکلر کی صورت میں چھپوالی ہے۔ چند نام جو آپ نے لکھ بھیجے تھے اور جو مجھے یاد تھے۔ ان کو بھیج دیا ہے۔ تیس کاپیاں آپ کو بھیج رہا ہوں آپ جن جن کو مناسب خیال فرمائیں بھیج دیں۔ میں نے ان صاحبوں کو بھیجا ہے:

۱۔ ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین

۲۔ ڈاکٹر عمر حیات ملک

۳۔ خان بہادر مرزا عبدالرب

۴۔ آنریبل میاں عبدالحی

۵۔ خواجہ دل محمد

۶۔ پروفیسر سراج اللہ

۷۔ قاضی محمد اسلم

۸۔ پروفیسر خواجہ عبدالحمید

۹۔ آنریبل خضر حیات خاں

۱۰۔ خان بہادر ایس ایم شریف

۱۱۔ آنریبل جسٹس محمد منیر

۱۲۔ سر عبدالرحمن وائس چانسلر

۱۳۔ جسٹس دین محمد صاحب

۱۴۔ میاں بشیر احمد

۱۵۔ ڈاکٹر محمد اقبال

۱۶۔ پروفیسر عاشق محمد ایم اے

۱۷۔ صلاح الدین احمد مولوی صاحب

آپ ضرور تشریف لائیے۔ صحیح تاریخ سے ابھی اطلاع دے دیجئے کیونکہ بعض اوقات ناگہانی طور پر میں چل کھڑا ہوتا ہوں۔ ایسی ضرورتیں کبھی کبھی پیش آجاتی ہیں۔

(۲۷)

کانپور ۵ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء

مشفق و کرمی۔ تسلیم

آپ کا خط اور اس کے بعد رجسٹری مسودہ کل ہی پہنچ گیا تھا۔ لیکن اس قدر مصروف رہا کہ آپ کو خط نہ لکھ سکا۔ اب یہاں (کانپور) پہنچ کر اس کی اطلاع دے رہا ہوں۔ ۹ جنوری تک واپس ہوں گا، اس وقت کتابت وغیرہ کے متعلق مفصل لکھوں گا۔ کل الہ آباد چلا جاؤں گا۔ نیازمند عبدالحق

(۲۸)

دریاگنج، دلی۔ ۱۲ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء

مشفق و کرمی۔ تسلیم۔ رجسٹری مسودے کی اطلاع الہ آباد سے دے چکا ہوں۔ سفر سے آج واپس آیا تو آپ کا خط اور اخبار کے تراشے ملے۔ ان دونوں تراشوں کے متعلق ہماری زبان میں نوٹ شائع ہوں گے۔ مگر اس نمبر میں تو ممکن نہیں آئندہ نمبر میں شائع ہوں گے۔

میاں عبدالحی کو بھی خط لکھوں گا۔ آپ نے اور جن دلائل کے لکھ بھیجنے کا وعدہ کیا ہے وہ بھی لکھ بھیجئے۔

میں بے حد مصروف ہوں۔ زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ انہیں چند سطروں پر اکتفا کر رہا ہوں۔ نیازمند عبدالحق

(۲۹)

دریا گنج، دہلی ۲ جنوری ۱۹۴۶ء

مشفق و مکرمی۔ السلام علیکم

ایک مدت کے بعد آپ کا خط آیا اور ایک گونہ خوشخبری لایا۔ جزاک اللہ۔ یہ بہت غنیمت ہے کہ اردو، پنجابی اور پشتو کی جگہ بند سے نکل گئی۔ اب ضرورت ہے کہ اکیڈمک کونسل، سنڈیکیٹ اور سینیٹ میں بھی اسی ہمت اور جوش کے ساتھ کام کیا جائے۔ لیکن ایف اے۔ اور بی اے میں ابھی تک ماڈرن لنگویجز کا کانٹا باقی ہے۔ جہاں معاملات کا فیصلہ ووٹوں پر ہو وہاں انجام یہی ہوتا ہے۔ جہاں اکثریت والے صوبوں کا یہ حال ہو وہاں اقلیت والوں کا خدا ہی حافظ ہے۔

میں ابھی تک اورینٹل فیکلٹی کے جدید فیصلہ اور قدیم نصاب کی ترتیب کو پوری طرح نہیں سمجھا۔ ذرا مفصل کر کے لکھیے۔ موڈرن لنگویجز کو پورا مضمون بنانے اور مشرقی زبانوں کو دستور لازمی رکھنے سے کیا مطلب ہے۔ اس پر لکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان تمام امور کو وضاحت سے بیان کیا جائے۔ میں ہر طرح سے پنجاب کے تعلیمی مسئلے پر غور کرنے اور لکھنے کے لیے تیار ہوں اور جو ہدایات آپ دیں گے اس پر عمل کیا جائے گا۔

اس سے مجھے افسوس ہوا کہ میاں صاحب فیکلٹی کے جلسے میں تشریف نہ لائے۔ ایسے جلسوں میں جہاں فیصلہ ووٹوں پر ہو وہاں بعض وقت ایک ووٹ بھی سو کے برابر ہوتا ہے۔

فوائد الفواد کو ابھی ہم نے ہاتھ نہیں لگایا۔ کیونکہ ابھی ہمارے ۱۹۴۵ء کے پروگرام کی تکمیل نہیں ہوئی۔ مطبع والوں کی بے پروائی اور وعدہ خلافیوں نے تنگ کر رکھا ہے۔ ۱۹۴۶ء کا کام پندرہ مارچ سے شروع کیا جائے گا۔ تابعدار عبدالحق

(۳۰)

دریا گنج، دہلی ۔ ۹ فروری ۱۹۴۶ء

مشفق و مکرمی زاد لطفکم ۔ تسلیم

آپ کا خط پہنچا اور اشتہار بھی سامنے پیش ہوگا۔ ڈاکٹر عابد حسین بہت معتدل اور منصف مزاج شخص ہیں۔ ان سے زیادہ کہنے سننے کی ضرورت نہیں۔ اطمینان رکھیے۔

انتخاب کا ہنگامہ ختم ہو تو پھر اردو کے کام کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ تابعدار عبدالحق

(۳۱)

دریا گنج، دہلی ۔ ۲۴ فروری ۱۹۴۶ء

مشفق و مکرمی ۔ تسلیم

خط پہنچا۔ بہت بہت شکریہ۔ کیلنڈر آنے پر آپ کی ہدایت پر عمل کیا جائے گا اور دوسرا کا مضمون انگریزی میں بھی لکھ لیا جائے گا اور جن جن کو آپ فرمائیں گے بھیج دیا جائے گا۔ اس وقت پنجاب میں ہمارے ساتھی سب غافل ہیں یا اور کاموں میں مصروف ہیں۔ ایک آپ ہیں کہ برابر اس دھن میں لگے ہوئے ہیں۔ جزاک اللہ

خیر طلب عبدالحق

(۳۲)

دریاگنج، دہلی ۵ مارچ ۱۹۴۶ء

مشفقی و کرمی ۔ تسلیم ۔

آپ کا خط پہنچا۔ پہلی مارچ کے ہماری زبان میں انقلاب کی تحریر بجنسہ شائع کر دی گئی ہے۔ غالباً پرچہ ابھی آپ تک نہیں پہنچا۔ کل پرسوں تک پہنچ جانے کا۔ ان تمام صاحبوں کو سرکلر بھیج دیا گیا ہے۔ جن کے ناموں پر آپ نے نشان کر دیئے تھے ۔

مجھے اس پر سخت حیرت ہوئی کہ اردو کے ریڈر کو پنجابی اور ہندی کے ریڈروں سے کم تنخواہ دی گئی۔ اس کی یہ وجہ تو نہیں کہ یہ دونوں صاحب پہلے سے ریڈری کی خدمت پر فائز تھے اور اس حساب سے انہیں گریڈ دیا گیا ہے ؟

میں اس مہم کے لیے آمادہ ہوں لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کام کیوں کر انجام دیا جائے محض اخباروں میں لکھنے سے تو کام نہیں چل سکتا۔ ہمارے لیڈر دوسرے جھگڑوں میں پھنسے ہوئے ہیں، ادھر ان کی توجہ مطلق نہیں ۔

خان بہادر عبدالمجید خاں اور خان فضل محمد خاں صاحب آنریری اسلامیہ کالج جالندھر کا بہت دنوں سے تقاضا ہے کہ جالندھر آؤں۔ ۱۵ یا ۱۶ کو مدرسہ بنات کا سالانہ جلسہ ہے اس میں بہت تاکید سے بلایا ہے۔ ارادہ ہے کہ میں اور سید ہاشمی ۱۶ کو جائیں اور ۱۸ مارچ کو واپس آجائیں۔ اگر آپ بھی ایک دو روز کے لیے وہاں آجائیں تو بہت سی باتیں ہو جائیں۔ وہ اردو یونیورسٹی پر بھی گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے انہیں لکھا ہے کہ وہ آپ کو خلیفہ شجاع الدین صاحب اور ملک صاحب پرنسپل اسلامیہ کالج اور محمد شفیع صاحب کو بھی دعوت دیں تاکہ ہم اور وہ مل کر ان ضروری مسائل پر گفتگو کر سکیں ۔ آپ ضرور آجائیے میں آپ کو دعوت دیتا ہوں ۔

شیرانی صاحب کی وفات کا ایسا صدمہ ہوا کہ بیان نہیں کر سکتا۔ ہم میں سے ایک ایسا شخص اٹھ گیا جس کا اب کوئی بدل نہیں ۔ افسوس صد افسوس!

جالندھر آنے کے متعلق ضرور اطلاع دیجئے۔ ہم ۱۶ مارچ کی سہ پہر کو وہاں پہنچ جائیں گے ۔ خیر طلب عبدالحق

(۳۳)

دریاگنج، دہلی ۔ ۱۱ مارچ ۱۹۴۶ء

شفیقی و کرمی ۔ تسلیم

لکھنؤ چلا گیا تھا اس لیے خط کا جواب نہ لکھ سکا۔ مجھے اس سے خاص مسرت ہوئی کہ آپ جالندھر آرہے ہیں۔ فی الحال میرا لاہور جانا بیکار ہوگا۔ جالندھر میں اب آپ سے مفصل گفتگو ہوگی کہ آئندہ کیا صورت اختیار کی جائے ؟

خلیفہ شجاع الدین صاحب، محمد شفیع صاحب، میاں بشیر کو بھی جالندھر سے دعوت نامے بھیجے گئے ہیں۔ معلوم نہیں ان میں سے کوئی صاحب آنے کی زحمت فرمائیں گے یا نہیں۔ مجھے تو امید نہیں۔ آپ میری طرف سے بھی ان سے کہیے۔ دراصل یہ دعوت نامے میں نے ہی بھجوائے ہیں۔ لاہور میں ان صاحبوں سے اطمینان سے باتیں نہیں ہو سکتیں۔ وہاں آجائیں تو پھر دل کھول کے باتیں کر سکتے ہیں ۔ تابعدار عبدالحق

(۳۴)

دریاگنج، دہلی ۔ ۱۲ مارچ ۱۹۴۶ء ۔ شفیقی و کرمی ۔ تسلیم —— امید ہے کہ اپنے ساتھیوں سمیت بخیر و عافیت پہنچ گئے ہوں گے۔

ہر چند کوشش کی مگر ہمارے جالندھری مہمان نوازوں نے ۱۸ کو جانے کی اجازت نہ دی۔ ۱۹ کو ۱۱ بجے کی گاڑی سے روانہ ہو کر شب کو ۹ بجے دہلی پہنچے۔ آج کل سفر کرنا بڑے دل گردے بلکہ بے حیائی کا کام ہے۔

میرا اردو سرکلر تو آپ دیکھ چکے ہیں اور شائع بھی ہو گیا اور ان سب صاحبوں کی خدمت میں پہنچ گیا، جن کے نام آپ نے لکھ بھیجے تھے۔ اس کے بعد آپ کی تحریک پر انگریزی میں لکھا۔ اس کے بعد سے شاید کچھ حالات بدل گئے ہیں، کیونکہ وہ اس وقت لکھا گیا تھا جب کہ اردو کو الگ ایم اے کا درجہ حاصل نہیں ہوا تھا۔ اس لیے آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ آپ اسے ملاحظہ فرمالیں اور جہاں کہیں ضرورت ہو بلا تامل اصلاح فرما دیں۔ اگر آپ اب بھی خیال کرتے ہیں کہ اس کا شائع کرنا ضروری ہے تو چھاپ کر شائع کرا دیا جائے گا۔

ڈاکٹر قریشی صاحب کی خدمت میں میرا سلام پہنچا دیجئے گا۔ خیر طلب عبدالحق

(۴۵)

دریا گنج، دہلی۔ یکم اپریل ۱۹۴۶ء

مشفقی و مکرمی۔ تسلیم

انگریزی تحریر ان سب صاحبوں کے نام بھیج دی گئی جن کے ناموں پر آپ نے نشان کر دیئے تھے کہ ان کو انگریزی تحریر بھیجی جائے۔ آپ نے کچھ اور نام بھیجنے کے لیے لکھا تھا اب تک انتظار کیا اس لیے آپ کے نام بارہ پرچے بھیجتا ہوں جن صاحبوں کو مناسب سمجھیں بھیج دیں۔ عبدالحق

(۴۶)

دریا گنج، دہلی۔ ۱۴ مئی ۱۹۴۶ء

شفیقی و مکرمی زاد لطفکم۔ تسلیم۔

ہیں! یہ آپ دفعتہً کہاں سے آ گئے۔ میں تو آپ کی طرف سے مایوس ہو چکا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ اب جاڑوں ہی میں آپ کی کوئی خبر ملے تو ملے۔

لکھنؤ یونیورسٹی میں یہ تجویز کئی سال ہوئے پیش ہوئی تھی اور اب قطعی طور پر منظور ہو گئی۔ مسلم یونیورسٹی میں کئی بار یہ تجویز پیش کی گئی مگر ارباب یونیورسٹی ہمیشہ ٹالتے رہے۔ یہ حالات بہت مایوس کن ہیں۔

عاشق حسین بٹالوی صاحب آئے تھے۔ پنجاب کی شاخ کے متعلق ان سے بہت سی باتیں ہوئیں۔ وہ ہر طرح کام کرنے کے لیے تیار ہیں۔ میں نے ان سے کہا ہے کہ آپ سے اور صلاح الدین صاحب سے مشورہ کر کے پروگرام تیار کریں۔ پھر میں لاہور حاضر ہوں گا۔ موجودہ کمیٹی کو برخاست کر کے نئی کمیٹی بنانی پڑے گی اور کام مستعدی سے تمام پنجاب میں کرنا پڑے گا۔

میں خود چاہتا ہوں کہ نوادر الالفاظ جلد سے جلد چھپ جائے، لیکن آپ نے لیے ایسا گوڑا ہے کہ کوئی کاتب اسے صحیح نہیں لکھ سکتا۔ اب میں اسے نکلوا کر پہلے صاف لکھواتا ہوں اس کے بعد کتابت کراؤں گا۔ صاف شدہ کو آپ ایک نظر پھر دیکھ لیں تاکہ بعد میں پروف کا وہی حال نہ ہو جو آپ کی پہلی کتاب کا ہوا۔

میں اب بالکل اچھا ہوں کبھی کبھی بخار کا آنا یا زکام ہونا فطری چیز ہے اور صحت کی زکوٰۃ۔ ان کا ہونا بہت ضروری ہے یہ بہت سی سنگین بیماریوں سے بچا لیتے ہیں۔

اس سے پہلے ہم نے اردو نصاب کی پوری کتابیں تیار کرائی تھیں کئی ہزار روپیہ صرف ہوا لیکن آپ کی گورنمنٹ نے دوبارہ حکم منسوخ کر دیئے۔ ریڈریں لکھی رکھی ہیں معلوم نہیں اب انہوں نے پہلے کے نصاب میں کچھ تبدیلی کی ہے یا دی ہے۔ براہ کرم تفصیل سے ہمیں بھیج دیجئے تاکہ ابھی سے اس کی تیاری شروع کر دی جائے۔

خیر طلب عبدالحق

(۳۷)

دریا گنج، دہلی ۲۸ مئی ۴۶ء

مشفقی و مکرمی زاد لطفکم۔ تسلیم

عنایت نامہ پہنچا۔ بے شک حالات ایسے ہی ہیں جنہیں دیکھ کر مایوسی ہوتی ہے۔ ہمارا کام کوشش کرنا ہے اور اسے برابر کرتے رہنا چاہیے۔ اب کے لاہور آکر انجمن کی شاخ کو پھر از سر نو ترتیب دیا جائے گا۔ پہلے تجربہ بہت ناکام ہے۔ اب یہ آخری کوشش ہوگی۔ میں نے عاشق حسین صاحب کو لکھا ہے کہ آپ سے مشورہ کریں کیونکہ آپ ہی نے ان کا اور صلاح الدین صاحب کا نام تجویز کیا تھا۔

نوادر الالفاظ کو صاف لکھوا رہا ہوں۔ چند روز بعد چند جز آپ کی خدمت میں بھیجوں گا۔ جب ساری کتاب آپ دیکھ لیں گے تو کاپیاں لکھوائی جائیں گے اس وقت اعراب نہیں لگائے گئے۔ وہ آپ کے دیکھنے کے بعد لگائے جائیں گے

ادیب، ادیب عالم، ادیب فاضل کے نصاب نہایت مہمل ہیں۔ آپ پہلے خود ان کے نصاب تیار کر لیجئے۔ اس کے بعد میں بھی دیکھ لوں گا۔ بہرحال جو کتابیں اس وقت موجود ہیں، انہیں سے کام لینا چاہیے۔ موجودہ نصاب سے تو بہتر ہی ہوگا۔

لکھنؤ کی تجویز میں مجھ سے کوئی مشورہ نہیں لیا گیا۔ البتہ آگرہ یونیورسٹی نے مجھ سے نصاب کی کتابوں کے بارے میں مشورہ لیا ہے۔ تابعدار عبدالحق

(۳۸)

دریا گنج، دہلی۔ ۱۹؍اکتوبر ۱۹۴۶ء

مکرمی زاد لطفکم۔ تسلیم

آپ کی یونیورسٹی سے متعلق جو انگریزی و اردو کے بیان شائع کیے گئے ان کے کچھ نسخے جو دفتر میں موجود تھے، بذریعہ رجسٹری آج کی ڈاک سے آپ کی خدمت میں بھیجے جاتے ہیں۔ خدا آپ کو کامیاب کرے۔

مرکز کے متعلق ابھی میں نے کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا۔ ایک ناگہانی مجبوری پیش آگئی ہے۔ اس الجھن میں ہوں۔ انجمن پر ایک نازک وقت آگیا ہے۔ اگر اس آفت سے انجمن نہ نکلی تو پھر کوئی صورت کی جائے گی۔ ورنہ خدا مالک ہے!

خیر طلب عبدالحق

(۳۹)

دریا گنج، دہلی۔ ۹؍ستمبر ۱۹۴۶ء

شفیقی زاد لطفکم۔ تسلیم۔ آپ کا خط پہنچا۔ شکریہ

اصل الفاظ پر آپ اعراب نہ لگائیں۔ مسودہ جب آپ کے پاس سے واپس آئے گا، تو میں دیکھ کر اعراب لگا دوں گا۔

۲۔ اگر آپ قدیم نسخے کے رسم خط کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو مجھے اس میں کچھ عذر نہیں۔

۲ - ٹ ڈ ڑ کے لیے پرانی علامتیں (تؕ ڈؕ رؕ) لگانا غیر ضروری ہیں۔ ان سے کچھ حاصل نہیں خواہ مخواہ پڑھنے والوں کو الجھن ہوگی۔ آپ مقدمے میں رسم خط کی تبدیلیوں کا ذکر کیجیے لیکن متن میں اس خط کو برقرار رکھنے کی مطلق ضرورت نہیں۔

حیدرآباد سندھ کی اردو کانفرنس، ۲۰ مارچ سے ۲۲ مارچ کو ہوگی۔ وہاں سے واپسی کے وقت دو تین دن جویں قیام کروں گا۔ اس وقت تک آپ بھی واپس تشریف لے آئیں گے

خیر طلب عبدالحق

(۴۰)

دریا گنج، دہلی - ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۴۰ء

مشفق و کرمی زاد لطفکم تسلیم

پروفیسر محمد عثمان صاحب سے اس بارے میں مسلسل خط و کتابت رہی۔ ان کا اصرار ہے کہ میں لاہور آ کر پنجاب میں اردو کی پالیسی کے متعلق مختلف گروہوں سے گفتگو کروں اور ہم سب باہم مشورہ کر کے ایک پالیسی قطعی طور پر طے کر لیں کہ آئندہ کیا کرنا ہوگا اور جو اختلاف اس وقت پایا جاتا ہے اسے ختم کر دیا جائے۔ اسی سلسلے میں وہ اردو ہفتہ بھی منانا چاہتے ہیں۔ مجھے کچھ عذر تھا وہ بھی انھوں نے رفع کر دیا ہے۔ غالباً انھوں نے آپ سے بھی مشورہ کر لیا ہوگا۔ آج میں نے انھیں لکھا ہے کہ آپ سے ضرور اس بارے میں مشورہ کریں۔ مہربانی کر کے آپ اپنی رائے سے جلد مطلع فرمائیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ کام بہت ضروری ہے اور جس قدر جلد طے کر لیا جائے مناسب ہے۔

تابعدار عبدالحق

(۴۱)

دریا گنج، دہلی ۱۴ اپریل سنہ ۱۹۴۲ء

مشفق و کرمی۔ تسلیم

آپ کا خط پہنچا۔ میں نے پروفیسر حلیم کو لکھا ہے کہ سندھ جاتے ہوئے مجھ سے ملتے جائیں۔ اس وقت میں ان سے سفارش کر دوں گا۔ پیر الٰہی بخش کو لکھنا اتنا کارگر نہ ہوگا۔ حلیم وائس چانسلر کیے گئے ہیں۔ اور تمام انتخابات انھیں کی رائے سے ہوں گے۔

تلافی فنڈ کے لیے رسیدیں نیز عہد نامے چھپوائے گئے ہیں وہ علیحدہ آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ آپ کی تھوڑی سی توجہ سے بہت کچھ ہو سکتا ہے سر عبدالرحمٰن اب حیدرآباد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس ہو گئے ہیں۔

تابعدار عبدالحق

(۴۲)

دریا گنج، دہلی - ۱۶ اپریل سنہ ۱۹۴۲ء

مشفق و کرمی - تسلیم

آپ کا خط پہنچا، اور مسودہ بھی وصول ہوا۔ اب کاتب کو لکھنے کے لیے دے دیا جائے گا۔

محمد عثمان صاحب کو میں بھی نہیں جانتا، کبھی نام بھی نہیں سنا تھا۔ آپ مہربانی کر کے ضرور ان سے مل کر پوری کیفیت معلوم کیجیے۔ مجھے مقالہ خوانی اور شعر بازی سے کوئی دلچسپی نہیں، یہ تماشے اور ہنگامے میں بہت دیکھ چکا ہوں۔ اگر تمام حالات معلوم ہونے کے بعد آپ کی یہ رائے قرار پائے کہ میرا وہاں آنا درحقیقت کارآمد ہوگا تو خیر ورنہ بلا تکلف صاف صاف لکھ دیجیے اور محمد عثمان صاحب سے بھی کہہ دیجیے کہ مجھے بلا کر خواہ مخواہ کیوں شرمندہ کرتے ہیں،

ایک تو آج کل سفر یوں ہی بہ منزلۂ سقر بنا ہوا ہے۔ دوسرے میں انجمن کے کاموں میں بے حد مصروف ہوں۔ کام کا بھی ہرج ہوگا، اور کوفت بھی ہوگی بلکہ تھوڑے دنوں اور صبر کریں تو مناسب ہوگا ممکن ہے کہ حالات میں بھی کوئی تغیر و تبدل ہو جائے۔ بہرحال میں آپ کے خط کا منتظر رہوں گا۔ تابعدار عبدالحق

(۴۳)

مناسب

دریا گنج، دہلی - ۲۴ اپریل ۴۷ء

مکرمی، سلام مسنون

مولوی صاحب قبلہ کی معرفت جناب کا مکتوب گرامی ملا۔ ۲۵ - ۲۵ رسیدوں کی دو کتابیں فی الحال بھیج رہا ہوں رسیدیں ختم ہو گئی ہیں جو بعد میں طبع ہو کر چھپ جانے پر ہفتہ عشرے میں مزید دو کتابیں ۲۵ - ۲۵ رسیدوں کی ارسال خدمت کی جائیں گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ راستے میں رسید بک کے پیکٹ کا کسی شرارت کے بنا پر سے تصادم ہو گیا جو یہ صورت پیش آئی۔

تحقیقاتی کمیشن کی وجہ سے کام بہت متاثر تھا اور کارکن ہنگامی مشغولیت میں مصروف تھے جس کی وجہ سے رسید بک بغیر معتمد اعزازی کے دستخط کے چلی گئی معاف فرمائیے گا۔

احتیاطاً ۵۰ عہد نامے اور ۱۰ اپیل بھی ارسال خدمت ہیں یہ پروپیگنڈے اور مستقل سالانہ امداد کے حصول میں معاون ہوں گے۔ فارم ان ہی حضرات سے بھروائیے گا جو مستقل سالانہ امداد عنایت فرمائیں۔ فارم پر معطی حضرات کے مکمل پتے لکھے جائیں تاکہ رقم وصول ہونے پر ان کو براہ راست چندہ کے وصول ہونے کی اطلاع دی جا سکے اور آئندہ سال یاد دہانی کرانے میں آسانی ہو۔

امید کہ آپ بعافیت ہوں گے۔

حامد علی

(۴۴)

دریا گنج، دہلی یکم مئی ۱۹۴۷ء

مشفق و کرمی - تسلیم

خط پہنچا۔ مجھے آپ کی رائے سے اتفاق ہے۔ یہ زمانہ اس کام کا نہیں۔ اکتوبر تک انتظار کرنا مناسب ہوگا۔ میں محمد عثمان صاحب کو بھی لکھ دوں گا۔

آپ کی یہ تجویز بہت مناسب ہے کہ وہ فی الحال تلافی فنڈ کے لیے آپ کے ساتھ مل کر کام کریں۔

رسید بک بھیجنے میں بہت تاخیر ہو گئی۔ ایک تو اس وجہ سے کہ حیدرآباد کے جو چند صاحب تنقیح حسابات وغیرہ کے لیے آئے تھے۔ انہوں نے پورے دو ہفتے لگا دیئے اور انجمن کے سارے کام معطل رہے۔ دوسرے حیدرآبادی امداد بند ہو جانے کی وجہ سے ہمیں عملے میں تخفیف کرنی پڑی۔ اب محرروں کا کام بھی ہم ہی کرتے ہیں۔ امید ہے کہ اب رسید بک پہنچ گئی ہوگی۔

آپ کا مسودہ کاتب کو دے دیا گیا ہے محکمہ کا اب کام ختم ہو گیا ہے۔ لہٰذا انجمن کے منظوطے واپس فرما دیجئے۔ تابعدار عبدالحق

(۴۵)

دریا گنج، دہلی - ۱۵ مئی ۱۹۴۷ء

مشفق و کرمی ——— تسلیم ——— لکھنؤ سے واپسی پر آپ کا خط پہنچا۔ عثمان صاحب نے بہاری صاحب سے خط لکھوایا۔ میں نے انہیں بھی جواب

لکھ دیا کہ یہ وقت ان کاموں کا نہیں۔ حالات سازگار ہونے دیجئے۔ اس وقت دیکھا جائے گا۔ چنانچہ پرسوں عثمان صاحب کا خط آیا کہ کانفرنس فی الحال ملتوی کر دی گئی ہے۔

مطبوعہ فارم آپ کو پہنچ گئے ہوں گے۔ خیر طلب عبدالحق

(۴۶)

دریا گنج، دہلی - ۱۱ مئی ۱۹۴۷ء

مشفق و کرمی زاد لطفکم۔ تسلیم

آج کل لاہور معرکہ کارزار بنا ہوا ہے۔ اب محمد عثمان صاحب سے دریافت کیجئے کہ کانفرنس ان دنوں میں کیسی رہتی۔

آپ کو ایک زحمت دیتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ کئی مہینے ہوئے میں نے "داستان طبیعیات" کا مسودہ محمد فضل الدین قریشی صاحب کو دیکھنے کے لیے دیا تھا کہ اگر کوئی امر اصلاح یا ترمیم طلب ہو تو فرما دیں۔ کئی مہینے ہوتے جب وہ دہلی آئے تو فرمایا کہ کچھ حصہ دیکھنا باقی ہے۔ ایک ہفتے میں بھیج دوں گا۔ اب تک انتظار کرتا رہا، مسودہ نہیں آیا۔ خط لکھا کوئی جواب نہ ملا۔ آج پھر لکھ رہا ہوں۔ یہ کتاب ہمارے اس سال کے پروگرام میں ہے۔ کتابت کے لیے ابھی دینی چاہیے۔ اس لیے آپ سے درخواست ہے کہ تکلیف فرما کر ان سے لے اور مسودہ واپس بھجوا دیجئے۔ بڑا کرم ہوگا۔ تابعدار عبدالحق

(۴۷)

دریا گنج، دہلی - ۲۰ جون ۱۹۴۷ء

مشفق و کرمی زاد لطفکم۔ تسلیم

آپ کا خط پہنچا۔ آپ کا خط اور چیک پہنچ گیا تھا۔ رسید پرسوں ہی بھیجی گئی ہے۔ پہلے میں گورنمنٹ آف انڈیا کی ایک کمیٹی کے سلسلے میں بنگلور چلا گیا اس کے بعد ایک دوسری کمیٹی میں شملہ جانا پڑا۔ کام کا ہجوم اس قدر رہا کہ خط نہ لکھ سکا۔

پاکستان بیشک مل گیا لیکن پاکستان بنانا باقی ہے۔ اور یہ بڑا کٹھن مرحلہ ہے۔ انجمن عجیب خلط میں پڑ گئی ہے۔ کچھ کہتے ہیں دلی چھوڑ دو پاکستان جاؤ، اور بعض کا خیال ہے کہ یہیں رہنا چاہیے۔ آخر یہاں بھی تو کروڑوں مسلمان ہیں۔ کام کرنے والے سب پاکستان بھاگ گئے ہیں تو یہاں والوں پر کیا گزرے گی۔ اس میں بھی شبہ ہے کہ پاکستان والے ہمیں اپنے علاقے میں کام بھی کرنے دیں گے یا نہیں۔ ذرا کان سٹی ٹیوٹ اسمبلی بن جائے اور اپنا آئین بنالے تو پھر تحریک کی جائے۔ اس وقت تو حالت یہ ہے کہ کسی کو سر کھجانے کی فرصت نہیں۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔ خیر طلب عبدالحق

(۴۸)

مقبرہ رابعہ دورانی اورنگ آباد دکن - ۶ اگست ۱۹۴۷ء

مشفق و کرمی - تسلیم

آپ کا خط اور مضمون (حبیبہ خطیبہ) مجھے یہاں ملے۔ آج دہلی اشاعت کے لیے بھیج رہا ہوں۔ میں نے بھی ایک نظر دیکھ لیا ہے۔ چند روز اور یہاں رہوں گا۔ اور سب خیریت ہے۔ خیر طلب عبدالحق

بنام شفقت کاظمی

(۱)

از دفتر رسالہ اردوئے معلی کانپور

مورخہ ۸ جنوری سنہ ۳۷ء

عزیزی ! السلام علیکم

آپ کی غزلیں پہلے کی آئی ہوئی رکھی ہیں۔ بیگم حسرت کی علالت نے اس درجہ نازک حالت اختیار کرلی ہے کہ طبیعت میں کسی دوسری جانب توجہ کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہی ہے۔ کوئی دوا کارگر نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ آپ سے بھی طالب دعا ہوں۔ ان تفکرات روحانی سے نجات ہو تو آپ کی غزلیں دیکھوں۔ اگر آپ کو غزلیں بہت جلد مطلوب ہوں تو لکھیں میں بلا اصلاح بھیج دوں۔ نکات سخن کا حصہ پنجم اصلاح سخن ابھی تک شائع نہیں ہوا ہے۔ فقط

فقیر حسرت موہانی

(۲)

از دفتر اردوئے معلی کانپور

مورخہ ۷ اکتوبر سنہ ۳۷ء

مکرمی ! السلام علیکم۔ آپ کے کئی خطوط آئے مگر اس درمیان میں برابر مجھ کو سفر درپیش رہا۔ دو چار روز بھی کانپور میں اطمینان سے بیٹھنے کی نوبت نہیں آئی۔ علاوہ بریں بیگم حسرت کے انتقال کے بعد طبیعت اس درجہ افسردہ ہوگئی ہے کہ عاشقانہ شعر و شاعری کی جانب توجہ کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ آپ کی جدید چار غزلیں نظر سے گزریں۔ مجھ کو ان میں کوئی ضرورت اصلاح نظر نہیں آتی۔ زیادہ باریک بینی کی طرف طبیعت مائل نہیں ہے جس کا سبب میں اوپر درج کرچکا۔ جب آپ کا مجموعہ کلام بصورت دیوان مرتب ہو جائے تو وہ مجھ کو بھیج دیجئے گا۔ میں اس پر ایک نظر ڈال کر جہاں کہیں غلطیاں نظر آئیں گی درست کردوں گا۔ آپ کی مطلوبہ کتابیں آج بھجوا رہا ہوں۔ اگر ایک دن بعد آپ کا خط آتا تو پھر مجھ کو نہ ملتا اس لیے کہ میں کل پھر کانپور سے باہر جا رہا ہوں۔

فقط　　　　فقیر حسرت موہانی

(۳)

کانپور۔ مورخہ یکم جولائی سنہ ۳۸ء ——— مکرمی ! تسلیم ——— بیگم حسرت موہانی کے انتقال پر ملال نے میری طبیعت پر

اس درجہ اثر لیا کہ شعر و شاعری سے گویا کسی قسم کا رابطہ ہی نہیں رہ گیا۔ ڈیڑھ سال کے عرصے میں صرف پانچ شعر کہے ہیں، اور وہ بھی ترک شاعری کے اعلان کے متعلق ہیں۔ اردوئے معلیٰ میں یہ غزل موجود ہے کہ آزادی کی زندگی دشوار ہے تیس کے بغیر اردوئے معلیٰ کی اشاعت بھی ملتوی تھی آخر کار بمشکل تمام آج تک دو پرچے نا تمام نکل سکے۔ وہ دونوں آپ کو بھیجتا ہوں۔ پہلے پرچے میں آپ کی غزلوں کے منتخب اشعار درج ہیں۔ غزلوں کا وہ پرچہ واپس کرتا ہوں۔ آپ کے دوسرے خط میں بھی کئی غزلیں ہیں۔ وہ آئندہ کسی وقت دیکھ کر روانہ کر دوں گا اور ممکن ہوگا تو ان کے بھی منتخب اشعار اردوئے معلیٰ کے آئندہ نمبر میں درج کر دوں گا۔ آپ کی مطلوبہ کتابوں میں سے یادگار وفا اور دیوان مومن دو کتابیں روانہ کی جاتی ہیں۔ ان کی قیمت آپ اپنے کسی آئندہ خط میں بذریعہ ٹکٹ بھیج دیجیے گا۔ دیوان اشرف، شیفتہ اور نکات تسلیم کی جلدیں ختم ہو گئی تھیں۔

نوٹ۔ آپ کے ایک شعر میں کہ

مشہور جہاں ہے جو تری چشم فسوں کاری

جادو نگاہی کے لفظ میں "و" دب کر نکلتا ہے۔ اس لیے اُسے سحر نگاری کر دیجیے۔ فقط

فقیر حسرت موہانی

(۴)

کانپور۔ مورخہ ۲۰ ستمبر ۳۴ء[1]

مکرمی! السلام علیکم۔ یہ خط یکم جولائی ۳۴ء کو لکھ کر روانہ کرنا چاہتا تھا کہ دفعتاً اپنی نواسی نفیسہ کی علالت کی خبر سُن کر میں حیدرآباد چلا گیا۔ اس کی عمر ۱۰-۱۱ سال کی ہے اور وہ مجھ سے بہت مانوس ہے۔ ایک ماہ تک وہاں رہ کر علاج کیا۔ مگر افاقہ نہ ہوا۔ اب اسے یہاں کانپور لے آیا ہوں اور علاج کرا رہا ہوں۔ دعا کیجیے کہ اسے صحت ہو جائے تاکہ رفع تردد ہو۔ آج اس خط پر نظر پڑی تو یہ سطریں زیادہ کر کے مع پیکٹ بھیج رہا ہوں۔ فقط۔

فقیر حسرت موہانی

(۵)

کانپور۔ مورخہ ۲۴ مئی ۳۴ء

مکرمی! السلام علیکم۔ کچھ خطوط آپ کے میری عدم موجودگی میں پہنچے تھے وہ ایک سفر حج کے بعد واپسی کانپور کے وقت ملے۔ مگر میں نے کانپور میں مکان تبدیل کیا تھا۔ اس جھگڑے میں سب خطوط غلط ملط ہو گئے۔ اب خطوط کی دوبارہ ترتیب کے وقت وہ پھر دستیاب ہوئے تو جواب لکھا جاتا ہے۔ آپ کی غزل جدید نمبر اردوئے معلیٰ میں درج کر دی گئی ہے۔ پرچہ پرسوں تک دفتری کے ہاں سے آجائے گا۔ تو آپ کو بھی بھیجا جائے گا۔ فقط فقیر حسرت موہانی۔

---

[1] یہ دونوں خط ایک ساتھ ملے تھے۔ کاظمی

(۶)

کانپور - مورخہ ۴ اکتوبر سنہ ۴۳ء

مکرمی : السلام علیکم

اس درمیان میں آپ کے کئی شکایت نامے کچھ میری عدم موجودگی میں اور کچھ میرے زمانۂ قیام کانپور میں موصول ہوئے۔ میں نامہ نگاری سے بہت جی چراتا ہوں۔ خود اپنے اعزہ و اقربا کو بھی برسوں خط نہیں لکھتا۔ سب میری کوتاہ قلمی کی آپ سے بھی زیادہ شکایت کرتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ بھی میری خاموشی کو عدم التفات یا کج خلقی پر محمول نہ کریں گے۔ آپ کی بعض غزلیں میں نے مدینہ اخبار میں دیکھیں چند آپ نے مجھ کو اپنے خطوط میں روانہ کیں۔ ان میں اگر غلطیاں ہوتیں تو میں ضرور ان کو درست کر کے واپس کرتا۔ مگر غلطیاں نظر نہ آئیں۔ اس لیے خاموش رہا۔ ترقی کی البتہ بہت کچھ گنجائش تھی۔ مگر اس کاوش کا آج کل میرا دماغ متحمل نہیں ہو سکتا۔ آپ نے جو کتابیں طلب کی تھیں ان میں سے انتخاب جلد ششم کے علاوہ اور کوئی موجود نہ تھی۔ اس لیے روانہ نہ ہو سکیں۔

فقط

فقیر حسرت موہانی

(۷)

کانپور

۲۱ اگست سنہ ۴۵ء

مکرمی ! السلام علیکم۔

خط آپ کا ملا۔ اس سے قبل بھی کئی شکایت نامے پہنچے تھے۔ یقین کیجیے کہ میری کوتاہ قلمی کے سوا اور کوئی سبب اس خاموشی بے جا کا نہ تھا نہ ہے نہ ہو گا۔ شکایت آپ کی بجا ہے اور میں اس کے لیے شرمندہ ہوں۔ آپ کی غزلیں کبھی کبھی "انقلاب" میں نظر سے گزرتی ہیں۔ میری سنہ ۴۲ء تک کی غزلیں کلیات حسرت مطبوعہ حیدرآباد میں شائع ہو چکی ہیں۔ سنہ ۴۲ء سے سنہ ۴۵ء تک کی غزلوں کا مجموعہ بھی مرتب موجود ہے ارادہ ہے کہ اس مجموعے کو علیحدہ چھپوا دوں۔ جس وقت چھپے گا اُس وقت اس کی ایک جلد آپ کو بھی سب سے پہلے بھیج دوں گا۔ جواب کے لیے آپ ٹکٹ نہ بھیجا کیجیے۔ اکثر یہی ہوتا ہے کہ آپ کا خط رکھا رہ جاتا ہے اور دیگر خطوط و کاغذات کے انبار میں مل کر ضائع ہو جاتا ہے۔ مجھ کو جواب کی جب کبھی بقول آپ کے توفیق ہوا کرے گی تو بلا ٹکٹ ہی جواب بھیج دوں گا۔

فقط

فقیر حسرت موہانی

(۸)

کانپور۔ مورخہ ۱۰ اکتوبر سنہ ۴۱ء

مکرمی ! السلام علیکم ——— آپ کے متعدد خطوط ملے۔ جن میں سے چھ خطوط کے ساتھ آپ کی غزلیں بھی ملفوف تھیں

میں نے ان سب کو علیحدہ کر کے سرسری طور پر دیکھا اور کہیں کہیں تصرف بھی کیا۔ جہاں کوئی بات قابلِ اعتراض نظر آئی وہاں (×) کا نشان بنا دیا۔ آپ اس کو درست کر لیجئے گا۔ آپ کی ان کل غزلوں میں سے ۸ کے منتخب اشعار پر میں نے اردوئے معلّٰی میں شائع کرنے کی غرض سے نشان بھی بنا دیا۔ چنانچہ ان میں سے چار جون ۱۹۴۸ء کے پرچے میں چھپ بھی گئیں۔ تین کاغذ جن پر یہ چار غزلیں مطبوعہ موجود ہیں سب طلب واپس کرتا ہوں۔ ابھی تین کاغذ اور میرے پاس محفوظ ہیں۔ ان میں سے آپ کی باقی چار غزلیں بھی کاتب سے لکھوا کر آئندہ واپس بھیج دوں گا۔ اطمینان فرمائیں۔

آپ نے شاید میرے دو رسالوں معائبِ سخن، محاسنِ سخن کا بغور مطالعہ نہیں کیا۔ اگر کرتے تو مجھ کو اعتراضی نشان بنانے کی ضرورت نہ ہوتی۔

میری سعد درجہ عزیزہ مرحومہ بیوی سے صرف ایک لڑکی نعیمہ یادگار موجود ہے اس لڑکی کے البتہ ماشاء اللہ چار لڑکے اور دو لڑکیاں میرے پاس ہی رہتی ہیں۔ ۱۹۳۸ء میں اپنی پہلی بیوی کے انتقال کے بعد میں نے اپنی ایک دوسری عزیز بیوہ سے نکاح کر لیا ہے۔ ان سے بھی ایک لڑکی خالدہ اس وقت دو سال کی ہے۔ فقط فقیر حسرت موہانی

مولانا عبدالمجید سالک

(۱)

محبی و مخلصی۔ السلام علیکم — آپ کا گرامی نامہ ملا۔ اور غزلیں بھی۔ انشاء اللہ وہ غزلیں اپنے وقت پر شائع ہو جائیں گی۔ مولانا اختر علی خان کے متعلق آپ نے جو کچھ لکھا۔ وہ صحیح ہوگا۔ حقیقت میں وہ لٹریری آدمی نہیں ہیں۔ اس لیے کسی شاعر یا انشاء پرداز سے اس اشتیاق کے ساتھ ملاقات نہیں کر سکتے۔ جس کی توقع اُسے ہوتی ہے۔ وہ معذور ہیں اس لیے آپ اپنے دل سے کدورت دور کر دیجئے۔ آپ کو خدا بخش اظہر اور حاجی لق لق سے ملنا چاہیے تھا۔ والسلام

۱۰ راکتوبر ۱۹۴۴ء سالک

میں پہلی بار ستمبر ۱۹۴۴ء میں مولانا اختر علی خان سے ملا تھا تو انہوں نے مجھ سے بے نیازی برتی، جس کی شکایت میں نے مولانا سالک مرحوم کو لکھی تھی اور مولانا سالک مرحوم نے مندرجہ بالا خط تحریر فرمایا تھا۔ کاظمی

(۲)

دفتر انقلاب لاہور ۹ر نومبر ۱۹۴۴ء

عزیز مکرم۔ السلام علیکم۔

آپ کا کارڈ ملا۔ آپ کی غزلیں میرے پاس امانت پڑی ہیں۔ انشاء اللہ ضرور درج کی جائیں گی۔ آپ زیادہ محنت سے لکھا کیجئے، تاکہ کلام ترقی کرے۔ آج کل کے زمانے میں سیدھی سادی غزل کو پڑھنے والے بہت کم رہ گئے ہیں۔ مومن، نسیم، تسلیم اور حسرت کو بار بار پڑھیے۔ یہ اس لیے لکھ رہا ہوں کہ آپ کو حسرت سے عقیدت ہے۔ اور انہی کے اندازِ سخن سے لگاؤ ہے۔ ذرا اس نشے کو اور زیادہ تیز کر دیجئے۔

کسی قسم کا وسوسہ دل میں نہ لائیے۔ غزلیں درج ہوں گی۔

سالک

(۳)

دفتر انقلاب لاہور، ۱۲۔ جنوری ۴۵ء

مکرمی شفقت صاحب۔ سلام مسنون

آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ تعجب ہے کہ آپ کو یہ لوگ سفر خرچ کیوں نہیں دیتے۔ یہ تو دنیا سے نرالا دستور ہے۔ بہرحال کوشش کرنی چاہیے کہ اس مسئلہ کا فیصلہ جلد ہو جائے۔ جو کام آپ کر رہے ہیں اس کے متعلقہ شعبوں پر تو اندھا دھند روپیہ صرف کیا جاتا ہے پھر خدا جانے آپ سے کیوں بخل کا برتاؤ ہو رہا ہے۔

بہرحال میری دلی خواہش ہے کہ اس مسئلہ کا فیصلہ خاطر خواہ ہو جائے اور آپ سے وقتاً فوقتاً ملاقات ہو سکے۔ میں مع اعزہ بالکل بخیر و عافیت ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ شاد کام و بامراد رکھے۔

سالک

میں اس وقت (RECRIUTING OFFICE D.G KHAH) میں بطور کلرک ملازم تھا اور گاہے گاہے سرکاری کام کے سلسلے میں مجھے لاہور جانا پڑتا تھا مگر سفر خرچ کا معاملہ کھٹائی میں پڑا ہوا تھا۔ کاظمی

(۴)

۶ مارچ ۱۹۴۵ء عزیز مکرم۔ السلام علیکم

خط اور دو غزلیں پہنچ گئیں۔ مقامی مشاعرہ سے آپ لوگوں کا عدم تعاون مناسب نہ تھا۔ اظہار ناراضی کے اور طریقے بھی ہو سکتے تھے۔ ندیم صاحب اور کیفی صاحب کو سمجھانا چاہیے کہ مقامی افسروں کو اپنی اہمیت کا احساس دلانے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی ادبی سرگرمیوں کو تیز تر کر دیا جائے اور باہر کے مشاعروں میں بھی حتی الوسع حصہ لیا جائے۔ جب وہ لوگ دیکھیں گے کہ ڈیرہ کے شعرا کی وقعت بیرونی حلقوں میں بھی ہے، تو وہ ضرور متاثر ہوں گے۔

غزل کی مذمت میں نے نہیں کی۔ غزل کبھی نہیں مرے گی۔ بلکہ اس کو ہمیشہ اچھے شعرا حیاتِ تازہ بخشتے رہیں گے۔ البتہ پامال تغزل میں انقلاب پیدا کرنا اشد ضروری ہے۔ اور نظموں کی اہمیت غزلوں کے مقابلے میں یقیناً زیادہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ جیسے خوش ذوق لوگ اگر اردو کے ذخیرہ نظم کا اچھی طرح مطالعہ کر کے نظم کہنا شروع کر دیں تو زبان کے ذخیرے میں اضافہ بھی ہو گا۔ اور آپ بھی بہت جلد صفِ اول میں جگہ پا سکیں گے۔

باقی خیر و عافیت ہے۔ والسلام سالک

(۵)

دفتر انقلاب لاہور۔ ۲۵ مارچ ۴۶ء ——— مکرمی حضرت شفقت صاحب۔ السلام علیکم

آپ کا گرامی نامہ مع دو غزلوں کے ملا۔ بڑی مدت کے بعد آپ کا خط اور کلام دیکھنے کا موقع ملا۔ انشاء اللہ غزلیں درج ہوں گی اور آپ کو پرچے ارسال ہوں گے۔ آپ کی تحریر سے مجھے ہمیشہ خلوص کی خوشبو آتی ہے۔ اور چونکہ یہ شے آج کل کمیاب ہے اس لیے میں اس کی بے حد قدر کرتا ہوں۔ والسلام

سالک

(۶)

دفتر انقلاب لاہور۔ ۱۲ اپریل ۱۹۴۶ء

کرمی تسلیمات۔

کل ڈاک ۱۰ اپریل کا پرچہ آج آپ کے نام بھیج رہا ہوں۔ آپ کے والد محترم کے انتقال کی خبر بے حد روح فرسا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جنت میں جگہ دے۔ اور آپ کو صبر جمیل اور دنیا کے حوادث و آلام کی برداشت کی توفیق عطا فرمائے۔ والدین خواہ کتنے ہی ضعیف و بیکار ہوں ان کی بے غرضانہ دعائیں اتنی بڑی رحمت ہیں کہ اس سے زیادہ متاع عزیز کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ افسوس اس کا ہے کہ آپ اُن دعاؤں سے محروم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ذمہ داریوں کی برداشت کی ہمت عطا فرمائے۔ والسلام

سالک

(۷)

دفتر انقلاب لاہور۔ ۱۷ اپریل ۱۹۴۵ء

عزیز مکرم۔ السلام علیکم

خط ملا۔ مولانا حسرت دفعتہً آئے اور دو تین دن میں واپس بھی چلے گئے۔ دس کی شام کو ان سے پہلی ملاقات ہوئی۔ اسی وقت وہ راولپنڈی روانہ ہو گئے۔ ۱۲ کو لاہور آئے، ایک اور ملاقات ہوئی اور ان کے ساتھ ہی شام کو میں وائی ایم سی اے ہال کے جلسے میں پہنچا۔ وہاں ان کی تقریر اور غزلوں کے بعد کھسک آیا کہ کہیں مجھے مشاعرے میں شریک نہ ہونا پڑ جائے۔ اس کے بعد حسرت صاحب غالباً ۱۳ کی صبح کو روانہ ہو گئے۔ میری سمجھ ہی میں نہ آیا کہ آپ کو کس طرح اطلاع دوں اور آپ کس طرح ذخیرہ غازی خاں سے اتنی جلدی پہنچ سکیں گے۔

آپ کا ذکر آیا تھا۔ کہنے لگے۔ ہاں شفقت صاحب! وہی جو میرے ہمنام بھی ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ ہمنامی تو بڑی چیز ہے۔ وہ تو آپ کے عاشق اور مرید باصفا ہیں۔ بہت ہنسے۔ کہنے لگے۔ ہاں مخلص آدمی ہیں۔ ہونہار غزل گو ہیں۔

باقی خیر و عافیت۔ آپ کی غزلیں درج کروں گا تو پرچے بھیج دوں گا۔ سالک

(۸)

۲۴ جولائی ۱۹۴۵ء

کرمی شفقت صاحب۔ السلام علیکم — آپ کا خط اور دو غزلہ پہنچا۔ ماشاء اللہ خوب خوب اشعار آپ نے نکالے

ہیں۔ انشاءاللہ جلد شائع کروں گا۔ میرا خیال ہے کہ میونسپل کمیٹی کی محرری آپ کی پہلی ملازمت سے اچھی رہے گی۔ آپ جیسے قانع درویش کو کسی حالت میں تکلیف نہیں ہو سکتی۔ مولانا حسرت ایک زمانے میں بمبئی رہتے تھے اور چار آنے روز میں گزارہ کر لیا کرتے تھے اور لطف یہ ہے کہ اس حالت میں بے حد خوش و خورم اور مطمئن رہتے تھے۔ حقیقت میں ہم لوگوں نے اپنی ضروریات کو خود ہی بڑھا لیا ہے۔ ورنہ اہل اللہ کے نزدیک حقیقی ضروریات بہت ہی کم ہیں۔ آجکل کے تکلفات کے زمانے میں مولانا حسرت ایک چھوٹی سی گٹھڑی اور ایک ڈبا جو لوٹے کا کام دیتا ہے ، لے کر انگلستان تک کی سیر کر آتے ہیں۔

میں انشاءاللہ وہ پرچے جن میں غزلیں چھپیں گی آپ کو ضرور بھیج دوں گا۔ والسلام سالک

(۹)

دفتر انقلاب لاہور ۱۰ دسمبر ۱۹۴۵ء

مکرمی۔ السلام علیکم۔

کارڈ ملا۔ میں نے آپ کے پہلے کارڈ کا جواب اس لیے نہ دیا تھا کہ اس میں کوئی جواب طلب بات نہ تھی۔ میری خط و کتابت اتنی وسیع ہے کہ بے مطلب مکاتیب کا متحمل نہیں ہوں۔ کوئی کام کی بات کرنی ہو یا پوچھنی ہو تو خط لکھتا ہوں ، ورنہ محض "ذوقِ خامہ فرسا" کا چنداں ستم زدہ نہیں ہوں۔ اللہ کے فضل سے اتنا زیادہ لکھا ہے کہ لکھنے کی ہوس باقی نہیں رہی۔

آپ کے مخلصانہ جذبات کے لیے بے حد متشکر ہوں۔ والسلام سالک

(۱۰)

دفتر انقلاب لاہور۔ ۲۵ دسمبر ۱۹۴۷ء

مکرمی حضرت شفقت۔ السلام علیکم۔

آپ کا کارڈ ملا۔ آپ نے پناہ گزینوں کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ حقیقت ہے۔ افسوس ہے کہ تقسیم ملک کے وقت تمام امور پیش نظر نہ رکھے گئے۔ اور جذبات کی رَو میں سرعت و عجلت سے کام لیا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں مسلمانوں کی جانیں گئیں اور اربوں کا نقصان ہوا۔ خیر۔ ہرچہ گذشت گذشت۔ اب تو سوائے اس کے چارہ نہیں کہ تلافی مافات کی کوشش میں ہم سب مصروف ہو جائیں۔

یو۔ پی کے مسلمانوں کی حالت بہتر ہے۔ فی الحال کوئی تشویش نہیں۔ مولانا حسرت بخیریت ہیں۔ اور انشاءاللہ انہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ آپ ان کو خط لکھیے۔ وہ جواب دیں گے۔ وہ وہاں کی اسمبلی کے ممبر ہیں۔ اور گذشتہ اجلاس میں انہوں نے وہاں خوب تقریر کی۔

ہم سب بحمداللہ بخیریت ہیں۔ والسلام سالک

(۱۱)

دفتر انقلاب لاہور۔ ۲۱ جون ۱۹۴۹ء — مکرمی تسلیمات — کارڈ ملا۔ میرے بڑے لڑکے کا نام عبدالرشید ارشد ہے۔ وہ ریڈیو لاہور

ہیں لازم ہیں۔ لکھنے کا شوق تھا۔ لیکن اب بہت کم ہے۔ بعض اردو اور انگریزی کے رسائل میں ان کے مضامین شائع ہو چکے ہیں ان کے کام کی نوعیت ادبی نہیں انتظامی ہے۔ اس لیے وہ تحریر مضامین کی کھکھیڑ کیوں اٹھائیں۔ ان کی عمر ۴۶ سال ہے۔ عبدالسلام خورشید کی کوئی چھبیس سال ہوگی۔ دونوں بی اے ہیں والسلام۔ سالک

(۱۲)

دفتر انقلاب لاہور - ۲۰ جنوری

کرمی حضرت شفقت السلام علیکم۔

آپ کا کارڈ ملا۔ مدت دراز کے بعد آپ نے یاد فرمایا۔ سلور جوبلی پر مبارک باد کے لیے شکریہ قبول فرمایئے۔ یہ بھی احباب کی محبت کا ایک کرشمہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو خوش رکھے اور مجھے ان کے اعتماد کا زیادہ اہل بنائے۔

مولانا حسرت موہانی کو آپ کانپور کے پتے سے خط لکھیے۔ ہند اسمبلی کا پتہ درست نہیں۔ گزشتہ گرمی کے موسم میں مولانا ایک دن دفعتہً میرے مکان پر آگئے۔ تین چار احباب ساتھ تھے۔ میں نے پوچھا۔ آپ یہاں کہاں۔ کہنے لگے کہ حافظ محمد صدیق ملک التجار کانپور کے صاحبزادے کی شادی ہے۔ برات ہوائی جہازوں پر کانپور سے آئی ہے۔ میں نے سوچا سالک صاحب سے مل لینا چاہیے۔ چنانچہ دو گھنٹے خوب مزے کی صحبت رہی۔

وہ تو شمشیر برہنہ ہیں۔ ہند اسمبلی میں بہت ٹھاٹھ کی تقریریں کرتے ہیں اور کوئی چوں تک نہیں کرتا۔

کبھی لاہور آنے کا مبتن کیجئے۔ ملاقات کو دل بہت چاہتا ہے۔ عبدالسلام خورشید کی طرف سے سلام نیاز۔ سالک

(۱۳)

۷ مارچ ۱۹۵۰ء کرمی۔ السلام علیکم

کارڈ ملا۔ غزلیں مدیر "عالمگیر" میں بھیجدی گئی تھیں۔ ابھی وہ رسالہ نہیں چھپا۔ چھپتا تو آپ کو ضرور بھیجا جاتا۔ میرا خیال ہے کہ غالباً مارچ کے اواخر تک مکمل ہوگا۔ انقلاب کے اجرا کے لیے احباب لمیٹڈ کمپنی تیار کر رہے ہیں۔ اور اب تکمیل کی منزل قریب ہے۔ چند روز تک اس کے اجراء کا اعلان ہوگا انشاءاللہ۔ آپ انقلاب کے متعلق جو احساسات رکھتے ہیں۔ ان کے لیے اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ عبدالسلام خورشید سلام عرض کرتے ہیں۔ سالک

(۱۴)

دفتر انقلاب لاہور ۲۰ مئی۔ کرمی۔ السلام علیکم۔

آپ کا خط ملا۔ آپ نے "سیکرٹری میونسپل کمیٹی اور اخبارات" کے سلسلے میں جو کچھ لکھا وہ مقام تعجب نہیں۔ ہر جگہ ایسا ہی ہو رہا ہے اور پاکستان میں دین۔ سیاست۔ اخلاق۔ ادب۔ شعر ہر چیز کا مذاق و معیار پست ہو رہا ہے۔

میری "تصانیف" بے حقیقت ہیں۔ ایک زمانے میں چند کتابیں "لائبریری کیس" کے طور پر مجھ سے لکھوا کر دارالاشاعت پنجاب نے چھاپی تھیں۔ یعنی دفتر تہذیب نسواں اور پھول نے۔ لیکن اول تو ان کی حیثیت بالکل معمولی تالیفات کی تھی۔ دوسرے

اب ان میں سے بعض پرانی بھی ہو چکی ہیں - اور نظر ثانی کی محتاج ہیں - اور میں نظر ثانی کی ضرورت نہیں سمجھتا - خودکشی کی انجمن ، قصرِ ساحل وغیرہ - آرایل سٹیونسن کی جدید الف لیلہ کے ترجمے تھے - راہ و رسمِ منزلہا میری بہت پرانی نظموں کا مجموعہ ہے جو زمانۂ نوجوانی میں لکھی گئی تھی - ایک "چمپا اور دیگر افسانے" بھی تھی - یہ سب کتابیں دارالاشاعت ہی سے مل سکتی ہیں - لیکن میں پھر یہی کہوں گا کہ بائیس تیئیس سال کی عمر میں میں نے جو افسانے یا نظمیں یا تالیفات لکھیں وہ آج کل کے زمانے میں کچھ معنی نہیں رکھتیں - یہ محض آپ کی محبت ہے کہ آپ ان کتابوں سے شغف کا اظہار فرما رہے ہیں -

"انقلاب لمیٹڈ" کے نام سے ایک کمپنی قائم ہو چکی ہے - مطلوبہ رقم کی تکمیل چند روز میں ہو جائے گی - اور انقلاب عنقریب انشاء اللہ ماہ جون میں جاری ہو جائے گا -

میں "عالمگیر" کا ایڈیٹر نہیں ہوں - صرف ایک جوبلی نمبر انہوں نے مجھ سے مرتب کرایا تھا - اس کے ایڈیٹر وہی حافظ محمد عالم صاحب ہیں -

مجھے تصنیف و تالیف کی فرصت نہیں ملتی - میں مہر صاحب کی نسبت بہت زیادہ مصروف ہوں - اخبار کی ایڈیٹری، اخبار کی منیجری، ریڈیو والوں کی پیہم فرمائشیں غرض بہت ہجوم کار ہے - جو تصنیف و تالیف کا روادار نہیں -

"پطرس" بھی بے حد مصروف ہیں - چند جلدوں سے افکار و حوادث کا انتخاب انہوں نے کیا تھا - پھر وہ کام رک گیا - کہیں وہ آرام سے بیٹھیں تو پھر شروع کریں - باقی خیر و عافیت -

میرا بڑا لڑکا عبدالرشید ارشد ریڈیو میں ملازم ہے - اور آج کل آزاد کشمیر ریڈیو میں کام کر رہا ہے - دوسرا لڑکا عبدالسلام خورشید میرے ساتھ انقلاب میں کام کرتا ہے اور بہت ہونہار اخبار نویس ہے - والسلام سالک

(۱۵)

دفتر انقلاب لاہور ۵ ار اکتوبر ۱۹۵۰ء

مکرمی محترمی - سلام مسنون

مدت ہوئی آپ کا ایک کارڈ ملا تھا جس میں آپ نے دارالاشاعت پنجاب والوں کی گراں فروشی کا گلہ کیا تھا - اصل میں دارالاشاعت کا کام بعض وجوہ سے آجکل بے قاعدہ ہو رہا ہے - علاوہ بریں شاید پرانی قیمتوں میں کچھ اضافہ بھی کر دیا گیا ہے - خیر آنچہ گزشت گزشت -

ترک موالات کی تحریک میں میں زمیندار کا ایڈیٹر تھا - ۲۰ء سے ۲۷ء کے اوائل تک زمیندار میں رہا - اس دوران میں ۲۱ء نومبر میں قید ہوا - ۲۲ء میں رہا ہوا - ایک سال محبوس رہا - اسی زمانے میں بعض احباب مثلاً پطرس بخاری - مولانا بیدل مرحوم اور سید امتیاز علی تاج نے میری کہانیوں اور نظموں کے مجموعے چھاپ دیے - ان کی ترتیب میں میرا کوئی مشورہ شامل نہیں - اسی لیے میں نے ان کا دوسرا ایڈیشن چھاپنے کی تحریک نہیں کی - اور نہ اس کا ارادہ ہے -

اخبار نویسی نے افسانہ نگاری، ادبی ترجمہ اور نظم کے مشاغل کو بالائے طاق کرا دیا - اور اسی خاکبازی میں عمر کا بہترین

حصہ بسر ہوگیا یہ وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔ بہتیری کوشش کرتا ہوں کہ صحافت سے مخلصی مل جاتے تو جو چند ایام عمر گزراں کے باقی ہیں، اُن کو اپنی محبوبہ اُولیٰ یعنی ادب کی نذر کر دوں۔ لیکن ابھی مخلصی مقدر میں نہیں۔ اگر اس دفعہ انقلاب جاری ہوگیا تو میرا قصد ہے کہ ایک آدھ سال اس کو چلانے کے بعد عبدالسلام خورشید کے حوالے کر دوں اور خود خانہ نشین ہو جاؤں فعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔ باقی خیر و عافیت۔ آج سُنا ہے کہ مولانا حسرت موہانی ایک دو دن کے لیے لاہور آرہے ہیں۔ دیکھیں کب تک تشریف لاتے ہیں۔ سالک

(۱۶)

دفتر انقلاب لاہور۔ ۱۰ نومبر ۱۹۴۸ء

کرمی حضرت شفقت۔ السلام علیکم۔

آپ کا کارڈ ملا۔ میں پانچ چھ دن کے لیے کراچی چلا گیا تھا۔ اس لیے تحریرِ جواب میں تاخیر ہوئی۔ مجھے بے حد افسوس ہے کہ آپ لاہور تشریف لائے اور پھر بھی ملاقات نہ ہوسکی۔ مولانا حسرت موہانی سے خوب صحبتیں رہیں۔ اگرچہ ان کا قیام بہت مختصر تھا۔ لیکن دو تین ملاقاتیں ہوئیں۔ اور ادب و سیاست کے متعلق بہت گفتگو رہی۔ مولانا اب روز بروز ضعیف ہوتے جا رہے ہیں۔ اللہ انہیں مدت دراز تک تندرستی کے ساتھ سلامت رکھے۔ ہندی مسلمانوں کے لیے ان کا وجود بے حد غنیمت ہے۔

میں نے مولانا نصر اللہ خان عزیز سے کہا تھا کہ میں شام کو آپ کے ہاں آکر شفقت صاحب سے ملوں گا۔ لیکن شام کے وقت ایک شدید مصروفیت میں اُلجھ گیا۔ پھر ریڈیو سٹیشن بھی جانا پڑا۔ اس لیے ملاقات نہ ہوسکی۔

اپنی صحت کے متعلق اطلاع دیجیے۔ کیا اب تو علالت کا کوئی اثر باقی نہیں؟ سالک

(۱۷)

'مسلم ٹاؤن' لاہور ۱۴ جنوری ۱۹۵۱ء

کرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آپ کا گرامی نامہ ملا۔ عبدالسلام نے بُرا کیا کہ آپ کے خط کا جواب نہ دیا۔ لیکن وہ ان دنوں بچوں کی بیماری کی وجہ سے مضطرب تھے۔ شاید یہی وجہ مانع ہوئی ہوگی۔

مولانا حسرت موہانی اس دور میں صحابۂ کرام کی زندگی کا نمونہ پیش کرتے تھے۔ ان کی شخصیت کی عظمت صرف شاعری سے نہیں۔ بلکہ ان کی بے غرضی۔ ایثار پیشگی اور مجرّدی سادگی کے باعث تھی۔ زمانہ حاضر میں ایسی ہستیاں بالکل ناپید ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔

"سرگزشت" ابھی تو یونہی الل ٹپ ہر ہفتے لکھی جا رہی ہے۔ غالباً اب پانچ سات قسطوں کے بعد ختم ہوجائے گی، تو اس پر نظر ثانی کروں گا۔ ممکن ہے بعض مقامات پر اضافے کرنے پڑیں۔ تبویب بھی ضروری ہوگی۔ اس کے بعد کتابی صورت میں اشاعت کا ارادہ ہے۔

میں اب قطعی طور پر خانہ نشین ہوں۔ اخبار ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا ہے۔ اور اب اخبار نویسی کی کوئی ہوس باقی نہیں۔ کراچی میں تنخواہ بھی گرانقدر تھی اور عزت و احترام میں بھی وزرائے پاکستان کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے لیکن چونکہ میری ساری عمر لاہور میں گزری ہے۔ اس لیے کراچی میں نہ تو دل لگا نہ صحت اچھی رہی۔ اس لیے لات مار کر وہاں سے بھاگا۔ اب گوشۂ عافیت میں بیٹھا ہوں اور بحمد اللہ بہت سکون و آرام سے بسر ہو رہی ہے۔

۱۷ر جنوری کو پانچ چھ روز کے لیے کراچی جا رہا ہوں۔ غالباً ۲۶ر کو واپسی ہو گی۔ ایک دن یونیورسٹی میں ملک مسعود احمد ملے تھے اس کے بعد اتفاقِ ملاقات نہیں ہوا۔

سالک

ملک مسعود احمد ڈیرہ غازی خاں کے ایک نوجوان ہیں۔ ایم۔ اے (عربی) ہیں۔ آجکل کہیں پروفیسر ہیں۔ کاظمی۔

(۱۸)

مسلم ٹاؤن لاہور ۲۴ر اپریل ۱۹۵۴ء

مکرمی۔ السلام علیکم۔ آپ کا کارڈ ملا۔ اس سے پہلے جب آپ کا کارڈ ملا تھا۔ تو میں نے دو تین دن کے بعد آپ کو جواب لکھ دیا تھا کہ اگرچہ میں تین سال کے بعد لاہور آیا ہوں اور یہاں نقشہ بدلا ہوا ہے لیکن آپ آئیں گے تو مریضہ کے داخلہ کی پوری سعی کی جائے گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ میرا یہ جواب آپ کو نہیں پہنچا۔ خدا کرے اب یہ کارڈ پہنچ جائے۔

مریضہ کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا وہ بہت تشویشناک ہے۔ اللہ فضل کرے۔ اب دعا کے سوا چارہ بھی کیا ہے۔

اللہ آپ کو پریشانیوں سے نجات دلائے۔

افسوس ہے کہ آپ آئے اور میں مل نہ سکا۔ اگر آپ شورش کے ہاں سے ایک فون ہی کر دیتے تو میں حاضر ہو جاتا۔

والسلام سالک

(۱۹)

مسلم ٹاؤن لاہور ۱۲ر مئی ۱۹۵۴ء

کرمی و محترمی۔ سلام مسنون۔

کارڈ ملا۔ آپ کی اہلیہ کے انتقال کی خبر سے بے حد صدمہ ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو مغفرت کے سائے میں پناہ دے اور آپ کو سکینۂ قلب عطا فرمائے۔ حقیقت میں ایسی رفیقۂ حیات بہت بڑی نعمت ہے ؎

زنِ نیک و فرمانبر و پارسا
کند مردِ درویش را پادشا

لیکن مشیت ایزدی کے آگے کسی کا کیا چارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ سالک

(۲۰)

مسلم ٹاؤن لاہور ۲۰ر فروری ۱۹۵۵ء —— محبی و مخلصی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ —— بیگم کے متعلق حامد علی خاں صاحب

کا خیال درست ہے۔ آپ نے مرزا غالب اور مولانا حسرت کے جو اشعار پیش کیے۔ وہ حامد صاحب کے دعوے کے مصدق ہیں۔ ان دونوں شعروں کے مصرع ہائے ثانی میں "لہٰذا" محذوف ہے۔

میں نے اب تک فارسی اور اردو کا کوئی ایسا شعر نہیں دیکھا جس میں "جبکہ" صرف "بہت" کے معنی میں استعمال ہوا ہو۔

آپ کا سابقہ کارڈ مل گیا تھا۔ والسلام۔ عبدالمجید سالک

جبکہ میں نے بہت کے معنی میں استعمال کیا تھا گر مولانا حامد علی خان کا خیال تھا کہ جبکہ چونکہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

شفقت کاظمی

(۲۱)

مسلم ٹاؤن لاہور ۱۲ر اکتوبر ۵۶ء

مکرم و محترم۔ السلام علیکم۔ کارڈ ملا۔ یہ تو صحیح نہیں کہ ملتان اکاڈمی کوئی عظیم کا مشاعرہ کرا رہی ہے لیکن یہ صحیح ہے کہ اکاڈمی نے مجھے بلایا ہے۔ اور میں ۲۱ر اکتوبر کو ملتان پہنچ رہا ہوں۔ اسی دن رات کے ۸½ بجے چیدہ حضرات کی ایک نشست ہے۔ جس میں کوئی ایک سو کے قریب اہلِ ذوق شامل ہوں گے۔ دوسرے دن میں کالونی ٹیکسٹائل مل اسمٰعیل آباد میں ہونگا جہاں میرے بھائی ڈاکٹر ہیں۔ شام کو وہاں سے روانہ ہو کر ۲ر نومبر کی صبح کو لاہور پہنچ جاؤں گا۔ اگر آپ اور کیفی صاحب ۲۱ر اکتوبر کو پہنچ جائیں تو ملاقات ہو جائے گی۔ اس نشست میں میں ادب و صحافت کے متعلق کچھ بیان کروں گا۔ بعض لوگ سوالات کریں گے۔ اور اس کے بعد میں اپنی دو تین غزلیں پیش کر دوں گا۔ اور بس۔

آپ کی غزل جہاں کہیں بھی مل جاتی ہے۔ اسے ضرور پڑھتا ہوں۔ کیونکہ تعلقِ خاطر بھی ہے۔ اور آپ کا رنگِ سخن بھی آج کل کے زمانے میں کمیاب ہے۔

"یارانِ کہن" میں مولانا حسرت کا جو شعر درج ہے۔ اس میں مجھے بھی کچھ شک تھا۔ غالباً حافظہ نے ٹھوکر کھائی۔ بہر حال آئندہ ایڈیشن میں درست کر دیا جائے گا۔ خیال تو فرمائیے۔ کوئی پچیس برس اُدھر کا واقعہ۔ اور پھر میں نے حسرت کی یہ غزل اس کے بعد کہیں دیکھی بھی نہیں۔ آخر انسانی حافظہ کہاں تک ساتھ دے۔

امید ہے کہ آپ کا مزاجِ عالی بخیر ہوگا۔ عبدالمجید سالک

(۲۲)

مسلم ٹاؤن لاہور ۱۷ر نومبر ۵۶ء

مکرمی حضرت شفقت۔ السلام علیکم

آپ کا کارڈ ملا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان جہاں جاتا ہے بمصداق مردہ بدست زندہ اپنے میزبانوں کے قبضہ میں ہوتا ہے۔ وہ جس طرف لے جائیں وہاں جانا پڑتا ہے۔ اور جو پروگرام وہ بنالیں اس کی پابندی کرنی پڑتی ہے اور پھر میرا قیام ملتان میں اس قدر مختصر تھا کہ سوائے اپنے میزبانوں اور اکاڈمی کے کارکنوں کے اور کسی دوست سے مل ہی نہ سکا۔

مشاعروں میں میرے لیے کوئی دل کشی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں بے حد اصرار کے باوجود ایک دن مزید کے قیام پر رضامند نہ ہوا۔ انشاء اللہ کسی وقت آپ سے اور کیفی صاحب سے ملاقات ہو گی۔ یار زندہ صحبت باقی۔ سالک

(۲۳)

مسلم ٹاؤن لاہور ۱۱ر جنوری ۵۸ء

کرمی محترمی۔ السلام علیکم۔

کارڈ ملا۔ میں ستمبر کے اواخر میں بعارضہ قلب بیمار ہوا۔ اب تک ڈاکٹروں کا تختۂ مشق ہوں۔ دوائیں کھا رہا ہوں طبیعت فی الجملہ بہتر ہے۔ کام کاج کرتا ہوں لیکن شکایت ابھی باقی ہے۔ احتیاط و پرہیز پر عمل ہے۔ عمر کا تقاضا ہے کہ صحت کے حصول میں دیر لگے۔ دعا کیجیے کہ شافیٔ مطلق شفائے کامل عطا فرمائیں۔

یقین ہے کہ آپ کا مزاج بہمہ وجوہ بخیر ہو گا۔ سالک

(۲۴)

مسلم ٹاؤن لاہور ۷ر اپریل ۵۸ء

کرمی حضرت شفقت۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

آپ کا کارڈ ملا۔ پروفیسر فضل الدین قدسی کا کام انشاء اللہ ضرور ہو جائے گا۔ وہ پرسوں اترسوں میرے پاس آئے بھی تھے۔ یعنی دوبارہ۔

حسرتکدہ اور نغمۂ حسرت کے متعلق حالات معلوم ہوئے۔ خدا کرے آپکے یہ مجموعے جلد سے جلد چھپ کر آپ کے لیے اطمینان قلب کا باعث بنیں۔ کیونکہ اطمینان قلب ہی ہے جس کے لیے آپ یہ تکلیف فرما رہے ہیں۔ ورنہ شعر کے قدردان اتنے زیادہ تو ہیں نہیں کہ مجموعۂ منظومات سے کوئی مالی فائدہ بھی ہو سکے۔

"صحیفہ" کے مدیر صاحب سے ایک دفعہ آپ کا ذکر ضرور آیا تھا۔ ویسے میں نے ان کو آپ کی کوئی غزل شائع ہونے کے لیے نہیں دی نہ بطور خاص ان کو آپ کی طرف متوجہ کیا۔

آپ کی تازہ غزل دیکھی۔ خوب ہے۔ سالک

(۲۵)

مسلم ٹاؤن لاہور ۲ر جنوری ۵۸ء

حضرت محترم۔ السلام علیکم

آپ کا خط ملا۔ حسرتکدہ کے متعلق تفصیلات معلوم ہوئیں۔ خدا کرے وہ جلد شائع ہو۔ اور نغمۂ حسرت بھی آپ کی خواہش کے مطابق مرتب ہو جائے۔

آپ کی غزل کے متعلق عابد صاحب سے عرض کر دوں گا اور ندیم صاحب کو بھی غزل بھجوا دوں گا۔ لیکن یہ طریقہ مجھے

چنداں پسند نہیں۔ کوئی نومشق بچہ ہو تو اس کا ہاتھ پکڑ کر کسی کے پاس لے جانا ٹھیک۔ لیکن آپ جیسے پختہ مشق آدمی کے لیے کسی سے "سفارش" کرنا مجھے آپ کی توہین معلوم ہوتی ہے۔ خدا کے فضل سے اب آپ کا کلام اچھے اچھے اخباروں میں خودبخود چھپ رہا ہے۔ پھر تکلف کے کیا معنی؟ اُمید ہے مزاج عالی بخیر ہوگا۔ سالکؔ

(۲۶)

مسلم ٹاؤن لاہور ۶ راگست ۵۸ء

مکرمی شفقت صاحب۔ السلام علیکم

آپ کا کارڈ ملا۔ "حسرتکدہ" کا نسخہ بھی مل گیا تھا۔ دیکھ کر بہت مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ حسن قبول روزی کرے۔

اثرؔ صاحب بہت اچھے اور مخلص انسان ہیں۔ وہ ذرا بھی اچھے ہوں گے تو مقدمہ ضرور لکھ دیں گے۔

اب حسرتکدہ کے "نکاس" کا کوئی بندوبست سوچنا چاہیے۔ یہ کتاب نکل گئی تو نغمۂ حسرت کا فروخت ہونا آسان ہو جائے گا۔ خدا آپ کو اپنی خواہشوں اور تمناؤں میں کامیاب کرے۔

عبدالسلام خورشید مع عیال و اطفال آج کل مری میں ہیں۔

آجکل تو آپ کے ضلع میں سیلاب کی قیامت آئی ہوئی ہے۔ کیفی صاحب کس حال میں ہیں؟ سب کو اللہ تعالیٰ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ سالکؔ

(۲۷)

مسلم ٹاؤن لاہور ۱۰ راکتوبر ۵۸ء

مکرمی۔ السلام علیکم۔

آپ کا گرامی نامہ ملا۔ بزم اردو ڈیرہ غازی خان کی طرف سے آپ کی اور حسرت کدہ کی جو پذیرائی ہوئی۔ اس کا حال پڑھ کر بے حد مسرور ہوا۔ حقیقی کمال کی قدردانی ضرور ہوتی ہے۔ (دیر یا سویر)

صحیفہ میں عابد صاحب نے جو کچھ لکھا وہ بالکل درست ہے۔ حسرت مغفور نے غزل میں جو راستہ دکھایا تھا۔ اب اس پر آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔ اور آپ میں اس اقدام کی صلاحیت موجود ہے۔ بے لاگ تبصروں پر بُرا ماننے کی ضرورت نہیں۔ ان کو بغرض استفادہ پڑھنا چاہیے۔

آپ نے جو غزل بھیجی۔ میں نے پسند کی۔ خدا کرے "ماہ نو" اسے چھاپ دے۔ میری صحت بحمدہ اب بہتر ہے۔ اُمید ہے آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ عبدالمجید سالکؔ

(۲۸)

مسلم ٹاؤن لاہور ۲۰ رفروری ۵۹ء

مکرمی حضرت شفقت۔ السلام علیکم ——— آپ کا ایک کارڈ ملا تھا۔ طبیعت کی کمزوری اور ذہن کی بے توجہی کی

وجہ سے جواب نہ لکھ سکا۔ خدا کرے موجودہ کیفیت جلد سے جلد ختم ہو۔ اور کچھ نوشت خواند کا شغل شروع کیا جا سکے۔ دعا کا طالب ہوں۔

دوسرا مجموعہ مرتب کر کے شائع کرنے کا خیال مبارک ہے۔ انشاء اللہ وہ بھی مقبول ہوگا۔ حسرتکدہ پر "استقلال" نے ریویو کر دیا۔ غالباً چٹان کے آئندہ پرچے میں بھی ہو جائے گا۔ آفاق میری نظر سے نہیں گزرتا۔ معلوم نہیں اس میں ہوا یا نہیں؟ — حضرت کیفیؔ[1] کا خط ملا۔ بلکہ اس کے بعد ایک اور بھی موصول ہو چکا ہے۔ اللہ انہیں خوش رکھے۔

سالک

(۲۹)

مسلم ٹاؤن لاہور۔ ۲ مارچ ۱۹۵۹ء

کرمی محترمی۔ السلام علیکم

کارڈ ملا۔ طبیعت نواب اچھی ہے۔ لیکن ابھی نوشت خواند سے گھبراتی ہے۔ دیکھیں یہ کیفیت کب تک رہے۔

خدا کا شکر ہے کہ آپ چٹان کے ریویو سے مطمئن ہوئے۔ شورش نافل اور جھگڑالو ضرور ہے۔ لیکن کینہ ور نہیں۔ میں اسے مدۃ العمر سے جانتا ہوں۔ "استقلال" میں ایک نوجوان ہیں فرحت اللہ شاہجہانپوری۔ ان سے میرا تعلق للّٰہ و فی اللّٰہ ہے بہت اچھے آدمی ہیں۔

آپ نغمۂ حسرت کے لیے کسی لاہوری پبلشر سے بات چیت چاہتے ہیں۔ لیکن جس حالت میں مولانا بدر موجود ہیں، آپ کیوں خواہ مخواہ کسی لاہوری پبلشر کے نخروں کا شکار ہونا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ ہر وقت شعراء ادباء سے گھرے رہتے ہیں اور من مانی شرائط منظور کرانا چاہتے ہیں۔ پھر ان کی محتاجی اختیار کرنے کی کیا ضرورت؟

میرا مشورہ تو یہی ہے کہ بدر صاحب ہی کو نغمۂ حسرت بھی سپرد کر دیجئے۔ باقی خیریت سالک

(۳۰)

مسلم ٹاؤن لاہور۔ اپریل ۱۹۵۹ء

کرمی و محترمی۔ السلام علیکم

خط ملا۔ میری صحت اب رو بہ ترقی ہے گو ابھی لکھنے کی طرف طبیعت رجوع نہیں ہوتی۔ خدا جانے یہ کیا کیفیت ہے اور کب تک رہے۔

امروز میں میں نے حسرتکدہ کا ریویو پڑھا تھا۔

آپ نغمۂ حسرت کی اشاعت بھی مولانا بدر صاحب ہی کے ذریعے سے کرائیے۔ لاہور کے پبلشروں کو چھوڑیئے۔ لاہور میں بھی بعض ایسے پبلشر ہیں جنہیں پبلشی کا سلیقہ نہیں۔ میں تو پبلشروں میں صرف دیانت کو ضروری سمجھتا ہوں۔ اور وہ بے حد کمیاب ہے۔ مولانا بدر دیکھے بھالے ہوئے آدمی ہیں، وہی ٹھیک رہیں گے۔

---

[1] کیفی چڑیاکوٹی

آفت کدہ مجھے پسند نہیں۔ میں اس قسم کے نام مناسب نہیں سمجھتا۔ جن میں غلموں کی پبلسٹی کا انداز پایا جائے۔ شعر و سخن بڑی نازک و لطیف شے ہے، اس کو آفت کدہ بنا دینا بالکل بے معنی ہے۔

جتنے اخبار رسالے میرے پاس آتے ہیں۔ ان میں جہاں کہیں بھی آپ کی غزل نظر آتی ہے۔ اسے ضرور پڑھتا ہوں۔

جو غزلیں آپ نے ارسال فرمائی ہیں وہ سب کی سب اچھی ہیں۔ آپ کو یہ وہم کیونکر ہو گیا کہ ان میں کوئی خامی رہ گئی ہوگی۔ سب اشعار اچھے ہیں۔ مجھے کسی جگہ کوئی خامی نظر نہیں آئی۔

آپ کے نئے مجموعے کا تعارف لکھنے پر تو آمادہ ہوں۔ لیکن وعدہ نہیں کرتا۔ کیونکہ معذور ہوں۔ اور خدا جانے کب تک یہ معذوری کی حالت باقی رہے۔

چھ آنے کے ٹکٹ موصول ہوئے۔ یہ تکلف کی انتہا ہے۔ از راہ کرم اس شعار کو چھوڑ دیجئے۔ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

خورشید سلام عرض کرتے ہیں۔ سالک

(۴۱)

مسلم ٹاؤن لاہور۔ ۱۹ جون ۱۹۵۹ء

مکرم و محترم۔ السلام علیکم۔ کوئی ایک ماہ قبل آپ کا ایک خط موصول ہوا تھا۔ جس کے ساتھ دو غزلیں بھی تھیں۔ اور خط میں یہ مژدہ بھی درج تھا کہ "نغمۂ حسرت" کی طباعت و اشاعت کا فیصلہ بھی مولانا یزدانی کے ساتھ ہو گیا ہے میری دلی خواہش یہی تھی کہ آپ لاہوری پبلشروں کے نخروں کا شکار نہ ہوں۔

خط کی تحریر میں تاخیر اس لیے ہوئی کہ میں بدستور بیمار چلا جاتا ہوں اور بہت ہی کم ایسے لمحات ملتے ہیں کہ میں کسی دوست کو خط لکھ سکوں۔ آپ کی غزلیں پڑھیں۔ آپ کا کلام اب قطعی طور پر استادانہ درجے تک پہنچ چکا ہے۔ اللہ حسنِ قبول روزی کرے۔

عبدالمجید سالک

(۴۲)

مسلم ٹاؤن لاہور۔ ۱۲ اگست ۱۹۵۹ء۔

جناب محترم۔ السلام علیکم ——— آپ کا خط ملا۔ یکیٰ صاحب نے صحیح لکھا کہ میں اب روز بروز صحت مند ہو رہا ہوں۔ نقاہت ابھی باقی ہے اور ڈاکٹر فی الحال تقویت کی تدبیر نہیں کر رہے ہیں۔ موسم گرما گزر جانے کے بعد کریں گے اور انشاء اللہ پھر طبیعت چاق چوبند ہو جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نغمۂ حسرت کے لیے سراپا انتظار ہوں۔ خدا کرے التواء کا دور ختم ہو اور اس کی اشاعت میں مزید تاخیر واقع نہ ہو۔

رفیق خاور کے ریویو کے متعلق آپ نے جو کچھ لکھا، وہ صحیح ہوگا کہ انہوں نے ذاتی رنجش کی وجہ سے بُرا ریویو کیا۔ لیکن آپ کو نہ اچھے ریویو پر بہت زیادہ خوش ہونا چاہیے نہ بُرے ریویو پر آزردہ ہونے کی ضرورت ہے۔ جو شخص "پبلک" میں آتا ہے

اسے ہر قسم کے نرم گرم حالات کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اور پھر آپ جانتے ہیں کہ آج کل شعر کا ذوق بالکل منقلب ہو چکا ہے۔ ہم آپ پرانے زمانے کے آدمی ہیں۔ نہ زمانۂ حاضر کے شعراء کا کلام ہماری سمجھ میں آتا ہے۔ نہ زمانۂ حاضر کے نقادوں کی تنقید۔ شعر و سخن کی قدیم اقدار روز بروز نابود ہو رہی ہیں۔ اور ایک دن بالکل ناپید ہو جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو خوش و خرم رکھے۔ میں دعائے صحت کا طالب ہوں۔

آپ یہ چھ چھ آنے کے ٹکٹ بھیجنے کا کیا تکلف کیا کرتے ہیں مجھے تو ٹکٹ وصول ہونے سے ہمیشہ شرم آتی ہے لیکن کبھی ڈیڑھ آنے کا ٹکٹ آجائے تو خیر۔ یہ اکھٹے ٹکٹ بھیج دینا کیا معنی؟

عبدالمجید سالک

عبدالمجید سالک

<u>بنام چراغ حسن حسرت</u>

(۱)

۸ رنگار ہوٹل۔ کراچی
۲۱ راپریل ۱۹۵۱ء

برادرِ مکرم السلام علیکم

خدا خدا کر کے آخر آپ کا خط بھی آیا۔ تعجب ہے کہ اس سے قبل آپ نے جو دو خط لکھے، وہ کیوں مجھے نہ مل سکے۔ ورنہ مجھے تو پوری ڈاک نہایت حفاظت اور باقاعدگی سے مل جاتی ہے۔

خیر خدا کا شکر ہے کہ ہماری ریڈریں لگ گئیں، شہرت لگ گئی۔ اب خدا تاریخ اسلام کا مقابلہ بھی درست کر دے تو پیسے مل ہی جائیں گے۔ زیادہ طمع کیوں کریں؟ ایسے بھی تو ہیں جن کو کوئی حصہ نہیں ملا۔ اگر ہمارا پبلشر باہمت ہوتا، تو بہاول پور، آزاد کشمیر اور سرحد میں ضرور انتظام ہو جاتا۔ لیکن چھوڑیے اب اس قصے کو۔ اللہ تعالیٰ منظور شدہ کتابوں میں برکت ڈالے اور وہ زیادہ سے زیادہ فروخت ہو جائیں۔

سرگذشت انیسویں قسط تک آپ کے پاس پہنچ چکی۔ اب انشاء اللہ کل پرسوں دو اور قسطیں لکھ کر بھیجدوں گا۔ مصحفی کے متعلق کام کر رہا ہوں۔ از راہِ کرم مصحفی کے ۳۰/- اور سرگذشت کی قسطوں کے جتنے بنتے ہوں۔ جلد بھیج دیجیے۔ ان کا انتظار کر رہا ہوں۔

باقی خیریت ہے۔ ابھی تین چار مہینے تک یہاں سے چھٹکارا نظر نہیں آتا، اور چونکہ کام سے سب خوش ہیں۔ اس لیے اس کے بعد بھی توسیع یقینی ہے تاآنکہ میں رستا تڑا کر بھاگنے کا فیصلہ نہ کر لوں۔ لیکن کسی وقت درمیان میں چند روز کے لیے حاضرِ لاہور ہونے کا ارادہ ضرور ہے۔

سب احباب کو سلام۔ ظہیر اور ننھے صاحب کو دعا۔ سالک

(۲)

<u>بنام چراغ حسن حسرت</u>

مسلم ٹاؤن، لاہور۔ ۲۶ راپریل ۱۹۵۴ء

برادرم السلام علیکم۔ عین جس دن میں نے آپ کو دیکھنے کے لیے ہسپتال جانے کا ارادہ کیا۔ اسی دن اخبار میں یہ خوشخبری

پڑھی کہ آپ ہسپتال سے رخصت ہو کر گھر پہنچ گئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اللہ آپ کو صحت کامل عطا فرمائے اور ضعف و نقاہت سے نجات دے۔

میں ۲۹ کو راولپنڈی جا رہا ہوں۔ ۲ مئی کو واپس آؤں گا۔ کوشش کروں گا کہ اس کے بعد آپ کے دولتکدے کا سراغ لگا کر حاضر ہو جاؤں۔ ۵ سے رمضان المبارک شروع ہو رہے ہیں۔ اور آپ روزوں کے متعلق میری کمزوری سے واقف ہی ہیں۔

امید ہے ظہیر میاں کا امتحان بہت امید افزا ہو گیا ہو گا۔ اللہ انھیں امتیاز کے ساتھ کامیاب کرے۔

واقعیت عامہ فروخت ہو رہی ہے لیکن زیادہ نہیں۔ بہرحال کوشش کروں گا کہ فی الحال علی الحساب آپ کو دو ہزار کی رقم پہنچ جائے تاکہ مصارف علالت کی جزوی تلافی ہی ہو جائے۔

بھابی کو ہم دونوں کی طرف سے آداب۔ ظہیر اور بلّو کو دعا۔

سالک

(۳)

بنام چراغ حسن حسرت

عقب ریڈیو سٹیشن کراچی۔ ۸ فروری

برادرم میں تو دوستوں کے احکام کی تعمیل میں ہمیشہ مخلصانہ سرگرم ہوتا ہوں اور شاید آپ خود بھی محسوس کرتے ہوں گے کہ اگر آپ اپنے کسی ذاتی کام کے لیے مجھے حکم دیتے۔ تو میں ایک دن بھی تعمیل میں توقف نہ کرتا۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ میرے دوست مجھ سے ایسے خلوص و اخلاص کا ثبوت نہیں دیتے۔ آپ سے دیباچے کی فرمائش کی تھی۔ جو بقدر دو سلپ سے زیادہ نہ ہو گا۔ لیکن آپ سے اتنا بھی نہ ہو سکا۔

اب آپ مجھے بواپسی اطلاع دیجیے کہ آیا وہ دو سلپ لکھے جا سکیں گے یا میں خود ہی لکھ لوں۔ کاپیاں بالکل مکمل اور تیار کوئی بارہ تیرہ دن سے پڑی ہیں۔ اور صرف دیباچے کی وجہ سے کتاب نامکمل ہے۔

اگر دیباچہ لکھنے کی نیت ہو تو اس میں یہ واضح کر دیجیے گا کہ یہ کتاب نہ تاریخ ہے نہ سوانح عمری۔ بلکہ ایک شخص نہایت بے تکلفی سے وہ حالات بیان کرتا جاتا ہے۔ جو اسے یاد آتے جاتے ہیں۔ اس لیے اس بیان میں ایک دلفریب تنوع پیدا ہو گیا ہے اور قومی، ملکی، ادبی اور ذاتی واقعات ملے جلے بیان ہوئے ہیں۔ البتہ چونکہ بیان کرنے والا گزشتہ چالیس سال سے پبلک زندگی میں ہے۔ اس لیے اس کے بیان کے بعض پہلو اس اعتبار سے قیمتی ہیں کہ وہ کسی کتاب یا اخبار کے فائل میں نہیں مل سکتے۔ بلکہ محض حافظہ میں محفوظ ہونے کی وجہ سے صفحۂ کاغذ پر آ گئے ہیں۔

بہرحال یہ گذارش محض اُس حالت میں ہے کہ آپ لکھنا چاہیں۔ ورنہ قصہ ختم کیجیے اور مجھے اطلاع دے دیجیے تاکہ میں خود چند سطریں لکھ کر کاتب سے مخلصی حاصل کروں۔

بچوں کو دعا۔

میں مکان کو الگ کرنے کی فکر میں ہوں۔ یہ ہو جائے تو لاہور کا رُخ کروں۔

سالک

سیّد وصی احمد بلگرامی فانیؔ

بنام سیّد مبارک حسین عظیم آبادی

شنبہ ۲۳ ، نومبر ۱۹۳۵ء

مخدومی جناب جانشین داغ و آبروئے عظیم آباد سیّد مبارک حسین صاحب مبارکؔ عظیم آبادی

سلام و تمنائے زیارت!

ڈالٹن گنج چھوڑے ہوئے ہم کو دو ماہ ہو گئے۔ متعلقین آرہ میں اور کل سامان ڈالٹن گنج میں۔ بہار گورنمنٹ نے کسی ضرورت سے ہم کو یہاں بھیجا ہے۔ خطوط جو آیا کیے ڈرائیور نے ڈالٹن گنج ہی میں روک لیے۔ پھر اوس کے جی میں کیا آئی کہ اخبار اور خطوط ہم کو الٰہ آباد بھیج دئے۔ اسی انبار میں ایک ہیرے کی انگوٹھی بھی اتفاقیہ مل گئی۔ وہ انگوٹھی آپ کا اعزاز نامہ مورخہ ۲۲ ستمبر ہے۔

صبا کو یہ کیا آج موج آ گئی
کہ پھولوں سے تربت مری پھا گئی

الحمد للہ کہ زمانہ اہلِ انصاف سے کبھی خالی نہیں رہتا۔ چنانچہ رئیسان گذری و کشمیری کوٹھی و حاجی گنج نے جب صفیر بلگرامی کا ساتھ دیا تھا اور اس ساتھ دینے پر جناب شادؔ نے جب بازپرس کی تھی کہ آپ لوگوں نے باوجود ہم وطنی دستخط کیوں کیے تو رئیسانِ موصوف نے یہی جواب دیا تھا کہ :۔

"ایمان کے باب میں کسی کا پاس نہیں کیا جاتا۔ جو ہم جانتے تھے لکھ دیا۔" (س ش ص صفحہ ۲۲۹)

اب تریسٹھ برس کے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں کہ :

"حقیقتِ حال پر امتدادِ زمانہ اور بطلانِ حق کی ظلمتوں کا گہرا پردہ پڑا ہوا تھا مگر حق کا بول بالا منکرین کو بار بار بھی جادۂ حقیقت سے گریز کا موقع نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ہر طرف سے حق حق کی صدائیں آویزۂ گوش رہی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔"

اس کا مطلب یہ ہُوا کہ آج بھی زمانہ اہلِ انصاف سے خالی نہیں ہے۔ لیکن اس دو ماہ میں آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ منکرین اب تک اپنی بات پر اڑے ہُوئے ہیں اور تردیدی مضامین لکھے جا چکے یا بھیجے جا چکے ہیں۔ ہم اتنی دور نہیں کہ آواز پہونچتے پہونچتے ہم تک پہونچ سکتی ہے۔ آپ سرزمین پر ہیں۔ اس لیے وہاں کیا ہو رہا ہے اور کیا ہونے والا ہے؟ اس کا

حال آپ بہتر جانتے ہوں گے۔

گزارش ہے کہ آج سے دو برس پہلے کا ندیم نمبر صفحہ ۲۵۲ — ۲۵۵ بغور ملاحظہ فرمایا جائے اور دیکھا جائے کہ باوجود اس ...ب اور بدتمیزی کے ہم نے س ش ص میں ضبط و تحمل سے کام لیا ہے یا نہیں؟ مثلاً ص ۲۳۲ میں تنبیہہ صفیر بلگرامی مؤلف خواجہ فخرالدین سخن کا ذکر آیا ہے تو ہم نے صرف یہ لکھ دیا کہ: "یہ کتاب کسی طرح بھی خواجہ فخرالدین سخن کے شایان شان نہ تھی مگر ؎

"اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انھیں کچھ نہ کہو"

باوجود اس احتیاط کے اگر کوئی نادان تردیدی مضمون شایع کرے تو منصفین عظیم آباد کا فرض ہونا چاہیے کہ وہ اس فتنہ کو یکسو کر دیں۔

یکسو سے مراد صفیر بلگرامی کی ناجائز طرفداری کرنا نہیں ہے۔ اور منصفین سے مراد عوام الناس نہیں بلکہ صرف وہ لوگ ہیں جو ہنگامہ شاد و صفیر کے چشم دید گواہ ہیں۔ ان چشم دید گواہوں میں تین بزرگ قابل ذکر ہیں۔ امداد، آزاد، مبارک۔ جناب امداد اگر کچھ بولنا چاہیں بھی تو بول نہیں سکتے۔ اعتراض یہ ہوگا کہ اپنے اوستاد سے بغاوت کر رہے ہیں اور خود اپنے خون کا انتقام اس طرح لے رہے ہیں۔ جناب آزاد اگر کچھ بولنا چاہیں تو دنیا یہی کہے گی کہ یہ تو جناب شاد کے پرانے رقیب اور دشمن ہیں۔ البتہ آپ جانشین داغ ہونے کی حیثیت سے انصاف کی ترازو اپنے ہاتھ میں لیں تو یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ یہ باغی ہے یا رقیب ہے۔ یہ ضرور ہے کہ دریا میں رہ کر مگرمچھ سے بیر کرنا خلاف مصلحت ہے۔ اگر اس قسم کی مصلحت مانع نہ ہو تو انصاف کی ترازو اپنے ہاتھ میں ضرور لی جائے اور اپنا فیصلہ ندیم کے ذریعہ سے دنیا کو سنایا جائے۔ حضرت آتش فرماتے ہیں ؎ "بہار باغ ہوتی ہے خزاں موسم ہے پت جھڑ کا" اس لیے باغ عظیم آباد میں جب پت جھڑ کا موسم آگیا ہے تو پتوں کو چاہیے کہ بہار کی کہانی وہ سننے والوں کو سنا دیں ورنہ یہ کہانی یوں ہی رہ جائے گی۔ مضمون س ش ص بہت تشنہ ہے، عمداً ضروری باتیں ندیم کی وسعت کا خیال کر کے چھوڑ دی گئیں۔ مکتوبات و قطعات تک پورے نہیں دیے گئے۔ اور باتوں کو کون پوچھتا ہے۔ مرحوم و مغفور کشمیری کوٹھی کا فسانہ، غفران مآب مرزا دبیر کا فسانہ، نساخ کے ظلم و جور کا فسانہ اور اسی طرح الف لیلہ کے اکثر ابواب گفتنی ناگفتنی ہو کر رہ گئے۔ بڑی مصیبت یہ ہے کہ واقعہ اشخاص سے متعلق ہوتا ہے۔ اور اشخاص کو یہ گوارا نہیں ہوتا کہ نام لیا جائے۔ داستان گو نام نہیں لیتا۔ پھر بھی اعتراض ہوتا ہے کہ تو نے اس واقعہ کو بیان کیوں کیا؟ اس لیے کہ واقعہ سن کر نام لوگوں کو خود ہی یاد آگیا ـــــ اب داستان گو لاکھ سر پٹکتا ہے کہ ہم بے قصور ہیں لیکن اوسکی شنوائی نہیں ہوتی ـــــ باوجود ان مجبوریوں کے س ش ص میں کوشش کی گئی تھی کہ یادش بخیر عظیم آباد کی مٹی ہوئی تصویر دنیا پھر دیکھ لے۔

آپ نے دیکھا کہ روحانی وصل کس طرح ہوتا ہے؟ اگر نہ دیکھا ہو تو ندیم کا صفحہ ۲۴۴ دیکھیے جو اس شعر پر ختم ہوتا ہے ؎

سکھی سینو میری کہانی　　میں تو بھئی ہوں برہا دیوانی

اور پھر اس کے بعد کا صفحہ ۲۴۵ دیکھیے جو اس شعر سے شروع ہوتا ہے ؎

چتون جو قہر کی ہے تو تیور جلال کے — مطلب یہ ہے کہ رکھ دے کلیجہ نکال کے

عرض ہے کہ قہر و جلال کی ضرورت نہیں۔ کلیجہ نکالنے کی ضرورت نہیں۔ وصی احمد سر سے پاؤں تک آپ کا زرخرید غلام ہے مگر غور طلب ہے یہ روحانی وصال کہ ہم آپ سے کس پردہ میں بغلگیر ہو رہے ہیں۔

آپ کی غزل مرصّع ہے، مگر ہاتھ کا کنگن اور ماتھے کا ٹیکا پوچھیے تو ؎

حکمت تو دیکھیے یہ حکومت تو دیکھیے — دل کا سوال ہوتا ہے آنکھیں نکال کے

پھر ڈھونڈتا ہے دل خلشِ خارِ آرزو — پچھتا رہا ہوں دل سے یہ کانٹا نکال کے

حالت یہ ہے کہ پنڈت ماتو یہ کا مسلمان ہو جانا آسان ہے مگر ایک اچھوتا شعر کہہ دینا اب مشکل ہے۔ "اب" کی قید اس لیے کی گئی کہ عہد میر تقی اور عہد مبارک عظیم آبادی میں وہی فرق ہے۔ جو الف لیلہ اور امیر اللغات میں۔ یا صحرائے نجد اور لکھنؤ چوک میں یا ایک ورق سادہ اور ایک چھپے ہیں۔

الف لیلہ میں ڈاکو کہتا ہے کھل رے سم سم! خزانہ کا دروازہ آپ ہی آپ کھل جاتا ہے۔ امیر مینائی کا قلم کسی لفظ کی سواکھری لکھنا چاہتا ہے تو جب تک فرامین شاہانِ سلف یعنی کلام اساتذہ سے ہر واقعہ کی تصدیق نہ ہو جائے وہ ایک حرف نہیں لکھ سکتا۔ ایک بیراگی یعنی برہ کی آگ کا مارا ہوا، صحرائی نجد میں ناقہ لیلیٰ کے پیچھے دوڑا جا رہا ہے۔ کوئی باز پرس کرنے والا نہیں ہے لیکن لکھنؤ چوک میں شانہ سے شانہ چھلتا ہے۔ ایک سادہ ورق پر سورۂ بقر جس طرح چاہیے پورا کر لیجیے۔ ایک چھپے پر تین آیتوں کی بھی گنجائش نہیں۔

اسی طرح میر تقی نے جو کہا وہی محاورہ ہو گیا۔ جو سکہ چلانا چاہا وہی چل گیا۔ لیکن مبارک عظیم آبادی کا جسم نصف بہتر ہو چکا ہے۔ گویا کسی ساحر نے کچھ پڑھ کر پھونک دیا ہے۔ مروّجہ قوانین زبان کے خلاف وہ کچھ بول نہیں سکتا۔ اساتذہ کا میلا لگا ہوا ہے۔ شانہ سے شانہ چھل رہا ہے۔ ایک شعر بھی کہنا ہو تو سب سے بچ کر چلنا ہو گا۔ چور بن کر کوتوالی کون جائے گا؟ بیت الغزل میں بالفرض وہ لیلیٰ کی جگہ مہاراجہ اندور والی ممتاز بیگم کو بٹھانا چاہے تو شہر میں فوراً بلوہ ہو جائے! ہماری لیلیٰ کے گھر میں یہ چڑیل ممتاز بیگم کہاں سے آ گئی؟ الغرض اسلاف کی آزادیاں اخلاف کو نصیب نہیں۔ نقشہ حسب ذیل ہے:۔

عہد میر تقی میں .... "یاد ل سے چلے آتے ہیں مضموں مرے آگے"

عہد مبارک عظیم آبادی میں ... "وائے قسمت اب تخلص بھی نیا ملتا نہیں"

عہد میر تقی میں ...... "مستند ہے میرا فرمایا ہُوا"

عہد مبارک عظیم آبادی میں ... "آیت نہیں حدیث نہیں جس کو مانیے"

اسی لیے عرض کیا گیا تھا کہ پنڈت ماتو یہ کا مسلمان ہو جانا آسان ہے مگر ایک اچھوتا شعر کہہ دینا اب مشکل ہے۔ اور اگر کوئی کہہ دے تو وہ یقینی جادوگر ہے۔ مثلاً پروفیسر عبدالمنان کا یہ شعر (ندیم ص ۱۱۳) ؎

پاؤں رکھتا ہے غیر بھی اس پہ — سجدۂ سنگِ در کریں کیونکر؟

اور آپ کے یہ دونوں شعر ؎

حکمت تو دیکھیے یہ حکومت تو دیکھیے ۔۔۔ دل کا سوال ہوتا ہے آنکھیں نکال کے
پھر ڈھونڈتا ہے دل خلش خار آرزو ۔۔۔ پچتا رہا ہوں دل سے یہ کانٹا نکال کے

اور جمیل مظہری کا یہ شعر (ندیم ص ۴۹) ؎

آزادیٔ مطلق لعنت ہے ہوتا جو سکوں آزادی میں
زنجیروں کا خلعت انساں نے خود شوق سے کیوں پہنا ہوتا

معلوم نہیں آپ نے کلام اپنا مرتب فرمایا یا نہیں۔ اگر مرتب ہو چکا ہے تو مطبع میں کیوں نہیں جاتا۔ اگر مرتب نہیں ہوا ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟

جی چاہتا ہے کہ آپ کی زیارت نصیب ہوتی۔ وہ اس طرح کہ اپنے مفصل حالات مع کلام آپ قلمبند فرمائیں اور وہ نوشتہ ہماری آنکھوں کا سرمہ بنے۔ مفصل حالات سے مراد شجرۂ نسب، شجرۂ شاعری، شجرۂ طریقت اور خاندانی اور ذاتی حالات ہیں۔ وہ حالات جو ظاہر کئے جا سکتے ہیں۔ کلام سے مراد نہ صرف مجموعۂ کلام یا انتخاب کلام ہے بلکہ "شانِ نزول" کیونکہ ابیات کسی خاص واقعہ یا معرکہ سے تعلق رکھتی ہوں گی۔ اس لیے معرکہ و واقعہ کا اظہار ضروری ہے۔ ورنہ بیت کا مفہوم اچھی طرح سمجھ میں نہیں آئے گا۔

آپ فرمائیں گے کہ جو شاعر نہیں، جو فن سے واقف نہیں، اس کو اپنا کلام بھیجنا خود کلام کی توہین ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ ؎

گر نیست جمال و رنگ و بویم
آخر نہ گیاہِ باغ اویم؟

بشرط فرصت اس عریضہ کا مفصل جواب عنایت ہو اور جلد عنایت ہو۔ کیونکہ الہ آباد میں اب زیادہ قیام نہیں رہے گا۔ بخدمت گرامی شاہ سید عبدالرحمٰن صاحب سلام و تمنائی ملاقات!

سید وصی احمد بلگرامی

(۲)

بنام نور محمد انجم

مونگیر سہ شنبہ ۱۰ رجب ۱۳۵۷ھ

۶ ستمبر ۱۹۳۸ء

مکرمی جناب نور محمد صاحب انجم۔ تسلیم۔ آپ کو گیا سے مونگیر۔ مونگیر سے پٹنہ اور پٹنہ سے پھر مونگیر آنا مبارک ہو۔ آپ

کا خط مونگیر سے آیا۔ مونگیر سے بھائی صاحب مدظلہٗ کے پاس پٹنہ پہونچا۔ بھائی صاحب نے اپنے لفافہ میں وہ خط ہم کو بھیج دیا۔ خط پر تاریخ روانگی درج نہیں۔ اس یاد آوری کا شکریہ۔

"ندیم کو غالباً برابر آپ کی نظر سے گذرتا ہوگا"۔ جواباً عرض ہے کہ ؎

در راہ میانِ من و عرفی گذر افتاد
باہم نگریستم و گریستم و گذشتیم

بازارِ دنیا میں ہم ادھر سے جا رہے تھے۔ عرفی ادھر سے آ رہا تھا۔ راستہ میں ملاقات ہوگئی۔ ہم نے عرفی کو دیکھا۔ عرفی نے ہم کو دیکھا۔ ہم عرفی کو دیکھ کر رو دیئے۔ عرفی ہم کو دیکھ کر رو دیا۔ رو دھو کر ہم نے اپنی راہ لی۔ عرفی نے اپنی راہ لی۔
یہ کہانی کتنی تو بہت بڑی۔ مگر صرف تین لفظوں میں تمام ہوگئی۔ نگریستن۔ گریستن۔ گذشتن۔

در راہ میانِ من و انجم گذر افتاد
باہم نگریستم و گریستم و گذشتیم

آپ اس قدر دل گرفتہ کیوں ہیں؟ اہلِ قلم کو دنیا کبھی پناہ نہیں دیتی۔ اہلِ قلم کا مرثیہ غالب کے قلم سے سنیئے ؎

بادۂ من مدام خون دل است ——— از مغان ارمغاں نمی خواہم
بہ زلیخا شباب بخشیدند ——— بخت خود را جواں نمی خواہم
کس نمی نالہ از فسانۂ من ——— دردِ دل را بیاں نمی خواہم
ہر یکے دشمن ست دوست نما ——— یاری از اختراں نمی خواہم
ہیچ کس سود من نمی خواہد ——— ہیچ کس را زیاں نمی خواہم
بہرِ خویشتن از زمانۂ غدار ——— راحتے جاوداں نمی خواہم
مور را مار گیر نپسندیدم ——— پشہ را پیل باں نمی خواہم
نتواں شد طرف بمور و مگس ——— انگبیں در دکاں نمی خواہم

خو بہ بیداد کردہ ام غالب
عہدِ نوشیرواں نمی خواہم

اس مرثیہ کے آخری تین شعر غور طلب ہیں کہنے والا کہتا ہے کہ:
اژدہا آج چیونٹیوں کے نرغہ میں ہے۔ ہاتھی کی گردن پر مچھر بیٹھا فیلبانی کر رہا ہے۔ تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو! ہم شہد کی دوکان کیوں کھولیں؟ چیونٹیاں اور مکھیاں اور شوخ ہو جائیں گی۔ نوشیروان عادل ہے۔ ہوا کرے۔ آج جشنِ عید ہے۔ ہوا کرے دربار میں فریادی بن کر کون جائے؟ ہم کو تو ظلم و ستم سہنے کی عادت پڑ گئی ہے۔

"ملفوظات کی دوسری جلد چھپ کر تیار ہے۔ لیکن اس کے مقدمہ کی صورت اب تک کوئی سمجھ میں نہیں آئی۔" ہماری رائے ہے کہ مقدمہ آپ جناب سید مبارک حسین صاحب مبارک عظیم آبادی سے لکھوائیں۔ اور ملفوظات کی دونوں جلدیں ان کو بھیج دیں۔ وہ راضی نہ ہوں تو ہم کو لکھیے۔ ہم خود اون سے استدعا کریں گے۔

اس خط کی رسید اور اپنی صحت سے مطلع کیجئے۔

سید وصی احمد بلگرامی

سیّد حامد حسن قادری

بنام امتیاز علی عرشی صاحب

شاہ اینڈ کمپنی حکیم جی روڈ۔ آگرہ

۲۰ جنوری ۱۹۴۵ء

محبِ مکرم۔ السلام علیکم

امید ہے مزاجِ گرامی مع الخیر ہوگا۔ پھر میرا رام پور آنا ہی نہ ہوا کہ نیاز حاصل کرتا۔ آپ کتابیں مرتب و شایع فرماتے رہے اور میں کالج کے لیے منگانے کا ارادہ کرتا رہا لیکن یہ نہ معلوم ہُوا کہ آپ خود فروخت کرتے ہیں یا کسی کو ایجنسی دے دی ہے۔ صرف پہلی کتاب (مکاتیب غالب) کالج میں موجود ہے۔ اس کے بعد کی پانچ کتابیں منگانی ہیں۔ جن کے نام مجھے اس وقت یاد بھی نہیں۔ کہیں اشتہار بھی ہاتھ نہ آیا۔

اب شاہ کمپنی کی طرف سے لکھتا ہوں کہ مکاتیب کے بعد جو کتابیں انتخاب غالب۔ اوراقِ گل وغیرہ شایع ہوئی ہیں اُن کی دو دو کاپیاں اور مکاتیبِ غالب کی پانچ کاپیاں شاہ کمپنی کو ارسال فرما دیجیے اور جو کمیشن معمول ہو وہ عنایت فرمایئے۔ مگر براہِ کرم جلد توجہ فرمایئے گا۔ جواب کے شاہ صاحب اور میں دونوں منتظر رہیں گے۔

داستان تاریخ اُردو کے بعد میری تین کتابیں اور شائع ہوگئی ہیں، نقد و نظر، جبد و صیاد' اور ایرانی افسانے۔ والسلام

احقر حامد حسن قادری

پروفیسر سینٹ جانسن کالج آگرہ

کمترین محمد طاہر فاروقی آداب رساں ہے

(۲)

بنام امتیاز علی عرشی صاحب

آگرہ عالم گنج

۲۹ جون ۱۹۴۵ء

جنابِ مکرم۔ السلام علیکم

مولوی فیاض الدین صاحب کے صاحبزادے نے میرا خط پہنچایا ہوگا' آج اتفاق سے مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی صدیقی سے ملاقات ہوگئی۔ آپ نے اُن کا نام سُنا ہوگا، بڑے صاحبِ ذوق اور عاشقِ علم و ادب ہیں احیائے اسلاف

خصوصاً متقدمین آگرہ کی یادگار قایم کرنے کی دُھن میں رہتے ہیں؛ اور اس سلسلے میں متعدد چھوٹی بڑی کتابیں شایع کر چکے ہیں اور مرتب کر رہے ہیں۔ ان سے میرا اعظم علی صاحب کا تذکرہ آیا اور میں نے آپ کی فرمایش بیان کی۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ مجھے ان کا بہت کچھ حال معلوم ہے۔ انشاء اللہ عرشی صاحب کو بھیجوں گا لہٰذا آپ اب براہِ راست اُن کو لکھئے۔ کہتے تھے کہ خود ہندی نسخے تمام مخاطبین غالب کے حالات مرتب کر چکے ہیں اور اُردوئے معلّٰی والوں کے زیرِ ترتیب ہیں۔ اُن کا پتہ یہ ہے:

چڑی مار ٹولہ۔ آگرہ

میں شہر سے کئی میل کے فاصلہ پر رہتا ہوں۔ اپنے کار و افکار میں ہفتوں مہینوں شہر جانا نہیں ہوتا۔ شہر والے ہی کرم فرما کر تشریف لاتے رہتے ہیں۔ اس لیے ممکن ہے مفتی صاحب سے میری ملاقات جلد نہ ہو سکے اور آپ کی فرمایش کا تقاضہ نہ کر سکوں۔ آپ میرے حوالے سے اُن کو لکھ دیجئے۔ میں پنج آہنگ کے قلمی نسخہ کو کہنا بھول بھی گیا۔ آپ دریافت کر لیجئے۔ مفتی صاحب کے کتب خانہ میں قلمی و نادر کتابیں بھی بہت ہیں۔

اوراقِ گل وغیرہ دو تین کتابیں تو جب ہی منگا لی تھیں؛ انتخاب غالب اور ایک اور کتاب اب تک نہ مل سکی۔ کالج کے لیے ضرورت ہے۔ والسلام

احقر حامد حسن قادری

(۳)

بنام امتیاز علی عرشی

شاہ اینڈ کمپنی حکیم وصی روڈ۔ آگرہ

۲۴ ر اگست ۴۵ء

محبِ مکرم۔ السلام علیکم

میرا خط مولوی ضیاء الدین فرزند مولوی حاجی فیاض الدین صاحب نے پہونچایا ہوگا، کل آپ کی مطبوعات کی فہرست بھیجی ہوئی پہونچی۔ مندرجہ ذیل کتابیں شاہ اینڈ کمپنی کو بھیج دیجئے۔ اُن سے میں لے لوں گا:۔

انتخاب غالب مجلد قسم اول ہلکا ارچرمی جلد	(۲ کاپیاں)	ےـــہ فی جلد
انتخاب غالب مجلد قسم دوم	(۲ کاپیاں)	عـــہ فی جلد
اوراقِ گل	(دو کاپیاں)	عـــہ فی جلد
کتاب الاجناس	(دو کاپیاں)	۱۰ر فی جلد

اگر یہ کتابیں آپ کا کتاب خانہ فروخت نہ کرتا ہو تو جہاں سے دستیاب ہو سکیں وہاں اس فرمایش کو پہونچا دیجئے — انتخاب غالب کے لیے یہ شرط بہت ضروری ہے کہ محض قسم اوّل و دوم کی مجلد چرمی نرم اور ہاف باؤنڈ چرمی منگائی ہیں۔ اگر حسب اشتہار جلد بندی کی کتابیں موجود نہ ہوں یا تیار نہ ہو سکیں تو فرمایش منسوخ۔ مطلع فرمانے پر دوبارہ غیر مجلد کی فرمایش حسب ضرورت کی جائے گی۔

مکاتیب غالب کا پہلا ایڈیشن تو پہلے سے تھا۔ اب دوسرا بھی شاہ کمپنی سے لیا ہے۔ دستور الفصاحت، نادرات وغیرہ بھی شاہ نے مہیا کر دی ہیں۔ والسلام

احقر حامد حسن قادری

بنام امتیاز علی عرشی

(۴)

علی پور سیداں (سیالکوٹ)
۲۵ رمئی ۱۹۴۷ء

جناب محترم۔ السلام علیکم

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ جس سال رام پور میں آپ سے نیاز حاصل ہوا تھا اس کے بعد آج تک پھر رام پور جانا نصیب نہ ہوا۔ کتب خانہ کی سیر کا بھی اشتیاق رہ گیا کبھی دیکھا ہی نہیں۔

اس وقت باعثِ تحریر کتب خانہ ہی کے کچھ متعلقات ہیں۔ میرا لڑکا خالد حسن قادری پچھلے دنوں حلیم مسلم کالج کانپور میں ملازم تھا۔ اس نے وہاں سے آپ کو دیوانِ غالب کے متعلق لکھا تھا اور آپ نے جواب بھی دے دیا تھا۔ اب اسی کی فرمایش سے یہ خط لکھتا ہوں۔ احکامِ عالمگیری مصنفہ حمید الدین نیمچہ عالمگیری کا خالد نے اُردو میں ترجمہ کیا ہے۔ اور ترجمہ مع اصل اپنے حواشی تاریخی و تنقیدی کے ساتھ چھپوانا چاہتا ہے۔ آپ کے ہاں لائبریری میں احکام کا پہلا نسخہ عبدالسلام خاں کا ہے۔ اس میں اور رجا دو ناتھ سرکار کے نسخہ میں کچھ فرق ہے۔ خالد مقابلہ کر کے صحیح کرنا چاہتا ہے۔ اگر آپ اعانت فرمائیں اور اجازت دلوا دیں تو خالد رام پور آجائے۔ ڈیڑھ مہینہ تعطیل کا باقی ہے۔ وہ کام تو دو چار روز ہی کا ہے۔ اسی تعطیل میں ہو جائے تو اچھا ہے۔

دوسری کتاب تذکرۃ الواقعات مصنفہ جوہر آفتابچی (خادم خاص ہمایوں بادشاہ) اس کو میرے بھتیجے مولوی زاہد حسن فریدی ایم اے (لکچرر سینٹ جانس کالج آگرہ) تصحیح و ترجمہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا ایک نسخہ مسلم یونیورسٹی میں ہے۔ اس کو ایک بار دیکھ لیا ہے۔ دوسرا نسخہ ابوالکلام آزاد کے پاس ہے۔ اس کو دیکھنے کی کوشش کی جائے گی۔ مشکل یہ ہے کہ آزاد صاحب کانگریس اور سیاست میں ایسے بے ڈھب پھنس گئے ہیں کہ بیان نہیں کر سکتا بہر حال اب آپ بتائیے کہ آپ کے پاس اس کا کوئی نسخہ ہے یا نہیں۔ میرا قیاس یہ ہے کہ کوئی نیا نسخہ نہ ہوگا۔ اگر ہو تو انہی میں سے کسی کی نقل ہو۔ اور آپ کے علم میں اس کا کہیں اور کوئی نسخہ ہے یا نہیں۔

میں یہاں پنجاب میں دو ہفتے سے آیا ہوا ہوں اور اب آگرہ جانے والا ہوں۔ اس کا جواب آگرہ محلہ عالم گنج کے پتے پر تحریر فرمائیے گا۔ میرے کالج کا نام بالکل نہ لکھیے گا۔ کالج یونیورسٹی گیا تو کھتے میں پڑ جائے گا بلکہ "کھاتی" میں۔ اگر آپ سیرِ کتب خانہ کا وعدہ فرمائیں تو جون میں میں اور خالد دونوں رام پور آئیں۔ والسلام

احقر حامد حسن قادری

(۵)

عالم گنج آگرہ
۱۲؍جون ۴۷ء

۷۲/۹۲

حضرت مکرم ۔ السلام علیکم

میں پنجاب سے آپ کو خط لکھنے کے بعد اپنے وطن بچھراؤں ضلع مراد آباد چلا گیا۔ وہاں سے کل ۱۱؍جون کو شب میں واپس آیا اور آج آپ کا کرم نامہ دیکھا۔ جواب میں تقریباً دو ہفتے کی دیر ہوئی جاتی ہے، اس لیے احکام عالمگیری اور رام پور آنے کے متعلق تو پھر لکھوں گا۔ پہلے آپ کی ضروری باتوں کا جواب لکھتا ہوں۔

سید امیر حسن صاحب عابدی ہمارے کالج کے پڑھے ہوئے ہیں۔ سینٹ جانسن کالج میں رہ کر انھوں نے فارسی میں ریسرچ کی اور ابھی گذشتہ مہینے میں اُن کو پی، ایچ ڈی کی ڈگری دینا منظور ہو گیا ہے۔ گویا ڈاکٹر ہو گئے، اب وہ اُردو میں ڈی لٹ کرنا چاہتے ہیں اور غالباً وہی موضوع تجویز کیا ہے جو آپ نے لکھا۔ مجھے یہ علم نہیں کہ آگرہ یونیورسٹی میں اجازت کی ابتدائی کارروائی ہو چکی ہے یا نہیں۔ بہرحال اب وہی موضوع دوسروں کے لیے منظور ہونا مشکل ہے اور بلاوجہ بھی ہے۔ اس لیے آپ کے دوست اس کو بدل کر یوں کر دیں۔

رام پور کا اسلامی کلچر میں حصہ یا

رام پور اور ثقافت اسلامی

اس میں رامپور کی پوری عظمت و شان آجائے گی۔ مضمون بہت وسیع ہے لیکن یہ ضرور نہیں کہ ہر جزو کو بہت زیادہ طول دیا جائے۔ فلسکیپ کے دو سو (۲۰۰) سے تین سو (۳۰۰) صفحوں تک کافی ہے۔ اس مضمون میں شعر و ادب بھی آجائے گا۔

غالب کے بعض اشعار کی شرح ضمنی طور پر نقد و نظر میں لکھی ہے۔ وہ آپ کے پاس ہو گی، اور کوئی مضمون شرح غالب کے متعلق شائع نہیں ہوا۔ خالد کو علم نہ تھا، اس لیے جواب نہ دے سکے، اور میں ابھی آیا ہوں۔

اگر آپ پورے دیوان غالب کی مکمل شرح لکھ رہے ہیں تو یہ بڑا مژدہ ادبی ہے۔ میری تشریحات کو دیکھ کر بعض صاحبوں نے مجھ سے شرح غالب لکھنے کی فرمائش کی۔ ایک صاحب تو مُصر ہو گئے اور طباعت کا ذمہ لیا۔ مگر میں یہ کام نہ کر سکا۔ آپ بلاشبہ اس کے اہل ہیں۔ تمام مطبوعہ شرحوں کو سامنے رکھیے اور تمام بحثیں ملاحظہ فرمائیے۔ ایک زمانے میں "نیرنگِ خیال" میں بیخود موہانی اور آرگس کا مباحثہ چھپا تھا: "غالب بے نقاب" "آرگس بے حجاب" اس کو کہیں سے حاصل کیجئے۔

میں نے جہاں تک شرحیں دیکھی ہیں۔ کہیں نہ کہیں سب نے دھوکا کھایا ہے۔ طباطبائی، حسرت موہانی، بیخود دہلوی وغیرہ سب سے مسامحات ہوئے ہیں۔ آسی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو کمال ہی کیا ہے۔

ہاں ہمارے سیماب صاحب نے اپنے رسالہ شاعر میں ابتدائے دیوان غالب سے شرح شائع کرنی شروع کی تھی کچھ

سال کی بات ہے۔ پھر وہ سلسلہ بند کر دیا۔ اُن سے وہ پرچے منگا کر دیکھیے۔

میں آپ کی شرح کا نہایت مشتاق و منتظر رہوں گا۔ آپ نے لکھا ہے کہ لکھنا چاہتا ہوں، لکھنا شروع کر دیجیے اور بہت جلدی ختم کر دیجیے۔ یہ میں خود غرضی کی وجہ سے تقاضہ کر رہا ہوں۔ والسلام مع الاکرام

احقر حامد حسن قادری

(۶)

بنام امتیاز علی عرشی

کرٹرہ خانخاناں (آگرہ)

۳۱ رمئی ۴۹ء

محب مکرم السلام علیکم

ملاقات ہوئے پورا سال گذر گیا اس عرصے میں خط کتابت بھی نہ ہوئی۔ حالانکہ آپ کا اور آپ کے کتب خانہ کا تذکرہ یہاں بارہا آیا۔ اور ایک آدھ بار کسی استفسار کی ضرورت بھی پیش آئی مگر نہ لکھ سکا۔ یعنی میں نے بیدل عظیم آبادی پر کچھ لکھا ہے، کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ اس کا ایک مکمل قلمی دیوان دستیاب ہوا ہے جس میں مطبوعات نولکشور سے بہت زیادہ اضافے ہیں۔ اس کا آپ کے ہاں کے قلمی نسخوں سے مقابلہ چاہتا تھا۔ ان کاموں کے لیے خود ہی رام پور جانے کے ارادے میں رہا۔ مگر نہ جا سکا، ابھی کالج کی تعطیل بہت باقی ہے، ممکن ہے اب بھی رام پور کا پھیرا ہو جائے

بالفعل اس تحریر کا مقصد یہ نہیں اور ہے۔ وہ یہ کہ رضا کالج ڈگری کالج ہونے والا ہے اور اُردو کے پروفیسر کے لیے اشتہار نکلا ہے۔ میرے ایک عزیز دوست شاگرد غیث الدین صاحب فریدی ایم اے درخواست دے رہے ہیں۔ بالفعل ہمارے کالج میں ملازم ہیں۔ مگر رام پور میں یہاں سے زیادہ تنخواہ اور اچھا عہدہ ملنے کی اُمید ہے۔ علی گڑھ سے اُردو میں ایم اے کیا ہے اور پہلے درجے میں سب سے اوّل آئے ہیں۔ بڑے اچھے شاعر، ادیب، نقاد ہیں اور بڑی وسیع نظر اور کثیر مطالعے ہیں اگرچہ بالکل نوجوان ہیں۔

درخواست آج پرنسپل رضا کالج کے نام بھیجتے ہیں، مگر یہ معلوم نہیں کہ درخواست کس کے پاس جانی چاہیے۔ پرنسپل کے نام یا کسی افسر تعلیم یا وزیر تعلیم کے نام۔ اور اس کا بھی اندازہ نہیں کہ وہاں ان درخواستوں کو کن مراحل سے گذرنا ہے۔ ارباب حل و عقد کون ہیں؟ کس تک پہونچ ہو سکتی ہے؟ آپ کی رسائی کہاں تک ہے؟ کچھ آپ کوشش کیجیے کچھ مجھے بتائیے رام پور میں اور کوئی ایسا نظر نہیں آتا جس سے یہ مشورے ہو سکیں، شکور صاحب کو اس معاملے میں کہاں تک دخل ہوگا۔ زیدی صاحب کا عمل کہاں تک ہے۔ غرض آپ صحیح مشورہ لکھیں گے تو کچھ کیا جائے گا۔ جواب کا منتظر رہوں گا۔

جواب میں خط پر صرف میرے محلہ کا پتہ لکھیے گا کالج کا نام نہ لکھیے گا (وہ) بالفعل بند ہے۔

احقر حامد حسن قادری

(۷)

۷۸۶
۹۲

بنام امتیاز علی عرشی

آگرہ کٹرہ خان خاناں
۶ ستمبر ۵۴ء

جناب مکرم السلام علیکم

مولوی عبدالواحد صاحب نے میرا سلام پونہچایا ہوگا۔ امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ یہ، چند کتابوں کے سلسلے میں ایک عرصہ سے آپ کو لکھنے کی فکر میں تھا مگر نہ لکھ سکا۔ اب ایک بات، دریافت طلب پیش آگئی ہے یعنی میرا چھوٹا لڑکا راشد حسن قادری اپنے امتحان ایم کام کے سلسلے میں صنعت زر دوزی کے متعلق ایک طویل مقالہ لکھنا چاہتا ہے۔ اس کام کے لیے اس صنعت کی تاریخ رفتار ترقی و تنزل موجودہ حالت کے متعلق مفصل معلومات درکار ہیں آپ سے یہ سوال ہے کہ :

(۱) صنعت زر دوزی کے متعلق کتابخانہ میں کچھ کتابیں ہیں یا نہیں۔ اگر ہوں تو آپ ایک نظر ڈال کر یہ بتا دیں کہ وہ کس حد تک مفید ہوں گی اور راشد کس طرح ان سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

(۲) رام پور میں اس صنعت کے کارخانے ہیں یا نہیں۔ صناعوں سے معلومات کس ذریعہ سے حاصل ہوں۔

راشد ان کاموں کے لیے خود رام پور آسکتے ہیں۔ امید ہے کہ جواب و خیریت سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیے گا۔

احقر حامد حسن قادری

(۸)

بنام ظہیر الدین علوی

آگرہ کٹرہ خان خاناں
۱۷ دسمبر ۴۹ء

جناب مکرم السلام علیکم

میگزین کا غالب نمبر پہنچا، بہت خوب ہے، رشید صاحب کے لطیفوں میں بہت لطف آیا، اکثر مضامین اچھے ہیں، بعض بالکل ننھے اور کام کے سب۔ آگرہ یونیورسٹی کے ایم اے میں غالب کا الگ ایک پرچہ ہے، اس کے نصاب میں آپ کا غالب نمبر بھی شامل کر لیا جائے گا۔ کاپیاں تو بہت سی چھپوائی ہوں گی؟ کالج کیلئے دو کاپیاں منگوا لوں گا۔

اتنا لکھنے کے بعد یکایک تاریخ گوئی کی باسی کڑہی میں ابال آگیا، کارڈ ہاتھ سے رکھ دیا اور اعداد جوڑنے لگا۔ نتیجہ دیکھیے۔

تاریخ غالب نمبر علی گڑھ میگزین

گلزار ادب میں قادری آج ہوا　　سرسبز نہالِ آرزوئے مختار
تاریخ ہوئی : "جلوۂ غالب نمبر"　　دیکھا جو کمالِ آرزوئے مختار
۱۳۶۹ھ

اک اور بھی تاریخ اگر ہو درکار   ہو: "شمعِ جمالِ آرزوئے مختار"

۱۹   ۶   ۴۹

مختار الدین صاحب آرزو کو تاریخ اور شکریہ لکھتا مگر آپ کو لکھنے میں تاریخ ہوئی ہے اس لیے آپ کو تحریر کی۔ آپ ان تک پہنچا دیں۔ والسلام

احقر حامد حسن قادری

(9)

بنام مولوی ظہیر احمد صاحب صدیقی

آگرہ کٹرہ خانخاناں

۱۱ر دسمبر ۵۲ء

عزیز مکرم السلام علیکم

میں اتفاق سے کل کالج چلا گیا ——— اس لیے کل ہی آپ کا محبت نامہ مل گیا۔ ورنہ خدا جانے ملتا نہ ملتا اس لیے کہ میں جولائی سے ریٹائر ہو گیا ہوں۔

آپ کا بلاشبہ شکایت کرنے کا حق ہے اور مجھے نہایت شرمندگی ہے۔ آپ سے زیادہ آپ کے والد صاحب آپ کے ساتھ انھوں نے بھی لکھا تھا۔ آپ چھوٹے تھے تو وہ تو بڑے تھے۔ اس پر اگر وہ عمر کا تفاوت پیش فرمائیں تو میں عرض کروں کہ "بزرگی بعقل است نہ بسال"۔

بات یہ ہوئی کہ میں جواب لکھنے نہ پایا تھا کہ ایک ضرورت سے وطن کا سفر پیش آگیا اور وہاں ۲۵ روز صرف ہو گئے۔ وہاں سے آکر بالکل بھول گیا۔ اب دو تین روز ہوئے جلسہ کے بعد علی گڑھ کے اصحاب ملے اور معلوم ہوا کہ ضیاء احمد صاحب تشریف لائے تھے تو مجھے وہ خط یاد آیا اور میں نے خورشید الاسلام صاحب سے اس کا تذکرہ کیا۔ میں عادتاً جلسوں میں کبھی نہیں جاتا اس لیے باوجود گھر پر بیکار پڑے رہنے کے اُن جلسوں میں نہ گیا لیکن ضیاء احمد صاحب سے نہ ملنے کا بہت افسوس ہوا۔ آپ کی مجھے خبر نہ تھی۔ آپ سے ملنے کی مسرت بھی حاصل کرتا۔

اب آپ کی فرمایش کا جواب سید انشا کے الفاظ بدل کر پیش کرتا ہوں کہ ——— تو ہے ہنسوڑا اور میں ہوں مقطع میرا تیرا میل نہیں۔ اگرچہ میں بھی صورت میں سہی، سیرت میں کچھ بہت مقطع نہیں ہوں مگر طنز و ظرافت پر کبھی زیادہ غور نہیں کیا اور مضمون نہیں لکھا، تو اب حیران ہوں کہ آپ کے لیے کیا لکھوں۔ مجھ سے آپ کی فرمایش بے جا ہے، میں اس موضوع پر لکھنے کا اہل نہیں۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ والد صاحب کی خدمت میں سلام کہیے۔ والسلام

احقر حامد حسن قادری

(۱۰)

$\frac{۷۸۶}{۹۲}$

بنام مولوی ضیاء احمد صاحب بدایونی

آگرہ کٹرہ خانخاناں

۱۱ر مارچ ۵۴ء

حضرت مخزم زاد مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، عطیۂ تجلیات نے نہایت مسرور و ممنون کیا۔ میں پہلے سے آپ کے تبحر علمی اور کمال سخن سنجی کا معترف ہوں۔ ان نظموں نے اور گرویدہ کر لیا۔ کس کمال فکر، کمال سخن، کمال حسن، کمال محبت کے ساتھ آپ نے یہ نظمیں لکھی ہیں۔ تعریف نہیں ہو سکتی۔ اس قسم کی نظموں میں شاعری دیکھنے کی چیز ہوتی ہے۔ علامہ شبلی کا یہی کمال تھا۔ مولوی اسمٰعیل میرٹھی کا یہی کمال تھا۔ اور اس میں یہ دونوں مولانا حالی سے بڑھے ہوئے تھے۔ بلا مبالغہ ہے یہ بات کہ آپ کی نظموں میں بھی وہی کمال موجود ہے۔ مجھے ان نظموں کو پڑھ کر جو مسرت ہوئی ہے، جو شاعری کا مزہ آیا ہے، اس کو بیان کرنا مشکل ہے۔ اس وقت ایک قطعہ تاریخ نظم ہو گیا ہے، بھیجتا ہوں اگرچہ بے وقت اور بے ضرورت ہے۔

میں نہایت شرمندہ ہوں کہ عزیزی ظہیر احمد صاحب نے میگزین کا طنز و ظرافت نمبر بھیجا اور میں نے آج تک اس کی رسید بھی نہ لکھی۔ میں بڑا کاہل و غافل ہوں۔ عزیز مکرم میری بے اعتنائی پر محمول نہ فرمائیں محض کوتاہی و غفلت تھی۔ ورنہ میگزین نہایت اعلیٰ تھا۔ بڑی محنت اور محبت کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔ بڑے کام کی چیز ہے۔ وقت کی ضرورت تھی۔ طلبہ و اساتذہ دونوں ہمیشہ مستفید ہوتے رہیں گے۔ میری طرف سے ظہیر صاحب کو مبارکباد دیجئے گا۔ والسلام

احقر حامد حسن قادری

$\frac{۷۸۶}{۹۲}$

تاریخِ تجلیات

جو اسوۂ اسلاف ہے نظموں میں ضیاؔ کی
بس ایک یہی راہ صوابِ ابدی ہے
حاصل جو ہدایت ہے اور لطفِ سخن بھی
تاریخ بھی "دُرِ خرما و ثوابِ ابدی" ہے

آگرہ ۲۱-۳-۵۴ء

حامد حسن قادری

(۱۱)

بنام محمد علی خاں اثر رامپوری

آگرہ۔ کٹرہ خانخاناں
۸ر دسمبر ۱۹۵۴ء

جناب مکرم! السلام علیکم

کرم نامہ نے مسرور و ممنون کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی سعی کو مشکور فرمائے اور کتاب کے چھپنے کی سبیل پیدا کر دے میں جہاں کہیں ہوں گا، زندہ ہوں تو خدمت سے دریغ نہ کروں گا۔ مگر حسبِ ارشاد فوراً تعمیل کرتا ہوں۔ کتاب کا نام پہلے سے بہتر نکل آیا۔

خم کدۂ شعر و سخن
۱۹۵۵

اور باسم اللہ الخالق العلیم الخبیر = ۱۹۵۵

رسید لکھیے گا اور میرے لیے دعائے خیر فرماتے رہیے۔ والسلام

احقر حامد حسن قادری

(۱۲)

بنام شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی

ناظم آباد۔ بڑا میدان۔ کراچی ۱۸
۱۶ر جون ۵۶ء

جناب مکرم شیخ محمد اسماعیل پانی پتی، السلام علیکم

نقوش کے دو پرچوں میں آپ کا مضمون پڑھا۔ بہت خوب لکھا ہے۔ میری معلومات میں اس سے بڑا اضافہ ہوا۔ پہلے سے یہ مضمون ہاتھ آتا تو میں داستان تاریخ اُردو کے دوسرے ایڈیشن میں (جو آجکل چھپ رہا ہے) اس سے کام لیتا۔ اور آپ کے حوالے سے کچھ اضافہ کر دیتا۔

لیکن 'بندہ نواز' میں نے ترجمۂ قرآن مجید کے نمونے میں رکوع ۱۶ لکھ نہیں مارا۔ سوچ سمجھ کر لکھا ہے اور صحیح لکھا ہے۔ آپ سے ذرا سا سہو ہو گیا۔ غور نہیں فرمایا۔ آپ کو علم ہو گا کہ پارے کے رکوع کا شمار الگ ہوتا ہے اور سورت کا الگ۔ "حیات النذیر" میں پارے کا رکوع ۳ درج ہے۔ میں نے سورۂ انعام کا رکوع ۱۶ لکھا ہے۔ قرآن مجید میں اس سے پہلے رکوع کا اختتام اس طرح ظاہر کیا گیا ہے ——— ع ۱۵/۲۔ یعنی اُوپر سورۂ انعام کا رکوع۔ نیچے پارہ ۸ کا۔

میں نے "داستان" کے صفحہ ۵۶ پر اس طرح حوالہ لکھا ہے:—

پارۂ ۸ ولو اننا سورہ انعام رکوع ۱۶

اگر "سورۂ انعام" نہ لکھا ہوتا اور پارے کے نام کے بعد رکوع ہوتا تو پارے کا رکوع سمجھا جاتا۔ اب سورت کا رکوع ہوا۔
آپ سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ اپنا پتہ لکھیے۔ اگر کراچی میں قیام ہو تو ملنے کی کوشش کروں۔ والسلام
احقر حامد حسن قادری

(۱۳)

بنام محسن اثر صاحب

ناظم آباد۔ بڑا میدان کراچی
۲۵ / جون ۵۶ء

برادر مکرم جناب محسن اثر صاحب

السلام علیکم۔ میں نے آپ کے استفسار (جیب و دامن) کا جواب بواپسی ڈاک رمضان شریف میں بعد تراویح بارہ ایک بجے تک لکھ کر آپ کے صحیح پتہ پر بھیج دیا تھا۔

اس کی رسید نہ ملی تو نوشہ میاں کو لکھا۔ انھوں نے بھی نہ لکھا کہ وہ خط نہیں پونہچا۔ اب پرسوں حنّا میاں سے معلوم ہوا، آپ کی تگ و دو اور اشتیاق بھی انھوں نے بیان کیا۔ مجھے بڑا افسوس ہوا اس لیے اور زیادہ کہ ایک بات پہلی مرتبہ جس شوق اور جوش سے لکھی جاتی ہے۔ دوبارہ اسی طرح لکھنا ذرا دشوار ہو جاتا ہے۔ مگر کوشش کرتا ہوں۔ اس زمانے کے اکثر شعرا فانی جگر وغیرہ کی کوئی سند نہیں۔ یہ لوگ شاعر ہیں محقق نہیں کبھی بے سوچے سمجھے لکھ دیتے ہیں۔ جگر صاحب کے اس شعر میں ؎

جنوں میں سینے کو بیٹھے ہیں جیب کے ٹکڑے
خبر نہ تھی کہ گریباں بھی تار تار ہوا

ان سے پوچھا جائے کہ کس جیب کے ٹکڑے سینے بیٹھے تھے۔ قمیص کی یا کوٹ کی یا پتلون کی؟ پہلو کی یا پیچھے کی؟ تو جواب نہیں دے سکتے بغلیں جھانکنے لگیں گے۔ شاعری اور غزل میں پاکٹ کو چاک کرنے کی کوئی سند نہیں۔ کسی نے فارسی و اردو میں جیب کو پاکٹ کے معنوں میں نظم نہیں کیا۔ اس لیے جیب اور گریبان کو اس طرح لکھنا کہ الگ الگ چیزیں معلوم ہوں قطعاً غلط اور ناجائز ہے۔ اس لیے کہ یہ الگ چیزیں نہیں ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ جیب عربی لفظ ہے اور اس کے معنی گریبان کے ہیں۔ اس کی جمع جیوب ہے اور یہ لفظ قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ قدیم عربی زبان میں پاکٹ کے لیے کوئی لفظ نہ تھا۔ اس لیے کہ دو چار ہزار سال پہلے عربوں کے لباس میں پاکٹ کا وجود ہی نہ تھا۔ وہ روپیہ کو یا تھیلی میں رکھتے تھے یا چادر میں باندھتے تھے یا ہمیانی میں کمر پر۔ جیب میں نہیں ڈالتے تھے۔ بعد کو جب لباس میں جیب لگی تو اس کے لیے بھی جیب کا لفظ استعمال کر لیا گیا۔ جیسے پاکٹ ڈکشنری قاموس الجیب کہتے ہیں۔ چاک میں گریبان اور جیب مشابہ ہیں اس لیے پاکٹ کے لیے جیب کا لفظ ناموزوں نہ تھا۔

جیب و گریباں کی ترکیب بھی فارسی و اردو میں میری نظر سے نہیں گزری۔ اور مترادف الفاظ کی اس طرح ترکیب خلاف ہے۔ زبان و لسان، خامہ و قلم، خمر و بادہ کہنا مہمل بات ہے اس لیے کہ یہ اسم ہیں ایک ہی شے کے۔

الفاظ ہیں۔ ان کا جوڑ ملانے سے کوئی معنویت کوئی تاکید کوئی زور پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس حسن و جمال، عشق و محبت، ظلم و ستم کا ترادف و تکرار جائز ہے، اس لیے کہ اول تو ان کے مفہوم میں کچھ فرق بھی ہے۔ لیکن فرق نہ بھی ہو، تب بھی یہ صفت میں ایک کیفیت پیدا کرتے ہیں۔ اس لیے تاثیر تاکید زور پیدا ہو سکتا ہے۔ صفات کو مکرر و مترادف استعمال کرنا ہر زبان و ادب میں جائز رکھا گیا ہے۔

یہ تو شعر و غزل کی بات ہوئی۔ اب جنون کی طرف آئیے۔ اگر کوئی بات بنانے کو کہے کہ اس نے جنون میں پاکٹ ہی چاک کی تھی تو غلط کہتا ہے۔ پاکٹ کو چاک نہیں کر سکتا۔ جنون کی کیفیت پر غور کیجئے۔ جنون سے دل و دماغ پہ جو اثر ہوتا ہے۔ اس کا پہلا معمول یہ ہوتا ہے کہ انسان کو بدن کے کپڑے، ناگوار ہونے لگتے ہیں اور بے اختیار اس کا ہاتھ گریبان پر پڑتا ہے' بالفرض کوئی کوٹ پتلون والا جنٹل مین یکایک پاگل ہو جائے تو وہ پہلے کوٹ پتلون کی جیب کو نہ پھاڑے گا اس کا ہاتھ بھی کوٹ کے گریبان پہ ہی پڑے گا اور ایک جھٹکے میں کوٹ یا اچکن کے بٹن چٹ چٹ ٹوٹتے چلے جائیں گے۔ جنون کا اثر سب سے پہلے ماتھے گلے اور سینے پہ ہوتا ہے، اسی لیے ماتھا پیٹنا اور سینہ کوٹنا، زبان اور واقعات دونوں کا روزمرہ ہے۔ غرض میری رائے میں "جیب و گریباں" کی ترکیب میں اگر مترادفات لیے جائیں تو مکروہ تحریمی' اور اگر جیب کو پاکٹ مانا جائے تو حرام قطعی' اور بغیر ترکیب کے جیب کو پاکٹ کے معنوں میں الگ لکھنا جیسا کہ جگر کے شعر میں ہے مکروہ و حرام سب سے بڑھ کر۔ بلکہ میری تو یہ رائے ہے کہ اب جب کہ اُردو میں جیب کا لفظ پاکٹ کے لیے زبان زد ہو گیا ہے' اس کو گریبان کے معنوں میں صرف مرکبات میں لکھنا چاہیے۔ جیسے چاک جیب۔ جیب و دامن۔ جیب و آستین۔ تنہا جیب کا لفظ گریبان کے معنوں میں، اب نامانوس معلوم ہوگا۔ غالب نے خیر لکھ دیا ہے

چاکِ جگر سے جب رہِ پرسش نہ وا ہوئی
کیا فائدہ کہ جیب کو رسوا کرے کوئی

امید ہے کہ یہ تحریر آپ کی تسلی کے لیے کافی ہوگی۔ والسلام

احقر حامد حسن قادری

محمد امین زبیری

— (۱) —

بنام ڈاکٹر وحید قریشی

مکرمی. تسلیم

آپ کا محبت نامہ مجھے آج موصول ہوا۔ بڑی خوشی ہوئی کہ آپ نے " مقدمہ شعر و شاعری " پہ ریسرچ کر کے اُسے اور زیادہ مُفید بنایا ہے۔ " یادِ ایام " کی طرح مجھے اپنے متعلق کچھ لکھنا ناممکن ہے۔ کیونکہ میری اور مولوی عبدالرزاق کی زندگی میں نمایاں فرق رہا ہے۔ آپ یہ سُن کر تعجب کریں گے کہ وہ بھوپال میں میرے ماتحت افسر تھے اور انھوں نے میرے خلاف بڑی سازشیں کی تھیں۔ لیکن خدا کا فضل ہے کہ وہ ہر نوبت پہ ناکام رہے اور میں نے کبھی ان کو علم نہیں ہونے دیا کہ مجھے ان سازشوں کی اطلاع رہی ہے اور ہر موقعہ پہ ان کی مدد کی۔ آپ نے شبلی کی رنگین زندگی میں وہ خط دیکھا ہوگا جو سید سلیمان نے انھیں لکھا تھا۔ یہ خط ۱۹۲۳ء میں مجھے حاصل ہوا۔ جبکہ ہز ہائی نس نواب صاحب نے مجھے اپنی لائف لکھنے کے لیے مقرر کیا تھا۔ میں نے اُن سے ہمیشہ تعلقات شگفتہ رکھے۔ شبلی اور حالی کا کوئی موازنہ نہیں ہے۔ شبلی کی کوئی چیز اوریجنل نہیں۔ مسلم لیگ کی تشکیل کے وقت جہاں تک میری تحقیقات ہیں اور میں نے سیاسیات ملیہ لکھنے میں جو کچھ مواد جمع کیا اور جو کچھ کہ بانیانِ لیگ سے میرا پرسنل ٹچ رہا۔ اس کے لحاظ سے کہہ سکتا ہوں کہ کوئی گروہ بندی نہیں تھی۔

شبلی جس زمانہ میں علی گڑھ کالج میں مُلازم تھے۔ اُسی وقت سے طلبا کا ایک گروہ ان کا مخالف تھا اور یہ مخالفت شبلی کے غرور اور اکل کھرے پن کی وجہ سے تھی۔ عبدالحق بھی انھیں طلبا میں شامل تھے اور وحیدالدین سلیم سرسید کے لٹریری اسسٹنٹ تھے۔ شبلی پس پُشت سرسید کی بُرائی بھی کیا کرتے تھے۔ وحیدالدین سلیم کو بھی یہ بات معلوم تھی۔ مجھ سے یہ واقعہ میر ولایت حسین مرحوم نے بیان کیا تھا جو کالج کے سب سے پُرانے اولڈ بوائے تھے۔

میرے نام مشاہیر کے جتنے خطوط تھے وہ سب ضائع ہو گئے۔ مکاتیب شبلی میں کچھ شائع ہوئے ہیں۔ میں یادِ ایام جیسی چیز اپنی زندگی میں شائع ہی نہیں کر سکتا۔ مجھے بھوپال کی چھبیس[۲۶] سالہ ملازمت میں ان لیڈروں اور علماء کے جو تجربے ہوئے ہیں ان میں بہت سی راز کی باتیں ہیں جو بحیثیت ایک معتمد کے مجھے کبھی ظاہر نہیں کرنی چاہئیں۔ اس خیال کو آپ چھوڑ دیجیے۔

واقعی آپ کی کتاب اپنی نوعیت میں منفرد ہوگی اور اُردو لٹریچر میں ایک بڑا اضافہ ہوگا۔ تذکرۂ حالی سے آپ نے جو

نچوڑ حاصل کیا ہے۔ وہ میرے لیے مسرت اور عزت کا سبب ہے مولانا حالی کی کوئی چیز میرے پاس نہیں ہے بجز اس کے کہ میں نے حیاتِ جاوید پر ایک تنقید لکھی ہے اور مولانا نے جو غلطیاں اور فروگذاشتیں کی ہیں میں نے اُن سب کو ظاہر کیا ہے۔ یہ تنقید بجائے خود ایک ساب ہے۔ مجھے اس کے لکھنے میں اس وجہ سے کامیابی ہوئی کہ میں علیگڑھ کی تاریخ لکھ چکا تھا۔ اور سرسید کا میں نے بے حد مطالعہ کیا اور اُن کے کام کو پڑھا اور قابلِ اعتماد راویوں سے سُنا۔ مولینا نے بڑی فروگذاشتیں کی ہیں۔

۱۹۲۵ء میں جو تذکرہ میں نے لکھا تھا اس پر جمیل احمد نقوی صاحب نے مزید کام کیا ہے۔ اور بہت سے اضافے کیے ہیں اگر کانشہ جدید اس کو طبع کرے تو حالی کی زندگی پر اس سے زیادہ تفصیلی چیز کوئی نہیں ہے۔ حالی کا فوٹو اور اچھا فوٹو انجمن ترقی اردو میں ہے۔ آپ قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی کو جو انجمن میں نائب معتمد ہیں۔ لکھیے وہ اس فوٹو کی کاپی کرا کے آپ کو بھیج دیں گے۔

مقدمہ کے بارے میں مشورہ دینے کی اہلیت ہی نہیں رکھتا۔ اس لیے شعر و شاعری کے مناسب میری طبیعت ہی نہیں۔ افسوس ہے کہ میرے اور انجمن کے تعلقات اچھے نہیں ہیں ورنہ فوٹو کی کاپی میں خود حاصل کر کے آپ کو بھیجتا لیکن انجمن والے بخل نہیں کریں گے۔ آپ اختر صاحب کو فوراً خط لکھیں۔ وہاں مولانا حالی کی تصویر کا بلاک بنا ہوا بھی موجود ہے۔ بجائے فوٹو کے بلاک مستعار طور پر منگوا لیجیے۔

آپ نے میری کتاب ذکرِ شبلی بھی ملاحظہ کی ہے جو حیاتِ شبلی کی تنقید ہے۔ شبلی کی زندگی پر اس سے عجیب عجیب شعاعیں پڑتی ہیں اور سید سلیمان جیسے عالم کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ یہ کتاب آپ کو اسلامیہ کالج کی لائبریری سے مل جائے گی۔ میرے پاس چند ہی نسخے تھے وہ میں نے لائبریریوں میں محفوظ کر دیے۔ آنکھیں بہ اقتضائے عمر کمزور ہیں لیکن شکر ہے ابھی خراب نہیں ہوئیں۔ البتہ دمہ کا مریض ہوں اور دس سال سے یہاں تکالیف بہت بڑھ گئی ہیں۔ آج کل دورہ کی حالت ہے۔ خط جمیل احمد صاحب نقوی سے لکھوا رہا ہوں۔ آپ ان سے بھی مراسلت کیجیے۔ بہت مدد ملے گی۔ ان کا پتہ حسب ذیل ہے:۔ جمیل احمد نقوی۔ لائبریرین، کمرشل لائبریری، محکمہ کمرشل انٹیلی جنس، گورنمنٹ پاکستان بلاک ۱۵ کراچی

ایک کتاب ارسالِ خدمت ہے اس کی رسید سے مطلع کیجیے۔ والسلام۔ میرا پتہ تبدیل ہو گیا ہے حسب ذیل ہے:۔ ۱۸۰۔ لیاقت بازار، بولٹن مارکیٹ۔ کراچی

شبلی کی رنگین زندگی کا دُوسرا ایڈیشن زیرِ طبع ہے۔ فاروق عمر، مال روڈ لاہور سے مل سکتا ہے۔ میں نے اس کے مقدمہ کو دلچسپ بنا لیا ہے اور اصولِ سوانح نگاری سے بحث کی ہے۔

آپ کا مخلص: محمد امین زبیری، کراچی ۱۴ فروری ۷۵ء

—— (۲) ——

بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو

عزیز مکرم! تسلیم و دعا

آپ کے محبت نامہ کا بہت بہت شکریہ۔ یہ سن کر اور اخباروں میں دیکھ کر کہ لائبریری کے مخطوطات کی آپ نے ایسی اچھی تنظیم کی ہے بہت خوشی ہوئی۔ سید زین الدین صاحب کے داماد محمد احمد صاحب جج غالباً بھوپال یا علی گڑھ میں ہیں۔ ان کے یہاں سرسید کی قلمی چیزیں بھی ہیں اور تصاویر بھی ان کو وائس چانسلر صاحب اور مولوی حاجی حبیب اللہ خاں صاحب اگر لکھیں گے تو بہت ممکن ہے کہ وہ دے دیں۔ سرسید پر مولانا حالی نے سب کچھ لکھا ہے لیکن آخری زمانہ اور اُن کے سیاسی حالات پر زیادہ روشنی نہیں ڈالی۔ میں نے اپنے تذکرہ میں یہ دکھایا ہے کہ مسلم سیاست کی جو بنیاد انھوں نے قائم کی اسی پر ساری عمارت تعمیر ہوئی۔ دُوسری چیز جو میں دکھانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ سرسید کے مذہبی کام اور مضامین کا اثر تعلیم یافتہ طبقہ پر کیا ہوا؟ ابھی تک مجھے ایسے مضامین حاصل کرنے میں زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ آپ کی نظر سے اگر کوئی مضمون گزرا ہو تو اس کی بھی اطلاع دیجیے۔ دُوسری تکلیف یہ دیتا ہوں کہ ان خطوط کے علاوہ جو شایع ہو چکے ہیں اور ایسے خط ہوں جن سے کوئی واقعہ معلوم ہوتا ہو تو اُن کی نقول بھیج دیجیے مثلاً آپ نے " علی گڑھ " میں جو خط شایع کیے ہیں ان میں ایک خط مولوی عبدالحق صاحب کا بھی ہے اس سے ایک واقعہ متعلق ہے اور میں نے اس کو تذکرہ میں لے لیا ہے چونکہ میں نے سرسید اور علی گڑھ پر بہت مطالعہ کیا ہے اس لیے میرا خیال ہے کہ اگر سب خط مجھ کو مل جائیں تو میں ان پر روشنی ڈال سکوں گا۔ آپ نقل کرا دیں اور اگر اس میں کچھ صرف ہو تو وہ مجھے لکھ دیں وہیں آپ کو مل جائے گا۔ ۱۹۱۰-۱۱ء میں بیرونی اصحاب کے متعدد لیکچر علی گڑھ میں ہوئے تھے ان میں ڈاکٹر اقبال بھی تھے اور اُنھوں نے بھی دو یا تین لیکچر دیئے تھے۔ اُمید تو یہ ہے کہ اگر سب نہیں تو خلاصہ ضرور انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں شائع ہوا ہوگا اس کی تلاش ضرور کرائیے۔ جس تصویر کا فوٹوگراف بھیجا ہے مجھے خوب یاد ہے کہ عرصہ تک بڑے سائز میں ایک فریم میں لائبریری کی بیچ کی محراب میں آویزاں تھی میرا خیال ہے کہ وہ یونین میں ہوگی۔ کیونکہ اس کو اُتارے بغیر اس کا فوٹو نہیں لیا جا سکتا تھا اور پھر وہ لائبریری میں واپس نہیں آئی۔ مخطوطات کے سلسلہ میں مجھے یہ بتائیے کہ آپ سرکار بھوپال نواب سلطان جہاں بیگم کا بھی کوئی مخطوطہ رکھنا پسند کریں گے وہ علی گڑھ کی بڑی سرپرست تھیں اور دس سال تک چانسلر بھی رہی ہیں ان کی پُوری ایک کاپی مگر پنسل کی لکھی ہوئی میرے پاس ہے وہ ایک کتاب کا مسودہ ہے بعض خطوط بھی ہیں جو میرے عرائض کی پیشانی پر لکھے ہوئے ہیں اگر یہ پسند ہو تو میں اس کو بھیج دوں۔ کیونکہ میرے نزدیک سب سے حفاظت کی جگہ لٹن لائبریری ہے۔ اُمید ہے کہ آپ اپنی مصروفیتوں میں سے وقت نکال کر جلد جواب دیں گے۔

آپ کا مخلص: محمد امین زبیری ۱۲/۱۴ اے ون سی ایل کلفٹن، کراچی، ۲۷ مئی ۵۳

مکرر: " ادبی دُنیا لاہور کے مدیر مولوی صلاح الدین صاحب بھی کچھ کام کر رہے ہیں میں نے آپ کا تعارف ان سے کرا

دیا ہے اُمید ہے کہ آپ ان کی مدد ضرور کریں گے اس میں جو خرچ ہوگا وہ آپ کر دیں گے۔

—(۳)—

بنام نصیر الدین ہاشمی

مکرم و محترم۔ تسلیم شوق۔

"عہد آصفی کی قدیم تعلیم" کے ہدیہ کا شکریہ قبول فرمائیے۔

آپکے سلسلہ تصنیف و تالیف میں یہ ایک نہایت بیش قیمت اضافہ ہے۔ سرکاری ملازمت کی مصروفیتوں میں آپ کی یہ ہمت اور علمی شغف اور مشغلہ تصنیف و تالیف ایک مثال ہے۔ ہمارے قابل نوجوان جو بہت کچھ علمی کام کرسکتے ہیں ہمیشہ کاموں کی مصروفیت اور وقت کی کمی کا رونا رویا کرتے ہیں مگر کام کرنے والے جواں ہمت یوں کرتے ہیں۔

تمام کتاب سلاست و اسلوب بیان کے لحاظ سے ایک دلچسپ علمی افسانہ ہے اور شروع کرنے کے بعد جب تک ختم نہ کر لی جائے ہاتھ سے چھوڑنے کو دل گوارا نہیں کرتا۔ میں آپ کو اس تصنیف پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

بہمنی اور قطب شاہی دور کو جس عمدگی سے عہد آصفی کے ساتھ مربوط کر کے آپنے یہ تاریخی واقعات لکھے ہیں اس سے اس ملک کی قدیم علمی عظمت کا نقش قائم ہو جاتا ہے۔

گزشتہ عہد آصفی اگرچہ سرکاری طور پر اتنا نمایاں نہیں لیکن اس عہد کی جد و جہد پر جو علمی ترقیوں کی بنیاد ہے آپ نے قابل تعریف روشنی ڈالی ہے۔ اس زمانہ کے خانگی مدارس اور مخصوص علما کی درسگاہوں کا حال لکھ کر بہت بڑی علمی خدمت انجام دی ہے جس سے نہ صرف ان قدیم تعلیمی اداروں اور علما کی یاد تازہ ہوتی ہے اور ان کے لیے دعائے خیر مُنہ سے نکلتی ہے بلکہ موجودہ عہد کے اُمرا اور اہل علم کے سامنے ان کے اسلاف کرام کے علمی فیوض و برکات کا مرقع پیش ہو جاتا ہے اور ممکن ہے کہ آئندہ کا مورخ جب اس زمانہ کی تاریخ لکھے تو ان میں بھی ایسی معارف پرور اور عظیم الشان شخصیتوں اور علمی اداروں کا بیان ہو۔

تعلیم نسواں کا حصہ ذرا اور وسعت کا مستحق تھا مگر آپ نے صرف حصّہ شرعی ۱/۲ پر اکتفا کیا۔ اب تو ضرورت ہے کہ جو حق تلفی ہو چکی ہے اس کی تلافی کی جائے۔ تاہم جو کچھ ہے وہ بھی بہت کچھ شکریہ و تعریف کے قابل ہے۔ زیادہ اشتیاق ملاقات۔

آپ کا مخلص، محمد امین زبیری، موتیا پارک، بھوپال، ۲۹ مئی ۴۶ء

—(۴)—

بنام نصیر الدین ہاشمی

مکرم من۔ تسلیم

آج "نوائے ادب" بمبئی میں آپ کا مضمون پڑھ کر گزشتہ صحبتوں کی یاد نے تڑپا دیا۔ ۱۹ ماہ مسلسل گزرے ہیں

کہ مہینہ میں دو تین مرتبہ درد کا دورہ پڑتا ہے۔ بہت مضمحل ہوگیا ہوں زندگی بے کیف ہے۔

میں نے یہاں حیات جاوید کا بنظر غائر مطالعہ کیا مولانا حالی کی عظمت کے باوجود یہ کہہ سکتا ہوں کہ انھوں نے واقعات پر پردہ ڈالا۔ سرسید کے مخالفین پر ناروا حملے کیے۔ اشاف کی خودداری چھوڑ کر ایسی خوشامد کی کہ سرسید کو بھی اس کے قدموں پر جھکا دیا۔ کچھ قلم بند کیا ہے اور کچھ باقی ہے فرمائیے ادب سے پوچھ رہا ہوں کہ وہ شایع کریں گے۔ ضیاء الدین کی لائف اور مسلم یونیورسٹی کی تاریخ کی اشاعت کا ہنوز سروسامان نہیں۔ ہز ہائی نس آغا خان کا تذکرہ بھی مرتب کیا ہے غالباً جلد شایع ہو۔

مخلص: محمد امین زبیری، ملتان بلڈنگ فلیٹ ۲۳ ۱۱/۵ اسکلین اسٹریٹ

شعیب قریشی

—(۱)—

بنام مولانا محمد عرفان صاحب

انقلاب زمانہ ہندوستان کی سیاست کا مارا پیٹ کی بدولت یورپ میں پھیری لگا رہا ہے۔ روزی کا جھگڑا نہ ہوتا تو یہاں کی سیر کا کچھ لطف آتا۔ طبقہ زمہریر سہی مگر علمائے قدیم نے اس میں بھی گرمی پیدا کر دی تھی۔ مگر یہاں تو بقول شخصے ایک اور ایک دو روٹی کا سوال ہے۔ مگر اس میں بھی خوش اور بے فکر ہیں ؏ ہر چہ آید بر سر فرزند آدم بگذرد۔ امید ہے آپ بخیر ہوں گے۔ بہت بہت سلام شوق و محبت۔

شعیب، پراگو، ۱۸ر فروری ۲۹ء

—(۲)—

بنام مولانا محمد عرفان صاحب

عزیز محترم و برادر گرامی۔ سلام مسنون۔

ہم تو سمجھے تھے کہ آپ اس قدر مشغول اور معروف ہیں کہ خط لکھنے کی فرصت بھی نہیں ملتی۔ بارے خدا کا شکر ہے کہ آپ کا عنایت نامہ ملا جس سے آپ کی خیریت معلوم ہو کر خوشی لیکن آپ کی پریشانی سے تکلیف ہوئی۔

انشاء اللہ میں آیا تو آپ سے مفصل گفتگو ہوگی۔ کیا معلوم خدا کوئی صورت نکال دے۔ بہر حال کوشش کریں گے۔

باقی حالات شوکت صاحب کے خط سے معلوم ہوں گے۔ سیاسی تغیرات سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ یہ بھی ہونے والا تھا مگر شاعر لکھ گیا ہے ؏ چناں نماند چنیں نیز ہم نخواہد ماند۔ یہ بھی گزر جائے گا۔

عبدالرحمٰن کی طبیعت ابھی تک خراب ہے۔ اسی وجہ سے میں ابھی تک یہیں موجود ہوں۔ شاید اس میں بھی اس کی مشیت شامل ہے۔ عبدالرحمٰن بہت بہت سلام کہتے ہیں اور سلام نیاز اگر قمر موجود ہوں تو میرا اور رحمٰن کا بہت بہت سلام۔

نیاز مند: شعیب، لندن۔ ۲۷ر جون ۲۹ء

—(۳)—

بنام مولانا محمد عرفان صاحب

محب صادق و عزیز گرامی۔ سلام مسنون۔ عنایت نامہ مورخہ ۱۹ر جولائی ملا۔ مہربانی کا بہت بہت شکریہ۔ آپ

کی پریشانیوں کا حال پڑھ کر افسوس ہوا۔ چونکہ خاصی حد تک میں خود ان تمام چیزوں کو بھگت چکا ہوں لہٰذا آپ کی حالت کا اندازہ کر سکتا ہوں۔ مجھے آپ سے انتہا ہمدردی ہے مگر میں واقعات سے اس قدر مایوس ہوں کہ کوئی نتیجہ نہیں نکلتا جتنا کہ آپ۔ جو کچھ ہو رہا ہے وہ میں سب سے پہلے ہی دیکھ رہا تھا اسی لیے ان سب حضرات کو سمجھایا مگر ضد، ہٹ، کم عقلی، سادہ لوحی، تنگ نظری (اور بعض حضرات کے تو خباثتِ نفس بھی) کے آگے کچھ چل نہ سکا۔ جو ہونا تھا اس کا پھل آ رہا ہے۔ اب بھی اگر عقل سے کام لیا جائے اور تنگ نظری کو چھوڑ دیا جائے تو مسئلہ کا حل دس منٹ میں ہو سکتا ہے۔ افسوس اس کا ہے کہ بہت کم آدمی اپنے توازن کو قائم رکھ سکے اور سلامت روی کی راہ پر رہ سکے۔ ارادہ کی قوت، اپنی حفاظت اور جائز مطالبات پر قائم رہتے ہوئے بھی پس و پیش کا خیال ممکن ہے۔ سب سے زیادہ مظلوم اور بے کس مسلمان ہیں۔ شاید تاریخ میں اس سے پہلے کبھی ان کی حالت ایسی خراب نہ ہوئی ہوگی۔ کوئی شیرازہ ہی نہیں۔ پراگندہ اور منتشر بے بس پڑے ہوئے ہیں۔ خدا ان پر رحم کرے۔ ہندوؤں کی حالت تو وہ ہی ہے، چت بھی میری پٹ بھی میری۔ ان کا اس وقت کوئی نقصان نہیں ہے۔ اگر مسلمان ملک کی اقتصادی حالت میں کماحقہ حصہ لینے لگیں تو البتہ ان پر کچھ اثر پڑے گا۔ موتی لال اینڈ کمپنی کی سیاست کا اثر جو کچھ ہوا وہ یہ کہ دونوں طرف کے انتہا پسندوں نے قوم اور قومیت کا بیڑا غرق کر دیا۔ خیر یہ تو قومیات رہیں جن سے میں علیحدہ ہوں اور آپ علیحدہ ہونے کی کوشش کر رہے ہیں یہ سب باتیں وقتِ ملاقات ہو سکتی ہیں۔ میں یہاں سے انشاءاللہ اس ہفتہ روانہ ہو جاؤں گا۔ جہاز کا نام اور دیگر اطلاع وغیرہ کسی کو نہیں دوں گا مگر بمبئی پہنچ کر آپ کو ٹیلیفون کر دوں گا۔ اگر ایک آدھ دن ٹھہرا تو عثمان کے ہاں ٹھہروں گا۔

اس ہفتہ باسط کے خط سے بیچاری حمیدہ کے انتقال کا حال معلوم ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ کس قدر افسوسناک موت ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے خداوند تعالےٰ نے بیچارے محمد علی کو ہر طرح سے آزما رہا ہے۔ اب حد ہو گئی ہے۔ اس ابتلا کو اب ختم کرنا چاہیے اور نظرِ رحم سے کام لینا چاہیے۔ عبدالرحمٰن سلام کہتے ہیں۔

نیاز مند: شعیب، لندن ۱۲ر اگست ۲۹ء

—(۴)—

بنام مولانا عرفان صاحب

محبِ صادق سلام مسنون۔

میں ایک خط کی وجہ سے شرمندہ اور نادم ہو رہا تھا کہ کب جواب دوں اور کیوں کر اور کس منہ سے آپ سے معافی مانگوں اور کس طرح صورتِ حالات بیان کروں جو اس تاخیر کے ذمہ دار ہیں کہ آپ کا دوسرا محبت نامہ پہنچا اور خوشی کے ساتھ میرے لیے خجالت کے دریا بھر کر لایا۔ اب بھی میں ان صورتِ حالات کی توضیح نہیں کر سکتا جو میرے اب تک خط نہ بھیجنے کے ذمہ دار ہیں۔ اگر باسط سے ملاقات ہو تو وہ کچھ اشارتاً بتا سکیں۔ یقین جانیے کہ جس زمانہ میں میں آپ کو خط نہیں لکھ سکا میں اس قدر کرب و بلا میں مبتلا تھا کہ دشمن بھی رحم کھاتا۔ نہیں معلوم اب بھی وہ زمانہ گزر گیا ہے یا ابھی تک ستارہ برجِ منحوس سے نہیں

نکلا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ میں نادم اور شرمندہ نہیں یا اپنے قصور سے منکر ہوں۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ صورت واقعات بتا کر آپ سے عفو کا طالب ہوں اور آپ کی محبت اور فراخدلی سے توقع کامل ہے کہ آپ معاف فرمائیں گے۔ آپکا شعیب کے متعلق خیال صحیح ہے اس کو جس سے عقیدت اور محبت ہو جاتی ہے اس کا وہ ہمیشہ نیازمند رہتا ہے اور اس کی محبت کو ہمیشہ ایک گرانقدر بلکہ انمول شے کی طرح اپنے دل میں محفوظ رکھتا ہے۔ خیر یہ تو ایک ایسی چیز ہے کہ کم از کم آپ کو اور خاص کر اتنے زمانہ کے بعد یقین دلانے کی ضرورت نہیں ہے۔

بات اصل یہ ہے کہ پہلے مجھے آپکے ساتھ ہمدردی کرنی چاہیے کہ تھوڑی سی آس جو لگی ہوئی تھی وہ بھی کسی بے رحم مگر کامیاب رقیب نے توڑ دی۔ برج سنبلہ زُحل کے قبضہ میں ہے لیکن ہر مصیبت کا ایک روشن پہلو بھی ہوتا ہے اور ہر رنج کے ساتھ کچھ خوشی بھی آ ہی جاتی ہے۔ میں خوش ہوں کہ اب آپ کو نجات ملی اور کچھ سکون اور اطمینان نصیب ہوگا۔ رہا سامانِ محبت تو خدا کی مخلوق محدود نہیں اور اس کی قدرت اور اس قدرت کے کرشموں کی کوئی حد ہے نہ حساب۔ مُسبّب الاسباب بہت جلد آپ کو اس کا نعم البدل دے گا جو آپ کے دِل اور آپکے گھر دونوں کو خوشی سے بھر دے گی اور آپکے دوست بھی مسرور ہوں گے۔ سُنا ہے دس لاکھ کا مہر بندھا ہے مگر متجسس دل اس امر کے معلوم کرنے کے خواہشمند ہیں کہ وہ ستارۂ نوُر اب بھی مثلِ سابق اسٹیج پر ضوافشانی کرے گا یا ہمیشہ کے لیے اپنے پرستاروں کو داغ جدائی دے گیا۔

اُمید ہے آپ بخیریت ہیں۔ کہیئے بھوپال کب تک آئیں گے۔ میرا بمبئی آنا تو سرکاری کام پر منحصر ہے جس کی کوئی صورت مستقبل قریب میں نظر نہیں آتی۔ مگر آپ کیوں نہیں آتے۔ خرچ کی پروا نہ کیجیے۔ گلنار سلام کہتی ہیں اور کہتی ہیں کہ خدا نہ کریں آپکے دوست' اور بدنام کرتے ہیں آپ ہمیں۔ میری ذمہ داری اس میں کیا ہے جو کچھ کہنا ہو" اپنے دوست سے کہیے۔

نیازمند: شعیب' بھوپال - ۳ر اگست ۳۰ء

پروفیسر محمد شفیع

(۱)

بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو

عزیزم وعلیکم السلام

حماسۃ البصریہ کے مصنف کا مختصر سا حال کشف الظنون میں ہے۔ (بذیل حماسہ) اور براکلمن نے بھی مختصر سا حال ۱: ۲۰۷ GAL میں دیا ہے اور اس کے متعدد نسخے ۲۵۷ GAL. SI مختلف فہرستوں کے حوالہ سے گنائے ہیں۔ شاید ان مواضع میں جامع کی کتاب کا بھی کچھ حال دیا ہو۔

GAL محل مذکور میں اسی مصنف کی تاریخ کتاب المناقب العباسیہ والمفاخر المستنصریہ کا بھی ذکر ہے۔ S III ۱۲۰۹ .

GAL سے معلوم ہوتا ہے۔ مناقب پر REI بابت ۱۹۳۸ صفحہ ۲۸۵ پر کچھ لکھا ہے۔ REI غالباً Revue des études Islamique ہے۔

(۲) ابو الطیب کا حال سیوطی کی بغیہ میں دیا ہے۔ نیز دیکھیں GAL. SI ۱۹۰ ، اس کی کتاب المثنیٰ کا نسخہ عز الدین تنوخی کے پاس ہے۔ پروفیسر کرنکو سے تفصیل دریافت ہو سکتی ہے۔

مراتب النحویین کا کوئی نسخہ مجھ کو معلوم نہیں۔ البتہ اقتباسات المزہر السیوطی میں اور معجم الادبا میں ہیں۔ والسلام۔

محمد شفیع ۳۱ ہیلی روڈ لاہور۔ ۹ جون ۵۰ء

(۲)

بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو

مکرمی السلام علیکم۔

عنایت نامہ کا بہت بہت شکریہ! اگر ممکن ہو سکے تو آپ کتاب ذیل کے ابتدائی دس ورق کی نقل مجھ کو ارسال فرما دیں۔ کتاب کا نام حال نامہ بایزید انصاری ہے اور مصنف کا نام علی محمد بن ابوبکر قندھاری۔ قلمی نسخہ سبحان اللہ خاں کے مخطوطات میں شامل ہے اور مسلم یونیورسٹی کے کتاب خانے میں موجود ہے . . . براہ کرم مطلع فرما دیں کہ یہ نقل کب تک میرے پاس پہنچ سکے گی۔

مجھ کو یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ نے البعثہ کو کئی مرتبہ پڑھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کا آخری ایڈیشن جو مصر میں چھپا نسبتاً بہتر ہے۔ انھوں نے جلد اوّل کے ساتھ میری تلخیص و تصحیحات بھی عربی میں طبع کیں مگر غالباً کاغذ کی گرانی کی وجہ سے دوسری اور تیسری جلد میں یہ نہ کر سکے۔

ضمیمہ اورنیٹل کالج میگزین ابھی تک میری ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ شیرانی مرحوم کے شاید دو تین خط میرے پاس ہوں۔

شاید آپ کو یہ معلوم نہیں کہ لائیڈن انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میری زیر ادارت اردو میں منتقل ہو رہا ہے۔

والسلام۔

محمد شفیع ۴۴ میین روڈ لاہور۔ یکم جولائی ۵۲ء

—(۳)—

بنام ڈاکٹر وحید قریشی

عزیزم وعلیکم السلام

خط ملا۔ چندر سین ما ہیار کا کوئی نسخہ میرے علم میں نہیں ہے۔ اگر اس کے ابتدائی دو چار شعر اور خاتمے کے دو چار شعر لکھ بھیجیں تو تلاش میں مدد ملے۔ Oudh Catalogue کو آپ دیکھ چکے ہیں؟ مصنف کا تخلص سیف اللہ ہی ہے۔ والسلام۔

محمد شفیع: میین روڈ، لاہور۔ ۵ ستمبر ۵۲ء

—(۴)—

بنام ڈاکٹر محمد سالم الدین احمد آرزو

مکرمی!

۱۰ جنوری کا مکتوب ابھی موصول ہوا۔ مہربانی سے سالنامہ کی نقل فوراً شروع کرا دیں۔ اگر شیخ عبدالرشید صاحب اجرت لیے لیں تو میں پنجاب یونیورسٹی لائبریری سے ان کے اعزہ کو روپیہ دلوا دوں۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے یہ ذکر ہوا تھا کہ ان کو چھ پائی فی صفحہ (سالنامہ کے قلمی نسخہ کے صفحوں کے لحاظ سے) اجرت دی جائے۔ کیا میں سمجھوں کہ یہ منظور ہے؟

۲۔ علی گڑھ کے قلمی نسخوں کے متعلق جونہی کہ آپ کا مسودہ موصول ہوا میں اس کو ضمیمہ اورنیٹل کالج میں شایع ہونے کے لیے پریس کے حوالہ کر دوں گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دس پندرہ دن میں مجھ کو مسودہ مل جائے گا۔

۳۔ طاہر وحید کی تصنیف سے کوئی تذکرہ مجھ کو معلوم نہیں۔

مخلص، محمد شفیع، یونیورسٹی آف دی پنجاب۔ لاہور ۱۴ جنوری ۵۲ء

—(۵)—

بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو

مکرمی! سلام مسنون

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۶ر اپریل ۱۹۵۳ء پہنچا۔

حالات مرقومہ سے اطلاع ملی۔ حالنامہ کی نقل کے متعلق آپ کا مکتوب موصول ہوا تھا جس کو میں نے مورخہ ۱۴ر اپریل ۱۹۵۳ء کو لائبریرین پنجاب یونیورسٹی کو یہ لکھ کر بھیج دیا تھا کہ حالنامہ کے پانچ سو صفحے موصول ہونے پر کاتب کا بل ان صفحات کے متعلق پاس کر کے اُن کی اُجرت بھیج دینی چاہیے۔ اور آپ کو بھی جواباً تحریر کیا تھا کہ "میرے خیال میں لائبریری قسط وار معاوضہ چکانے کے لیے راضی ہو جائے گی۔" اس مکتوب کی نقل دوبارہ ارسال خدمت ہے۔ والسلام

مخلص، محمد شفیع، لاہور۔ ۲۵ر اپریل ۵۳ء

—(۶)—

بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو

مکرمی سلام مسنون

حالنامہ کی نقل (۷۰۰ صفحات) تاحال مجھ کو یا پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موصول نہیں ہوئی ہے۔ بل بھی نہیں پہنچا نقل موصول ہونے پر بل کی ادائیگی کے متعلق ضروری کارروائی فوراً کی جائے گی۔

ضمیمہ کے لیے مضمون بھی اس وقت تک موصول نہیں ہوا۔ شاید امروز فردا میں موصول ہو جائے۔

مخلص، محمد شفیع، لاہور۔ ۱۹ر مئی ۵۳ء

—(۷)—

بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو

مکرمی!

آپ کا مضمون کل موصول ہوا۔ میں نے اس کو سرسری نظر سے بعض مقامات سے دیکھا۔ آپ نے اس کو بہت محنت سے مرتب کیا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں شائع ہونے سے پہلے اس کو ذرا غور سے دیکھ لوں۔ فوٹو جو آپ نے بھیجے ہیں ان کا چھپوانا بہت خرچ بکار رکھتا ہے اور افسوس ہے کہ ہمارے یہاں فنڈ میں گنجائش نہیں۔ کیا آپ کے یہاں کوئی ایسی مد ہے جس سے ان کے بلاک بنوا کر آپ بھجوا سکیں؟

یہ ممکن ہے ایک دو بلاک ہم بنوا دیں اور حقیقت میں ندرت صرف چند ہی تصویروں کو حاصل ہے۔ جہانگیر کے خط کے فوٹو عام ہیں۔ متعدد مقامات پر چھپ چکے ہیں۔ صاحب کا فوٹو براؤن نے چھاپا تھا اور دوسری جگہ بھی ملتا ہے۔ عبدالرشید کاتب اور سلطان بایزید دوری، امام ویردی اور حافظ نور اللہ کی تحریروں کے عکس میں خود اسی

میگزین میں چھاپ چکا ہوں۔ درویش سمرقندی کا فوٹو اچھا ہے مگر ناقص ہے۔ سرب سنگھ والے، محمد امیر اور جواہر رقم یہ سب چھپ چکے ہیں۔ ناسخ کے خط کا البتہ میں نے پہلے نہیں دیکھا اور "دوست شاہی" کو بھی میں پہلے سے نہیں جانتا۔ مختصر یہ کہ مضمون بغیر عکسوں کے چھپے گا۔ بعد دریافت اگر گنجائش ہوئی تو شاید ایک دو بلاک بنوائے جا سکیں۔ ہاں آپ خود بلاکوں کے مصارف برداشت کر سکیں یا ان کے بلاک بنوا کر بھیج دیں تو بہت خوشی سے ان کو شامل کیا جا سکتا ہے۔

براہ کرم اس خط کے ملتے ہی اطلاع بخشیں کہ مضمون کے عکسوں کے بغیر چھپنے پر آپ کو اعتراض تو نہیں؟

مخلص: محمد شفیع، لاہور۔ ۲۲ر مئی ۵۴ء

——(۸)——

بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو

مکرمی۔ السلام علیکم۔

آپ کے دو کارڈ جون کے لکھے ہوئے مجھ کو جولائی کے آخر میں ایران سے واپس آنے کے بعد ملے۔ آپ کے مضمون کے پروف میں ابھی پڑھ رہا ہوں۔ کاغذ کی وجہ سے سخت دقت پیدا ہے، ہمارے پاس نہ چھاپنے کا کاغذ ہے اور نہ آرٹ پیپر، دونوں سخت گراں ہیں کیا آپ نے اس عرصہ میں دریافت کر لیا ہے کہ آپ طباعت کا کاغذ تقریباً دو ریم اور آرٹ پیپر تقریباً ایک ریم یہاں پہنچا سکتے ہیں یا نہیں۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ موجودہ حالات میں وہ کاغذ اگر آ بھی جائے تو میں اسے وصول کر سکتا ہوں یا نہیں۔ مضمون کی تمہید آپ نے نہیں لکھی تھی میں نے چند سطریں بطور دیباچہ بڑھا دی ہیں جن میں یہ لکھا ہے کہ کانفرنس ہال میں نوادر جمع کر دیے گئے ہیں اور آپ انچارج ہیں اور یہ مضمون آپ نے لکھا ہے۔ (یہ خط میں احتیاطاً علی گڑھ کے پتہ پر لکھ رہا ہوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ یونی ورسٹی اس وقت کھل گئی ہوگی)۔

اگر کسی آنے جانے والے کے ہاتھ یا پاکستان کے سفارت خانہ دہلی کی معرفت آپ دونوں قسم کے کاغذ فوراً بھجوا سکیں تو بڑی نوازش ہوگی، ورنہ پریس زیادہ دیر تک کام کو معلق نہ رکھ سکے گا اور ناچار بغیر زائد کاپیوں کے مضمون چھپ جائے گا، ابھی یہ اندازہ نہیں ہو سکا ہے کہ کتنی کاپیوں پر آئے گا۔ گیلی پروف سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید چار کاپیاں ہو جائیں۔

میرے خیال میں ابن المفضل کی کتاب المحمدون من الشعراء واخبارھم ٹھیک ہے کہ اس کو ایڈیٹ کیجیے، مشکل یہ ہے کہ مجھ کو یہ معلوم نہیں ہے کہ کیمبرج یا آکسفورڈ میں اس وقت عربی کتابوں کے ایڈیٹ کرنے کو کوئی اہمیت دی جا رہی ہے یا نہیں، پروفیسر محمد اقبال مرحوم کے صاحبزادے میاں جاوید ابھی کیمبرج سے ڈاکٹریٹ لے کر آئے ہیں کہتے ہیں کہ موجودہ اساتذہ نے ان کو کوئی مدد نہیں دی، اور عربی فارسی وغیرہ سے اساتذہ قطعی روگرداں ہیں، بہر حال آپ کو جانے سے پہلے جس پروفیسر کی نگرانی میں آپ کام کرنا چاہتے ہیں اس سے مشورہ طلب

کرنا چاہیے اور اس کی رائے سے کام کرنا چاہیے۔ میں المحمدون سے واقف نہیں ہوں لیکن اس کے مضمون اور مصنف کے بھروسے پر کہہ رہا ہوں کہ کتاب ضرور مفید ہوگی۔ والسلام

منتظرِ جواب: محمد شفیع، لاہور ۱۰ر اگست ۵۳ء

—(۹)—

بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو

مکرمی! السلام علیکم

۱۰ر نومبر کا عنایت نامہ موصول ہوا۔ آپ نے اچھے خاصے لمبے راستے سے سفر کیا۔ گب صاحب کی رہنمائی میں جو کام آپ کر رہے ہیں مفید معلوم ہوتا ہے۔ کسی مخطوطے کے ایڈیٹ کرنے کا خیال اگر ہے تو اس کے لیے بعد میں شاید موقع مل سکے گا یعنی جب تھیسس ختم ہو جائے گا۔

افسوس ہے کہ کاتب نے اب تک حال نامہ مکمل کر کے نہیں بھیجا۔ شاید آپ کے خط پہنچنے کے بعد وہاں والے کام کو مکمل کرنے کی کوشش کریں۔ مخزن الاسلام میں بایزید انصاری کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا مطالعہ مدتوں پہلے ہو چکا ہے۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں آج سے قریباً ۸۰،۷۰ برس پہلے ایک انگریز نے روشنائیوں پر مفصل مضمون لکھا تھا۔ مجھ کو افسوس ہے کہ ضمیمہ اورینٹل کالج میں آپ کے مضمون کے اوف پرنٹ اچھے کاغذ پر شائع نہیں ہو سکے۔ یہاں کاغذ کی انتہائی قلت ہے۔ میرے پاس کچھ حنائی کاغذ رکھا تھا اس کو شامل کر کے اوف پرنٹ تیار کیے گئے ہیں۔ میں مجبور تھا کیونکہ ہمارے ذخیرے میں زائد کاغذ بالکل نہ تھا اور بازار میں آدھا رِم کاغذ بھی نہیں تھا۔ ۱۵ اوف پرنٹ آپ کو روانہ کرنے کے لیے میں نے کالج کے دفتر کے سپرد کر دیے ہیں۔

اصمعی کی کتاب الاشتقاق آپ بیشک بھیج دیں۔ اورینٹل کالج میگزین کی خریداری کے لیے پرنسپل اورینٹل کالج کو لکھنا چاہیے۔ دو روپیہ سالانہ چندہ ہے مگر انگلستان بھیجنے کے لیے ڈاک کا خرچ عہ اس کے علاوہ ہوگا۔ ضمیمہ اورینٹل کالج میگزین کے لیے آپ مجھے لکھیں۔ اس کا چندہ بھی دو روپیہ سالانہ ہے اور محصول ڈاک عہ علاوہ۔ آپ پوسٹل آرڈر کے ذریعے بھیج دیں تو غالباً ٹھیک رہے گا۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ یہ دونوں رسالے سہ ماہی ہیں۔

جن نئی کتابوں کی طباعت کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ خاصی دلچسپ ہیں۔ خصوصاً التنبیہات کہ اس کا وہ حصہ جو کامل مبرد سے تعلق رکھتا ہے ڈاکٹر سید محمد عبداللہ نے ایڈیٹ کیا تھا۔ معلوم نہیں مکمل کتاب کب تک شائع ہوگی؟ میں اس کو بہت دلچسپ کتاب سمجھتا ہوں۔ والسلام

مخلص: محمد شفیع، لاہور ۲۸ر نومبر ۵۲ء

—(۱۰)—

بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو

مکرمی۔ السلام علیکم۔

آپ کا عنایت نامہ کیمبرج سے واپسی پر ملا۔ افسوس ہے کہ کیمبرج میں آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ پروفیسر آربری نے مجھے بتایا تھا کہ آپ لائیڈن میں ہیں۔ آپ نے ٹھیک کیا کہ آپ لائیڈن میں تعطیل گزار رہے ہیں۔ وہاں کافی مفید کام ہو سکتا ہے۔ الشیزری کے متعلق جو سوالات آپ نے بھیجے ہیں ان کے حل کرنے کے لیے یہاں سامان نہیں ہے۔ وہیں سے ان کا جواب ڈھونڈنا چاہیے۔ شیزری کا ایک مخطوطہ میں نے کچھ عرصہ ہوا اسلامیہ کالج پشاور میں دیکھا تھا۔ بروکلمان نے اس کا ذکر کیا ہے۔ ممکن ہے مصنف نے بعض چیزیں اس میں دہرائی ہوں لیکن وہ مخطوطہ بھی لاہور نہیں آ سکتا۔ اگر کسی اتفاق سے پشاور گیا تو دیکھوں گا کہ اس میں سے کوئی مطلوبہ چیز ہے یا نہیں۔ الحصکفی یعنی ابوالفضل یحییٰ بن سلامۃ الحسین کا دیوان موصل میں ہے۔ وہاں کسی کو کہیے کہ وہ نقل کرکے بھیجے۔ سفیر پاکستان متعینہ دمشق سے شاید کچھ مدد مل سکے۔ ابن الحجاج اور واسانی کا کلام یتیمہ میں دیا ہے مگر آپ کی مطلوب چیزیں اس میں نہیں۔ ابن الصائغ کے دیوان کے انتخاب کا آپ کو پتہ ہے۔ اس میں اپنے مطلوب قطعہ کو تلاش کریں۔ خریدۃ القصر ہمارے یہاں مکمل نہیں ہے۔ صرف اس کے چند صفحوں کے فوٹو گراف ہیں۔ رسالۃ الکندی فی جواہر السیوف کا ذکر البیرونی کی الجماہر ۲۵۶ پر دیا ہے۔ اس پر نظر ڈال لیں۔ امید ہے کہ آپ خیر و عافیت سے ہوں گے۔ آپ کے پتہ پر ڈاکخانہ نے مہر بُری طرح سے لگائی کہ پتہ اچھی طرح سے پڑھا نہیں گیا۔

مخلص، محمد شفیع۔ لاہور۔ ۲۸ ستمبر ۵۴ء

—(۱۱)—

بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو

مکرمی!

عنایت نامہ مورخہ ۲۲ دسمبر ملا۔ ابن الفوطی نے پہلے معجم الآداب کو مفصل لکھا۔ یہ مفصل ایڈیشن اب ناپید ہے۔ پھر اس کو مجمل لکھا۔ اس مجمل ایڈیشن کی اب تک صرف دو جلدیں ملی ہیں۔ ان میں سے ایک میرے پاس ہے جس کو اورینٹل کالج میگزین میں شائع کر دیا گیا ہے۔ غرض جو ترجمہ آپ کو کسی نے نقل کرکے بھیجا ہے اس سے زیادہ موجود نہیں۔

یونیورسٹی کی شائع کردہ عربی فارسی کی کتابوں کی فہرست اور ان کی قیمتوں کی اطلاع دفتر کھلنے پر آپ کو بھجوا دوں گا۔

احسن مارہروی مرحوم کی کتابوں کی فہرست آپ شوق سے بھیجیں اس کو میگزین میں طبع کر دیا جائے گا۔

بہت اچھا ہوا کہ آپ لائیڈن، پیرس اور جرمنی کے کتابخانوں کی سیر کر چکے ہیں یا کر رہے ہیں۔ لاہور میں

۱۱ویں صدی میں اصطرلاب بنتے تھے۔ یہاں بھی میں کسی کے پاس ایک اصطرلاب جو ہمایوں کے زمانے میں لاہور میں بنا تھا دیکھ چکا ہوں، ایک اصطرلاب میرے پاس بھی ہے مگر اس پر مقام کا نام درج نہیں ہے، البتہ ایک اور اصطرلاب میرے پاس ہے جو کپورتھلہ میں ۱۳ویں صدی میں بنا تھا۔ یورپ کے کتابخانوں کی اہم کتابیں جو آپ نے دیکھی ہیں ان پر اگر نوٹ لکھ کر آپ بھیج دیں گے تو وہ ضرور چھاپ دیا جائے گا۔

شیبزری والا مضمون ۱۹۲۵ء اور ۱۹۴۱ء کے درمیان تو نہیں چھپا۔ ۱۹۴۱ء کے بعد چھپا ہوگا اس کے متعلق بعد میں اطلاع دے سکوں گا۔

مخلص: محمد شفیع، لاہور۔ ۳۱ دسمبر ۵۴ء

(۱۲)

بنام ڈاکٹر مختارالدین احمد آرزو

مکرمی، تسلیم

صائب کی تاریخ وفات کے متعلق بہت اختلاف ہے۔ ریو نے برٹش میوزیم کی فہرست میں ۱۰۸۸ھ کو اختیار کیا ہے۔ اس بنا پر کہ اس کے معاصر واضح نے اس کی تاریخ وفات اس مصراع سے پیدا کی تھی:

اے حیف ازاں طرز و داستان صد حیف

۱۰۸۸ھ

یہ تاریخ حاجی خلیفہ کی تاریخ سے قریب ہے یعنی ۱۰۸۷ھ۔ صاحب مرآۃ العالم نے ۱۰۸۱ھ تاریخ دی ہے۔

میرا خیال یہ ہے کہ ۱۰۸۱ھ درست ہے۔ جس دیوان کا آپ نے اپنے گرامی نامے میں ذکر فرمایا ہے وہ شاعر کی زندگی میں نقل ہوا ہے اور غالباً خود صائب نے اسے دیکھ کر 'بلغ سماعاً' اس پر لکھا ہے۔ اس خیال کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں ایک نسخہ دیوان صائب کے انتخاب کا ہے جس کے آخر میں صائب نے لکھا ہے۔ 'بلغ صائب' یہ نسخہ ۱۰۷۰ھ میں نقل ہوا اور اس کے حاشیوں پر چونکہ صائب نے خود اپنے قلم سے غزلیں نقل کی ہیں۔ اس کتاب سے 'بلغ صائب' کے الفاظ الگ کاغذ پر نقل کر کے آپ کو بھیجتا ہوں۔

پروفیسر براؤن نے تاریخ ادبیات ایران کی چوتھی جلد کے صفحہ ۲۶۶ پر صائب کی تحریر کا عکس دیا ہے۔ اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اسسٹنٹ لائبریرین نے کل آپ کو اسٹیمیٹ خرچ کا روانہ کیا ہے۔ اب آپ کے جواب موصول ہونے پر وہ روٹو گراف بنوائے گا۔ والسلام۔

مخلص: محمد شفیع، لاہور۔ ۹ مارچ ۵۵ء

غلام یزدانی

—(۱)—

بنام نصیرالدین ہاشمی

کرم فرمائے بندہ تسلیم۔

"تذکرہ دارالعلوم" اور آپ کا گرامی نامہ دونوں وصول ہوئے۔ عنایت اور مہربانی کا دلی شکریہ۔ میری عمر کا بیشتر حصہ، اینٹ، پتھر کی دیکھ بھال اور تحقیق میں گزرا ہے۔ اردو ادب کی کتابوں کے پڑھنے کا بہت کم موقع ملا۔ اس لیے اگر کوئی فروگزاشت ہو جائے تو اس کو میرے جہل اور لاعلمی پر محمول کر لینا چاہیے۔ میں کام کرنے والوں کا ہمیشہ مداح رہا ہوں۔ آپ نے اچھا کیا کہ اپنے خیالات کا اظہار کر دیا۔ شرافت کا یہی تقاضا تھا۔ کسی موقع پر انشا اللہ آئندہ اپنی رائے کا صراحت سے اظہار کر دوں گا۔ خدا کا شکر ہے علمی بخل سے میری طبیعت پاک ہے زیادہ سلام و نیاز۔

مخلص: غلام یزدانی سابق ناظم آثار قدیمہ حیدرآباد۔ ۱۱ نومبر ۴۹ء

—(۲)—

بنام نصیرالدین ہاشمی

کرم فرمائے بندہ تسلیم

مجھے مہیار چندر بدن کی مثنوی کا باتصویر نسخہ پنجاب کے ایک علم دوست صاحب کے توسط سے ملا ہے۔ اس مثنوی کو سیف اللہ نامی ایک شخص نے ۱۱۹۹ھ میں مضافات دہلی میں کسی مقام پر منظوم کیا۔ زبان میں ہندی الفاظ کی بہت آمیزش ہے اور پوربی زبان کا بھی اثر ہے۔ میں اس نسخہ کو شائع کرنا چاہتا ہوں۔ اور فی الحال ایک مضمون لکھ رہا ہوں۔ جس میں ان تمام مثنویوں کا ذکر ہوگا جو مختلف مقامات پر اس قصے سے متعلق لکھی گئیں۔ اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کر رہا تو شاید سب سے پہلے آپ نے یورپ کے سفر کے بعد مقیمی بیجاپوری کی مثنوی کا جو دکنی زبان میں اسی قصے سے متعلق ہے اپنے کسی مضمون یا کتاب میں تذکرہ کیا تھا۔ اگر وہ مضمون یا کتاب چند روز کے لیے مجھے مستعار دیدیں تو میں ممنون ہوں گا۔ زور صاحب نے تذکرہ اردو مخطوطات میں جو اس قصے کے متعلق لکھا ہے وہ میرے پیش نظر ہے۔ کتب خانہ آصفیہ میں جو مثنوی اس نام کی ہے اس کا بھی مجھے علم ہے۔

امید ہے اس خط کا جواب جلد روانہ فرمائیں گے۔

مخلص: غلام یزدانی ۱۳ رجون ۴۶ء

—— (۳) ——

بنام نصیر الدین ہاشمی

میرے محترم دوست، السلام علیکم۔

حیدرآباد کے غزل نویسوں پر آپ کا عالمانہ مضمون مجھے آپ کی عنایت سے ملا۔ دلی شکریہ۔ خدا آپ کے معلومات میں وسعت اور قلم میں زیادہ زور دے۔ آپ دکن کی ادبی تاریخ کی تکمیل کے لیے بہت مفید کام کر رہے ہیں

میرزا فرحت اللہ بیگ کے متعلق ریڈیو پر جو تقریر میں نے کی تھی۔ وہ ہمایوں میں چھپ گئی ہے۔ ایک کاپی آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔

مخلص: غلام یزدانی

—— (۴) ——

بنام نصیر الدین ہاشمی

مکرمی۔

آپ کو ایک تکلیف دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ مفصلہ ذیل تین کتابیں آپ کے پاس ہوں تو اپنے پاس سے یا زور صاحب کے پاس ہوں تو ان کے پاس سے یا اگر کسی اور جگہ ہوں تو وہاں سے مجھے تین چار دن کے لیے مستعار مل جانے کا انتظام کرا دیجیے۔ بیحد شکر گزار ہوں گا۔

۱۔ حیات بے نظیر مؤلفہ پروفیسر شہباز

۲۔ کلیات نظیر مصححہ شہباز مطبوعہ نول کشور پریس ۱۹۰۰ء

۳۔ مدحِ نظیر (مؤلف کا نام مجھے معلوم نہیں)

راحت اللہ خاں سے میں نے پوچھا تھا کتب خانہ آصفیہ میں نہیں ہیں۔

۱۲ر نومبر ۵۲ء — مخلص: غلام یزدانی

—— (۵) ——

بنام سجاد میرزا صاحب

میرے نہایت مہربان دوست۔

آپ کا خط استنبول کے حالات کے متعلق ملا۔ نواب سعید جنگ نے پڑھا۔ بہت پسند کیا۔ اور ریاست کی سنڈے ایڈیشن میں چھپوا بھی دیا۔ لوگ ترکی کے حالات خصوصاً جس میں کچھ مذہبی چاشنی بھی ہو بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ ترکی کبھی اسلامی خلافت کا مرکز تھا۔ اور اب تک ترکوں کی شجاعت دنیا میں مشہور ہے۔ عصمت انوار کو آئے تھے۔ آپ کو جو خط لکھا ہے وہ سنایا۔ میں نے کہا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے' نہیں لکھنے۔ "سمندر لہریں مار رہا ہے' لکھتے ہیں۔ کہنے لگے۔ یہ 'ٹھاٹھ' سے بنا ہوا ہے۔

جدید محاورہ ہے سجاد مرزا بہت پسند کریں گے۔ اب عصمت کی روش پختہ ہوتی جاتی ہے اور روانی اور برجستگی غضب کی ہے۔ کہنے لگے اب میں کہیں اور کم جاتا ہوں۔ آپکے ہاں البتہ پھیرا لگا لیتا ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ رکشا کا کرایہ بار ہو جاتا ہے اس سے دل کھٹک گیا۔ پنشن ملنے کے بعد آپ کی وجہ سے کچھ کام مل جاتا تھا اب وہ گیا۔ اطلاعات اور ریڈیو والوں کا سہارا ہے۔ پچاس روپے سے زیادہ مہینے میں کیا ملتے ہوں گے۔ بہرحال یہ مضمون لکھنے کے مشغلے کو غنیمت سمجھتے ہیں مضمون لکھ کر ان کے دن کو بھی تانگی ہوتی ہے۔ طبیعت قلندرانہ ہے۔ معاوضہ جز ئی ہوا تو کیا؟ بیٹی جوان ہوتی جاتی ہے بیٹے سب آوارہ نکلے۔ اب ان کو راحت ہے تو مضمون سے۔ گھنا فضل کے مرجانے سے اور آپ کے لیبیا چلے جانے سے ان کی زندگی میں بہت تغیر ہوا۔ لیکن بڑا باہمت اور غیور شخص ہے۔ کتنے تفنے پچھلے دنوں میں خون کے دباؤ نے بھی ستایا۔ لیکن اب طبیعت ٹھیک ہے۔ آپ کے سب بھائی اچھی طرح ہیں۔ ابوسعید انسداد رشوت ستانی کی کمیشن کے رُکن ہو گئے ہیں۔ اچھا مشغلہ ہے۔ ۵۰۰ روپیہ مہینہ معاوضہ بھی مل جائے گا یہ کمیشن چھ مہینے تو چلے گا۔ تجارت میں اُنھوں نے زیادہ روپیہ نہیں لگایا۔ پانچ چھ ہزار لگایا ہے۔ لیکن یہ رقم خطرے میں ہے ملکی تاجروں کی عیاریوں سے یہ واقف نہیں۔ حامد علی آتے رہتے ہیں۔ آپ کو سلام کہتے ہیں۔ احمد میرزا صاحب کے ہاں پھر چوری ہوئی۔ باہر کے تخت کی چادر، تکیے پاندان تھالی وغیرہ سب غائب، وہ چوری کے عادی ہو گئے ہیں۔ گھر کا ہی کوئی آدمی معلوم ہوتا ہے لیکن یہ بُرا ہوا کہ اب جلد جلد چوریاں ہو رہی ہیں۔ ان کی صحت ماشاءاللہ اچھی ہے۔ بلقیس کو کبھی کبھی جھٹکا لگ جاتا ہے۔ لیکن جب سے باہر والوں کا علاج شروع ہوا ہے طبیعت بہتر رہنے لگی ہے۔ محمد میرزا کی ریڑھ کی ہڈی جوڑ کے قریب بڑھ گئی ہے۔ بجلی کے عمل سے فائدہ ہوتا ہے اور کچھ سال کے بعد یہ شکایت خود بخود بھی چلی جاتی ہے۔ لیکن سکون ہونا چاہیے اور زندگی محتاط۔ حامد میرزا کی بیوی ان کی زندگی کو تلخ بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی۔ یہ جتنے حلیم الطبع، بردبار اور شریف ہیں، وہ اتنی ہی بے باک اور آزاد اب آپ امریکہ نہ جائیے۔ آئندہ سال جائیے اور حیدرآباد آ جائیے۔ اب ہم بڈھے ہوتے جاتے ہیں اور خبر نہیں کب کوچ کر دے۔ اس لیے ملنے کے موقع کو ضایع نہ ہونے دیجیے۔ یہ خط تو میں نے خانگی باتوں ہی سے بھر دیا۔ اچھا خدا حافظ۔

مخلص: غلام یزدانی ۱۳ر جولائی ۵۳ء

——(۶)——

بنام سجاد میرزا صاحب

میرے نہایت عزیز دوست:

عصمت پیش قدمی کر گئے۔ ان کا واقعہ بھی فرحت جیسا ہی ہوا۔ بدھ کے دن دس بجے میرے پاس آئے۔ تماشا کے لیے جو مضمون لکھے تھے، وہ سنائے۔ اس روز میرا ٹمپٹ نہیں آیا۔ ورنہ یہ قرار پایا تھا کہ میں گپتا کو لکھوں کہ گورنمنٹ انڈیا جو ایسے شعرا اور ادیبوں کی مدد کر رہی ہے جو اب افلاس کی لپیٹ میں آ گئے ہیں عصمت کے لیے بھی سفارش کر دے کہ سو روپیہ بطور مدد معاش مقرر ہو جائیں۔ اگر لکھتا بھی تو کیا ہوتا؟ البتہ "تماشا" کے پچھلے نمبر میں سالار جنگ میوزیم پر جو

اُنھوں نے نظم لکھی تھی اس کے صلے میں مہدی نے سو روپے منظور کر دیے۔ یہ خبر نہ تھی کہ یہ رقم ان کی تجہیز و تکفین پر خرچ ہوگی۔ رات کو تندرست سوئے۔ پچھلی شب رُخصت ہوگئے۔ ڈاکٹر منان کہتے تھے انجائنا کا دورہ تھا۔ ان کے سب ملنے والوں کو بے حد رنج ہے اور آپ کے صدمے کا اندازہ کرنا تو مشکل ہے۔ ایک چہکتا ہوا بلبل تھا۔ سب کو ہنسانا اور خوش رکھنا شیوہ تھا۔ زندگی کی کلفتوں میں گھرا ہوا تھا۔ لیکن اپنی ہمت اور جوانمردی سے کبھی افسردہ خاطر اور ملول نہ ہوتا تھا۔ اللہ مغفرت کرے آج شام کو سوم ہے۔ جاؤں گا۔ مجھے جمعرات کو بارہ بجے کے قریب خبر ہوئی اسی وقت گیا۔ میت گھر سے جا چکی تھی۔ وہاں سے ٹھیکی تیبل کی مسجد گیا اور میت کو دیکھا۔

اُردو ہال کے لیے اب نوتس نقشہ بنا رہے ہیں۔ حبیب الرحمان نے دُوسری جانب ایک قطعہ دے دیا ہے۔ پہلا قطعہ بے ڈھنگا تھا۔ سردست ایک ہال ۳۰ × ۲۰ فٹ بنا دیا جائے گا۔ بعد میں اس میں اضافہ ہو سکے گا۔ اس ہال پر سردست اسبسٹوز کی چھت ہوگی بعد میں پختہ کی جا سکے گی۔ بجلی وغیرہ کو شامل کر کے اکیس بائیس ہزار کا اندازہ ہے۔ ٹرسٹ کا مسودہ تیار ہو رہا ہے جو آپ کی منظوری کے لیے بھیج دیا جائے گا۔

آپ کے سب بھائی اور اُن کے اہل و عیال اچھی طرح ہیں۔ میڈم کا خط جرمنی سے آگیا کہ اس کو دو سو مارک وصول ہو گئے۔ نومبر سے احمد زاہد صاحب کو ڈھائی سو ماہانہ کی قسط ادا کرنی ہے۔

دُعاگو، غلام یزدانی ۳۰ر اکتوبر ۵۴ء

دل شاہجہاں پوری

(۱)

بنام سید دل محمد فضا جالندھری

دل نواز۔ سلام نیاز۔

مشاعرۂ نمائش اعلیٰ پیمانے پر ہوا جس کے حالات غالباً عابد صاحب کے خط سے آپ کو معلوم ہوئے ہوں گے۔ مجھ کو اس دوران میں دو مشاعروں کی صدارت کرنی پڑی۔ ایک ہائی سکول سیتاپور اور دوسرے مہرکھہ ضلع سیتاپور کی۔ بھاوجہ صاحبہ سے جو معاملات تصفیہ طلب تھے وہ طے ہو کر فیصلہ ثالثی غالباً دو ایک روز میں مرتب ہو جائے گا۔ پھر انشاء اللہ میری دُنیا سکون پذیر ہو جائے گی۔ مرزا جعفر علی خاں اثر لکھنوی کا مضمون اور ایک بلکہ دو مضمون اور ارسال ہیں۔ آخر الذکر دونوں مضمون میں بااطمینان نہ دیکھ سکا۔ کتابت کی غلطی پر نظر فرما لیجیے گا۔ جناب احسان صاحب کا مضمون "نگار" میں موجود ہے۔ اگر نقل میں طوالت ہو تو میں نقل کرا کر بھیج دوں۔ میری رائے میں احسان صاحب کے مضمون کے بعد اثر صاحب کا مضمون شائع ہو۔ احسان صاحب کے مضمون پر کوئی نوٹ نہ ہونا چاہیے۔ اثر صاحب کا مضمون تفصیلی نوٹ ہے۔

مجھ کو اس امر سے بھی اختلاف ہے کہ شعرائے دورِ حاضر سے میری شاعری کا تقابل کیا جائے۔ آئندہ جو مضامین وصول ہوں گے، روانہ کرتا رہوں گا۔ سہیل صاحب کو آج پھر عریضہ لکھوں گا۔ ناطق صاحب سے آپ تقاضا فرمائیے۔ عابد صاحب بہت سست ہیں اُن کو بھی چھیڑتے رہیے۔ میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ بتوسط جناب ناطق صاحب، عابد صاحب و . . . . . میں صلح ہو گئی۔

آپ کا پہلو نشین دل، شاہ جہاں پوری ۶ر اپریل ۳۰ء

(۲)

بنام سید دل محمد صاحب فضا جالندھری

دل نواز، سلام نیاز

عنایت نامہ پہنچا۔ شکریہ۔ آپ کی غزل ترمیم کے بعد ارسال ہے۔ بوجہ علالت جناب بھائی صاحب آج کل طبیعت کو سکون نہیں۔ ایسی حالت میں احباب کا کلام بگڑتا ہے بنتا نہیں۔ بہرحال تعمیلِ حکم میرا اخلاقی فرض ہے۔ مجھ

کو افسوس ہے کہ شاہجہان پور میں آپ کا تشریف لانا اس حالت میں ہوا جب کہ میں مجسم انتشار تھا۔ حواس پراگندہ، دل مضمحل طبیعت متردد، پھر احباب نوازی اور کسی مبحث پر اطمینانی گفتگو کیوں کر ہو سکتی تھی، جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ تحریر میں کچھ مزاحیہ انداز بھی ہو۔ میرے اخلاقِ مجسم دوست آپ کے حکم کی تعمیل سر آنکھوں پر، مگر طبیعت پر جو انتشار کا اثر ہے اُس کی وجہ سے لب بھی تبسم سے آشنا نہ رہے۔ گو میں جناب سے بہت دُور رہوں مگر بوجہ اتحاد و خلوص قریب تر ہوں۔ ذرا بائیں پہلو کی طرف غور کیجیے۔ کوئی چیز دھڑکتی ہوئی محسوس ہوگی وُہی میں ہوں۔ قدر انداز نگاہوں کا مجروح، شکوہ سنج گردشِ تقدیر، عشاق کی نظروں میں لائقے، جو ہزاروں مرتبہ پامال ہوا مگر پھر بھی موجود ہوں یعنی دل۔ جناب کا مرسلہ عالمگیر بھی پہنچا۔ مزید شکریہ۔ مجھ کو آج کل رُلاتا آتا ہے ہنسانا نہیں۔ دُعا کیجیے کہ انتشار رفع ہو پھر آپ کے دربار کا ——— انشاء اللہ خاں بن جاؤں گا یا نیو الفریڈ کمپنی کا سہراب جی۔ سب سبھا اسکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب میرے خاص عنایت فرما ہیں، بہت شکوہ کرتے رہے فرمایا کہ جس وقت شبیر حسن سارٹیفکیٹ لینے آیا تھا میرے آنسو نکل آئے مگر قواعد سے مجبور تھا۔ یہاں بھی تعداد طلباء پوری ہو چکی ہے۔ انسپکٹر صاحب کو ہیڈ ماسٹر صاحب نے داخلہ کے متعلق مناسب سفارش کی ہے۔ غالباً سہ شنبہ تک جواب آجائے گا۔ جناب ریاض خیر آبادی کا خط آیا ہے خیریت ہے۔ یہاں بھی دو ایک مرتبہ بارش ہوئی مگر قلت کے ساتھ۔ مثنوی کے متعلق جواباً گزارش ہے کہ مثنوی کی تنظیم واقعہ نگاری پر مبنی ہے۔ کسی بحر کی تخصیص نہیں۔ ہر شعر ایک بحر میں جُدا جُدا قوافی کے ساتھ نظم کیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں باعتبار فصاحت بیان میر حسن دہلوی کو فضیلت ہے۔ اس کے بعد گلزار نسیم، شبیر حسن سلمہ سلام عرض کرتا ہے۔

دل شاہجہاں پوری۔ ۲۴ ر جولائی ۳۳ء

(۳)

بنام سید دل محمد فضا جالندھری

دل نواز۔ سلام اشتیاق انضمام

نوازش نامے پہنچے۔ شکریہ۔ کل بتاریخ ۷ راگست برخوردار شفیق حسن سلمہ کی تقریب مکتب ہے۔ گو بوجہ علالت جناب بھائی صاحب کوئی خاص انتظام نہیں تاہم مصروفِ کار ہوں۔ جناب جلیل و حضرت ریاض و مرزا یگانہ وغیرہم کو ابھی نغمۂ دل کی رائے کی بابت خطوط نہیں لکھے ہیں، انشاء اللہ تعالےٰ جلد از جلد اظہار رائے کی استدعا کروں گا۔ عابد صاحب کو آپ کا ملفوف دے دیا، وہ براہِ راست جواب لکھیں گے۔ برخوردار شبیر حسن سلمہ کو مضمونِ خط سُنا دیا۔ برخوردار سلام عرض کرتا ہے۔ مکرمی جناب عزیز لکھنوی کا خط ارسال ہے۔ اس پتہ سے جناب آں موصوف کو خط لکھ سکتے ہیں۔ شامی صاحب سے ضرور تحریک کیجیے۔ پیشتر علالت کا عذر تھا اب دیکھیے بہ حالتِ صحت یہ نتیجہ حاصل ہو۔

فغانِ شوق کو مانع نہیں وصّل یہ نکتۂ عندلیب زار سے پوچھ

اس شعر کا مفہوم ادق نہیں ہے۔ مصرعِ ثانی مبنی بر واقعہ ہے۔ شاعر نے فغانِ شوق کہا ہے' فغانِ غم نہیں۔ اس کی شرح یُوں کیجیے۔ وصل کی لذت مشغلۂ فغانِ شوق کو مانع نہیں۔ بحالتِ وصل فغانِ شوق کیا بلکہ خلوصِ عشق کی دلیل ہے عاشقِ صادق معشوق سے ہم آغوش ہو کر بھی فغاں کر سکتا ہے مگر وہ فغاں' شوق کی فغاں ہوگی غم کی نہیں۔ اس نکتہ کو عندلیبِ زار سے سُوجھایا گیا ہے۔ یعنی تصدیق کی گئی ہے۔ عندلیب شاخِ گل پر بیٹھ کر جب رنگ و بوئے گل سے لُطف اندوز ہوتی ہے تو بیگانۂ ہوش ہو کر فرطِ شوق میں فرشِ خاک پر گر جاتی ہے۔ یہ واقعہ ہے۔ شبہ یہ تھا کہ بحالتِ ہجر فغاں کی ضرورت تھی۔ بحالتِ وصل جائے تعجب ہے مگر فغانِ شوق پر نظر کرتے ہوئے اور عندلیب کی فطرت سے باخبر ہو کر کہ وہ بحالتِ وصل فرطِ شوق میں ضبطِ عشق نہیں کر سکتی۔ مفہوم کے متعلق غالباً کوئی شبہ نہیں رہ سکتا۔ انتہائی عشق کی دلیل ہے کہ بحالتِ وصل بھی عاشق فغانِ شوق کرنے لگے۔ میری اس شرح کو پیشِ نظر رکھ کر آپ شعر پڑھیے' مطلب واضح ہو جائے گا۔ آپ کے مصرعوں پر دو مصرعے نظم کر دیے ہیں اگر پسند ہوں تو بحالتِ اطمینان مکرر نظر کی جائے گی۔ اس وقت قلم برداشتہ لکھ دیے ہیں۔ نظم برشگال کی فرمائش جلد از جلد مکمل کر کے ارسال کروں گا۔ داستان زندگی پر ابھی توجہ نہیں کی ہے آج کل بیگانۂ شاعری ہوں۔ آپ کے مُرسلہ کارڈ میں ایک فقرہ ہے۔ نیچرل شاعری کے عاشقوں نے ایک مشاعرہ موسم برشگال پر (دُنیائے ادب میں عدیم المثال منعقد کرنے کا تہیہ کیا ہوا ہے) اہلِ زبان اس محل پر تہیہ کیا ہے لکھتے ہیں۔ تہیہ کیا ہوا۔ پنجابی زبان ہے۔ بہ نظرِ اخلاص یہ نوٹ لکھتا ہوں۔ تخم تربوز جڑ کالی کا انتظار ہے۔

نیاز کیش : دِل شاہجہان پوری۔ ۶ راگست ۳۳ء

—(۴)—

بنام سیّد دِل محمد فضا جالندھری

دِل نواز۔ سلام نیاز۔

یاد فرمائی کا شکریہ۔ میرا اضطراب ابھی تک مائل بہ سکون نہیں ہوا۔ ۲۳ ستمبر سے جناب بھائی صاحب کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی۔ کثرتِ اسہال اور تپ شدید نے بے حد مضمحل کر دیا۔ خطرناک حالت تھی لیکن آج کچھ سکون ہے۔ مرض میں کوئی صُورتِ افاقہ نہیں۔ واللہ اعلم غزل مُرسلہ بگڑی یا بنی۔ صرف تعمیلِ حُکم کی گئی۔ جناب نے میرے ایک شعر پر استفسار فرمایا ہے۔ افسوس ہے کہ آپ نے ایک اسکول کے ٹیچر کی حیثیت سے الفاظ پر نظر نہیں کی۔ ورنہ یہ خطرہ پیدا نہ ہوتا۔ میں بشر ہوں اور غلطی سرشتِ بشر ہے۔ مگر میں بوقتِ نظمِ شعر کے ہر پہلو پر غور کر لیتا ہوں۔ اسکول کے طلبہ کو علمِ ہندسہ کی جب تعلیم دی جاتی ہے تو وہ اکثر سطح کی تعریف یُوں یاد کرتے ہیں۔ سطح اس کو کہتے ہیں جس میں طول اور عرض ہو گہرائی نہ ہو۔ اب میرے شعر کو پیشِ نظر رکھیے ؎ دیکھا تو سطحِ بحر کی حد میں حیات ہے قطرہ حباب بن کے جو اُبھرا فنا ہوا اگر حد کی جگہ تہ کیا جائے تو سطح بیکار ہو گیا۔ سطح کے نیچے تہ کہاں؟ تہ گہرائی کو کہتے ہیں۔ اگر سطح کی جگہ کوئی اور مناسب

لفظ بحر کے ساتھ نظم کیا جائے تو یہ اعتراض وارد ہوگا کہ قطرہ کی حیات مجرد تہ میں نہیں۔ بحر کی تہ اور سطح آب تک جب تک کہ شامل آب ہے ذی حیات کہلائے گا۔ جب سطح آب سے بحالت حباب اُبھرے گا فنا ہو جائے گا۔ غالباً مذکورہ شرح کے بعد سطح اور حد کی ضرورت نظم سے آپ کو وہ خطرہ رفع ہو جائے گا۔ میں نے سفینۂ سہنا اسکول کے لیے ۲۲ شعر نظم کیئے تھے چودہ اپنی غزل میں شامل کر لیے باقی نظرِ احباب ہو گئے جو میرے نہیں، ہے لہذا بلحاظِ مصلحت ان کی نقل کیا پیش کر سکتا ہوں۔ اس مشاعرہ کا پرچہ چھپے گا ایک پرچہ جناب کی خدمت میں بھی بھجوا دوں گا۔ جناب نے ایک مرتبہ مسدس کے متعلق استفسار فرمایا تھا اس کے لیے تناسب و شکوہ الفاظ اور ترتیب اور بند مربوط ہونے کی ضرورت ہے ٹیپ کا شعر زیادہ بلند ہونا چاہیے۔ ہر صنف کلام کے لیے کوئی قانون نہیں۔ شاعر کی طبیعت خود مصلح ہے۔ اساتذہ کے واسوخت اور دبیرؔ اور انیسؔ کے مراثی مطالعہ کرنے سے شاعر کو احساسِ مسدس ہو جاتا ہے۔ جناب صفیؔ اور مرزا یگانہؔ کے خطوط کی نقل ارسال ہے۔

مولوی اقبال احمد صاحب سہیل ایم۔ اے۔ ایل ایل بی ایک مقدمے کی پیروی میں شاہجہان پور تشریف لائے تھے۔ غریب خانہ پر تشریف لائے، کلام سنا۔ سہیل صاحب وہی ہیں جنھوں نے نشاطِ روح دیوانِ اصغرؔ پر بسیط تبصرہ لکھا ہے۔ نقادِ سخن ہیں۔ فرمایا کہ نشاطِ رُوح کے بعد اکثر نکاتِ ادب میرے پیش نظر تھے اب آپ کے کلام کی تنقید میں ان کو پیش کروں گا۔ وعدہ فرما گئے ہیں کہ نغمۂ دل پر بسیط مضمون لکھوں گا۔ مرزا احسان احمد صاحب بھی مضمون لکھ رہے ہیں۔ یہ دونوں تحریریں آنے پر نقل ارسال کروں گا۔ ریاضؔ صاحب کا محبت نامہ آیا ہے وہ بھی براے جلد ارسال فرمائیں گے۔

نیاز کیش: دلؔ شاہجہاں پوری۔ ۳۰ ستمبر ۴۳ء

—(۵)—

بنام سید دل محمد فضاؔ جالندھری

مخلص اربابِ وفا جناب فضاؔ بسلام و دُعا۔

میری زندگی جس دور میں گزر رہی ہے سراپا درد مجسم امراض گویا پیکرِ آلام اور افکار ہوں۔ ایک شکایت ہو تو بیان کی جائے۔ جنوری کا مہینہ، شدت کی سردی، ایسی حالت میں خفقانی کیفیت تکلیف دہ توہمات ہر وقت سوہانِ رُوح۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا تھا اور اب کیا ہوں؟ اس پیرانہ سالی میں رفیقۂ حیات کی دائمی مفارقت ناقابلِ برداشت صدمہ ہے مگر بجز صبر و شکر کوئی چارہ نہیں۔ صبر مجبوری کا نام ہے۔ صفحۂ ہستی پر ہر نقش مجھ کو نقشِ حسرت نظر آتا ہے۔ کوئی مسرت کی صُورت نہیں۔ بہر حال آپ کے اخلاص اور محبت کا منت پذیر ہوں۔ علامہ سر اقبالؔ مرحوم کی فاضلانہ اور فلسفیانہ شاعری پر تبصرہ بحالتِ ضعفِ دماغ و اختلاجِ قلب میرے لیے دُشوار ہے۔ اگر طبیعت کو کچھ سکون ہوا اور مادۂ تاریخ کہہ سکا تو اس ادبی خدمت پر اظہارِ خیال کروں گا۔ مرحوم کی شاعرانہ عظمت تسلیم، ہر شعر اخلاقی درس اور ہر مصرع

ادب آموز ہے۔

میں اول مرتبہ جب بغرض شرفِ زیارت حضرت امیر علیہ الرحمۃ رامپور حاضر ہوا تھا تو فصیح الملک داغ مرحوم حیدر آباد جا چکے تھے۔ حضرتِ پاک ۰۷ سال سے متجاوز ہو کر انتقال فرما گئے۔ سید حسین احمد نام تھا۔ حضرت غوث پاک کی اولاد سے تھے۔ اپنے والد کے خلیفہ اور سجادہ نشین سلک طریقت میں تھے۔ کہنہ مشق اور خوش فکر شاعر تھے۔ میرے مخلص تھے۔ اکثر باہر کے مشاعروں میں ساتھ رہا۔ برخوردار شبیر حسن و شفیق حسن سلمہما سلام کہتے ہیں۔ مشاہیر کے خطوط کی نقل برخوردار شفیق حسن سلمۂ کے ذمہ ہے۔

نیاز مند: دل شاہجہان پوری۔ ۲۱ر جنوری ۵۲ء

—(۶)—

بنام سید دل محمد فضا جالندھری

عزیزی۔ السلام علیکم۔

امراض، افکار، آلام، میری فطرتِ ثانیہ ہو چکے ہیں۔ لہٰذا بار بار شکوہ بے کار ہے۔ بہرحال تاخیر جواب کا کوئی سبب ہوتا ہے۔ ہمایوں مرسلہ رجسٹرڈ پہنچا۔ شکریہ۔ بواسیر تو اسیر تکلیف دہ امراض ہیں۔ اسباب بھی مختلف ہوتے ہیں۔ مقامی ڈاکٹر یا طبیب سے رجوع کرنا بہتر ہے۔ میں دیگر مجربات بھیج سکتا ہوں مگر طریقہ مذکورہ بالا بہتر ہے۔ سسرال مونث ہے۔ ہجر مرحوم کی اولاد ذکور میں غالباً ایک پسر ہے، نام معلوم نہیں۔ پتہ یہ ہے: بالائے قلعہ شاہجہان پور۔ عابد صاحب کا محلہ بارڈزئی اوّل ہے۔ آپ کے خطوط ضرور پہنچے مگر جواب دینے میں وہ بہت کاہل واقع ہوئے ہیں۔ پھر ان کو لکھے میں کہہ چکا ہوں۔ برخورداران کو میری طرف سے دعا کہیے۔ برخوردار شبیر حسن اور شفیق حسن سلام کہتے ہیں۔ علاوہ شکایات قدیم کے تنہائی میرے لیے بہت مصیبت ہے۔ خدا رحم فرمائے۔

مرسلہ: دل شاہجہان پوری۔ یکم اکتوبر ۵۲ء

—(۷)—

بنام مولوی ضیاء احمد صاحب بدایونی

دل نواز محترم۔ السلام علیکم۔

گرامی نامہ باصرہ نواز ہوا۔ پرخلوص تحریر کا شکریہ۔ جوہرِ کامل کے آئینہ دل میں ہر عزیز تصویر خوش نما نظر آتی ہے یہ آئینہ کی خوبی ہے نہ تصویر کی؟ — من آنم کہ من دانم۔ مدت سے جناب کی خاندانی قابلیت اور ادب نوازی کا معترف ہوں گو شرف نیاز اب تک حاصل نہ ہوا تھا۔ محترم آفتاب احمد صاحب کے زمانہ قیام شاہجہان پور تک اکثر نیاز حاصل ہونے کی امید سے دنیا بدل گئی۔ دنیا کے نقش و نگار بدل گئے۔ وہ پُرسکون زندگی اب کہاں! خصوصاً ہم لوگوں کے لیے ؎

کچھ نقشے دل پہ جو نقشے مقدر نے مٹا ڈالے   فقط ان واقعاتِ زندگی کی یاد باقی ہے

ضعفِ بصارت نے تحریر سے بھی معذور کر دیا ہے۔

نیاز کیش: دل شاہجہان پوری، ۱۰ جنوری ۵۴ء

—(۸)—

بنام سید دل محمد فضا جالندھری

عزیزی جناب فضا تسلیم۔

رجسٹر ڈ پہنچا شکریہ۔ میرے پاس جو مسودے موجود ہیں ان میں سے ضروری اضافہ کر لوں گا۔ یہ عریضہ آپ کے نام سے شامل ہوگا۔ سر سلیمان صاحب مرحوم کی اصلی تحریر میرے پاس سے گم ہوگئی، نقل جلد ارسال کیجیے۔ جوش صاحب کی تحریر آپ کی مرسلہ کافی ہے۔ موقع ہوا تو جانشینی سے متعلق بھی لکھا لیا جائے گا۔ میں آخر اکتوبر تک لکھنؤ جاؤں گا۔ اثر صاحب کا خط آیا ہے کہ میرے یہاں قیام کیجیے، وقت اطلاع اسٹیشن پر ملوں گا۔

مرکزی حکومت نے جناب بھائی نوح صاحب کے لیے ایک سو پچیس روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر کیا ہے۔ میں نے مبارکباد لکھی ہے۔ سردار جگت سنگھ کو ایک سو ماہوار۔ اس طرف بھی ضروری خط و کتابت قائم رہے گی۔ واپسی لکھنؤ پر متعلق طباعت نغمۂ دل مطلع کر دوں گا۔ برخورداران سلام کہتے ہیں۔ برخوردار اعجاز سلمہ کو دعا۔ آپ کا نعتیہ کلام کچھ سردی پڑنے لگے تو دیکھوں گا۔ بالفعل بوجہ شدتِ موسمِ گرما طبیعت بے کیف رہتی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ نغمۂ دل و ترانۂ دل آپ اچھا پائیں گے۔

دل شاہجہاں پوری۔ ۲۱ ستمبر ۵۴ء

اثر لکھنوی

بنام احسن از نقوی

کشمیری محلہ لکھنو

۲۴ نومبر ۱۹۵۱ء

عزیزی سلمہ۔ تمھارے استفسارات کے جوابات حاضر ہیں۔ پرسوں اس سے قبل کے خط کا جواب دے چکا ہوں:

۱۔ صحیح لفظ ستوانسا ہے نہ کہ سنتوانسا۔ جو بچہ حمل کے ساتویں مہینے پیدا ہو اسی طرح اٹھوانسا جو آٹھویں مہینے پیدا ہو پچوانسا کوئی لفظ نہیں نہ اتنی مدت میں زندہ بچہ پیدا ہو سکتا ہے۔

۲۔ ہم گھنوا[1] نہیں بلکہ گنایا مُوا کہتے ہیں

۳۔ STILL BORN CHILD کے لیے کوئی لفظ نہیں یہی کہیں گے کہ مرا ہُوا بچہ پیدا ہُوا۔ بے جان بچہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

۴۔ سوَر زچہ خانہ ہے۔

۵۔ پنجیری کے اجزا کوندتاں لکھانا۔ پستے، بادام اور سونٹھ کے علاوہ روا اور شکر بھی ہیں اور گھی جس میں پنجیری بھونی جاتی ہے اس کے قریب قریب سٹورا بھی ہے پنجیری بھُربھُری ہوتی ہے اور سٹورا لچلچا۔ زچہ خانہ کی اور اغذیہ بچے کی گھٹی کے علاوہ اچھوانی اور کاڑھا ہیں۔ اچھوانی ایک قسم کی یخنی ہے۔ کاڑھے میں مقوی اور رادع قبض جڑی بوٹیاں ہوتی ہیں۔ نسخہ معلوم نہیں۔

۶۔ صحیح لفظ چھٹی بلا تشدید ہے اسی طرح چھلّے نہیں بلکہ چلّے ہے۔ چھٹی ولادت کے بعد چھٹے دن کے رسوم اور چلّے چالیسویں دن کے رسوم کو کہتے ہیں۔

۷۔ "چھوچھک" ہم میں رائج نہیں۔ "چھٹی آنا[2]" کہتے ہیں۔

۸۔ غوں غٹے[3] ...... گھونسے کھاؤ" کی جگہ ہم لوگ اغوں غٹے میاں مارسے میرے ٹھٹھے کہتے ہیں۔

---

[1] گھنوا ــ اطرافِ لکھنو میں بولا جاتا ہے۔ پاؤں ذرا ٹیڑھا ہو جاتا ہے اس کو گھنوا کہتے ہیں۔ (احراز)

[2] پہلوٹھی (یعنی پہلا بچہ) کا بچہ جب چھ دن کا ہو جاتا ہے تو عزیز واقارب بچے کے لیے کپڑے اور کھلونے اور مٹھائی لاتے ہیں۔ (احراز)

[3] بچہ کا جب بولنا شروع ہوتا ہے اور آغوں آغوں کرنا شروع کرتا ہے تو اس وقت بچے کو مخاطب کرکے بڑے لاڈ سے یہ بول ادا کیے جاتے ہیں۔ آغوں غٹے نبوا نار کھٹے۔

لوری " آجا ری نندیا[1] . . . . . " ہم میں بھی ہے۔
ماں روتے بچے کو بہلاتے ہیں ——— اگلا جھوٹے[2] ——— الخ نہیں کہتی بلکہ دو بچے ایک دوسرے کے کان آہستہ سے پکڑ کے جھومتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں اگلا جھولے بگلا جھولے ساون ماس (مانس[3] نہیں ہو یا کہ تم نے لکھا ہے۔) کریلا پھولے۔
کود بچھیڑے کودے[4] ——— الخ ہم میں بھی تھے۔
جو پھوار لگا کتنا منتا ——— الخ تم نے لکھا ہے میں نے نہیں سنا۔ اس کی جگہ ماں بچے کو گھٹنوں پر لے کر کہتی ہے جھوم رے ہاتھی جھوم مورا منتا ہاتھی جھوم۔ پھر دھن بدلتی ہے۔ ہاتھی جھومتا بھلا کھاتا قند کا ڈلا۔ پیتا دودھ کا کٹورا۔
دوسری صورت یہ ہے کہ بچے کی بغل میں ہاتھ دے کر اس کو اونچا کرتے وقت کہتے ہیں کہ پردے کے دیکھو پردے ہو جاؤ کوٹھے پر مزدور چڑھتے ہیں۔ پھر پرانی دیوار گرتی ہے اڑاڑا دھڑام کہہ کر بچے کو فرش پر لٹکا دیتے ہیں[5]۔
۹۔ بچے کا منہ دھلاتے وقت البتہ کہتے ہیں۔ "کچی کچی کوا کھائے دودھ بھات منا کھائے۔"
۱۰۔ ہم "چیل چلو چیل چلو" نہیں کہتے بلکہ انڈے بچے والی چیل چلہو رکہتے ہیں۔

---

[1] لوری کے ابتدائی بول یہی ہیں ——— "آجا ری نندیا تو آ کیوں نہ جا۔ میرے بھیا کی آنکھوں میں گھل مل جا۔" یہ ہر لوری گانے سے پہلے "الکھڑے" کے طور پر ادا کیے جاتے ہیں۔

[2] اگلا جھولے بگلا جھولے ساون ماس کریلا پھولے۔

[3] صحیح لفظ "مانس" (मांस) ہے جو ہندی سے لیا گیا۔

[4] بچہ جب کسی کے سہارے سے ہمکنا شروع کرتا ہے تو پھر بول بڑی جلدی جلدی نیم ترنم سے ادا کیے جاتے ہیں ——— کود بچھیڑے کود تری بلیوں بٹیں دودھ۔

[5] بچے کے ہاتھ پیر جب مضبوط ہو جاتے ہیں تو اس وقت گھٹنے سمیٹ کر اس پر بچے کو اوندھا لٹا دیتے ہیں۔ اور پھر گھٹنے ہلا ہلا کر ایک ایک کے ساتھ یہ بول ادا کرتے ہیں ——— کھنتا منتا ——— کوڑی پستا ——— کوڑی لے میں نے گھسیارے کو دی۔ گھسیارے نے مجھے گھاس دی۔ گھاس لے میں نے گائے کو دی۔ گائے نے مجھے دودھ دیا۔ دودھ کی میں نے کھیر پکائی۔ کھیر لے میں نے بھیا کو کھلائی (پھر پورے کنبے کا ایک ایک نام لے کر کہتے ہیں کہ ——— کو کھلائی) اور بچی کچھی کتا آیا سو کھا گیا۔ تلی آئی چاٹ گئی ——— اس کے بعد گھٹنوں کے ذریعے بچے کو اونچا کرتے ہیں اور یہ بول اونچی آواز کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ راجا کی برات جاتی ہے دھنو تو دھنو تو، پھر بول کا رخ بدل کر کہتے ہیں۔ بڑھیا اپنے بال بچے سنبھال، بنا محل بنتا ہے ——— اور پرانا گرتا ہے اڑاڑا ڈھڑام اور یہ کہہ کر گھٹنوں کو نیچا کر کے ایک بار گھٹنوں کو داہنے جانب جھکاتے ہیں اور دوسری بار بائیں جانب جھکاتے ہیں۔ بچہ اس کھیل سے بہت ہی خوش ہوتا ہے۔

۱۱۔ کھیر چٹائی[1] کی رسم اس وقت ہوتی ہے جب بچہ سال بھر کا ہو جاتا ہے۔ یہ دودھ بڑھائی کا پیش خیمہ ہے۔ تین چار برس کی عمر تک انتظار نہیں کیا جاتا۔ کنبو[2] اور نکیبو[3] سے میرے کان آشنا نہیں۔ یہ ہندوانی رسمیں معلوم ہوتی ہیں۔ روزہ کشائی درست ہے۔

۱۲۔ عیدی درست ہے۔

۱۳۔ تیوہاری عید کا ہندوی مرادف ہے (صحیح لفظ تیوہاری[4] ہی ہے۔ عام تہواری)

۱۴۔ تمہارے مذکورہ رشتوں پر موقوف نہیں۔ ہر دلہن یا بیوی اپنے شوہر کے اعزہ کو اسی رشتے سے مخاطب کرتی ہے جو کہہ کر اس کے سسرال والے پکارتے ہیں۔

۱۵۔ سبیل کے کونڈوں کا وہی مطلب ہے جو تم نے لکھا ہے باقی کونڈوں میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی قید نہیں۔ ہر امام یا پیر کے کونڈے مانے جا سکتے اور رکیے جا سکتے ہیں۔

۱۶۔ تمہارا بیان کردہ مفہوم صحیح ہے۔ گور کی جگہ قبر زیادہ مستعمل ہے۔

۱۷۔ ہم اول منزل اتارنا نہیں بلکہ اول منزل بھیجنا یا پہنچانا یا کرنا کہتے ہیں[5]

اثر

بنام احراز نقوی

(۲)

کشمیری محلہ۔ لکھنو

۲۵ مئی ۱۹۵۹ء

عزیزی احراز سلمہ۔ دعا

تمہارا خط ملا۔ بہت خوشی ہوئی۔

میری صحت بدستور خراب ہے مگر تیر کے خلاف جب کچھ سنتا ہوں تو میرا قلم نہیں مانتا اور کچھ نہ کچھ لکھ مارتا۔ ڈاکٹر صاحب[6]

---

[1] اثر صاحب کو شاید تسامح ہوا ہے کہ کھیر چٹائی کی رسم پانچویں یا چھٹے مہینے ہوتی ہے۔ ایک سال کے بعد تو ماشاء اللہ بچہ اچھا خاصا ٹھونگنے لگتا ہے کھیر چٹائی کی رسم کا مطلب بچے کا منہ جھٹالنا ہوتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ بچے کو چیزیں چکھانے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ ایسی رسم کو "منہ شروعے" کی رسم بھی کہتے ہیں۔ (احراز)

[2] [3] کنبو کان چھیدنے کی رسم نکیبو۔ ناک چھیدنے کی تقریب ہندوؤں میں ان رسموں کا رواج سنا نہیں۔ (احراز)

[4] تیوہاری کا عیدی سے کوئی تعلق نہیں یہ عیدی سے مختلف ہے۔ وہ رقم جو عید کے موقع پر تقسیم کی جاتی ہے اس کو "عیدی" کہتے ہیں۔ اور تیوہاری کھانے کی شکل میں بیاہی لڑکیوں کو اور پرجا پچھاروں (نوکر ملازمیں) کو دی جاتی ہے۔ (احراز)

[5] یعنی مردے کو دفن کرنا۔ (احراز) [6] ڈاکٹر سید عبداللہ (احراز)

کی کتاب پڑھی سے اقبال تک پڑھی۔ اس میں بھی میرؔ کے خلاف بہت کچھ زہر اگلا ہے۔ میں نے جواب دیا ہے مگر مضمون بہت طویل ہو گیا ہے اندازاً بیس صفحوں پر ختم ہوا ہے۔ چاہتا ہوں کہ پورا مضمون یک لخت شایع ہو۔ نیرنگ خیال میں ایک صاحب کا مضمون میری شاعری پر باقساط نکل رہا ہے۔ اس میں بھیجنا اچھا نہیں معلوم ہوتا اور کوئی رسالہ سمجھ میں نہیں آتا۔ تم کوئی تجویز کرو تو اس میں بھیج دوں یا مضمون تمھارے پاس بھیج دوں تم کسی رسالے کے سپرد کر دو۔

تمھارے مضمون اکثر رسائل میں پڑھتا رہتا ہوں اور تمھارے سفید ی شعور کی داد دیتا رہتا ہوں۔ شکیبؔ کبھی کبھی آتے ہیں اور تمھارا تذکرہ رہتا ہے۔

خدا تم کو بصحت و عافیت اور فائز المرام رکھے۔ فقیؔ کو دعا۔

اثرؔ

(۴)

بنام احمرؔاز نقوی

کشمیری محلہ۔ لکھنؤ

۵ مارچ ۱۹۶۲ء

عزیزی احراز سلمہ۔ دعا

تمھارا خط ملا۔ ادھر دراصل میری طبیعت زیادہ خراب رہی اور خراب ہے۔

تمھارے استفسارات کا جواب تحریر کرتا ہوں۔ سہولت کے لیے تمھارا خط بھی واپس کرتا ہوں۔

۱۔ خیال نہیں کہ پہلی غزل[۱] کب کہی اور وہ کہیں چھپی تھی یا نہیں۔

۲۔ یہی حال پہلے مضمون[۲] کا ہے۔

۳۔ بہت سا کلام[۳] اب تک غیر مطبوعہ ہے۔

۴۔ میرؔ کے[۴] علاوہ سوداؔ۔ انشاؔ۔ جراتؔ۔ آتشؔ۔ تعشقؔ اور نہ معلوم کتنے شاعروں نے مجھے متاثر کیا۔

۵ - ۶ - میرؔ کے یہاں معائب بھی ہیں مزامیر (انتخاب کلام میر) کے مقدمے میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ میرؔ کے کلام کا ایک

---

[۱] آپ نے پہلی غزل کب کہی؟ (احراز)

[۲] پہلا مضمون کب لکھا اور کہاں چھپا؟ (احراز)

[۳] آپ کے غیر مطبوعہ کلام کی کیا تفصیل ہے؟ (احراز)

[۴] میرؔ کے بعد کوئی اور بھی شاعر ہے جس نے آپ کو متاثر کیا؟ (احراز)

[۵] میرؔ کے محاسن کے علاوہ کیا میرؔ کے معائب بھی آپ کو کہیں نظر آتے ہیں؟ (احراز)

[۶] کیا کبھی آپ نے میرؔ کے معائب پر بھی کچھ روشنی ڈالی ہے؟ (احراز)

قلیل حصہ پست و مبتذل ہے جس میں لڑکوں کی تعریف بھی شامل ہے۔ میں نے اس کی جرح و قدح کو ایک خاص قسم کے ناقدین ادب و ماہرین فن کے لیے چھوڑ دیا ہے اور خذ ما صفا ودع ما کدر پر عمل کیا۔

۷۔ میر اور غالب دونوں مشہور ہیں کون زیادہ مشہور رہے اس کا انحصار مردم شماری پر ہے۔ ایک بدیہی امر یہ ہے کہ کوئی سربرآوردہ شاعر (غالب سمیت) ایسا نہیں جس نے میر کو نہ سراہا ہو۔ کیا غالب کے متعلق یہ بات کہی جا سکتی ہے؟

۸۔ کوئی شاعر ایسا نہیں جس کے کلام پر تنقید کی ہو اور معائب کے ساتھ اس کے محاسن بھی نہ گنوائے ہوں یہ بیان غلط ہے کہ میں نے ہمیشہ نزاعی امور پر تنقید کے لیے قلم اٹھایا ہے۔ میری تنقیدوں کے دو مجموعے شایع ہو چکے ہیں ان کو دیکھنے سے میرا ادعا پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے گا۔ تمھاری سہولت کے لیے عنوانات درج کیے دیتا ہوں

(۱) ظرافت نگاری (۲) دیوانِ نوشاد (۳) شاعر کی رائیں (۴) نظیر اکبر آبادی پر ایک سرسری نظر
(۵) بالِ جبریل اور معترضین (۶) اقبال کے نظریہ خودی کا ارتقا (۷) مومن کے بعض شعار
(۸) نقش و نگار (اثر کے تنقیدی مضامین)

(۱) چکبست کی شاعری (۲) ایک خط کا بازیافتہ مسودہ (۳) اقبال اور انداز بیان (۴) رم جھم (۵) روحِ نشاط پر ایک نظر (۶) ناسخ اور آتش سے پیشتر کا ایک لکھنوی شاعر (۷) غالب کے بعض اشعار کے مطالب — (چھپا ہے) ایک پشتارہ غیر مطبوعہ (یعنی کتابی صورت میں نہیں) رواروی میں جو نام یاد آتے ہیں لکھے دیتا ہوں۔ سردار جعفری فیض۔ آنند نرائن ملا۔ ندیم قاسمی۔ یوسف ظفر۔ علی اختر حیدر آبادی وغیرہم۔

بات یہ ہے کہ انسان کی فطرت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ اپنے خلاف کچھ سننا نہیں چاہتا جو تعریف کی گئی وہ تو بھول جاتا ہے اور جو نکتہ چینی کی گئی وہ یاد رکھتا ہے نغمی سلمہ کو دعا

خیر طلب اثر

(۴)

بنام احـــرار نقوی

کشمیری محلہ۔ لکھنؤ

۲۹ نومبر ۱۹۶۱ء

پیارے احرار

تمھارا خط کیا ملا گویا کثیر دولت مل گئی۔ میں تمھاری خیریت دریافت کرنے کے لیے بیتاب تھا مگر تمھارا پتہ یاد نہیں رہا تھا۔ اور ہاتھ مل کے رہ جاتا تھا۔ الحمد للہ تمھارا خط ملا اور شکر خدا بجا لایا۔

---

[۱] کیا یہ درست نہیں ہے کہ غالب میر سے زیادہ مشہور ہوا اور اس کے اثرات شاعری میں بہت دور رس ثابت ہوئے۔ (احرار)
[۲] لوگوں کا خیال ہے کہ آپ اور مولانا اختر علی تلہری نزاعی تنقید کے قائل ہیں۔ آپ لوگوں کا تنقیدی سرمایہ اسی میلان کا مظہر ہے۔ (احرار)

میری حالت بدستور ہے نہ مرتا ہوں نہ جیتا ہوں، بصارت بھی جواب دے رہی ہے ۔ خیر بہر حال خدا کا شکر ہے، یہی کیا کم ہے کہ تمھاری اور بعض دیگر حضرات کی یاد میں زندہ رہوں گا؛

تمھارے استفسار سے خوش ہوا لکھنو میں عام طور سے "پاؤں کے نیچے سے زمین نکلی جاتی ہے" بولتے ہیں۔ یوں بھی بولتے سنا ہے۔ "پاؤں تلے سے زمین سرکی یا نکلی جاتی ہے ۔ بعض لوگ پاؤں کی جگہ پیروں بولتے ہیں "پاؤں تلے سے نکلی جانا بھی[1] بعض عورتیں بولتی ہیں ۔ عام محاورہ ہے" پاؤں کے نیچے سے زمین نکلی جاتی ہے" خواجہ وزیر کا شعر بھی ہے ؎

زمیں بھی نکلی جاتی ہے میرے پاؤں کے نیچے سے
مجھے مشکل ہوا ہے سا قد دینا اپنی منزل کا!

خدا تمھیں سلامت رکھے اور اپنے مقاصد میں کامیاب رہو ۔ آمین ۔

تمھارا دور افتادہ اثر

---

[1] فسانۂ آزاد میں اسی طرح سے سرشار نے متعدد بار استعمال کیا ہے ۔ (اعزاز)

نوح ناروی

بنام احسن مارہروی

بھائی صاحب احسن صاحب۔ سلام شوق۔ آپ کا کارڈ مجھے ملا۔ حالات معلوم ہوئے بہارِ سخن کے متعلق جو آپ نے تحریر فرمایا ہے بہت بجا ہے مگر جو کام دنیا میں شروع کیا جاتا ہے اوّل وہ ایک چھوٹے پیمانے پر ہوتا ہے پھر وہ روز بروز ترقی کرکے ایسا ہو جاتا ہے کہ لوگ اُس کو بڑے کاموں سے مناسبت دینے لگتے ہیں۔ یہی حال بہارِ سخن کا بھی ہے۔ صرف پہلا نمبر دیکھ کر آپ کو یہ خیال نہ کر لینا چاہیے کہ اس کی حالت یہی رہے گی آپ لوگوں کی عنایت اور میری محنت سے کیا عجب کبھی دنیا کے اچھے اچھے گلدستوں میں یہ شمار ہونے لگے۔ آپ نے خریدار دینے میں جو یہ پخ لگائی ہے کہ اگر میرے اہتمام سے اور میرے مطبع میں یہ گلدستہ طبع ہوا کرے گا تو البتہ میں اس کی اشاعت کی کوشش کروں گا ابھی اس گلدستے کا سرمایہ اس قدر نہیں ہے کہ وہ آپ کے مطبع کا بار اُٹھا سکے آپ خواہ مخواہ بہ نسبت اور مطبعوں کے اپنے مطبع کی چھپائی کی شرح زیادہ رکھیں گے ہاں اگر رعایت کے ساتھ آپ اس کام کو انجام دیں تو میں بسر و چشم حاضر ہوں۔ اپریل کا پرچہ جس مطبع میں چھپ رہا ہے اُس میں میں نے حصہ لیا ہے اور نصف نقصان اور نفع کا ذمہ دار ہوں۔ بہرحال اس پر بھی جو آپ فرمائیں گے میں اُس سے باہر نہیں ہو سکتا سفینۂ نوح کی چھپائی کے لیے تحریر فرمائیے یہ میرا ذاتی کام ہے اگر بہ نسبت اور مطبعوں کے آپ کے ہاں کچھ زیادہ بھی دینا پڑے گا تو میں اُسے شوق سے منظور کر سکتا ہوں کیوں کہ میرے آپ کے ایسے تعلقات نہیں جو نظرانداز کیے جائیں۔ آج ۲۹ر اپریل ہے آپ نے یقینی میری طرح پر غزل کہی ہوگی اگر نہ کہی ہو تو کہہ کر اس طرح میں جلد روانہ فرمائیے آپ کو تمھیں کسی کی مروّت ذرا نہیں آتی۔ ہوا قافیہ۔ نہیں آتی ردیف۔ یادگارِ داغ کے دوسرے ایڈیشن کی نسبت میری رائے ہے کہ اگر اسی قدر غزلیں جو اس دیوان میں ہیں پھر سے طبع کی جائیں تو وقت کو ضائع کرنا ہے کیونکہ اس سے کسی قسم کا نفع نہیں اول تو مفت کی زیر باری ہوگی دوسرے اب خریدار کہاں سے آئیں گے آپ اس بات کی کوشش کیجیے کہ مکمل دیوان کسی طرح سے ہاتھ آجائے تو اُس کا چھپوانا بھی اچھا ہے۔ تاریخ کی نسبت جو آپ نے تحریر فرمایا ہے اُس کی صورت یہ ہے کہ جب میں نے اُستاد کو خط لکھا اور تاریخ کی خواہش کی تو اُنھوں نے یہ قطعہ بھیجا جس میں وہ شعر بھی تھا اس کی تصدیق آپ نواب میر حسن علی خاں صاحب سے کر سکتے ہیں۔ کیوں کہ وہ خط اُنھیں کے ہاتھوں کا لکھا ہوا تھا۔ جب یہ تاریخ آئی تو میں نے ذخیرے میں رکھ لی کچھ دنوں کے بعد جب میں حیدرآباد گیا تو اُستاد نے پوچھا کہ کس کس کی تاریخیں ہیں میں نے سب تاریخیں سنائیں جب اپنی تاریخ سنی تو فرمایا اس شعر کو یوں درست کر دیا میں نے زبانی یاد کر لیا اور اُس جگہ جہاں وہ شعر لکھا تھا کچھ نہ لکھا جب آپ نے غیر مطبوعہ کلام اُستاد کا طلب کیا تو میں نے ایک صاحب کو دیا کہ وہ نقل لکھ کر آپ کے پاس بھیج دیں اُسی میں وہ قطعہ بھی

تھا اُنھوں نے وہی پہلا شعر لکھ دیا مگر وہ شعر یہ ہے آپ یوں درج کر دیجیے

میرے پیارے نوح کا دیوان مرتب ہو گیا — لکھتے ہیں مضمون اور اشعار کیا کیا نوح نے
ایک سے ہوتا ہے حاصل ایک کو فیضِ سخن — داغ سے سیکھا ہے میں مجھ سے سیکھا نوح نے
نوح نے غرقابِ خجلت حاسدوں کو یوں کیا — کافروں کو جس طرح پہلے ڈبویا نوح نے
داغ نے یہ مصرعِ تاریخ برجستہ کہا — آبِ مضموں کا بہایا آج دریا نوح نے

۲۹ اپریل ۱۹۰۶ء

الراقم محمد نوح نوح از نارہ ضلع الہ آباد

(۲)

بنام نواب میر حسن علی خاں

جناب بھائی صاحب

آداب عرض ہے کیا آپ مجھ سے ناخوش ہیں۔ ہیں اور ضرور ہیں۔ مدت سے نہ کوئی خط آپ کا آیا نہ خیریت معلوم ہوئی آخر اس کا سبب کیا ہے اُستاد کے خاص خاص لوگوں میں ایک آپ ہی باقی رہ گئے ہیں۔ آپ کی یہ حالت ہے کہ برسوں میں بھی نہیں یاد فرماتے۔

سائل صاحب سے مشاعروں میں اکثر ملاقات ہو جایا کرتی ہے۔ جناب مرزا خورشید عالم صاحب بھی ایک بار رامپور میں ملے تھے پھر نہیں ملے پارسال بیدل صاحب ہاپور ضلع میرٹھ کے مشاعرے میں نظر آئے انھوں نے تو مجھے پہچان لیا۔ چونکہ رات کا وقت تھا مجھ کو پہچاننے میں تامل ہوا۔ کبھی مدت کے جو بچھڑے ہوئے مل جاتے ہیں کیا کہوں کیا دل کا عالم ہوتا ہے۔ اگلی صحبتیں نظر کے سامنے پھر جاتی ہیں اب چند مطلعے مختلف زمینوں کے لکھتا ہوں ملاحظہ فرمائیے اور نوح کو دعا فرمائیے۔

لوگ کہتے تھے . . . (ورق پھٹا ہوا ہے) . . . — دل کسی ظالم کو دے کر ہم بھی دل والے ہوئے

جو تیغِ ناز کا بسمل نہیں ہے — ہماری رائے میں وہ دل نہیں ہے
جو سنتے ہیں کبھی وہ گوشِ دل سے داستاں میری — بہت بھرتی ہے چٹخارے مرے منہ میں زباں میری
لاغر و ناتوانِ غم تابِ جفا کی لائے کیا — جو نہ جگہ سے اُٹھ سکے ظلم و ستم اُٹھائے کیا
جو بندۂ حق دل سے رہِ حق پہ چلے ہیں — دنیا میں وہ پھولے ہیں وہ عقبیٰ میں پھلے ہیں
چین پائے دردمندِ غم ذرا دو چار دن — گر جفا دس بیس دن ہو تو وفا دو چار دن
شکوۂ آزار یہ کیوں اے دلِ ناکام ہے! — خوگرِ تکلیف کو تکلیف بھی آرام ہے
ادھر پھرنا اُدھر اُٹھنا اِدھر رہنا اُدھر ہونا — مصیبت ہے نظر کا خوگرِ ذوقِ نظر ہونا
یوں عذرِ ستم ہے آہوں پر کیوں گرد وہ میرے پھرتے ہیں — یہ تیر کماں سے چھوٹ کے اب کس کس کے پھیرے پھرتے ہیں

شبِ فرقت الٰہی کس طرح اپنی بسر ہوگی   جب اس کی شام ہے ایسی تو کیا اس کی سحر ہوگی
ماتمِ عاشق ناشاد دیکھے جاتے ہیں   سنگ ریزے غمِ فزا دیکھے جاتے ہیں

۱۲ ستمبر ۱۹۱۱ء   آپ کا چھوٹا بھائی محمد نوح نوح

ڈاک خانہ نارہ ضلع الہ آباد

(۳)

بنام دلؔ شاہجہانپوری

بھائی صاحب زاد لطفہٗ آداب نیاز مدت کے بعد یاد کیا اور ایسا یاد کیا کہ روح تازہ ہوگئی۔ آپ کا دیوان چھپ گیا شاعر کے لئے اس سے زیادہ اور کیا مسرت ہوسکتی ہے کہ اس کا کلام اس کی زندگی میں شایع ہوجائے میں آپ کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے اور اس کو مقبول خلق کرے آپ کے محاسنِ شاعری اور کمالِ سخن کا تو میں ہمیشہ سے مداح رہا ہوں بخدا جو خوبیاں آپ میں ہیں کہیں بھی نظر نہیں آتیں۔ اس خوبیٔ کلام کے ساتھ ماشاء اللہ لکھائی چھپائی بھی بہت خوب ہے جیسے جیسے مجھے وقت ملتا ہے ویسے ویسے میں دیوان کو دیکھتا ہوں یہ چیز سرسری نظر ڈالنے کی نہیں بلکہ غور سے پڑھ کر لطف اٹھانے کی ہے زیادہ نیاز فقط

۱۰ اگست ۳۲ء   نوح از نارہ ضلع الہ آباد

(۴)

بنام دلؔ شاہجہانپوری

برادر مکرم زاد لطفہٗ آداب نیاز۔ عنایت نامہ ملا۔ طرح معلوم ہوئی ہیں تو شرکت کا وعدہ بھی آپ سے کرچکا ہوں ویسی ہی کوئی بات پیش آگئی تو مجبوری ہے ورنہ ضرور حاضر خدمت ہوں گا۔

اب کچھ ایسا رواج ہوگیا ہے کہ بھائی سائل واحسن بغیر سفر خرچ لئے ہوئے آنے کو تیار نہوں گے میں لکھوں یا بھائی بیتاب لکھیں دونوں کا لکھنا نہ لکھنا برابر ہے اگر ان لوگوں کو آپ بلانا چاہتے ہیں تو نمائش سے مصارف بھجوا دیجئے شاید چلے آئیں۔

دل نمبر کے لئے میں نے نظم ماسٹر جگت سنگھ صاحب کے پاس لکھ کر بھیج دی۔ پہلے بھی اطلاع آپ کو دے چکا ہوں اور پھر عرض کرتا ہوں میرے لئے کبوتروں کا انتظام رکھئے گا سب کے وعدہ دیکھ چکا ہوں معاف فرمایئے۔ اب آپ کا وعدہ دیکھنا ہے۔

گورکھپور کے مشاعرے کے لئے ابھی بسمل صاحب کو رخصت نہ ملی شاید شاہجہانپور کے لئے مل جائے ان کو براہ راست دعوتی کارڈ بھیج دیجئے پتہ یہ ہے الہ آباد محلہ تیجئے پور منشی سکھ دیو پرشاد صاحب بسملؔ۔ بھائی بیتاب صاحب کی خدمت میں آداب۔

۳۱ جنوری ۳۵ء   نیازمند نوح از نارہ ضلع الہ آباد

(۵)

بنام میر یٰسین علی خاں

لختِ جگر سلمہٗ، بہت بہت دعائیں!

اس بار انتظار میں تمھیں بہت تکلیف ہوئی ہو گی کیونکہ تمھارے خط کا جواب تاخیر سے لکھ رہا ہوں۔ ان دنوں میں خود بھی زیادہ تر بیمار رہا علاوہ اس کے کچھ افکار نے بھی سر اٹھانے نہ دیا یہی وجہ تاخیرِ جواب کی ہے۔ امید ہے کہ تم اس اتفاقی فروگزاشت کو معاف کر کے مجھے مطمئن کر دوگے۔

میں اپنے خیال میں تمھیں بھی اپنا بچہ جانتا ہوں واللہ اس تعلق کا کسی کو احساس نہیں جو میرے اور تمھارے دادا کے درمیان میں تھا داغ صاحب کے بہت سے شاگرد تھے مگر یہ خصوصیت اور کسی میں نظر نہیں آتی تمھیں اختیار ہے جو کچھ چاہتے ہو مجھے لکھو۔ مجھے کہو تم سے پہلے تو میں ہی سر نامے پر تمھیں لختِ جگر لکھ رہا ہوں یہ لفظ خاص اپنے بچہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

جب تم کو خط لکھنے کے لیے میں بیٹھتا ہوں تو حیدر آباد کے سارے واقعات یاد آ جاتے ہیں اور اس کا اثر یہاں تک ہوتا ہے کہ پہروں طبیعت قابو میں نہیں رہتی، ہائے کیا شیرازہ بکھرا کہ پھر ایک سے دوسرا دوبارہ زندگی میں نہ مل سکا اُس وقت کے سب لوگ اُٹھ گئے صرف نواب عزیز یار جنگ باقی ہیں۔ ابوالحمید صاحب وکیل کا حال معلوم نہیں زندہ ہیں کہ وہ بھی چل بسے عبدالغنی کو سنا تھا کہ کسی سرکار میں ملازم ہیں کس کس کو روؤں کس کس کا غم کروں اس سال تین بڑی ہستیاں دنیائے شاعری سے ہمیشہ کے لئے اُٹھ گئیں۔ عزیز لکھنوی مولوی فضل رب صاحب، باغ مراد آبادی نواب میر حسن علی خاں صاحب عزیز صاحب سے تو دور کے تعلقات تھے لیکن باغ اور جناب امیر دونوں استاد کے شاگرد تھے ایک بار نواب صاحب نے مجھ سے کچھ ذکر اپنی جاگیر کے متعلق کیا تھا لیکن اب یاد نہیں کہ وہ کس قسم کی گفتگو تھی لہذا کوئی تامل نہ ہو تو مجھے لکھو کہ سالانہ آمدنی تمھاری کیا ہے اور آیندہ کے لئے ملازمت کی بابت تمھارا کیا خیال ہے اگرچہ بادی النظر میں یہ بے لگاؤ باتیں ہیں مگر میں معلوم کر کے مطمئن ہونا چاہتا ہوں میں علی گڑھ مشاعروں کے سلسلے میں تین بار گیا ہوں اگر اُس درمیان میں تم وہاں پہنچے ہوگے تو تم نے مجھے دیکھا ہوگا مجھے معلوم ہوتا تو میں کوشش کر کے تمھارے دیدار سے محظوظ ہوتا مجھ سے احسن صاحب نے ذرا بھی تمھارا ذکر نہیں کیا غالباً اُس زمانے میں تم وہاں نہ تھے ورنہ کسی نہ کسی موقع پر ذکر آ ہی جاتا۔

بھائی سائل صاحب بھی دو چار سال سے زیادہ بیمار رہتے ہیں مجھ سے تو کہیں نہ کہیں مشاعروں میں ملاقات ہو جاتی ہے قدسیہ کی شادی میں مجھے انھوں نے بلایا تھا قریب ایک مہینے کے دلی میں خوب خوب شعر خوانیاں رہیں۔

جلیل صاحب کا قطعۂ تاریخ[1] ذرا مجھے بھی دکھانا اُس وقت تو بظاہر نہیں مگر باطن میں وہ نواب صاحب اور داغ صاحب

---

[1] جلیل صاحب کے قطعۂ تاریخ سے مراد وہ قطعہ تاریخ ہے جو نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل نے نواب حسن علی خاں امیر کے انتقال کے بعد لوحِ مزار کے لیے مجھ کو بھیجا تھا۔ اور ان کا ارشاد یہ تھا کہ یہ آخری خدمت میرے ذمہ ہے۔

قطعۂ تاریخ رحلت: بلند رتبہ سخن سنج ذی حشم نواب | جہاں سے آہ گئے بخشش شہ نجف قیوم
جلیل فکر سے نکلا ہے ایک سالِ وفات | کہ خلد پاک میں پہنچے حسن علی مرحوم

۱۳۵۴ھ

سے کھلتے تھے حالاں کہ ان کی مخالفت کا کسی کو بھی خیال نہ تھا بسمل صاحب میرے قریب کے رہنے والے ہیں میں اُن سے بخوبی واقف ہوں۔

جی تو یہی چاہتا ہے کہ میں کبھی نہ کبھی تم تک ضرور پہنچوں لیکن یہ اختیار مشیئت کو ہے میں بھی بوڑھا ہوا خواہش ہے کہ نواب صاحب نہیں تو تم سے مل کر اپنے غم زدہ دل کو شاد کام کر دوں مگر یہ کہتے ہوئے رنج ہوتا ہے کہ شاید یہ تمنا نہ نکلے گی اور یہ ارمان میں اپنے ساتھ قبر میں لے جاؤں گا۔

فقیر کو نواب صاحب کی ترقیوں سے بے حد خوشی ہوئی اللہ تعالے انھیں خوش رکھے اور اعلے مراتب پر پہنچائے۔

بھائی صاحب کو بعد وفات کے اگر داغ صاحب نے اصلاح دی تو تعجب نہیں میرے ساتھ بھی ایک واقعہ ایسا گذرا ہے اپنی دادی صاحبہ کی خدمت میں بہت بہت آداب اور بچوں کو دعائیں کہنا۔ فقط ۱۵ ستمبر ۳۵ء

دعاگو نوح

قصبہ ڈاک خانہ نارہ ضلع الہ آباد

(۶)

بنام دل شاہجہانپوری

بھائی صاحب آداب نیاز۔ آپ کا وہ محبت نامہ جس کے فقرہ فقرہ اور ایک ایک لفظ سے اظہار محبت ہوتا ہے ملا۔ مدت کے بعد یاد فرمائی کا شکریہ قبول فرمائیے میں نے دل نمبر میں جو کچھ لکھا وہ کسی تحریک سے نہیں لکھا بلکہ دل میں جو الفاظ تھے وہ بے ساختہ زبان سے نکل گئے رہ گیا آپ کا پسند کر لینا البتہ بڑی بات ہے واہ دلی جی خوش ہوگیا۔ میں سمجھا کہ محنت ٹھکانے لگی آپ کی طرح میں بھی بے چین ہوں لیکن ملاقات کی صورت نہیں نکلتی ایک موقع پر آپ نے یاد فرمایا تو حاضری سے معذوری رہی اس درمیان میں معمول سے زیادہ افکار رہے اللہ تعالیٰ طبیعت کو سکون دے۔ بچوں کو دعائیں ۱۱ مئی ۳۶ء

نیازمند نوح از نارہ

(۷)

بنام دل شاہجہانپوری

بھائی صاحب آداب۔ آخر کیا بات ہوئی کہ آپ نے خط و کتابت ہی بند کر دی ایک خط بھی آپ کو لکھا اس کا بھی جواب نہیں ملا۔ معلوم نہیں آپ لکھنؤ جا کر لے این سپرو صاحب سے ملے یا نہ ملے۔ آپ کی خیریت بہت دنوں نہیں معلوم ہوتی تو میں متردد ہو جاتا ہوں میرٹھ بھی آپ نہ پہنچے بنارس بھی نہ آئے پیلی بھیت کا کیا قصد ہے یہ مقام تو شاہجہاں پور سے دور نہیں غالباً دعوت نامہ تو ۴ مئی کے متعلق آپ کو ملا ہوگا۔ میرا بھی قصد شرکت ہے خدا کرے آپ سے وہاں ملاقات ہو۔

شبیر میاں وغیرہ کو دعائیں ۴ مئی ۴۵ء

نوح از نارہ ضلع الہ آباد

(۸)

بنام دل شاہجہانپوری

بھائی صاحب آداب نیاز۔ آپ کے جتنے خطوط ملے سب کا میں نے جواب دیا لیکن سخت حیرت ہے کہ آپ کو میرا ایک خط بھی نہیں ملا۔ میں اس درمیان میں زیادہ تر پنجاب میں رہا وہاں کے احباب معقول معاوضہ دیتے ہیں انھیں وجوہ سے لکھنؤ کے مشاعرہ میں پہنچنے سے معذوری رہی۔ پرسوں سترہ روز کے بعد دلی سے واپس ہوا ہوں۔ بھائی سائل صاحب کے کلام کا انتخاب کر رہا تھا فی الحال ۲۰۰ غزلیں شایع ہوں گی انھوں نے چھ دیوان چھوڑے ہیں۔ ان سب کا یک وقت طبع ہونا محال تھا۔ اس کے ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ آپ کا وقار میرے دل میں کس قدر ہے کوئی جانے نہ جانے میں خوب آپ کو جانتا ہوں اور یہی حال آپ کا بھی میرے ساتھ ہے۔ حافظ جلیل حسن صاحب چل بسے خدا آپ کو قائم رکھے اب منشی صاحب[1] مرحوم کے شاگردوں میں آپ کا دم غنیمت ہے ممکن ہے کوئی صاحب اور آپ کے استاد بھائیوں میں ہوں لیکن ہیں تو مشہور نہیں جناب سرپتر صاحب سے جب ملنے کا ارادہ ہو تو میں دریافت کر کے لکھوں کیوں کہ موصوف بیش تر ہفتوں باہر آتے جاتے رہتے ہیں مجھ کو خبر بد سہارن پور کے مشاعرے میں مل گئی جس پر بدریافت خیریت میں نے شبیر میاں کو خط لکھا تھا شفیق نے آپ سے سچ کہا تھا باقی خیریت ہے بچوں کو بہت بہت دعا اگر پہلی بھیت میں مشاعرہ ہوا تو ملاقات کا امکان ہے فقط ۵ مارچ ۱۹۴۶ء

خیر طلب نوح ناروی از نارہ ضلع الہ آباد

(۹)

بنام دل شاہجہانپوری

نارا ضلع الہ آباد
۵ ستمبر ۱۹۴۸ء

مکرمی زاد لطفہٗ آداب نیاز

مدت سے آپ کی خیریت نہیں معلوم ہوئی خدا کرے مزاج آپ کا بخیر ہو۔ علی گڑھ میں ایک بار آپ سے سرسری ملاقات بھی ہوئی تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر تھا۔

میں سمجھتا تھا کہ علی گڑھ میگزین کا نکلنا بھائی احسن صاحب مرحوم کے بعد بند ہو گیا لیکن عزیزی رئیس احمد کے پاس دیکھ کر حیرت ہوئی کہ آپ کے اہتمام سے یہ رسالہ نکلے اور میں اس کے دیکھنے سے محروم رکھا جاؤں۔ میرے آپ کے معمولی مراسم نہیں اگر آپ نے میرے اس عریضے کا جواب عنایت فرمایا تو میں اپنا کلام رسالے کے لیے ارسال خدمت کروں گا۔ زیادہ تسلیم فقط

خیر طلب قدیم نوح ناروی

[1] منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی

(۱۰)

بنام مولوی ضیاء احمد صاحب بدایونی

۲۵ ستمبر ۵۰ء

مکرم و محترم زاد لطفہٗ آداب و نیاز۔ لمعات کے سلسلے میں آپ سے اور مجھ سے پہلے کچھ خط و کتابت رہی اُس کے بعد یہ سلسلہ اس وجہ سے ملتوی ہوگیا کہ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں تعطیل کا زمانہ آگیا پھر ادھر مجھے کچھ ایسی پریشانیاں رہیں کہ میں کوئی خط آپ کو نہ لکھ سکا۔ مجھے اُسی وقت سے اس دیوان مومنؔ کی تلاش رہی جس کی شرح آپ نے تحریر فرمائی تھی۔ خدا خدا کرکے شانتی پریس کا مطبوعہ دیوان کتابستان الہ آباد سے ملا۔ میں آج کل اُسے دیکھ رہا ہوں۔ شرح میں جو آپ نے معنی و مطالب لکھے ہیں وہ ہر طور سے قابل مدح و ستائش ہیں۔ فی الحقیقت آپ نے شرح لکھ کر بعض مومنؔ پر نہیں بلکہ دنیائے ادب پر ایک عظیم الشان احسان کیا ہے شعر پڑھ کر شرح دیکھتا ہوں تو بے ساختہ آپ کی محنت اور وسعت معلومات کی داد دینی پڑتی ہے۔ لوگ غالبؔ کو اس زمانے میں سب سے بہتر شاعر سمجھتے اور جانتے ہیں لیکن مومنؔ کا کلام ان کے کلام سے بدرجہا بلند اور بہتر ہے۔ اب یہ فرمائیے کہ کیا مومنؔ کا اتنا ہی کلام ہے اور اس دیوان کو محض دیوان ہی کہہ سکتے ہیں یا کلیات بھی۔ کہیں یہ صرف غزلوں کا انتخاب تو نہیں ہے اور بقیہ کلام اس کے علاوہ ہو۔ امید کہ جواب خط سے آپ مجھے محروم نہ رکھیں گے۔ میں جس حال میں ہوں شکر ہے خدا کرے آپ بھی بخیریت ہوں۔ فقط

خیر طلب نوحؔ ناروی از نارہ ضلع الہ آباد

(۱۱)

بنام دلؔ شاہجہانپوری

برادر محترم زاد لطفہٗ آداب نیاز

میں آپ سے رخصت ہو کر کانپور ہوتا ہوا بخیریت مکان پہنچ گیا آپ نے اس بار جو میری خاطر مدارات کی اگرچہ وہ نئی نہ تھی پھر بھی مجھے اس کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے میں بے حد ممنون ہوں اس قدر اس زمانے میں کون کس کا خیال کرتا ہے دیکھوں اب میرا آخری وقت ہے پھر آپ سے ملاقات ہوتی ہے یا نہیں اللہ تعالیٰ آپ کو بہت دنوں تک زندہ رکھے کیونکہ ادب اور قوم کی ایک خاص یادگار آپ ہیں۔ شفیق میاں شبیر میاں ان کے بچے کو بہت بہت دعائیں سہیل آداب عرض کرتے ہیں۔ ۱۸ اپریل ۵۴ء

آپ کا بھائی نوحؔ ناروی

از نارہ ضلع الہ آباد

بنام ولی شاہجہانپوری

(۱۲)

بھائی صاحب آداب آپ نے تو ستم کیا کہ میرٹھ نہ تشریف لائے خدا جانے میر مشاعرہ نے آپ کا مطالبہ نہ بھیجا یا آپ کے نہ آنے میں کوئی خاص وجہ آپ ہی کی طرف سے ہوئی۔ مشاعرہ دو دن میں ختم ہوا میں بھی منتظر رہا میرے احباب بھی ملنے کے مشتاق رہے انھیں تاریخوں میں پٹنہ میں بھی مشاعرہ زیر صدارت سر تیج بہادر سپرو تھا وہ مجھے اپنے ساتھ پٹنہ لئے جا رہے تھے مگر میں آپ کے خیال سے معذرت کرکے ان کے ساتھ نہ جا سکا میں آج تک تو یہاں ہوں غالباً کل دلّی روانہ ہو جاؤں گا آپ کے نہ آنے سے مجھے تردد ہے خدا کرے آپ کا مزاج اچھا ہو بشرط ممکن جلد اپنی خیریت سے اطلاع دیجئے کہ تردد رفع ہو غالباً پانچ چھ روز میں وہاں رہوں گا دلّی کا پتہ یہ ہے:

دہلی حوض قاضی ۱۱۱ دروازہ بر دولت خانہ حضرت سائل دہلوی

نوح ناروی

نیاز مند نوح از میرٹھ جبّار بلڈنگ

بیگم پطرس بخاری

جہانگیر پورہ پشاور
۶ دسمبر ۱۹۶۷ء

مکرمی طفیل صاحب۔ سلام مسنون! سید احمد شاہ پطرس بخاری کے انتقال کے فوراً ہی بعد جو خطوط مجھے ان کی رفیقۂ حیات یعنی چچی جان سے یہاں پشاور میں موصول ہوئے۔ ان میں تین عدد خط کی دستی اور فوٹوسٹیٹ کاپیاں ارسالِ خدمت ہیں۔ بعض مضمون چچا جان کی اچانک موت اور رسمِ چہلم کے انتظام و اہتمام سے تعلق رکھتا ہے۔

چند حوالوں اور اشاروں کی تشریح اس موقع پر مناسب معلوم ہوتی ہے۔ جن کا منسلکہ خطوط میں ذکر آیا ہے۔

(۱) بیگم پطرس بخاری کا نام زبیدہ بیگم تھا۔ اور اس کا ذکر حضرتِ سالک مرحوم کے نام پطرس کے خطوط میں اکثر آیا ہے۔ ملاحظہ ہو نقوش کا پطرس نمبر۔ مرحوم بخاری اپنی رفیقۂ حیات کو (BOBBY) بوبی کے نام سے یاد کرتے تھے۔ حوالہ مندرجہ بالا۔

(۲) میں پطرس مرحوم کا بھتیجا۔ یعنی سید محمد شاہ رفعت بخاری کا بیٹا ہوں جس کا ذکر حضرتِ سالک مرحوم نے اپنی سوانح حیات میں یوں کیا ہے کہ رفعت صاحب سے میرا تعارف ان دنوں ہوا تھا جب احمد شاہ بخاری سے مجھے شناسائی حاصل نہ تھی۔ اس کے علاوہ گورنمنٹ کالج لاہور میں ان کا شاگرد بھی رہ چکا ہوں جہاں سے میں نے ۱۹۳۱ء میں ڈگری حاصل کی تھی۔ عرصہ ہوا رفعت مرحوم کی غزلیں "زمیندار" کے پورے سرورق پر چھپ چکی ہیں۔

(۳) منصور اور ہارون پطرس صاحب کے لڑکوں کے نام ہیں۔ ان کی لڑکی کوئی نہ تھی۔ محمود میرے چھوٹے بھائی کا نام ہے۔ زرینہ منصور میاں کی اور روش ہارون میاں کی بیگم ہیں۔

(۴) میری والدہ بیگم بخاری کی رشتہ میں پھوپھی ہوتی تھیں۔ اور شادی کے بعد بھی بیگم پطرس بخاری انہیں پھوپھی ہی کے نام سے یاد کرتی تھیں۔ نہ کہ بھابی کے نام سے۔

(۵) رسمِ قل کے فوراً بعد بیگم پطرس بخاری کو ان کے بڑے لڑکے سید منصور بخاری اپنے ساتھ ہانگ کانگ لے گئے تھے۔ جہاں وہ پاکستان تمباکو کمپنی میں ملازم تھے۔ اور ان کی نگرانی ہی میں امریکہ والوں سے خط و کتابت ہوئی۔

(۶) چچی جان پطرس صاحب کے والد بزرگوار کو "باجی" کے نام سے یاد کرتی تھیں۔ ملاحظہ ہو۔ خط نمبر ۱:

"میں انشاء اللہ سب کام طے کرنے کے بعد سیدھی یہاں سے پشاور آؤں گی اور "باجی" کی قبر پر جا کر ان سے کہوں گی کہ ان کا چاند احمد شاہ ہم سب کو داغِ مفارقت دے کر ان سے جا ملا۔ (پطرس صاحب کے والد صاحب پشاور میں دفن ہیں، ملازمت

سے پہلے پطرس مرحوم اسی مکان میں رہتے تھے۔ جہاں سے میں خط لکھ رہا ہوں۔

(۷) خط نمبر ۲ میں نقوش کے پطرس نمبر کا ذکر ہے۔ جس کے چھپنے کی اطلاع میں نے ان کو دی تھی۔ مرحومہ اس نمبر کے لیے آپ کی اور قبلہ سالک صاحب مرحوم کی بے حد ممنون تھیں جس کا ذکر انہوں نے مجھ سے کئی بار کیا۔ تفصیل آپ سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ پطرس نمبر نکال کر آپ نے ہم سب پر احسان کیا۔

(۸) جب آخری بار بیگم پطرس بخاری کراچی سے پشاور کے لیے روانہ ہوئیں۔ تو راستے میں پہلے چند دن لاہور قیام کیا۔ پھر پطرس بخاری مرحوم کی ہمشیرہ رشیدہ بیگم کے پاس راولپنڈی میں ٹھہریں اور پیشتر اس کے کہ وہ پشاور پہنچ سکتیں انہوں نے ۲ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۴ اگست ۱۹۶۰ء بروز جمعۃ المبارک انتقال فرمایا اور انہیں وہیں راولپنڈی میں دفن کیا گیا۔ اتفاق کی بات ہے پطرس صاحب نیویارک اور بیگم راولپنڈی میں دفن ہوئیں۔ نہ پشاور نہ لاہور نہ کراچی ؎

مارا دیارِ غیر میں اپنے وطن سے دور

رکھ لی میرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

(۹) رسم چہلم یہاں پشاور میں ۱۱ جنوری ۱۹۵۹ء کو ادا کی گئی تھی (ختم قرآن مجید۔ فاتحہ۔ درود)

(۱۰) پطرس صاحب مرحوم کے دونوں لڑکے نیویارک اپنے والد مرحوم کی قبر پر فاتحہ کے لیے گئے تھے۔ پہلے چھوٹا لڑکا ہارون گیا تھا۔ بعد میں موقع پاکر بڑا لڑکا منصور گیا تھا۔ اس کا ذکر منسلکہ ایک آدھ خط میں ہے۔

(۱۱) خطوط کا مضمون شستہ۔ بامحاورہ اور تملق و تصنع سے پاک ہے اور ان جذبات کی پوری ترجمانی کرتا ہے جو مرحومہ کو مرحوم پطرس اور ان کے چاہنے والے اور خاندان کے دیگر افراد سے تھی۔

خاکسار

(شیر احمد شاہ بخاری) ایم اے۔ بخاری

(۱)

عزیزم شیر احمد شاہ دعائے عمر درازی۔ عزیزم چہلم گیارہ کو کر رہے ہیں! میرا دل یہاں مضطرب ہے۔ میں چاہتی تھی کہ میں خود آکر کروں۔ مگر منصور کہتا ہے۔ کہ آپ چلی گئیں تو جو خط و کتابت امریکہ سے چیزوں وغیرہ کے متعلق ہو رہی ہے۔ وہ سب التوا میں پڑ جائے گی کہاں پشاور اور کہاں ہانگ کانگ۔ کیا کروں عجیب کش مکش میں پڑ گئی۔ ٹرین کا راستہ ہوتا۔ تو پانچ پوچھتی۔ لڑکوں کی نہ مانوں تو مشکل۔ منصور کہتا ہے۔ کہ کوئی آپ نے دکھاوا تو کرنا نہیں۔ شیر بھائی جان اتنے دور اندیش ہیں جس کی کوئی حد نہیں۔ وہ سب کچھ مان جائیں گے کہ اس وقت آپ کے یہاں سے چلے جانے سے کتنا نقصان ہو جائے گا۔ کوئی ضروری جواب امریکہ دینا پڑ جائے تو کون خط پر سائن کرے گا۔ کس سے صلاح لیں گے یہاں آپ کے ہوتے ہوئے سب کام آسانی سے ہو جائیں گے۔ کراچی سے امریکہ جو موٹر ہے۔ اس کے لئے پرمٹ کی درخواست میری طرف سے کی ہوئی ہے۔ اس کا بھی جواب نہیں آیا۔ بنک سے حساب پوچھا ہوا ہے۔ امریکہ سے ابھی جواب نہیں آیا سامان کی اُن لوگوں نے فہرست بھیجی ہوئی ہے۔ اس کا مضمون وکیل سے لکھوایا ہوا ہے۔ کہ وہاں سے سامان بھیجنے کا اختیار کس کو دیا جائے اُن سب پر میرے دستخط ضروری ہیں۔

میں تو ضد کر کے بھی پہنچ جاتی مگر سب باتیں جو میرے سامنے ہیں ان کو نظر انداز کر کے کیسے بھاگ نکلوں۔ مگر دل ہے کہ پارہ

پارہ ہوا جاتا ہے مجھے آپ سب پر بھروسہ ہے۔ میری غیر موجودگی بھی آپ سب کی محبت کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی کیا کروں کیا نہ کروں؟ دل دن رات روتا ہے۔ کہ یہ ہوا تو کیا ہوا میں تو اتنی جلدی یہ منحوس خبر سننے کو تیار بھی نہیں تھی کہ میرا چاند احمد شاہ اتنی جلدی چھپ جائے گا اور ہم سب کو آناً فاناً داغِ مفارقت دے کر سوسن میٹی کے نیچے پردیس میں رہ جائے گا۔ کاش خدا ایک دفعہ ان کو مہلت دیتا کہ اپنی پیاری صورت ہمیں پھر دکھاتے مگر اس کو یہی منظور تھا۔ یہ میرا زخم تو بھرتا ہی بھرے گا۔

دنیا میں اس کمی کو کبھی کوئی پورا نہیں کر سکتا آنکھیں کیا دل روتا ہے۔ میں انشاء اللہ سب کام طے پانے کے بعد سیدھی یہاں سے پشاور آؤں گی اور باجی کی قبر پر جا کر ان سے کہوں گی کہ ان کا چاند احمد شاہ ہم سب کو داغِ مفارقت دے کر اُن سے جا ملا۔

سب کو میرا سلام و پیار۔ خیر طلب بجی۔ (چٹاگانگ)

(۲)

عزیزم شیر احمد شاہ سلمہ ربہٗ۔ دعا۔ تمہارا خط ملا۔ جس کو پڑھ کر دل کو بے حد تسلی ہوئی۔ مجھے آپ سب سے یہی امید تھی کہ سب کام جس خلوص اور محبت سے آپ سب کر سکتے ہیں وہ آپ ہی کو خدا نے یہ نعمت ودیعت کی ہوئی ہے اتوار کا دن میرے لئے بہت ہی اُداس دن تھا۔ مگر میں کیا کرتی نہ پہنچ سکی۔ کیونکہ میرے ابھی بہت سے کام ادھورے ہیں۔ جن کے لئے میری موجودگی یہاں بہت ضروری ہے۔ ابھی امریکہ کے بنک سے حساب کتاب و پنشن کے کاغذات کچھ آگئے ہیں کچھ تفصیل معلوم کرنے کے لئے خط و کتابت کر رہے ہیں جونہی یہ کام سب پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے تو میں کراچی جاؤں گی اُس کے بعد پشاور آؤں گی جیسا کہ تمہیں معلوم ہی ہے۔ کہ اپنے پیارے احمد شاہ کا ماتم کرنے کا مجھے موقع ہی کہاں ملا آپ سب میں جب تک مل کر نہیں بیٹھوں گی کہاں دل کو تسکین مل سکتی ہے۔ میں نے ہمیشہ پشاور والے گھر کو اپنا ہیڈ کوارٹر سمجھا اور انشاء اللہ ہمیشہ ہی سمجھوں گی آپ لوگوں سے میری اُمیدیں اور پیار ہمیشہ وابستہ رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا دنیا کی کوئی طاقت مجھے موت کے سوا آپ سب کے پیار اور عزت سے الگ نہیں کر سکتی۔ احمد شاہ پیارے چلے گئے مگر ان کے چاہنے والے ابھی ہیں اور خدا ان کو رکھے کاش مجھے کچھ پہلے سے ان کے دُنیا سے رخصت ہونے کی آگاہی ہوتی۔ تو میں سربسجود ہو کر ان کی زندگی کی خدا سے جھولی پھیلا کر دعا کرتی۔ مگر امریکہ کے ڈاکٹروں کے علاج کا ایسا بھوت سوار تھا۔ کہ میں موت کے خیال کو کبھی تصور میں بھی نہیں لا سکی، ایک لمحہ کے اندر سب کھیل ختم ہو کر رہ گیا۔ بعض اوقات دل اب بھی یہ بھیانک سین ماننے کو تیار نہیں ہوتا دل کو آمادہ کرنا پڑتا ہے کہ بدقسمتی سے ایسا ہی ہوا ہے۔ خط مجھے ضرور لکھتے رہا کریں۔ شاید اس سے دل بہلا رہے ایک تانگ سی لگی رہتی ہے۔ پھوپھی صاحبہ اور سب کو بہت بہت سلام دو۔ انجمن آرا اور سب کو دعا پیار۔ ایبٹ آباد سے مولوی صاحب کا بہت ہی اچھا خط افسوس کا آیا تھا۔ ان کو بھی شکریے کا خط لکھوں گی۔

پطرس نمبر ابھی تک نہیں ملا۔ منتظر ہوں۔ تصویر جو ہارون کے پاس راولپنڈی میں آپ نے دیکھی تھی۔ اس طرح کی منصور کے پاس بھی ہے۔ ہارون آیا ہوا تھا۔ وہ کہتا تھا۔ لاہور زبیدی فوٹوگرافر کو لکھ کر کاپیاں بنواؤں گا۔ پھر انشاء اللہ آپ کو اور محمود کو بھیج دیں گے۔ سامان کی فہرست نیویارک سے آگئی ہے۔ ان کو قانونی طور پر میں نے اختیار لکھوا کر بھیج دیا ہے کہ وہ کراچی مجھے

بھیج دیں موٹر کے متعلق بھی انہوں نے پوچھا تھا۔ اس کی اجازت یہاں منگوانے کی پاکستان گورنمنٹ سے لے لی ہے۔ اور معلومات جتنی ملیں گی اطلاع دیتی رہوں گی۔ سٹیٹ بنک کو لکھ دیا ہے۔ روپے کے متعلق جب پوری اطلاع ہمیں ملے گی۔ وہاں کے بل وغیرہ چکانے کے بعد سب حساب مفصل لکھیں گے۔ لہٰذا یہ کام بھی بہت حد تک پورا ہو گیا ہے۔ ہر کاغذ ہر خط پہ میرے دستخط چاہیئے ہوتے ہیں۔ یہ اچھا ہوا جو میں یہاں آ گئی ورنہ سب چیزیں التوا میں پڑ جاتیں۔ چٹاگانگ ڈھاکہ کی دوری بہت ہے۔

سب کی خیریت کی طالب تمہاری چچی جان ۱۸ر جنوری۔ (چٹاگانگ)

(۳)

مورخہ ۱۲ر فروری۔

عزیزم شبیر احمد شاہ۔ دعا۔ عرصہ سے تمہارا خط نہیں آیا جس سے آپ لوگوں کی خیریت معلوم ہوتی۔ میرا خیال ہر وقت تم سب کی طرف لگا رہتا ہے۔ میرا یہاں کا کام تقریباً ختم ہی ہو رہا ہے۔ میں فروری کے آخر یا مارچ کے شروع میں کراچی چلی جاؤں گی۔ ہارون اپریل کی ستائیس تاریخ لندن جا رہا ہے۔ روشن کو ساتھ جانے کی اجازت کمپنی نے تو دے دی ہے مگر ابھی سٹیٹ بنک سے جانے کی اجازت مل جائے تو جب بات ہو۔ میرا پروگرام یہ ہے کہ میں شروع مئی میں پشاور آؤں۔ جولائی کے آخر میں منصور کراچی تبدیل ہو کر آئے تو میں کراچی اس وقت آ جاؤں۔ واپسی پہ ایک ہفتہ کے لیے لاہور ٹھہروں گی۔ ابھی تک تو یہ پروگرام ذہن میں بنائے بیٹھی ہوں۔ اب جو خدا کو منظور ہو گا ہو جائیگا۔

پھوپھی صاحبہ کیسی ہیں۔ ان کو میرا سلام۔ انجم کو دعا پیار سمینہ کو پیار۔ کوئی نئی تازی خبر ہو تو لکھیں۔ محمود کی کیا خبر آتی ہے۔ میں بھی آج اس کو خط لکھ رہی ہوں۔ ہارون اٹھارہ مارچ کو ڈھاکہ سے چلے گا۔ اپریل کے پہلے ہفتے تک جہلم نوشہرہ۔ راولپنڈی کام کرے گا۔ اس کے بعد کراچی ہیڈ آفس میں کام کرے گا۔ پھر ستائیس کو لندن ایک ماہ کے لئے روانہ ہو جائے گا۔ اگر روشن ساتھ گئیں تو دو ماہ کی چھٹی لے کر ادھر اُدھر گھومیں گے۔ ایک ہفتہ کے لیے ہارون اکیلا امریکہ بھی باپ کی قبر دیکھنے جائے گا۔ دونوں بچوں کو روشن اپنی ماں کے پاس رکھ کر جائے گی۔

منصور، زرینہ آداب کہتے ہیں۔ خیر طلب محبت سے یاد کرنے والی چچی۔ (چٹاگانگ)

شوکت تھانوی

<u>بنام مولانا عبدالماجد دریابادی</u>

بزرگ محترم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

میں وکیل ہوں۔ حالانکہ مقدمہ آپ کو لکھنا ہے۔ مؤکل کا اصرار یہ ہے کہ عبدالرؤف صاحب رؤف امروہوی کے مجموعۂ کلام گلرنگ پر دریابادی صوفی کا مقدمہ ہونا چاہیے۔ یہ انتخاب دراصل میرا تھا اس لیے کہ رؤف صاحب کے کلام میں تصوف کی جھلک ہے۔ بہرحال سرسری ورق گردانی کے بعد آپ کے چند صفحے اس مجموعہ کو بہت کچھ بنا سکتے ہیں۔ اور میری وکالت کا بھرم قائم رہ سکتا ہے۔ سفارش ختم۔ تقاضہ شروع — تو اب کب تک یہ مقدمہ مل جائے گا۔

عقیدت کیش: شوکت تھانوی

(اس کا جواب یہ گیا تھا): ـ

بندہ نواز۔ وعلیکم السلام۔

میں متوقع تو خود "منشی جی" کی آمد کا تھا۔ بہ نفسِ نفیس، اصالتاً، بلا شرکتِ غیرے — وہ آئے تو سہی، مگر اس سج دھج سے کہ کسی کا ہاتھ پکڑے ہوئے، مٹکاتے ہوئے لا رہے ہیں، اور کسی کا عصائے پیری لیے ہوئے ہیں! — یہ منشی جی وکیل کب سے ہو گئے؟ "خود مختار" تو ہمیشہ سے تھے، یہ "مختار" کا چغہ کب سے پہن لیا؟

وہ لخلخہ، سونگھ لیا۔ "گلرنگ" کے رنگ و بو کی سیر کر لی۔ آپ کے شاعر صاحب تضمین کے لیے کلام کا انتخاب خوب اور بہت خوب کرتے ہیں۔ یہ دلیل ہے اُن کی سخن سنجی کی۔ رہی سخن گوئی، تو — تو بہتر تو یہی ہے کہ آپ اور تجمل صاحب دونوں اپنی فرمایش کو سرِ دست امانت رہنے دیں، اور آیندہ کسی موقع پر مجھ سے خدمت لے لیں۔

یہ نہ قبول ہو تو پھر یہ کیجیے کہ آپ خود ہی میری طرف سے کچھ لکھ لکھا دیجیے، اور میں اسے پڑھے بغیر آنکھ بند کر کے اُس پر دستخط کر دوں — اور دوسرے دن لکھنؤ ریڈیو کو ایک نیا عنوان ہاتھ آ جائے — "منشی جی نے تقریظ لکھی"

(عبدالماجد) ۲۲ مارچ ۶۱ء

(۲)

بنام مولانا عبدالماجد دریابادی

آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ
۲۰ مارچ ۱۹۴۲ء

بزرگ محترم۔ گرامی نامہ موصول ہوکر باعثِ اعزاز ہوا۔
یہ بالکل طے شدہ مسئلہ ہے کہ مقدمہ خواہ وہ کتنا ہی مختصر کیوں نہ ہو آپ ہی کو بہت جلد لکھنا ہے۔ میں وعدہ کر چکا ہوں کہ علامہ دریابادی کا مقدمہ بہت جلد حاصل کر لوں گا۔ اگر میں خود لکھ سکتا تو اس وقت ریڈیو میں ملازم نہ ہوتا بلکہ دریاباد کی طرح تھانہ بھون میں بیٹھا ہوا ہندوستان بھر کو اپنا معتقد بنا رہا ہوتا۔
آپ کی مصروفیتیں معلوم۔ آپ کے وقت کی قیمت کا احساس اور آپ کے پروگرام کے بھرپور ہونے کا بھی اندازہ مگر ایک گناہ نیاز فتحپوری کے لیے نہ سہی رؤف صاحب کے لیے سہی۔ بہرحال اس عریضہ کے جواب میں آپ کے مقدمہ کا انتظار رہے گا۔

عقیدت کیش : شوکت

(۳)

بنام مولانا عبدالماجد دریابادی

پنجولی آرٹ پکچرس مسلم ٹاؤن
لاہور ۲۷ جولائی ۱۹۴۳ء

بزرگ محترم۔ السلام علیکم۔ میں تھانوی ہوں حضرت مولانا علیہ الرحمۃ سے یوں بھی کچھ نسبت رکھتا ہوں مگر تعزیت کر رہا ہوں ایک دریابادی سے ـــ اس کی بھی کوئی وجہ ہوگی۔ آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی۔ میں نے مظہر صاحب کو تعزیت نامہ نہیں لکھا۔ اور نہ کسی دوسرے تھانوی عزیز کو۔ دل چاہتا ہے کہ صرف دو بزرگوں سے تعزیت کروں۔ خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری سے اور آپ سے۔ ان کا پتہ نہیں معلوم اور آپ کو لکھ رہا ہوں۔ اس قسم کے موقعوں پر جو کچھ کہنے کو دل چاہتا ہے وہ کہا نہیں جا سکتا۔ پھر یہ بھی تو فیصلہ نہیں ہو سکتا کہ میں کسی سے ہمدردی کیوں کروں جبکہ خود ہمدردی کا مستحق ہوں۔ آپ کی طرف ذہن منتقل ہوا۔ دل چاہا کہ لکھ دوں کہ ؏

تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

مگر اس "چیخ پکار" کی کیا ضرورت ہے۔ عمر ہم دونوں کو چپکے چپکے وہیں لے جا رہی ہے۔ پھر بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ کھو گیا ہے۔ کچھ ڈھونڈھنا چاہتے ہیں۔
آج کل آپ مجھ سے بہت قریب ہو گئے ہیں۔ یہ بُعد اور یہ قرب۔ لکھنؤ دریاباد سے اتنا قریب نہ تھا جتنا لاہور ثابت ہوا ہے۔ آپ کی دو کتابیں ابھی پڑھی ہیں۔ مضامین عبدالماجد اور محمد علیؒ کی ذاتی ڈائری۔ تیسری کتاب "مُردوں کی مسیحائی"

منگا رہا ہوں۔

مضامین عبدالماجد میں بہت سی پڑھی ہوئی چیزیں پھر پڑھیں اور چند پڑھ کر دوسروں کو بھی سنائیں۔ مگر محمد علیؒ کی ذاتی ڈائری کے مطالعہ میں تو اتنا خود غرض بن گیا تھا کہ کسی اور کو سُنانا کیا معنی؟ اگر کسی کو اپنی طرف آتا ہُوا دیکھتا تھا تو بھی کتاب کے ساتھ کہیں چھپ جانا چاہتا تھا تاکہ وہ ماحول جو اس کتاب نے طاری کیا ہے مجھ کو پھر اسی بستی میں نہ پھینک دے جہاں کا میں رہنے والا ہوں۔ اس قسم کا ماحول ناولوں کو طاری کرتے تو دیکھا تھا۔ افسانوں سے پیدا ہوتے تو سُنا تھا۔ اس قسم کے ماحول کا تجربہ نیل چھتری اور امراؤ جان ادا کے سلسلہ میں تو ہوا تھا۔ مگر کسی کے حالاتِ زندگی اور یہ انہماک؟ مگر مجھے تعجب نہیں اس لیے کہ محبوب کا بیان ہے اور جادوگر کی زبان۔ افسانوں پر واقعات کا گمان تو بارہا ہوا تھا۔ مگر اس واقعہ پر افسانے کا گمان پہلی مرتبہ ہُوا۔ محمد علی سے کس کو محبت نہ ہوگی اور کون نہ سمجھتا ہوگا کہ ہم ہی سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ مگر اس کتاب کو پڑھ کر یہ ہُوا کہ زندہ محمد علیؒ سے جتنی محبت نہیں تھی اتنی زندۂ جاوید محمد علیؒ سے آپ نے کرا دی۔

آپ کو محمد علیؒ سے جو تعلق تھا وہ اس کتاب کے ایک ایک لفظ سے پھوٹا پڑتا ہے۔ محمد علیؒ ہر سطر میں مسکراتے، جھومتے اور سانسیں لیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ میں نے آپ کو بہت پڑھا ہے مگر اس کتاب میں تو حال بھی ہے اور قال بھی۔ ادب بھی ہے اور جذب بھی۔ محض رنگ ہی نہیں بو بھی ہے۔ میں نے مولانا رئیس احمد جعفری کی سیرت محمد علیؒ پہلے ہی پڑھ لی تھی۔ مگر محمد علیؒ سے اب متعارف ہُوا اور سچ تو یہ ہے کہ آپ سے بھی اسی کتاب کے بعد تعارف حاصل ہُوا ہے ہاتھ اکثر ملے ہوں گے مگر ہاتھ چومنے کو اب دل چاہتا ہے۔ چُوموں گا۔ جی بھر کر چوموں گا۔

میں ریڈیو میں گاتے گاتے فلم میں ناچنے یہاں آگیا ہوں۔ زندگی عجیب تاریک وادیوں سے نور کی طرف لے جا رہی ہے۔ دعا کیجیے کہ نور کے بجائے نار منزل نہ بن جائے۔

احقر شوکت تھانوی

(۴)

<u>بنام مولانا عبدالماجد دریابادی</u>

مولانائے محترم! السلام علیکم

کتاب تنقیش مکمل حاضر ہے۔ اس کا صفحہ ۱۸۴ ملاحظہ فرمائیے اور اس پر صدق میں تبصرہ بھی کر دیجیے۔

کلام پاک کا پارہ کلیجہ سے لگا لگا کر پڑھ رہا ہوں۔ پڑھ لوں تو کچھ عرض کر دوں۔

آپ کا

شوکت تھانوی

(۵)

بنام مولانا عبدالماجد دریا بادی

دفتر سانگ پبلسٹی - ممتاز منزل - امین الدولہ پارک لکھنؤ
۲ر دسمبر ۴۴ء

بزرگ محترم - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

والدہ محترمہ کی زندگی سے تو خیر میں نے بہت کچھ حاصل کیا۔ مگر موت بھی بہت کچھ دے گئی - غم ہی نہیں بلکہ غم کی بے ثباتِ حقیقت کا عرفان بھی یعنی بقر عید کے دن مجھ کو بلا کر متعدد مرتبہ فرمایا کہ گواہ رہنا میں کلمہ پڑھ رہی ہوں مسلمان پیدا ہوئی تھی اور اپنے نزدیک ایمانداری کے ساتھ اب تک مسلمان ہوں اور میری روح تم سے وابستہ رہے گی جب تک تم مسلمان ہو -

آپ مطمئن رہیں میں نے ایک مسلمان کی حیثیت سے مشیّت ایزدی کے حضور سر تسلیم خم کر رکھا ہے -

بزمِ رفیع کی طرف سے بھی آپ مطمئن رہیں اس ادارہ کا مقصد اس لٹریچر کی اشاعت نہیں ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں بلکہ رفیع احمد خاں مرحوم کے متعدد تنقیدی مضامین، ریڈیو کی تقریریں، کتابوں پر مقدمے وغیرہ بکھرے پڑے تھے ان کو یکجا کر لیا جائے گا۔ دوسرے ایک مرحوم دوست کے نام سے ایک ادارہ کچھ ادبی سرگرمیاں دکھاتا رہے گا۔ اُس کلام کی اشاعت کا سوال اگر ہوتا تو ظاہر ہے کہ میں خود اشتراکِ عمل نہ کر سکتا۔ اگر اس کے باوجود آپ میرے لیے مناسب نہ سمجھیں تو مجھے لکھ دیجیے میں وجہ دریافت کیے بغیر کنارہ کش ہو جاؤں -

آپ کا شوکت

(۶)

بنام مولانا عبدالماجد دریا بادی

دفتر سانگ پبلسٹی ارگنائزر یو۔پی
ممتاز منزل۔ امین الدولہ پارک لکھنؤ ۱۰ مئی ۴۴ء

بزرگ محترم، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

خوب، بہت خوب - "حقیقت" میں غالباً صدق سے ماخوذ نئی آواز پر آپ کا تبصرہ ابھی دیکھا۔ جی خوش ہو گیا۔ میرا نام بلا وجہ اس فہرست میں دیا گیا تھا۔ چنانچہ آپ نے اس پروگرام کو سنا ہو گا اور آپ خوش ہوئے ہوں گے کہ میں اپنے سینگ لیے الگ بیٹھا رہا۔ بچھڑوں میں شامل نہ ہوا - اس نئے ادب سے تو بے ادبی معاف گھامڑ ہونا اچھا ہے - ادیب نہ سمجھے جائیں گے بلا سے مگر شریف تو رہیں گے - خدا کو منہ تو دکھا سکیں گے - انجمن ہمارا ادب کے مشاعرہ میں غزل پڑھی تو اس سلسلہ میں بھی ایک شعر ہو گیا تھا ؎

اب نیا رخ ہے نئی دنیا نئے علم و ادب ان نئی تاریکیوں کو روشنی کہہ لیجیے

خیر: تو سب کچھ ہے مگر انیس احمد صاحب عباسی نے جو شذرہ "نئی آواز کا اجراء" کے زیرِ عنوان آپ کے تبصرہ کے ساتھ ہی ۱۱ مئی کی اشاعت میں پیش کیا ہے وہ بجائے خود ایک عجیب چیز ہے۔ غالباً ہمارے بھائی صاحب نے از رہ شفقت بزرگانہ یہ سمجھ لیا ہے کہ کوئی رسالہ کاغذ پر چھپا ہُوا روشنائی کے سیاہ حروف کے ساتھ ان کے سامنے پیش ہونے والا ہے۔ اگر آپ کے ملاحظہ سے یہ شذرہ نہ گزرا ہو تو میں ارسالِ خدمت کر رہا ہوں۔ انیس بھائی کو سمجھایئے کہ خدا کے لیے ہنسنے والوں کی جماعت میں رہ کر ہنسانے کے سامان مہیا نہ کریں۔ ان کی طرف سے ریڈیو کی مخالفت اس قدر غلط اور دھواں دھار ہو رہی ہے کہ "اندھے کی یاد نہ فریاد اندھا مار بیٹھے گا" یہ طریقہ ذرا غلط ہے۔ میں ان سے کہنا نہیں چاہتا مگر مخالفت کو وزنی بنانے کی ضرورت ہے اور ذاتی اغراض سے اس کو بالا رکھنا ہی پڑے گا۔

اُمید ہے کہ مزاجِ عالی بخیر ہوگا۔ اطلاع ملی تھی کہ آپ چپکے سے لکھنؤ آکر چلے گئے، خدا کرے یہ خبر غلط ہو۔

آپ کا شوکت

(۷)

بنام مولانا عبدالماجد دریابادی

ممتاز منزل۔ امین الدولہ پارک

لکھنؤ۔ ۱۷ مئی ۱۹۴۷ء

بزرگ محترم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

گرامی نامہ موصول ہُوا۔ سب سے پہلا کام میں نے یہ کیا ہے کہ عبدالرؤف صاحب عبّاسی کو ٹیلیفون کرکے ان سے عرض کیا ہے کہ مجھ کو صدق کا جنوری سے خریدار بنا لیں اور جنوری سے اب تک کا فایل بھیج دیں۔

کل ریڈیو کے نئے اسٹیشن ڈائرکٹر جگل کشور صاحب مہرا سے ملاقات ہوئی تھی۔ یہ صاحب نہایت معقول آدمی ہیں آپ کے شذرہ کے حامی ہیں اور ان کو حامی بنایا گیا ہے۔ آپ جب لکھنؤ تشریف لائیں گے تو وہ آپ سے خود مل کر آپ کو مطمئن کر دیں گے اور غالباً یہ تمام لغویتیں جو اب تک ہوتی رہی ہیں مہرا صاحب کے زمانہ میں نہ ہوں گی — مہرا صاحب اُس زمانے میں اسٹیشن ڈائرکٹر رہ چکے ہیں جب لکھنؤ عروج پر تھا اور یہ شکایات دور تک نظر نہ آتی تھیں۔ اُمید ہے کہ اب ریڈیو اسٹیشن کے حالات اب درست ہو جائیں گے۔

لیجیے عبدالرؤف صاحب عباسی کا ٹیلیفون آگیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ پورا فایل جنوری سے اب تک کا موجود ہے صرف دو پرچے غائب ہیں — ۷ فروری — ۱۰ اپریل

میں نے اُن سے فایل منگا لیا ہے اور ان دو پرچوں کی کمی کے متعلق آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کچھ مدد کر سکیں گے۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا —— لکھنؤ کب تشریف لا رہے ہیں؟

آپ کا شوکت

(۸)

بنام مولانا عبدالماجد دریابادی

محترمی ۔ السلام علیکم

انگریزی خط دفتری ہے اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

ایک خطبۂ صدارت کل تک ارسالِ خدمت کروں گا ۔ اگر پسند آئے تو صدق میں دے دیجیے گا ۔ ورنہ پڑھ کر خوش ہو لیجیے گا۔

آپ کا شوکت

(۹)

بنام مولانا عبدالماجد دریابادی

بزرگ محترم ! السلام علیکم

یہ ہے وہ خطبہ ۔ مقصد یہ ہے کہ آپ صرف پڑھ لیں ۔ صدق کے کام آسکے تو کیا کہنا ورنہ میں تو اسی سے مطمئن ہو جاؤں گا کہ آپ کی نظر سے گذر گیا ۔

آپ کا شوکت

(۱۰)

بنام مولانا عبدالماجد دریابادی

ممتاز منزل ۔ امین الدولہ پارک لکھنؤ

۴ ر فروری ۱۹۴۶ء

بزرگ محترم ۔ السلام علیکم ۔

ہما بدولت کے متعلق آپ کا تار نما خط موصول ہُوا ۔ آپ کو مجھ سے جو محبت ہے یہ اُسی کا اظہار تھا ورنہ کتابیں تو بہت سی چھپا کرتی ہیں ۔ مجھے ابھی پبلشر نے کتابیں نہیں بھیجیں ورنہ میں خود حاضر خدمت کرتا ۔ آتے ہی روانہ کروں گا انقلاب نے کیا لکھا ہے ؟ اگر اس کا تراشا آپ بھیج سکیں تو بے حد ممنون ہوں گا ۔

آپ کا شوکت

(۱۱)

بنام مولانا عبدالماجد دریابادی

ریڈیو پاکستان لاہور

۲۰ ۔ مئی ۱۹۴۸ء

محترم و معظم ، السلام علیکم

معلوم نہیں یہ ڈاک کی خرابی ہے یا قسمت کی ۔ آپ کے والا نامہ مورخہ ۲۸ ر دسمبر کا جواب دیا تھا مگر آپ کے والا نامہ مورخہ ۲۸ ر اپریل سے معلوم ہُوا کہ آپ کو وہ عریضہ نہیں پہنچا ۔ خدا کرے یہ خط مل جائے ۔

اس گرامی نامے کے جواب میں دانستہ تاخیر کی ہے کہ شرکتِ جلسہ والوں سے اور طفیل صاحب سے مل کر آپ کو

پہلے نانوے کے پھیر سے نکلواؤں پھر جواب دوں۔ جب مسودہ کے متعلق یہ معلوم ہو گیا کہ وہ آپ کو بھیج دیا گیا ہے تو اب عریضہ لکھ رہا ہوں۔ اب فرمایئے کہ مل گیا یا یہ بھی "جو کہ تھا جو مجھ کو دیا گیا"۔

آپ کے خط کے حوالے سے میں نے پنڈت آنند نرائن مُلّا کا شکریہ ادا کیا ہے۔ صاحب یہ بُت کافروں ہی مسلمانوں کا ایمان لیا کرتا ہے۔ یہ تعصب ہے اس شخص کا مطلب یہ کہ دل پُوجا شروع کر دے۔ شرافت کسی کا ٹھیکہ نہیں اور یہ شخص تو عجیب و غریب شریف دل رکھتا ہے اپنے سینے میں۔

اب تو جب آپ لوگوں کا خط آتا ہے۔ پڑھ کر ایک آہ نکلتی ہے ——— ہائے لکھنؤ ——— اور پھر دن بھر کچھ اس قسم کے گانے گنگنانے کو دل چاہتا ہے:

"بہت دن بیتے ساجن کو دیکھے"

"مل کے بچھڑ گئیں انکھیاں۔ ہائے راما"

ایک شعر جگر کا اکثر پڑھا کرتا ہوں ؎

ہزاروں قربتوں پر یوں مرا مجبور ہو جانا ‏ ‏ جہاں سے چاہنا اُن کا وہیں سے دور ہو جانا

خدا مبارک کرے کھایئے خوب خربوزے۔ آم بھی حاضر ہیں۔ رہ گئے ہم تو ہمارا بھی اللہ مالک ہے۔ آموں کے فراق میں لسّی پی پی کر زندگی کو طویل کر رہے ہیں کہ شاید یہ فاصلہ سکڑنا پھر سیکھ لے۔

اپنی خیریت سے اطلاع دیتے رہیے اور مسوّدے کے متعلق ضرور لکھیے کہ مل گیا یا نہیں؟

آپ کا شوکت

(۱۲)

<u>بنام مولانا عبدالماجد دریا بادی</u>

بزرگ محترم، السلام علیکم و رحمۃ اللہ

"صدق جدید" دو ہفتے سے مل رہا ہے۔ اِس مرتبہ تو ایسا ملا کہ مجھے گم کر گیا۔ "شوکتیات" پر آپ کا تبصرہ آپ کی اُس محبت کی چغلی کھا رہا ہے جس کا مستحق میں ہرگز نہیں مگر جس پر مجھے ناز بیشک ہے۔ یہ کوئی رسمی بات نہیں اور نہ میں آپ سے غلط بیانی کی جرأت کر سکتا ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ آپ میری حوصلہ افزائی کے لیے واقعی جیتے رہیں اور فیاضی کے ساتھ جیتے رہیں۔

اس تبصرے میں آپ نے یہ چور خوب پکڑا ہے کہ "جس کے نتیجے کے طور پر" نتیجہ ہے انگریزی خبروں کے ترجموں کے مطالعہ کا۔ بارہ سال تک ایک دہلوی کی شاگردی میں یہ بھاڑ بھی جھونکا ہے نا۔ وہی سیّد جالب مرحوم جن کا ذکر آپ خود اسی تبصرے میں کر گئے ہیں۔ میں اس مشورے پر ہمیشہ ناز کروں گا اور آئندہ اس کا خیال رکھوں گا۔

آپ نے ایک تراشہ بھیجا تھا۔ "شوکت تھانوی ایکٹر بن گیا" خداوند کریم اسی گناہ کو معاف کر دے کہ فلموں

کی کہانیاں اور مکالمے لکھتا ہوں۔ مگر باپ دادا کی عزت کا اب ایسا دشمن بھی نہیں کہ ایکٹنگ شروع کر دوں ؎

غلطی ہائے کتابت مت پوچھ   لوگ شوکت کو لتا باندھتے ہیں

مجھ کو والدِ مرحوم یا تھانہ بھون سے اب ایسی شکایت بھی نہیں کہ ان کا نام ڈبونے کے لیے بھانڈ بن جاؤں۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا خادم: شوکت

۲۰ مارچ ۵۲ء ۔ لاہور

(۱۴)

بنام مولانا عبدالماجد دریابادی

ریڈیو پاکستان، لاہور

۱۶ فروری ۱۹۵۵ء

مولانائے محترم، السلام علیکم

گرامی نامہ موصول ہوا۔ دونوں خطوں کی رسید مل گئی۔ واقعی یہ بات اصولاً غلط تھی کہ آپ پر قوی صاحب کا مضمون نکلا۔ میں نے طفیل صاحب کو بھی آپ کا خط دکھا دیا وہ اب تک یہی سمجھ رہے تھے کہ یہ مضمون آپ کے ایما سے لکھا گیا ہے۔ اسی لیے انھوں نے میرا مضمون روک کر یہ مضمون دے دیا۔ بہرحال جو ہونا تھا ہو چکا۔ ایسے حادثے بھی ہو جاتے ہیں۔

آج ہی "محمد علی ـــ ڈائری" کا دوسرا نسخہ مل گیا جو ارباب ریڈیو کے سپرد کر دیا گیا۔ تبصرے کی تاریخ اور وقت سے اطلاع دوں گا۔ مگر یہ نسخہ جس طرح پیک ہو کر آیا ہے اُس سے سخت تکلیف پہنچی۔ مجھ سے زیادہ شاید آپ کو تکلیف ہو میں اُس پیکنگ کے وہ کاغذ بھیج تو نہیں سکتا چند ملفوف کر رہا ہوں۔ قرآنِ پاک کے اوراق اور ان کا یہ استعمال ـــ اللہ تعالےٰ معاف فرمائے۔ میں تو دیکھ کر دھک سے رہ گیا۔

آپ مارچ یا اپریل میں جب بھی کراچی جاتے ہوئے لاہور سے گذریں اگر اپنے قیام کا شرف مجھ کو عطا فرمائیں تو میں کہہ سکوں گا کہ ؎

ز قدر و شوکتِ ماجد نہ گشت چیزے کم   کلاہِ گوشۂ شوکت بہ آفتاب رسید

یہ دوسری بات ہے کہ پہلے مصرعے میں بھی شوکت آ گیا ہے

آپ کا خط مجھے ۱۴ کی صبح ملا اور دہلی سے براڈکاسٹ ۱۲ کی شام کو تھا محروم ہی رہنا پڑا۔ کم سے کم یہی بتا دیجیے کہ بات کیا تھی۔

امید ہے کہ مزاجِ عالی بخیر ہوگا۔

عقیدت کیش: شوکت تھانوی

۲۷ فروری

یہ خط ۱۶ کو لکھا اور پھر صدر جمہوریہ ترکیہ کی آمد کے سلسلے میں نہ جانے کتنا کام آ پڑا کہ بہت کچھ بھول جانا پڑا۔ بہرحال آج یہ خط پوسٹ کر رہا ہوں اور آج ہی یہ خیال بھی آیا کہ قرآن مجید کے وہ اوراق اس خط میں آپ کو بھیج کر بے ادبی کا اعادہ میں آخر کیوں کروں لہٰذا وہ اوراق نہیں بھیجتا۔

شوکت

(۱۴)

بنام مولانا عبدالماجد دریا بادی

ریڈیو پاکستان لاہور
۲۷ رجنوری ۱۹۵۵ء

سیدی و مولائی ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

"محمد علی" کا ایک نسخہ ناشرین کی طرف سے موصول ہُوا۔ ظاہر ہے کہ یہ کس کے اشارے پر بھیجا گیا ہوگا۔ جو ناراض ہو کر بھی ناراض نہیں رہ سکتا۔ جو غیر متعلق ہو کر بھی متعلق ہے۔ بہرحال میں نے کتاب وصول کی اور دل ہی دل میں کہا کہ ؎

پرسش ہے اور پائے سخن درمیاں نہیں

اُس قلم والی لغویت کے بعد' خط لکھتا تو کس منہ سے لکھتا۔ البتہ آپ کی ناراضگی پر نازاں ضرور رہا کہ کوئی تو ہے جس کو میری اس پستی پر دُکھ ہُوا۔ اور یہ دُکھ ہر ایک کو نہیں ہو سکتا۔ کسی اپنے ہی کو ہو سکتا ہے۔ بہانہ ڈھونڈھ رہا تھا کہ اپنی صفائی پیش کروں کہ رسالہ نقوش کے شخصیات نمبر میں مجھ سے لکھنے کو کہا گیا۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ . . . . . . رسالہ نکلنے کے بعد آپ خود ملاحظہ فرمالیں گے اور اسی مضمون میں اُس قلم والی لغویت کی تفصیل بھی اقبالِ جرم[1] کے انداز سے دیکھ لیں گے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میں بخشش کا مستحق ہوں مگر اعتراف' جرم کو ہلکا ضرور کر دیتا ہے۔ پھر دریا باد) کی دریا دلی سے اُمیدیں تو بہت ہیں۔ ورنہ ڈوبنے کے لیے بھی کہیں اور نہیں جانا۔

"محمد علیؒ" کا مطالعہ کتاب ملتے ہی شروع ہو چکا ہے اور بڑی تقویت ہو رہی ہے کہ محمد علیؒ کو بھی عبدالماجد ویسے ہی ملے تھے جیسا عبدالماجد کو شوکت ملا ہے۔ محمد علیؒ نے اگر ملحد عبدالماجد کو مسلمان بنا دیا تو کیا عبدالماجد بے حیا شوکت کو باحیا بھی نہ بنا سکیں گے۔ اللہ ری بے حیائی کہ اتنے بڑے جُرم کے بعد یہ خط بھی لکھ رہا ہوں اور اس بیباکی سے لکھ رہا ہوں اور اس سے زیادہ بیباک وہ نقوش کے شخصیات نمبر والا مضمون ہے۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔ مگر میں کس مُنہ سے خیریت پوچھ سکتا ہوں۔

شرمسار شوکت تھانوی

---

[1] اقبالِ جرم پر خیال آیا کہ آج کل نظموں کا ایک مجموعہ مرتب کر رہا ہوں جس میں علامہ اقبال کا کلام پیش نظر ہے اور اُسی کی روشنی میں مومن مسلمان' مردِ حُر کو ڈھونڈھنے کی کوشش میں ناکامی کا اظہار ہے۔ کتاب کا نام ہوگا "اقبال جرم" ایک نظم کی پیروڈی حاضر ہے۔ یہ وہی نظم ہے ؎ ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن
جس میں تین شعر ہیں مومن دنیا میں اور آخری شعر ہے مومن جنت میں اب ملاحظہ ہو پیروڈی :

مومن

کمزور مقابل ہو تو فولاد ہے مومن انگریز ہو سرکار تو اولاد ہے مومن

"قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت" اس قسم کی ہر قید سے آزاد ہے مومن
ہو جنگ کا میداں تو اک طفلِ دبستاں کالج میں اگر ہے تو پریزاد ہے مومن

مومن جنت میں

شکوہ ہے فرشتوں کو کم آمیز ہے مومن
حوروں کو شکایت کہ بہت تیز ہے مومن

بنام مولانا عبدالماجد دریابادی (۱۵)

ریڈیو پاکستان لاہور
۲۹ رجون ۱۹۵۶ء

سیدی و مولائی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

ابھی آپ کا کارڈ ملا۔ اگر یہ نہ بھی ملتا تو بھی میں یہ خط ضرور لکھتا۔ میں یہ عریضہ کیوں لکھتا۔ یہ تو بعد میں عرض کروں گا۔ پہلے آپ کے صحیفۂ گرامی کا جواب عرض کر دوں۔

"ہم سے پردہ رہا" تک تو درست ہے مگر "غیروں سے ملاقات رہی" والی بات اس لیے درست نہیں ہے کہ امین بھی آخر دریابادی ہی تو ہیں یہ دوسری بات ہے کہ آپ کے پاس پہنچ جاتا تو بیڑہ پار ہو جاتا اور اُن کے پاس پہنچ کر "دریا بُرد" ہو کر رہ گیا۔ لکھنؤ سے دریاباد کا فاصلہ واقعی کچھ بہت نہ تھا مگر پاؤں میں مہندی نہ سہی بیڑی ضرور تھی۔ بیوی بچے سب ساتھ تھے اور ان سب کے ساتھ سفر انگریزی کا SUFFER بن جاتا ہے۔ بیگم صاحبہ کا عالم یہ ہے کہ لاہور میں رہ کر جب میرے منہ سے بے ساختہ "ہائے لکھنؤ" نکلتا ہے وہ بڑے طنز سے فرماتی ہیں کہ ع وہ گلیاں یاد آتی ہیں جوانی جن میں کھوئی ہے اور جب میں لکھنؤ کے لیے رختِ سفر باندھتا ہوں وہ بھی اس ڈر سے ساتھ ہو جاتی ہیں کہ کہیں یہ نامراد وہ جوانی پھر نہ ڈھونڈھ لائے۔ اب آپ ہی فرمایے کہ اس پورے قافلے کو لے کر میں کیا دریاباد آتا۔ آپ سے کونسا باپ مارے کا بیر ہے کہ یہ عذاب آپ پر نازل کرتا۔ امین صاحب سے تو خیر یہ تکلیف دہ مذاق ہو سکتا ہے مگر زیادہ حدِ ادب۔

اب وہ بات عرض کروں جو مجھ سے یہ خط لکھوانے والی تھی۔ لکھنؤ میں عزیزِ محترم حکیم عبدالقوی صاحب نے ازرہِ کرم محمد علیؒ کا دفترِ دوم عنایت فرمایا۔ میں نے اس کے مطالعے میں وہی بے صبری دکھائی جو روزہ دار افطار کے وقت دکھاتے ہیں۔ اس حصے کی آن بان ہی دوسری ہے۔ میں نے زندگی بھر آپ کو اتنا نہ ہنسایا ہوگا جتنا آپ نے مجھ کو رُلایا جی چاہتا تھا کہ محمد علیؒ زندہ ہوتے اور میں اپنے یہ آنسو اُن کے قدموں پہ نچھاور کرتا۔ اس کتاب کے صفحہ ۸۵ تک ایک عجیب محویت طاری رہی اس کے بعد یہ دیکھ کر طبیعت سخت بے مزہ ہوگئی کہ بجائے صفحہ ۱۸۶ کے پھر ۱۸۲

اور ۱۸۳ شروع ہوگیا اور ۱۸۳ کے بعد پھر ۱۸۸۔ گویا دو صفحے ۱۸۶ اور ۱۸۷ غائب ہیں۔ معلوم نہیں یہ صرف اسی نسخہ میں ہُوا ہے یا سب میں یہ ظلم ہُوا ہے۔ بہر حال جلد ساز کو ابھی میں نے یہ کتاب نہیں دی ہے۔

اُمید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا اور یہ بھی امید ہے کہ میرے دریا باد نہ پہنچنے کی شکایت بھی اب باقی نہ ہوگی — انشاء اللہ اگلے سفر میں تلافی ہو جائے گی۔

آپ کا شوکت تھانوی

شاؔد عارفی

بنام جاوید کمال صاحب

۷ر جولائی ۱۹۵۶ء

میرا حقیقی نام احمد علی خاں اور گھریلو لڈّن ہے۔ میرے والد مولوی عارف اللہ خاں افغانستان سے تعلیم حاصل کرنے رامپور آئے (یہ نواب کلب علی خاں کا زمانہ تھا) میرے نانا مولوی سید ولی خاں صاحب جو میرے والد کے دور کے عزیز اور قریب کے کسی موضع میں رہتے تھے وہ ان سے بہت پہلے رامپور آکر مدرسۃ العالیہ کے فارغ التحصیل ہو کر مدرسۃ العالیہ ہی میں ملازم ہو چکے تھے اور یہاں کے مشہور پٹھان عثمان خاں صاحب کی لڑکی سے شادی کر لی۔ پہلی اولاد میری والدہ تھیں جو رامپور ہی میں پیدا ہوئیں۔ زاں بعد نواب علاؤالدین خاں صاحب والئ لوہارو میرے نانا کو ملازم رکھ کر (ایک بہت بڑے مباحثہ کے بعد) ریاست لوہارو لے گئے اور اپنے لڑکوں کی عربی تعلیم پر مقرر کیا۔ میرے والد ساتھ گئے اور دو سال تعلیم سے فارغ ہو کر نواب صاحب کے ایماء سے پولیس لوہارو میں پہلے ہیڈ کانسٹبل اور پھر حسن کارکردگی کی بنا پر سب انسپکٹر ہوئے اس کے بعد میرے نانا نے اپنی لڑکی سے ان کی شادی کر دی۔ میں وہیں ریاست لوہارو میں پیدا ہوا۔ میری پیدائش کا صحیح سن میری والدہ کو یاد نہیں رہا تھا والد صاحب نے کوئی یادداشت نہیں رکھی تھی۔ والدہ کہتی تھیں کہ سنہ ۱۹۰۰ء سے لے کر ۱۹۰۳ء تک کسی سنہ میں میری پیدائش ہوئی۔ واللہ اعلم — میری ددھیال ساری کی ساری افغانستان میں ہے۔ اسی طرح ددھیال ننھیال بھی افغانستان ہی کی ہے۔ لوہارو سے پنشنر ہونے کے بعد میرے والد اور نانا دونوں رامپور چلے آئے۔ میں نے عربی تعلیم صرف و نحو کلام پاک والد سے گھر پر پڑھا فارسی اور اردو کی تعلیم حکیم غلام حیدر عرف عمی میاں صاحب سے حاصل کی اور پھر والد صاحب کی مرضی کے خلاف اپنے ماموں کے ذریعہ انگریزی اسکول (حامد اسکول) میں داخلہ لے لیا۔ ابھی نواں پاس کر کے دسویں جماعت میں پہونچا ہی تھا کہ والد کا انتقال ہو گیا — اور مجھے پورے گھر کا بوجھ سنبھالنا پڑا۔ ٹیوشنیں شروع کر دیں خود بھی پڑھتا رہا، مگر افکار و حوادث نے اتنی مہلت نہ دی کہ فارسی کے امتحانات ایڈوانس اردو کے بعد منشی الہ آباد اور کامل کر کے لینگویج میں بی اے کر سکتا۔ فاضل کا امتحان بھی پیسہ نہ ہونے کی بنا پر پاس نہ کر سکا اس لیے کہ اس میں لاہور رہنا پڑتا تھا جو میرے لیے ناممکن تھا — کارخانوں میں ملازمتیں کرتا رہا دو سال شوگر فیکٹری میں اکاؤنٹنٹ رہا۔ پھر منیر پروڈکٹس میں سپروائزر رہا۔ پھر "سی او ڈی" میں لیبر چیکر ہوا متعدد ملازمتیں کیں اور چھوڑ دیں۔ آخر میں ریاست ختم ہونے سے پانچ سال پہلے یہاں رامپور میں ناصر مسعود صاحب جو آج کل انڈونیشیا میں بھارت کی طرف سے انڈر سیکریٹری ہیں یہ رامپور میں پبلک انفارمیشن آفیسر ہو کر

آئے اور موصوف نے بطورِ خود مجھے بلا کر بڑے اخلاق سے گفتگو کی اور کہا کہ ہم ایک نیم سرکاری پرچہ نکال رہے ہیں تم اس کی ایڈیٹری کر لو۔ چنانچہ میں نے وہ ایڈیٹری ان کے اخلاق سے متاثر ہو کر منظور کر لی۔ پھر انھیں کی کوشش سے اسٹیٹ پریس میں انگلش پروف ریڈر ہُوا۔ جب ریاست کا پریس ختم ہو گیا تو مجھے بجٹ اکاؤنٹنٹ کی جگہ بدل دیا گیا جہاں ڈیڑھ سال رہا۔ پھر ریاست ہو گئی۔ اور نئی حکومت نے ہندی کا امتحان لیا جس میں میں بہت اچھے نمبروں سے اس لیے پاس ہُوا کہ میں تقسیمِ ہند سے بہت پہلے کافی ہندی پڑھ چکا تھا کیونکہ میری مدِنظر ہندی عروض (پنگل) حاصل کرنی تھی اور پھر گیتوں کا سلسلہ جاری کرنا تھا ادھر سنسکرت سے دوہوں سے (عرب شعرائے جاہلیت کے بعد) خاصی دلچسپی تھی چنانچہ میں نے ہندی پہلے ہی سیکھ رکھی تھی۔ مگر کلکٹر آفس کے سپرنٹنڈنٹ شرما کے مدِنظر کچھ اور ہی تھا انھیں بتایا گیا تھا کہ میں ایک خطرناک شاعر ہوں۔ لطیفہ یہ ہے کہ ریاست کے حکام مجھے نفقہ کا لومسٹ سمجھتے تھے اور بھارت کے حکام نے مجھے دوسروں کے کہنے سننے سے کامونسٹ سمجھا حالانکہ خدا شاہد ہے مجھے ان دونوں سے دلچسپی نہیں اور نہ لگاؤ۔ میں تو محض شاعری میں خیانت سے بچتا رہا۔ اور شعر کے تقاضے پُورے کرنے کے لیے ہی کہتا رہا جو دیکھتا رہا۔ یہ بات آسمان میں تھگلی لگانے والے شعرا کو جن کی چٹکی میں حکام رامپور بھی تھے۔ کھلتی تھی چنانچہ وہ لگائی بجھائی کرتے رہتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شرما صاحب نے مجھے رامپور کے (سائبیریا) تحصیل سوار میں ——— ڈگریڈ کر کے ناظر کے عہدے پر جانے کو مجبور کیا اور کہا کہ اگر تم نہیں جاؤ گے تو موقوف کر دئیے جاؤ گے۔ مجبوراً جانا پڑا اور وہاں جاتے ہی ملیریا میں مبتلا ہُوا اس ملیریا کا بھگتوان آج تک بھگت رہا ہوں۔ صحت قطعاً خراب ہو چکی ہے اور ہاں میں نے چالیس سال کی عمر میں گھریلو دشواریوں اور والدہ کی بصارت جاتے رہنے کی وجہ سے شادی بھی کی۔ بیوی ڈیڑھ سال زندہ رہی اور پھر وہی زندگی کی دشواریوں کا سامنا۔ اس کے بعد تقسیمِ ہند واقع ہُوئی۔ میں نے بیماری سے تنگ آ کر نوکری چھوڑ دی۔ تھوڑے بہت حقوق مل گئے۔ پراویڈنٹ فنڈ آج ۶ برس ہونے کو آئے نہیں ملا ہے۔ ہزاروں درخواستیں دیں مگر کسی نے ایک نہ سنی۔ ادھر والدہ کی پنشن جو ۱۱ روپے تھی وہ بھی بھارت نے ڈیڑھ سال بھیجنے کے بعد ایسی بند کی ان کے انتقال تک نہ ملی۔ اور نہ کوئی جواب ملا کہ کیوں بند کی گئی۔ اب اپنے بھتیجے ماسٹر فدا احمد کے ہاں محلہ بریاں میں رہتا ہوں۔ گھر کا ٹھیکرا بھی والدہ کے انتقال پر فروخت کر دیا۔ اور اب بقولِ غالبؔ یہ سوچتا رہتا ہوں۔ ؏ بے در و دیوار سا اک گھر بنانا چاہیے ——— میری شاعری کی ابتدا یوں تو انگریزی کے پانچویں کلاس سے ہوتی ہے۔ مگر اس میں شدّت ساتویں کلاس سے پیدا ہُوئی جبکہ مجھے ایک لڑکی (جس کا نام نہیں بتاؤں گا) سے محبت ہُوئی اور ایک دوست علی حسن خاں ماہرؔ اور مولوی منہاج الدین مینائی کی صحبتوں نے میری شاعری کو چمکنے میں مدد دی مولوی منہاج الدین صاحب عربی کے فاضل اور ادب سے خاصی دلچسپی رکھنے والے دوست تھے۔ مینائی خاندان کا قرب بھی میری شاعری میں شامل ہے۔ امیرؔ مینائی کے پوتوں سے دوستی اور یکجائی نے شاعری پر کافی اثر ڈالا۔ اس کے بعد میں مولانا مولوی محمود صاحب شفقؔ رامپوری کا شاگرد ہُوا دس سال تک اُن سے غزلوں میں اصلاح لی۔ نظمیں مولوی منہاج صاحب کی فرمائش سے خود لکھیں اور اصلاح نہ لی۔ سب سے پہلے نظم "اضطرار" ۱۹۳۰ء میں رسالہ ہمایوں میں شائع ہُوئی اور پھر یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ نظم کے اندر طنز میرا خاص موضوع رہا اور اب غزل میں بھی یہی چیز پسند کرتا ہوں۔ آخر میں

جبکہ مولانا شفق لاہور چلے گئے تو ایک صاحب کی ضد میں فصاحت جنگ حضرت جلیل کا بہ ذریعہ خط وکتابت شاگرد ہوا۔ آٹھ دس غزلوں کے بعد انھوں نے مجھے فارغ اصلاح لکھ دیا اور پھر یہ بھی ہوا کہ نظام حیدر آباد کی طرف سے ایک سرکلر جاری ہوا کہ ہمارے استاد بہت بوڑھے ہوگئے ہیں لیکن ان کے شاگردوں کو اصلاح بند کر دینی چاہیئے۔ چونکہ میں ریاست کے زمانے میں ریاست کے خلاف لکھتا رہا اس لیے حکومت نے مجھے کوئی سپورٹ نہیں دی۔ تیسرے درجے کے شعراء پر نظرِ عنایت رہی۔ جس کی مجھے کبھی پروا نہیں رہی۔ میں اپنی کھال میں مست تھا اور آج بھی ہوں۔ ریاست کے عہد میں ایک مرتبہ عکسیہ شرکت کی تھی اور ایک مرتبہ نام مسعود صاحب کے حکم سے رضاکاروں کے مشاعرہ میں شریک ہوا تھا اور بس۔ لیکن ان حالات میں بھی وہ چیزیں پڑھیں کہ سامعین مع صدر کے ذھپ رہ گئے۔ اور پھر مجھے کبھی نہیں بلایا اور میں یہی چاہتا بھی تھا ——— اس وقت میرے پاس سات مجموعہ کا مسالہ تیار ہے۔ ایک غزلوں ایک رباعیات وقطعات اور پانچ نظموں کا۔ ناشرین سے میزان اس لیے نہیں پٹی کہ وہ آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے تھے۔ میرے دو شاگردوں رشید احمد خاں محمود اور رفعت علیخاں مضطر نے اپنی رقم لگا کر رامپور سے ایک مجموعہ "سماج" شائع کیا تھا۔ جس کے چھپتے ہی تقسیم ہند کا واقعہ ہوا۔ ادھر مجموعہ بھی ایسا نہ چھپ سکا جیسا کہ میں چاہتا تھا کہ بہر حال وہ ایک مجموعہ بازار میں نہ آنے کے برابر رہا ———

نوٹ۔ عزیزم جاوید۔ میں نے قلم برداشتہ یہ سب کچھ لکھ دیا ہے۔ تم جہاں چاہو کانٹ چھانٹ کر سکتے ہو۔

شاد عارفی

(۲)

بنام خلیل الرحمٰن اعظمی صاحب

رامپور
محلہ بیریاں

۱۹ر جولائی ۱۹۵۶ء
(صبح عیدالضحیٰ)

عزیزم و مشفقم "اعظمی" صاحب"۔ السلام علیکم

عزیزم و مشفقم کے ساتھ "صاحب" مجھے نہیں لکھنا چاہیئے تھا مگر دل نہیں مانا۔

عید مبارک۔ تمہارا لفافہ جاوید کمال کے ہاتھ ملا۔ اس مرتبہ تم نے جس خلوص اور محبت کے ساتھ خط لکھا ہے وہ کافی متاثر کر دینے والا ہے۔ تم لوگوں کے دلوں میں اگر میری قدر ہے تو یہ تمہارے اپنے مزاج کا حسن ہے نہ کہ میرا فن بیان و زبان ——— میں خطوں کے جوابوں میں کبھی کوتاہی اور تساہل نہیں برتتا ——— دراصل ادھر تم مصروف رہے ادھر میں بھی اپنی مشکلات میں گھرا رہا۔ علیگڑھ میں ہونے کے باوجود اس بار تفصیلی ملاقاتیں نہ ہوسکیں۔ میں بے تکلفی کے ساتھ اپنی فطرۃ کی یہ کمزوری (اگر وہ ہو) بیان کر دوں کہ جہاں مجھے کسی شخص کے انداز سلوک اور طرزِ گفتگو میں کچھ مغائرت کی جھلک نظر آئی وہیں میں نے اس سے تعلقات منقطع کر لیے۔ اس سلسلے میں کئی اچھے دوست بلکہ پہلی محبت میں ناکامی خرید لی۔ تو ہاں اس مرتبہ اور اس سے پہلے بھی علیگڑھ کے قیام میں مجھے تمہارے اندر کچھ رُوکھا پن جس کو اب میں "جذبی پن" کہتا ہوں نظر آیا تو میں نے اس کا اظہار جاوید سے کیا اور کہا کہ اب خلیل الرحمٰن اپنے آپ کو "والا مرتبت" قسم کا آدمی سمجھنے لگا ہے لہذا = الفقط ——— لیکن

اس حالت کو "شکر رنجی" کہتے ہیں۔ چنانچہ تھوڑی سی "مزید شکر" مٹھاس رنگ لائی اور ہم پھر دہیں آگئے۔ جہاں دوستی میں کوئی تکلف روا نہیں رہتا ــ طبیعت کے اضمحلال اور کمزوری کی وجہ سے تمھاری بعض چیزیں دیکھیں پھر آنکھ سے پانی جاری ہوگیا۔ اس لئے کسی آیندہ وقت کے لئے رکھ چھوڑیں (میری رائے ہے) (بہ اعتبارِ فن) کلیتہً نہ سہی لیکن وہ نوجوان جنہیں تم بھی ایک حد تک شامل ہو آخر میں محسوس کریں گے کہ انھوں نے فن سے بغاوت کرکے کچھ دانشمندی نہیں کی۔ یہ محبوبانِ میر و میرزا" جو شوخ رنگ کا لباس اور تیر تلوار باندھ کر چلتے تھے۔ یہ سب کیا تھا۔ یہی کہ پہلے "عاشقانِ آشفتہ سر" لباس سے متأثر ہوتے ہیں اور پھر عشق و ادا سے "گدڑی میں لعل" پہچاننے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ لوگ (تم بھی) نہیں آؤگے کہ کسی "حسین خیال" کو ادا کرنے کے لیئے سب سے پہلے الفاظ کی خوبصورتی "مرصع سازی" ملحوظ رکھنی پڑے گی ورنہ ناظر آنکھ بھی اُٹھا کر نہیں دیکھے گا۔ چالیس برس کی فنی مشق کے باوجود بلا مبالغہ ہر روز پچاس ساٹھ نادر تخیلات ذہن میں آتے ہیں۔ لیکن مشکل سے پانچ چھ فنی گرفت میں آتے ہیں اور باقی کو ترک کردینا پڑتا ہے اور صرف اس لئے کہ ان کے ادا کرنے کے لیے موزوں الفاظ دستیاب نہیں ہوتے۔ ردکھے پھیکے لفظوں میں ان سب کی گرفتاری ممکن ہے مگر بے سُود۔ ایک ہی مثال لو۔ مرے پڑوس میں شراب بکتی ہے۔ جب سے میں یہاں آیا ہوں ایک ذہنی کوفت اس وجہ سے رہتی ہے کہ جب وہ شخص (شراب فروش) خم سے بوتلوں میں بھرتا ہے تو تمام کمرہ اور گھر گندگی سے بھر جاتا ہے۔ دماغ پریشاں ہوکر ابکائیاں لینے لگتا ہے۔ تو میں اس خیال کو نظم کرنے کے لیے ڈیڑھ سال سے کوشاں تھا کہ یہ محسوسات کاغذ پر آجائیں مگر ممکن نہوا (موزوں الفاظ کی عدم موجودگی کی بنا پر) مگر پرسوں ایک قطعہ ہُوا اور میں نے قلم برداشتہ لکھ ڈالا ــ تم بھی اس پس منظر میں اس قطعہ کو دیکھو کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ ڈیڑھ سال کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ یہیں سے ہم "شعرا" ناقدین کو بُرا سمجھنے لگتے ہیں کیونکہ وہ شعر کے پس منظر میں نہیں جاتے اور نہ اُن کے پاس کوئی ایسا مقیاس الشعر ہوتا ہے جس سے اُن کو پتہ چلے کہ اس شعر کے کہنے میں کتنا وقت صرف ہُوا اور کیوں ؟

ایک تانتا بندھا ہے رندوں کا
بوتلوں کی صفیں، ہجومِ ایاغ
خشتِ خم بار بار اُٹھتی ہے
چوٹ پر چوٹ کھا رہا ہے دماغ

مختصر یہ کہ تم کسی خیال کو نظم کرنے میں اگر تھوڑے تأمل سے کام لو تو بات بن جائے۔ بھرتی کے الفاظ ترک کردو مثلاً "اس دل" "یہ دل" "پھر" "یہ" "تو" "بھی" وہاں جہاں ان کی ضرورت ہو تو یہ لفظ ذاتی بُرے بھی نہیں ہیں۔ مگر ــ صرفِ نظر سے کام کر ــ اس میں شک نہیں ادھر تم نے بہت ترقی کی ہے (میری رائے میں) بھی کئی کام کی چیزیں نظر آئیں اور یہ غزلیں مزید اضافہ کی نشاندہی کررہی ہیں پہلی غزل کا پہلا مطلع ہی لو:

تجھ سے بچھڑ کے دل کی صدا کو بکو گئی ــــ لے آج دردِ عشق کی بھی آبرو گئی

سب سے پہلی گنجلک۔ کس سے بچھڑکے۔ محبوب سے۔ دل سے۔ درد سے — دوسری گنجلک دوسرے مصرع کا تخاطب کس سے ہے۔ محبوب سے۔ دل سے یا درد سے — اور "کی بھی" بڑا گڑبڑ جھالا کر رہی ہے — بندش ڈھیلی جیسے بڑھیا عورت کی انگیا کا بند — مطلب یہ کہ مفہوم در بطن شاعر کا انداز قطعاً ترک کر دو۔ اگر میری رائے مانو — اب اسی خیال کو اس چوکھٹے میں فٹ کرکے دیکھو:

تجھ سے بچھڑکے دل کی صدا کُو بکُو گئی
اے دردِ عشق آج تری آبرو گئی

اب یہ شعر لو:

اے کاش میں نہ سازِ محبت کو چھیڑتا
وہ دلنواز اک خلشِ جستجو گئی!

اس میں "کو" مکمل بھرتی کا — "وہ دلنواز" تعقید مطلق — "اک" اور "خلش" بھی بھرتی — مجموعی طور پہ مصرع پھس پھسا اور ناپسندیدہ۔ یہاں اگر تم تاویلیں کرو گے تو میں خاموش ہو جاؤں گا اس لئے کہ میں جہاں سے شعر کو دیکھتا ہوں جب تک تم وہاں سے دیکھنے کی عادت نہ ڈالو تو پھر معاملہ ہی ختم ہے۔ اب اس مصرع کو یوں کہو:

وہ دلنوازیٔ خلشِ جستجو گئی

اگر تم اس مشورے سے مطمئن ہو جاؤ تو بے شک مجھ سے مشورہ لے سکتے ہو ورنہ تم اپنا اور میرا وقت ضائع کرو گے۔ ہاں ایک بات اور۔ صرف ایک غزل بھیجا کرو تاکہ میں ایک ہی وقت میں دیکھ سکوں۔ بیماری کی وجہ سے زیادہ دیر تک دماغ سوزی اب میرے بس کا روگ نہیں رہی ہے —

ایک اور شعر

سر سے کبھی نہ اُترے گا یہ نشۂ حیات
کہنے کو یوں تو مستیٔ جام و سبو گئی

اوّلیں نظر میں یہ "نشۂ حیات میں "یہ" فضول ہے۔ دوسری نظر میں — "محض نشہ اترتا ہے" سر سے نشہ اترنا بھرتی کا ہے بادی النظر میں یہ معمولی باتیں ہیں۔ مگر انھیں سے "صاحبِ نظر" نتیجہ نکال لیتا ہے کہ شاعر "بے پروا" اور فن سے کورا ہے۔ تمہارے اندر سب سے بڑی ایک شاعرانہ کمزوری یہی ہے جو تمہیں کافی نقصان پہونچا رہی ہے۔ فنی شاعری "کلاسیکل" کو اتنا رجعت پسند کیوں سمجھتے ہو۔ ہم فن پرست بھی اتنے ترقی پسند ہوتے ہیں کہ ہم نے صنائع و بدائع کو مہمل سمجھ کر ترک کر دیا مثلاً طباق۔ مشاکلہ۔ توریہ۔ رقطاً۔ خیفاً۔ تجنیس۔ منقوطہ غیر منقوطہ۔ ترصیع و اصل و اشتقین تعلیل منقطع وغیرہ واقعی طور پر شعر میں کنجلک پیدا کرتے ہیں۔ ادھر بحریں بھی ہم نے ایک حد تک بدلنے میں مضائقہ نہیں سمجھا ہے۔ خصوصاً میرے ہاں تو رباعی تک میں تصرف ملے گا۔ تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ تم فن سے اس درجہ بے پروا رہ کر آگے نہ جا سکو گے۔

اب وہ شعر لو جس میں یقین کی بیشی کا ذکر ہے۔ یعنی "امید کا" تو اگر یہ شعر اس لئے کہا گیا ہو کہ زبان میں ایک لفظ کا اضافہ

مقصود تھا تو بھی ناکامی ہوئی ہے۔ اس لئے کہ اس کا حشر بھی جہانگیر کی "رام رنگی" (شراب) جیسا ہوا کہ لوگوں نے اسے نہیں اپنایا اور یہ لفظ کتابوں میں سو کر رہ گیا۔ اس "میٹھی" کا حال بھی یہی ہوا تھا چنانچہ زبان اُسے اپنا نہ سکی تھی اب اگر تم "سرد مستاں یاد دہانیدن" کے طور پر ادسے دوبارہ نظم کہتے تو یہ کوئی اپج نہ ہوتی۔ یوں بھی تو اس میں کوئی جاذبیت نہیں اور نہ ملاحت ہے۔ کوئی آدمی اسے کئی طرح تصور کر سکتے ہیں۔ مثلاً بدر چاچی نے آہوئے مادہ سے آفتاب کو استعارہ کیا ہے۔ برگِ بنفشہ سے حرف مراد لیتے ہیں جو قطعاً بعید از فہم ہیں۔ "یقین کی ناپسندیدہ بیٹی" ناامیدی ہو سکتی ہے۔ یقین کی بیٹی عمل سرگرمی بھی ہو سکتی ہے۔ یقین کی بیٹی دغا بھی ہو سکتی ہے۔ بُرے رُخوں پر۔ کم ہمتی۔ بے اعتمادی وغیرہ۔ اس لیے کہ ان سب کا تعلق "یقین" سے ہے۔

باقی پھر اگر تم پسند کرو گے ـــ رشید احمد خاں، مجموعہ کا شکریہ ادا کر رہے تھے ـــ آنکھیں ہنوز تکلیف دے رہی ہیں ـــ جاوید کمال سے اپنے انتخاب کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو گیا ـــ اطہر پرویز صاحب کا خط بھی آیا تھا۔ کل انہیں بھی جواب دے دیا ہے ـــ خیر تم لوگوں نے بیچ میں پڑ کر معاملہ طے کرا دیا اچھا ہوا۔ ورنہ میں آل احمد صاحب سرور کے خلاف بہت زہر اُگلنے والا تھا جو بہت بُرا چنیا پا ہوتا ـــ تم نے پاؤں میں گرم پانی کا ذکر کیا ہے۔ مگر میرے دل میں تو اس قسم کے حادثوں سے شعلے بھڑک اُٹھتے ہیں اور پھر مرے خامہ بسم اللہ کہہ کر لکھنے بیٹھ جاتا ہوں۔

شاد عارفی

۳

بنام محترمی و عزیزی حماد صاحب

محلہ بیریاں۔ رام پور ۲۳ر دسمبر ۱۹۵۶ء

السلام علیکم

کل جاوید کا خط علیگڑھ سے آیا تھا اُس میں آپ کے = (آپ کے "میں بہت تکلف ہے) اس لیے۔ اس میں تمہارے علیگڑھ جانے کا حال بھی تھا اور کچھ اس طرف بھی اشارہ کہ تم مجھ سے انتہائی ناراض ہونے کے باوجود مجھ پر کوئی اور مضمون لکھنے کی فکر میں ہو۔ یوں تو یہ فکر تمہیں علیگڑھ کے زمانے سے تھی۔ مگر اس کو کاغذ پر آنے کا موقع نہیں ملا۔

اب بات یہاں سے شروع کروں گا کہ تمہیں مجھ سے یہ شکایت تو واقعی بجا ہے کہ میں نے تمہارے خطوں کے جواب نہیں دیئے مگر اس کا کوئی سوال نہیں کہ میں نے جو جوابات بھیجے وہ تمہیں کیوں نہیں پہونچے۔ گزشتہ سال نمونیہ کے اٹیک کے نتیجہ میں جب میں زندگی اور موت کے مسئلہ میں مبتلا تھا جب بھی میں نے دوسرے لوگوں سے خطوں کے جوابات لکھوائے ہیں۔ اور اس سال جبکہ مارچ سے لے کر ابھی تک آنکھ کی سخت تکلیف میں بھی میں نے خط و کتابت املا کرائی ہے اب نومبر کے آخر سے اس قابل ہوا ہوں خود خط پڑھ لکھ سکوں ـــ چنانچہ یہ خط میں خود لکھ رہا ہوں اور آیندہ کی شکایات رفع کرنے کے سلسلے میں یہی کافی ہو گا کہ نہ میں تمہیں دوش دوں نہ تم مجھے ـــ جاوید اور خلیل اعظمی اب علیگڑھ بلا رہے ہیں مگر میں نے لکھ دیا ہے کہ موسم شدید قسم کا ہے اس لئے اس وقت نہیں مارچ تک آسکوں گا ـــ پچھلی دفعہ جب گیا تھا تو معلوم ہوا تھا کہ تم تین روز قبل

علیگڑھ سے اعظم گڑھ جا چکے تھے ـــــ اب علیگڑھ میں وہ لطف نہیں رہا۔ اس سے پہلے جاوید کے ساتھ کچھ بہاریں تھیں ان سے دلچسپی رہی تھی مگر اب وہ بھی نہیں۔ گزشتہ سال P.W.A کی کئی میٹنگیں کیں۔ ایک مرتبہ شہناز بھی تھی۔ مگر خاموش اور کھوئی کھوئی جیسے کسی ناگفتہ بہ بیماری میں مبتلا ہو۔ کچھ بولی بھی نہیں تھی۔ زینتِ بزم بنی بیٹھی رہی۔ مگر اب وہ اس قابل نہیں رہی کہ اس پر نظم کہی جائے۔ اس لئے امید ہے کہ تم اپنا وہ تقاضا واپس لے لو گے جو اس کے بارے میں نظم سے متعلق تھا اور میں جس کی تکمیل میں ہنوز قاصر رہا ـــــ اس مرتبہ گیا تو ہلکی سی اطلاع یہ تھی کہ خلیل اعظمی اس سے شادی کرنی چاہتے ہیں مگر بات کچھ کھٹائی میں پڑ گئی ـــــ اب مطلب کی طرف آتا ہوں اور وہ یہ کہ مضمون کے سلسلہ میں جو کچھ پوچھنا چاہو مجھے (بیرباں رامپور) کے پتہ پر لکھ بھیجو میں تفصیل سے لکھ بھیجوں گا۔ اور یہی بات بھی صاف ہو جانی چاہیئے کہ اب ہمارے درمیان خط کتابت مستقلاً جاری رہے گی ـــــ ہاں کبھی رامپور آؤ۔ ہفتہ عشرہ کے لئے چھٹیاں ہوں تو ادھر آنے کا پروگرام بناؤ۔ یہ "بیرباں محلہ" بڑے پُرفضا مقام پر واقع ہے جہاں پہلی بیماری پر تبدیلی آب و ہوا کے سلسلہ میں یہاں آ گیا تھا۔ پورا مکان میرے قبضہ میں ہے مردانہ ہے۔ ہر وقت ادبی اور غیر ادبی صحبتیں رہتی ہیں۔ غیر ادبی سے کچھ شبہ ہوتا ہے کہ تم خلیل اعظمی والے مشغلے کی طرف نہ چلے جاؤ اس لئے اسے صاف کر دوں کہ یہاں پچیسی، شطرنج۔ تاش کی صحبتیں بھی جمتی ہیں اور رات کے دو دو بجے تک یہ شغل جاری رہتا ہے۔ مگر تمھیں ان میں سے کسی میں ڈھب نہیں اس لئے یہ ذکر فضول رہا ہوگا۔ یا ایسا ہو کہ جاوید سے طے کر لیا جائے۔ تم بھی علیگڑھ پہونچو اور میں بھی جا دھمکوں اور پھر وہاں سے رامپور آیا جائے۔ اب تک قطعاً غیر شاعرانہ گفتگو رہی ہے۔ معلوم نہیں تم پاکستانی رسائل دیکھ رہے ہو یا نہیں۔ آج کل مری نظمیں وہاں سے قیمتاً شائع ہو رہی ہیں۔ ادھر کچھ طویل نظمیں بھی کہی ہیں۔ مثلاً ـــــ ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے ـــــ اس میں ماسٹرنی کا خاکہ ہے ـــــ ان اونچے اونچے محلوں میں اور بتائیں کیا ہوتا ہے ـــــ اس میں بھی بڑے لوگوں کے لتے لئے گئے ہیں۔ کاش تم یہ نظمیں دیکھ سکتے ـــــ ابھی حال میں ایک نظم ـــــ مرے پڑوس میں کچی شراب بکتی ہے ـــــ کے عنوان سے اور ایک نظم بہ عنوان ؎

مرے محلے کے دو گھرانوں سے ہے گناہوں کا فیض جاری

یہ بھی کافی طویل نظمیں ہیں۔ غزلیں تو بے شمار کہی ہیں ـــــ وہ بھی تم نے کہاں دیکھی ہوں گی۔ اب خط ختم کرنے جا رہا ہوں اس لئے ایک بالکل تازہ غزل کے صرف مطلعے سنو:

جگمگیے بچ کے گزرتے ہوئے انسانوں کے　　قہقہے اور بڑھا دیتے ہیں دیوانوں کے
کھل گئے بھید جو رندوں پہ جہانبانوں کے　　ڈھیر لگ جائیں گے ٹوٹے ہوئے پیمانوں کے
کہہ رہے ہیں کہ پڑو پاؤں نگہبانوں کے　　آپ ہمدرد ہیں ہم سوختہ سامانوں کے
تجربے جی کو جنوں کے نہ گریبانوں کے　　طنز کرتے ہیں وہ حالات پہ دیوانوں کے!

"مرنے میں ہوں" "بتانِ فتنہ گر سے کہہ رہا ہوں میں　　"بتانِ فتنہ گر ہیں" اس نظر سے کہہ رہا ہوں میں

فسانۂ ستم بُتِ سُخن سے کہہ رہا ہُوں میں — چھُناں چنیں کے ساتھ "اگر مگر" سے کہہ رہا ہوں میں
یہ جانتے ہُوئے کہ عاق ووِرثے کر رہا ہُوں میں — پتے کی بات بزم بے خبر سے کہہ رہا ہوں میں
سلیقۂ رمیمن یہ تم سے بات کیا کروں کہ تم
کھو گئے باغباں کے اثر سے کہہ رہا ہوں میں

اب کھوڑا ختم ہو رہا ہے۔ اس لئے۔ السّلام علیکم۔

شادؔ عارفی

(۴)

بنام جناب نشتر بریلوی

بیریاں۔ رامپور — ۲۴ر دسمبر ۱۹۶۱ء

عزیزم نشتر۔ دعائیں

کل ۲۳ر دسمبر کی شام کو تمہارا ۱۵ر دسمبر کا لکھا ہُوا کارڈ ملا۔ اگر یہ کارڈ سہس پور سے پیدل بھی آتا تو بہت سے بہت چار دن میں آجاتا مگر معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ پیٹ کے بل رینگتا ہوا مجھ تک پہونچا۔ وہ بھی سیدھا نہیں بلکہ جگہ جگہ سینما دیکھتا، ہوائیوں کے کروں پر ٹھہرتا ہر پڑاؤ پر حُقّہ اور کہیں کہیں سلفہ پیتا ہوا۔ خیریت یہی گذری کہ پہونچ گیا۔ اگر نہ پہونچتا تو تم کیا بنا لیتے تم نے سُنا ہوگا کہ ایک ریاست کا فائر بریگیڈ دو سال بعد آگ بُجھانے پہونچا تھا۔ یہ کارڈ اس سے تیز رہا۔ میرے لفافے کا جو تم نے حال لکھا۔ "بیتلا حال" وہ بھی اسی طرح کی کسی مصیبت میں مبتلا ہو گیا۔ تمہارا یہ خیال کہ وہ سنسر ہوا ہوگا اس لئے صحیح نہیں ہے کہ سنسر کا محکمہ کافی سنجیدہ اور سلیقہ مند ہے وہ ایسے بیہودہ طریقہ سے سلوک نہیں کرتا وہ بڑی چابکدستی سے لفافے کھولتا اور بند کرتا ہے اس لئے یہ تو صرف گمان ہے کہ وہ سنسر ہوا۔ بلکہ یہ کسی ڈاکیہ کی حرکت ہوئی وہ سمجھا ہوگا کہ لفافہ بھاری ہے نوٹ ہوں گے اس میں۔ وہ اُسے اپنے گھر لے گیا ہوگا مگر جب اطمینان سے بیٹھ کر کھولا ہوگا تو طبیعت خوش ہو گئی ہوگی کہ یہ تو "شاعری نکلی" اور شاگرد کو اُستاد نے لکھا ہے پہلے تو یہ مصرع پڑھا ہوگا کہ "چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں"۔۔۔ اور پھر کسی کونے میں غصّہ کے ساتھ پھینک دیا ہوگا۔ مگر کچھ دنوں بعد خیال آیا ہوگا کہ غریب شاعروں کا معاملہ ہے جوڑ جاڑ کر بھیج بھی دو چنانچہ چیپیاں لگا کر بھیج دیا اور بس اور اگر وہ واقعی سنسر والوں کی زیادتی تھی تو انھیں یہ کیا معلوم کہ ہم (یعنی میں خود) "LEFT WING" کے شعرا میں ہوں۔ اس لئے فاقے مر رہا ہوں اور مزید برآں یہ کہ بہ اعتبار صحت بھی دل برداشتہ۔ ہمارے مذہب میں خودکشی قطعاً حرام ہے۔ یہی نہیں بلکہ موت کی دُعا مانگنا بھی گناہ ہے ورنہ میں اب تک خودکشی کر چکا ہوتا۔۔

ادب نوازی اور ماحول دو متضاد چیزیں ہیں۔ خوشامدی مزے کر رہے ہیں اور سچی بات کہنے والے، وطن سے محبت کرنے والے، ترک وطن کرنے والوں پر چار حرف بھیجنے والوں کی کون سنتا ہے۔ مگر۔ کب تک۔ ایک دن

آئے گا کہ ہم LEFT WING والوں کی قدر ہوگی (ہم ہوں یا نہوں) جوش پاکستان گیا تو سب سے پہلے میں نے اُسے لتاڑا اب بھی اس کو معاف نہیں کر رہا ہوں۔ کمبخت نمک حرام اور وطن دشمن تھا —— دُم دبا کر نکل بھاگا ۔۔۔ اور اپنی ایک حالیہ رباعی میں کہتا ہے کہ کسی سے میرا بال بیکا نہ ہوا —— بیوقوف کو یہ خبر نہیں کہ دُم اور ناک کٹ کر یہیں رہ گئی۔ میں یہاں فاقے کر رہا ہوں تو کیا ہُوا؟ کیا پاکستان میں میرے لئے "مرغ و ماہی" کے امکانات ہیں کہ جو میں اُدھر جانے کا خیال کروں۔ اگر ہوں بھی تب بھی عمر کون جانے اسے ظفر دلی کی گلیاں چھوڑ کر = جہاں نال گڑی ہو وہاں سے دوسری جگہ جاکر آدمی کس طرح مطمئن ہو سکتا ہے۔ مجھے خبر نہیں اور نہ میں یقین کر سکتا ہوں کہ فلاں آدمی ترکِ وطن کے بعد اطمینان سے ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ ہزاروں مہاجر ٹھوکریں کھا کر پھر کیوں ہندوستان آرہے ہیں؟ —— وہیں مزے کرتے —— یوں بھی وہاں روز بروز بدنظمی اور خود غرضی بڑھتی جارہی ہے —— اونٹ کس کل بیٹھے گا یہ وقت بتائے گا ۔۔ ترمیں یہ کہہ رہا تھا کہ مجھ ایسے شاعر کی ڈاک سنسر کرکے کیا حاصل ہوگا زیادہ سے زیادہ جیل بھیج دیا جاؤں گا۔ تو تم یقین کر دمیں اس کے لئے چشم براہ ہوں کہ حکومت مجھے جیل بھیجدے اور میں جیل میں ہی مروں تاکہ میری وطن دوستی پر مہر لگ جائے اور یہ بھی کہ وہاں دونوں وقت کھانے کو تو ملے گا کسی کی خوشامد تو نہیں کرنی پڑے گی۔

تم اپنے قطعات اصلاح کے لئے بھیج دو میں منتظر رہوں گا۔

دعاگو۔۔ شادؔ عارفی

(۵)

بنام حمّاد صاحب

بیریاں۔ رامپور ۱۴ ؍ فروری ۱۹۵۶ء

عزیزم حمّاد صاحب (صاحب زیادہ ہے)

وعلیکم السلام۔ میں تو سمجھا تھا کہ تم میرا کارڈ پی گئے۔ اور بہت دنوں بعد لکھو گے کہ شاد صاحب (یہ بھی زیادہ ہے) نے جواب نہیں دیا اور یہ شکایت جا و بے جا تک پہونچا دو گے۔ مگر شکر ہے کہ آج جب کہ میں صبح سے کوئی دس نظمیں اور پانچ غزلیں رسائل کو بھیج کر تھک چکا تھا کہ تمہارا مفصل لفافہ ملا۔ اور بجٹ کے خلاف۔ رنگین لفافہ اور خصوصی پیڈ۔ چلو تمہارے "ہوم سکرٹری" ہیں میرے لئے اتنی وسعتِ خیال تو پیدا ہوئی۔ رہا عمر کا سوال تو یہ عورتیں ہمیشہ اپنی عمر کم اور دوسروں کی زیادہ ہی سمجھتی ہیں۔ یہ اُن کی فطرت ہے جس کو بدلنے کی حماقت بھی نہیں کرنی چاہیے۔ مرد کی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں اس لئے ان کے ٹوٹ جانے کا لحاظ بھی رکھنا ہوگا —— انہیں سمجھا دو کہ آدمی (مرد) کی عمر اُس کے دل کی کانک پر منحصر ہے۔ بالوں کی سفیدی پر نہیں اور یہ قطعہ بھی سُنا دو جو میں نے ایک صاحبہ کے عمر پوچھنے پر لکھ بھیجا تھا۔ موصوف نے میرے رنگین اشعار سے میری عمر کا تخمینہ غلط لگا لیا تھا۔

قطعہ

صرف چالیس برس کا میں جواں شاعر ہوں
یہ تو زمانے کی عنایت سے ہیں کچھ بال سپید
نوجوانی کی ضمانت ہے کنوارا رہنا
لڑکیاں ورنہ زمانے میں نہیں ہیں نا پید

میرا دیوان تو نہیں انتخاب انجمن ترقی اُردو علیگڑھ سے شائع ہوگیا ہے اُس میں کئی نظمیں تو سماج والی شامل ہیں مگر تین یا چار نئی ہیں اور غزلیں بھی قریب قریب نئی ہیں۔ جاوید کو لکھ کر منگوا لو ۔۔۔ ادھر میں نے بھی بہت نظمیں لکھی ہیں اور غزلیں بھی، کوشش کروں گا کہ ایک ایک نظم اور غزل تمہیں نقل کرا کے بھیجتا رہوں مگر مصیبت یہ ہے کہ نظمیں طویل ہیں۔ مثلاً تعارف۔ یہ نظم تو لامتناہی ہے ۔۔۔ اور دوسری بھی کچھ کم طویل نہیں۔ ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے۔ یہ ایک ماسٹرنی پر ہے (جس کو رشتہ تصور کیا گیا ہے) وہ انکار کرتی ہے کہ رات کو اس کے کمرے میں کوئی نہیں تھا مگر آثار و قرائن جلے ہوئے سگرٹ۔ بستر کی شکنیں۔ چہرے کی اُداسی پر دلائل قائم کئے گئے ہیں۔ اس راہ سے ابھی کوئی گیا ہے۔ دوسری نظم۔ مرے پڑوس میں کچی شراب بکتی ہے۔ تیسری نظم (مرے محلے کے دو گھرانوں سے ہے گناہوں کا بہشت جاری ہے ان اونچے اونچے محلوں میں اور بتاؤں کیا ہوتا ہے)

جاوید کمال بیمار تھا ۔۔۔ اب اچھا ہے ۔۔۔ مجھے بار بار علیگڑھ بلا رہا ہے۔ مگر موسم کی شدت کی وجہ سے نہیں جا رہا ہوں مارچ کے آخر تک جانے کا ارادہ ہے ۔۔۔ جاوید کی شادی سے متعلق تمہاری اطلاع درست ہے۔ منگنی ہو چکی ہے لڑکی ۔۔۔ پھڑکتے ہوئے مصرع کی سی حیثیت رکھتی ہے ۔۔۔ برابر کے مصرع ہیں ۔۔۔ رشید خاں نے شکر کی مشین علاقے میں لگائی ہے بہت مصروف ہیں۔ کل آئے تھے تمہارا ذکر بھی ہوا تھا ۔۔۔ خلیل الرحمٰن اعظمی کی شاعری آج کل بڑی تیز ہے ۔۔۔ بیچارے نے تخیلی طور پر صبا حیدرآبادی میں ایک نظم "سہاگ رات" کے عنوان سے لکھی ہے، کہتا ہے:

ناز کر ناز کر اے "جان" کہ تیرے آگے
آج اک شاعر خود کام کا سر جھکتا ہے
پیرو مسلک خیام کا سر جھکتا ہے

وہی ذہنی عیاشی اور یہ "جان" کا مصرف بھی عجیب مضحکہ ہو کر رہ گیا ہے۔

صفحہ سادہ رہا جا رہا تھا اس لئے کچھ قطعے ہی لکھ دوں۔

بلند و پست میں نسبت ہے غیر قانونی
غرور و عجز میں "رشتہ" سماج بکتی ہے
کسی رئیس (امیر) کی لڑکی کسی غریب کے ساتھ
نکاح عیب سمجھتی ہے ۔ بھاگ سکتی ہے

بستے بغلوں میں ہاتھ میں انٹے
راہ میں کھیلتے ہوئے لڑکے
ان کے تیور بتا رہے ہیں شاد
یہ بنیں گے وطن کے ایم ال اے"

مرغیاں ہی مرغیاں دیکھیں جو کل اک گاؤں میں
میں نے پوچھا مرغ کیوں غائب ہیں یہ کیا گھات ہے
رازدارانہ طریقہ پر یہ بولا میزبان
کیا کہا جائے یہ نیتاؤں کی "ٹکمی بات" ہے

گھر میں دعائیں اور کرن کو پیار۔

شاد عارفی

(۶)

بنام شاد صاحب

۱۸ فروری ۱۹۵۷ء

بریاں۔ رامپور

عزیزم شاد۔ دعائیں

(القاب میں اس بے تکلفی کا سبب آگے آئے گا)

میں نے ۴۰ سال کی عمر میں شادی کی تھی تمہیں معلوم ہوگا۔ اگر نہیں تو اب سہی — یہ شادی کی زندگی ڈیڑھ سال چلی اور پھر
وہ جس پر میں نے "نصف بہتر" نظم کہی تھی۔ اسقاط حمل کے سلسلے میں اللہ کو پیاری ہوگئی — یقین کرو کہ شادی سے
قبل میں جس کو آزادی کی زندگی سمجھتا تھا — وہ سراسر غلط فہمی ثابت ہوئی۔ ۱½ سال میں وہ طمانیت و سکون حاصل
رہا جو دو معاشقوں کی زندگی پر گراں تھا — بہرحال اس تفصیل میں جانے کا یہ وقت نہیں اب تو صرف یہ کہنا تھا کہ میری
بیوی جس کا نام پری بیگم تھا جو تحصیل شاہ آباد رامپور کے خالص پٹھان نور خاں کی لڑکی تھی اور معمولی پڑھی لکھی بہشتی زیور
اور نور نامہ تک، شادی سے کچھ دنوں بعد میں نے "پری" کہکر مخاطب بنانا شروع کیا۔ پہلے پہلے تو وہ شوہر کی خوشنودی
جنت کے تصور سے متاثر ہوکر کچھ نہ بولی۔ لیکن ایک دن مجھے موڈ میں دیکھ کر کہنے لگی کہ میری بڑی
بہن بیوی —
بہن کے شوہر تو ان کا نام بڑے ادب سے لیتے ہیں۔ مگر آپ شاعر ہوکر میرا نام اس طرح لیتے ہیں جیسے میں کوئی ملازمہ ہوں
— یہ بات ہے ...... میں نے کہا۔ اچھا آج سے "پری بیگم" کہا کروں گا — وہ خوش ہوگئی — لیکن ہوا یہ کہ شام تک
نوبت آگئی۔ میں نے کہنا شروع کیا۔ "محترمہ پری بیگم صاحبہ اگر آپ کو ناگوار نہ گزرے تو یہاں تشریف لاکر مجھے تھوڑا پانی

پلا دیجیے۔ اسی طرح جب چھ سات مرتبہ کہا تو ہاتھ بڑھا کر کھڑی ہوگئی اور کہا میں اس ادب سے باز آئی آپ اوسی طرح پکارا کریں۔ تب میں نے اسے بتایا کہ خلوص اور بناوٹ میں یہی فرق ہے ——— اس "تشبیہ کا یہ محل" ہے تو لازماً غلط مگر حقیقت یہی ہے کہ تمہارے القاب میں بے تکلفی اسی لئے اختیار کر رہا ہوں کہ خلوص کا خون نہ ہو۔ چونکہ تم مجھ پر مضمون لکھنے کا ارادہ رکھتے ہو اس لیے اب میں تفصیل سے یہ بیان کردں گا کہ میں نے اس عمر میں شادی کیوں کی تھی؟ اس سے پہلے کیوں نہ کی؟ بات یہ ہوئی تھی کہ مجھے اپنے دور کے خاندان میں سے (جہاں ہماری بیاہ شادی ممنوع تھی (بہ اعتبار "قومیت" وہ گھٹیا قوم کی لڑکی تھی) اور ہم لوگ خالص افغانی ——— رنزڑ ——— ڈوڈوال اور آفریدی ——— ایک لڑکی سے "نام نہیں بتاؤں گا" بچپن ہی میں محبت ہوگئی جو ساتھ کھیلنے کا نتیجہ تھی۔ اسی پر میں نے ایک غزل میں مقطع یوں کہا تھا۔

ساتھ کھیلے کی محبت بڑھ کے بن جاتی ہے عشق
اس سے زائد عشق کلے شاد میں قائل نہیں

نتیجہ تو وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا یعنی وہی جو میری نظم "فسانۂ ناتمام" سے ظاہر ہے۔ جس کو میں نے تفصیل سے اپنی نظم "سماج" میں بیان کر دیا ہے۔ اس محبت نے مجھے۔ جو نظمیں دیں وہ یہ ہیں ——— فسانۂ ناتمام ——— "خط کی چوری" ——— "سماج" ——— "غمازہ" ——— مفارقت ——— در ایک آدھ نظم جواب یاد نہیں آرہی ہے۔ غزلوں میں بھی کچھ زیادہ مواد فراہم اس لئے نہ ہو سکا اس محبت میں نہ تو فراق کا سوال تھا نہ رقیب کا ڈر ——— وہ لوگ "لڑکی والے" خدا سے چاہتے تھے کہ میں کنبس کر شادی کروں تاکہ میرے خاندانی غرور کا سر نیچا ہو۔ اس لئے وہ (اس کے ماں باپ) مجھے زیادہ سے زیادہ موقع دیتے رہے کہ میں خوب گھل مل جاؤں ——— اب ہم جوان تھے۔ کہ ایک روز مجھے "اُدمات" لگا۔ اُدمات کو سمجھے۔ جوشِ جوانی میں آپے سے باہر ہو جانا ——— مگر ایمان کی بات یہ ہے کہ وہ لڑکی آڑے آگئی۔ کہنے لگی میں تم سے باہر نہیں ہوں مگر ..... اس کے بعد محبت ختم ہو جائے گی۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں تو میں حاضر ہوں . . . مجھے فوراً ہوش آگیا۔ عرب معشوقہ بثینہ اور اس کے عاشق جمیل کا واقعہ یاد آگیا۔ یہ قصہ بھی سُن لو۔ یہ قبیلے بھی آپس میں بَیر رکھتے تھے مگر ان دونوں میں محبت ہوگئی۔ چھپ چھپ کر ملتے رہے ایک دن جبکہ یہ قبیلے تلاشِ آب و سبزہ میں اپنے اپنے گلے لے کر مختلف سمتوں میں جانے والے تھے گویا صبح کو روانہ ہوں گے تو بثینہ نے جمیل سے کہلا بھیجا کہ رات کو میں خیموں کے پیچھے آگ روشن کر دوں گی تم اسے دیکھ کر چلے آنا میں وہیں ملوں گی چنانچہ اُس نے یہی کیا اور جمیل وہاں پہونچ گیا۔ اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد جمیل نے اظہارِ مطلب "خواہشِ وصل" کا اظہار کیا تو بثینہ نے اپنی کمر سے خنجر نکال لیا اور کہا کیا تم ایسا ارادہ کر کے یہاں آئے تھے۔ کیا اسی کو عفتِ عشق کہتے ہیں چلے جاؤ میرے سامنے سے ورنہ ابھی خنجر سے تمہارا کام تمام کر دوں گی ——— جمیل اس پر بجائے بگڑنے کے مسکرایا اور اپنا پیش قبض (خاص قسم کا خنجر) کھینچ لیا۔ اور کہا اگر تو وصل کا اقرار کر لیتی تو اسی خنجر سے تیرا کام تمام کر دیتا ——— خاندانی اختلاف کی بنا پر ان میں شادی تو نہ ہو سکی مگر جب بثینہ دوسری جگہ بیاہ کر چلی گئی تو وہ فقیر کے بھیس میں وہاں پہنچا اور آخر دم تک اُس کے دروازہ پر فقیر بن کر پڑا رہا اور مر گیا ——— ہاں تو اُس کے سمجھانے سے میں سنبھل گیا۔ یہ محبت ۱۱ سال رہی پھر اس کی

شادی ہوگئی۔ اب میرے اُوپر یہ جدائی کے تین سال قیامت بن کر گزر گئے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ دیوانہ ہو جاؤں گا۔۔۔ مجبوراً میرے اُستاد حکیم غلام حیدر صاحب جن سے میں نے فارسی اردو وغیرہ پڑھی جو جید طبیب بھی تھے۔ ان کے پاس پہونچا اور پوری حقیقت بیان کی انھوں نے کہا اس کا علاج یہی ہے کہ کہیں اور محبت کرو۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ میں نے عرض کیا۔ "محبت آپ ہوتی ہے محبت کی نہیں جاتی" تو پھر انھوں نے کہا کہ تم پتنگ اڑایا کرتے تھے میں نے کہا ہاں۔ کہا پتنگ بازی شروع کر دو اور اپنے آپ کو اس میں کھو دو۔۔۔ چنانچہ بھئی شاد۔ میں نے ساڑھے پانچ برس تک اس بُری طرح پتنگ بازی کی کہ شہر بھر میں میرا شہرہ ہوگیا۔ لوگ مجھے دیکھنے کو آنے لگے کہ کون ماسٹر ہے۔ (میں شہر میں ٹیوشنیں کرنے کی وجہ سے ماسٹر بھی مشہور تھا اور اب بھی ہوں) جو اتنا بہتر پتنگ لڑاتا ہے۔ حکیم صاحب کا یہ علاج کارگر پڑا۔ اب میں اُسے ایک حد تک بھلا چکا تھا مگر مکمل طور پر تو آج بھی نہیں (ابھی وہ زندہ ہے) پھر میں ایک جگہ ٹیوشن پڑھاتا تھا اس مکان سے سڑک پار کر کے ایک مکان میں ایک لڑکی "تارا" نامی رہتی تھی۔ وہ اسکول جا رہی تھی اور میں پڑھا کر پلٹ رہا تھا کہ اس کا سامنا ہوا اور وہی کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے۔ عجیب الجھن اور دشواریوں کا سامنا رہا۔ میں مسلمان وہ ہندو مگر زیادہ تر اس طرف سے، کچھ اس طرف سے، ایسے حالات بنتے یا بنائے گئے کہ خط و کتابت اور ملاقاتیں آسان ہو گئیں یہ محبت پانچ برس رہی اور پھر سماج اور اختلاف مذہب کی بھینٹ چڑھ گئی۔ اس کی تفصیل کافی دلچسپ ہے مگر چونکہ یہ فسانہ طویل ہو جائے گا خط نہیں رہے گا۔۔۔ رامپور آؤں تو زبانی کہوں گا)

اب میری عمر تیس سے زائد ہو چکی تھی۔ اس محبت نے کئی اچھی نظمیں دیں۔۔۔ "جہاں میں تھا"۔ ہولی۔ دیوالی۔ دسہرا اشنان وغیرہ اور گھریلو حالات یہ تھے کہ میرے بڑے بھائی نے شادی کی وہ والدہ کو چھوڑ کر الگ ہو گیا۔ (ہم تین بھائی تھے) دوسرے بھائی کی شادی ہوئی وہ بھی جورو کے غلام نکلے) زن مرید کہیں کے! بڑے بھائی نے دو شادیاں کیں اور دونوں ناکام یعنی والدہ سے متنفر۔۔۔ اب ۳۸ سال کی عمر میں جب والدہ نے مجھے شادی کرنے کو کہا تو میں نے عرض کیا کہ دو بھائیوں نے آپ کی کون سی خدمت کی جو آپ مجھ سے اتنی توقع رکھتی ہیں کہ میں آپ کا فرمانبردار رہوں گا۔ انھوں نے مجھے سینے سے لگا لیا اور کہا نہیں مجھے تجھ پر بھروسہ ہے۔ پھر بھی میں ٹالتا رہا۔۔۔ مگر ایک دن۔۔۔ (ہونے والی بات) والدہ صاحبہ نے جن کی عمر ۸۰ سال تھی اس وقت (موصوفہ نے ۱۰۵ سال کی عمر میں وفات پائی) ایک روز بھنڈیاں پکائیں۔ بھنڈیاں بنانے کے بعد چاقو بھی بند کر کے چنگیر میں رکھ دیا۔ اور پکاتے وقت نہ تو انھیں یاد رہا اور نہ سوجھا چنانچہ چاقو بھی بھنڈیوں کے ساتھ پک گیا۔ میں عموماً ٹیوشنیں کرنے کے بعد ۱۰ بجے رات کو گھر پلٹتا تھا۔ خود ہی کھانا نکالتا اور خود ہی کھاتا۔۔۔ بھنڈیاں جب نکالیں تو چاقو نے رکابی میں گر کر کھٹا کا دیا۔ میں نے چونک کر دیکھا کہ یہ کس قسم کی بھنڈی ہو سکتی ہے۔ لالٹین کی بتی اونچی کی تو پتہ چلا کہ راجرس چاقو بھی بھنگرا گیا تھا۔ اس واقعہ سے میری خالائیں وغیرہ بہت متاثر ہوئیں اور میں نے بھی سوچا کہ والدہ کی خدمت کے لئے کوئی نہ کوئی ضروری ہے۔ نوکرانی کو نہ تو محبت ہوگی اور نہ ضرورت کہ وہ میرے پیچھے ان کی حسب منشا کام کرے۔۔۔ اور نہ ساز و سامان سے ہمدردی چنانچہ مجبوراً یہ شادی کی۔۔۔ یقین کرو کہ اب جنسی بھوک کا کوئی سوال نہیں تھا، صرف والدہ کی خدمت مدِنظر تھی۔ چنانچہ

وہ شادی رچا دی گئی ۔ مرنے والے میں عموماً اچھائیاں دیکھی گئی ہیں اس لئے وہ بھی بڑی شوہر پرست اور خدمت گزار ثابت ہوئی میری بھی والدہ کی خدمت اپنا فرض سمجھتی رہی ۔ کچھ یہ بھی تھا کہ وہ میرا منشا پا گئی تھی ۔ اس معاملہ میں عورت بہت چالاک ہوتی ہے اُس نے ایک آدھ مرتبہ والدہ کے سلسلے میں مجھے ٹٹولا مگر میرا اثر نہ لینا اُسے "پسندانہ شوہر" ثابت ہوا اور پھر کبھی کوئی ایسی بات نہ کی جس سے میری والدہ کو تکلیف کا احساس ہوتا ۔

اس کے مرنے کے بعد ۔ ۳ سال تک میں بیان نہیں کر سکتا کہ زندگی میں کیا خلا اور بے کیفی محسوس کرتا رہا ۔ اور آج بھی جب اس زندگی کا خیال آجاتا ہے شدید انقباض پیدا ہوجاتا ہے ۔ اُس کی موت کے سلسلے میں سب سے بڑی ٹریجڈی یہ تھی کہ اُس زمانہ میں "ماہنامہ ادب لطیف" حکومت نے بند کر دیا تھا ۔ اس کے بعد پھر اجازت ملی تھی تو میں نے ایک نظم (التواء سے اجازت تک) لکھ کر چھپنے کو بھیج دی تھی اُس میں میرا اور بیوی کا مکالمہ بھی تھا ۔ اور کافی دلچسپ (معلوم نہیں تم نے یہ نظم دیکھی ہے یا نہیں) ادھر وہ دفن ہو رہی تھی اور ادھر پوسٹ مین نے وہ رسالہ مجھے دیا جس میں یہ نظم چھپی تھی ۔ میں نے کونہی کھڑے کھڑے اُسے کھولا اور سب سے پہلے اس نظم پر نظر پڑی ۔ تم چوپارہ ہوگیا ۔ رسالہ ہاتھ سے گر گیا اور میرا دماغ گھومنے لگا ۔ رشید احمد خاں محو نے مجھے سنبھال اور رسالہ بھی اُٹھایا ۔ ۔ آج پھر وہی آزادانہ زندگی ہے اور میں جس کو میں نے بڑی پر لطف زندگی تصور کیا تھا ۔ آخر میں ایک لطیفہ اور سنو ۔ خط کافی طویل ہوگیا ہے اس کے بعد ختم ۔ "سرخ آنچل" ایک مجموعہ میری عدم موجودگی میں پوسٹ مین گھر پر دے گیا ۔ میری بیوی نے اُسے کھول کر دیکھا تو اس میں عورتوں کے فوٹو اور محبت بھرے افسانے موجود تھے ۔ اسی سلسلے میں ممتاز شیریں نے مجھے ایک خط اپنے رسالے کے لئے لکھا تھا وہ بھی اسی دن پہونچا تھا اُس نے اُسے بھی کھول کر پڑھا ۔ ممتاز شیریں نام دیکھ کر اُچھل پڑی اور میری والدہ سے کہا دیکھئے آپ کے لڑکے پرائی عورتوں سے خط و کتابت کرتے ہیں ۔ والدہ صاحبہ ایک ہی پٹھانی ٹھہریں میں جب آیا تو مجھ پر برس پڑیں کہ یہ کیا نالائقی ہے ۔ ۔ ۔ میں نے ہر چند سمجھایا کہ ادب و شعر میں یہ چیز بُری نہیں یہ سب ادبی خدمت کے سلسلے میں مجھے خط لکھا کرتی ہیں ۔ مگر وہ اسے تسلیم کرنے پر تیار تھی اور نہ والدہ صاحبہ ۔ مگر پھر رفتہ رفتہ یہ بات صاف ہوگئی تھی ۔ ۔

اس طویل خط سے کم سے کم تمہیں مجھ پر مضمون لکھنے میں کافی مدد ملے گی ۔ اور یہ اندازہ ہوگا کہ میری کوئی نظم اندھیرے کا تیر نہیں ۔ فقط

شاد عارفی

(۷)

بنام محمد ارشاد خاں لائبریرین

بیریاں ۔ رامپور ۱۵ر مارچ ۱۹۵۷ء

عزیزم جوان العمر لائبریرین فروغ لائبریری بنگلہ آزاد صاحب ۔ رام پور

دُعا ۔ ۔ لفافے ملے مگر تم نے اپنی عمر، طالب علمی اور شباب انگیز ولولوں کے تحت جس پسند کا اظہار کیا وہ فطرتی تھا ۔ لیکن تم نے اپنے جذبات کے سلسلے میں یہ نہیں سوچا کہ یہ "عاشقانہ" "FOR GET ME NOT" قسم کے لفافے

تمہارے چہرے پر تو زیب دیتے ہیں مگر مجھ ایسے پچاس سالہ شخص کے لئے قطعاً بوڑھے منہ مہاسوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔
معلوم نہیں ایف۔ اے میں تمہارے پاس "سائیکالوجی" نفسیات بھی ہے یا نہیں۔ غالباً نہیں۔ اس لئے بتانا پڑے گا کہ اب جب بھی میرے لئے کوئی چیز خرید و تو اپنے آپ کو تیس [۳۰] سال مستقبل میں پہونچا کر سوچا کرو کہ کیا چیز مناسب رہے گی۔ لیکن تم اس امتحان کے زمانے میں اتنی لمبی چھلانگ کہاں لگاؤ گے اس لئے میں خود ہی بتاؤں ——— کہ اس عمر میں ہلکے رنگ کے پھول، بھینی بھینی خوشبو (تیز قسم کے لونڈر نہیں) نازک محبوب۔ سپید لباس خود بھی اور حسن کے زیب جسم بھی۔ نرم بستر، ہلکے پھلکے، ویسی ہی قسم کی غذائیں۔ پسندِ خاطر ہو جاتی ہیں۔ بات ابھی ختم نہیں ہوئی ——— تاروں والے ساز مثلاً ستار اور ستلا ——— سیلی آواز مثلاً تان سین میں جس نے کام کیا تھا (تانی) خورشید ایسی آواز ——— شیریں نغمے اور دھانی شراب،
تو اس عمر میں یہ تقاضے پیدا ہو جاتے ہیں جو متانت اور سنجیدگی کی نشان دہی بھی کرتے ہیں۔ اور تحفہ عید پر بھیج دینا لئے ہیں اب ان لفافوں کے بدلے میں امید ہے کہ حاملِ رقعہ ہذا کو سادے (ہلکے رنگ کے) لفافے دلا دو گے ———
مسرت خاں صاحب اور جمیل احمد صاحب کو بھی دعائیں۔

دعاگو۔ شاد عارفی

میراجی

(۱)

بنام الطاف گوہر (جو بندھ گیا سو موتی ہے)

دو ایک دن کی بات ہے میں ریڈیو اسٹیشن پر گیا، محمود حسب معمول میں ایک منٹ میں آیا کہہ کر سٹوڈیو کی طرف چلا گیا۔ میرے ذہن پر یزدان کے اثرات تھے اس لیے بھی اور یوں بھی گھر رستے میں آتے آتے ایک گیت لکھ چکا تھا۔ اب سوائے سوچنے کے اور کوئی ذریعۂ مصروفیت کا نہ تھا، سوچنے لگا، سامنے پیڑ کے اوپر پھیلا ہوا آسمان دکھائی دے رہا تھا۔ ذہنی پس منظر میں اس وقت ایک دھند میں لپٹے ہوئے تین شہروں کے خیال تھے کلکتہ، لاہور اور دہلی، ان خیالوں کے سامنے میں ذہن ۱۹ اکتوبر کو ہونے والی تقریر 'نئی شاعری کی بنیادیں' کے لیے نکات سوچنے لگا، ایک، دو، تین۔ کچھ باتیں سوجھیں، ان کے نوٹس لیتے لیتے میں دل و ذہن پہ حاوی ہونے لگا، تخیل کی موج ایک اور ہی جانب چل نکلی ۔ زمین کے اوپر یہ پیڑ ہے اور پیڑ کے اوپر کھلا آسمان، جس میں سب چیزیں سما سکتی ہیں، جنگ کرنے والوں کے ہوائی جہاز ـــــ اور مرنے والوں کی روحیں، اس کھلے آسمان میں ہر چیز اڑ سکتی ہے، زندگی میں ـــ ہستی کی اضطراری کیفیت میں ہر وہ چیز جس پہ دباؤ پڑا ہوا اس کھلے آسمان میں، سبکدوش ہو کر، ایک لاتناہی عمل کے گھیرے میں تیر سکتی ہے، پھر اس لیے کہ ہست کی طرح نیست بھی محدود ہے کیونکہ نیست سے آگے کچھ نہیں، کچھ بھی نہیں، مختلف گھیروں کا یہ سفر جب ایک ایسے نقطے پر جا کر ختم ہو جاتا ہے جس کے آس پاس صرف ایک ہی دائرہ ہے تو وہ دائرہ بھی ایک نقطہ بن کر رہ جاتا ہے۔ اور اس نقطے پہ پہنچ کر صرف یادیں ہی ایک سہارا ہوتی ہیں ـــ رفتہ رفتہ سانس کے دھندلکے کا احساس مٹا دینے والا سہلا ۔ لیکن سوچ یہ آتی ہے کہ ہم پیڑ ہی کو ایک نقطہ کیوں نہیں بنا لیتے ۔

لاہور کی زندگی، چھوڑئیے، اب گئی بات گئی ـــ لیکن بات تب جاتی کہ صرف یہی خیال آتا "اب جیون اور ہے اور جگہ" اب جو نئی نئی زندگی کو متوازن رکھنے کے لیے ذہن اور جسم کو جو تگ و دو کرنا پڑتی تھی وہ اگر اس نئے ماحول میں بھی پہلے ہی کی طرح موجود نہ ہوتی تو شاید میں سمجھتا کہ اب وہ ہر سانس پر راہ تکنا مٹ چکا۔ اب ایک ابدی آخری انتظار ہے ۔

یہاں کا ریڈیو سٹیشن عجب چونیا قسم کا انسان ہے، لیکن انسان غلطی سے کہہ دیا، انسان میں حرکت ہوتی ہے، زندگی کی ابھرتی ہوئی حرکت، یہاں صرف اینٹ پتھر کی سی جامد کیفیت ہے، بے حسی، ہمیں اپنے کام سے کام، چھٹکل کام اب تک کافی مل چکا ہے اور ملتا جائے گا تاوقتیکہ کوئی مستقل صورت بن جائے ۔ اور وہ بھی ذرا سی کوشش سے بن جائے گی، کم سے کم خیال یہی ہے۔

محمود کو جس کام پر لگایا گیا ہے اسے کشتۂ فولاد کھلانے کی ضرورت ہے، ظاہر ہے کہ محمود بھی کشتہ (نوگرفتار!) ہے اور ہماری تو خیر بات ہی نہ کیجیے، لیکن فوجی پروگرام کے علاج کے لیے طاقت کی ضرورت ہے جب بھی موقع ملے گا دکھا دیا جائے گا کہ لاہور سے آنے والے دماغ سپاہیوں کی تفریح کے لیے بڑائی لہروں میں کیا کچھ تموج برپا کر سکتے ہیں۔ پہلے پروگرام کے لیے ایک گیت لکھا تھا، مارچنگ سونگ ہے :-

کھتال .. جم جم کے بڑھاؤ قدم آگے ـــــ دشمن بھاگے ۔

ایک آواز :- گھمسان کے رن میں جان لڑے

دوسری آواز :- جو بیر بڑھے

تیسری آواز :- وہ ایسے اڑے

پہلی آواز :- جیسے پربت جو ہٹے نہ گرے

دوسری آواز :- پیچھے نہ پھرے

کھتال :- ہم جم کے بڑھاؤ قدم آگے ——— دشمن بھاگے

ایک آواز :- گر سامنے کوئی آئے گا وہ آ کر منہ کی کھائے گا

ہم ایک ہی ہتھ لوئیں گے پھر کیسے جان بچائے گا

دوسری آواز (تحت اللفظ) ——— وہ لوٹ کے گھر نہیں جائے گا۔

کھتال :- ہم جم کے بڑھاؤ قدم آگے ——— دشمن بھاگے!

ایک اور آواز :- ہم اپنے وطن کے سپاہی ہیں ظالم کے رخ پہ سیاہی ہیں

وہ باتیں ہونے نہ دیں گے ہم جو اس کے دل نے چاہی ہیں

دوسری آواز (تحت اللفظ) ——— دشمن کے من میں تباہی ہیں

کھتال :- ہم جم کے بڑھاؤ قدم آگے ——— دشمن بھاگے!

ایک اور آواز : ہم جیتے ہیں جب تک آن رہے اور اپنے وطن کی شان رہے

ہم جو ہر اپنے دکھا دیں گے دشمن کی مانی ٹھان رہے

دوسری آواز (تحت اللفظ) ——— جانباز ہیں جب تک جان رہے!

ہم جم کے بڑھاؤ قدم آگے ——— دشمن بھاگے

FADE OUT

کیا بات ہے حلقۂ ارباب ذوق کی! حلقۂ ارباب ذوق کی جے! ۔ دلّی میں بھی حلقے کی شاخ قائم ہو رہی ہے۔ اختر الایمان آج کل یہاں آگیا ہے، راشد اور میں، ہم تینوں نے مل کر ابتدائی ارکان کی فہرست بنائی ہے، اگلے ماہ کا پروگرام ترتیب دیا جا رہا ہے، کام چونکہ حلقہ کی اجازت سے اور اپنی خطوط پر ہونا ہے، اس لئے تم نظر کو بعد سلام کے واضح ہو کہ جلد از جلد دو تین کاپیاں قواعد و ضوابط کی، بس بارہ مختلف کاغذات (فارم درخواست، اجازت نامہ مضمون نگار و صدر وغیرہ ۱۰۰۰ اراکین کمیٹی کی اجازت کا فارم، اور دو چار حالیہ پروگرام کی نقلیں ــ یہ سب چیزیں ذیل کے پتے پر روانہ کر دے، یہاں تجویز مکمل ہونے پر باقاعدہ درخواست شاخ جاری کرنے کی بھیج دی جائے گی جو انتظامی کمیٹی حلقہ کھلی بیٹھک اور مجلس میں منظور کر کے اجازت دے۔

گوہر کو واضح ہو کہ ہمارے گھر جا کر نانی کامی ایک کے سے کہ آنے کے کتابوں والی الماری کے نچلے خانوں میں ادبی دنیا کے تین جلد بندھے فائل موجود ہیں اور دو داؤں والی صندوقچی ــــ یہ ہر دو اشیا اماں جان کی موجودگی میں نکلوا کر اماں جان کے پاس رکھوا دی جائیں، اور ظہیر اور عنایت کو دے دی جائیں۔ عنایت سے پتہ چلا کہ اس نے بنگلے کا کیا انتظام کیا ہے نیز کب وہ اور ظہیر یہاں آ رہے ہیں۔ گوہر کو یہ بھی واضح ہو کہ حلقے کی ہر اتوار کی خاص خاص باتیں لکھتے لگے

لکھا بھیجا کرے تاکہ میراجی کو یاد رہے کہ کہاں کی راہ لی ہے کہاں سے ریڈیو پر آنا جانا جاری رکھا جائے اور کام بھی کیا جائے اخبار کے مقابلے میں ہمیشہ اپنا تأثر
بہتر رکھا جائے گا۔

گوہر نور قیوم کو یہ بھی واضح ہو کہ میراجی نے ٹوپی نئی خرید کر لی ہے۔

ہاں سیکرٹری سلطانہ ریڈیو میں اناؤنسر کے لیے کوشش کر رہی ہیں اب مولانا صلاح الدین اور مختار صدیقی ایک دوسرے سے تبادلۂ خیالات کریں۔
گوہر کے لیے ایک انگریزی نظم۔ جس کا ترجمہ وہ مختار تک پہنچا دے۔

DISCIPLE

by Paul Tanaquil

I strove my utmost to discourage him. He was too finely - tuned an instrument which careful I would foster and protect from those who sought to tear him, limb from limb. I dared to brand his ardor a vain whim, I mocked his argument, worked to reject. A cause I held in most profound respect; I stormed, I prayed; he only grew more grim.

He was so firm in his erroneous ends that, fearing lest we be no longer friends, I yeilded beaten But my heart was sad. Because I knew there burned within this lad that flame for truth by which he who believes Is crucified between a pair of thieves.

ہمارا انگریزی ریکارڈوں کا پروگرام ختم ہوتا ہے۔ اب آپ آخر میں میراجی سے دو گیت سنیے۔ پہلے گیت کے بول ہیں ہم جانیں جب آؤ پیتم پاس ہمارے۔

جب جانیں، جب آؤ
سانس کی ڈوری ڈولتی ہے دھیان سہارے
ہم جانیں جب آؤ پیتم پاس ہمارے
سونے سونے دن کے رین کے سپنے سارے
ہم جانیں جب آؤ پیتم پاس ہمارے
سینے میں کوئی جال بچھا ہے، جب چاہو تب جاؤ آ کر پاس ہمارے
ہم جانیں جب آؤ
جس نے اپنا آپ تجا ہے اس کو اپنا بناؤ آ کر
ہم جانیں جب آؤ
اِس کے دوارے، اُس کے دوارے
آنکھ کے دل کے دھوکے سارے

ان کو اب تو مناؤ آکر، ہم جانیں جب آؤ پیتم پاس ہمارے!
تم سمجھو — کیا ہم ہیں شکاری؟
راج بھون کے دوار پہ آکر دکھ سے پکار اٹھے یہ بھکاری
جھجک جھجک کر، دھیرے دھیرے پاؤں بڑھاؤ اب تو بڑھاؤ پیتم
ہم جانیں جب آؤ پیتم پاس ہمارے!
آشا تھک کر ہار چکی ہے
کیسے کیسے کر سنوار چکی ہے
بگڑی بات بناؤ آکر، ہم جانیں جب آؤ پیتم پاس ہمارے
سانس کی ڈوری کس کے سہارے
کون کہے ہے — آنکھوں میں جھلکیں پہلے اجالے جیسے مدل کر بن کر بیری گھور اندھیارے
اب تو جوت جگاؤ آکر
ہم جانیں جب آؤ پیتم، پاس ہمارے!

اب میراجی سے دوسرا گیت سنیئے:

جیون چور انوکھا پیارے، جیون چور انوکھا
آنکھ کھلی کی کھلی رہے اور قدم قدم پر دیوے دھوکا، جیون چور انوکھا
رات کا اس کو دھیان نہیں ہے دن میں اپنا کام بنا دے
جب الجھے تو بپھر کر آوے
جب الجھے تو بپھر کر آوے، انت ناگ سے
اس کی لگائی کون بجھا دے ایسی آگ ہے
اندھا ساگر کس نے روکا، جیون چور انوکھا پیارے
تو بولے سب میرا خزانہ، میں راجا جگ پرجا
یہ بولے گھر گھاٹ نہ تیرا اٹھ کر اپنے گھر جا
تجھ کو راہ میں کس نے روکا، پیارے جیون چور انوکھا
گھات لگا کے چرائے شانتی
کام آئے کچھ نام نہ بھگتی

بجھے نروتی میں آگ سلگتی
بھڑک بھڑک کے چنگاری
ہے سنساری!
اندھا ساگر کس نے رکا، جیون چور انوکھا!
گیان نہیں تو دھیان یہ رکھنا
رستے میں پہچان یہ رکھنا
پل پل بھر کر نہیں نرالا دیتا ہے یہ دھوکا پیارے جیون چور انوکھا!
جگ میں مایا محل بنا ہے
تو سمجھا دل میں اپنا ہے
سانس رکا تو دوار کھلے گا
کام کا دل سے داغ دھلے گا
جب اپنے دل کو دھوئے گا
تو بولے
آئے پرائے دیسے دھوکا
ہم نے جانا
جیون چور انوکھا پیارے جیون چور انوکھا!

اب اور کام کرنا ہے اس لیے ہمارا آج کا پروگرام ختم ہوتا ہے۔
داود ستہ نور نکتہ چاپی کے لیے تمام خط و کتابت ذیل کے پتے پر کی جائے۔
میراجی بوساطت عبدالرشید ڈار

Mand M. Section
Sadar Building
R. C. A. O. Delhi
Railway Clearing Account Office.

گوہر کو واضح ہو کہ مختار کے پاس میرا ایک گیتوں کا پروگرام (چاندنی رات میں راوی کی سیر) پڑا ہے۔ خواہ مختار کو میرا پتہ لکھ دیا جائے خواہ منظور سے مل کر انتظام کیا جائے، خواہ کچھ کیا جائے۔ جلد یہ پروگرام مجھ تک بھیجنا چاہیے۔ تاکہ جلد اس کے پیسے کھرے کیے جائیں۔ یہ پروگرام سب سے پہلے پہنچے۔ اشد ضروری ہے۔ ارکان حلقہ سے کہہ دیں کہ میں کسی کو بھی نہیں بھولا، حالانکہ حافظ کمزور رکھتا ہوں۔

۷ راکتوبر ۱۹۴۲ء
میراجی

(۳)

بنام قیوم نظر

۲۹ دسمبر ۱۹۴۴ء قیوم!

کارڈ ملا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مختار والا کارڈ بھی ملا۔ معلوم نہیں آپ کی طبیعت ذرا ذرا سی باتوں سے کیوں کر اداس ہو جاتی ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ حقیقت پرست بننے کی کوشش کرنی چاہیے پھر نہ کوئی مصیبت ہے نہ راحت۔ ہاں، مندرجۂ ذیل مضامین جلد سے جلد درکار ہیں۔

۱۔ گیت ماؤں کے گیت، ۲۔ چین کی جدید شاعری۔

پچھلے دنوں غزل کی طرف رجحان ہو گیا اور چار غزلیں لکھیں۔ ایک کے دو ایک شعر سنو۔

پہلے بھی مصیبتیں تو آئیں پر اب کے کمال ہو گیا ہے
اپنی تو وہ دل لگی تھی ان کو کچھ اور خیال ہو گیا ہے
وہ درد جو لمحہ بھر رُکا تھا مژدہ کہ بحال ہو گیا ہے
چاہت میں ہمارا جینا مرنا آپ اپنی مثال ہو گیا ہے

خیر۔ ہاں اُمید کہ آپ نے انجم رومانی کو میری نظموں کے بارے میں لکھ دیا ہوگا۔ اس سے کچھ اطلاع ملے تو اطلاع دو۔ بہتر یہ ہو کہ اسے آپ لکھ دیں کہ جتنی نظموں کی نقلیں اس کے پاس ہیں۔ ان کے عنوانات یا پہلی سطریں لکھ بھیجے۔ پھر جن کی ضرورت ہو گی وہ منگوا لیں گے۔

اور کیا لکھوں۔ جگہ باقی ہے اس لیے ایک اور غزل کے دو شعر۔

گیسوئے عکسِ شبِ فرقت پریشاں اب بھی ہیں
ہم بھی تو دیکھیں کہ یوں کیسے سحر ہو جائے گی!

دوسرا شعر یاد نہیں آ رہا۔ اس لیے ایک اور غزل کا ایک شعر ہے

ہم تو کچھ اور تھے مگر تو نے اور ہی کچھ بنا دیا ہم کو

میرا جی

(۴)

۵ جنوری ۱۹۴۵ء قیوم!

نیا سال مبارک ہو۔ جی میں شاید کھو کر خطوں میں بہت چُستی دکھانے لگا ہے، ہاں، بہت چُستی دکھانے لگا ہے اپنی شامتِ اعمال کو کم کرنے کے لیے پھر بھی آج کل درستے تیسرے ایک مدد کارڈ بھیج رہا ہوں، آپ نے پچھلے کارڈ میں میری باتوں کا جواب نہیں لکھا۔ غزل کے شعر کیسے رہے؟ انجم رومانی کو خط لکھا کہ نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ آپ نے اپنے آنے کا نہیں لکھا کہ کب آئیں گے۔ بہر حال جب بھی آئیں آنے سے پہلے اطلاع دے کر تصدیق کرا لیں کیونکہ مختار مسز ظفر اور مسٹر ظفر کے ساتھ بسی گیا ہے۔ اور میں نے پرانا گھر بوجوہ بدل لیا ہے میں آج کل لطیف والے مکان میں رہتا ہوں۔ آپ آئیں تو سیدھے وہیں پہنچیں۔ پھر بھی پہلے لکھ بھیجیں تو بہتر ہو، ناتی یہاں آیا ہوا ہے۔ اپنی کلیم کے ساتھ اس سے معلوم ہوا کہ تم فائل اور ودیاپتی کے گیت لے گئے ہو۔ گیتوں کی فوری ضرورت نہیں ہے، فوری ضرورت تو صرف ان مضامین کی ہے جن کے بارے میں میں نے لکھا تھا مختار کے سیکشن میں ۱۵ پر ایک مترجم

اما تفسیر کی جگہ نکلی ہے اس کے لیے کوشش کر رہا ہوں تاکہ حفیظ کے محکمے میں جانے تک یہی کام کروں دو چار ماہ کے لیے امید کہ کام بن جائے گا۔ تو اب تو خوش ہو جاؤ اور مفصل اور شگفتہ جواب لکھو۔ ہاں آل قیوم میں کس قدر اضافہ اور کیا؟ ۔ ا۔ ا۔ با۔ کتاب کا پرچہ ملا تھا۔ میراجی

(۴)

آل انڈیا ریڈیو۔ نئی دہلی
۵ جنوری ۴۵ء قیوم!

عجیب چیز ہے اسلام الدین ہو، مختار نے اسلام کے لیے ایف اے کا فارم داخلہ بھرنے کے لیے لکھا اور اب تک نہ پہنچا۔ اسے ساڑھے نال کی بیار سو دیاں ہو رہیاں سنے؟ کیا جب تک ڈی جی نہ لکھے ڈپٹی ڈی جی کا آفس آرڈر کارآمد نہیں ہو سکتا؟ — بہرحال، دس تاریخ آخری ہے اس لیے جلد از جلد کسی نہ کسی طرح، فوراً یونیورسٹی کے آفس میں جا کر، اگر کوئی واقفیت نہ ہو تو جنرل پوسٹ آفس سے عظیم قریشی کو لو اس کا ایک واقف محمد حسین نام کا یونیورسٹی کے آفس میں ہے۔ مطلب یہ کہ فارم بھجواؤ اور جلد بھجواؤ۔ رجسٹرڈ نمبر 6202 - Z 43 ہے۔ اسلام کے گھر کا پتہ فارم کی درخواست کے ساتھ ہے وہیں فارم بھیجا جائے گا۔ نیز فارم کا انتظام کرنے کے بعد ایک کارڈ بھی اسلام کے نام ڈال دینا۔ پتہ: اسلام الدین معرفت عاشق حسین - ۱۰۹۶ - گلی قاسم جان، بلی ماران - دہلی۔ یہ کام ضروری ہے

اس کے علاوہ آج کل میں مختار صدیقی کے ساتھ رہ رہا ہوں۔ ۱۴۔ مارکس اسکوئر نئی دہلی۔ خدا مختار صدیقی کا بھلا کرے کہ اس نے گھر کے گھاٹ کے سے نجات دلوائی۔ امید ہے کہ یہ نجات استقلال انگیز ہوگی لیکن۔ اعجاز اور ضیا جالندھری یہاں آن پہنچے ہیں۔ ظہیر کا بھائی ظہور بھی دہلی آیا ہے۔ ضیا جالندھری ڈرامے میں، اعجاز ہندوستانی ٹاکس میں اور ظہور انگریزی ٹاکس میں۔ تو مجھ کو افسوس ہے کہ نہ صرف وہ لاہور میں نہ ہوا بلکہ دہلی کی بجائے پشاور ارسال کر دیا گیا۔ سچ ہے تن آسانی اور لالچ کا نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ اگر دلی آتا تو نہ صرف کام سیکھتا اور کرتا بلکہ سید انشا کے آخری دور کو بھی بچشم عینک دیکھ لیتا۔ بائی دی وے اعجاز حسین اعجاز مختار صدیقی کے رنگ محل میں ہمارے ساتھ رہتا ہے اور ضیا جالندھری اپنے پھوپھا کے ہاں ٹیگور روڈ نئی دلی میں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے (DRAINAGE) کے لاہور ڈویژن میں ہی وقت ضائع کیا اگر (DRAINAGE) کے جالندھر ڈویژن میں کام کرتے تو شاید ضیا جالندھری کے (SENTIMENTAL SEWARGE) کی صفائی ہو جاتی۔ خیر۔ اس وقت ایک عورت مجھ سے بڑی (INTNRACY) سے باتیں کر کے گئی ہے اس نئے (AGAIN BY THE WAY) آج کل مختار صدیقی اسی عورت سے دلچسپی لے رہا ہے۔

زنانشی پروگرام یہ ہے کہ اس خط کو پڑھ کر تم روؤ، میں تو رو ہی رہا ہوں ——— میراجی

مکرر۔ حلقہ ارباب ذوق کی شاخ قائم کرنے کے لیے جو خط سرکاری طور پہ لکھا گیا ہے۔ اس کی اجازت جلد بھجواؤ م

(۵)

۲۰ فروری ۴۵ء قیوم!

تم بھی صاحب کمالات بنتے جاتے ہو، مشاعرے سے انکار کرنا غلط تھا۔ وجہ ملاقات پر سمجھاؤں گا۔ غالباً مختار نے تمہیں لکھا ہوگا کہ وہ ۶۵ والی بات ہی مان جاؤ۔ آخر دلی میں آنا صرف مشاعرے ہی کے لیے تو نہ تھا۔ میری غلط فہمی تو یہ تھی کہ مشاعرے کو ملاقات کا بہانہ سمجھو گے اور میری زندگی کے آخری باب کا مواد مہیا کرنے ہی کے لیے آ جاؤ گے۔ خیر اب اگرچہ ریڈیو والوں نے ان شاعروں کی بجائے جنہوں نے انکار کیا تھا دوسرے بلوا

بک کر لیتے ہیں گر میں نے محمود سے کہا ہے کہ قیوم پہلے پیش کردہ کنٹریکٹ پر راضی ہے وہ انتظام کر دے۔ اگر ضرورت ہوئی تو میں اپنا نام واپس لے لوں گا تاکہ ایک شاعر کی جگہ نکل آئے۔ تم آنے کے لیے تیار ہو۔ اور کیا لکھوں۔ میراجی

(۶)

آگرہ - ۲۰ فروری ۱۹۴۶ء

قیوم : آج ایک عجیب مضمون کا خط لکھ رہا ہوں۔ ستاروں کی گردش تو خیر نجومیوں اور شاعروں ہی سے تعلق رکھتی ہے کہ قسمت کے جوڑنے پر ایک کرشمہ کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ادبی دنیا کی جائنٹ ایڈیٹری اور ریڈیو کی غلامی کے بعد اب جوتوں سے سابقہ پڑا ہے۔ یعنی جوتوں کی تجارت ہے۔ لیکن یہ جوتے آگرے سے ہیں جو جوتوں کی منڈی ہے (دیال باغ کا نام تم نے سنا ہوگا) لاہور پہنچ کر بکنے پر ۵۰٪ (پچاس فیصدی) نفع دے سکتے ہیں۔ آگرے میں ایک ذریعہ ایسا مہیا ہوا ہے جو اس تجارت میں آسانیاں پیدا کر دے لیکن سب سے بڑی مشکل لاہور میں ایک ایسی چھوٹی سے چھوٹی دکان کا مہیا ہونا ہے جہاں سے الحال مرکز جوتا فروشی قائم کیا جاسکے۔ اگر انارکلی میں ہو تو سب سے اچھا ورنہ ڈبی بازار یا کشمیری بازار دوسرا چانس (CHOICE)۔ بس دکان چاہیے صرف اتنی ہو کہ کھڑے رہنے کی جگہ مل جائے بیٹھنے بلکہ لیٹنے کی جگہ نہ صرف ہمارے بلکہ تمہارے لئے بھی، آپ سے آپ بن جائے گی۔ اس سلسلے میں تم پوری تحقیق کرنے یعنی دلّی دروازے سے لے کر پانی والا تالاب اور لوہاری دروازے سے نیلے گنبد تک دربدر خاک بسر پھر لیکن کوشش اس بات کی کر دکہ خاک اکسیر کا عمل رکھے۔

نیز۔ بشیر قریشی آج کل لاہور میں ہے؟ اگر ہے تو کس محکمے میں اور کس عہدے پر؟

کتاب کی ایڈیٹری اور جالندھری ادبی مشیر دالا خط میں نے پڑھا تھا لیکن تب حالات اور تھے اور اب دہلی میں الطاف گوہر کے آنے کے بعد اور ـــ اس کا اظہار ریشکا نظم سے ہوگا ـــ اس کے مدنظر بھی جلد سے جلد اوپر کی لکھی ہوئی ہدایات پر عمل کر کے لوٹتی ڈاک دلّی کے پتے پر اطلاع دو۔

دیکھا آخر حلقۂ اربابِ ذوق کی شاخ دلّی قائم کر ہی لی۔ خدا اسے دائم رکھے۔ مگر سنتا ہوں کہ لاہور میں حلقے کا کام سست پڑ رہا ہے۔ اگر ایسا ہے تو دلّی کی شاخ بند کر دی جائے؟ میراجی

(۷)

آل انڈیا ریڈیو، نئی دہلی
یکم اپریل ۱۹۴۶ء

قیوم نظر!

ادیب عالم کے لیے اس سال جو لوگ بیرون پنجاب سے شامل ہو رہے ہیں ان پر یونیورسٹی والوں نے عین وقت پر بہت تھوڑی مہلت دے کر یہ شرط لگا دی ہے کہ وہ فیس داخلہ کے علاوہ ٹیکس دس روپیہ زائد ادا کریں۔ محمد یونس ٹائپسٹ جو یہاں ڈرامہ سیکشن میں کام کرتے ہیں اور غالباً تم سے بھی تعارف ہو چکا ہے اس امتحان میں گذشتہ سال دہلی سے ظاہر ہوئے تھے مگر ناکام رہے اس سال وہ پھر داخل ہونے فیس داخلہ بھیج دی تھی مگر اب یہ نئی پخ لگا کر اس میں ستم ظریفی یہ کی ہے کہ اگر معینہ مدت میں یہ نا معقول دس روپے ادا نہ کئے گئے تو دس کی بجائے پندرہ دینے پڑیں گے۔ آپ پوری معلومات حاصل کر کے جلد از جلد اس سلسلے میں مناسب کارروائی کریں اور خط کے ملنے کے ایک آدھ دن کے بعد ہی اطلاع دیں تاکہ اگر چارہ ہو سکے تو دس کے پندرہ بھی نہ دینے پڑیں۔ گذشتہ سال رول نمبر 705 تھا۔ اس سال کا ابھی نہیں آیا۔

سید نثار احمد ضیا جالندھری آج صبح دلی آئے اُن سے معلوم ہوا کہ بازگشت پر تمہیں کچھ اعتراضات ہیں۔ اصلاح اور کانٹ چھانٹ کے تم مجاز ہو۔ جو نظمیں شامل نہ کرنا چاہو نہ کرو ان کی جگہ ادبی دنیا کے فائل سے دوسری نظمیں جو بہتر سمجھو شامل کر لو۔ میں نے تو صرف اُنہی نظموں میں سے یہ انتخاب کیا تھا جو میرے پاس موجود تھیں اور وجود میرے پاس بہت کم تھیں۔ مسودہ دلی بھیجنے اور دلی سے پھر لاہور بھیجنے میں وقت لگے گا۔ اور وقت ہی اس وقت کم سے کم صرف ہونا چاہیئے۔ اختر سے میں نے سب کچھ مفصل کہہ دیا تھا۔ معلوم نہیں اس نے تم کو کیا کچھ کہا۔ میرا مقصد اس کتاب کو فوراً سے پیشتر فروخت کرنے سے یہ ہے کہ صرف یکصد روپیہ یہ رقم لاہور آنے کے لیے ہے، مجھے بھیج دیا جائے اور باقی تمام رقم تم براہِ راست مزنگ گھر ہی ناتی یا اماں جان تک پہنچا دو۔ اُمید کہ تم زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے کے اندر اندر کتاب کو (AT ANY CASH) مناسب طریق سے فروخت کر سکو گے۔ میں نے اپنی طبع زاد نظموں کے ایک اور مجموعے کا مسودہ بھی تیار کر لیا ہے جو کل پرسوں تک نہیں روانہ کر دیا جائے گا۔ اس کا نام "پابند نظمیں" از میرا جی ہے اور یہ مختار صدیقی کے نام منسوب ہے۔ خیر کل یا پرسوں اختر یہاں پہنچے گا اس سے نپٹا جائے گا۔ اس وقت دماغ سخت پریشان ہے۔ اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ تازہ ترین پریشانی یہ ہے کہ آج سے ڈی شراب کی قیمت میں مزید اضافے کا اعلان ہو گیا ہے۔ کیا کیا نہ سہا عشق میں، کیا کیا نہ سہیں گے۔

کہہ دیا گیا ہے تفصیلاً۔ نیز راشد نہیں آسکے گا۔ آج کل چھٹی نہیں مل سکتی۔ میرا جی

(۸)

قیوم۔ سلام۔

تین مسودے بھیجے جاتے ہیں۔ دو مختار کے ریڈیو ڈراموں کے مجموعے اور ایک میرا جی کا نظموں کے ترجمے کا مجموعہ۔ جس کا نام "بازگشت" ہے۔ بازگشت میں کچھ نظمیں اپنے ادبی دنیا کے فائل سے اور شامل کر لو۔ ان کی فہرست اختر ہوشیارپوری تمہیں دے دے گا۔ مختار کے مجموعوں کو جلد سے جلد بیچنے کی دو تین وجہیں ہیں۔ ایک اس کی طبیعت کا ٹھیک نہ رہنا۔ آخر علاج معالجے پر روپیہ صرف ہوتا ہے۔ دوسرے اسے گرمیوں کے لیے دو تین سوٹ سلوانے ہیں۔ تیسرے اسے بمبئی جانے سے پہلے گوجرانوالے بھی جانا ہے اور ظاہر ہے کہ ماں باپ کے پاس دو ایک سینکڑے ہاتھ میں لئے بغیر نہیں جایا جا سکتا اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ گھر سے تقاضہ بھی آیا ہے۔ اور بمبئی کا سفر خرچ تم خود سمجھ لو۔ یہ مختار کی بات ہوئی۔

بازگشت کے بیچنے کی اس لیے ضرورت ہے کہ منشی مہتاب الدین کا ناخلف بیٹا ایک بار پھر اپنے ماں باپ کی صورت دیکھنا چاہتا ہے اس مجموعے کی فروخت سے جو روپیہ تم وصول کرو اس میں سے صرف ایک صد روپیہ مختار کے نام بھیج دو۔ باقی ناتی کو دے دو۔ مختار کے نام وہ روپیہ وصول ہونے پر میں پانچ چھ دن کے لیے لاہور آؤں گا اور سب لوگوں سے مل جل کر دلی سے ہوتا ہوا لطیف کے ساتھ بمبئی چلا جاؤں گا۔ وہاں عادل نے میرے لیے کم سے کم ۵۰۰/۶۰۰ روپے کی ایک ملازمت کا انتظام کیا ہے۔ ۲۰ اپریل سے لطیف کا محکمہ بھی ختم ہو رہا ہے۔ لطیف اور میں اکٹھے ہی بمبئی جائیں گے۔ مختار اگر ہمارے ساتھ نہ گیا تو ہمارے وہاں پہنچتے ہی چل پڑے گا۔ تمہیں بمبئی نہیں بلایا جائے گا۔ جب تک کہ اپنی کمپنی قائم نہ ہو جائے مجموعوں کے بارے میں ———

۱۔ ہر مجموعے کو صرف ایک ایڈیشن کے لیے بیچنے کی کوشش کرو اور زیادہ سے زیادہ وصولی کی کوشش بھی۔

۲۔ اگر کافی سے زیادہ پیسے نظر آتے ہوں تو اس صورت میں کسی ایک مجموعے کے لیے جملہ حقوق دے سکتے ہو۔

۳۔ اُردو بک سٹال۔ سنگم اور جالندھر والوں سے اگر بات ہو جائے تو اسے ہم ترجیح دیں گے۔

۴ - اُردو بک اسٹال اور سنگم سے مختار نے پہلے کچھ باتیں طے کر رکھی ہیں۔ جن کا تمہیں حال معلوم ہے۔

۵ - یہ سب سے زیادہ اہم ہے۔ جس نئے جوئے میں حصہ لینے کے لیے میں اور مختار اس وقت پر تولے ہوئے ہیں اس کے لیے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ ان تینوں مجموعوں کو زیادہ سے زیادہ پیسوں پر جلد سے جلد بیچ دیا جائے۔

باقی سب تم خود سمجھ سکتے ہو۔ ۱۵ پریل یا ۲۰ اپریل تک یہ کام نہ صرف مکمل ہو جانا چاہیے بلکہ رقم مختار تک پہنچ جانی چاہیے تاکہ بمبئی کے سلسلے میں جو گڑبڑ ہو رہی ہے اس کے پروگرام میں رکاوٹ نہ پیدا ہونے پائے۔ کیونکہ میراجی کا آوینی اور مختار کا پشیں پروگرام صرف انہی پر منحصر ہے۔

مختار کہتا ہے کہ تمہارے دیباچے کا ابتدائی کام کر لیا ہے تھوڑا کام باقی ہے۔

یہ تم نے کیا لکھا تھا کہ میراجی کو کھلی اجازت ہے پینے کی وہ تو بغیر اجازت کے بھی پئے جا رہا ہے۔

پرسوں بیس مارچ تھی میرا سین کی سروس میں ۱۴ - سال ہوئے۔

۲۲ مارچ ۱۹۴۶ء - دہلی   میراجی --- مختار

(۹)

آل انڈیا ریڈیو دہلی۔

۲ اپریل ۱۹۴۶ء   قیوم نظر!

کل ایک خط لکھا تھا اس میں مرزا محمد یونس کے امتحان کے بارے میں ایک بات لکھی تھی۔ ایک بات رہ گئی تھی۔ سنا گیا ہے کہ وہ اُمیدوار جن کی مستقل رہائش پنجاب کی ظاہر کی گئی ہے (محمد یونس نے مستقل پتہ پانی پت پنجاب کا لکھایا ہے) اُن پر زاید دس روپے والا اصول عائد نہیں ہوتا۔ اس کی تحقیق بھی آپ ساتھ ہی ساتھ کر لیجئے۔ محمد یونس کے حق میں ایک نکتہ تو یہ ہے کہ وہ گذشتہ سال امتحان دے چکے ہیں۔ ایسے افراد کے بارے میں یونیورسٹی کو استثنا کا خیال کرنا چاہیے۔ دوسرا نکتہ پانی پت کی مستقل رہائش کا ہے کیونکہ دہلی میں وہ محض بر سبیل روزگار آئے ہوئے ہیں۔

رول نمبر جیسے کہ کل لکھا تھا، 705 ہے۔ یہ نمبر پچھلے سال کا ہے۔ اس دفعہ کا رول نمبر ابھی نہیں آیا۔ اس دفعہ بھی وہ پچھلی بار کی طرح ادیب عالم کا امتحان دے رہے ہیں۔

مختار کے مسودوں کے بارے میں بھی کل نہیں خط لکھنے کے بعد ضیاء جالندھری صاحب سے معلوم ہوا۔ ہمیں اس سے غرض نہیں کہ مسودے کسی قابل ہیں یا نہیں ہمیں صرف اس سے غرض ہے کہ مسودے بک جائیں، کیونکہ انہیں کے بکنے سے مختار کی (شادی) ہو جائے گی اور میں ایک بار (اپنی پابندی کے باوجود لاہور ہو آؤں گا اور) اماں جان کی قدمبوسی حاصل کر سکوں گا۔

معاف کرنا اس وقت پئے ہوئے ہوں لیکن پھر بھی صوفی (SOBER) ہوں (کیونکہ صوفیوں کے خاندان میں میری بھی شادی ہوگی شاید تم صوفیوں کے خاندان کو نہ جانتے ہو۔ اُن کے خاندان کا نمائندہ ایم لے لطیف آف جبل پور ہے۔

تمہارا   میراجی

(۱۰)

قیوم: وہ بہترین انعاموں کا اعلان غالباً سالانہ اجلاس پر ہوگا۔ کیا انعام حاصل کرنے والوں کو اس سے پہلے اطلاع نہ دی جائے گی کہ وہ وہاں

پہنچ کر انعام حاصل کریں، وقت پر۔ اور اس میں سے اگر انعام لینے والا چاہے تو کچھ رقم حلقے کو دے سکے۔ اور ؟
ڈرامے جلد بھیجو اور بھجواؤ۔

ضیاؔ

مکرر:۔ اگر اس سے پہلے نہیں تو OFFICIAL اطلاع کب ملے گی

ضیا

(۱۱)

آل انڈیا ریڈیو۔ نئی دہلی

۱۰ مئی ۴۶ء

قیوم!

لطیف کو ایک اشد ضرورت در پیش آئی۔ یعنی آگرے کا دفتر بند کر کے کلکتے جاتے ہوئے ایک تو دفتر کے حساب میں کچھ کمی تھی، دوسرے ایک حضرت نے دھوکے بازی سے تین سو روپے اینٹھ لیے۔ سو روپے تم نے جو بھیجے تھے وہ لطیف کو بھیج دیے گئے۔ گھر سے کچھ اور جو منگائے ان سے اتنے دنوں گزارہ کیا گیا۔ نتیجہ۔ اب تک لاہور نہ پہنچ سکا۔ اگر تم فوراً پاس روپے کا انتظام کر کے بذریعہ تار روانہ کر دو تو لاہور آ کر کتابوں وغیرہ کا قصہ طے کر کے گھر والوں سے مل کے، پھر دلی سے ہوتے ہوئے بمبئی جایا جا سکتا ہے۔ یہ ضرورت اس لیے بھی ہے کہ لطیف سے بھی اگلے مہینے کے شروع تک بمبئی میں ملنے کا پروگرام ہے تاکہ فلموں میں قسمت آزمائی کی جا سکے۔ اس وقت طبیعت کچھ بے چین سی ہے۔ مفصل حال ملاقات پر ہی بتایا جا سکتا ہے۔ میراجی

(۱۲)

۲۱ جون ۴۶ء۔

قیوم! جیسے کہ لطیف کو بھی لکھا ہے گردش دوراں، گردش روزگار اور گردش جام آخر بمبئی میں لے ہی آئی۔ ۱۰ ماہ حال کی صبح سے بمبئی میں ہوں۔ منٹو فلمستان میں میرے لیے مستقل ملازمت کی کوشش کر رہا ہے۔ قوی امید ہے بات بنتے ہی اطلاع دوں گا۔

معلوم نہیں تم نے "پابند نظمیں" از میراجی کا کیا کیا۔ اگر بات رہی ہو تو کچھ روپیہ بھیجو، اگر نہیں تو جلد سے جلد مسودہ بھیج دو۔ رجسٹری کر کے کیونکہ نخشب کے ذریعے سے یہاں تاج کمپنی والوں کے ہاں فروخت ہو سکتی ہے اور روپے کی تم جانو یہاں مستقل سلسلہ بننے سے پہلے اشد ضرورت ہے۔

دلی چھوڑنے سے پہلے شاہد صاحب سے "مشرق کے شاعر" اور "مغرب کے شاعر" کے بارے میں بات کی تھی۔ "مغرب کے شاعر" کا مسودہ ان کے پاس ہے اور "مشرق کے شاعر" کا یہاں میرے پاس۔ بمبئی میں شاہد صاحب ۶۶۶ روپے دونوں کتابوں کی قیمت لے کر مسودوں کو رہا کرنے پر راضی ہیں مگر "مغرب" کا مسودہ یہ رقم وصول ہونے پر دینگے۔ جالندھر والوں سے ۲۵۰۰ والی بات اگر اب بھی ہو تو "مشرق" کا مسودہ میں بھیجوں۔ اس صورت میں پابند نظموں کو یہاں بیچ دو۔ اسے میں بیچتا ہوں اور "مشرق" کا مسودہ ان کے حوالے کر کے ۲۵۰ روپے پیشگی لے کر شاہد صاحب کو بھیج دو۔ وہ "مغرب کے شاعر" کا مسودہ تمہیں بھیج دیں گے۔ اور پھر پوری رقم وصول کر کے ایک ہزار اماں جان کو دے دو اور باقی رقم مجھے بھیج دو۔ اور ہاں "ڈیپ دیس کی نسلوں" کے مسودے کا کیا ہوا؟ اس کی جو رقم وصول کی تھی اس کی رسید اور کنٹریکٹ دونوں پر میرے دستخط اب ہوں گے وغیرہ وغیرہ

معاملہ اہم ہے امید ہے کہ اولین فرصت میں سب کام ٹھیک طرح سے کرو گے۔ بمبئی میں فلمی دنیا اور اپنی کارگزاریوں کی تفصیل پھر لکھوں گا

خط کا جواب جلد دینا۔ معرفت ایم اے قریشی

میراجی

(۱۴)

۱۴ تلک روڈ۔ پونا

۲۴ دسمبر ۱۹۴۶ء

قیوم

ایسے پونا آیا تو آپ کا اور دشوا نندن کا خط ملا۔ سب سے پہلے تو آپ کو صحیح اور واضح طور پر یہ معلوم ہونا چاہیے کہ شغل سے نوشی AS SUCH اب تین ماہ سے ترک کی جا چکی ہے، ہاں" غالب چھٹی شراب ۔ ۔ ۔ " سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

مختار نے آپ تک مسودہ نہ پہنچانے میں جو کمال کیا ہے، اس کا نتیجہ دشوا نندن اور میراجی تو جس حد تک جانتے ہیں اسے اب مختار بھی میراجی کی آپ بیتی میں معلوم کرے گا (ابھی تک دو باب لکھے جا چکے ہیں) ہاں مختار کے حق میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ اسے خدا جزائے خیر دے اور نیک راستے پر چلنے کی ہدایت۔ لیکن یہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ احساس کمتری سے چھٹکارا حاصل کرے۔ فی الحال اسے مختصراً ایک کارڈ لکھ رہا ہوں کہ وہ جلد سے جلد مسودہ اب بھی آپ تک پہنچا دے۔ دشوا نندن آج کل دلی میں ہے۔ ظاہر ہے کہ بیٹیاں اس کے دن بنے ہیں اور اس نے بیکاری کے روگ کے علاوہ بھی اس کی زندگی اجیرن، لیکن اس کا علاج اسی طرح ہو سکتا ہے کہ آپ مختار سے مسودہ موصول ہونے پر اسے ٹھکانے لگائیں۔ اگر اب بھی مختار مسودہ نہ بھیجے تو آپ لکھیں تا کہ میں کوئی اور کتاب جلد سے جلد مکمل کر کے روانہ کر دوں۔

اب اختر کی سنو۔ شالی مار مسلمانوں کا ادارہ ہے اور جس طرح مسلمانوں کے بارے میں مجھے یہ معلوم ہے کہ ان کا خدا ہی حافظ ہے۔ اسی طرح ان کے اداروں کے متعلق بھی یہ دعا ہے کہ انھیں بھی خدا ہی سنبھالے تو ملک اور قوم کی بہتری ہو۔ اختر جوں توں سفید پوش اور دو وقت کے کھانے کی زندگی گزار رہا تھا لیکن اب وہ لفظ ترتیب دکھائی دے، اب جب شالی مار کے علاوہ توقع سے بھی قطع نظر کرنے کے عمل سے زندگی کو اگر جنت نہ بنایا جا سکے تو جہنم بننے سے بچانا بھی ضروری ہو گا۔ پونا سے اختر اور ہم دونوں مل کر ایک ادبی دو ماہی رسالہ نکالنا چاہتے تھے۔ مگر اس میں ابھی سرمائے کے علاوہ بعض دوسری ٹیکنیکل رکاوٹیں ہیں۔ مثلاً کاغذ اور ڈکلریشن وغیرہ کا مسئلہ) ان تمام حالات کے باوجود اختر (اور میں بھی) اپنی فلم کمپنی قائم کرنے کے چکر میں بھی ہیں جو بشرط حیات ہی بن سکتی ہے باوجود کوشش کے۔ مختصر یہ کہ آج شام پانچ بجے کی گاڑی سے اختر اور میں حیدر آباد (دکن) جا رہے ہیں۔ وہاں فلم کے لیے سرمایہ داروں کا جائزہ لیں گے (۲) رسالے کے سلسلے میں کاغذ وغیرہ کے مسئلے کی تگ و دو کی جائے گی (۳) وہاں کے ناشروں کو دو ایک کتابوں کے لیے پھانس کر پیسہ مہیا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ یہ سب کچھ اور اس کا نتیجہ یکم جنوری تک معلوم ہو جائے گا یعنی اس روز ہم لوگ پونا میں ہوں گے۔ اگر کوئی کام بن گیا تو اچھی بات لیکن اس کے مدنظر کہ حالات جوں کے توں رہتے ہیں۔ کچھ روپے کی ضرورت ہو گی۔ سو پچاس جتنے بھی روپے کا انتظام آپ جلد سے جلد کر سکتے ہوں اختر کے پونا کے پتے پر روانہ کرنے کا انتظام کریں۔ اگر یکم جنوری کو بذریعہ تار بھجوائیں تو بہتر ہو۔ اس وقت تک مختار کو چاہیے کہ وہ بھی عقل کو استعمال میں لاتے ہوئے مسودہ آپ تک پہنچا دے ورنہ آپ مجھے لکھیں تا کہ میں نیا مسودہ (کوئی نہ کوئی) آپ کو بھجوا دوں (تیار کر کے ۔ جس میں کہ ہفتہ بھر لگے گا)

ادب لطیف وغیرہ کے سلسلے میں آپ نے جو کچھ کیا ٹھیک ہے۔ صرف احتیاط اور سوچ سمجھ کی ضرورت ہے۔ آئندہ کے لیے۔ اِن فضل برادر سے اگر کوئی سلسلہ آپ بنائیں تو قانونی لحاظ سے مضبوط زمین پر بنائیں کیونکہ فلمی دنیا کے کھیڑے ناشروں کی دنیا سے بھی زیادہ کھیلنے والے ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں پیسے کے لحاظ سے جب تک یقینی صورت نہ ہو۔ آپ کو اپنی پوزیشن کو جوئے میں ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہی بہتر ہے کہ اپنی سرکاری نوکری کے ساتھ ساتھ ادب لطیف سے سودے سو کا معاملہ جاری رکھنے کی کوشش کریں۔

گیتوں کے مجموعے کا نام "پہی جھکولے" ہی ٹھیک رہے گا۔ اس سلسلے میں اور راہ دکھانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ سوائے اس کے کہ کتاب کے چھپنے پر چار پانچ جلدیں (پر مرپاگنٹ ڈا منتقدہ سے یعنی خطوں میں) ادھر اختر کے نام بھجوا دینا۔

ہاں، میرا لاہور آ کر کام "نا" تو آپ خود سمجھیں کہ میری موجودہ نفسی کیفیت کے مدِنظر انفرادی خودکشی کے مترادف ہوگا۔

آپ نے یہ نہیں لکھا کہ حلقے کی پوزیشن اب انتظامی کمیٹی کے فیصلے کے لحاظ سے چودھری نذیر (سویرا۔ نیا ادارہ) اور برکت علی (ادبِ لطیف، مکتبۂ اردو) کے سلسلے میں کیا ہے۔ یعنی ہم لوگوں کا حلقے کے اصولوں کے مطابق کس سے کیا تعلق ہونا چاہیے؟ اور فی الحال کیا لکھوں سوائے بسنت سہائے کے اس شعر کے کہ

عمر اس سوچ میں تمام ہوئی   کیا ہوا اور ہائے کیا نہ ہوا

وہی۔ میراجی

(۴۱)

۴۔ سی سائیڈ۔ جمخانہ روڈ
ماٹنگا۔ بمبئی۔   قیوم!

حیرانی تو ہوئی ہوگی کہ یہ مردہ آج زندہ کیونکر ہوا، لیکن ملک کی سیاسی ذلت نے جہاں اور حیران کن باتوں سے دوچار کیا ہے وہاں یہ دلچسپی بھی نذرِ اہلِ وطن ہے کہ میراجی اس آتشیں ہنگامے سے سمندر کی مانند حیاتِ تازہ لے کر ایک بار پھر زندگی کی کش مکش کا مقابلہ کرنے کو تیار ہوا ہے، اس نئی زندگی سے قریب لانے میں جن دوستوں کا ہاتھ ہے۔ ان میں سے دو حضرات وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ آج کل میرا آنا جانا ہے۔ اس وقت ان میں سے ایک کا تعارف کراتا ہوں۔ ان کا نام ملک سردار ہے، یہ کپور تھلہ کے رہنے والے ہیں۔ ان کے عزیز و اقارب یعنی والدہ، والد اور بہن بھائی مجبوری کی سیاسی نقل مکانی کے باعث آج کل لاہور میں ہیں، حال ہی میں ان کی خیریت کی اطلاع پہنچی ہے۔ یہ خط انہی کیلئے لکھ رہا ہوں، ایک خط ملک سردار کے خط میں ان کو بھی بھجوا رہا ہوں۔ والد کا نام مستری عبداللہ ہے۔ اور بھائی کا نام گلزار ناوم۔ ان دونوں صاحبوں میں سے کوئی صاحب میرا خط لے کر آپ کے پاس آئیں گے۔ آپ خود اور اس کے علاوہ محمود کے ذریعے سے (معلوم ہوا ہے کہ محمود لاہور ریڈیو پاکستان میں ہے) ان لوگوں کے لیے جو کچھ بھی کر سکتے ہوں وہ کریں۔ یہ کام آپ میراجی کے لیے کریں گے۔ محمود کو بھی یہ بتا دیں اور یہ بھی کہہ دیں کہ میں آج کل ملک سردار میوزک ڈائریکٹر کے ساتھ شری ساؤنڈ سٹوڈیوز میں گانے لکھ رہا ہوں اور یہ کام انہی کے ذریعہ سے کر رہا ہوں۔ محمود اپنے ذرائع سے مستری عبداللہ کو کام دلوانے میں بھی مدد کر سکتا ہے۔ اس سلسلے میں آپ بھی تگ و دو کریں اور محمود سے بھی تاکیداً کہیں۔

"ہندوستان" والے حسن احمد سے ابھی تک صرف الطاف گوہر کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ کراچی میں ہے۔ باقی کسی کی کوئی خبر نہیں ہے۔ بشیر قریشی کا پتا اگر مل سکے تو بہت خوب ہو کیونکہ اگر وہ کسی اچھے عہدے پر (اس نئے نظام کے باعث، ملک گیا مو تو کامی نامی اور کا کے صاحب کے لیے میں اسے لکھنا چاہتا ہوں کہ ان کے لیے جو کچھ کر سکتا ہو کرے۔ ابا جان کے علاوہ گھر کی کوئی اور (DEPRESSING) خبر ہو تو لکھئے کہ وہ بیرے نئے سرے سے زندگی کو سنوارنے میں حارج ہوگی۔ اور کیا لکھوں، سوچتا ہوں کہ آپ اور ہی قسم کی تفصیلات کے متوقع ہوں گے اور میں کیسر اور باتیں لکھ گیا۔

——— خیر پھر سہی، جو کام اس خط میں کہا ہے وہ ضرور کرنا ہے اور اس کے بارے میں اطلاع بھی دینا ہے۔

۱۱ر دسمبر ۴۷ء۔   میراجی

معلوم ہوا ہے کہ ملک سردار کی والدہ (SERIOUSLY) بیمار ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر شاہ محمد کے علاوہ دو مناسب حضرات (یعنی ڈاکٹر وں) سے انہیں ملا دیں، پیسے روپے کا خیال نہ کیا جائے کہ ملک سردار جس قدر روپے کی ضرورت ہو انہیں تار کریں۔ بعد سے بھجوا دیں گے۔ روپیہ دو تین دن ہوئے انہیں بھجوا بھی گیا ہے جو امید ہے کہ اس خط سے پہلے مل چکا ہوگا۔

(۱۵)

MIRAJEE C/O NAKHSHAB JARCHAVI
4, CUSTOMS CLUB. MATUNGA DADAR
BOMBAY

قیوم

ڈاک کے گھپلے کی وجہ سے تمہارا خط نہ جانے کب کا چلا ہوا اب تک کہاں پڑا رہا! اب تقریباً پانچ چھ روز پہلے ڈاک کھلنے پر ملا۔ اس وقت زیادہ وقت نہیں ہے۔ مفصل خط پھر لکھوں گا۔ صرف اتنا کام ضروری ہے کہ جلد از جلد اپنی پہلی فرصت میں "پابند نظمیں" کا مسودہ مندرجہ بالا پتے پر بذریعہ رجسٹری روانہ کر دو۔ اس نئے پتے پر میرا نام نہ لکھنا۔ نخشب کا لکھنا۔ کیونکہ ڈاک کے وقت وہی گھر پر ہوگا۔ آئندہ خط بھی اس پتے پر لکھنا۔ لیکن عنوانوں پر میرا نام لکھ دینا۔

دیگر لاہور کے حالات تفصیل سے لکھو۔ "پابند نظمیں" کا سودا یہاں کرشن چندر کے ذریعے سے ہو رہا ہے۔ روپے کی وصولی مسودے کی وصولی کے بعد ہوگی۔ اس لیے مسودہ جلد سے جلد آنا چاہیے کیونکہ روپے کی سخت ضرورت ہے۔ میں بعض الجھنوں بعض مصیبتوں اور بعض اندیشوں میں نہایت شدت کے ساتھ گھرا ہوا ہوں۔ مسودے کی وصولی ہی ان سے نجات کا باعث بن سکتی ہے۔ اُمید ہے کہ سب کام ٹھیک چل رہے ہوں گے۔ کیا کتاب آجکل نہیں چھپ رہی؟ بمبئی کے پتے پر بھیجو۔ گذشتہ پرچے بھی۔

میراجی

انگریزی کے دستخط میرے تھے کیونکہ ان کی تصدیق کی ضرورت نہ تھی، اور سارے اردو دستخط کی تصدیق درکار ہوتی۔

(۱۶)

قیوم!

اچھا ہوا جو شاہد کے ہاں جانے کا پروگرام اس روز ملتوی کر دیا کیونکہ وہ ڈیڑھ دو دن یہیں ہے اور اب تک وہیں — اس کے آتے ہی میں سب بات چیت کروں گا۔

یہ خط اس لیے لکھا جا رہا ہے کہ محمود نظامی آج یعنی ہفتے کی شام کو لاہور آ رہا ہے۔ بدھ تک وہاں رہے گا۔ آپ گھر سے میرے دو تین جوڑے کپڑے لے کر اور بنڈل بنا کر اسے اسٹیشن پر پہنچا دیں۔ اسٹیشن پر ہی جائیں۔ اتوار کو وہ حلقے میں آپ سے ملے گا۔ اگر نہ بھی ملے تو آپ پتہ چلا لیں اور اس سے ریڈیو پر ملیں۔ اسٹیشن پر ملنا بھی معنی خیز ہے۔ معلوم نہیں آپ نے یہاں اس سے اپنے بارے میں ریڈیو ملازمت کی کوئی بات کی تھی کہ نہیں؛ یہی گفتگو پھر اس سے کریں۔ ہاں اس روز لطیف صاحب تو عازم لاہور ہوئے اور دوسرے روز ان کا ٹکٹ ان کے کمرے سے مجھے ملا۔

اب کہو "شراب خوار!"

ایک ضروری کام!

جواب تغافل نظم عبدالحمید عدم کے جائزے کے اپنے فائل سے نوٹ کر کے بھجوا دیں اور عطاء اللہ سجاد کی نظم پروائی کر و از آں خضر را مصاحبت است یہ صرف نظم لیکن یہ نظم ادبی دنیا میں نہیں بلکہ ہمایوں میں ملے گی۔ دونوں کام ضروری ہیں خط کے جواب آنے پر لکھوں گا کہ کب لاہور آ رہا ہوں؟ آؤں گا تو زیادہ دنوں کے لیے نہیں آؤں گا۔ کیونکہ میرا سیتی دارجلنگ میں ہے۔

دلّی سے دارجلنگ

لاہور سے دارجلنگ

مؤخر الذکر فاصلہ زیادہ ہے۔ اب انہی فاصلوں سے دل کو تسکین نہ دیں تو اور کیا کریں۔ میراجی

(۱۷)

رام بھون ۱۳۰ - تلک روڈ - پونا -

قیوم

آخری خط غالباً مختسب کے ہاں بیٹھے ہوئے بمبئی سے لکھا تھا۔ اس وقت سے اب تک کیا کچھ بیتی؟ یہ تو ملاقات ہی پر تفصیل یا اجمال سے بتایا جا سکتا ہے۔ یا پھر پھر آپ کی آپ بیتی یں پڑھ سکتے ہو جس کا کچھ حصہ لکھا جا چکا ہے یعنی ابتداء سے آگے بڑھ چکا ہوں بمبئی بیٹھے بیٹھے ایک روز خیال آیا کہ پونا میں اختر ہے، لاؤ اسی سے مل آئیں۔ یہاں آیا پانچ چھ روز رہا (یہ کیم اکتوبر کا ذکر ہے) معلوم ہوا دو چار روز میں یہاں مسلم ایجوکیشن سوسائٹی یوم اقبال منانے کو ہے۔ دلی سے مختار اور بعض اور احباب آئیں گے۔ بمبئی دو روز کے لیے ایک کام تھا۔ اختر سے پھر آنے کا وعدہ کر کے گیا اور دو روز کے بعد آیا۔ مختار وغیرہ سب آئے۔ یوم اقبال کی دھوم چوکڑی رہی پانچ سات روز اس میں گزر گئے۔ اختتام پر مختار کو لے کر بمبئی گیا۔ اس کا بھی ایک کام تھا۔ اس کے امریکہ جانے کی ایک سبیل نکلی تھی۔ معلوم نہیں اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ اس سے ملبوس جا یخط نہیں لکھا خیر اب یکم نومبر کو ایک کام سے پھر پونا آیا۔ اور اسی روز سے یہیں ہوں۔ کل بمبئی پہنچا ہے۔ پچھلے ایک ہفتے سے ہر روز اختر اور میں یہی سوچ رہے ہیں کہ قیوم کو خط لکھنا ہے۔ لیکن آج گیا ہو کر لکھ رہا ہوں۔

اختر جیسا کہ آپ کو معلوم ہو گا دو سال سے شالیمار میں مکالمہ نویس، گیت اور نہ جانے کیا کیا، الم تم کاموں کے سلسلے میں ملازم ہے۔ کمپنی کے حالات تو جیسے ہیں وہ ہیں اختر نے جوں توں جینے کا خاصا اچھا اور با قاعدہ انتظام کر رکھا ہے۔ ان دو سالوں میں اس نے ادبی کام بھی کافی کیا ہے۔ بے شمار نظمیں لکھی ہیں۔ ان کے علاوہ ایک منظوم طنزیہ ناٹک بھی "سب رنگ" کے نام سے لکھا ہے۔ اس کے کردار بظاہر حیوانات ہیں۔ اصل میں یہ ہندوستان کے سیاسی حالات پر طنز ہے۔ اپنے رنگ کی بالکل نئی چیز ہے۔ اس وقت سب سے پہلے اسی کے متعلق بات کرنی ہے۔ اس کتاب کو اچھی طرح اور نمایاں طور پر شائع کرنا ہے (میں دیباچہ لکھ رہا ہوں) اس کے ساتھ ہی یہ بھی خیال رکھنا ہے کہ مصنف کو اقتصادی طور پر بھی فائدہ ہو۔ سنگم والوں سے اس سلسلے میں تو نہیں البتہ کتابوں کے سلسلے میں اختر کی خط و کتابت پہلے بھی ہو چکی ہے۔ "گرداب" تو آپ نے دیکھا ہی ہے۔ اس کے علاوہ "تاریک سیارہ" کے نام سے اختر نے اپنا دوسرا مجموعہ مکتبہ اردو کو دیا ہوا ہے جو ابھی شائع نہیں ہوا۔ (اختر کو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ حلقے نے ان لوگوں کا بائیکاٹ کر رکھا ہے) مختار سے معلوم ہوا تھا کہ چودھری نذیر اور چودھری برکت علی میں اختلاف رائے (مار پیٹ کی حد تک) ہو چکا ہے۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تصفیہ ہو گیا ہے۔ نذیر سویرا کے نام سے ایک رسالہ نکال رہا ہے اور "نیا ادارہ" کے نام سے مکتبہ۔ اور غالباً ادب لطیف اور مکتبہ اردو برکت علی کے ہاتھ لگا ہے۔ اب ان تمام باتوں کی روشنی میں آپ کو ذیل کے کام کرنے ہیں :-

۱۔ چودھری نذیر اور برکت علی کے تجارتی تصفیے کے بارے میں معلومات بہم پہنچانا۔ خاص طور پر یہ معلوم کرنا کہ مکتبہ اردو مصنفوں سے جن کتابوں کو خرید چکا تھا وہ کس کے ہاتھ آئیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے اختر کی کتاب "تاریک سیارہ" کی کیا پوزیشن ہے!

۲۔ "سب رنگ" کی اشاعت کے بارے میں (مسودہ کی ایک نقل آپ کا خط آنے پر اختر آپ کو روانہ کر دے گا) اردو بک سٹال وسنگم اور دیگر لوگوں سے خاطر خواہ بات چیت کریں۔

۳۔ حلقے نے مکتبہ اردو سے بائیکاٹ کیا تھا۔ اس سلسلے میں جہاں اصول پرستی مدنظر رکھنی ضروری ہے وہاں اس بات کو بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ ادب لطیف کے مقاطعے سے حلقے کے ارکان کو جو پبلسٹی ادب لطیف سے مل سکتی تھی اس کا نقصان ضرور رہا۔ میرے خیال میں اب جب کہ چودھری نذیر الگ ہو گیا ہے اور نیا رسالہ نکال رہا ہے اور نیا ادارہ قائم کر رہا ہے تو میرے خیال میں مرتعش ہے کہ چودھری نذیر سے سیاسی طور پر صلح کر لی جائے اور مرکزی انتظامی کمیٹی کی ایک خفیہ میٹنگ میں یہ تجویز پیش کر کے منظور کرائی جائے اور چودھری نذیر سے کہا جائے کہ حلقے کو اگر اختلاف تھا تو وہ مکتبہ اردو اور ادب لطیف سے تھا۔ اب آپ کا نیا ادارہ ہے اور نیا رسالہ اس سلسلے میں حلقہ آپ کا دوست ہے۔ اور یہ دوستی اپنے طور پر بہت احتیاط کے ساتھ قائم رکھی جائے۔ معلوم ہوا ہے کہ نذیر اپنے نئے ادارے میں کتابیں شائع کرنا چاہتا ہے اور ظاہر ہے کہ اسے کتابوں کی ضرورت بھی ہوگی۔ حلقے کی ایک آدھ کتاب (مجموعۂ مضامین یا افسانوں کا مجموعہ) اُن کے سپرد کیا جا سکتا ہے۔ اختر کی کتاب "سب رنگ" کی بات بھی آپ ان سے کر سکتے ہیں۔ مگر ہر بات خوب ہوشیاری سے کرنا ہوگی۔ چودھری نذیر سے حلقے کی نسبت سے اور انفرادی طور پر بھی فائدہ اٹھانا ہے۔ چودھری نذیر سے اگر "سب رنگ" کی بات طے پائے تو شاید وہ سنگم سے بہتر طور پر شائع کرے گا۔

۴۔ "پابند نظمیں" کا مسودہ میں نے مختار کو دے دیا تھا تاکہ وہ آپ کو بھیج دے۔ اگر اس نے نہیں بھیجا تو اس سے منگوا لیجیے اور جلد سے جلد اس کے فروخت کا انتظام کیجیے جیسے کہ آپ کو معلوم ہوگا اباجان کا انتقال ہو چکا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ دو چار سو روپیہ جلد از جلد گھر بھجوا دیا جائے۔ اس کے علاوہ وشوا نندن کے نام سے آپ کو میرا پرائیویٹ سیکرٹری بھی ملا ہوگا۔ کچھ روپیہ میں اُسے بھی دینا چاہتا ہوں۔ ویسے بھی آپ ہر طرح سے اس کی مدد کریں وہ بڑا درست آدمی ہے۔ محمود نظامی لاہور آ چکا ہوگا۔ اُس سے بھی وشوا نندن کے بارے میں ملازمت کے سلسلے میں کہیں۔

۵۔ مشرق کے شاعر اور مغرب کے شاعر کے بارے میں شاہد صاحب سے میں نے بمبئی آنے سے پہلے بات کی تھی اور ان سے کہا تھا کہ مجھے ان مسودوں کے ڈھائی ہزار ملتے ہیں وہ اس شرط پر راضی تھے کہ میں انہیں Rs.666/- دے کر ان سے مغرب کے شاعر کا مسودہ لے سکتا ہوں۔ مشرق کے شاعر کا مجموعہ پھر فائلوں سے آپ ہی کو تیار کرنا ہوگا۔ شاہد صاحب کے پاس ابھی کتابوں کی مد میں میرا Rs.150/- باقی ہے۔ گویا اگر انہیں کم سے کم 500/- روپیہ دے دیا جائے تو وہ مغرب کے شاعر کا مسودہ دے سکتے ہیں۔ باقی سب کچھ آپ سوچ لیں۔

"تاریک سیارہ" کی پوزیشن، "سب رنگ" کی اشاعت اور "پابند نظمیں" کے بارے میں جلد سے جلد اطلاع دیں۔ یہ کام بہت ضروری ہے، اس میں ایک روز کا تساہل بھی نہ ہونا چاہیے۔ تمام خط و کتابت آپ اختر کے نام کریں۔ سب رنگ اگرچہ ایک مستقل طنز ہے لیکن اس کی ایک ہنگامی قدر بھی ہے۔ سیاسی حالات کل نہ جانے کیا ہوں اس لیے اس کی اشاعت جلد سے جلد ہونی چاہیے۔

اختر کا اور میرا دونوں کا پتہ یہ سمجھیں۔ "رام بھون" ۱۳۔ تلک روڈ۔ پونا۔

میراجی

آپ کس حال میں ہیں؟ یہ بھی اور — اور سب ضروری باتیں بھی لکھیں، لیکن خدا کے لیے کوئی ایسی بات نہ لکھیں جس سے اُس مسافر کے ذہنی توازن کے انتشار کا اندیشہ ہو جو نگری نگری پھر کر گھر کا رستہ بھول چکا ہے۔

میراجی

(۱۸)

دہلی

جو مٹ سکتی ہے مر نہیں سکتی۔

تو پھر جب دلّی امر ہے تو یہاں رہنے والوں کے لیے بھی دلّی ہی کی طرح وقت کا کوئی تعین نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے تاریخ اوپر نہیں لکھی گئی، اور اسی لیے نیچے بھی تاریخ نہیں لکھتا کہ کس روز لاہور پہنچوں گا، مگر

کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

یعنی یہ دوسری تاریخ تو لکھنی ہی پڑے گی (یا لکھنا ہی ہوگی، یہ دوسرا طریقہ یعنی فعل میں مصدر کی تذکیر کا استعمال لکھنوی ہے، دلّی میں دلّی والے کہیں گے دل پیاری میں، یوں بولیں گے، لکھنی ہی ہوگی" ——

مطلب یہ کہ دو تین تاریخ تک لطیف لاہور آ رہا ہے اور اس کے ساتھ — ہی — میں — بھی!

بھی پہ زور نہیں — میں پر ہے، میں یعنی؟

میراجی

(۱۹)

دہلی۔

آپ کا خط ملنے سے پہلے ایک خط لکھ رکھا تھا، القاب گوہر کے نام تھا تاکہ وہ خوش ہو جائے مضمون واحد تھا تاکہ ایک خط لکھنے سے دونوں کو خیر خبر پہنچ جائے۔

نتیجے میں ایک تو ویلز کی شارٹ ہسٹری آف دی ورلڈ تھی، خیر پھر سے لی جائے گی، لیکن چار پانچ مکمل اور ایک دو بلکہ شاید زیادہ ادھوری نظمیں تھیں ان کا کیا کیا جائے گا؟ ان میں سے صرف ایک نظم محمود کے پاس ہے وہ اس سے لی جا سکتی ہے باقی کا افسوس رہے گا کیونکہ ایک دو اچھی نظمیں تھیں۔

محمود ۱۱ رسے کر ۱۶ تک لاہور میں ہوگا، آپ اور گوہر اس سے ضرور ملیں، وہ ایک ملازمت کا حال بتائے گا اور شاید اس کا خیال ہے کہ امجد کو اس ملازمت پر لائے سو سوا سو تنخواہ ہے، لیکن میرے خیال میں بالترتیب۔ قیوم نظر، یوسف ظفر، الطاف گوہر اور مختار صدیقی میں سے ایک آدمی کو آنا چاہیے شیر محمد اختر اگر پسند کرے تو اس کے لیے بھی مختار کو کہیں۔ کام سکرپٹ لکھنا اور ہر قسم کے فائل سنبھالنا ہوگا، یہ کام محمود کے سیکشن میں ہوگا۔ یہ خیال رہے کہ رقیبان روسیاہ سے پیشتر آپ لوگ محمود سے ملیں اور جھٹ خود بات چیت شروع کر دیں۔

میرا ارادہ عید پر آنے کا تھا لیکن سولہ تاریخ کی تقریر اور دوسرے مسائل کی وجہ سے نہیں آ سکوں گا۔ اس ماہ کے آخر تک امید ہے کہ دو روز کے لیے آؤں۔

مولانا صلاح الدین کے ساتھ چپکے رہیں، جائنٹ ایڈیٹری آپ کو حاصل کرنا ضروری ہے ایک تو حلقے کے مفاد کے لیے، دوسرے ریڈیو کی طرف آنے کے لیے بھی یہ لیبل کار آمد ثابت ہوگا۔ یں خواہ آرٹسٹ بنوں یا نہ بنوں، حلقۂ ارباب ذوق کی ریڑھ کی ہڈی کا ریڈیو میں مستقل طور پر گھسنا ضروری

ہے۔ محمود والی ملازمت کے لیے میرا خیال ہے کہ یوسف ظفر یا شیر محمد اختر یا قیوم نظر کے لیے کوشش کرنا چاہیے۔ بل کہ جیسے سمجھیں آپ فیصلہ کر لیں۔ آپ کے خط سے خیال آیا کہ شاید یوسف ظفر بھی جائنٹ ایڈیٹری کی کوشش میں ہو اگر ہو تو بقول مولانا صلاح الدین اس کو ماریں۔ باقی حالات ساتھ کے خط میں لکھ چکا ہوں۔ افسوس یہاں ڈرافٹ نہیں ملتی۔ خیر کوئی پرواہ نہیں اب تک یہی مسلک رہا کہ

ہرچہ بر سرِ ابن منشی مہتاب دین بیاید بگذرد

حلقے کو سلام۔ شیر محمد اختر سے الگ سلام کہیں اور قیوم نظر کے کان کھینچیں۔ لاہور لاہور ہی ہے۔ میرا جی

بنام محمد علی خاں اثرؔ

(۱)

بمبئی مورخہ ۲، اپریل ۱۹۴۲ء

شفیقی و حبیبی سلام مسنون قبول ہو۔

کرم نامہ موجب مسرت و امتنان ہوا ۔ میں کس طرح کلکتہ سے لکھنؤ اور پھر لکھنؤ سے بمبئی پہنچا یہ ایک دفتر پریشان ہے ۔ صورت حال یہ ہے کہ نیا مقام ہے ۔ نئے لوگ ہیں ۔ خیالات بھی علیحدہ ہیں ۔ غرضیکہ دنیا نئی ہے ۔ کام کی زیادتی ۔ بیک وقت تین پکچروں کے گیت بنانے ہیں ۔ دعوت ناموں کی کثرت ، مجھے نہ فرصت نہ طبیعت درست ۔ اس نے مصیبت یہ ہے کہ ہفتہ عشرہ میں کوئی مبارک رات ایسی آجاتی ہے کہ گھڑی دو گھڑی آنکھ لگ جاتی ہے ۔ ورنہ ساری رات جاگنا اور اس حالت میں کہ بلیک آؤٹ کی وجہ سے نہ کام کر سکتے ہیں نہ بے شغل میں رات کٹتی ہے ۔ پھر اس شب و روز کی جگائی کا جو اثر قلب و دماغ پر پڑتا ہے وہ ادھر تو آنکھوں کو بے نور کئے دیتا ہے اُدھر قبض کی زیادتی ہو جاتی ہے ۔ بہرحال خدا کا شکر کہ اس کا جتنا اثر ہونا چاہیئے اتنا نہیں ہے کیونکہ مر پٹ کر کچھ دماغی کام کر ہی لیتا ہوں ۔ انتخاب کے لئے دواوین بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ میں اس کا کوئی انتظام کروں گا اور سوالات کے سلسلہ وار جواب بھی دوں گا مگر کچھ عرصہ ضرور لگے گا ۔ جو غزلیں رکھی ہوئی ہیں انہیں تو سردست رہنے ہی دیجیے کہ جو کام آپ نے میرے سر ڈالا ہے اسی کے لئے کافی وقت کی ضرورت ہے جس کا یہاں فقدان ہے ۔ ہاں اگر کوئی خاص کلام کسی خاص ضرورت سے کہا گیا ہو تو اسے بھیج دیجیے گا ۔

رسالہ نگار (جنوری و فروری ۱۹۴۱ء) میں نہ انتخاب میرا انتخاب ہے نہ حالات میرے لکھے ہوئے ہیں ۔ مجھ سے ہر دیوان کا انتخاب طلب کیا گیا اور اس میں سے بہت کچھ کم کر کے جو چاہا لے کر چھاپ دیا اور اس طرح کہ یہ سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ کسی دیوان کا انتخاب کہاں تک ہے ۔ حد یہ ہے کہ خالص اردو کک گھالم گھیل کر دی گئی ہے ۔ اس کے بعد تنقید نمبر ۱۹۴۸ء میں نکالا ہے ۔ چار نقادوں کے تبصرے ہیں جسے دیکھ کر صاف ظاہر ہوتا ہے کہ چاروں ایسی انجمن کے ممبر ہیں جن میں سب کا نقطۂ نظر کچھ لوگوں کو گھٹانا اور کچھ کو بڑھانا ہے ۔ جس کے لئے نہ کسی دلیل کی ضرورت ہے نہ کسی توضیح کی ۔ بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایسے قطعی فیصلہ کا اعلان ہے جسے بے چون و چرا تسلیم کر لینا ہر شخص کا فرض ہے ۔ آخر میں نیاز صاحب نے جج بن کر ناطرفداری کی ادائیں دکھانے کے بعد جو فیصلے کئے ہیں وہ بھی یہی شان رکھتے ہیں کہ بس اسے مان ہی لو ۔ میرے متعلق انہوں نے جو گلفشانیاں کی ہیں وہ بہت ہی پُرلطف ہیں ۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اہل فہم میرے دھوکے میں نہیں آئیں گے مگر عوام ضرور آمنّا و صدّقنا کہہ دیں گے ۔ لہٰذا جو کچھ کہا ہے اس کا مفہوم تو کلام کے محاسن کو ظاہر کرتا ہے اور انداز بیان محاسن کو معائب بتاتا ہے ۔ یہ شان تحریر اپنی جگہ بلند پایہ رکھتی ہے مگر یہ شعار کتنا رکیک ہے ۔ حسرت موہانی اور فراق گورکھپوری ہندوستان کے سب سے بہترین غزل گو اور فانیؔ بدایونی ان سے

زرا کم مگر اور سب سے بالاتر ہیں۔ یہ ہے حاصل اس ساری جدوجہد کا۔ حسرت ایک کہنہ مشق، ماہر فن محقق شاعر ہیں مگر ان کا تغزل ایسا نہیں کہ جسے سب سے بلند درجہ دیا جاسکے اور فراق ایک غلط گو ناواقف فن، بد مذاق اپنے مفاہیم کے اظہار پر قدرت بھی نہیں رکھتا اور عروض سے تو بالکل بے بہرہ شخص ہے۔ فانی مرحوم نے میرا چھپا دیوان دیکھتے ہی اپنے چھپے چھپائے دیوان کو کاٹ کر ٹھیک کر دیا وہ میرے دوست تھے جس وقت میں نے ان سے مطبوعہ دیوان طلب کیا ہے تو مرحوم نے یہی کیا تھا جو اوپر میں نے لکھا ہے۔ کیا کہوں فرصت نہیں ورنہ دکھاتا کہ نیاز صاحب کہاں تک ہیں اگر ان کے فریب تحریر کے پردے چاک کر ڈالے جائیں تو دنیا ان کے دھوکے میں کبھی نہ آسکے۔

کوشش کروں گا کہ جلد سے جلد فہرست سوالات کی خانہ پری کر کے روانہ کر دوں۔ انصاری صاحب بھی تسلیم کہتے ہیں۔

خیر طلب

آرزو

جواب خط اسی دن لکھا مگر غزل دیکھنے کے لئے وقت نہ نکل سکا اس لئے آج ۱۴ اپریل کو خط روانہ کر رہا ہوں۔

(۲)

بمبئی مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۴۶ء

جناب اثر صاحب! تسلیم۔ غزل دیکھ کر روانہ کر رہا ہوں۔ اصلاح غور طلب اور فائل میں محفوظ رکھنے کی ہے۔ میں اپنا حال کیا لکھوں؟ دعا کیجیے کہ دافع بلیات ان بلاؤں کو مجھ سے دور کرے جن کی وجہ سے مال، آبرو سب خطرہ میں ہے۔ لکھنؤ آنا تو ضروری ہے مگر وقت آگے بڑھتا جا رہا ہے۔ میری داستان مصیبت قابل تحریر نہیں۔ بروقت ملاقات انشاءاللہ بیان کروں گا تو زمین پاؤں تلے سے نکلنے لگے گی۔ زیادہ نیاز۔

انشاءاللہ آپ مشاعرہ سے کامیاب واپس ہوں گے۔

خیر طلب

آرزو

غزل

مشاعرہ ریڈیو اسٹیشن لاہور

طوفاں سے نکلنا آساں تھا ساحل تو کچھ اتنا دور نہ تھا
موجوں کے سہارے کا احساں فطرت کو مری منظور نہ تھا

(سے بڑھنا غیرت کو مگر)

اللہ رے شان دلداری طالب پہ نہ کوئی آنچ آئی
(پھر آنچ آنے دی)

مرنے ہی پہ گرتی بجلی کیوں، جلنے کے لئے کیا طور نہ تھا
(کیوں بجلی)

اب عشق کی وہ منزل آئی، غم اور خوشی میں فرق نہیں
اب دل کا فسانہ کیا کہئے مسرور تھا اور مسرور نہ تھا
(دل کا افسانہ)

اک تیر سا آ کر دل میں لگا کس طرح لگا یہ یاد نہیں
پوچھا کہ خبر پہلے سے نہ کی، آئی یہ ندا دستور نہ تھا

الفت میں خودی کا مٹ جانا ہے زندگیٔ جاوید اثر — تھا دار و رسن سے پہلے بھی منصور، مگر منصور نہ تھا

(۳)

بمبئی مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۴۶ء

جناب خانصاحب! تسلیم۔ ابھی تک بخیریت ہوں۔ بمبئی کے حالات سے تو آپ بے خبر ہوں گے۔ مگر یقیناً یہ آپ کو نہ معلوم ہوگا کہ میں ضعیف دائم المریض کیسے مقام پر تنہا مع اہل و عیال مقیم ہوں! کوشش کر رہا ہوں کہ متعلقین کو لے کر کسی طرح لکھنو آ جاؤں۔ امید ہے کہ اگر زندہ رہا تو اکتوبر تک کسی تاریخ یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔ لکھنؤ پہنچنے پر آپ کو اطلاع دوں گا۔ اس خط سے پہلے نہ آپ کا کوئی خط پہنچا نہ یاد علی خاں صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اس پریشانی کی حالت میں غزلیں دیکھ کر روانہ کر رہا ہوں اب آپ کی گویائی نیز کلام کی پختگی میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا ہے۔ یقین ہے کہ آپ نے بھی محسوس کیا ہوگا اور اہل مشاعرہ سے داد بھی اچھی طرح ملنے لگی ہوگی۔ فقط

خیر طلب
آرزو

غزل

نوٹ: کبھی اپنے منہ سے ہنس کر یہ کہو کہ تو ہمارا

مجھے ہر الم مسرت مجھے ہر ستم گوارا — وہ زباں سے اپنی کہہ دیں کبھی کاش تو ہمارا

میں بھلاؤں دل سے کیونکر وہ سکوں ربا نظارہ — کبھی رخ دکھا کے لوٹا کبھی مسکرا کے مارا

وہ جفا سے باز آنے میں وفا سے باز آنا — نہ انہیں تھا وہ گوارا نہ مجھے تھا یہ گوارا

مجھے بھول جانے والے تجھے یاد ہو یہ شاید — مرے عشق ہی نے اکثر ترے حسن کو سنوارا!

ترے غم پہ راحت جاں! غم دو جہاں تصدق — ترا غم ہی زندگی ہے جو ہے سب سے زیادہ پیارا

کبھی مجھ سے رخ چھپایا کبھی خود نقاب الٹی — یونہی ڈوبا اور چمکا مرے بخت کا ستارا

رہ جستجو میں پنہاں جو ہوئے نشان منزل — مرے جذب دل نے آخر ترا نقش پا ابھارا

کروں فکر کیا میں اس کی کہ یہ بہتے بہتے اک دن — کس بحر سے ملے گا مری زندگی کا دھارا

ترے بعد کوئی منظر نہ لبھا سکا اثر کو
تجھے دیکھ کر نہ اٹھی کہیں پھر نظر دوبارا

نوٹ ۱۔ ضمیر غائب وہ کے آنے سے بات کی تاثیر کم ہو گئی تھی اس لئے ضمیر مخاطب استعمال کی گئی اس کے علاوہ ساری غزل خوب ہے۔ اصلاح کی ضرورت نہیں۔ آرزو

(۱)

مورخہ ۹ فروری ۱۹۳۷ء

دلنوازا - سلام مسنون

آپ نے لکھا ہے کہ "نئے" - "لئے" وغیرہ کے قافیہ میں "تخے" نہیں آسکتا - یہ شعر غلط چھپ گیا ہے اس کا جواب یہ ہے - قافیہ درست ہے اور شعر صحیح ہے - کیونکہ یمؔ اور نمؔ کے ساتھ خمؔ کا قافیہ بے شک نہیں آتا مگر جب کہ قافیے میں ایک حرف زائد آجاتا ہے تو اعراب کا اختلاف جائز ہو جاتا ہے جیسا کہ مہدی خاں کوکب کا مشہور شعر زبان زد خاص و عام ہے

بیک گردشِ چرخ نیلوفری نہ نادر بجا ماند نے نادری

اس میں نیلوفر اور نادر کا قافیہ نادرست تھا مگر "یا" آنے سے قافیہ درست ہو گیا -

اسی طرح سعدی کا یہ شعر ہے :-

چو خواہد کہ ویراں کند عالمے نہد ملک در پنجۂ ظالمے

جلیل مانکپوری

(۱)

بمبئی نمبر ۳ جمشید فیروز محل - ابراہیم رحمت اللہ روڈ

مورخہ ۹ اپریل ۱۹۴۷ء

جناب اثر صاحب تسلیم

آج ۹ اپریل کو آپ کے تین خط جو تاردیو روڈ کے پتہ پر آئے ہوئے تھے وہیں لیٹر بکس میں پڑے تھے - ایک دوست کی وساطت سے جن کے سپرد مکان ہے مجھے اپنی قیامگاہ پر ملے جس کا پتہ اوپر تحریر ہے - مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس پانچ ماہ کے عرصہ میں جب سے پہلے مکان کی سکونت ترک ہوئی ہے آپ کو کئی خط لکھ چکا ہوں - شاید آپ نے نیا پتہ لکھ دیا اس لئے خط آتے ہوئے پڑے رہے - اب بھی اگر میرے دوست مجھے پہنچا نہ دیتے تو آپ کی شکایت رہتی حالانکہ میری جانب سے کوئی بے پروائی نہ تھی - اب براہ مہربانی پتہ نوٹ کر لیجیے - میں چار ماہ تو بہت پریشان رہا اب بھی ایک ہزار روپے صرف کرنے پر ایک کمرہ ملا ہے میرے بیٹھنے کے واسطے الگ جگہ نہیں - چھوٹی بچی کا ساتھ، وہ کچھ کرنے نہیں دیتی اور اب تو اس نے عینک توڑ کے گویا آنکھیں بھی پھوڑ دیں - بغیر عینک کے، کام کرنے سے آنکھ آشوب کر آئی ہے - ایک غزل اس وقت دیکھ کر روانہ کر رہا ہوں - دوسری آنکھ ٹھیک ہوئے تو دیکھ کر روانہ کروں گا - فساد کی وجہ سے خرچ بڑھتا چلا جاتا ہے - کاروبار بند، عجیب حالت ہے - یہاں ایک مشاعرہ میری صدارت میں ہونے والا تھا وہ بھی موقوف ہو گیا ہے -

یہ غزل آپ نے اچھی کہی ہے - خود غور کیجیے کہ اب آپ کہاں ہیں ؟

والسلام

خیر طلب

آرزو

غزل اصلاح شدہ

یہ میری آنکھوں میں

جلوے مری نظر میں یہ کس کے سما گئے ۔۔۔ نظریں اٹھیں تو کون و مکاں جگمگا گئے

پھر ۔۔۔ بٹھا

دل میں وہ ایسا نقشِ محبت جما گئے ۔۔۔ ہر نقشِ غیر صفحۂ دل سے مٹا گئے

نوٹ :۔ جما، اور مٹا، میں ایطا تھا دونوں میں الف جزو زائد ہونے کی وجہ سے تکرار لفظ مع المعنی کی تعریف صادق آ رہی تھی ۔ بٹھا میں بھی وہی الف ہے مگر کلمہ سے الگ نہیں ہو سکتا ۔ اس لئے کہ الف الگ کر لینے سے 'بیٹھ' ایک بے معنی لفظ ہوا جاتا ہے ۔ ایسا زائد قائم مقام اصلی سمجھا جاتا ہے ۔ آرزو

خود مجھ کو اپنی ذات پہ دھوکا انہیں کا ہے ۔۔۔ میں ان میں گم ہوں یا وہی مجھ میں سما گئے

اللہ رے تصورِ جاناں کی شوخیاں ۔۔۔ جیسے وہ مسکراتے مرے پاس آ گئے

اس دورِ عاشقی میں وہی کامیاب تھے ۔۔۔ دنیا ہی اپنی سب سے الگ جو بسا گئے

ان کی خوشی کی حد نہیں جو تم کو پا گئے

دنیا ملی کسی کو انہیں کس کو دیں ۔۔۔ صد شکر ہے کہ تم مرے حصے میں آ گئے

مانگی جب ان کے ملنے کی میں نے دعا کبھی ۔۔۔ اٹھنے کو ہاتھ اٹھے، مگر تھرتھرا گئے

تو کب ہو سکا ادا

سجدہ نشانِ سجدہ نہ مجھ سے ادا ہوا ۔۔۔ کچھ داغ سے جبینِ محبت پر آ گئے

کی رسائی تو دیکھئے

اس ہمتِ نارسا کا بھی آخر کوئی علاج ۔۔۔ منزل جب آ گئی تو قدم ڈگمگا گئے

حسن کے شعلے

برقِ تپاں سے مجھ کو شکایت نہیں اثرؔ ۔۔۔ ہر خشک و تر کو شعلے چمن کے جلا گئے

آرزو

(۱)

۲۹ جنوری ۱۹۴۷ء

عزیز محترم زاد شرفکم ۔ سلام مسنون و دعائے اخلاص مشحون ۔ ابھی آپ کا محبت نامہ موصول ہوا اسے پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی اور آپ کی توجہ خاص سے ایک عقدہ لاینحل چونکہ حل ہو گیا اس لیے دل سے دعائیں نکلیں ۔ بےحد منت پذیر ہوں کہ آپ نے (تذکرہ اور سازِ) کل کے، غلط نامے کا پروف بھی ارسال فرمایا اس میں ایک غلطی خانہ صحت میں پائی گئی اسے میں نے صحیح کر دیا اور فرد صحیح شدہ آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں ۔ "سمائی" کی جگہ "سمی ہے" ہونا چاہیے مگر خانہ صحت میں صرف "سمی" لکھا ہے ۔ لہٰذا مصرع میں ایک سبب خفیف کی کمی ہے یعنی 'ہے' کے درج نہ ہونے سے مصرع پھر غلط رہے گا

اسے بھی آپ درست کرا دیں۔ دفتر کے وہ صاحب جو مسودے کی صفائی کے ذمہ دار تھے اور جنہوں نے بے سمجھے بوجھے صحیح مصرع کو غلط کر دیا غالباً اردو زبان سے ناواقف ہیں۔ مصدر 'سجنا' متعدی بیک مفعول ہے یعنی کسی چیز کو خود آراستہ کرنا اور مصدر 'سجانا' متعدی بدو مفعول ہے۔ یعنی کسی چیز کو دوسرے کے ہاتھ سے سجانا یا سجوانا۔ "سجی ہے" کی جگہ "سجائی" لکھنؤ کی زبان نہیں۔ میں ابھی تک درد کمر میں مبتلا ہوں، دو چار قدم بھی سیدھا چل نہیں سکتا، امید ہے کہ آپ مع جملہ متوسلین بخیر و عافیت ہوں گے۔

خیر اندیش

صفی عفی عنہ

متفرق خطوط

مورخہ ۲۵ مارچ سنہ ۸۱ء

محترمی و مکرمی - السلام علیکم و رحمۃ اللہ

عنایت نامہ مورخہ ۱۲ مارچ بر وقت مل گیا تھا۔ جواب میں تاخیر کی وجہ میری عدیم الفرصتی ہے۔ امید ہے کہ میری مجبوریوں کو ملحوظ رکھ کر معاف فرمائیں گے۔

تقدیر کے مسئلے میں آپ کو جو الجھن ہے اسے چند لفظوں میں دور کرنا مشکل ہے۔ آپ اگر اُسے پوری طرح سمجھنا چاہتے ہیں تو میری کتاب "مسئلہ جبر و قدر" ملاحظہ فرمائیے۔ راولپنڈی میں جماعت اسلامی کے دارالمطالعہ سے اسے حاصل کر سکتے ہیں۔

حدیث کے بارے میں یہ بات آپ کے ذہن نشین رہنی چاہیے کہ کسی مسئلے کے سارے پہلو کسی ایک ہی حدیث میں مذکور نہیں ہوتے، اس لیے جو شخص صرف ایک دو روایتوں کو لے کر ان سے کوئی نتیجہ نکالنا چاہے گا وہ غلط فہمیوں میں مبتلا ہو جائے گا۔ جو الجھن آپ کو ایک حدیث سے پیش آئی ہے اس سے بہت زیادہ الجھنیں اس صورت میں پیش آئیں گی جب کہ آپ قرآن مجید کی کسی ایک آیت سے کوئی بڑا مسئلہ حل کرنا چاہیں گے۔ اسی مسئلہ تقدیر کے متعلق قرآن مجید کی کوئی آیت سراسر جبر کا پہلو پیش کرتی ہے اور کوئی دوسری آیت انسانی اختیار کی اہمیت ظاہر کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل علم مسائل دین کے متعلق ایک جامع نظریہ قائم کرنے کے لیے یہ ضروری قرار دیتے ہیں کہ ایک مسئلہ پر جتنی آیات اور احادیث سے روشنی پڑتی ہو اُن سب کو نگاہ میں رکھا جائے۔

جس خاص حدیث کے بارے میں آپ نے اپنی اُلجھن بیان فرمائی ہے اس پر آپ اس پہلو سے غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ جو بےشمار مخلوق روزانہ پیدا فرما رہا ہے، اگر اس کو ان میں سے ہر ہر چیز کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ کس چیز کی کیا استعداد ہے؟ کس کا دنیا میں کیا کام ہے؟ اور کس کو نظامِ کائنات میں کس جگہ رہنا ہے اور کیا خدمت انجام دینی ہے؟ تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اللہ (معاذ اللہ) اس بے خبری کے ساتھ ایک دن بھی اس عظیم الشان کائنات کا انتظام چلا سکتا ہے؟ یہ بات آخر کس طرح باور کی جا سکتی ہے کہ دنیا کا خالق اور مدبّر اپنی مخلوق کے حال اور مستقبل سے لاعلم ہو، یہ تک نہ جانتا ہو کہ کل اس کی سلطنت میں کیا کچھ پیش آنے والا ہے؟ اور اس کو کسی کے اچھے یا بُرے کام کا صرف اسی وقت علم ہو جب وہ اپنا کام کر گزرے۔ یہ بات نہ صرف عقل کے خلاف ہے، بلکہ اگر آپ اس کے نتائج پر غور کریں تو ان اُلجھنوں سے بہت زیادہ سخت اُلجھنیں اس سے پیدا ہوتی ہیں جو پیشگی نوشتۂ تقدیر کی خبر سُن کر آپ کے ذہن میں پیدا ہوئی ہیں۔ پس یہ تو بہر حال ناقابلِ

انکار حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ جملہ ماکان و مایکون کا علم رکھتا ہے اور ہر متنفس کا مستقبل اس کو معلوم ہے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں ہے کہ اللہ کے اس علم سابق نے ہر متنفس کو وہی کام کرنے پر مجبور کر دیا ہے جو اللہ کو معلوم ہے کہ وہ کرے گا۔ اللہ کا علم اللہ کی قدرت کی نفی نہیں کرتا۔ اللہ کی قدرت نے ہر انسان کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ بھلائی اور برائی میں سے جس چیز کو چاہے انتخاب کرے، اور اللہ کا علم یہ جانتا ہے کہ کون شخص کیا کچھ انتخاب کرے گا۔ غلطی سے اس ذاتِ پاک کا علم بھی منزہ ہے اور اس کی قدرت بھی۔

رہی یہ بات کہ لوگ عقیدۂ تقدیر کو غلط معنی میں لے رہے ہیں، اور اس کے بُرے نتائج نکل رہے ہیں، تو یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ایک حقیقت کو اس کی وجہ سے بدل ڈالا جائے، نہ حقیقتیں صرف اس بنا پر بدل سکتی ہیں کہ لوگ ان کے سمجھنے میں غلطی کر رہے ہیں۔ غلطی حقیقت کی نہیں بلکہ لوگوں کی سمجھ کی ہے اور وہی اصلاح طلب ہے۔

آپ نے جو نصیحتیں فرمائی ہیں ان کی میں اس لحاظ سے قدر کرتا ہوں کہ جو دردِ دل اُن میں پایا جاتا ہے وہ بہت قیمتی ہے، لیکن اس حیثیت سے وہ میرے لئے کچھ زیادہ مفید نہیں ہیں کہ ان میں کسی غور و فکر کی علامات مجھے نظر نہیں آئیں جن معاملات کے بارے میں آپ میری رہنمائی فرما رہے ہیں ان کے متعلق فیصلہ کُن رائیں قائم کرنے کے لیے اس سے بہت زیادہ خونِ جگر کھپانے کی ضرورت ہے جتنا آپ نے کھپایا ہے۔ اگر آپ نے مشورہ دینے سے پہلے کچھ سوچ لیا ہوتا تو یہ فقرہ آپ کے قلم سے نہ نکلتا کہ:۔

"بہتر ہوتا آپ اپنا منشور کسی دوسری جماعت میں مدغم کر کے آواز بلند کرتے۔"

اس پر میں اس کے سوا اور کیا کہوں کہ یا تو آپ نے ہمارا منشور نہیں پڑھا ہے یا دوسری موجود الوقت جماعتوں کو نہیں سمجھا ہے۔

مجھے آپ کے آخری فقروں کو پڑھ کر شبہ ہوتا ہے کہ آپ نے جماعت اسلامی کی شائع کردہ کسی چیز کو پڑھنے کی تکلیف گوارا نہیں فرمائی ہے اور ہمارے متعلق آپ کی معلومات کا سارا دار و مدار صرف ان اخباروں پر ہے جو ہر روز ایک نیا جھوٹ گھڑ کے شائع کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً آپ کا یہ ارشاد کہ "آپ میں تلوّن پیدا ہو چکا ہے، یعنی سب سے پہلے آپ کا اعلان کہ ہم انتخابات میں کوئی حصہ نہیں لیں گے، پھر ہم کھڑے ہو گئے، یعنی انکار، پھر اثبات، چہ معنی؟" صریحاً آپ کی بے خبری پر دلالت کرتا ہے۔ کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ یہ الزام جو آپ براہِ راست مجھ کو مخاطب کر کے میرے اوپر لگا رہے ہیں، اس کے بارے میں آپ کا ذریعۂ معلومات کیا ہے؟ آپ کے اندر اتنا احساس ذمہ داری بھی نہیں ہے کہ ایک شخص کے منہ پر اس کے متعلق ایک بات کہنے سے پہلے اس کی اپنی شائع شدہ تحریروں ہی کو پڑھ لیتے تاکہ آپ کی بات غلط نہ نکلے اور اس کی نگاہ میں آپ کی بے وقری نہ ہو؟ آپ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ جماعت اسلامی نے مئی ۱۹۴۹ء میں ایک باقاعدہ ریزولیوشن کی شکل میں اپنی انتخابی پالیسی کا اعلان کر دیا تھا اور اس کے اندر آج تک ایک شوشے کا ردّ و بدل بھی نہیں کیا گیا۔ آپ نے "جماعت اسلامی کی انتخابی جدوجہد" نامی پمفلٹ کا بھی ایک لفظ نہیں

پڑھا جس میں اس انتخابی پالیسی کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے اور اس کی اشاعت کو کئی مہینے گزر چکے ہیں۔ آپ نے میری وہ تقریریں بھی نہیں سنیں جو راولپنڈی میں نومبر ۱۹۵۰ء اور فروری ۱۹۵۱ء میں میں نے ہزاروں آدمیوں کے سامنے کی تھیں اور جس میں اسی انتخابی پالیسی کی پوری وضاحت کر دی تھی۔ یہ سب کچھ چھوڑ کر آپ ان اخبارات پر انحصار کر رہے ہیں جو نہایت بے شرمی کے ساتھ جان بوجھ کر دوسروں کی پوزیشن غلط بنا کر پیش کرتے رہتے ہیں۔ اس حالت میں جب آپ یہ فرماتے ہیں کہ "میں آپ کی ہمیشہ طرفداری کرتا ہوں" تو مجھے ملامت نہ کیجئے اگر میں یہ دعا کروں کہ خدایا مجھے ایسے طرفداروں سے بچا۔

میرے اور جماعت اسلامی کے خلاف جو بہتان تراشے جا رہے ہیں ان کے مقابلے میں ہماری خاموشی کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ہم ان کی تردید نہیں کر سکتے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم ان کی تردید میں اپنے اوقات اور اپنی محنتوں اور وسائل کو ضائع کرنا پسند نہیں کرتے۔ ہمارے مخالفین خدا اور آخرت سے بے خوف ہو چکے ہیں۔ ان کے اندر صداقت و دیانت کا نہیں حیا کا بھی فقدان ہے۔ وہ روز ایک نیا جھوٹ گھڑ سکتے ہیں اور اسے پوری بیباکی کے ساتھ شائع کر سکتے ہیں۔ ان کے پاس فضول کاموں کے لیے بہت وقت موجود ہے، اور حرام کے روپے کی بھی کمی نہیں ہے جس سے وہ ہزاروں لاکھوں اشتہار اور پمفلٹ شائع کر سکتے ہیں۔ مگر ہم اپنے مفید کاموں کو چھوڑ کر ان کی تردید میں، کہاں تک اپنا وقت اور اپنی محنتیں صرف کر سکتے ہیں، اور ہم اتنا روپیہ کہاں سے لائیں کہ ان کی بیہودگیوں کے مقابلہ میں پوسٹر کا جواب پوسٹر اور پمفلٹ کا جواب پمفلٹ سے دیتے رہیں۔ اور اگر بالفرض ہم ایسا کر بھی دیں تو یہ درحقیقت ان کے منشا کی تکمیل ہو گی کیونکہ وہ تو یہ سب کچھ اسی لیے کر رہے ہیں کہ کسی طرح ہم کو بیکار بحثوں میں اور الزامات کے جواب اور جواب الجواب میں الجھا کر رکھ دیں اور وہ اصل کام ہمیں نہ کرنے دیں جس کو وہ اپنے لیے پیغام موت سمجھ رہے ہیں۔ اس لیے ہمارے حق میں تو یہ عین تقاضائے حکمت ہے کہ ہم اس جھوٹ کے طوفان کو خاموشی کے ساتھ ٹال دیں اور صبر کے ساتھ اپنا کام کیے چلے جائیں۔

خاکسار : ابوالاعلیٰ

پیر مہر علی شاہ رح

بنام محمد علی شاہ میکش اکبرآبادی

مشفقی و مکرمی جناب محمد علی شاہ صاحب وفقکم اللہ لما یحب و یرضیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جناب پر مخفی نہیں کہ انتزاعیات کا حمل منا شی پر مثلاً (الکرۃ دوائر) نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ہمہ اوست صحیح نہ ٹھہرا بلکہ الوجود الحقیقی عین الواجب ہے اور ہمہ منشاء لانتزاع الممکنات، مبنی علیہ ہوا (ہمہ از وست کے لئے تقاید شہود ائنگ کے متعلق کلمۃ الحق مولنا عبدالرحمن لکھنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملاحظہ ہو زیادہ زیادہ۔

العبد الملتجی والمشتکی الی اللہ طالب دعا مہر علی شاہ بقلم خود۔

از گولڑہ

مولانا احسن مارہروی

مارہرہ ضلع ایٹہ
۱۲ر جولائی ۳۳ء

مجی و شفیقی - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

علی گڑھ کا مشاعرہ جیسا بے لطف رہا ظاہر ہے۔ جی بھر کر نہ ملاقات ہو سکی نہ کوئی بات۔ یہ دعوت نامہ مبالغہ و غلو سے پاک ہے۔ میں اس مجمع کو ایک یادگار مجمع بنانا چاہتا ہوں مگر وہ بن نہیں سکتا جب تک آپ جیسے بنانے والے نہ ہوں۔ براہِ کرم بغیر کسی تکلف کے تکلیف فرمایئے اور مجھے عمر بھر کے لئے ممنون بنایئے۔ ہمہ تن جواب باصواب کے انتظار میں چشم شوق بنا ہوا ہوں۔ مژدۂ تشریف آوری سے مسرور کیجئے اور اپنے ہمراہ ان عزیز طالب علم کو بھی لایئے جو ۳-۴ ماہ قبل ایک شادی کے سلسلے میں مارہرہ آچکے ہیں۔ باقی باقی والسلام!

امیدوار کرم
خاکسار
احسن

حضرت جگر مراد آبادی

حبیبی و محبوبی! سلام مخلصانہ و ہدیہ شوقِ دیدار

الحمدللہ کہ اب اس قابل ہوا ہوں کہ چند سطریں حاضر کر سکوں۔ دل میں ہمہ وقت ایک چبھن اور بوجھ محسوس کرتا رہتا ہوں سانس کا نظام بھی مربوط نہ تھا۔ الحمدللہ کہ اب ان شکایات میں بہت بڑی کمی ہو گئی ہے۔ تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے جسم سے روح نچوڑ لی گئی ہو۔ میرٹھ کے ایک مخلص ہارٹ اسپیشلسٹ ڈاکٹر کے اب تک زیر علاج رہا۔ وہ اب کسی اور جگہ چلے گئے ہیں۔ غالباً مارچ یا اپریل میں پھر اپنی جگہ واپس آجائیں گے۔ ان کا تحریر کردہ چارٹ اور مجوزہ نسخہ جات میرے پاس موجود ہیں۔ تمام احباب کی خواہش یہی ہے کہ لکھنؤ میں ڈاکٹر عبدالحمید اور ڈاکٹر فریدی صاحبان سے رجوع کیا جائے۔ یہ دونوں حضرات میرے قدیم کرمفرما اور مخلص ہیں کل لکھنؤ روانہ ہو رہا ہوں غالباً ایک ہفتہ قیام رہے گا انشاء اللہ دوسرا تفصیلی نیاز نامہ حاضر کروں گا۔ میکش صاحب آپ کو اپنا دوست بھی سمجھتا ہوں اور آپ کی محبت کے ساتھ آپ کی عظمت بھی محسوس کرتا رہتا ہوں زمان و مکان کے فاصلے دلوں کے اتصال کے درمیان حائل نہیں ہو سکتے۔

"دیدۂ دیدار" کے تقاضے بجا لیکن روح اپنی جگہ مطمئن رہتی ہے۔ میرے ملنے والوں کا تو کچھ شمار نہیں لیکن مخصوص احباب جو بفضلہ تعالیٰ بقیدِ حیات رہ گئے ہیں۔ انہیں صرف انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔ میری خوش قسمتی سمجھئے یا کچھ اور لیکن حقیقت یہ ہے مخلصین کی جماعت بھی کچھ کم نہیں البتہ صاحبان شعور اور ایسے اہل علم حضرات کی کمی شدت سے محسوس

کرتا رہتا ہوں جو اپنی ذاتی فکر و نظر بھی رکھتے ہوں۔ بات کہاں سے کہاں جا پہونچی! اس طوالت نگاری کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ اچھا تو اب تین چار شعر حاضر کرتا ہوں۔ دائم المریض رہنے لگا ہوں۔ طبیعت بھی علیل فکر بھی شاید علیل ہی ہو۔ بہرحال آپ کے نذر ہیں۔ ہاں یہ عرض کرنا بھول ہی گیا کہ آپ کی تجویز کردہ دوا ضرور استعمال کروں گا بلکہ لکھنؤ پہونچ کر ہی۔ احباب کو میں اپنی زندگی کا اہم جزو سمجھتا ہوں اس لئے جذبات تشکر بہ زبان بے زبانی ہی ادا کر لیتا ہوں۔

لب ترستے ہیں التجا کے لئے — ہاتھ اٹھتے نہیں دعا کے لئے
ہم نے تنہائیوں میں کیا کیا لطف! — ایک آواز بے صدا کے لئے
وہ رہے ہم سے دُور دُور، تو کیا — ہم نے بوسے ادا ادا کے لئے
عشق کی وسعتیں خدا کی پناہ — حوصلہ چاہیے وفا کے لئے
گردشیں آسماں کو ہیں کیا کیا؟ — ایک اسی خاکِ زیرِ پا کے لئے
مجھ کو جو چاہو ناصحو کہہ لو — کچھ نہ کہنا اسے خدا کے لئے

احباب کے مکتوبات ہی سے جو کچھ مسرت ہو سکتی ہے ظاہر ہے۔ امید نہیں کہ آپ اس سے محروم رکھنا خصوصاً اس زمانہ علالت میں گوارا فرما سکیں گے۔ کاش افکارِ جمیل سے بھی نوازا جا سکوں۔

آپ کا
جگرؔ

جوشؔ ملیح آبادی

۱۵ نومبر ۱۹۴۸ء

مے کش صاحب، آپ ان دو یا تین زہاد میں سے ہیں جن سے مجھے اس قدر دلی تعلق ہے کہ اکثر یاد کیا کرتا ہوں، اور بار بار ملنے کو جی چاہا کرتا ہے ——— یہ خبر سن کر کہ آپ اب آگرے میں نہیں ہیں دل پر ایک چوٹ سی لگی تھی، اور آج آپ کے خط میں یہ پڑھ کر کہ "ابھی ایک ماہ یہاں اور قیام کا قصد ہے۔ اس کے بعد پھر وہی آگرہ یا کہیں اور" دل سے خون کی بوندیں ٹپکنے لگیں۔ "یا کہیں اور" کے اندر دس ہزار نوحوں کی آہیں بھری ہوئی ہیں۔ یہ دن بھی دیکھنا تھا ہمیں۔ بہت کچھ جی چاہتا ہے اس موضوع پہ لکھنے کو مگر ؎

گفتگو آئینِ درویشی نہ بود

بھائی، سعیٔ بلیغ کروں گا کانگریس کے موقع پر آنے کی، بشرطیکہ آپ کے "فستّاخ عزائم صاحب" کو خبر نہ ہو جائے ورنہ وہ بزرگوار محض اپنے کو بہنچواتے کے طفلانہ جذبے میں آکر میری راہ میں لاکھوں ہمالہ نصب فرما دیں گے۔ ہر چند کہ بار بار کہہ چکا ہوں:

اے بارِ خدا جان چکا ہوں تجھ کو　　جانا ہی نہیں مان چکا ہوں تجھ کو
پھر کیوں ہے مرے فسخِ عزائم پہ مصر　　کہتا ہوں کہ پہچان چکا ہوں تجھ کو

لیکن ان حضرت کو یقین ہی نہیں آتا۔ اور یقین آئے تو کیونکر۔ عادت تو آپ حضرات نے بگاڑ دی ہے ان کی۔ جس شخص کو آپ کی سی سہمی ہوئی عبدیت میں گرفتار نہیں پاتے، بس جھٹ سے فیصلہ کر لیتے ہیں کہ یہ بدبخت ہمیں پہچانتا نہیں۔ پہلے ان بزرگوار کے پاس خوردبین تھی جس سے دلوں کے راز دیکھ لیتے تھے، وہ خوردبین اپنے عیوبِ تلبیس چھپانے کی خاطر آپ حضرات نے بڑی چالاکی سے اڑا کر کہیں گم کر دی ہے، اور اس کی جگہ بڑے میاں کی خدمت میں دعووں کے بدھنے پیش کر دیئے ہیں۔ اور اب وہ صرف بدھنوں ہی کی معرفت انسانوں کو پرکھ سکتے ہیں ——— امد اللہ کیا انقلاب آیا ہے!

ہائے آگرے کی سب چڑیاں اُڑ گئیں، لے دے کر رہ گئے تھے آپ اور میاں لطیف، سو آپ بھی سدھار گئے، اب رہ گئے تنہا ٹوں ٹوں میاں لطیف۔ عرف من تو چلے کا ہیرا من۔ دیکھئے زندگی ابھی اور کیا کیا دکھاتی ہے! لعنت اس کارخانۂ عالم اور رحمت اس ناظم کارخانۂ عالم پر۔

عمر تاں باد دراز اے ساقیانِ بزمِ جم
ساغرِ ما گو نہ شد پر شُد بہ دورانِ شما

آپ کا دیرینہ رفیق
جوش

پروفیسر رشید احمد صدّیقی

یونی ورسٹی علی گڑھ
۶ر اپریل ۵۸ء

محترمی آداب نیاز۔ آپ نے میرے یا میری کتاب کے بارے میں جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے اس کے لئے تہ دل سے شکرگزار ہوں اور آپ کی صحت و عافیت کا دعا گو۔ آپ کی بیماری میں کوئی مستند تیماردار خدمت میں حاضر ہوتے ہوں تو میری طرف سے ان سے یہ بیگار لیجیے کہ وہ شہر میں دریافت کر کے آئیں کہ سات چار ۴ × ۷ کی دری بنی بنائی مل جائیگی یا نہیں اور بنوائی جائے تو کیا لاگت آئے گی؟ دری یک رنگ ہو (مثلاً صرف سُرخ) اور دبیز ہو۔ اسی طرح سات چار کا سوتی قالین کتنے میں ملے گا یا تیار کیا جا سکے گا ——— اگر تیار کرانا پڑے گا تو پھر اسے یک رنگ ہونا چاہیے۔

یہ دونوں چیزیں اگر تیار کرانی پڑیں تو کتنے دنوں میں ہو جائیں گی۔ تفصیلات معلوم ہو جائیں تو بقیہ باتیں عرض کروں گا۔ دعا ہے کہ آپ اتنے اچھے ہوں کہ اس طرح کی فرمائش سے بدحظ نہ ہوں۔ اس سے بھی زیادہ اچھے ہوئے تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا صرف فرمائشوں میں اضافہ کرنا پڑے گا۔

خیر طلب : رشید احمد صدیقی

سید ممتاز علی سہا مجددی

بنام علامہ محمد حسین محوی لکھنوی

بیرون امامی دروازہ
بھوپال
۲۰ ر جولائی سنہ ۴۰ء

مخلص و محترم مولینا: سلام مسنون معروض - مزاج شریف !

کئی روز سے ارادہ تھا کہ آپ کو خط لکھوں، لیکن عدیم الفرصتی مانع رہی۔ کل، عزیزی اصغر حسین صاحب[۱] نے آپ کا ہدایت نامہ مطالعہ کرایا۔ اُن تمام امور کا جواب، آپ کو "تعمیر" کی آج کی اشاعت ہی مل جائے گا۔ اور اگر وقتاً فوقتاً اور مشورے ملتے رہے تو انشاء اللہ حسب صوابدید ضرور تعمیل کی جائے گی۔

آج کل مطلقاً تنہا، مضامین لکھ رہا ہوں، اور "تعمیر" کو مرتب کر رہا ہوں۔ حامد میاں اور محمود میاں سے ترجمہ کا کام لیا جا سکتا ہے، مگر ابھی بچے ہیں، اور ان کے ترجموں پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، پھر میں ترجمے نہیں چاہتا، بلکہ "ماخوذات" چاہتا ہوں اور "ماخوذات" کو اپنانے کے لئے قابلیت اور سلیقہ کی ضرورت ہے، اور پھر، یہ بچے عنقریب جانے والے ہیں، اس لئے میں اس شعبہ کی بھی عادت ڈال رہا ہوں، اور ان سے بہت کم کام لیتا ہوں۔ غرضکہ، واللہ، تین تین بجے رات تک کام کرنا پڑتا ہے اور کتابت کا استقلالی انتظام نہ ہونے کی وجہ سے، اپنی مرضی سے نہیں، بلکہ کاتبوں کے اوقات کے لحاظ سے مضامین تیار کرنے پڑتے ہیں۔ پھر بھی، ابھی تک میرے معیار تک "تعمیر" نہیں پہنچ سکا! - انشاء اللہ بہت جلد، اس کو معیاری اور پسندیدگی عام کے مطابق کر دوں گا۔

مجھے، اس وقت آپ سے بطورِ خاص" یہ کہنا ہے کہ اصغر حسین صاحب نے ابھی تک مجھے کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں دیا ہے، اور مجھے یقین ہے، کہ "من حیث الاجمال" وہ دل سے میرا احترام کرتے ہیں اور مجھے ناراض نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن خطرہ یہ ہے کہ شاید ان کو اپنے متعلق عام اصابت رائے اور مضمون نگاری کا حسن ظن ہے۔ اس لئے "تفصیلاً" میں کسی وقت تصادم ہو جانا بعید نہیں۔ میں یہ آپ کو اس لئے نہیں لکھ رہا، کہ آپ ان کو، مکرر متنبہ کریں، بلکہ صرف آپ کے علم و اطلاع کے لئے لکھتا ہوں۔ ورنہ میں تو ان سے یہ کہنے والا ہوں کہ جب تک میں "تعمیر" میں کام کروں گا۔ میری رائے اور مرضی کے خلاف کسی متنفس کا ایک لفظ درج نہ کیا جائے گا !

——— دوسری بات یہ ہے کہ وہ خط یعنی مشارکت نامہ بھی انہوں نے ابھی تک نہیں لکھا، جو ہمارے

۱؎ علامہ محوی کے چھوٹے بھائی اور علوی پریس بھوپال کے مالک۔

اور آپ کے درمیان، آپ کی آخری ملاقات میں طے ہوا تھا۔

میں نے یہ طے کر لیا ہے کہ اب "تعمیر" ہی کو اور اشاعت کتب کو اپنا مقصد معاش "دکار" بناؤں، چنانچہ "تعمیر" کی مالی بنیادوں کے استوار کر دینے کی میں نے تدابیر اور جدوجہد شروع کر دی ہے، اور انشاء اللہ ایک مہینے میں ہم قطعاً مطمئن ہو جائیں گے۔

فدا مالی حالت درست ہو تو علاوہ معیار کے "تعمیر" میں ایسی متنوع دلچسپیاں پیدا کر دی جائیں گی، کہ ہر مذاق کا سنجیدہ شخص اس کا گرویدہ ہو جائے گا، انشاء اللہ!

یہاں کی فضا حسبِ منشا تھی، آپ کو معلوم ہے، اگر اعیانِ حکومت "تعمیر" سے متاثر بھی ہیں، اور اس کا اجراء ان کو ناگوار نہیں، یہی اتنی بڑی کامیابی ہے، جس کا تصور کوئی اور بھوپال اخبار کر نہیں سکتا۔

غرضیکہ ان تمام امور سے آپ مطمئن رہیں، اور مشوروں، توجہات، اور دعاؤں سے یاد رکھیئے۔

والسلام خادم

سہا

یہ خط یہیں تک لکھ کر ختم کر چکا تھا، اور ابھی ڈاک میں نہیں پڑا تھا، کہ "تعمیر" کی ۲۰ جولائی کی اشاعت موصول ہوئی، اور صفحہ ۳ کے چوتھے کالم کا نوٹ پڑھا، اور دماغ چکر کھا گیا۔ یہ نوٹ جناب اصغر حسین صاحب نے بغیر میرے علم و اطلاع کے درج فرما دیا۔ وہ اس طرح میری چالیس روز کی محنتوں اور کوششوں کو یک قلم برباد کر دیا۔

آپ کو معلوم ہے کہ "تعمیر" تمام پڑھے لکھے بھوپالیوں میں مقبول تھا، حکومت میں دقار رکھتا، اور یہ وہ مجموعی کامیابی تھی، جو شاید بھوپال میں کسی اخبار کو میسر آ سکے۔ آپ اس نوٹ کو دیکھئے، انفرادی و شخصی معاملہ، بجز یہ کا کوئی موقع در پیش نہیں، پبلک میں مشارٌ الیہ مشتبہ، حکومت کے نزدیک نا اہل اور سزا یافتہ، ان کے متعلق، تعمیر میں منشی اصغر حسین صاحب کی سفارش، ڈائریکٹری تعلیمات کے لئے! لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

چنانچہ اسی وقت تہیہ کر لیا کہ چالیس ہی دن کی مغز سوزی پر گر رہی، اب "تعمیر" سے دست کش ہو جاؤں کہ آئندہ رسوائیوں سے محفوظ ہو جاؤں۔

لہٰذا آج بذریعہ اختر حسین[1]۔ اصغر صاحب سے کہلوایا کہ اگر آپ ایک تحریر اس غلطی کے اعتراف کی اور ساتھ ہی آئندہ بغیر میرے علم کے تعمیر میں کچھ درج نہ کرنے کا وعدہ لکھ بھیجیں، تو میں "نگرانی" قائم رکھ سکتا ہوں، ورنہ نہیں۔ میرے خیال میں وہ ایسی تحریر نہیں دیں گے۔ اور میں "تعمیر" کو سنبھالنے سے معذور!

آپ کو اندازہ نہیں۔ جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں، ان کے دماغ میں علاوہ مضمون نگاری و انشا پردازی کے لیڈری کا

---

[1] اصغر حسین کے صاحبزادے

خاتس بھی لکھا ہوا ہے "مزید برآں "تعمیر" کی ملکیت کا عزّہ !! اور ان چیزوں کا علاج نہ آپ کر سکتے ہیں، نہ میں !
مجھے اندیشہ ہے کہ ہفتہ عشرہ ہی میں انشاء اللہ مجھے اپنا کوئی ذاتی اخبار جاری کرنا پڑے گا، صرف آپ کے جواب کا منتظر ہوں۔

اس معاملہ میں اگر آپ دریافت کرنا چاہیں، تو اختر حسین یا حامد میاں سے پوچھئے گا۔ اور اسی اشاعت میں، صفحہ ۶ کا مسجد والا نوٹ بھی دیکھئے، اور مقامیات میں، ۱۹ اور ۲۰ جولائی کی خبریں۔ ۲۰ کی اشاعت میں درج ہوئی ہیں۔ پہلے صفحہ میں، بیروت میں داخلہ کا عنوان ہے اور خبر کی عبارت جرمنی میں ہوائی حملے کے نقصانات پر مشتمل ہے۔ یہ سب میرے عدم علم کے مندرجات ہیں۔

۲۰ کی اشاعت سے قبل ہی، جاپان کی وزارت کی شکست، روس اور انگلستان سے باضابطہ معاہدۂ اتفاق، اور ہندوستان کی مجلس تحفظ ہند کے ماموره ارکین کے نام، یہ تین واقعات، تاریخی اہمیت کے تھے، اور واللہ تینوں واقعے خبر کے طریقے پر لکھ کر دیئے اور نہیں درج کئے گئے۔ میرا کیا بگڑا اخبار کا اخباری پہلو ناقص اور قابل اعتراض ہوگیا۔ ان حالات میں، میں پبلک میں اپنی "نگرانی" کو کہاں تک مطعون کرا سکتا ہوں۔ اگر باقاعدہ شرکت نامہ ہوتا، تو یہ نوبت نہ آتی، مگر میں نے آپ کے الفاظ اور رومدول پر اعتماد کیا!

والسلام

خادم

تہا

۲۱ رجولائی سنہ ۴۱ء

(یہ اصل خط سید ممتاز علی تہا مجددی شارح دیوان غالب نے علامہ محمد حسین محوی لکھنوی کو مدراس لکھا تھا جہاں علامہ یونی ورسٹی میں عربی فارسی کے ایگزامنر تھے۔

ظفر الملک علوی

لکھنؤ۔ ۴ رمئی سنہ ۴۲ء

کرمی۔ سلام مسنون! گرامی نامہ مورخہ ۲۲ راپریل وصول ہوا تھا۔ ادھر وطن میں پے درپے دو حادثے پیش آئے اور مجھے بار بار جانا پڑا۔ ادھر ۱۲ ربیع الاول کے سلسلے میں جو ہنگامہ شیعوں نے کر دیا اس کی وجہ سے بھی میری مصروفیت میں اضافہ ہوگیا۔ اس لئے آپ کو جواب فوراً نہ دے سکا۔ اب آہستہ آہستہ مصروفیت کم ہو رہی ہے۔ میں نے عملی کام تو ستمبر سے چھوڑ رکھا ہے مگر مشورہ میں حصہ لینا پڑتا ہے اس کے علاوہ تحریری کام بیشتر مجھی کو کرنا ہوتا ہے۔ انگریزی اور اردو دونوں میں مضامین لکھنا پڑتے ہیں۔ چنانچہ ادھر ایک پورا رسالہ لکھنا پڑا اور کئی انگریزی مضامین۔

غالباً آپ مدراس سے روانہ ہوگئے ہوں گے۔ اس لئے اصغر حسین[1] صاحب کے پتہ پر خط لکھ رہا ہوں۔ میرا

---

[1] علامہ محوی کے چھوٹے بھائی۔

مکان اتنا مختصر ہے کہ خود میری ضروریات کے لیے کافی نہیں - سوائے ایسے عزیزوں کے جو گھر کے اندر رہ سکیں اور کسی کے لئے بھی جگہ نہیں ہے - کرایہ کا مکان مل سکتا ہے - چوک کی جانب بھی اور امین آباد کی طرف بھی - امین آباد میں اچھے ہوٹل بھی ہیں - آج کل یہاں کا موسم سخت ہوتا ہے - اگر وصل صاحب[1] سے آپ کے تعلقات قدیمی ہوں تو ان کے یہاں قیام میں آرام تو ملے گا، جگہ پُر فضا ہے اور اگر وہ اسے پسند کریں تو کھانا آپ اپنے لئے ہوٹل سے منگا لیا کریں تو "نظیر آباد" میں اچھے اچھے ہوٹل ہیں جن کی وجہ سے کفایت سے عمدہ کھانا مل سکتا ہے - بہر حال اگر آپ کا مکان لینا منظور ہو تو یہاں آنے کے بعد لے لیجئے گا - ایک دو دن چاہیے جہاں ٹھہر جائیے - میرے یہاں بھی کچھ تکلیف کے ساتھ بسر کر لینا ممکن ہے اور کہیے تو اپنے دوست پروفیسر عبدالقوی فانی خلف حضرت آسی مدراسی کے یہاں ایک دو روز کے قیام کا انتظام کر دوں - والسلام -

خاکسار

ظفر الملک

علامہ سید سلیمان ندوی

دارالمصنفین اعظم گڈھ
مورخہ ... ۱۹۳۹ء

محب مکرم - السلام علیکم -

مدت کے بعد یاد فرمایا - مگر بہر حال یاد فرمایا - آپ کی غزل "معارف" کی نذر ہو گئی!

آپ کی کتابوں پر ریویو اور ذکر تو پہلے ہی ہو چکا ہے - جہاں تک یاد ہے اس سلسلے کا کوئی قرض میرے سر نہیں - "فتوح السلاطین" کے بارہ میں تو مدراس یونیورسٹی کے مقابلے میں شکست ہوئی - اوس پر ایک طویل ریویو "معارف" میں نکل رہا ہے -

مولانا بخاری الگ ہو رہے ہیں یا کئے جا رہے ہیں، مجھے بالکل علم نہیں تھا

درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار

---

[1] سید مقبول حسین وصل بلگرامی مرحوم ایڈیٹر "مرقع" لکھنو -

نوٹ: مولانا ظفر الملک پر ان کے آخری دور حیات میں شدید قسم کی مذہبیت کا غلبہ ہو گیا تھا - ہر قسم کی ملی اور ادبی تحریکوں سے قطع تعلق کر کے "مدح صحابہ اور تبرا" کے افسوسناک ہنگاموں میں الجھ کر انہوں نے اپنی ادبی اہمیت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دی تھی اور صرف ایک مذہبی لیڈر بن کر رہ گئے تھے - ناوم سیتاپوری

والسلام
سید سلیمان ۔ ۲۲ جولائی ۱۹۲۹ء

نوٹ ۔ یہ خط علامہ محوی لکھنوی کے نام ہے جن کا تعلق اس زمانے میں مدراس یونیورسٹی سے تھا ۔
نادم سیتاپوری

وصل بلگرامی

قیصر باغ، لکھنؤ ۔
۲۹ اپریل ۱۹۳۴ء

مخدومی و مطاعی زاد مجدہم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !

میں تھانہ بھون گیا تھا ۔ وہاں سے واپسی پر آپ کا گرامی صحیفہ ملا ۔ آپ کی محبت آپ کا خلوص اور آپ کی ہمدردی کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں ! میں آپ کی ہر خدمت کے لئے تیار ہوں ؟ اس کے لئے آپ یقین رکھیے ۔ یہاں سنی شیعہ فساد نے اب ایسا نہیں رکھا کہ کوئی چین سے لکھنؤ میں بسر کر سکے ۔ دعا کیجیے کہ سکون نصیب ہو اور یہ بلا رفع ہو ۔

ادھر گرمی بھی پڑ رہی ہے ۔ بہرحال جب آپ تشریف لانے والے ہوں مجھے پہلے مطلع فرما دیں میں جہاں ہونگا مجھے خط مل جانے کا اور میں حاضر ہو کر ہر خدمت کے بجا لانے کے لئے تیار رہوں گا ۔ اس کا جواب ۹ ۔ قیصر باغ کے پتے سے دیجیے ۔ میں پرسوں پہاڑ جانے والا ہوں ۔ مجھے جواب مل جائے گا ۔ پرنسپل مدراس یونیورسٹی اور نجیب صاحب کو ذرا کھٹکھٹائیے کہ وہ بھی بھیج دیں ۔ پرنسپل صاحب نے تو بے حد وثوق کے ساتھ وعدہ کیا تھا ۔

آپ کا خادم
وصل

حکیم ابوالعلا ناطق لکھنوی

بنام مرزا کاظم حسین محشر لکھنوی

بسم اللہ

شفیق من ۔ اس وقت ایک مصرعہ تاریخ بغیر زیادہ فکر کے نکل آیا بصرع لگا کے بھیجتا ہوں ۔ چاہو تو "الناظر" میں بھیج دو کہ درج ہو جائے ۔

غائب ہوا دیوانِ محشر[1] اب ملے گا حشر میں
معبولیت کی غضب ہے گویا شہادت آگئی

وصف دہن۔ وصف کمر کے تھے مضامیں پر اثر
پنہاں نظر سے ہو گئے ایسی نزاکت آگئی

دیوانِ گم گشتہ ہے جس کے پاس وہ بھی بے نشاں
یارب زلیخا میں بھی یوسف کی شباہت آگئی

عیسیٰ نے یہ منگوا لیا یا خضر نے اٹھوا لیا
کیا جانے اس دیوان پر کس کی طبیعت آگئی

تاریخ کا جویا تھا ناطق غیب سے آئی صدا
گم ہوگیا" دیوانِ محشر" کیا قیامت آگئی

۱۳۳۴ھ

حکیم ناطق۔ نئی سڑک کان پور
۲۰ مارچ ۱۹۱۶ء

کارڈ کا پتہ: بخدمت جناب مرزا کاظم حسین صاحب محشر
دردولت کدہ جناب شیخ علی عباس صاحب رمیل۔ بخاری ٹولہ۔ لکھنؤ
مہر کان پور 21-MAR-16 مہر لکھنؤ 21-MAR-16

پروفیسر آغا اشہر لکھنوی

بنام ظریف لکھنوی

سیتاپور

مکرمی۔ تسلیم۔ قطعہ تاریخ وفات حکیم دانش مرحوم روانہ ہے۔ سید محمد صاحب بہار کو بھجوا دیجئے گا۔ میں بخیریت ہوں۔

خلوص کار
اشہر

قطعہ

برانتقال جناب حکیم مرزا فدا احمد صاحب دانش مرحوم

---

[1] مرزا کاظم حسین محشر لکھنوی کا ایک دیوان کہیں ضائع ہوگیا تھا۔ اس زمانے میں اس کا بہت چرچا ہوا۔ محشر مرحوم نے دوسرا دیوان مرتب کیا جو" خورشید محشر" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ ابوالعلا حکیم ناطق لکھنوی نے یہ قطعہ تاریخ اسی سلسلے میں کہا تھا۔ اس خط میں جس "الناظر" کا ذکر آیا ہے یہ مولانا ظفر الملک علوی کا وہی مشہور معیاری ماہنامہ تھا جو تقریباً پچیس سال یا اس سے کچھ زیادہ مدت تک لکھنؤ سے نکلتا رہا۔ نادم سیتاپوری

(از آغا اشہر لکھنوی)

دانش کہ بود مجمعِ اوصافِ بے مثال — رکنِ رکینِ مجلسِ اربابِ ذی ہنر
وضعش قدیم و ندرتِ شعرش جدید بود — طبعش لطیف و زادۂ طبعش لطیف تر
گفتار او حلاوتِ قندِ مکرّرے — الفاظِ او چکیدۂ رگہائے نیشکر
دستش نبود کثرتِ اسبابِ زندگی — ملکش نبود کیسۂ بیکار سیم و زر
لیکن بہ خویش صبر جوانمردانہ برداشت — در چشم، از قناعتِ خود یافت صد گہر
ناگہ پیامِ دارِ اجل چون فرارسید — لبیک گفت و باز شدہ عازمِ سفر
زیر آمدہ زبامِ حیات از کلالِ خلق — مہمانیش گزاردہ از جانِ ماحضر
از دہر مدتیست کہ پا در رکاب شدہ — دانستہ بود ایں کہ جہانست رہ گذر
اشہر حیات فرصتِ یک خوابِ تلخ بود — خالی ز دست محفلِ اصحابِ باخبر
رحمت گرفت چوں دلِ دانش بدستِ خود
گفتم " درونِ دامنِ فردوس شد مقر"
سنہ ۱۳۴۸ھ

مرزا فدا احمد دانش، "معیار پارٹی" (لکھنؤ) کے ایک خاص رکن تھے۔ میر علی اوسط رشک مرحوم (شاگرد ناسخ) سے شرف تلمذ حاصل تھا آخری عمر میں آنکھوں کی بصارت جاتی رہی تھی۔ مگر جب کسی مشاعرے میں شریک ہوتے تھے تو اپنا رنگ جمائے بغیر نہ اُٹھتے۔ پڑھنے کا انداز بہت ہی اچھا تھا پروفیسر آغا اشہر لکھنوی بیان فرماتے تھے کہ " بہار ادب " کے ایک مشاعرے میں دانش مرحوم نے جب اپنا یہ مطلع پڑھا تو ساری بزم شعر" بزم عزا " میں بدل گئی :

دیکھ سکتا ہوں نہ ساقی کو نہ میخانے کو
آخری دور ہے بھر دے کوئی پیمانے کو

اسی طرح دانش کے اس مطلع نے بھی ایک زمانے میں دھوم مچا دی تھی -

کہیں کنول، کہیں شمعیں، کہیں چراغ جلے
سحر کو بھی نہ مگر میرے دل کے داغ جلے

نادم سیتاپوری

صفی لکھنوی

مورخہ ۲۱ اگست ۱۹۴۵ء

مولوی گنج — لکھنؤ۔

عزیز گرامی منزلت دامت معالیکم

سلام مسنون و دعائے اخلاص مشحون۔ شفا صاحب گوالیاری کو میں نے لکھ دیا ہے کہ اپنا کلام بغرض تبصرہ آپ کی خدمت میں روانہ کر دیں۔ کامل مرحوم نے درسیات عربیہ اپنے والد ماجد مرحوم اور جناب مفتی صاحب مغفور دونوں حضرات سے حاصل کئے تھے لیکن عربی میں ایک قصیدہ کہہ کر جب جناب مفتی صاحب کی خدمت میں پیش کیا تو جناب موصوف نے آیۂ "اف یکاد" لکھ کر واپس فرما دیا۔ اصلاح کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی۔ واقعہ صرف اسی قدر ہے۔ وصی میاں نے سلام عرض کیا ہے ان کے داہنے ہاتھ میں سخت چوٹ آگئی ہے۔ ریل کے پٹ میں ایک انگلی دب کر پس گئی۔ میڈیکل کالج کا علاج ہے۔

کئی روز سے میری طبیعت بے حد مضمحل ہو رہی ہے۔ بھوک بالکل بند ہے۔ حسب فرمائش ایک مختصر غزل روانہ کر رہا ہوں۔

غزل

۱۔ یارب دلِ ہشیار کو دیوانہ بنا دے
پیمانہ کشِ نرگسِ مستانہ بنا دے

۲۔ نیسانِ کرم جو ہوئی ہم ہی پہ ندامت
آنسو کو ہمارے دُرِ یکدانہ بنا دے

۳۔ ڈر ہے مجھے اے عشق ترا حسنِ تکلّم
افسونِ محبت کو نہ افسانہ بنا دے

۴۔ اے چرخ ترے سنگِ حوادث کی یہ بارش
معمورۂ ہستی کو نہ ویرانہ بنا دے

۵۔ واعظ کو جو ہے کثرتِ حضّار سے مطلوب
میخانے کو مسجد کا جلو خانہ بنا دے

۶۔ اسلام میں کیا ہے جو نہ تھا کفر میں یارب
کعبے کو بدستور صنم خانہ بنا دے

۷۔ جو برقِ تجلّٰی تھی سرِ طور ضیا بار
اے عشق اُسی شمع کا پروانہ بنا دے

۸۔ اے کاش کہ مٹی مری ہو جائے سوارت
یارب اسے خاکِ درِ جانانہ بنا دے

۹۔ وہ طرزِ تمدّن ہے صفی موجبِ صد ننگ
دنیا کو جو بازیچۂ طفلانہ بنا دے!

فوٹو جو "لخت جگر" میں شائع ہوا ہے وہیں اچھا ہے۔ مرزا مغل بیگ آرٹسٹ نظیر آباد لکھنؤ سے کاپی حاصل کی جا سکتی ہے۔ آغا صاحب وہیں سے منگوا لیں۔

خیر اندیش

صفی عفی عنہ

بابائے اردو مولوی عبدالحق

بنام افسرالاطبا حکیم سید ضیاء الحسن مرحوم بھوپالی

حیدرآباد — دکن
۱۱ ر اگست سنہ ۴۳ء

جناب محترم و معظم - سلام مسنون -

بھوپال سے واپسی کے بعد یاد فرمائی سے ممنون نہیں فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے مصروفیت زیادہ رہی۔ جناب نے وہ اخبار کا پرچہ بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا جس میں لڑائی کے متعلق کئی سال قبل پیش گوئی درج ہونے کا تذکرہ آپ نے فرمایا تھا۔

حضرت شاہ صاحب قبلہ جناب کے ہاں مقیم رہے۔ نہ معلوم برادر عزیزم علی احمد کو بھی شرف ملاقات حاصل ہوا یا نہیں؟ سُنا ہے اب دہلی تشریف لے گئے ہیں۔ واپسی کا انتظار ہے۔ نہ معلوم شاہ صاحب قبلہ اس دور افتادہ خادم کو بھول گئے یا کیا؟ مجھے میر صاحب قبلہ سے معلوم ہوا تھا کہ شاہ صاحب آپ کے ہاں مقیم ہیں۔

خدا کرے مزاج عالی بر طرح قرین صحت و عافیت ہو۔

خاکسار
عبدالحق

(۱)

برخوردار نورِ چشم زاد عمرہ و قدرہ

صد افسوس کہ برخوردار مولوی احمد حسن نے میری تعزیت نہ کی طول عمر بھی ایک مصیبت ہے اس کی وجہ سے ایسے ایسے غم پیش آتے ہیں جن کے صدمات سے غمزدہ کی مرگ ہزار درجہ بہتر ہے وہ بوڑھا جس کے بغل پروردہ نیچے ہوئے زیر زمین ہوں اور وہ زندہ ہے اس کی زندگی بدتر از موت ہے۔ برخوردار مرحوم کا بچپن برخوردار کا عنفوان برخوردار کی جوانی ہر حصہ عمر کی صورت آنکھوں میں پھر کر ایک تازہ صدمہ دیتی ہے تعزیت کو لفظ نہیں ملتا بجز اس کے کہ اپنی موت کی آرزو کی جائے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون،

از لکھنؤ وزیر گنج　　　　محمد جعفر خیر آبادی

(۲)

برخوردار نورِ چشم زاد عمرہ و قدرہ

بعد دعا آنکہ ایک کتاب بھیجتا ہوں محکمہ رجسٹری سیتاپور میں رجسٹری کرا کر وثیقہ رجسٹری بھیج دو چھ روپیہ کا منی آرڈر بھی مرسل ہے اگر اس سے کچھ زیادہ صرف ہو تو اپنے پاس سے صرف کر کے اطلاع دو تا بھیج دیا جائے گا مختار نامہ مصدقہ ریزیڈنسی بھی روانہ کر رہا ہوں شاید اس کی ضرورت ہو غرض رجسٹری سے یہ ہے کہ حق تصنیف محفوظ ہو جائے بے اجازت مصنف کے احاطۂ ہندوستان میں کوئی چھاپ نہ سکے نہ خالص ممالک برطانیہ میں نہ کسی ریاست میں احتیاطاً مسودہ درخواست کا بھی ملفوف ہے عرصہ سے برخوردار کا کوئی خط نہیں آیا اور مجھے پریشانی نے فرصت نہ دی کہ لکھتا سنا گیا اس طرف پلیگ کی شکایت ہے اللہ تعالیٰ سب کو اس کے صدمہ سے بچائے اور جلد اس بلا کو دور کرے اپنی خیریت سے اطلاع دو اور سب کو دعا و سلام کہو حسام و متین آداب کہتے ہیں۔ متین بغرض امتحان دو روز ہوئے لکھنؤ گیا ہے زیادہ عمر باد۔

مرقومہ ۹، ربیع الآخر ۱۳۲۷ھ ہجری　　　　محمد جعفر عفی عنہ

نوٹ: متولی محمد جعفر زہری خیر آبادی (ابن متولی کرم احمد بن متولی محمد زمان) کا شمار علمائے خیر آباد (ضلع سیتاپور اودھ) میں تھا۔ اپنے دور کی ایک "عہد آفرین" شخصیت تھے فارسی ادب اور فن شعر پر ان کی گہری نگاہ تھی۔ فارسی نثر پر بھی ید طولیٰ حاصل تھا جس طرح علامہ احمد میتی نے سعدیؒ کی "گلستان" کے طرز کی "نفحۃ الیمنؒ" لکھ کر بقائے دوام حاصل کی اسی طرح زہری نے "سہ نثر ظہوری" کے رنگ میں "آئینہ زہری" تصنیف کر کے فارسی ادب میں ایک قابل قدر اضافہ کیا! اوائل عمر میں حیدر آباد دکن چلے گئے تھے تحصیلداری کے عہدے پر مامور رہے اسی عہدے سے پنشن پائی — ۱۹، فروری ۱۹۴۰ء میں وفات پائی۔ اس صدی کے آغاز میں مولانا ظفر علی خان مرحوم نے جب حیدر آباد دکن سے ماہنامہ "دکن ریویو" جاری کیا تو زہری کے فارسی قصائد بالالتزام حاصل کر کے شائع کرتے تھے مولانا زہری کا تذکرہ ہمیشہ نہایت ہی عزت و احترام اور عقیدت

کے ساتھ کیا کرتے تھے ڈاکٹر اقبال زبیری کے ادب عالیہ کے معترف تھے

نادم سیتاپوری

نوٹ نمبر ۲ - مولوی سید فخر الحسن رضوی خیرآبادی اور ان کے بھائی مولوی سید احمد حسن خیرآبادی مرحومین جن کے نام متولی محمد جعفر زبیری خیرآبادی اور مولوی عبدالقادر دریابادی مرحوم کے خطوط ہیں۔ رؤسائے خیرآباد (ضلع سیتاپور اودھ) میں اپنا ممتاز مقام رکھتے تھے۔ یہ دونوں بزرگ مخدوم سید نظام الدین الہدیہ (خلیفہ مخدوم شیخ سعدؒ) کی اولاد سے ہیں۔ جن کا مزار فیضی نے تعمیر کرایا تھا۔ فیضی کی لکھی ہوئی تاریخ اس مزار پر لگی ہوئی ہے۔

نادم سیتاپوری

بنام مولوی محمد یوسف قیصر

(۱)

(موصولہ ۲۴ مارچ ۱۹۵۲ء)

عزیزی دعمی

السلام علیکم۔ آپ کو بار بار تکلیف دیتے ہوئے تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن آپ کے سوا اور کون ہے جو یہ تکلیفیں اٹھائے بڑا ضروری کام یہ ہے کہ برتنوں کا جو صندوق وغیرہ رکھا ہوا ہے وہ حیدرآباد دکن پہونچ جائے تاکہ ان کے تقاضوں سے نجات ملے اور اس میں صرف یہ کرنا ہے کہ تانگہ پر رکھوا کر بورنگ بلٹی کرانی ہے۔ اس میں دو تین روپیہ صرف ہوں گے یہ انجینئر[۱] صاحب کے یہاں سے ان کو غالباً فرصت نہیں ملی پتہ بدل رہا ہے اور اس پتہ پر جواب لکھئے۔ محمد امین زبیری

D 326, Khudadad Colony
Jamshed Road
Karachi 5

(۲)

۲۱ اے اک اسکول کراچی

(موصولہ ۹ اپریل ۱۹۵۶ء)

عزیزی السلام علیکم۔ خیریت تو عزیزی مسٹر امان سلمہ سے معلوم ہو جاتی ہے ایک ضروری کام یہ ہے کہ فیاض میاں نے ایک فہرست اپنی ایجنسی کی شائع کی تھی جس میں کتابوں کے نام اکثر بغیر نام مصنف ہیں ان سے فہرست لے کر دیکھئے اور ایک مختصر مضمون دو صفحہ کا "دفتر تاریخ"[۲] پر لکھ دیجئے مہدی میاں کا خصوصیت سے ذکر ہو جو کمی ہوگی پوری کر دوں گا یعنی دفتر نے کیا خدمات

---

[۱] احمد حسن انجینئر نگ، بابائے اردو کے حقیقی بھائی۔ [۲] مرحوم ریاست بھوپال کا شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ — جو بعہد والا جاہ نواب صدیق حسن خان قائم ہوا تھا اس کی طرف سے بہت سی کتابیں بھی شائع ہوئی ہیں۔

علمی و ادبی کیس اور کس طرح مصنفین و مؤلفین ہمارے زمانۂ تصنیف کی ضرورت نہیں بھوپال کا حال علمی جو میں نے لکھا تھا اس کی طباعت کی امید ہے جلد لکھیئے کیا کہیں سے (این اکونٹ آف مائی لائف) مل سکتی ہے نواب صدیق حسن خاں کی تصویر کی سخت ضرورت ہے ان کے ہاتھ میں رعشہ شروع ہو گیا ہے ۔

محمد امین

بنام نجم الحسن رضوی خیرآبادی

(۱)

حضرۃ السید الفاضل

سلام مسنون۔ شاید مجلس سے باوجود اختلاف سیاسیات خیرآبادی نسبت کے باعث خاص اتحاد ہے۔ روزانہ نہ سہی تو اکثر آپ کے ذکر کے بعد علمی گفتگو رہتی ہے۔ جب سے گذشتہ سال میرا ہاتھ ٹوٹا ہے اس وقت حضرت خاتم الحکما کے حالات طیبات میں ایک حرف نہ لکھ سکا۔ والدہ کے انتقال کے بعد خانگی پریشانیاں ایسی رہیں کہ دونوں لڑکیوں کو میرے پاس آفتاب منزل میں بلا لیا ہے۔ بہر حال اب صرف اتنی امید باقی ہے کہ شاید اللہ کرے موقع جولائی کے بعد نکال دے کہ میں کچھ لکھ سکوں۔ یہاں تک ہم پہنچ گئے تھے کہ مولینا لکھنؤ میں مقدمہ لڑ رہے ہیں پھر کیا ہؤا مقدمہ کی تجویز اور مسل کے کاغذات گورنمنٹ آف انڈیا کے دفتر دہلی میں موجود ہیں۔ کوئی کاغذ ابھی تک نہیں موصول ہوا ہے۔

ملا طاہر آئے تھے میں نے ایک قصیدہ سرکا یا ایک ہزار انہوں نے دیئے کہ مجھے اور میرے ساتھی دوست حاذق کو بھی یہ نہیں ملا۔ یونیورسٹی میں منتقل کر دیئے گئے۔ ایک چادر انہوں نے بھیجی تھی وہ ہم لوگوں نے واپس کر دی ایک تہنیت لکھی تھی چادر اور روپے کے بعد جو اشعار لکھے ہیں۔ وہ یہ ہیں :

وانبئت ان الشعر نال کرامۃً — بجائزۃٍ منکم لھا السجع فاخر
بشیر حبانا فقر الشبارۃ انکم — الفتم الیسفی فی خطی مشاطر
لحیا معہ بشریٰ و ذکریٰ بشغفہا — یکم مائۃ الف ثم الف مباشر

الیٰ آخرہٗ

راغب

(۲)

آفتاب منزل — ۲۸/۳ ھ

سیدی الفاضل

سلام مسنون۔ میں نے جو کچھ لکھا اسے صاف کرا رہا تھا کہ ایک خط حضرت خاتم الحکما[1] کا نہایت ہی نادر ہاتھ آیا جو ۱۲۳۶ھ کا لکھا ہے۔ اس میں فیض اللہ خان کے اپنے بھائی کے ہاتھ سے مارے جانے کی خبر دی ہے۔ عربی نظم شروع میں ہے ۔ پھر

[1] علامہ مولینا فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمۃ ۔

نثر میں عرض واقعہ ہے۔ کیا کہنا۔ بلاک بنوا رہا ہوں ۸ رانچ ٹھہرا ہے ۱/۲ افٹ ہوگا۔ کہئے آپ نے ابھی تک قصیدہ نقل فرمایا ہے یا نہیں تلخیص اور حاشیہ شرح قاضی یہاں موجود ہیں فریدؔ اچھا کام کر رہے ہیں۔ اللہ انھیں حفاظت میں رکھے۔ جن خطوط کو آپ نے نقل کر کے بھیجا ہے انھیں کوئی تاریخی ہستی ہو تو اس کا حال لکھئے علامہ کا مکان کس کو ملا تھا ہمارے پرچہ میں مفتی صاحب نے اسے اپنی جوانی میں اچھی حالت میں دیکھا تھا اور ایک ہندو رئیس کو مالک پایا تھا۔ اب کس کے پاس ہے۔

اگر اس گھر کا حاشیہ میں لکھ سکا تو لکھوں گا۔ اور آپ کو فرصت ہو تو آپ لکھیں۔ لکھنے کی چیز ہے۔

راغب

(۳)

۷۸۶

آفتاب منزل علی گڑھ ۹/۴/۶۳ھ
۴-۴-۴۴ء

صدیقی السید الفاضل

سلاماً و اکراماً۔ ابھی ابھی مکتوب سامی ملفوف کے ساتھ ملا۔ پڑھا بہت مسرت ہوئی لجوی لہ لجوامع۔ پڑھ کر رو پڑا۔ مجھے حضرت سید عنایت احمد المفتی المرحوم کے ہاتھ رسالہ فتنۃ الہند آنے کا علم عالم بالا سے ہوا تھا اور میں نے لکھ دیا تھا۔ اب آپ نے بھی لکھا تو مادی تصدیق بھی ہوگئی میں نے حکیم صاحب کے حالات حاصل کر لئے ہیں۔ آپ کا اور ان کا حال ملحق میں لکھوں گا۔ مولوی اویس صاحب ہمارے یہاں آتے ہیں۔ نصاب پی ایچ ڈی ہم نے ان سے تیار کرایا اور رقم کافی دی ہے میں آج انھیں لکھوں گا۔ تلخیص کی نقل مل سکتی ہے۔ بہت بدخط ہے غالباً حضرت فضل امام کی تحریر ان کے ہاتھ کی ہے اور مسودہ ہے۔ آج کل کاتب ذی علم نہیں مل سکا۔ میں خود اسی مصیبت میں مبتلا ہوں۔ کاتب کے نہ ملنے کے سبب بہت کام رکے پڑے ہیں دوسری بات سخت مشکل یہ ہے کہ کتاب سیلف کس میں ہے۔ میں اسے نکلوا سکتا ہوں لیکن کاتب وہیں بیٹھ کر لکھے گا ایسے کاتب ۴ صفحہ معمولاً لیتے ہیں۔ آج صفحات میں نے گن لئے ص ۴۴۳ ہیں۔ اور تعداد فہرست مخطوطات کتب عطیہ مولوی سبحان اللہ ص ۸۰ نمبر ۱۱۰/۳۱ پر درج ہے۔ اس حساب سے ایک سو بارہ روپے اور کاغذ علاوہ تقریباً ما عـــ۱۱۰ کم و بیش ہوتے ہیں کاتب وغیرہ کے لئے جب آپ لکھیں گے انتظام کرا دیا جائے گا۔ علامہ کے حال میں صاحب حدائق الحنفیہ نے حاشیہ تلخیص الشفا بھی لکھا ہے۔ اس کا مجھے کچھ پتہ نہ چلا ایک رسالہ علامہ کے خطوں میں ہے جو حرکت ارض کے خلاف ہے۔ مجھے اس کی بڑی مسرت ہے کہ علامہ کو بڑھا دینے والے) ایک اہل خلاف شقی عالم بالا سے پوچھ کر لکھا تھا اب وہ بات آپ کے فرمانے سے مصدق ہوگئی اسی کو مکان ملا ہوگا۔ کیا اس دروازہ کا فوٹو وہاں مل سکتا ہے مظفر صاحب کا بھجوایا ہوا خط حبیب گنج میں لے آیا نواب صاحب بہت زیادہ ہمت افزائی کر رہے

۱؎ سید محمد فرید علیگ خیرآبادی مقیم حال ٹونک ہم راقم الحروف کے قریبی عزیز ہیں۔ ۲؎ یہ لفظ مکتوب میں صحیح طور سے پڑھا نہ جاسکا۔

۳؎ اس قصیدہ پر مفصل میں آپ کو لکھوں گا پہلا لفظ میری رائے میں لجوی ہے اور امرأۃ سے مراد ملکہ ہے اور عین رافع ہوگا۔

ہیں۔ کاتب کے نہ ملنے سے ٹائپ سے کام لے رہا ہوں دو مشین دو کاغذوں سے زیادہ نہیں نکال سکتی۔ میں نے یہ خط حاصل کیا بہت طولانی ہے نظم و نثر کے اتنے ہی ورق ہوں گے جتنے آپ نے لکھے۔ مگر لکھے کون یہ سوال ہے۔ میں ٹائپ کرا رہا ہوں ایک کاپی آپ کو بھیج دوں گا۔ فریسکے بو اکثر کو میرے خیال میں کسی خون کی بیماری ہے میں نے کچھ تدابیر بتائی ہیں ایک حاشیہ میر قطبی صدر اکا ہے جسے مولوی اسد الحق نے بخط شکست لکھا ہے ۷۴ اوراق ہیں۔

بنام نادم سیتاپوری

(۱)

رفعت منزل۔ خیریت آباد۔ حیدر آباد دکن ۵۵۶ - ۹ - ۳۱

محب مکرم۔ کرم نامہ مورخہ ۱۹ اگست کے لئے شکر گذار ہوں۔ کتاب "اختر شاہنشاہی" میری نظر سے اب تک نہیں گذری۔ حاجی سید محمد اشرف نقوی"[1] اختر الدولہ کے بارے میں تلاش کے باوجود معلومات سے محروم ہوں۔ حیدر آباد میں پہلے "جنگ" اور اس کے بعد "دولہ" کا خطاب ملتا تھا۔ "اختر الدولہ" خطاب کے کسی صاحب کا پتہ نہیں چلا۔ اگر ان کا کوئی خطاب جنگی ہو تو مطلع فرمائیں۔ اگر جنگی خطاب نہ ہو تو سمجھ لیجئے کہ حیدر آباد سے یہ خطاب "اختر الدولہ" نہیں ملا۔

علامہ فضل حق خیر آبادی کا میں بھی بڑا معتقد ہوں بڑی خوشی ہوئی کہ آپ ان پر کچھ کام کر رہے ہیں لیکن معلوم نہیں ہوا کہ کیا کام کر رہے ہیں۔؟ اگر نوعیت کا معلوم ہو تو ممکنہ مدد کے لئے تیار ہوں۔ یہاں ان کے سلسلہ کے کئی بزرگ مشہور ہوتے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ جس تفصیلی خط کی توقع رکھتے تھے اس کی تکمیل نہ کر سکا۔

مخلص سید محی الدین زور

(۲)

محب مکرم ۵۷۶ - ۱۰ - ۲۵

حسبِ ارشاد آپ کے کارڈ پر جوابات درج کر دیئے گئے ہیں۔ امید ہے کہ آپ کی ضرورت کے لئے کافی ثابت ہوں گے۔ آپ حیدر آباد تشریف لائے اور ملاقات نہ ہو سکی اس کا افسوس ہے۔ اب پھر کب تشریف لایئے گا؟ میں کل ہی دلّی سے واپس ہوا۔ آتے جاتے بھوپال ملا۔ افسوس ہے کہ آپ کو اطلاع نہیں دی تھی ورنہ اسٹیشن پر ملاقات ہو جاتی۔

مخلص سید محی الدین قادری زور

(۳)

محب محترم

میں کل ہی دلّی سے واپس ہوا۔ جاتے ہوئے آپ کو اطلاع دینا بھول گیا۔ ڈاکٹر گیان چند کو اطلاع دی تھی وہ کسی لکچر صاحب

[1] ہندوستانی صحافت کی پہلی تاریخ "اختر شاہنشاہی" کے مؤلف سید محمد اشرف نقوی کے ساتھ "اختر الدولہ" کا اضافہ دیکھ کر میں نے ڈاکٹر زور مرحوم کو لکھا تھا کہ وہ اس خطاب کے بارے میں کچھ پتہ لگا کر تحریر فرمائیں۔ یہ کارڈ اسی خط کا جواب تھا۔ نادم سیتاپوری

ے ساتھ اسٹیشن پر ملے تھے

پھر اوائل اپریل میں جاؤں گا تو اطلاع دوں گا۔

آپ جنوری میں حیدر آباد آنے والے تھے انتظار ہی رہا۔ آتے تو یوم "محمد قلی قطب شاہ" کی تقریبات میں بھی شریک ہوتے۔

اس کا "ارمغان" بھیج چکا ہوں۔ ملا ہوگا؟

ادارے میں کئی قدیم اخبارات ہیں۔ قائم علی سجن لال صاحب ریڈر تاریخ عثمانیہ یونیورسٹی سے آپ کے بارے میں کہہ دیا ہے آپ ان کو اس پتہ پر خط لکھیے اور میرا حوالہ دیجیے وہ ضرور جواب دیں گے۔

اگست کا "تحریک" (دہلی) ہمارے یہاں نہیں آیا اور میں نے عرشی صاحب[1] کا وہ مضمون نہیں دیکھا۔

"صبا" اور "سب رس" دونوں جاری ہیں۔

مخلص سید محی الدین قادری زور

بنام پروفیسر آغا اشہر لکھنوی

(۱)

۵ رمئی ۶۰ء

مکرمی تسلیم۔ آپ کا کارڈ موجب شکر گزاری ہوا۔ آپ نے یہاں آنے کی زحمت فرمائی۔ میں کچھ بندگان خدا کے کام سے باہر تھا۔ نہ ملنے کا افسوس ہوا۔ انصار حسین صاحب منیجر دہلی علی گڑھ سے واپس آئیں تو آپ کے افسانہ (ترجمہ عربی[2]) کو ان سے دریافت کروں گا۔ میں کاپی اور پروف دیکھ لیا کروں گا۔ آپ مطمئن رہیں۔ مکرمی مسعود حسن صاحب[3] خان بہادر کا عطیہ شہد ان کے عزیز خود لائے تھے میں نے ڈپٹی صاحب[4] کا شکریہ ادا کر دیا تھا وہ لڑکا نبی اللہ صاحب مرحوم تحصیلدار کا لڑکا نکلا۔ نبی اللہ صاحب بہت یاد آئے یہ معلوم ہونے پر کہ نبی اللہ صاحب ہمارے مسعود صاحب کے عزیز تھے ان کی یاد دیر تک دل کو متاثر کرتی رہی۔ ڈپٹی صاحب کی عنایات اور شہد کے عطیہ کو یاد کر کے دعائے خیر میں مصروف ہوں۔ بن پڑتا تو غالب مرحوم کی طرح رباعی پیش کرتا۔ بہر حال موصوف کی خدمت میں بہت بہت سلام۔ ڈپٹی صاحب کی عنایت کا اور شہد کا کسی طرح شکریہ ادا نہیں ہو سکتا۔ ڈپٹی صاحب اور آپ کا مجموعہ غزل وغیرہ ہو تو مجھے مرحوم صفی صاحب کی لائبریری کے لئے درکار ہے۔ سوانح عمری رشید صاحب، حضرت رشید کی سوانح عمری کبھی ممکن ہو تو دیجیے گا۔ جن لوگوں سے خلوص ہے ان کا کلام اکثر پڑھتا ہوں۔ پیارے صاحب[5] کا رنگ آپ ہی کے یہاں ہے۔ سراج تخیل کی بلندی میں کھو گئے۔ آپ

---

[1] مولانا امتیاز علی خان عرشی رام پوری [2] پروفیسر اشہر نے ایک چھوٹا سا ناول "عمر غلط" کے نام سے ترجمہ کیا ہے۔
[3] خان بہادر سید مسعود حسن مسعود ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر۔ لکھنؤ اسکول کے ایک خوش گو اور صاحب دیوان شاعر۔ [4] ڈپٹی صاحب سے مراد مسعود صاحب موصوف ہیں [5] پیارے صاحب رشید لکھنوی (نبیرہ میر انیس) جن کی سوانح عمری پروفیسر آغا اشہر لکھنوی نے ۱۹۲۲ء میں "حضرت رشید" کے نام سے شائع کی۔ [6] پروفیسر آغا اشہر لکھنوی سے افتخار تلمذ حاصل ہے۔
نادم سیتاپوری

جب جب لکھنؤ آئیں صفی لائبریری کے لئے کچھ لیتے آیا کریں۔ ڈپٹی صاحب بڑے مخلصانہ انداز سے جو کچھ نظم کرتے ہیں اس میں لطافت اور شیرینی ہوتی ہے۔ ریاض مرحوم سے مجھے خاصے مراسم تھے۔ اب جا کر ان کا دیوان ہاتھ لگا۔ خدا کرے آپ لوگ خوش رہیں۔

نیازمند ممتاز حسین جونپوری

(۲)

۱۹ر مئی سنہ ۶۰ء

مکرمی زاد مجدکم۔ تسلیم۔ آپ کے ترجمہ فسانہ[1] کی کتابت کی ہوئی تین جزو کاپی آج دیکھنے اور صحیح کرنے کو ملی۔ آنکھوں کی بصارت اب کم ہو گئی ہے۔ ہاتھ کانپتا ہے مگر جس طرح ہو سکا سب کام چھوڑ کر ایک بجے دن تک صحیح کر کے انصار صاحب منیجر کو کاپی دے دی۔ آپ کا ایک خط بھی آج ملا جس میں انصار صاحب کو کچھ آپ نے لکھا ہے . . . خط انصار صاحب کو دے دیا۔ قیمت ٹائیٹل پر حسب ہدایت ۱۰ر بجائے ۹ر درست کر دی۔ بہت خوب ترجمہ ہے۔ عربی اشعار کا جیسا ترجمہ آپ نے اُردو غزل میں کیا وہ کوئی کر نہیں سکتا۔ کمال کی حد کر دی کچھ ایسا ہی دل پر اثر تھا کہ اس ناتوانی میں کاپی کی صحت کر دی۔ زرد کاغذ پر پھیلی روشنائی بے بصری کو اور چکا چوند کر رہی تھی۔ انصار صاحب سے کہہ دیا کہ آپ کی فرمائش کے بموجب راز اجتہادی صاحب کو صحت کے لئے پروف دکھا دیا کریں انہوں نے وعدہ کر لیا ہے۔ آپ ان لوگوں کو فوراً لکھئے۔ بہر حال پروف اترتے اترتے آپ کا خط انصار صاحب اور راز اجتہادی صاحب کے نام آ جائے گا۔ خان بہادر مسعود حسن صاحب کو سلام۔

سنتے ہیں تحفہ جنت میں ہے شہد شیریں — فیض مسعود سے مل جاتی ہے نعمت وہ یہیں
اب رہا کیا کہ جو جنت کی کوئی فکر کرے — پندِ واعظ پہ کیا کرتا ہوں بیٹھا تفسیر یا

اسے درست کر کے ڈپٹی صاحب تک پہونچا دیجئے۔ خدا کرے آپ بخیریت ہوں۔

فسانہ چھپے تو صفی لائبریری کو بھی دیجئے۔

نیازمند ممتاز حسین جونپوری

(۱)

Bara Banki
14th April, 1925.

Dear Ashhar Saheb,

I have sent proposals for prescribing your Life of Rasheed in various Universities; the result will come out after November meetings. I would now request you to permit me to take some suitable selections of the books in my Nisab-i-Jadid which is to be taught to High School classes from the coming July. I believe this will serve as a good notice of the book

Yours Sincerely
M. H. Nasiri

[1] "غم غلط" ترجمہ پروفیسر آغا اشہر لکھنوی

(۲)

۷۸۶

بارہ بنکی　　　　۲۳ر اگست ۲۸ء

زاد فضلکم۔ آپ کی کامیابی سے کمال مسرت ہوئی خداوند عالم ایم۔ اے میں بھی جلد فائز المرام کرے۔ اب آپ حسب قاعدہ اپنے گریجویٹ ہو جانے کی ڈپارٹمنٹ کو بذریعہ ہیڈ ماسٹر صاحب اطلاع کریں۔ نتائج "انشاء" مفید برآمد ہوں گے۔ گذشتہ امور کے متعلق تو حسب امید ظاہر ہیں مگر آئندہ حالات بدلنے والے ہیں۔ باقی بفضلہ خیریت ہے۔

ناصری

(نوٹ) پروفیسر مہدی حسن ناصری تحصیل فتح پور ضلع بارہ بنکی کے رہنے والے تھے ایک اچھے ادیب اور خوش فکر شاعر کی حیثیت سے زیادہ مقبول نہیں ہوئے دنیا نے انھیں ایک "ماہر تعلیم" کی حیثیت سے زیادہ اہمیت دی۔ تمام عمر محکمہ تعلیم سے وابستہ رہے۔ پیارے صاحب رشید کے شاگرد تھے۔ "صنادید عجم" ان کی بلند پایہ تصنیف کی حیثیت سے اہل علم میں ایک ممتاز مقام رکھتی ہے۔ "نذر احباب" کے نام سے ناصری کا کلیات ۱۹۳۳ء میں انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد نے شائع کیا تھا۔ ۱۸۸۵ء سن ولادت اور ۱۹۳۱ء سن وفات ہے۔ ناصری کا یہ مقطع آج تک فضائے شعر و ادب پہ چھایا ہوا ہے:

ناصری قبر پہ عبرت کے لئے لکھوا دو
طول کھینچا ہے یہاں تک شب تنہائی نے

نادم سیتاپوری

بنام نادم سیتاپوری

(۱)

احاطہ خانساماں۔ لکھنو

جناب عالی۔ تسلیم۔

نوازش نامہ شرف صدور لایا۔ یادفرمائی کا شکر گذار ہوں۔ ضعیفی اور امراض نے کسی کام کے قابل نہیں رکھا ڈاکٹر نے دماغی کام کی ممانعت کر دی ہے۔ اس لئے معافی کا خواستگار ہوں۔ فقط۔

نیاز مند
عشرت لکھنوی

۴ر اگست (۲۸ء)

(۱)

NO-171
۱۹ر مارچ ۳۰ء

THE ZAMANA OFFICE
CAWNPORE

کرمی تسلیم۔ جناب کا مضمون "حضرت برق سیتاپوری" کاغذات میں مخلوط ہو گیا ہے اور افسوس کہ باوجود تلاش

بسیار دستیاب نہیں ہوا۔ نیز برقؔ[1] صاحب کی کتاب "جنگ مہوبہ" کے شائع کرنے کا انتظام بھی ممکن نہیں۔ اطلاعاً عرض ہے۔
امید ہے کہ آپ کا مزاج اچھا ہوگا۔

نیاز مند دیا نرائن نگم
ایڈیٹر

(۱)

TAMKIEN KAZMI.
M. FAZIL

TOOPKHANA
HYDER ABAD - DN.

جناب مکرم! تسلیم

کرم نامہ ملا۔ شکریہ! حیدر آباد دکن سے تو کوئی ادبی درباری رسالہ نکلتا ہے نہ اخبار۔ اس قسم کی کوئی چیز بھی نہیں! گورنمنٹ گزٹ البتہ شائع ہوتے ہیں جن میں دفاتر کے تغیر و تبدل کا حال اور قانونی احکام وغیرہ ہوتے ہیں۔ البتہ سرکار حضور نظام بعض دفعہ اپنی غزلیں وغیرہ جریدہ غیر معمولی میں چھپوا دیتے ہیں مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے! بہر حال کوئی درباری رسالہ یا اخبار نہیں ہے۔

امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے! افسوس ہے کہ میں نے آپ کو پہچانا نہیں؟ کیا آپ مجتبیٰ انیس مجتبیٰ تنہا صاحب بی۔اے کے عزیز یا دوست ہیں؟

۱۴ جولائی سنہ ۳۰ء
تمکین

(۱)

۲۳ جون سنہ ۳۰ء

مکرمی تسلیم

مجھے غلط فہمی ہوئی تھی وہ شعر بلکہ وہ پوری نظم غالبؔ کے دیوان کی ایک شرح میں چھپ چکی ہے۔ وہ شعر بلکہ کیا عجب ہے کہ وہ شرح بھی جناب ابن حسن صاحب نشاطؔ (لکھنوی) کے پاس موجود ہے آپ سیتاپور محلہ تامسین گنج میں ان سے مل کر دریافت کر لیجیے۔ میری وہ کتاب جس میں وہ نظم تھی ایک صاحب عاریتہً مانگ لے گئے ہیں آج تک منتظر رہا کہ وہ واپس کر دیں تو شعر آپ کو لکھ دوں مگر انہوں نے ابھی تک کتاب ہی واپس نہیں کی۔ زیادہ نیاز!

آشفتہ مدیر "مبصر" (لکھنؤ)

---

[1] بابو شیام سندر لال برقؔ ایڈوکیٹ سیتاپوری شاگرد تپشؔ موہونوی سیتاپور کے ایک صاحب دیوان شاعر جن کا انتقال ۲۴ جنوری سنہ ۱۹۴۱ء کو ہوا۔ دیوان جلوہ برق اور تذکرہ (ہند و شعرا) وغیرہ ان کی یادگار کتابیں ہیں۔ ناؔدم سیتاپوری

(۱)

انجمن ترقی اردو (ہند)

علی گڑھ . . . . .

۲ر اگست ۵۵ء

مکرمی —

آپ کا عنایت نامہ مجھے موصول ہوا۔ میں ابھی تک اپریشن کے بعد تھکا ہوا اور ضعیف ہوں۔[1] "اختر شاہنشاہی" کا ایک نسخہ میری کتابوں میں ہے اور وہ لکھنؤ کا چھپا ہوا ہے۔ مجھے علم نہیں کہ یہ کتاب حیدرآباد دکن سے بھی شائع ہوئی تھی؛ بہرحال چند روز کی مہلت دیجئیے تو میں اپنے نسخہ کو تلاش کر کے آپ کے سوالات کا تفصیلی جواب دے سکوں گا۔

مولوی عبدالشاہد صاحب کا پتہ حسب ذیل ہے:

دفتر جمہور۔ محلہ بنی اسرائیل علی گڑھ

محمد عبدالغفار

جنرل سیکرٹری

بنام کسریٰ منہاس

قطعۂ تاریخ وفات محمد یوسف مرحوم عموزادہ غلام حسن کسریٰ

مامورِ طلایہ بود آنکہ مقتول بشد ایں مردِ خدا

تاریخِ ششم از ماہِ اگست آمد اجلش صد واویلا

فرمائشِ کسریٰ بود صفی بنوشتم سال از رحلتِ او

بے جرم محمد یوسف را ناگہ بشبے کشتند اعدا

۱۹ ۶ ۴۴

---

[1] برصغیر (غیر منقسم ہندوستان) کے پریس اور صحافت کی تاریخ میں اس سے قبل اس موضوع پہ کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ "اختر شاہنشاہی" کے مؤلف اختر الدولہ سید محمد اشرف گارساں دتاسی کے معاصرین میں سے تھے انہوں نے جون ۱۸۸۸ء میں پہلی بار اسے اپنے ذاتی مطبع "اختر پریس لکھنؤ" میں طبع کرایا تھا اس کا کوئی دوسرا ایڈیشن ابھی تک نہیں چھپا۔ نادم سیتاپوری

قطعۂ تاریخ وفات صفدر حسین بفرمائش غلام حسن کسریؔ

جمعہ بست و دوم ز ماہ رجب — این گلِ تازہ از خزان پژمرد
از تپ محرقہ چنان شد زار — نتوانست جان سلامت برد
لختِ دل نورِ دیدۂ عابد — جان بجان آفرینِ خود بسپرد
در غمش غنچۂ دلِ کسری — باز نشگفت آن قدر افسرد

سالِ فوتش بجست و گفت صفیؔ
نوجوان خواجہ زادہ صفدر مرد

۱۳ ھ ۶۶

رفتہ زین بالکدۂ جہان صفدر حسین — سینہ ریشان از فراقت نوحہ خوان صفدر حسین
شیونِ کسری رسد ہر لحظہ در گوشِ صفیؔ — مہ لقائم سیدِ جنّت مکان صفدر حسین

۱۲ ھ ۶۶

صفی لکھنوی

بنام عبدالعزیز کمال

(۱)

۱۹ رجون ۱۹۵۱ء

خوش خیال عبدالعزیز کمال کو سلام مسنون اور دعا کے بعد معلوم ہوا کہ ۱۱ رجون کا لفافہ ملا۔ سوالات کے جوابات بہت طولانی ہیں میں نے اپنے اخبار دن میں اور حیات اکبر میں ان کی تفصیل لکھی ہے۔ آج کل بینائی سے محروم ہوں بمشکل یہ خط خود لکھا ہے۔ ۷۵ برس کی عمر ہے۔ بواسیر کے خون نے نڈھال کر دیا ہے۔ موت سامنے کھڑی رہتی ہے اور کہتی رہتی ہے "می آئی کم"۔ میں کہتا رہتا ہوں "نو دکنسی"۔ پاکستان کی تجویز میں ہم دونو شریک تھے۔ ہندوستان میں نہیں بلکہ ساری دنیا اور سارے اسلامی ممالک میں اسلام استان یا پاکستان قائم کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے بار بار وہ بھی آتے تھے میں بھی لاہور جاتا تھا۔ (فوری ملاقات کی وجہ بھی ایسی ہی تھی) پہلی ملاقات انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسے میں ہوئی تھی۔ انہوں نے نظم پڑھی میں نے اپنا عمامہ ان کے سر پر رکھ دیا اور کہا ؏

تمہارے جام مے کی نذر میری پارسائی ہو

اسرار خودی نام میں نے تجویز کیا تھا۔ اختلاف چند جزئیات کا تھا جو مرحوم نے بعد میں دور کر دیا تھا اور ابھی ہائی کمشنر پاکستان دہلی کے یوم اقبال کی صدارت کرتے وقت میں نے کہا تھا میرے مرید سن لیں کہ مجھ میں اور اقبال میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہا تھا۔

میں نے جلسہ مذکور میں مصر اور ایران اور افغانستان اور انڈونیشیا کے سفیروں کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ اقبال سارے ایشیا کا اقبال تھا۔ میں اخبار بھیجوں گا۔

مخلص حسن نظامی

(۱)

امیر جامعہ احمدیہ۔ قاضی ریاست بھوپال

مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

معارف اور صاحب معارف کے ساتھ حسن ظن کا شکریہ!

آپ نے جو خیال کیا ہے اس کو ضرور پورا کیجئے۔ معارف میں ان عنوانوں پر کوئی خاص مضمون نہیں نکلا ہے۔ متفرق معلومات خواہ مل جائیں آپ میری کتاب خیام ملاحظہ کیجئے، مولانا شبلی کے مقالات میں وہ مضامین پڑھئے جن سے آپ کو تعلق ہے، تمدن عرب موسیو لی بان اور تاریخ عرب موسیو سیدیو بھی پڑھیں جن کے ترجمے اردو میں ہو چکے ہیں۔ تاریخ تمدن عرب حصہ سوم مصنفہ جرجی زیدان دیکھئے اس کا ترجمہ بھی اردو میں ہے، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کی جلدیں دیکھ کر

معلومات فراہم کیجئے، میری کتاب عربوں کی جہاز رانی بھی دیکھیں، نیز عربوں کی بحری تصنیفات شائع کردہ فرانس، اور قانون مسعودی بیرونی۔ کتاب البیرونی و سوانح البیرونی مضامین تہذیب اسلام و معارف، اسلامک کلچر حیدر آباد دکن کی جلدیں۔ ان مضامین میں سے معارف کے لئے آپ اعظم گڑھ سب اڈیٹر معارف کو لکھئے، میرا نام نہ لکھئے۔ والسلام

۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ سید سلیمان

(۱)

محترمی دام لطفہٗ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ گرامی نامہ موصول ہوا۔ آپ کی قدر افزائی کا شکریہ۔ میں جماعت اہل قرآن میں سے نہیں ہوں۔ وہ لوگ عمل متواتر کے قائل نہیں ہیں۔ اور نماز، روزہ وغیرہ کے لئے اپنی اختراعی شکلیں نکالتے ہیں۔ اور میں رسول اللہ صلعم کے اسوۂ حسنہ کو جو امت میں سلسلہ بسلسلہ نسلاً بعد نسل چلے آتے ہیں دین اور یقینی مانتا ہوں۔ حدیثیں یقینی نہیں ہیں بلکہ ظنی ہیں اس لئے وہ دینی نہیں ہیں بلکہ تاریخی حیثیت رکھتی ہیں۔

اسرار خودی پر غالباً میرا ہی تبصرہ تھا جس کی وجہ سے ڈاکٹر اقبال مرحوم نے وہ نظم لکھی جس کا یہ شعر ہے ؎

گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں یہاں اب مرے رازداں اور بھی ہیں

تصوف کی بحث میں جن لوگوں نے حصہ لیا تھا ان کے نام مجھے یاد نہیں۔ جبکہ کا "ستارہ" ایک اخبار ظفر علی خاں نکالتے تھے اس میں یہ بحثیں چھپتی تھیں۔ اسی خلفشار کی وجہ سے ڈاکٹر اقبال نے حافظ کے متعلق اسرار سے اشعار نکال دیئے تھے۔ بہتر ہوگا کہ آپ رسالہ ماہانہ "طلوعِ اسلام" دیکھا کریں۔ وہ قرآنی مبلغ ہے اور (رابسن روڈ کراچی) سے نکلتا ہے۔ اس میں اقبال کے متعلق بھی مضامین اکثر نکلتے ہیں۔ چنانچہ اپریل کا یعنی اس مہینہ کا پرچہ اقبال نمبر ہے۔ نیز وہ کبھی کبھی میرے مضامین بھی چھاپتا رہتا ہے۔ فقط

محمد اسلم جیراجپوری۔ جامعہ نگر۔ دہلی ۱۲ اپریل ۱۹۵۱ء

(۱)

کرم گستر، وعلیکم السلام

صحیح پتہ اسی کارڈ میں درج ہے۔ لکھنؤ کے پتہ سے خط بہت دیر میں ملتا ہے۔

۱۔ حضرت جوہر کا تو کہنا ہی کیا، باقی شبلی و اکبر بھی۔ میرے حق میں بڑے مہربان تھے۔ چھوٹوں کے دل بڑھانا، ان کی ہمت افزائی کرتے رہنا، بزرگوں کے معمولات میں داخل ہے، اور یہ تینوں حضرات میرے بزرگ ہی تھے۔ اُن کے حوصلہ افزایانہ الفاظ میں میری اہلیت کو ذرا بھی دخل نہیں۔

۲۔ آپ جو دریافت فرمانا چاہیں بے تکلف دریافت کر سکتے ہیں۔

۳۔ اُس زمانہ میں تو میں اسرارِ خودی کے کوچہ ہی سے سرے سے نابلد تھا۔ انگریزیت اور الحاد میں غرق تھا۔ کسی

مالی بعد جب ذرا ہوش آیا، جب سے اقبال ہی کو حق پر سمجھتا ہوں۔ اکبر یوں بھی دوسرے شاعروں کا کلام کم ہی پڑھتے تھے اور اقبال تو اُن کے خورد ہی تھے۔ اس وقت کی عام فضا سے متاثر ہو کر حضرت اکبر بھی انھیں تصوف کا دشمن سمجھے، حالانکہ اقبال منکر تصوف کے نہیں بلکہ صرف رواجی اور غیر اسلامی تصوف کے تھے۔ بہرحال غلطی اور غلط فہمی کے شکار اکابر بھی ہو جاتے ہیں۔ والسلام

۹؍ اپریل ۱۹۵۱ء — دعاگو عبدالماجد

آپ کے محکمہ میں ایک افسر میرے ایک عزیز بھی تھے۔ اس وقت مری میں تعینات ہیں۔

(۲)

۷۸۶

۲۷؍ اپریل ۱۹۵۱ء

کرم گستر، وعلیکم السلام

۱۔ اُن عزیز کا نام فہیم الزمان ہے۔ مری میں R.P.A کے چیف انسٹرکٹر ہیں۔

۲۔ تصویر کو نہ پوچھیے۔ چند برسوں کے اندر خدا معلوم کس کس طرح اپنے کو بچایا ہے۔ ریڈیو میں جب تقریر کرنے جاتا ہوں، تو وہاں تو یہ بلا اکثر ہی مسلط ہوتی رہتی ہے۔

شرعی ناجوازی کے علاوہ اِس میں دخل طبعی کراہت کو بھی ہے۔ اپنی صورت مجھے نہایت درجہ ناپسند ہے۔ ایک عمر ہوگئی۔ جب سے آئینہ نہیں دیکھا۔ اتفاقی نظر پڑ جانے سے تکلیف ہی ہوتی تھی۔ تو تصویر کیا کھنچواتا۔

جن حضرات کے نام آپ نے لیے اُن میں اِس اعتبار سے مستند صرف مولانا سلیمان ندوی ہیں۔ وہ اب سالہاسال سے اس باب میں محتاط ہیں۔ کوئی چوری چھپے کھینچ لے تو اور بات ہے۔ اِس سے تو مولانا شبیر احمد عثمانی رح تک نہ بچ سکے تھے۔

باقی گناہ کبیرہ کے درجہ میں میں بھی تصویر کو نہیں رکھتا۔ حدیث میں ممانعت ہے۔ لیکن اس ممانعت کی بھی تاویلیں ہو سکتی ہیں، گو ضعیف۔

۳۔ اقبال رح کے سلسلہ میں آپ نے جو کچھ کہا، بالکل صحیح ہے۔ راہ میں منزلیں بہت ہی آئیں۔ کم و بیش سب جگہ ٹھہرے لیکن منزلِ مقصود قرآن ہی رہی۔

"اوریجنل" فلسفہ اپنے اصلی اور لفظی معنی میں کسی کا بھی نہیں۔ خوردبینی مطالعہ کے بعد ہر ایک کسی نہ کسی کا خوشہ چین ہی نظر آتا ہے۔ اقبال کی طالب علمی کے زمانہ میں بڑا زور وارڈ اور بریڈلے کا تھا۔ ان سے کچھ نہ کچھ متاثر ہونا لازمی تھا۔ اور بس۔

۴۔ سنہا کی کتاب پر ریویو وغیرہ پڑھے تھے۔ اصل کتاب کا مطالعہ خیال نہیں آتا۔ مدت سے فلسفہ کا مطالعہ بہت کم ہو گیا ہے۔ اتنے دنوں پڑھا، کچھ بھی حاصل نہ ہوا، بجز الفاظ اصطلاحات کے۔ پیاز کی طرح چھلکے ہی چھلکے۔ اب بجز بہت سی مخصوص کتابوں کے فلسفہ بالکل نہیں پڑھتا۔ صرف قرآن مجید اور اس کی شرحیں کافی ہیں، یا پھر دل بہلانے کے لئے ادبیات۔

۵۔ آج کل والا مضمون میں نے نہیں پڑھا۔ اپنے متعلق کوئی بھی مضمون نہیں پڑھتا۔ اپنی صورت کی طرح اپنی سیرت سے بھی کچھ مستقل بیزاری ہی رہتی ہے۔

غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے

۵ - انگریزی اور اردو دونوں ترجمے تاج کمپنی ہی کے بس میں ہیں - والسلام

دعاگو عبدالماجد

(۳)

بسم اللہ

۲۹ مئی ۱۹۵۱ء

کرم گستر، وعلیکم السلام

ع

ہر کسے از ظن خود شد یار من

وز درونِ من نہ جست اسرار من !

آپ نے بھی حُسنِ ظن، مبالغہ کی انتہا کر دی - اور اپنے مفروضات در مفروضات سے خدا معلوم مجھے کہاں سے کہاں پہنچا دیا! جواب نہیں کیا عرض کروں - بجز اس دعا کے کہ، اللہ آپ پر رحم فرمائے - اور آپ کی رہنمائی کسی واقعی اور حقیقی نائب رسولؐ تک کر دے -

تصویر کی ممانعت تو حدیث سے بالکل ثابت ہے - میں نے اس کے صرف معصیت کبیرہ سمجھنے سے انکار کیا تھا - اور یہ کیا پتا کہ میں جو سمجھا رہا، اس میں دخل میری ذاتی کوشش کو ہی ہے — کہ اس پر آگے کوئی سوال کیسے اٹھایا جائے ؟

حدیث نفس ممانعت میں وارد ہے - باقی حکمت ممانعت کا سوال بالکل الگ ہے - تاویل و توجیہہ ہر شخص اپنے ذہن کی رسائی کے مطابق کر سکتا ہے -

رہا مسئلہ خود اعتمادی و خود داری کا، تو میں نے تو قرآن ہی میں پڑھا ہے۔ خدا کے رسول معصوم تک اپنے لئے یہ سمجھے رہیں کہ حشر میں خدا معلوم کیا معاملہ ان کے ساتھ ہو - لما ادری ما یفعل ہیں تو پھر صحابہ کا کیا ذکر! اور مجھ جیسے تباہ کار و نامہ سیاہ کا نام بھی اس سلسلہ میں آنا سنجیدگی و متانت کے حدود سے تجاوز کر جانا ہے ! والسلام

دعاگو عبدالماجد

(۱)

مکرمی، گرامی نامے کا شکریہ قبول فرمایئے - افسوس کہ مجھے مولانا گرامی کے زیادہ حالات معلوم نہیں ہیں! ان کا انتقال ۱۹۲۸ء میں ہوا تھا - وہ اصلاً ہوشیار پور کے تھے اور حیدر آباد سے واپس آ کر دہلی رہتے تھے - لیکن جالندھر میں ان کے اقربا مقیم تھے اور خود مولانا بھی وہاں رہتے تھے - نیز جالندھر ہوشیار پور کے مقابلے میں زیادہ بڑا اور مشہور مقام تھا! اس وجہ سے وہ جالندھری مشہور ہوئے -

جس حد تک مجھے معلوم ہے انہوں نے منشی فاضل کا امتحان لاہور کے اورینٹل کالج سے پاس کیا تھا - شعر و شاعری

کے ساتھ ابتدا ہی سے دلچسپی تھی، حیدرآباد پہنچے تو میر محبوب علی خاں مرحوم آصف جاہ سادس نے تین سو روپے ماہوار تنخواہ مقرر کر دی، یہ تنخواہ میر عثمان علی خاں کے زمانے میں بھی جاری رہی۔ حیدرآباد میں مولانا نے کم و بیش تیس برس گزارے۔ جب بہت بوڑھے ہو گئے تو انھیں وطن آنے کی اجازت دے دی گئی، یہ تنخواہ انھیں آخری وقت تک ملتی رہی۔ ان کی وفات پر کچھ رقم ان کی بیگم کے نام میں مقرر ہو گئی تھی۔

ان کے اولاد نہ تھی، ایک مرتبہ لاہور آئے تو یہاں بعض دوستوں نے کہہ سن کر دوسری شادی کرا دی لیکن چند روز کے بعد مفارقت ہو گئی طبیعت بہت سادہ تھی یا کہنا چاہیئے بات چیت اور وضع قطع میں پنجاب کے دیہاتی معلوم ہوتے تھے۔ شربتی رنگ کی بہت بڑی پگڑی باندھتے تھے۔ لمبا چغہ پرانی وضع کا، گرمیوں میں ململ کا انگرکھا۔ سردیوں میں شیروانی اور سادہ پاجامہ۔ میں نے جب انھیں دیکھا۔ ڈاڑھی کو مہندی لگاتے تھے۔

عموماً غور و فکر میں ڈوبے رہتے تھے۔ چلنے پھرنے سے سخت متنفر تھے۔ جہاں بیٹھ گئے، بیٹھ گئے۔ کہیں جانا پڑتا تھا تو بہت گھبراتے تھے۔ گرمیاں ہوتیں تو یہ بہانہ بنا لیتے کہ تپش بہت ہے، موسم بدلے گا تو آؤں گا۔ سردیاں ہوتیں تو فرماتے، سردی گھٹے گی تو قصد کروں گا۔

ڈاکٹر صاحب کے ساتھ تعلق کی صحیح تاریخ معلوم نہیں لیکن میرا خیال ہے کہ اس تعلق کا آغاز اس زمانے میں ہوا جب ڈاکٹر صاحب مرحوم نے انجمن حمایتِ اسلام کے سالانہ جلسوں میں شہرت حاصل کی۔ مولانا گرامی بھی ان جلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ پھر تعلق بہت بڑھ گیا۔ جب ڈاکٹر صاحب نے اسرارِ خودی شروع کی تو فارسی کے متعلق مولانا سے مشورے بھی کرتے رہتے تھے۔ میں نے خود ڈاکٹر صاحب سے مولانا کے کئی لطیفے سنے۔ ان سے غالباً آپ کو دلچسپی نہ ہو اور ان میں سے کئی لطیفے ایسے ہیں کہ انھیں لکھنا غالباً مناسب نہ ہو۔

یہ مجھے معلوم نہیں کہ حیدرآباد کے سید نور الضیاء الدین کے ساتھ کیسے تعلقات تھے۔ یہ صاحب غالباً امور مذہبی کے ناظم بن گئے تھے۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد کے ساتھ تعلق اس زمانے میں قائم ہوا جب مولانا حیدرآباد میں درباری شاعر تھے اور سرکشن پرشاد وزیر اعظم۔

میرے نزدیک مولانا کی خصوصیت اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ میں نے ان سے بڑھ کر فنا فی الشعر آدمی کوئی نہیں دیکھا۔ دنیوی امور سے اتنے بے خبر تھے کہ اگرچہ ساری زندگی وطن سے باہر گزاری اور حیدرآباد تک بیسیوں مرتبہ سفر کیا ہو گا۔ لیکن نہ انھیں عمر بھر میں ٹکٹ خریدنا آیا، نہ یہ معلوم ہو سکا کہ گاڑی پر سوار ہونے کا کیا طریقہ ہے اور کہاں اترنا ہو گا۔ انھیں ٹکٹ لے کر گاڑی میں بٹھا دیا جاتا تو بیٹھ جاتے، جہاں اتار لیا جاتا اتر جاتے۔

اس بارے میں ان کے کئی لطیفے مشہور رہے۔ مثلاً ڈاکٹر صاحب فرمایا کرتے تھے کہ گرامی صاحب کو جب چند روز لاہور میں گزر جاتے تھے تو ان کی اہلیہ یونہی تار دے دیتیں کہ بیمار ہوں۔ فوراً آ جاؤ۔ ایک مرتبہ تار آیا اور مولانا جانے کے لئے بے تاب ہو گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے روکنے کی کئی تدبیریں کیں، نہ رکے یہ بھی کہا کہ غلط تار دے دیا ہے۔ مولانا فرماتے ڈاکٹر

صاحب! اس عورت نے چالیس برس میری روٹی پکائی ہے۔ اب اس کی خدمت مجھ پر فرض ہے۔ آخر ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ مولانا! ایک رباعی لکھی ہے، اس کا چوتھا مصرع ٹھیک نہیں بنتا۔ فرمایا۔ سناؤ۔ ڈاکٹر صاحب نے تین مصرعے سنائے اور چوتھا نہ سنایا۔ گرامی صاحب سوچنے لگے۔ ایک مصرع لکھا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا یہ تو کچھ نہیں۔ دوسرا لکھا۔ فرمایا یہ بھی کچھ نہیں۔ گرامی صاحب تار وغیرہ سب بھول گئے، اور چوتھا مصرع لکھنے لگے۔ رات کے دو بجے مصرع ان کی مرضی کے مطابق ہوا۔ سردیوں کی رات اٹھے اور علی بخش ملازم کو جگا کر کہا کہ ابھی ڈاکٹر صاحب کو اوپر کی منزل سے اٹھا کر لاؤ۔ وہ آئے، مصرعہ سنایا، ڈاکٹر صاحب فرماتے تھے واقعی بڑا بے نظیر مصرع تھا۔ لیکن رباعی یا مصرع انھیں یاد نہیں رہا تھا۔ پھر مولانا نے کہا کہ اب میرا دل سنگترے کھانے کو چاہتا ہے۔ چنانچہ سردیوں کے موسم میں رات کے تین بجے سنگترے پیدا کیے گئے۔

بہرحال شعر سے اتنی دلچسپی تھی کہ دنیا کی ہر بات بھول جاتے تھے۔

مزید حالات معلوم کرنا چاہیں تو تین آدمی آپ کو زیادہ سے زیادہ مدد دے سکتے ہیں:

۱۔ حفیظ ہوشیارپوری جو پاکستان ریڈیو کراچی میں ہیں۔

۲۔ ان کے بھائی واصل ہوشیارپوری۔ یہ معلوم نہیں وہ کہاں ہیں۔

۳۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری

والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

نیازمند

مہر



الحاج شیخ عنایت اللہ (ستارۂ خدمت) مینجنگ ایجنٹ "تاج کمپنی لمیٹڈ"

تاج کمپنی لمیٹڈ

کس قدر تکلیف دہ تھا وہ زمانہ جب قرآن ہندو اور سکھ چھاپا کرتے تھے۔ لاہور کے چند ایک تاجرین نے اس ضرورت کو محسوس کیا۔ اور یہ قومی فریضہ سنبھال لیا۔ ۱۹۲۹ء میں شیخ عنایت اللہ صاحب نے برانڈرتھ روڈ پر تاج کمپنی کا سنگِ بنیاد رکھا۔ آج شیخ صاحب اس معروف فرم کے مینجنگ ایجنٹ ہیں۔ ۱۹۳۵ء میں ادارہ ریلوے روڈ (موجودہ جگہ) منتقل ہوگیا اور ۱۹۴۲ء میں یہ عمارت خرید لی گئی۔ ۱۹۴۷ء میں کراچی میں پہلی برانچ کھولی گئی۔ ۱۹۴۸ء میں کراچی میں سندھ انڈسٹریل اسٹیٹ میں ایک پریس نصب کیا گیا جس کا افتتاح لیاقت علی خان مرحوم نے کیا تھا۔ ۱۹۵۱ء میں ایک برانچ ڈھاکہ کھولی گئی۔

تاج کمپنی کا ہیڈ آفس اور اس کی شاخیں اس قدر ترقی یافتہ اور مشہور ہوئیں کہ خضر حیات سر سکندر (جنھوں نے آغاز میں کافی مدد بھی دی تھی)، سر فضل حق گورنر، گورمانی، قائدِ اعظم، لیاقت علیخاں مرحوم، صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں اور دیگر امرار، سفرار اور وزرار کے علاوہ حال ہی میں طلایا کے بادشاہ بھی اس فرم کو دیکھنے تشریف لائے۔ تاج کمپنی ایک تاریخی مقام بن چکا ہے۔ اس وقت سرمایہ پچاس لاکھ ہے اور تنخواہ دار ملازم چھ سو کے قریب ہیں۔ ادارہ پبلک لمیٹڈ ہے۔ کم سے کم حصہ بیس روپے ہے جس سے عوام میں سرمایہ کاری کا رجحان پیدا ہوگیا ہے اور منافع توقعات کے خلاف زیادہ ادا کیا جاتا ہے۔ قرآن جو پہلے لیتھو میں چھپتے تھے، اس ادارہ نے عکسی بلاکس میں شائع کئے۔ اس ادارہ میں دوسری کتابیں بھی چھپتی ہیں۔ لیکن یہ ادارہ قرآن کی اشاعت کے لئے مشہور ہے میں نے قرآن کے چند نسخے دیکھے جو دیکھنے والی چیز ہے۔ یہ قرآن غیر ممالک میں برآمد کئے جاتے ہیں تین صد سے زائد اقسام قرآن کی شائع ہوتی ہیں۔ جن کا ہدیہ دو روپے سے پانچ سو روپے تک ہے۔ شاہ سعود نے ایک نسخے پر ادارہ کو ایک ہزار روپیہ انعام دیا تھا۔ شاہ فیصل (عراق) نے بھی قرآن کی بے حد تعریف کی تھی ایک نسخہ حکومتِ پاکستان نے ظاہر شاہ کو پیش کیا تھا۔ اس کے علاوہ تفاسیر اور تراجم بھی چھپتے ہیں۔ کتابوں کے علاوہ تاج آملہ ہیر آئل مشہور تیل ہے اور سستی اور اچھی دوائیاں بھی تیار ہوتی ہیں۔ سرمہ مقوی بصر بھی تاج کمپنی میں تیار ہوتا ہے جس کی شہرت اور افادیت کا چرچا دور دراز تک ہے


نیشنل
ILFORD
ILFORD
HP3
ROLL FILM
ہمہ وقت آپ کی مسرتوں کے ساتھی!
رضوی برادرز لمیٹڈ
کراچی ـــ لاہور ـــ ڈھاکہ
ORIENT





آپ اپنی بچت سے کیا کام لے رہے ہیں؟

آپ اپنا بچایا ہوا روپیہ اچھی کمپنیوں کے حصوں میں لگاکر آمدنی کا ایک اور ذریعہ پیدا کر سکتے ہیں۔
انوسٹمنٹ کارپوریشن آف پاکستان کی خدمات
اس مقصد کے لئے بلا معاوضہ حاضر ہیں۔
اگر آپ ہمارے سرمایہ کاری منصوبے کے تحت باقاعدہ جاری حساب کھول لیں تو ہم آپ کے لئے سرمایہ کاری کی ایک مناسب اور نفع بخش تجویز تیار کرینگے
آپ جو حصے خریدنا چاہینگے وہ ہم آپ کے لئے
واجبی قیمتوں پر حاصل کرنے کی
کوشش کریں گے۔ ہم آپ کے شیئر سرٹیفکیٹ وغیرہ محفوظ رکھیں گے۔
اور آپ کی طرف سے آپ کے حصوں پر خود ڈیویڈنڈ وصول کرینگے۔

حصوں کی خریداری کے لئے آپ رعایتی شرطوں پر قرض بھی حاصل کر سکتے ہیں

انوسٹمنٹ کارپوریشن آف پاکستان

۳۰۔ دی مال لاہور (فون: ۶۶۸۰۹)

ہیڈ آفس: کراچی

دفاتر: ڈھاکہ، چٹاگانگ اور کھلنا

آئی سی پی

سرمایہ کاری منصوبے کے ذریعے ملکی صنعت میں اپنا حصہ حاصل کیجیے